سوانح ہادئ کامل شاہ ابو الخیر
۹۲ ـــــ ھ ـــــ ۱۳
معروف بہ
مقاماتِ خیر
۹۲ ـــــ ھ ـــــ ۱۳
حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ محی الدین فاروقی دہلوی قدس سرہٗ
کے مبارک احوال اور آپ کے فضل و کمال و ذوقِ سخن کا بیان
تصنیف
حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی

سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر

۹۲ ـــــــــ ھ ـــــــــ ۱۳

معروف بہ

مقاماتِ خیر

۹۲ ـــــــــ ھ ـــــــــ ۱۳

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی دہلوی قدس سرہٗ
کے مبارک احوال اور آپ کے فضل و کمال و ذوقِ سخن کا بیان

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

خلیق ۸۹

بار دوم
۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء

کتاب کا نام: سوانح ہادیِ کامل شاہ ابوالخیر معروف بہ مقاماتِ خیر

صفحات: ۸۰۰-

مصنّف: حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دامت برکاتہٗ فاضلِ ازہر

مہتمم: اَبُوالنَّصر اَنَس فاروقی (ڈائرکٹر)

معاون: محمد ادریس قریشی، مکان ۲۴۰۰۔ کوچہ میر ہاشم شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

طابع وناشر: شاہ ابوالخیر اکاڈمی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ، ترکمان گیٹ، دہلی ۶

کتابت: محمد منظور الدین۔ ۴۶۵۔ ٹیا محل، دہلی ۶

تعداد: ایک ہزار

قیمت: پچھتر روپے (۷۵/-)
(نعمانی آفسٹ پریس دہلی)

فہرست مضامین مقاماتِ خیر

تاریخی قطعہ از مؤلف

سُنو دوستو کچھ کمالاتِ خیر بہت دلرُبا ہیں مقالاتِ خیر
لکھی زیدؔ نے یہ شگفتہ کتاب ہے تاریخ "شیوا مقاماتِ خیر"
۲۹۶۳۱
ہویدا ہے دیکھو سنِ عیسوی
نسیمِ ہدایت مقاماتِ خیر
۲۷۶۹۱

ابتدائیہ طباعتِ ثانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمٰن محبت

مبارک خیر کو اللہ کا وُدّ ہو زہے رفعت، محبِّ رحمان خود ہو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ سَرْمَدًا۔

یہ کتاب "سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر" معروف بہ "مقامات ابوالخیر" پہلی مرتبہ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں چھپی تھی۔ پھر تین سال کے بعد اس کا عکس لے کر چھوٹی تقطیع پر اس کو طبع کرایا تھا۔ اب اللہ کے فضل وکرم سے از سرِ نو اس کی کتابت اور آفسٹ سے طباعت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خیر و خوبی سے اس مبارک کتاب کو چھپوا دے۔

اس طباعت کی خصوصیات کا عاجز ذکر کرتا ہے۔

۱۔ پہلی طباعت میں چند غلطیاں رہ گئی تھیں، ان کی تصحیح کرادی گئی ہے۔

۲۔ بعض مندرجات مجبوراً غیر محل میں اندراج پا گئے تھے اب اپنے مناسب مقام پر لکھ دیئے گئے ہیں۔

۳۔ حضرت برادرِ کلاں نے اپنی ایک بیاض میں حضرت والد ماجد کے چند ملفوظ معتبر افراد سے نقل کر کے لکھے تھے۔ عاجز نے "ملفوظات" کے آخر میں اُن کا اضافہ کر دیا ہے۔

۴۔ حضرت سیدی الوالد قدس اللہ سرّہ کے دو چار واقعات جو مستند ذرائع سے عاجز کو معلوم ہوئے ہیں اپنے موقع پر لکھ دیئے گئے ہیں۔

۵۔ حضرت سیدی الوالد کی اولاد میں سے جو صاحبان دار البقار میں آپ کی خدمتِ اقدس میں پہنچ گئے ہیں اُن کا بیان کر دیا گیا ہے۔

۶۔ اس کتاب کی پہلی طباعت کے بعد عاجز کی تالیفات میں جو اضافہ ہوا ہے اُس کا بیان کر دیا گیا ہے۔

۷۔ عاجز نے اپنے شعر و سخن کے سلسلہ میں بھی کچھ وضاحت کر دی ہے۔

۸۔ کتاب کی پہلی طباعت کے بعد خانقاہ شریف کی تعمیرات میں جو اضافے اور تغیرات

ہوئے ہیں اُن کا بیان کر دیا ہے۔

۹۔ "چترِ نورانی" کے سلسلہ میں بعض فضلاء کے ایراد کا جواب لکھ دیا ہے۔

۱۰۔ مولانا محمد میاں کاندھلوی کی بیعت کے واقعہ کی مزید وضاحت کر دی ہے۔

۱۱۔ عاجز نے "مقاماتِ خیر" ایک جذبہ کے تحت لکھی تھی۔ جو آمد ہو رہی تھی نوکِ قلم اُس کو مقید کر رہی تھی۔ زیادہ تر آمد اُردو میں تھی، لیکن کچھ عربی اور فارسی میں تھی۔ یہ خیال اُس وقت نہ آیا کہ اب خود اُردو زبان عنقا صفت بن رہی ہے، بھلا عربی اور فارسی کا کیا مذکور، اس کا احساس بعد میں عاجز کو ہوا۔ اب نئی کتابت کے وقت عاجز اپنے مشفق و مہربان رفیقِ قدیم جناب مولانا قاضی سجاد حسین صاحب سابق صدر مدرس مدرسۂ فتحپوری کے پاس گیا کہ کسی شخص کی نشان دہی فرما دیں جو عربی اور فارسی عبارات کا ترجمہ کر دے۔ عاجز کی بات سُن کر آپ نے فرمایا۔ آج کل مجھے فرصت ہے۔ وقت کا گزارنا بعض اوقات بار ہوتا ہے، لہٰذا یہ کام میں خود کروں گا۔ اور آپ نے اتنا اصرار کیا کہ کتاب ان کے حوالہ کرنی پڑی۔ آپ نے حرفاً حرفاً کتاب پڑھی، مناسب مقامات میں ترجمے کئے اور پھر اس کتاب کے متعلق اپنی رائے لکھ کر عاجز کے حوالہ کی۔ حضرت مولیٰ جل شانہٗ وعمّ احسانہٗ اس طرح اس عاجز کی مشکلات آسان فرماتا ہے۔ جب وہ دنیوی مشاکل آسان کر رہا ہے، اُخروی مشاکل اپنے لطف و کرم سے حل فرمائے گا۔

نہ ڈر زید مرشد ہے خیرِ جہاں ۔۔۔ نبی تیرا شافع خدا مہربان

اللہ تعالیٰ جناب قاضی صاحب کو دارین میں عافیت سے رکھے۔ آپ پانچ سال سے ... "فتاویٰ تاتارخانیہ" کی طباعت میں مصروف ہیں۔ تقریباً نصف کتاب چار یا پانچ حصوں میں چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب امام عالم بن العلاء حنفی متوفی ۷۸۶ھ کی تالیفِ قیم ہے۔ اللہ تعالیٰ بہ وجہ احسن اس کام سے قاضی صاحب کو فارغ کرے۔

چہارشنبہ۔ ۴ر شوال ۱۴۰۹ھ ۔۔۔ ابوالحسن زید فاروقی عفی عنہ

۱۰ر مئی ۱۹۸۹ء ۔۔۔ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی - ۶

تبصرہ جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

(جو مجلّہ برہان ازماہِ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ مطابق اپریل ۱۹۷۰ء جلد ۶۴، شمارہ ۴ صفحہ ۲۵۳ میں چھپا ہے۔)

مقاماتِ خیر، از مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی، تقطیع کلاں، ضخامت ۸۰۰ صفحات، کتابت و طباعت اعلیٰ، قیمت مجلّد درج نہیں، پتہ درگاہ شاہ ابوالخیر شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶۔

حضرت شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر مجددی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ مجددیہ کے ایک نہایت بلند پایہ عالم اور صاحبِ طریقت و معرفت بزرگ تھے جو دلّی میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور یہیں ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء کو وفات پائی۔ دلی کے بازار چتلی قبر میں درگاہ شاہ ابوالخیر آپ ہی کے نام سے منسوب اور مرجعِ عوام و خواص ہے یہ کتاب آپ ہی کے حالات و سوانح میں ہے۔ چونکہ اس کے مصنّف خود حضرت شاہ صاحب کے فرزند ارجمند ہیں جو "الولدُ سِرٌّ لِابیہ" کے مطابق علم و فضل، وسعتِ مطالعہ، دقتِ نظر، ورع و تقویٰ اور اخلاق و شمائل میں پدرِ بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں، اس سے ظاہر ہے اس کتاب کے لکھنے کا حق آپ کے سوا اور کس کو پہنچ سکتا ہے، چنانچہ جو جامعیت جزئیات کا استیعاب و استقصا اور مستند معلومات اِس کتاب میں ہیں اس موضوع پر کسی دوسری کتاب میں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الفِ ثانی نویں پشت میں شاہ ابوالخیر صاحب کے جدِّ امجد تھے، اس لئے کتاب دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت مجدّد سے لے کر حضرت شاہ محمد عمر (والد ماجد شاہ ابوالخیر صاحب) تک سلسلہ وار نو بزرگوں کے حالات و سوانح، فضائل و مناقب اور علمی کمالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا حصہ صاحبِ سوانح شاہ ابوالخیر صاحب کے تذکرہ و ترجمہ کے لئے مخصوص ہے۔ اس میں شاہ صاحب کے حالات سوانح، علمی و عملی کمالات، عبادات و ریاضات، اوراد و اشغال، ارشادات و فرمودات، ارشاد و ہدایت، اندرونِ خانہ اور بیرونِ خانہ مشاغل، اسفار، اخلاق، تصنیفات، مریدین و متعلقین، خلفاء و مسترشدین، اولاد و احفاد، مرض اور وفات، یہ سب امور نہایت بسط و تفصیل اور تحقیق و کاوش سے لکھے گئے ہیں۔ اصل موضوع کے علاوہ بیسیوں افراد و اشخاص کے متعلق بھی ضمنی طور پر اکثر و بیشتر حواشی ہیں اور کہیں متن میں بھی نہایت مفید اور قیمتی معلومات آگئے ہیں۔ جو کچھ لکھا ہے حوالہ سے اور استناد کے ساتھ لکھا ہے۔ زبان و بیان شگفتہ، رواں اور دلچسپ ہے، اس لئے کتاب تاریخی اور دینی و ادبی حیثیت سے بہت مفید، پُر از معلومات اور بصیرت افروز ہے۔ اس کا مطالعہ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوگا۔

تبصرہ جناب مولانا قاضی سجاد حسین

(سابق مدیر و صدر مدرس مدرسۂ عالیہ فتحپوری، دھلی)

بے حد تعریفیں خدا کے لئے اور ان گنت درود و سلام اس کے آخری نبی پر اور ان کی اولاد و اصحاب پر۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ایک صاحب آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی گروہ سے محبت کرتا ہے لیکن اس میں شامل نہیں ہوسکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ شخص بھی اس گروہ کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے (مشکوٰۃ)

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ الصَّلَاحَا

میں نیکوں سے محبت کرتا ہوں اور خود ان میں سے نہیں ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھے نیکی کی توفیق عطا فرمادے
مکرمی حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید فاروقی نے اپنی اس کتاب "مقامات خیر" میں جن اولیاء اللہ کا ذکر خیر کیا ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ سے ان میں سے کسی ایک سے بھی محبت پیدا ہوجائے تو وہ انشاء اللہ ذخیرۂ آخرت ہے اور وہ شخص تو اپنی قسمت پر جس قدر چاہے ناز کرے جس کو ان تمام خاصانِ خدا سے محبت پیدا ہوجائے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ راقم حروف اگرچہ ان اولیاء کی خاکِ پا کی بھی ہمسری نہیں کرسکتا لیکن اس بات کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کتاب کو میں نے مکرر سہ کرر پڑھا اور ہر بار ان بزرگوں کے تذکرہ سے ایک خاص لذت اور قلبی سکون و سرور محسوس کیا۔ خدا کی بے پایاں رحمت سے بعید نہیں کہ وہ میرے لئے اس کتاب کے مطالعہ کو ذخیرۂ آخرت اور نجات کا سبب بنا دے۔
فاضل مصنف نے حضرت مجدد کی جس شاخ کا ذکر کیا ہے ان میں سے ہر ایک بزرگ اپنے وقت کا جنید اور شبلی تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ذریعہ لاکھوں بندگانِ خدا راہ یاب اور کامیاب ہوئے ہیں محترم مصنف نے ان میں سے ہر ایک بزرگ کے احوال اور سوانح حیات انتہائی دیدہ ریزی اور جستجو کے ساتھ مستند کتابوں سے اسقدر جمع کردیئے ہیں کہ اس کتاب کو ان بزرگوں کے احوال میں "دائرۃ المعارف" کہا جاسکتا ہے۔ مصنف محترم کا یہ کارنامہ اس خانوادے کے متوسلین پر اتنا بڑا احسان ہے جس کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ تصنیف عنداللہ مقبول ہو اور خلق اللہ کے لئے موجب ہدایت اور سعادت ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

سجاد حسین

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ ۳۰ جون ۱۹۵۸ء روز جمعرات

تبصرہ جناب مولانا محمد عبدالستار خاں صاحب صدر مدرس شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثر از "مقاماتِ خیر"

(تالیف منیف حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی)

اللہ تعالیٰ کا سورۂ حج کے آخری رکوع میں ارشاد ہے: "اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ" اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے (جسے چاہیں) اپنے پیغام کی اشاعت کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والے ہیں۔ اور سورۂ آلِ عمران کے دسویں رکوع میں ارشادِ ربانی ہے: "اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ" بے شک پہلا وہ گھر جو لوگوں کے لئے (مرکزِ ہدایت) بنایا گیا وہ مکہ معظمہ میں ہے جو سارے جہانوں کے لئے برکت اور ہدایت ہے۔

اِن آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جن گھرانوں کو اپنے دینِ حنیف کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں وہ قیامت تک کے لئے اس مبارک کام کے لئے منتخب ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک گھرانا، ساداتِ کرام اور اہلِ بیت اور اس طرح حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروقِ اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی حیدر کرار کے گھرانے قیامت تک کے لئے منتخب ہیں اور اسی طرح مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جس طرح اوّلاً ہدایتِ ربانی کے لئے مرکزِ رشد و ہدایت تھے، آخر تک مرکزِ ہدایت رہیں گے۔

زیرِ نظر کتاب مذکورہ بالا دعویٰ کی دلیل ہے، کیونکہ یہ کتاب حضرت شاہ ابوالخیر کے حالات میں لکھی گئی ہے اور آپ کا گھرانہ فاروقی ہے۔ اب پڑھنے والا اس کتاب کو پڑھے اور دیکھنے والا دیکھے کہ اس پیاری کتاب میں کیسے کیسے جواہر پارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اولیائے کرام اور مقربانِ بارگاہِ حضوری کی سوانح حیات حقیقت میں بعد میں آنے والوں کے لئے مشعلِ راہِ ہدایت ہوتی ہے۔ ان کی پاکیزہ زندگی کے واقعات پکار پکار کر کہتے ہیں۔ دیکھو تمہارے اسلاف علم و عمل کے کیسے دھنی تھے اور انھوں نے اپنی زندگیوں کو کس طرح اپنے مولیٰ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہود کے آخری رکوع میں اپنی معجزانہ شان سے کیا خوب فرمایا ہے۔ وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ

مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ؕ ہم آپ پر انبیاءِ کرام کے جو واقعات بیان کرتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے دل کو تقویت پہنچائیں۔ اور ان واقعات میں آپ کے لئے حق اور ایمان والوں کے لئے نصیحت اور دعیان کی باتیں موجود ہیں۔

قارئینِ کرام دُور نہ جائیں ذرا تقریباً آٹھ سو صفحے کی اس مبارک سوانح خیر کا مطالعہ فرمائیں، ارشادِ ربانی مذکور کے مطابق اس کے ہر صفحہ میں پند اور نصیحت کی باتیں موتیوں کی طرح بکھری پڑی ہیں، کیوں نہ ہو کہ مصنّف ممدوح حضرت مولانا شاہ ابوالحسن مدظلہ العالی نے دل کی روشنی میں اس مبارک کام کو برسہابرس کی محنت اور جانفشانی سے کیا ہے اور وہ کم و بیش ایک صدی کا علمی اور دینی جائزہ ہے۔ اولیاءِ سلف کی ریاضتیں، اُن کا اپنے مریدین کی تربیت، علم سے اشتغال، عمل کا انہماک، جن کو ہم اسلاف کی زندگیوں میں پڑھا کرتے تھے، اس ولیِ کامل، صاحبِ تصرّف، حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس لختِ جگر مولانا شاہ ابوالخیر قدس سرّہٗ کی زندگی میں روزِ روشن کی طرح دیکھ رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مؤلفِ علام نے اس ضخیم مجلد میں اپنے والد ماجد کی جو سوانح لکھی ہے، اہلِ علم، اہلِ فضل اور اہلِ طریقت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے اسلافِ کرام کی یاد تازہ کر دی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی — مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

یہ سوانح دَورِ حاضر کے تحقیقی معیار پر بھی الحمدللہ پوری اُترتی ہے۔ حضرت ممدوح مدظلہٗ نے جو کچھ لکھا ہے حوالوں اور استناد کے ساتھ لکھا ہے۔ اردو زبان میں بہت سے سوانح، تذکرے اور تراجم لکھے گئے اور لکھے جاتے رہیں گے۔ مگر اس سوانح کو جو ترتیب اور جامعیت حاصل ہے، شاید کسی اور کتاب کو اپنے اس موضوع میں ایسا کمال حاصل ہو۔ کسی شاعر نے غالباً ایسے ہی موقع کے لئے یہ شعر لکھا ہے ؎

گلستاں میں جا کے ہر اک گل کو دیکھا — نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

آہ آج ایسی ہستیاں کہاں ہیں جنھوں نے شریعت اور طریقت کو اس طرح اُسوہ بنایا ہو کہ ؎

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق — ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن

یہ کتاب دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت شاہ محمد عمر (والدِ بزرگوار حضرت شاہ ابوالخیر رحمہما اللہ) تک سلسلہ وار اسلافِ کرام کے حالات، فضائل، مناقب اور علمی کارناموں کا تذکرہ ہے۔ اس حصّہ کو پڑھ کر جریرہ کا

یہ شعر زبان پر آجاتا ہے۔

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

یہ ہیں میرے آباء واجداد اے جریر اگر ہم کو محفلیں کبھی اکٹھی کریں تو ان سے جیسا مجھ کو دکھا۔

اور ایسے ہی موقع پر ایک شاعرِ ربانی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے نبوت کے یہی وارث یہی ہیں ظلِ رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر انھیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انھی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے انھی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

اِس کتاب کو پڑھ کر اور حضرت مصنف کو دیکھ کر یہ کمترین بہ بانگِ دہل کہتا ہے ع

بہ دہلی رَو اگر در جستجوئے آبِ حیوانی

یہ عاجز کیا لکھے کہاں تک لکھے جب کہ اس عظیم علمی، ادبی اور تاریخی تذکرہ پر مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق نے تبصرہ لکھا ہے عاجز یہ شعر لکھ کر اپنی خامہ فرسائی ختم کرتا ہے۔

اندکے پیشِ تو گفتم غمِ دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

مطالعہ کرنے والے آئیں اور اس دفترِ نایاب سے اپنے اپنے ظرف اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق معارف اور مکارم حاصل کریں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ بتلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

جمعہ

۲۸ رشوال المکرم ۱۴۰۷ھ

۲۶ رجون ۱۹۸۷ء

شکر گنج۔ حیدر آباد

پروردۂ شیوخ واساتذہ

محمد عبدالستار خاں

سابق پروفیسر وصدر شعبۂ ع۔ ب

جامعہ عثمانیہ

تعارف و اعتراف

(برادرِ طریقت جناب مولانا عبیدالرحمٰن خاں شروانی، حبیب منزل، میرس روڈ، علی گڑھ)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست   آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

مخدومنا و مُطاعنا حضرت پیر و مرشد شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر مجددی فاروقی قدس سرہ العزیز کے سوانح حیات مبارک موسوم بہ "مقاماتِ خیر" حضرت مخدوم زادہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی سلمہ اللہ تعالیٰ نے قلم بند کئے۔ فَلِلّٰهِ تَعَالیٰ الْحَمْدُ عَلیٰ ذٰلِكَ۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ قاری، حافظ، عالم اور صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ روزانہ مغرب کے بعد سے تہجد تک رُشد و ہدایت میں مشغول رہتے تھے، دن میں مطالعہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ "ہم نے بخاری شریف مِن اوّلہ الی آخرہ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً چودہ مرتبہ پڑھی ہے اور طبقات ابنِ سعد سات مرتبہ" میں نے جیسی ہیبتِ حق حضرتؒ میں دیکھی کسی اور بزرگ میں نہیں دیکھی، موسم سرما میں دہلی اور موسم گرما میں کوئٹہ تشریف رکھتے تھے۔

۱۹۱۶ء میں میں انگلو عربک ہائی اسکول دہلی میں پڑھتا تھا۔ دسمبر کی تعطیلات میں لکھنؤ گیا۔ وہاں ماسٹر سید مظہر علیم صاحب فرید آبادی مرحوم کے ساتھ حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دن بعد عصر حاضر ہوا۔ ماسٹر صاحب نے حضرت ممدوح سے کہا کہ یہ میٹریکولیشن کا امتحان دینے والے ہیں آپ دعا کریں کہ کامیاب ہو جائیں، کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت میری تمنا ہے کہ میں داخلِ سلسلہ ہو جاؤں فرمایا کہ انگریزی تعلیم سے کدورت پیدا ہوتی ہے اور سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے صفائی قلب چاہیئے یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟ یہ بھی فرمایا کہ "پہلے حلقہ میں بیٹھ کر صلاحیت پیدا ہو جائے تب سلسلہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ جہاں تمہارے نصیب میں ہوگا وہاں تمہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے گی"

دہلی واپس آکر خانقاہ مظہریہ میں حاضر ہونے کا خیال کرتا رہا۔ لیکن حضرتؒ کے جلال کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بہر حال ہمت کر کے ایک شب منشی محمد سعید خاں آفریدی مرحوم کے ساتھ حاضر ہوا اور خانقاہ شریف میں حاضری کی اجازت چاہی۔ اوّل ایک کوٹھری میں بیٹھنے کے لئے ارشاد ہوا۔ کچھ دیر بعد طلب کیا۔ جب میں حاضر ہوا تو حالات دریافت فرمائے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ انگریزی پڑھتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ آج کل مسلمانوں کے لئے انگریزی پڑھنا ضروری ہے کیونکہ انگریزی تعلیم سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے ہمت کر کے بیعت کی درخواست کی، جوازراہ

شفقت منظور فرمائی۔ الحمد للہ یہ سعادت خوش نصیبی سے مجھے حاصل ہوئی۔ شجرۂ شریف پر اپنے قلم سے میرا نام مع ولدیت تحریر فرما کر مجھے عنایت کیا۔ میں حاضر ہوتا رہا۔ بہت شفقت فرماتے اور اپنے تخت کے قریب بٹھلاتے تھے۔ چائے سبز نوشں فرماتے تھے۔ مجھے بھی مرحمت ہوتی تھی۔ کبھی کبھی میں تہجد کے وقت تک حاضر رہتا تھا، کبھی عشار کی نماز میں شریک ہو جاتا تھا۔ حضرت خود امامت فرماتے تھے۔ جب الحمد شریف پڑھتے تھے مقتدیوں کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہو جاتا تھا، تڑپنے لگتے تھے۔ ایک شب میں ۲ بجے مجھ سے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا فضل ہے کہ اس وقت جب مخلوق آرام کر رہی ہے یہاں اللہ کے بندے ذکرِ الٰہی میں مصروف ہیں" یہ فرما کر "ھو" کہا اور تمام خانقاہ اور قرب وجوار کے مکان اور مسجدیں اللہ اللہ کی صدا سے گونجنے لگیں۔ بارہ ربیع الاول کو خانقاہ میں میلاد شریف ہوتا تھا، مجلس آراستہ و پیراستہ کی جاتی تھی، شامیانے صحن میں لگتے تھے اور بجلی کی روشنی سے محفل منور ہوتی تھی بعد نماز عشار بہ نفسِ نفیس بیان فرماتے تھے۔ بڑا مجمع ہوتا تھا۔ ساری خانقاہ سامعین سے بھر جاتی تھی۔ صبح صادق کے وقت جو ولادتِ پاک کا وقت ہے قیام کرتے تھے۔ وفات سے قبل جو مجلس ہوئی اس میں دورانِ قیام میں مجھ سے فرمایا کہ "دیکھو کیسے انوار نازل ہو رہے ہیں، اچھی طرح دیکھ لو اس کے بعد ایسے انوار دیکھنے نصیب نہیں ہوں گے" اسی سال ۲۹ رجادی الآخرہ شب جمعہ دو بجے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ العزیز گلاوٹی ضلع بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد مجھ سے فرمایا کہ "ہمیں وہاں کے لوگ میر مہربان علی کی قبر پر لے گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد ہم نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر حاضرین سے کہا کہ "میر صاحب مرحوم کے آگے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور تِل چاولی داڑھی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے میر صاحب کو زندگی میں دیکھا تھا۔ ہم نے جواب دیا کہ اب دیکھ رہے ہیں"

میرے نانا نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر مرحوم ممبر کونسل آف اسٹیٹ سے مرض الموت سے قبل جب کہ حضرت تندرست تھے ارشاد کیا کہ تمہارا حکومت میں رسوخ ہے، تم ہمارے خانقاہ میں دفن ہونے کی اجازت دلا دو۔ نواب صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ و سلامت رکھے۔ حضرت نے مکرر یہ فرمائش کی۔ نواب صاحب خاموش ہو گئے اور انھیں یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ عن قریب وفات فرمانے والے ہیں۔ کچھ دن کے بعد حضرت علیل ہوئے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ۲۹ رجادی الآخرہ ۱۳۶۰ھ کو بوقت دو بجے شب وفات ہو گئی۔ نمازِ فجر کے لئے نواب صاحب مرحوم وضو

کر رہے تھے کہ چند افغانی مکان پر پہنچے اور حادثہ جاں کاہ کی اطلاع کی۔ نیز حضرت کی فرمائش یاد دلائی۔ نواب صاحب نے چیف کمشنر سرالکم ہیلی کو ٹیلیفون کیا لیکن انھیں اجازت دینے میں تامل کیا۔ نواب صاحب نے اصرار کیا اور بالآخر اجازت مل گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے جدِّ امجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اس موقع پر میرے والد ماجد (نواب صدر یار جنگ بہادر) مرحوم مغفور نے مجھے حیدرآباد سے تحریر فرمایا کہ "حکیم فرید احمد صاحب (مرحوم) کے خط سے حضرت مولانا ابوالخیر قدس سرہ العزیز کی خبرِ رحلت دریافت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دلی افسوس اس حادثہ پر ہے۔ اس زمانہ میں طریقۂ نقشبندیہ کی مجددیہ کی بڑی رونق ذاتِ گرامی سے تھی۔ حضرت خواجۂ نقشبند قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ "یک گربۂ زندہ بہ از صد شیر مردہ" حضرت تو زندہ شیر تھے۔"

خاکسار

عبید الرحمٰن

حبیب منزل۔ میرس روڈ۔ علی گڑھ

۱۴ر دسمبر ۱۹۲۰ء

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالشُّکْرُ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ وَاَحَبَّھُمْ۔ (تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کا شکر ہے درود و سلام ہمارے سردار محمد پر اور ان کی اولاد پر اور ان کے صحابہ پر اور اُن لوگوں پر جنہوں نے ان کا اتباع کیا اور ان سے محبت کی) بندۂ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی عرض کرتا ہے کہ سیدی وسندی وحبّی ووسیلتی الی اللہ جلّ شانہٗ وعمّ برہانہٗ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین قدس اللہ سرّہٗ ونوّر ضریحہٗ کی وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد اس عاجز کو خیال ہوا کہ آپ کے احوالِ مبارکہ اگرچہ ہزارہا مخلصین کے صفحاتِ قلوب پر کالنقش فی الحجر (پتھر کی لکیر کی طرح) ثبت ہیں۔ لیکن کتابی شکل میں بھی ان کا قلم بند ہو جانا بہتر ہے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے بمنزلِ مشعلِ ہدایت رہیں اور آپ کا ذکرِ خیر باقی رہے ؎

ذکرِ باقی را حکیماں عمرِ ثانی گفتہ اند این ذخیرہ پس ترا کالباقیات الصالحات

(باقی رہنے والے ذکر کو حکماء نے دوسری عمر کہا ہے۔ یہ ذخیرہ تیرے لئے باقیاتِ صالحات کی طرح ہے)

یہ خیال آنے پر اس عاجز نے دو بیاضیں مرتب کیں تاکہ ایک میں آپ کے خطوط کی نقل اور دوسری میں آپ کے ملفوظات و احوال کو قلمبند کرے۔ آپ کی رحلت کے چند روز بعد اس خیال کا آنا مبارک ثابت ہوا۔ کیونکہ ابتدائی سالوں میں یارانِ کہن جوق درجوق دُور دراز علاقوں سے برائے فاتحہ وتسکینِ قلب آرہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ ان خطوط کو لائے جو آپ نے ان کو لکھے تھے۔ چنانچہ اس عاجز نے ان خطوط کو بیاض پر نقل کیا اور ان پاک نہاد افراد سے اُن باتوں کا بھی علم ہوا جو اس عاجز کے ہوش میں آنے بلکہ عالمِ وجود میں قدم رکھنے سے پہلے کی ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت عمّۂ محترمہ امۃ الجمیل رحمہا اللہ ونوّر ضریحہا سے نہایت مفید معلومات

حاصل ہوئیں۔ وہ آپ سے چار سال بڑی تھیں قوّتِ حافظہ میں آپ کی نظیر تھیں۔ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک بات ان کو تفصیل کے ساتھ یاد تھی خوردسالی اور پھر جوانی کے واقعات اُن ہی سے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ آپ کے بعد سترہ سال تک بقیدِ حیات رہیں۔ ان کا مبارک ذکر حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرّہٗ کے احوالِ مبارکہ کے ذیل میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

جس زمانے میں تالیف کا خیال آیا تھا اُس زمانے میں یہ عاجز طلبِ علم میں مشغول تھا جاننے والے جانتے ہیں کہ اگر صحیح طور پر علم کی طلب ہو تو طالب علم کو پھر اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ وہ دوسرے مشاغل بھی جاری رکھ سکے۔ یہی بات اس عاجز کو پیش آئی اور تالیف کا ارادہ دائرۂ خیال ہی میں محدود رہا۔ چند سال تک یہ عاجز ہندوستان میں دولتِ علم سے دامنِ مراد پُر کرتا رہا اور پھر پانچ سال کے واسطے مصر گیا اور وہاں اپنی تشنہ لبی کو شیریں چشموں سے سیراب کرتا رہا اور مصر سے واپسی پر دیگر مشاغل میں مصروف ہوگیا۔

اگرچہ یہ عاجز ۱۳۵۹ھ سے تالیف و تصنیف کی طرف متوجہ ہے لیکن یہ مبارک تالیف جس کا خیال ۱۳۴۱ھ میں آیا تھا، دائرۂ خیال ہی میں محدود رہی۔ البتہ وہ بیاضیں جو اس کام کے لئے بنائی گئی تھیں آہستہ آہستہ پُر ہوتی گئیں، بلکہ ان کے ساتھ دو بیاضیں اور بھی بن گئیں۔

جب کسی کام کا وقت آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اسباب ظاہر کردیتا ہے۔ یہی صورت اس کتاب لکھنے کی ہوئی کہ گزشتہ تین چار سال کے دوران میں چند افراد نے حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ کے احوال طلب کئے۔ یہ عاجز اُن کی طلب پوری کرتا رہا۔ جب چوتھی مرتبہ طلب پوری کررہا تھا تو خیال آیا کہ کیوں نہ اس کتاب کی تکمیل کردی جائے جس کا خیال پچاس سال سے اعماقِ قلب میں مُستتر ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس تازہ خیال کے وقت یہ عاجز حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ کے متعلق ایک مضمون لکھ رہا تھا اور اِس سلسلہ میں "زبدۃ المقامات" اور "حضرات القدس" کا مطالعہ کررہا تھا۔ ان کتابوں کے قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں اور وہ فہرست سے بالکل مُعرّیٰ تھے۔ کتاب کی فہرست نہ ہو تو اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا پہلے اس عاجز نے ان دونوں کتابوں کی نہایت جامع فہرست مرتب کی اور پھر اس مضمون کی طرف متوجہ ہوا جس کی وجہ سے یہ دونوں کتابیں فہرست سے آراستہ ہوئیں۔ "زبدۃ المقامات" کی فہرست سے یہ عاجز جمعہ مورخہ

۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ کو فارغ ہوا تھا۔ اس وقت اس مبارک کتاب کے نام کے آخری حصہ "مقامات" نے اپنی طرف متوجہ کیا اور خیال آیا کہ اگر اس کو حضرت سیدی الوالد کی کنیت سے ملا دیا جائے تو اس تالیف کے لئے جس کا ارادہ اب پھر ہوا ہے مبارک رہے گا۔ کیونکہ یہ لفظ اس کتاب کے نام کا جزء ہے جو آپ کے نویں دادا کے احوال میں لکھی گئی ہے اور آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ وراثۃً اسی اصل مبارک سے پہنچایا ہے۔ لہٰذا اس عاجز نے لفظ مقامات کو خیر سے ملا کر "مقاماتِ خیر" اس تالیف کا نام تجویز کیا۔ یہ مبارک نام تجویز ہو جانے کے بعد عاجز کی نظر اس کے اعداد پر گئی۔ اور یہ دیکھ کر کہ اس کے اعداد تیرہ سو بانوے ہیں دل نے کہا کہ اس مبارک کام کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ۱۳۹۲ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچا دے گا۔ "لَا طِیَرَةَ وَخَیْرُھَا الْفَالُ قَالُوْا وَمَا الْفَالُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْکَلِمَةُ الصَّالِحَةُ یَسْمَعُھَا اَحَدُکُمْ۔ فی مشکوٰۃ عن الصحیحین۔ (پرندا اُڑا کر بھلائی برائی پہچاننے کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ اس میں فال بہتر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور فال کیا ہے۔ فرمایا بھلی بات جو تم میں سے کوئی سُنے)

وَسَحَابُ الْخَیْرِ لَہٗ مَطَرٌ فَاِذَا جَاءَ الْاِبَّانُ تَجِیْ

اور بھلائی کے بادل کی بارش ہوتی ہے۔ جب وقت ہوتا ہے وہ آجاتا ہے۔

اس غیبی بشارت ملنے پر اس عاجز نے قدیمی تحریرات و کاغذات کو اور آپ کے مکاتیب شریف کے اس مجموعہ کو جو کہ یارانِ قدیم رحمہم اللہ میں سے بعض افراد نے اس عاجز کو اس تالیف کے لئے عنایت کئے اور اُن بیاضوں کو جو اس کام کے لئے مہیا کی گئی تھیں نکالا۔ تاکہ آپ کے مبارک احوال کو قلمبند کیا جاسکے۔

اس عاجز نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت امام ربانی سے آپ کے حضرت والد قدس اللہ اسرارہم تک تمام اجداد کا مختصر حال ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ کیسا اعلیٰ و ارفع باغ ہے۔ اور کیسا مبارک یہ شجر ہے کہ "جو شاخِ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی"

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے قلادۂ نسب کے آخری حصہ کی چار کڑیاں بوجہ مطابقتِ اسمی کے زبدۃ المقامات وغیرہ میں لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ اس عاجز نے اس سلسلہ میں جو تحقیق کی ہے اس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے ان کاغذات کو بھی نکالا جن میں اس کا بیان ہے۔

حضرات اجداد عالی شان قدس اللہ اسرارہم العلیۃ (اللہ ان کے بلند رازوں کو پاکی عطا کرے) کے احوالِ مبارکہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابوں سے اخذ کیا جائے گا۔

۱۔ برکات الاحمدیۃ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات' تالیف سرمستِ جامِ احمدی حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہٗ۔ یہ کتاب ۱۰۳۷ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک بہ اعتبارِ تحقیق حضرت امام ربانی رح کے احوالِ مبارکہ میں یہ کتاب لَانَظِیْرَ لَہٗ (اس کی کوئی مثال نہیں) ہے۔ اِس کتاب کے تین قلمی نسخے اِس عاجز کے پاس ہیں۔

پہلا نسخہ۔ وسط اور آخر میں ناقص ہے۔ اس کی کتابت اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب گیارہویں صدی کے آخر یا بارہویں صدی کی ابتدا میں لکھی گئی ہے۔

دوسرا نسخہ۔ خواجہ فضل احمد شاہجہاں آبادی ڈپٹی کلکٹر نے احمد علی نقشبندی مجددی مظہری مرشد آبادی سے لکھوایا ہے اور تیسری ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں اس کی کتابت پوری ہوئی ہے۔ اِس کے چار سو اسی (۴۸۰) صفحات ہیں۔

تیسرا نسخہ۔ حضرت سیدی الوالد نے سن تیرہ سو ۱۳۰۰ ہجری میں کسی سے لکھوایا ہے اور پھر آپ نے اس کی تصحیح کی ہے صحت کے اعتبار سے اس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کے چھ سو بہتر (۶۷۲) صفحات ہیں۔

۲۔ حضرات القدس دفتر دوم۔ یہ کتاب شیخ بدر الدین سرہندی نے لکھی ہے اور وہ اس کی تالیف سے غالباً سن ایک ہزار پچاس ۱۰۵۰ یا اس کے ایک دو سال بعد فارغ ہوئے ہیں ان کے پیشِ نظر زبدۃ المقامات رہی ہے۔ بلکہ بعض جگہ زبدۃ المقامات ہی کی عبارت نقل کی ہے۔ یہ کتاب مستند ہے۔ اس کتاب کے دو قلمی نسخے اس عاجز کے پاس ہیں۔

پہلا نسخہ ۱۰۹۹ھ میں لکھا گیا ہے اور اس کے پانچ سو تیس (۵۳۰) صفحات ہیں۔ یہ نسخہ محدث دار الہجرہ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی قدس سرہٗ کے مطالعہ اور تصرف میں رہا ہے اور آپ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے یہ کتاب مع دیگر کتب کے حضرت کے ترکہ میں سے ۱۲۹۶ھ میں خریدی ہے۔ ان شاء اللہ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ اس نسخہ کو محمد نوری شنقارجی نے موضع لمغان میں لکھا ہے اور بروز جمعہ ۷ رمضان ۱۰۹۹ھ بوقت چاشت قلعہ اغوآباد میں کتابت سے فارغ ہوئے ہیں۔

دوسرا نسخہ بخط نسخ نہایت عمدہ لکھا ہوا ہے۔ مجدول ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ ہے۔ صفحات

پانچسو بیالیس (۵۴۲) ہیں۔ ۱۹ رجمادی الآخرہ ۱۲۸۱ھ میں اس کی کتابت سے کاتب فارغ ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

۳۔ مکتوبات سلطان الاولیا حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہٗ، جن کو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد اعظم قدس سرہٗ نے جمع کیا ہے۔ اس عاجز نے یہ کتاب مع رسالہ یواقیت الحرمین معروف بہ حسنات الحرمین، محمد امین مرغینانی سے مکہ مکرمہ میں ۱۳۱۵ھ میں لکھوائی اور حضرت برادر ابوالشرف عبدالقادر رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۴۔ مقاماتِ معصومی معروف بہ برکاتِ معصومی تالیف شیخ صفر احمد بن فضل اللہ بن عبدالقادر بن محمد امین بن عبدالرزاق برادرِ کلانِ حضرت مجدد فرزند مخدوم عبدالاحد قدس اللہ اسرارہم۔ صفر احمد حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے نواسے تھے۔ ۱۱۳۲ھ آغازِ تالیف ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں لکھا گیا۔ اور یہ بھی محدّثِ دارالہجرہ شیخ عبدالغنی قدس اللہ سرہٗ کی ان کتابوں میں سے ہے جن کو حضرت سیدی الوالد نے ۱۲۹۶ھ میں خریدا ہے۔ اس کتاب کے چار سو بانوے (۴۹۲) صفحات ہیں۔

۵۔ جواہر علویہ از حضرت شاہ رؤف احمد مجددی قدس سرہٗ۔ ۱۲۴۹ھ میں آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی رسالہ تالیف فرماتے تو ایک نسخہ اپنے خالہ زاد بھائی حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہٗ کو دلی ارسال فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ نسخہ اسی وقت کا تحریر کردہ ہے جو وراثتہً اس عاجز کو ملا ہے۔ اس کے کاتب محمد عیسٰی ہیں اور ایک سو چورانوے (۱۹۴) صفحات کی کتاب ہے۔

۶۔ مناقب احمدیہ مقاماتِ سعیدیہ تالیف حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہٗ۔ سالِ تمام بارہ سو ستتر ہے اور اسی زمانہ میں دلی کے اکمل المطابع میں حضرت حاجی دوست محمد رحمہ اللہ نے چھپوائی ہے۔

۷۔ انساب الطاہرین تالیف جد امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ ۱۲۸۴ھ میں آپ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اس عاجز کے پاس ہے۔ اس کتاب میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کی اولاد در اولاد کا ذکر ہے۔

۸۔ سیر الکاملین۔ یہ فارسی میں نہایت نفیس کتاب ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ان حضرات کا ذکر کیا ہے جو اصحابِ کمال تھے۔ ابتدا حضرت خواجہ باقی باللہ سے کی ہے۔ پھر اُن کے

دونوں صاجزادوں کا ذکر ہے۔ پھر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اوران کے صاحبزادوں کا اور پھران کے صاحبزادوں اور پھران کی اولاد دراولاد میں سے اہلِ کمال کا ذکر ہے۔ حضرت شیخ سیف الدین کی اولاد میں سے اہلِ کمال کا ذکر کرنے کے بعد حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من برکاتہم کا ذکر ہے۔ کتاب نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ حضرت شاہ احمد سعید اور اُن کے برادران واولاد اور حضرت سیدی الوالد کا حال آنکھوں دیکھا حال معلوم ہوتا ہے۔ عبارت اور طرزِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف عالم فاضل تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید کا ذکر تین اوراق پر اور شاہ عبدالرشید کا ذکر بھی تین اوراق پر اور شاہ محمد عمر کا ایک ورق پر اور شاہ محمد مظہر کا ایک صفحہ پر اور سیدی الوالد کا نو سطروں میں کیا ہے۔ شاہ محمد معصوم کا ذکر نہیں ہے اور یہ جائے تعجب ہے وہ تو علمِ ظاہر و باطن میں از اصحابِ کمال تھے۔ اس کتاب کے بہتر صفحات ہیں۔ جو نسخہ اس عاجز کے پاس ہے غالباً مؤلف کے ہاتھ کی پہلی تحریر بمنزلہ مسودہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت جدامجد کی وفات کا ذکر ہے اور شاہ محمد مظہر کو باحیات لکھا ہے۔ اول الذکر کی وفات ۲ محرم ۱۲۹۸ھ میں اور مؤخر الذکر کی وفات ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ رسالہ ان تین سال کے عرصہ میں تالیف ہوا ہے۔ مؤلف نے نہ اپنا نام لکھا ہے نہ اپنی تالیف کا چونکہ آپ نے صرف کاملین کا ذکر کیا ہے۔ اِس لئے اس عاجز نے 'سیر الکاملین' اس کا نام تجویز کر دیا ہے۔

۹۔ ذکر السعیدین تالیف حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ۔ ریاست رامپور میں ۱۳۰۸ھ میں لکھی گئی ہے اور وہاں کے مطبع مظہر النور میں اسی سال طبع ہوئی۔

۱۰۔ ہدیۂ احمدیّہ تالیف شیخ احمد ابوالخیر العطار المکی۔ ۱۳۱۲ھ میں اس کو آخری مرتبہ رامپور میں مرتب کیا اور ۱۳۱۳ھ میں کانپور کے مطبع انتظامی میں چھپی۔ اس میں حضرت مجدّد کی اولاد در اولاد کا ذکر ہے۔

حضرات اجدادِ کرام قدس اللہ اسرارہم کے ذکر کے علاوہ بابائے سوم و دوم حضرت ابوسعید و حضرت احمد سعید قدس اللہ اسرارہما کی اولاد اور پھر اولاد کی اولاد کا بھی ذکر یہ عاجز ان شاء اللہ کرے گا تاکہ اس شاخ مبارک کے تمام افراد کا ذکر آجائے۔ سلمہم اللہ وحفظہم۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے

(ہمارا مقصد ایک نشانی کو چھوڑنا ہے جو ہماری یادگار رہے۔ اسلئے کہ میں اپنے وجود کا بقا نہیں دیکھتا ہوں)

اور اس کے بعد "ذکرِ خیر" کی سُرخی لکھ کر حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے احوالِ مبارکہ کا تفصیل سے ذکر کیا جائے گا۔ اور پھر آپ کی اولادِ معنوی و ظاہری کا۔

هٰذَا مَا أَرَادَهُ الْعَاجِزُ الْمُهِينُ وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِينُ۔

(یہ وہ ہے جس کا اس عاجز ذلیل نے ارادہ کیا ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔)

جمعہ۔ ۲۴ محرم ۱۳۹۲ھ
۱۰ مارچ ۱۹۷۲ء

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر (رحمہ اللہ)
شاہ ابوالخیر مارگ۔ دہلی ۶

فِی الذَّاھِبِیْنَ الْاَوَّلِیْ......نَ مِنَ الْکِرَامِ لَنَا بَصَائِرُ

(پہلے گزرے ہوئے بزرگوں میں ہمارے لئے بصیرتیں ہیں)

(بابائے نہم) حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ

آپ کا اسمِ گرامی احمد، کنیت ابوالبرکات، لقب بدرالدین اور خطاب امام ربانی مجدّد الفِ ثانی ہے۔ آپ کی ولادت شبِ جمعہ ۱۴ شوال سنہ ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ سالِ ولادت "خاشع" سے ظاہر ہے۔ شمسی تاریخ ۵ جون سنہ ۱۵۶۴ء تھی اور وفات روز سہ شنبہ ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰ دسمبر سنہ ۱۶۲۴ء کو سرہند شریف میں ہوئی۔ بعض افراد نے چاند کی ۲۷۔ اور بعض نے ۲۹ تاریخ لکھی ہے۔ اور یہ اختلاف مطالع کی بنا پر ہے۔ دن سہ شنبہ ہی کا ہے۔

عمرِ شریف | قمری حساب سے ۶۲ سال ۴ ماہ ۱۴ دن۔ اور شمسی حساب سے ۶۰ سال ۶ ماہ ۵ دن کی ہوئی۔

آپ کے والدِ بزرگوار کا اسمِ گرامی عبدالاحد ہے اور "مخدوم" کے خطاب سے شہرت ہے۔ اسی خطاب کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کی اولاد کو مخدومی کہا جاتا ہے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے۔ اس قلادۂ عالیہ کا وسط حضرت مجدّد الفِ ثانی کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ کا اسمِ گرامی چار حرفی ہے۔ اور آپ اپنے برادران میں چوتھے ہیں۔

آپ کا نسب | خواجہ محمد ہاشم کشمی[۱] نے کتاب برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور شیخ بدرالدین سرہندی نے کتاب حضرات القدس کا دفترِ دوم آپ کے احوالِ

---

[۱] حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی ملک بدخشاں میں موضع کشم کے بزرگ زادے ہیں۔ آپ کا گھرانہ سلسلۂ کبرویّہ سے وابستہ تھا۔ آپ کا دل اشاراتِ بشارات کی وجہ سے سلسلۂ خواجگان نقشبندیہ کی طرف مائل ہوا اور آپ اس طریقۂ مبارکہ کے کسی فردِ کامل کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ آپ نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بھی دیکھا تھا۔ اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

مبارک میں لکھا ہے۔ یہ دونوں پاک نہاد حضرت مجدد کے خلفاء میں سے ہیں۔ اِن دونوں کتابوں میں حضرت کا نسب نامہ امام الاعدلین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک مذکور ہے۔ خواجہ ہاشم نے صرف نام لکھنے پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ وسائط کا شمار بھی بیان کیا ہے۔ اس لئے ان کا تحریر کردہ نسب نامہ لکھا جاتا ہے۔

شمار	نام		شمار	نام		شمار	نام	
۱	مخدوم عبدالاحد		۱۱	عبداللہ	۵	۲۱	عبداللہ الواعظ الاصغر	۶
۲	زین العابدین		۱۲	شعیب	۶	۲۲	عبداللہ الواعظ الاکبر	۷
۳	عبدالحی		۱۳	احمد	۷	۲۳	ابوالفتح	۸
۴	محمد		۱۴	یوسف	۸	۲۴	اسحاق	۹
۵	حبیب اللہ		۱۵	شہاب الدین علی فرخ شاہ		۲۵	ابراہیم	۱۰
۶	امام رفیع الدین		۱۶		۱	۲۶	ناصر	۱۱
۷	نصیر الدین	۱	۱۷	نصیر الدین	۲	۲۷	حضرت عبداللہ رضؓ	
۸	سلیمان	۲	۱۸	محمود	۳	۲۸	حضرت عمر رضؓ	
۹	یوسف	۳	۱۹	سلیمان	۴		رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ	
۱۰	اسحاق	۴	۲۰	مسعود	۵		وَعَنَّا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ	

بقیہ صفحہ گزشتہ کا حاشیہ:

خیال کو لئے ہوئے جابجا پھرتے پھراتے برہان پور پہنچے۔ وہاں حضرت سید محمد نعمان قدس سرہٗ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ان کو دیکھتے ہی اُن کے دل کو سکون ملا اور طریقہ شریفہ میں داخل ہوگئے اور برہان پور کی سکونت اختیار کرلی۔ ایک مدت تک حضرت میر سے سلوک حاصل کرتے رہے اور پھر حضرت میر کی اجازت اور حضرت مجدد کی طلب پر سرہند شریف پہنچے اور تقریباً تین سال آپ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ ہاشم نے جب حضرت مجدد کو دیکھا از دل وجان آپ پر عاشق ہوگئے اور اس عشق کی بدولت مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ کے مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر کو جمع کیا ہے اور کتاب زبدۃ المقامات بھی لکھی ہے۔ آپ کی تحریر کا ایک ایک لفظ آپ کی محبت کا آئینہ دار ہے۔ حضرت مجدد کی وفات کے پندرہ بیس سال بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے۔ برہان پور کے قبرستان میں جو کہ قبرستان ٹمک کے نام سے مشہور ہے مدفون ہوئے۔ یہ قبرستان اس راستہ پر ہے جو شہر سے ریل کے اسٹیشن کو جاتا ہے۔ قبرستان سے متصل برساتی ندی گزرتی ہے۔ اس ندی کو پنڈرول کہتے ہیں۔ تقریباً ساٹھ سال کا واقعہ ہے کہ برہان پور کے ایک نیک وصالح شخص پر آپ خواب میں ظاہر ہوئے۔ آپ نے اس مردِ صالح سے کہا۔ ندی سے ہماری قبر کو نقصان پہنچنے والا ہے لہٰذا ہمارے جسد کو کسی دوسری جگہ منتقل کردو۔ اس اشارے پر وہاں کے لوگوں نے حکومت سے اجازت حاصل کی اور آپ کو وہاں سے نکال کر رابرٹ سن اسکول کے قریب میدان میں سپردِ خاک کیا۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ تقریباً تین سو سال کے بعد آپ کے جسم کو قبر سے نکالا گیا۔ آپ کا جسم اور آپ کا کفن بالکل اصلی حالت پر تھے اور آپ کی قبر سے چاروں طرف خوشبو پھیل رہی تھی۔ ہزار ہا افراد نے یہ کرامت دیکھی اور آپ پر نماز پڑھ کر سپرد خاک کیا۔ ان خوش نصیبوں نے نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ کی کیفیت بچشم سر دیکھ لی۔ رحمہ اللہ وقدس سرہٗ۔

خواجہ ہاشم نے لکھا ہے "شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ الکابلی جدِ پانزدہم حضرت ایشان است، واُو بہ یازدہ واسطہ بہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما می پیوندد" اور لکھا ہے "امام رفیع الدین رحمہ اللہ جدِ ششم حضرت ایشان است" اور لکھا ہے "و امام رفیع الدین بہ ہشت واسطہ بہ فرخ شاہ مذکور می پیوندد" یعنی فرخ شاہ آپ کے پندرہویں دادا ہیں اور وہ گیارہ واسطوں سے صحابیٔ جلیل حضرت عبداللہ سے جا ملتے ہیں جو کہ حضرت عمر بن الخطاب کے صاحبزادے ہیں اور امام رفیع الدین آپ کے چھٹے دادا ہیں جو آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ سے جا ملتے ہیں۔

خواجہ ہاشم کے اِس بیان کا جب ان کے لکھے ہوئے ناموں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو ایک نام کی کمی واقع ہو رہی ہے اور یہ کمی فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے درمیان واقع ہوئی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان گیارہ واسطوں کا ذکر کیا ہے اور نام دس ہیں۔ زبدۃ المقامات کے پہلے نسخہ میں فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے مابین واسطوں کو اس طرح لکھا ہے "زیرا کہ او (فرخ شاہ) فرزند نصیر الدین بن محمود[۲] بن سلیمان[۳] بن مسعود[۴] بن عبداللہ[۵] الواعظ الاکبرین بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب" زبدۃ المقامات کے اس نسخہ میں عنوانات، اہم نام اور ہندسے شنگرف سے لکھے ہوئے ہیں اور جا بجا شنگرف سے لکیریں کھینچ کر "ع شنگرف بر قرطاس ہیں لعلِ مصفّا ریختہ" کا منظر پیش کیا ہے۔ اس میں نصیر الدین کے نام پر لکیر کھینچ کر دو کا اور محمود کے نام پر تین کا اور سلیمان کے نام پر چار کا اور مسعود کے نام پر پانچ کا اور عبداللہ کے نام پر چھ اور سات کا ہندسہ ہے۔ بعد میں کسی نے شنگرف ہی سے سات کے ہندسہ کو کاٹا ہے ۔ اور ابوالفتح پر آٹھ کے ہندسہ کو سات کا اور اسحاق پر نو کے ہندسہ کو آٹھ کا اور ابراہیم پر دس کے ہندسہ کو نو کا اور ناصر پر گیارہ کے ہندسہ کو دس کا ہندسہ بنایا ہے اور پھر عبداللہ پر گیارہ کا ہندسہ لکھ دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تصحیح کرنے والا عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ اس نے خیال نہیں کیا کہ عبداللہ الواعظ کے بعد الاکبرین لکھا ہوا ہے جو کہ تثنیہ کا صیغہ ہے جس کا لفظی ترجمہ "دو بڑے" ہے۔ خواجہ ہاشم نے تغلیبی تثنیہ کا استعمال کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عبداللہ الواعظ دو افراد کا نام ہے اور اکبر اور اصغر کہہ کر باپ بیٹے میں تفریق کی گئی ہے اور تصحیح کرنے والے نے عبداللہ پر گیارہ کا ہندسہ لکھ کر حضرت عبداللہ کو واسطوں میں شامل کر دیا۔ حالانکہ واسطے اُن کے بعد سے شروع ہو کر فرخ شاہ کے والد پر ختم ہوتے ہیں۔

زبدۃ المقامات کے اس نسخہ سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ فرخ شاہ کے والد کا نام جو کہ واسطہ

اوّل ہیں لکھنے سے رہ گیا ہے اور نصیر الدین پر دُو کا ہندسہ لکھ کر بتادیا ہے کہ یہ واسطۂ دوم ہیں۔

حضرات القدس میں دُو ناموں کا اضافہ ہے پہلا اضافہ امام رفیع الدین کے بعد نور الدین کا ہے اور دوسرا اضافہ نمبر اکیس اور بائیس میں ہوا ہے۔ شیخ بدر الدین نے نمبر اکیس کا نام عبد اللہ الواعظ الاصغر کی جگہ صرف عبداللہ لکھا ہے اور اُن کے والد کا نام واعظِ اصغر اور دادا کا نام واعظِ اکبر۔

خواجہ ہاشم نے وسائط بیان کر کے کمی وبیشی سے سلسلۂ نسب کو محفوظ کر لیا ہے۔ انھوں نے فرخ شاہ کو آپ کا پندرہواں دادا بتایا ہے۔ اور امام رفیع الدین کو آپ کا چھٹا دادا بتا کر لکھا ہے کہ وہ آٹھ واسطوں سے فرخ شاہ تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا رفیع الدین اور فرخ شاہ کے مابین نور الدین کے اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور خواجہ ہاشم نے "عبداللہ الواعظ" لکھ کر واضح کر دیا کہ الواعظ ان کی صفت ہے۔ اور پھر الاکبرین لکھ کر آگاہ کر دیا کہ باپ کا نام بھی عبداللہ تھا اور بیٹے کا بھی۔ اور دونوں واعظ تھے۔ ان کی تفریق اکبر و اصغر سے تھی۔ اور نصیر الدین پر دو کی رقم بتا رہی ہے کہ فرخ شاہ کے والد کا نام سلسلۂ نسب نقل کرتے وقت رہ گیا ہے۔

اس عاجز کا خیال ہے کہ شیخ بدر الدین کو نصیر الدین کے نام سے مغالطہ ہوا ہے۔ ان کو نور الدین کا نام شہاب الدین فرخ شاہ اور نصیر الدین کے مابین لکھنا تھا لیکن وہ جلدی میں رفیع الدین و نصیر الدین کے مابین لکھ گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہر حال ایک نام کا فرق کوئی فرق نہیں ہے اور نہ یہ کوئی اشکال ہے۔ اشکال تو یہ ہے کہ جس کا ذکر اب کیا جاتا ہے۔

اشکال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نو صاحبزادے تھے۔ ۱۔ زید اکبر ۲۔ زید اصغر ۳۔ عبداللہ ۴۔ عاصم ۵۔ عبدالرحمٰن اکبر ۶۔ عبدالرحمٰن اوسط ۷۔ عبدالرحمٰن اصغر ۸۔ عبیداللہ ۹۔ عیاض۔ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تیرہ۔ ۱۔ ابوبکر ۲۔ ابوعبیدہ ۳۔ واقد ۴۔ عبداللہ ۵۔ عبیداللہ ۶۔ عمر ۷۔ عبدالرحمٰن ۸۔ سالم ۹۔ حمزہ ۱۰۔ زید ۱۱۔ بلال ۱۲۔ ابوسلمہ ۱۳۔ عاصم۔ ان دونوں حضرات کے صاحبزادوں میں کسی کا نام ناصر نہیں ہے۔ اور حضرت فرخ شاہ کے گیارہویں دادا ناصر ہیں اور ان کو حضرت عبداللہ کا فرزند قرار دیا گیا ہے۔

ایک عرصہ سے یہ اشکال دل میں کھٹک رہا تھا۔ میزان الاعتدال" اور "تقریب التہذیب" میں

عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر کا ذکر ملا اور خیال ہوا کہ عبداللہ بن عمر بن حفص کے صاحبزادے نام ناصر ہوگا اور مشابہت کی وجہ سے عبداللہ بن عمر کو ابن الخطاب سمجھ لیا ہے۔ اسی بحث و جستجو کے دوران شیخ فضل اللہ مجددی کی کتاب "عمدۃ المقامات" جو کہ ۱۲۳۳ھ میں تالیف ہوئی ہے نظر سے گزری۔ یہ کتاب تقریباً پینتیس ۳۵ سال پہلے لاہور میں چھپی ہے۔ اس کے صفحہ ۹۸ میں عبدالقیوم متوفی ۱۲۷۱ھ کی یہ عبارت حاشیہ پر ہے "مخفی نماند کہ تمام نسب مبارک تا امیرالمومنین از روئے انتخاب سی و دو نفر می شوند الخ" یعنی انتخاب کی رُو سے آپ کے نسب مبارک میں بتیس افراد ہیں۔ حالانکہ عمدۃ المقامات میں وہی سلسلۂ نسب لکھا ہے جو بہ اعتبار وسائط کے شمار کے اٹھائیس اور اسامی کے حساب سے ستائیس ہیں۔ اگر انتخاب کسی کتاب کا نام ہے تو عبدالقیوم صاحب کو اس کتاب میں سے ان حضرات کے نام لکھنے چاہیئے تھے جو زبدۃ المقامات میں نہیں ہیں۔

اس عاجز نے اس اشکال کا ذکر حضرت حافظ محمد ہاشم مجددی ساکن ٹنڈہ سائیں داد حیدرآباد سندھ سے کیا۔ انھوں نے یہ عبارت لکھ کر دی "برحاشیہ حضرات القدس از دفتر دوم صفحہ ہفتم جناب حضرت قبلہ محمد حسن مجددی قدس سرہٗ تحریر فرمودہ اند (شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ حفص بن شیخ عاصم بن شیخ عبداللہ بن امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم۔ ہکذا مذکور فی کتب الانساب)" حضرت مرحوم کے پاس قلمی کتابوں کا بہت بڑا نفیس ذخیرہ تھا۔ آپ نے یقیناً کسی کتاب میں یہ اضافہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ہکذا مذکور فی کتب الانساب لکھا ہے۔ اگر آپ کتاب کا حوالہ بھی لکھ دیتے تو بہتر ہوتا۔

اس عاجز کو پتہ چلا کہ محمود احمد صاحب عباسی نے تاریخ امروہہ کی چوتھی جلد "تحقیق الانساب" میں اس سلسلہ میں کچھ تحقیق کی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نسیم احمد صاحب فریدی کے پاس یہ جلد موجود ہے۔ چنانچہ عاجز نے اُن کو خط لکھا۔ انھوں نے یہ جواب تحریر فرمایا "محمود احمد صاحب نے ناصر بن عبداللہ بن عمر کے نام پر یہ حاشیہ لکھا ہے (خاکسار مؤلف کی تحقیق میں آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم)"

جواہر معصومی میں احمد حسین خاں صاحب نے اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے "قول فیصل بہ موجب کتب تواریخ یہ ہے کہ آپ فاروقی ہیں۔ اور نسب اس طرح سے ہے۔ ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہم "

سیادتِ فریدی

شیخ المشائخ حضرت فریدالدین مسعود معروف بہ گنج شکر قدس سرہٗ کے والد ماجد جمال الدین بن سلیمان بن شعیب ہیں۔ اور شعیب حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بارہویں دادا ہیں۔ رشید احمد صاحب امروہوی نے آپ کے سلسلۂ نسب کے سلسلہ میں کتاب "سیادتِ فریدی" لکھی ہے۔ رشید احمد صاحب نے طرفہ تماشا کیا ہے کہ اس سلسلۂ عالیہ پُراز اولیائے کاملین کو بہ یک جنبشِ قلم از طائفۂ سادات حسینی قرار دے دیا ہے۔ صدہا سال سے یہ اولیائے کبار اپنے کو فاروقی لکھ رہے ہیں اور رشید احمد صاحب ان سب کے اقوال سے صرفِ نظر کر کے اُن کو حسینی سید کہہ رہے ہیں حالانکہ حضرت شہاب الدین فرخ شاہ کی قبر کابل سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر حصّۂ شمالی میں درّۂ فرخ شاہ میں موجود ہے۔ آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے اور آپ کے آٹھویں دادا حضرت ابوالفتح کی قبر علاقۂ لوگر میں موجود ہے۔ اور وہاں کے لوگ ان کو شیخ کہتے ہیں اور واقف کار افراد شیخ فاروقی سمجھتے ہیں۔

اِس عاجز کے نزدیک اس قسم کی مساعی جو ہندوستان میں پائی جارہی ہیں از آثارِ تشیع ہیں جو کہ اہلِ سنت وجماعت میں مِثْلَ دَبِیْبِ النَّمْلِ (چیونٹی کی چال کی طرح) سرایت کر رہی ہیں کہ امامت اور ولایت امیر المومنین شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کی مبارک اولاد کا حق ہے۔ اس سلسلہ میں عاجز نے حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے احوالِ مبارکہ میں کچھ لکھا ہے جو کہ دو مرتبہ آپ کے مجموعۂ کلام کے ساتھ بہ تغیرِ یسیر چھپا ہے۔ ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہوا اور انھوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا۔ بجائے اس قیل وقال کے اگر وہ قبلۂ حق پرستاں حضرتِ خواجہ قدس سرہٗ کی سیادت کا اثبات معتبر کتابوں سے کر دیتے تو اس عاجز کا کلام خود بہ خود رد ہو جاتا۔ اس عاجز کی نظر "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے) اور اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (خدا اپنے لئے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اس کی رہنمائی کر دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے) پر ہے۔

نسب نامہ

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی کا سلسلۂ نسب اس عاجز کے نزدیک اس طرح پر ہے:-

شمار	نام	شمار	نام	شمار	نام
۱	مخدوم عبدالاحد	۱۲	شعیب	۲۳	ابوالفتح
۲	زین العابدین	۱۳	احمد	۲۴	اسحاق
۳	عبدالحی	۱۴	یوسف	۲۵	ابراہیم
۴	محمد	۱۵	شہاب الدین علی فرخ شاہ	۲۶	ناصر
۵	حبیب اللہ	۱۶	نورالدین	۲۷	عبداللہ
۶	امام رفیع الدین	۱۷	نصیرالدین	۲۸	عمر
۷	نصیرالدین	۱۸	محمود	۲۹	حفص
۸	سلیمان	۱۹	سلیمان	۳۰	عاصم
۹	یوسف	۲۰	مسعود	۳۱	حضرت عبداللہ
۱۰	اسحاق	۲۱	عبداللہ الواعظ الاصغر	۳۲	حضرت عمر الفاروق
۱۱	عبداللہ	۲۲	عبداللہ الواعظ الاکبر		رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرت مخدوم

آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم علم ظاہر اور باطن سے پوری طرح محلّیٰ اور مجلّیٰ تھے۔ آپ کی تالیفات میں سے "کنوز الحقائق" اور "اسرار التشہد" کا ذکر زبدۃ المقامات میں ہے۔ اسرار التشہد کا کچھ حصہ خواجہ محمد ہاشم نے نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں ہے اور علمی نکات سے مملو ہے۔ طریقت میں آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت ہوئے۔ اور اتمام سلوک ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین سے کیا اور خلافت پائی۔ لیکن آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ گوشۂ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے۔

اگرچہ حضرت مخدوم کے سات صاحبزادے تھے لیکن آپ کو حضرت مجدد سے خاص تعلق اور محبت تھی۔ بچپنے ہی سے حضرت مجدّد کے بشرے سے نجابت اور ہوشمندی کے آثار ظاہر تھے اور سمجھنے والے سمجھ رہے تھے کہ آپ اپنے وقت کے مایۂ ناز فرد ہوں گے۔ ایک مرتبہ آپ علیل ہو گئے۔ اتفاق سے حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے اُن سے برائے دُعا التماس کی۔ حضرت نے فرمایا "پریشان نہ ہو یہ بچہ عمر پائے گا اور بڑا صاحبِ کمال ہوگا۔ خلقِ خدا اس سے مستفید ہوگی۔" تعلیم کی ابتدا کلام پاک الٰہی سے ہوئی۔ بخوب زجہ آپ نے اس کو حفظ کیا اور پھر علوم مروّجہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کبرا بر وقت سے

بر کمالِ تحقیق و تدقیق علم حاصل کیا۔ مولانا کمال کشمیری، مولانا یعقوب کشمیری، قاضی بہلول بدخشانی آپ کے اساتذۂ کرام میں سے ہیں اور آپ نے اپنے حضرت والد سے طریقۂ قادریہ اور چشتیہ کی نسبت حاصل کی۔ آپ رسالۂ "مبداؤ معاد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس عاجز کو فردیت کی نسبت، جس سے عروجِ آخر وابستہ ہے اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل ہوئی ہے۔

آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلۂ نقش بندیہ کے فضائل سُنے تو آپ کو خواہش پیدا ہوئی کہ اس طریقۂ عالیہ سے مستفید ہوں لیکن والد ماجد کی ضعیفی کو دیکھتے ہوئے آپ نے کسی طرف جانے کا قصد نہیں کیا۔ اور آپ کو حج کا بھی بہت شوق تھا لیکن اس شوق کو بھی دباتے رہے۔ ۱۰۰۷ھ میں حضرت مخدوم کی وفات ہوئی۔ کسی نے آپ کی تاریخ وصال اس طرح نظم کی ہے ؎

۱۔ آں شیخ کہ بود اعلم اندر ہر فن — جانش گہرے سِرِّ ازل را معدن

۲۔ چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل — تاریخ وصالِ آں بگو شیخِ زمن

۱۔ وہ شیخ جو ہر فن مولی تھا اس کی جان ازلی رازوں کی کان تھی۔

۲۔ چونکہ وہ اپنے زمانے کا شیخ تھا۔ اس کی وفات کی تاریخ شیخِ زمن (۱۰۰۷ھ) کہہ دے۔

بیعتِ خواجہ

حضرتِ مخدوم کی وفات کے بعد ۱۰۰۸ھ میں آپ نے حج کا قصد کیا۔ جب آپ دلی پہنچے تو آپ کی ملاقات مولانا حسن کشمیری سے ہوئی جو کہ عالم فاضل، آپ کے واقف کار اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے۔ انھوں نے آپ سے حضرت خواجہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ کی ایک نظرِ فیض اثر سے متوسلین کو جو کچھ نصیب ہوتا ہے وہ اربعینات متکاثرہ اور ریاضاتِ متوافرہ سے نہیں ملتا۔ سعادتِ ازلی نے آپ کا ساتھ دیا اور آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا۔ اگرچہ آپ ایک مبارک سفر کے ارادے سے روانہ ہوئے ہیں تاہم اگر آپ چند روز فقیر کے پاس قیام فرمالیں تو مضائقہ نہ ہوگا۔ امتثالِ امر کرتے ہوئے آپ نے ایک ہفتہ کی نیت سے حضرت خواجہ کے پاس قیام کیا۔ ابھی دو دن ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ کی کشش نے اثر کیا اور آپ حضرت خواجہؒ سے بیعت ہو گئے۔ ڈھائی مہینے تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے۔ جب آپ وطن کو مراجعت فرمانے لگے تو حضرت خواجہ نے آپ کو دولتِ اکمال و تکمیل کی بشارت دی۔

مسجد شریف کی تعمیر

دلی سے واپسی پر آپ نے سرہند شریف میں اپنے گھر کے دروازے کے سامنے مسجد شریف بنائی۔ اس کا ذکر حضرات القدس کے حضرت تاسعہ کے تصرفِ ۳۸ میں ہے۔ عاجز نے "مسجدِ مردانِ خدا" سے تاریخ نکالی ہے جو کہ ۱۰۰۸ھ ہے۔

خلافت و تفویضِ ارشاد

جب آپ دوسری مرتبہ حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت خواجہ نے نہ صرف آپ کو خلعتِ خلافت عنایت کی بلکہ مریدوں کی ایک جماعت بھی آپ کے حوالے کی کہ ان کو ساتھ لے جائیں۔ اور اُن کی تربیت فرمائیں۔ تیسری مرتبہ جب آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ نے اپنے جمہور اصحاب کو آپ کے سپرد کیا اور ارشاد کیا "مقصود از ین شیخی کہ ما کردیم ظہور ایشان بود۔ بناءً علیہ خود ترکِ مشیخت فرمودند" یعنی میری مشیخت کا مقصد آپ کا ظہور تھا۔ لہٰذا حضرت خواجہ نے مشیخت چھوڑ دی۔ حضرت خواجہ نے اکبر بادشاہ کی بے راہ روی کی اصلاح کے لئے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اُمرا و اعیانِ مملکت کی اصلاح و درستی کی طرف توجہ مبذول فرمائی تھی۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کی استعداد اور صلاحیت ملاحظہ فرمائی۔ جیسا کہ آپ مکتوب ۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں "شیخ احمد نام کے ایک مرد کثیر العلم اور قوی العمل سرہند کے رہنے والے چند روز اس فقیر کی صحبت میں رہے۔ ان کے احوال میں اس فقیر نے بہت عجائبات دیکھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا روشن چراغ ہوں گے کہ جس کے نور سے کائنات منور ہو جائے گی" تو امرا اور اعیانِ سلطنت کی اصلاح کا کام بھی آپ کے سپرد کر دیا اس سلسلہ میں آپ مکتوب ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ آپ کو باقی رکھے۔ میاں صدر جہان نے ذکر اور مراقبہ کی تعلیم کی استدعا کی۔ ذکر کی تعلیم کر دی گئی۔ چوں کہ مراقبہ اور خاص کر اس طبقہ کا مراقبہ از مقولۂ درس و بیان نہیں ہے اور ان کی خواہش اسی کی ہے لہٰذا مصلحتاً اس میں نظر آئی کہ ان کو آپ کی خدمت میں بھیجا جائے تاکہ اس کی تصحیح کر لیں کیونکہ اس کا حصول بے تصرف کے متعذر ہے۔ آپ کی خدمت میں ان شاء اللہ بہ وجہ اتم اس کا ظہور ہوگا" حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ سے جو اُمیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُن کا ظہور نہایت شاندار طریقہ پر ہوا۔ اکبری فتنہ کا ازالہ ہوا اور

دینِ مبین نے از سرِ نو طراوت حاصل کی۔

انسدادِ الحادِ اکبری

اس مقام پر بعض افراد اس بحث میں پڑ گئے کہ اکبری الحاد کا قلع قمع صرف حضرت مجدد نے کیا ہے یا یہ کام حضرت خواجہ نے سرانجام دیا ہے۔ قدس اللہ اسرارہما۔ از روئے قاعدہ جو کام حضرت مجدد نے کیا ہے وہ حضرت خواجہ ہی کا کام ہے۔ حضرت مجدد کا علمِ ظاہر کامل تھا اور نقشبندیہ طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقوں میں بھی صاحبِ کمال اور صاحبِ ارشاد تھے لیکن آپ پر فتح باب نہیں ہوا تھا۔ ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ اور بہ یُمنِ توجہاتِ حضرتِ خواجہ آپ کے کمالات اجاگر ہونے شروع ہوئے۔ تین سال نہیں گزرے تھے کہ حضرت خواجہ نے اپنا کام آپ کے حوالے کردیا۔ اور آپ نے حضرت خواجہ کے کام کو اس خوبی سے آگے بڑھایا کہ جس سے زائد کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ طریقۂ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان جس دِقتِ نظر سے آپ نے کیا ہے۔ اس کا بیان سلوک کی کتابوں میں تفصیل سے مشائخ کرام نے کیا ہے۔ ولایتِ عُلیا، کمالاتِ نبوت اور حقائقِ انبیاء اور حقائقِ الٰہیہ کا بیان آپ ہی نے کیا ہے۔ آپ کے انفاسِ قدسیہ کی برکت سے اس طریقۂ شریفہ کا فیضانِ عام ہوا جبکہ یہ طریقہ تاشقند و بخارا کی حدود میں دائر تھا اور اکبر نے جس فتنہ کی داغ بیل ڈالی تھی اور جس میں ملا مبارک، فیضی، ابوالفضل اور دوسرے آزاد خیال افراد کا ہاتھ تھا، اکبر کے مرجانے سے مٹا نہ تھا بلکہ اس کی جڑیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے ان جڑوں کا چُن چُن کر صفایا کیا۔ اور آپ کے مرشدِ کامل نے جس کام کو شروع کیا تھا آپ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

حضراتِ شیخین

یہ عاجز جب بھی آپ کے اور آپ کے مرشدِ برحق کے احوال پڑھتا ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی یاد آجاتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمالاتِ صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجۂ اتم متصف و متحلی تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیضان سے سیرابی اور آپ کی خلافت کا مقام باقی تھا جب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اِلٰى۔ الشّٰكِرِيْنَ۔

(تم میں سے جو محمد کی پوجا کرتا تھا تو محمد تو مر گئے۔ اور جو تم میں سے اللہ کو پوجتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جو نہ مرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نہیں ہیں محمد مگر رسول ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں) آپ کے ارشاد اور تلاوتِ آیات سے تمام صحابہ کی آنکھیں کھلیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ گویا کہ لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت شریفہ موجود ہے۔ آپ کی تلاوت فرمانے سے سب کو یاد آئی اور سب کی زبان پر اس کا ورد ہوا۔ اور جب ارتداد کی وبا پھیلی اور صرف مانعینِ زکات کے سلسلہ میں حضرت عمر نے آپ سے کہا۔ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِھِمْ۔ کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ آپ تالیفِ قلوب سے کام لیں اور نرمی اختیار فرمائیں تو حضرت ابوبکر نے ان سے فرمایا۔ اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَتَمَّ الدِّیْنُ۔ اَیُنْقَصُ وَاَنَا حَیٌّ۔ (جاہلیت کے زمانہ میں تو زور آور تھا اور اسلامی دور میں بزدل۔ وحی منقطع ہو گئی ہے اور دین مکمل ہو گیا ہے تو کیا اس میں کمی کی جا سکتی ہے اور میں زندہ ہوں) میں ان سے جہاد کروں گا۔ اگر میرا ساتھ کسی نے نہ دیا تو میں تنہا ان سے لڑوں گا۔ آپ کے اِس ارشاد سے حضرت عمر کی آنکھیں حقیقت بیں ہوئیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم تمام اُمت کے ایمان سے ابوبکر کا ایمان راجح ہے۔ اور "الاستیعاب" میں آپ کا یہ قول ہے۔ لَوَدِدْتُ اِنِّیْ شَعْرَةٌ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔ یعنی کاش کہ میں حضرت ابوبکر کے سینۂ اقدس کا ایک مبارک بال ہوتا۔ اسی وجہ سے اہلِ بصیرت نے فرمایا ہے۔ وَمَا عُمَرُ۔ یا۔ وَھَلْ عُمَرُ اِلَّا حَسَنَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ۔ یعنی جناب عمر، حضرت ابوبکر کی بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہیں۔ جب حضرت عمر بارِ خلافت اٹھانے کے بدرجہ اتم قابل ہو گئے تو حضرت ابوبکر نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ "تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس" میں ہے کہ حضرت طلحہ نے آپ سے کہا کہ آپ ہم پر سخت گفتار و سخت کردار کو والی بنا رہے ہیں، آپ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ تو آپ نے لوگوں سے کہا مجھ کو سہارا دے کر بٹھاؤ۔ اور پھر آپ نے ارشاد کیا۔ اَبِاللّٰہِ تُخَوِّفُنِیْ اَقُوْلُ اِسْتَعْمَلْتُ عَلَیْھِمْ خَیْرَ اَھْلِكَ۔ کیا تم مجھ کو اللہ سے ڈراتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے سب سے اچھے کو اُن پر والی بنایا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تفویضِ طالبان

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچنے سے پہلے حضرت مجدد قدس سرہٗ علمِ ظاہر میں درجۂ عالیہ پر فائز ہو چکے تھے اور علمِ باطن میں بھی طریقۂ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ کے شیریں چشموں سے سیرابی حاصل

کر چکے تھے۔ البتہ ابھی آپ پر فتح باب نہیں ہوا تھا اور اس کے لئے حضرت خواجہ جیسے فردِ اکمل کی صحبت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ غیب سے اس کا سامان ہوا۔ اور آپ حضرت خواجہ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر

آں کہ ز تبریز دید یک نظر شمس دیں — طعنہ زند بر چلہ سخرہ کند بر دَہَہ

(وہ ایک نظر جو شمس نے تبریز سے ڈالی چلّوں پر طعنہ زنی کرتی ہے اور دہوں کا مذاق اڑاتی ہے)

کا مصداق بنے۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ۔ حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں کو آپ کے حوالہ کیا۔ اس موقع پر حضرت میر محمد نعمان نے آپ سے کہا۔ میری توجہ کا مرکز تو آپ کا آستانہ ہے۔ آپ نے ان سے کہا" میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ جس کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں تارے گم ہیں۔ اُن جیسا کامل فرد اولیائے متقدّم میں خال خال نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ نے جو الطاف و عنایات آپ پر کی ہیں آپ نے اخیر وقت تک اُن کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا حسن کشمیری آپ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے تھے۔ آپ نے مراتب کمال پر پہنچنے کے بعد مولانا حسن کو تحریر فرمایا ہے" حضرت خواجہ کی خدمت میں اس فقیر کو آپ نے پہنچایا۔ یہ فقیر اپنے کو اس احسان کا شکر ادا کرنے اور اس کی مکافات سے قاصر پاتا ہے۔ یہ تمام کاروبار اسی نعمت پر مترتب ہے۔ جو کچھ نظر آرہا ہے اور جو عنایاتِ الٰہیہ ہو رہی ہیں سب اسی احسان سے وابستہ ہیں" اور آپ نے اپنے مخدوم زادوں کو اُن کے بڑے ہو جانے کے بعد لکھا ہے" یہ فقیر از سرتا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے۔ اس راہ کی الف، بے اُن ہی سے پڑھی ہے اور اس طریق کے حروف تہجی کو اُن ہی سے سیکھا ہے"

حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے شروع کئے ہوئے کام کو نہایت خوبی سے انجام تک پہنچایا اور دنیا نے آپ کو" فاتح اعظم" قرار دیا۔ اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے قبلۂ راستاں کعبۂ حق پرستاں حضرت خواجہ قدس اللہ اسرارہما کے کام کو بہ وجہ اتم پورا کیا۔ اور خلقِ خدا نے آپ کو" قامع الحادِ اکبری" قرار دیا تو کیا بے محل ہے؂

طالباں را ہر چہ باشد از کمال — بر عُلُوِّ کعبِ استاذ ست دال

(مریدوں میں جو بھی کمال ہوتا ہے وہ پیر کے بلند مرتبہ پر دلالت کرتا ہے)

امتِ محمدیہ میں جو بھی کرامت کسی امتی کو ملی ہے وہ سب کراماتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الف

اَلف صَلاۃٍ وَتحیّۃٍ ہی کا پرتو ہیں۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ رحمہ اللہ۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(اس نے کہا میں ناچیز مٹی تھی لیکن ایک زمانہ تک پھول کے ساتھ رہی ہمنشیں کے حُسن نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو تھی۔)

شیخ اکبر سے آپ کا اختلاف

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے "فصوص" اور "فتوحات" میں ایسے دقیق حقائق کا بیان کیا ہے کہ اس امت میں آج تک کوئی نہ کر سکا ہے۔ آپ نے "وحدۃ الوجود" کا نہایت دقیق مسئلہ بیان کیا ہے۔ اگرچہ آپ نے خوب بیان کیا ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے والے بہت کم افراد ہوئے۔ خام اور ناتمام صوفیہ نے اس کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ علمائے ظاہر اس سے متنفر ہوئے اور ان میں سے بعض افراد نے ایسی بات کہنے والے کو کافر قرار دے دیا۔ اس طرح صوفیۂ صافیہ اور علمائے اعلام میں کئی سو سال سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ ان اختلافات کا رفع کرنا امر سہل نہیں تھا۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا تھا، جو شریعت اور طریقت سے پوری طرح واقف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجددؒ کو اس کام کی توفیق دی۔ آپ نے پہلے شیخ اکبر کے مسلک کو صحیح طور پر بیان کیا۔ اور پھر حضرت شیخ سے اختلاف کیا۔ آپ دفتر دوم کے مکتوب ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں "مسئلہ توحید وغیرہا میں شیخ اکبر سے علماء کا اختلاف از راہِ نظر و استدلال ہے اور فقیر کا اختلاف از راہِ کشف و شہود ہے۔ علماء ان امور کے قبح کے قائل ہیں اور یہ فقیر بہ شرطِ عبور ان امور کے حسن کا قائل ہے۔" آپ کے بیانات کا خاطر خواہ اثر ہوا اور مشائخ و علماء میں جو اختلاف تھا وہ رفع ہوا۔

احیائے طریقۂ نبویہ

آپ نے طریقت کو طریقۂ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیہ کا رنگ دیا۔ "زبدۃ المقامات" کی فصل ششم میں لکھا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل میں ادھوری متابعت کے عوض ہزار احیائے لیالی کر دیں نہ خریدوں۔" اور آپ کا ارشاد ہے "کوئی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برابری نہیں کر سکتی۔" رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلہ میں آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ "صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرو۔ ہمارا تبتّل اور انقطاع کیا شے ہے۔ آپ کی متابعت حاصل ہونے کے لئے ہم کو سو پابندیاں قبول۔ اور بے توسلِ متابعت ہم کو

ہزار تبتل اور انقطاع قبول نہیں۔" اور آپ نے ارشاد کیا۔" لوگوں کو ریاضت اور مجاہدہ کی ہوس ہے۔ حالانکہ نماز کے آداب کی رعایت کرنے کے برابر کوئی مجاہدہ اور ریاضت نہیں ہے۔ خاص کر فرض وواجب اور سنت کے آداب کی رعایت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
"اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ۔ بے شک لوگوں پر نماز بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر (بھاری نہیں ہے)۔" اور آپ نے فرمایا۔" بہت سے افراد دیکھنے میں آئے کہ وہ آداب اور رعایات کے مشغوف ودلدادہ ہیں۔ لیکن نماز کے آداب میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔" حضرات القدس کے حضرتِ خامسہ میں شیخ بدرالدین اپنے متعلق لکھتے ہیں۔
بیعت ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا۔ اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھا کرتا تھا تو دل کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ آپ ہر وقت سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام کے مشاہدہ میں رہتے ہیں اور آپ اُن کو نماز پڑھتا دیکھتے ہیں۔ اور انہی کے طریقہ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے سوا دیگر علماء اور مشائخ کو بھی دیکھا ہے۔ لیکن ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر بہ کمال آداب وخشوع آپ ہی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ کی نماز اعظم خوارق میں سے تھی۔" الخ
آپ نے رہبانیت کے طور طریقوں کو یکسر بند کیا۔ نہ چلہ رہا نہ دہرہ۔ اور اوراد واحزاب کی جگہ قرآن مجید اور ادعیہ ماثورہ نے لی۔ آپ نے کرامات کے چکر سے لوگوں کو نکالا۔۔ شیخ الاسلام پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اور کیا ہی خوب فرمایا ہے۔" اگر بہ ہوا روی مگسے باشی، ور بر آب روی خسے باشی، دل بہ دست آر تا کسے باشی۔" زبدۃ المقامات کے فصل ہشتم میں ہے کہ" پیر کی کرامت یہ ہے کہ وہ مریدوں کے اخلاق کی اصلاح کرے۔ اخلاق رذیلہ سے اخلاق فاضلہ تک لے جائے۔" حضرت والدالوالد قدس اللہ اسرار ہما فرماتے ہیں ؎

روعمر در خدمتِ پیر سعید   تا نکو گردد رزیلہ خوئے تو
(اے عمر شیخ سعید کی خدمت میں جا تاکہ تیری ناقص عادتیں بھلی بن جائیں)

حضرات القدس کے حضرتِ ثامنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔" احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کے تابع نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت قطعی ہے اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنی ہیں ان کا ثبوت کشف و الہام سے ہوا ہے۔" اور آپ کا ارشاد ہے۔" تعجب ہے خام وناتمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسہ کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے۔"

فراستِ مومن

حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُوْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ یعنی مومنِ کامل کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے ابتدائے امر میں آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ ایسا روشن چراغ ہوں گے کہ جس کے نور سے "عالمہا روشن گردد" آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ سرہند شریف بہ وجہ اجتماع اہل اللہ بقعۂ نور بن گیا اور یہ شعر صادق آیا ؎

سرہند مگو کہ رشکِ طور است　　خار و خسِ اُو ہمہ ز نور است

(اس کو سرہند نہ کہو کیونکہ یہ طور کے لئے باعثِ رشک ہے۔ اس کا تو کانٹا اور گھاس تک نور سے بنا ہے)

آپ کی شان

آپ دفتر اول کے مکتوب ۲۲۶ میں اپنے برادرِ خورد کو تحریر فرماتے ہیں۔ "اے بھائی! اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق عنایت کرے۔ زندگانی کی فرصت بہت کم ہے۔ ابدی عذاب اسی پر متفرع ہوتا ہے۔ افسوس ہے اس شخص پر کہ اس فرصت کو بیکار امور میں صرف کرے اور دوامی تکالیف مول لے۔ اے بھائی! چاروں طرف سے ٹڈیوں کی طرح لوگ آ رہے ہیں وہ دنیوی اسباب کو چھوڑ رہے ہیں، لیکن تم اپنے گھر کی نعمت سے بے خبر دنیا کی تلاش میں گھوم رہے ہو اور بڑی محنت سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہو" اور تحریر فرمایا "اہل اللہ کا ایسا اجتماع اور اللہ سے تعلق رکھنے والی ایسی جمعیت جو آج کے دن سرہند میں ہے اگر جا کر دنیا کا چکر لگا لو تو شاید ہی ایسی دولت کا سو میں سے ایک حصہ کہیں تمہارے ہاتھ لگے۔ ایسی دولت کو کیوں گنوا رہے ہو اور بچوں کی طرح کشمش وغیرہ پر اکتفا کر رہے ہو۔ افسوس صد افسوس"

جامع ہر دو اوصاف

یہ عاجز کہتا ہے۔ امام یافعی نے "مرآۃ الجنان" اور عارف جامی نے "نفحات الانس" اور ابن عماد حنبلی نے "شذرات الذہب" میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین اور حضرت شیخ اکبر محی الدین کی ملاقات کا واقعہ لکھا ہے اور ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کے بعد کسی نے شیخ اکبر سے پوچھا کہ آپ نے شیخ الشیوخ کو کیسا پایا تو آپ نے فرمایا "رَجُلٌ مَمْلُوْءٌ مِنْ فَرْقِہٖ اِلٰی قَدَمِہٖ مِنَ السُّنَّۃِ" (وہ سر سے لے کر پیر تک سنتِ مطہرہ سے بھرے ہوئے ہیں) پھر اس شخص نے شیخ الشیوخ سے شیخ اکبر کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: "ھُوَ بَحْرُ الْحَقَائِقِ" (وہ حقائق کا سمندر ہیں) یہ عاجز جب امام ربانی مجدد الفِ ثانی کے احوال مبارکہ پر نظر ڈالتا ہے تو ضمیر گواہی دیتی ہے کہ آپ ان ہر دو اوصافِ عالیہ کے جامع تھے۔

عمر ہا باید کہ تا یک بندۂ صاحب کمال بایزیدے در خراساں یا اویس اندر قرن
(بہت بڑی عمر چاہیئے تاکہ ایک صاحبِ کمال بندہ خراسان میں بایزیدؒ یا قرن میں اویسؒ بنے)

آپ کا قید ہونا

آپ کے طریقہ اور آپ کے کام سے اہلِ اہواء خوش نہ تھے۔ وہ آپ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو آپ سے بدظن کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے غالباً ایک خط بھی لکھا ہے۔ مفسدوں نے شاہِ ہند جہانگیر تک کچھ باتیں پہنچائیں۔ جہانگیر نے آپ کو دربار میں بُلایا اور آپ کے سامنے وہ الزامات رکھے گئے جو معاندین نے آپ پر عائد کئے تھے۔ آپ نے اُن کا جواب دیا۔ مفسدوں نے جب اپنا کھیل بگڑتے دیکھا تو ایک ناعاقبت اندیش نے بادشاہ سے کہا: "دیدید تکبر ایں شیخ راکہ ظل اللہ و خلیفۂ او تعالیٰ اید، سجدہ نہ کرد بلکہ تواضع بہ رسمیکہ بایکدگر می کنند ہم بجا نیاورد و سلطان ازیں سخن بشورید۔ و حکم بہ قیدِ گوالیار نمود و قبل ازیں شاہزادۂ دین پناہ شاہ جہاں کہ با ایشاں اخلاصِ تمام داشت علامی فہامی افضل خاں و خواجہ عبدالرحمٰن مفتی را با کتب فقہ پیش ایشان فرستادہ بود کہ سجدۂ تحیت برائے سلاطین آمدہ است۔ اگر شما سجدہ کنید ہیچ گزندے از پادشاہ بہ شما نخواہد رسید من ضامن و متعہد می شوم، ایشاں فرمودند کہ ایں رخصت است عزیمت آں است کہ غیر حق را سجدہ نہ کنند" الخ (الحضرۃ السابعہ من حضرات القدس) یعنی "اس شیخ کے تکبر کو جہاں پناہ نے ملاحظہ فرمایا۔ باوجودیکہ آپ اللہ کا سایہ اور اس کے خلیفہ ہیں، سجدہ نہ کیا۔ بلکہ جو تواضع آپس میں ایک دوسرے سے کی جاتی ہے (سینہ پر دونوں ہاتھ کا رکھنا اور سر کا جھکانا جیسا کہ اہلِ بخارا میں مروج ہے) وہ بھی نہ کی۔ اس بات کو سُن کر بادشاہ برافروختہ ہوا اور قلعۂ گوالیار میں قید کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ (تزکِ جہانگیری میں اس واقعہ کو ۲۲ خورداد ۱۴ جلوس کے تحت لکھا ہے جو کہ ۸ رجمادی الآخرہ ۱۰۲۸ھ (۲۲ مئی ۱۶۱۹ء ہے) شاہزادۂ دین پناہ شاہجہاں کو آپ سے کامل اخلاص تھا۔ انھوں نے اس سے پہلے علامہ افضل خاں اور عبدالرحمٰن مفتی کو فقہ کی کتابوں کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا تھا کہ سجدۂ تحیت بادشاہوں کے لئے آیا ہے۔ اگر آپ سجدہ کر لیں گے تو آپ کو بادشاہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ میں اس امر کا ضامن ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ حکم" رخصت" ہے۔ "عزیمت" یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔"

شیخ عبدالحق کی تحریر

اہلِ اہوار نے (جن کو اب آزاد خیال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) حضرت شیخ عبدالحق سے ایسی باتیں جا کر بیان کیں کہ آپ بھی حضرت مجدّد پر معترض ہوئے اور اپنے اعتراضات کو لکھ کر مشتہر کیا۔ حضرت مجدّد پر زیادہ تر اعتراضات آپ کے تین خطوط کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔ پہلا خط دفتر اوّل کا مکتوب ۱۱ ہے۔ آپ نے یہ خط اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ کو لکھا ہے۔ دوسرا خط آپ نے اپنے فرزندِ گرامی خواجہ محمد معصوم کو لکھا ہے اور یہ دفتر دوم کا مکتوب ۶ ہے۔ دفتر دوم میں ۱۰۲۵ھ سے ۱۰۲۸ھ تک کے خطوط ہیں۔ اِس حساب سے یہ اوائل ۱۰۲۶ھ کا خط ہے۔ اور تیسرا خط دفتر سوم کا مکتوب ۸۷ ہے جو کہ غالباً ۱۰۳۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ اہلِ اہوار کا بیان کلام پاک میں اس طرح پر آیا ہے: فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ" (اور جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنہ کے لئے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ان کا مقصد فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے)۔ آپ کے ساتھ اہلِ اہوار نے یہی کیا۔ اہلِ اہوار نے جو کچھ کیا اس کا بیان بیکار ہے البتہ جائے صد حیرت ہے کہ شیخ عبدالحق نے ان کا ساتھ کس طرح دیا۔

آپ کے تین مکاتیب

آپ کے تین خطوط پر اعتراض کیا گیا۔ پہلا خط آپ نے حضرت خواجہ کو لکھا ہے۔ حضرت خواجہ نہ صرف آپ کے بلکہ شیخ عبدالحق کے بھی پیر تھے۔ وہ کسی نادرست بات پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ نے ابتدائے احوال میں جبکہ آپ توحیدِ وجودی کے دائرے میں تھے ایک رباعی حضرت خواجہ کو خط میں لکھ دی۔ حضرت خواجہ نے آپ کو تحریر فرمایا: "آں رباعی ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غایت سفاہت است۔ حاشا کہ قائل آں مقبول باشد زنہار ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محل استغنا و غیرت است والسلام"۔ اگر آپ کے اس عریضہ میں بھی کچھ سقم ہوتا تو حضرت خواجہ آپ کو متنبہ فرماتے۔ حالانکہ قضیہ اس کے برعکس ہوا۔ اور کارخانۂ ارشاد آپ کو تفویض ہوا۔ جس وقت آپ کا یہ خط گیا تھا، حضرت خواجہ حیات تھے۔ شیخ صاحب کو اس وقت اس خط میں خرابی کیوں نظر نہ آئی۔ اور پھر بیس سال کے بعد ان کو اس کا خیال کیوں آیا۔ کیا خلافِ شرع امور پر اتنی طویل خاموشی اختیار کی جانی چاہیے؟

دوسرے خط میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اپنی پیدائش کا جو مقصد میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ ولایتِ محمدی ولایتِ ابراہیمی سے رنگین ہو جائے۔ اِس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے

وہ علمی حقائق اور دقائق سے بھرا ہوا ہے۔ اہلِ علم میں سے خواص اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس خط میں آپ لکھتے ہیں: "اپنی پیدائش کا جو مقصد میں سمجھا ہوں معلوم ہوا کہ وہ مقصد پورا ہو گیا ہے اور ہزار سالہ طلب مقرون بہ اجابت ہو گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَ مُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ۔ حمد ہے اللہ کے لیے جس نے مجھ کو دو سمندروں کا صلہ اور دو گروہوں کا مصلح بنایا۔ دو سمندر سے مراد شریعت اور طریقت ہیں۔ اور دو گروہوں سے مراد علمارِ اعلام اور مشائخ کرام ہیں۔ شریعت اور طریقت میں جو اختلاف بظاہر نظر آرہا تھا وہ آپ کی وجہ سے اللہ نے رفع کیا۔ اور جو اختلاف علمار کا مشائخ سے تھا وہ بڑی حد تک کم ہوا۔ اِس سلسلہ میں آپ نے دفتر دوم کے پہلے مکتوب میں لکھا ہے: "جناب شیخ اکبر اور علمار نے میانہ روی کے جانب کو لیا ہے اور میانہ روی کا بیچ اس فقیر کو ملا ہے۔ اگر وجودِ اصلی کا ظل جناب شیخ خارج میں پا لیتے تو عالم کے وجود خارجی سے انکار نہ کرتے اور اگر علمار اس راز سے واقف ہو جاتے تو خارج میں ممکن کا وجودِ اصلی ثابت نہ کرتے۔"

اہلِ اہوار ذرا خیال کریں کہ آپ نے حضرت شیخ اکبر اور علمائے کرام کے مسلک کو جوانب میانہ روی قرار دیا ہے اور اس طرح یہ دونوں مسلک "خیر الامور اوسطہا" میں شامل ہیں دونوں کا اتباع کرنے والا اِن شاء اللہ ناجی ہے۔ اور اصحابِ بصیرت علمار کا مسلک یہی ہوا کرتا ہے۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ۔

آپ نے دوسرے خط کا اختتام اس پر کیا ہے کہ "اے فرزند باوجود اس معاملہ کے جو میری خلقت سے وابستہ ہے ایک دوسرا عظیم کام بھی میرے سپرد ہوا ہے۔ مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا ہے اور نہ تکمیلِ ارشاد میری پیدائش کا مقصد ہے بلکہ مقصود امر دیگر ہے۔ اس کے ضمن میں مجھ سے وہی شخص فیض حاصل کر سکتا ہے جس کو مناسبت ہو گی ورنہ نہیں۔"

کڑی آزمائش

آپ نے یہ خط ۱۰۲۶ھ میں لکھا ہے۔ اس کے دو سال بعد آپ پر کڑی آزمائش کا وقت آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپ کو ثابت قدم رکھا۔ آپ کی اس پیشین گوئی اور اس آزمائش کو دیکھ کر اس عاجز کو حضرت امام احمد کا واقعہ یاد آجاتا ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح پر ہے۔ مصر میں امام شافعی نے خواب میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آنحضرت نے آپ سے فرمایا: "ابو عبداللہ (امام احمد) کو بعد سلام کے لکھو کہ عنقریب تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ تم سے خلقِ قرآن کے لئے کہا جائے گا۔ دیکھو اس

کو تسلیم نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کا یہ اجر تم کو دے گا کہ قیامت کے دن تمہارا ایک بیرق ہوگا"
امام شافعی نے یہ خواب لکھ کر ربیع بن سلیمان کے ہاتھ امام احمد کے پاس بغداد بھیجا۔ امام احمد پر سختیاں گزر چکی تھیں۔ جب ربیع نے خط اُن کے حوالے کیا وہ پڑھ کر رونے لگے۔ امام احمد کا یہ رونا از انتہائے مسرت تھا۔ کہ حضرت محبوبِ خدا نے بعد سلام آپ کو یہ ہدایت فرمائی ہے۔ یہ واقعہ "طبقاتِ کبریٰ" کے پہلے حصہ کے صفحہ ۲۰۵ پر ہے۔

اِس مکتوب شریف میں حقائق سے بے خبر افراد کو یہ بات کھٹکی ہے کہ ولایتِ محمدی کا ولایتِ ابراہیمی سے ملوّن ہونا تو یہ معنی رکھتا ہے کہ جو کام سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بِاَنْفُسِنَا هُوَ وَ بِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا (ہماری جانیں اور ماں باپ اور مائیں آپ پر قربان) نہ کر سکے آپ نے کر لیا۔ اِن مدّعیانِ علم نے اتنا نہ سوچا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کمالات حاصل ہیں۔ جن کمالات کا ظہور آپ کے بعد ہوا ہے وہ بھی آپ ہی کے ہیں۔ دیکھئے عربی زبان موجود تھی اُس میں نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع وغیرہ کا وجود تھا۔ البتہ ان کا ظہور بعد میں ائمۂ نحو و صرف و بلاغت نے کیا ہے۔ یہ ائمہ ان علوم کے واضع نہیں ہیں بلکہ بیان کرنے والے اور استخراج و ترتیب دینے والے ہیں۔ یہی کیفیت ان تمام کمالات کی ہے جن کو بزرگانِ دین نے بیان کیا ہے۔ اِس سوال کے متعلق خود حضرت مجدّد سے دریافت کیا گیا ہے۔ اور آپ نے دفتر دوم کے مکتوب ۹۷ میں اس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

آپ نے تیسرا خط اسرارِ مُریدی و مُرادی کے بیان میں ہے جو تقریباً آپ کے مکاتیب شریفہ کے خاتمہ میں ہے۔ اور اس عاجز کی نظر میں "وَخِتَامُهٗ مِسْكٌ" ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے یہ پُر از اسرار و معارف خط لکھا ہے۔ آپ حضرت سعدی علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق تھے۔

الست از ازل ہمچناں شاں بگوش   بہ فریادِ قالوا بلیٰ در خروش

(ازل سے عہدِ الست اسی طرح انکے کان میں ہے اور وہ بلیٰ کی فریاد میں جوش و خروش میں ہیں)

اس خط کا لطف بھی وہی شخص اُٹھائے گا جو کہ اس کیفیت سے سرشار ہوگا ورنہ بے عقل کے اعتراضات کرے گا اور مطالب و معانی سے ہٹ کر الفاظ کے چکر میں پڑے گا۔

ہر انسان اللہ کا بندہ ہے چاہے وہ صالح ہو یا طالح۔ اور سب کو ہدایت دینے والا اللہ ہی ہے۔ اسی طرح علم اور ولایت کا عطا کرنے والا بھی پاک پروردگار ہے۔ حضرات انبیاء و رُسل

علیہم السلام ہدایت پانے کا ذریعہ بنے ہیں۔ استاد اور مُرشد علم اور ولایت کے حصول کا ظاہری سبب ہوئے ہیں سان ہی امور کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مجددؒ نے لکھا ہے "میں اللہ کا مرید بھی ہوں اور اُس کا مُراد بھی ہوں" یعنی میں اللہ کے قرب اور وصال کا طالب اور "مُرید" ہوں۔ اور میرا وجود اللہ کا پیدا کردہ ہے۔ جب اس کا ارادہ میری تخلیق سے وابستہ ہوا تو صفحۂ وجود پر میرا ظہور ہوا لہٰذا میں "مُراد" بھی ہوا۔

آپ نے اس قسم کے اسرار اس خط میں تحریر کئے ہیں اور اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ (وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) نے اس کی تردید و تشنیع کی ہے اور حضرت شیخ عبدالحق نے مفسدوں کی باتیں سُن کر اس سلسلہ میں کچھ لکھ دیا۔ جناب حسام الدین احمد خلیفہ و خدمتگارِ مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ اسرارہما نے اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ کو خط لکھا۔ اور آپ نے ان کو مفصل جواب لکھا ہے جو کہ دفتر سوم کا مکتوب ۱۲۱ ہے۔ آپ نے تمام اشکالات کو رفع فرمایا ہے اور خط کو اس بیان پر ختم کیا ہے۔

طریقہ مسلمانی

"مسلمانی اور مہربانی کا طریقہ تو یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی بات بظاہر علومِ شرعیہ کے خلاف واقع ہو رہی ہو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس بات کا کہنے والا کیسا آدمی ہے۔ اگر وہ ملحد اور زندیق ہے تو اس کے قول کو رَد کیا جائے اور اس کے الفاظ کی اصلاح نہ کی جائے۔ اور اگر وہ بات کہنے والا مسلمان ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے کہے ہوئے الفاظ کی اصلاح میں کوشش کی جائے اور ان الفاظ کا صحیح محمل نکالا جائے۔ اور اگر وہ بات ایسی ہو کہ اس کی اصلاح نہ کی جا سکے تو اس شخص کو نصیحت کی جائے۔ اور یہ نصیحت نرمی سے ہونی چاہیئے۔ کیونکہ نرمی سے نصیحت کی جاتی ہے تو زیادہ تر قبول ہوتی ہے اور اس کا اثر ہوتا ہے اور اگر نصیحت کا مقصد اصلاح اور خیر خواہی نہ ہو بلکہ اس شخص کو رُسوا کرنا ہو تو یہ امر دیگر ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آپ کے مکتوب شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس فقیر کا خط سننے کے بعد بھی ان عزیز کا اشتباہ اور ان کا انحراف اس فقیر سے باقی رہا۔ شاید یہ اشتباہ اور انحراف انعکاسی ہو۔ مناسب تو یہ تھا کہ مواضع اشتباہ کا حل آں عزیز خود کر لیتے اور یہ کام اس فقیر پر نہ رکھتے۔ اور فتنہ کو تسکین دیتے۔ یہ فقیر دوستوں سے کیا گلہ کرے۔ وہ ان میں سے بعض اشتباہات کے دفع کرنے پر قادر تھے، لیکن انھوں نے اپنے کو اس سے بچایا اور خاموشی اختیار کی

ع ما زیاراں چشم یاری داشتیم۔ مجھے یاروں سے اُمیدِ یاری تھی۔ اے ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت سے ہم کو نواز اور ہمارے کام کو درست کردے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

شیخ عبدالحق کا اعتراف

اگرچہ اس خط کو پڑھ کر شیخ عبدالحق نے حسبِ معمول حضرت مجدد پر اعتراضات کئے بلکہ ایک خط بھی لکھ دیا لیکن کچھ ہی دن بعد انھوں نے مرزا حسام الدین احمد کو لکھا "دریں ایام صفائی فقیر بخدمت میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز است واصلا پردۂ بشریت و غشاوۂ جبلیت بمیان نہ ماندہ قطع نظر از رعایت طریقہ وانصاف وحکم عقل کہ با ایں چنیں عزیزان وبزرگان بد نباید بود در باطن بہ طریقِ ذوق و وجدان وغلبہ چیزے افتادہ کہ زبان از تقریرآں لال است سبحان اللہ مقلب القلوب و مبدل الاحوالِ شاید ظاہر بینان استبعاد کنند من نہ میدانم کہ حال چیست و ایں چہ منوال است۔ انتہی بلفظہ" جناب شیخ کی یہ تحریر "اخبار الاخیار" مجتبائی کے آخر میں صفحہ ۳۱۵ پر ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ آج کل شیخ احمد سلمہ اللہ سے اس فقیر کی صفائی حد سے بڑھی ہوئی ہے ہمارے مابین کوئی پردۂ بشریت یا کوئی غبارِ جبلیت باقی نہیں رہا ہے۔ اس امر سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ طریقۂ شریفہ کی رعایت اور عقل وانصاف کے تقاضوں کی رُو سے ایسے عزیزوں اور بزرگوں سے بد نہ ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ اب جو کچھ بہ طریقِ ذوق و وجدان وغلبہ کے میرے دل میں آیا ہے اس کے بیان کرنے میں میری زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹنے اور احوال کا بدلنے والا۔ ظاہر بیں افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں۔ میں خود بھی نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور کیا کیفیت ہے۔ اھ۔

شاہ غلام علی کا ارشاد

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ نے جناب شیخ کی اس عبارت کو نقل کر کے لکھا ہے "ازیں قول معلوم می شود کہ اعتراضات سابقہ از بشریت ونفسانیت بودہ نہ از حقیقت۔ ایں احوال علماء است وائے برین صرف گویان" اس عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جو اعتراضات پہلے کئے گئے تھے وہ بشریت ونفسانیت کی وجہ سے تھے۔ از رُوئے حقیقت نہ تھے۔ علماء کا جب یہ حال ہو تو فضول باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے۔ آپ نے "وائے برین صرف گویاں" لکھ کر اپنے دِلی رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے۔

حضرت مجدّد کا مبارک رویّہ

وہ افراد جو حضرت مجدد قدس سرہٗ پر قیل وقال کرتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق کی کسی تحریر کو صحیفۂ آسمانی

سمجھے بیٹھے ہیں ذرا سمجھ سے کام لیں اور مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں۔ ماکہٗ اور ما علیہ کو سمجھیں تاکہ صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ یہ لوگ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے انداز بیان اور طریقۂ ادا کو دیکھیں۔ آپ نے حضرت شیخ اکبر سے اختلاف کیا ہے اور خوب شدت سے کیا ہے۔ مع ہٰذا آپ دفتر دوم کے پہلے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر اور علماء نے میانہ روی کے جانبین کو لیا ہے اور میانہ روی کا وسط اس فقیر کو ملا ہے۔ یعنی شیخ اکبر کا مسلک اور ان کے مخالف علماءِ کرام کا مسلک میانہ روی کے دائرہ میں ہے۔ ایک طائفہ نے ایک طرف کو دیکھا ہے دوسرے طائفہ نے دوسری طرف نظر ڈالی ہے۔ اور اسی خط میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے "شیخ اس جماعت (حضراتِ صوفیہ) کے متقدمین کے لئے برُہان اور متاخرین کے لئے حجت ہیں" اور دفتر سوم کے مکتوب ۸۹ میں لکھا ہے۔ "حضرت شیخ اپنی اکثر تحقیقات میں حق پر ہیں اور اُن پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں" آپ جس سے اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کے یہ ارشادات ہیں۔ آپ نے جو خط حسام الدین احمد کو لکھا ہے اس کا کچھ حصہ یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ آپ کی اس عبارت کو دقیق نظر سے دیکھا جائے۔ "آپ کے مکتوب شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس فقیر کے خط سننے کے بعد بھی اُن عزیز کا اشتباہ اور اُن کا انحراف اس فقیر سے باقی رہا۔ شاید یہ اشتباہ اور انحراف انعکاسی ہو" آپ نے "اُن عزیز" سے اشارہ شیخ عبدالحق کی طرف کیا ہے۔ آپ جناب شیخ کے اشتباہ اور انحراف کو انعکاسی قرار دے رہے ہیں تاکہ اس کا الزام بھی آپ پر عائد ہو جائے اور جناب شیخ پر کوئی حرف نہ آئے۔ علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کا یہ طریقہ ہے۔ آپ کا عمل ارشاد باری تعالیٰ پر رہا۔ "وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ"۔ اور برابر نہیں نیکی اور بدی جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو، پھر تم دیکھو لو کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی گویا وہ قرابت والا دوست ہے" اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے یہاں كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ کی صورت پیدا کر دی۔ خود جناب شیخ متحیر ہیں کہ دل نے کیسا پلٹا کھایا ہے اور لکھ رہے ہیں "اِس کیفیت کے بیان کرنے سے میری زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کا پلٹنے اور احوال کا بدلنے والا" جناب شیخ نے آخر میں لکھا ہے (ظاہر بین افراد شاید اس بات کو بعید سمجھیں) یہ عبارت صاف طور پر بتا رہی ہے کہ آپ کے اشتباہ اور انحراف کا سبب اہلِ اہوا اور ظاہر بین افراد ہوتے تھے۔ بہرحال حق کا اظہار ہو کر رہا۔ اور ظاہر بین استبعاد بھی کرتے رہے اور ان کی پیروی کرنے والے

جو کہ اپنے کو آزاد خیال اور تحقیق کا دلدادہ کہتے ہیں آج تک گرداب استعجاب میں غوطے کھا رہے ہیں۔ یہ لوگ اگر آپ کے اس خط کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں تو کم از کم اس بات کو تو دیکھیں کہ جناب شیخ کے بڑے صاحبزادے شیخ نور الحق مشرقی کو حضرت مجدد سے محبت پیدا ہوئی اور وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ جناب شیخ کو نور الحق سے بہت محبت تھی اور شیخ نور الحق اپنے حضرت والد سے بیعت بھی تھے، کیا وہ اپنے مہربان والد اور مشفق پیر کو ناراض کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے ہیں؟ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب آپ گوالیار کے قلعہ سے رہا ہو کر شاہ ہند کی معیت میں رہا کرتے تھے۔ "زبدۃ المقامات" کے ساتویں فصل میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں آپ سے شیخ نور الحق نے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے متعلق کچھ دریافت کیا۔ آپ نے ان کو اس سلسلہ میں خط لکھا جو کہ دفتر سوم کا مکتوب نمبر ستو۱ ہے۔ یہ خط انیس [۱۹] صفحے کا ایک مختصر رسالہ ہے اور اس میں آپ نے بعض اسرار کا بیان کیا ہے۔ خواجہ ہاشم لکھتے ہیں۔ کہ میں نے ایک مخلص کی یہ بات آپ سے عرض کی "مبادا آپ کا یہ خط "گروہ باطن سقیم" تک پہنچ جائے اور پھر اُن کے لئے قیل وقال کا سبب بنے"۔ یہ سُن کر پہلے آپ نے تبسم فرمایا اور پھر قدرے مراقب ہو کر ارشاد کیا۔

یارب آن غنچۂ خنداں کہ بسپردی بکنش — می سپارم بہ تو از چشم حسودی چمنش

اگر تحقیق کرنے والے آزاد خیال افراد حضرت شیخ کی یہ نصیحت بھی یاد رکھیں "با این چنیں عزیزان و بزرگاں بدنبا ید بود" تو بلا وجہ کی دردسری سے یہ لوگ بچ جائیں اور اُن کی دل آزار تحریروں سے خلقِ خدا کو نجات مل جائے۔

حدیثِ صِلَہ حضرت مجدد قدس سرہ نے دوسرے خط میں جو کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے نام ہے، لکھا ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَۃً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ" (تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کا سنگم بنایا ہے) اور "مسئولِ ہزار سالہ بہ اجابت قرین گشتہ" آپ نے اس طرح تحریر فرما کر اس حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے جو خواجہ ہاشم کو سیوطی کی جمع الجوامع میں اور اس عاجز کو ابن سعد کی طبقات کبریٰ مطبوعہ بیروت کے ج ۲، ص ۱۲۳ میں ان الفاظ سے ملی ہے۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ بْنِ جَابِرٍ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ صِلَۃٌ یَدْخُلُ بِشَفَاعَتِہٖ الْجَنَّۃَ کَذَا وَکَذَا۔ (عبد الرحمن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک ایسا آدمی ہو گا جس کو صلہ کہا جائے گا اس کی سفارش سے بہت سے اشخاص جنت میں جائیں گے) آپ نے پروردگار کی حمد کی ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس حدیث شریف کا مصداق آپ کو بنایا اور ایک ہزار سال پہلے جس کی بشارت سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اس کا ظہور ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے علماءِ ظاہر اور باطن کو ملا دیا۔ آپ نے اس خط میں یہ بھی تحریر کیا ہے "میرے سپرد دوسرا عظیم کام ہوا ہے۔ مجھ کو پیری مریدی کے واسطے نہیں لایا گیا ہے" اس میں اکبری فتنۂ الحاد کے قلع قمع کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ سجدۂ تحیت اسی کی یادگار تھی۔ سر دینے کے واسطے آپ تیار ہو گئے اور سر جھکانا منظور نہ فرمائی۔ رخصت سے منہ موڑ کر عزیمت پر عامل ہوئے۔ عَلیٰ قَدرِ اَہلِ العَزمِ تَاْتِی العَزَائِمُ۔ (مشکلات مشکلات والوں کے مرتبوں کے اعتبار سے پیش آتی ہیں)

آپ کا ذکر مثل مُشک ہے

اس عاجز کے نزدیک آپ کا مبارک ذکر اور آپ کا پاکیزہ احوال هُوَ الْمِسْكُ ہے۔ آپ کی ہر بات بے ازنیات اور ہر کام خدا کی رضامندی کے لئے تھا۔ آپ کا علمِ ظاہر کس پایہ کا تھا اس کے متعلق آپ کے رسائل اور مکاتیب کو مطالعہ کر کے علماءِ کرام ہی کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں اور آپ کے احوالِ باطنی کی کیا کیفیت تھی، اس کے متعلق اربابِ کشف و شہود ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔ ان امور میں یہ عاجز "لَا فِی الْعِیْرِ وَلَا فِی النَّفِیْرِ" کا مصداق ہے۔ البتہ یہ عاجز اتنا جانتا ہے کہ آپ جنابِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق و شیدا تھے۔ "زبدۃ المقامات" کے فصل ششم میں ہے کہ آپ پر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ نے بے ساختہ فرما دیا "حق سبحانہٗ و تعالیٰ را بہ واسطۂ آں دوست می دارم کہ ربِ محمد است" یعنی پاک پروردگار جل شانہٗ و عم احسانہٗ سے مجھ کو بایں وجہ محبت ہے کہ وہ محمدؐ کا پروردگار ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے ارشاد پر کوئی سخن پروری کرے لیکن اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مخمورِ بادۂ الفتِ نبوی کا کچھ اور مقام ہے "لیلیٰ را بہ چشمِ مجنوں باید دید" آپ نے بارہا یارانِ طریقت سے فرمایا ہے۔ "ہم کیا اور ہمارا عمل کیا، جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر اس کے کرم کے لئے کوئی شے بہانہ ہوئی ہے تو وہ حضرت سید الاولین والآخرین کی متابعت ہے" متابعت کے اس جذبہ نے طریقۂ شریفہ کو طریقۂ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے رنگ میں رنگ دیا۔ رہبانیت کے تمام اثرات زائل ہوئے۔ نہ چلّہ رہا نہ ذکرِ

ایک سُنّتِ مبارکہ پر عمل ہزار چلّوں سے کہیں برتر۔" زبدۃ المقامات" کے چھٹے فصل میں ہے کہ آپ نے مولانا صالح ختلانی سے فرمایا کہ چند دانے کالی مرچ کے تھیلی میں سے لے آؤ۔ اتفاق سے وہ چھ دانے نکال کر لائے۔ ناراض ہو کر آپ نے فرمایا۔ ہمارے صوفی کی یہ کیفیت ہے کہ ان کو اب تک اَللّٰہُ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ کی خبر نہیں۔ وِتر یعنی طاق کی رعایت کرنی مستحب ہے مستحب کو لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ مستحب وہ شے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اگر ایک ایسے عمل کے لئے جو پروردگار جل شانہٗ کو پسند ہو دنیا اور آخرت دیدی جائے تو کچھ بھی نہیں دیا گیا۔

اتباعِ سنّت میں محویت

یہ عاجز کہتا ہے کہ اتباعِ سنّت میں آپ محو تھے اور محویت کا یہ مقام از راہِ محبُوبیّت و مُرادیت آپ کو ملا تھا۔ آپ کو ولایت اس عمر میں ملی جس عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت ملی تھی اور پھر آپ کا زمانۂ ارشاد اتنا ہی ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا زمانہ تھا۔ اور اس طرح عمر شریف میں بھی موافقت رہی۔ پروردگار جل شانہٗ نے اِن امور میں بھی آپ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے نوازا ہے جن کے حاصل کرنے میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ (جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے استقامت اختیار کرو) کے اسرار کھول دیئے تھے۔ ہر وقت و ہر حال و ہمہ جا آپ کی نظر شریعتِ مطہرہ پر رہتی تھی۔ جس خوش نصیب کے رگ و پے میں اتباعِ سنّت اور اطاعت کا جذبہ سرایت کر جاتا ہے اس کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔" وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے جو کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ اور یہ کیسی اچھی رفاقت ہے۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔" آپ نے دفتر سوم کے مکتوب ۸۷ کو اس عبارت پر ختم کیا ہے " مُرَبَّائے الٰہی اَم جل شانہٗ و مجتبائے فضل و کرم نامتناہی او تعالیٰ۔ ع برکریماں کارہا دشوار نیست " میں اپنے اللہ جل شانہٗ کا پالا ہوا اور پرورش یافتہ ہوں اور اس کے بے انتہا فضل و کرم کا چُنا ہوا ہوں۔

کریموں کے لئے مشکل ہے کیا کام نوازیں وہ جسے چاہیں نوازیں

اللہ تعالیٰ اُن پر رحمتیں نازل کرے اور اُن کے مراتب میں ہر آن اضافہ کرے۔

آپ کی تالیفات

شیخ صفر احمد مخدومی نے "برکاتِ معصومی" میں آپ کے سات رسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ رسالہ تہلیلیہ (تحقیق در کلمۂ طیبہ) ۲۔ رسالہ اثباتِ نبوت ۳۔ رسالہ ردِّ شیعہ۔ ۴۔ رسالہ معارف لدنیہ ۵۔ شرح شرح بعض رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ ۶۔ مبدا ء معاد ۷۔ مکاشفاتِ غیبیہ۔ اور آپ کے سہ دفتر مکاتیب مبارکہ کا بیان کیا ہے۔ صفر احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ مکاشفاتِ غیبیہ کو حضرت خواجہ محمد معصوم نے اور مبدا ء معاد کو خواجہ محمد صدیق بدخشی نے جمع کیا ہے۔ دونوں رسالوں کے خطبے ان دونوں نے لکھے ہیں۔ باقی مضمون سب آپ کا ہے اور باقی رسائل از اوّل تا آخر آپ نے لکھے ہیں۔

اِن سات رسائل کے مجموعہ کا قلمی نسخہ ۱۲۶۷ھ کا تحریر کردہ اس عاجز کے پاس ہے ان میں سے پہلے رسالہ کا نام "تحقیق در کلمہ طیبہ" اور دوسرے رسالہ کا نام "رسالہ در تحقیقِ نبوت" لکھا ہے۔ یہ دونوں رسالے عربی میں ہیں۔ دوسرا رسالہ ناتمام ہے۔ وہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے مقالہ کی صرف سرخی لکھی ہے "اَلْمَقَالَةُ الثَّانِيَةُ فِيْ ذَمِّ الْفَلْسَفَةِ وَبَيَانِ الضَّرَرِ الْحَاصِلَةِ مِنْ مُمَارَسَةِ عُلُوْمِهِمْ وَمَطَالَعَةِ كُتُبِهِمْ" اور اس کے بعد کا مضمون نہیں ہے۔ رسالہ ردِّ شیعہ کو منشی نولکشور نے "رسالہ در ردِّ روافض" کے نام سے مکتوباتِ شریف کے آخر میں طبع کیا ہے۔ اس عاجز کے پاس جو قلمی نسخہ ہے اس میں کچھ اضافہ ہے۔ خاص کر ابتدا میں نہایت نفیس بیان ہے۔ حضرت خواجہ خسرو کے تیرہ اشعار ہیں جو کہ مطبوعہ میں نہیں ہیں۔

رسالہ تہلیلیہ یعنی رسالہ تحقیق در کلمہ طیبہ کے چھٹے صفحے پر قال شیخی ووالدی قدس سرہٗ اور گیارہویں صفحہ پر وَقَدْ اِسْتَقْصَيْنَاهُ فِيْ رِسَالَتِنَا الْمُحَرَّرَةِ لِاِثْبَاتِ النُّبُوَّةِ تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تالیف حضرت مخدوم کی وفات اور رسالہ اثباتِ نبوت کی تالیف کے بعد ہوئی ہے۔ یہ عاجز جب اس رسالہ کا مطالعہ کرتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ رسالہ سلسلۂ تالیف و تحریر کا فاتحہ ہے۔ غالباً اس کا مسودہ اس وقت لکھا گیا ہے اور مبیضہ کرتے وقت قدس سرہٗ اور وَقَدْ اِسْتَقْصَيْنَاهُ الخ کا اضافہ ہوا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

مکتوباتِ شریفہ

آپ کے مکاتیب شریفہ کا آغاز ان خطوط سے ہوا ہے جو آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کئے ہیں اور اُن کی ابتدا

۱۰۰۰ھ کے اواخر سے ہوئی ہے۔ پہلا دفتر خواجہ یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی نے جمع کیا ہے۔ ۱۰۲۵ھ کو جب مکاتیبِ شریفہ کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ انبیائے مرسل علیہم السلام اور مجاہدینِ بدر علیہم الرضوان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کر دو۔ چنانچہ سال اتمام کے اعتبار سے اس دفتر کا تاریخی نام درالمعرفت رکھا گیا۔ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ یہ تاریخی نام میں نے نکالا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے فرمایا "نامش نیز ہمیں باشد" یہی اس کا نام ہو۔ دوسرا دفتر خواجہ عبدالحی حصاری نے جمع کیا ہے۔ اس میں ننانوے (۹۹) خطوط ہیں۔ جب ۱۰۲۸ھ کو خطوط کی تعداد ننانوے ہو گئی تو اسمائے حسنیٰ کی مناسبت سے اس دفتر کو بند کیا گیا اور اس کا تاریخی نام بہ اعتبار اختتام "نورالخلائق" رکھا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اس دفتر میں قلعۂ گوالیار میں محبوس ہونے تک کے خطوط ہیں۔ تیسرے دفتر کو عاشقِ صادق سرمستِ جام احدی خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جمع کیا ہے۔ وہ زبدۃ المقامات کے ساتویں فصل میں لکھتے ہیں "تیسری جلد ایک سو چودہ (۱۱۴) خطوط پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کے حساب پر۔ خواجہ ہاشم نے اس کا نام "بحرالمعارف" رکھا ہے۔ اور تاریخِ اتمام کَامِنَ الرَّاسِخِیْنَ سے نکالی ہے جو کہ ۱۰۳۳ھ ہے۔ زبدۃ المقامات میں لکھتے ہیں کہ اس کے بعد جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اور جن کی تعداد چودہ تک نہ پہنچی تھی کہ آسمانِ قطبیت کا چودھویں کا چاند معرفتِ تراب کے نقاب میں چھپ گیا۔ قدس اللہ سرہٗ الاَنْوَرَ وَ نَوَّرَ مَضْجَعَہُ الْمُعَطَّرَ (اللہ تعالیٰ ان کے روشن باطن کو مقدس بنائے اور ان کی مہکتی ہوئی قبر کو نور سے بھرے) بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْمَحْشَرِ (سید البشر کی حرمت کے طفیل صلوٰۃ و سلام ان پر اور اُن کی اولاد، اصحاب اور احباب پر قیامت تک)

خواجہ ہاشم نے چودھویں کے چاند کی مناسبت سے لکھا ہے "کہ جن کی تعداد چودہ تک نہیں پہنچی تھی" کیونکہ اضافہ دس خطوط کا ہوا ہے۔ اس عاجز کے پاس دو نسخے قلمی ہیں۔ ان دونوں میں جلد ثالث کے خطوط کی تعداد ۱۲۴ ہے۔ ایک نسخہ ۱۲۰۴ھ کا اور دوسرا ۱۲۸۰ھ کا تحریر کردہ ہے۔

مکتوبات کی مقبولیت

آپ سے پہلے اور آپ کے بعد سینکڑوں بزرگواران کے مکاتیب کو لوگوں نے جمع کیا ہے۔ خود آپ کے

فرزندانِ رشید حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم اور پھر ان کے صاحبزادوں کے مکاتیب جمع کئے گئے ہیں لیکن جو مقبولیت آپ کے مکاتیب کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی دوسرے کے مکاتیب کو نہ ہوئی۔ حقائق و معارف کے بیان میں آپ کے مکاتیب کی وہی منزلت ہے جو مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کی مثنوی معنوی کو حاصل ہے۔ اگر صرف مکتوبات شریف کہا جائے گا تو آپ ہی کے مکاتیب مراد ہوں گے۔ جس طرح مثنوی شریف کہنے سے مولائے روم کی مثنوی مراد ہوا کرتی ہے۔ آپ کے مکتوبات کا ترجمہ عربی میں بھی ہوا ہے جو کہ ۱۳۱۶ھ میں دو جلدوں میں چھپا ہے، دوسری جلد میں دوسرا اور تیسرا دفتر ہے۔ اب اُن کا عکس لے کر ترکوں نے دوسری مرتبہ طبع کیا ہے۔

آپ کے رسائل بھی ہیں اور مکاتیب بھی ہیں، لیکن جو حلاوت، زورِ قلم اور نادر اندازِ بیان مکاتیب شریفہ میں ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ ایک ایک لفظ "از دل خیزد بر دل ریزد" کا اتم مصداق ہے۔ بلکہ ہر لفظ بادۂ عشقِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا لبریز جام ہے۔ ایک دن جامع ازہر کے اکابر علماء میں سے ایک عالم کے ہاتھ عربی ترجمہ کا ایک نسخہ آیا۔ وہ محویت کے ساتھ ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زائد دیر تک اس کا مطالعہ کرتے رہے اور پھر یہ کہا "سبحان اللہ، یہ کتاب کیسی پُراز حقائق و معارف ہے۔ آج تک ایسی عمدہ کوئی دوسری کتاب میری نظر سے نہیں گزری"۔ خواجہ ہاشم نے دفتر سوم کے دیباچہ میں کیا خوب کہا ہے۔

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ تر	شمیم وصلِ جاناں می زند سر
ولے آں کز برودت در زکام است	چہ داند نافہ اش گر در مشام است
سرایم مدحِ آں سیّاحِ غوّاص	کنم خورشید را چوں ذرّہ رقّاص
مہیں فرزندِ فاروق است چوں اَب	کنوں نطق از زبانِ اُو کند رَب
سَراپا نسخۂ اخلاقِ فاروق	بہ زہرِ منقصت تریاقِ فاروق
چراغِ نقشبندِ ہفت محفل	نگاہش نقش بندِ غیر از دل

اس کے ہر نقطہ سے تازہ نافہ کی طرح محبوب کے وصال کی خوشبو مہکتی ہے۔
لیکن وہ جو سردی کی وجہ سے زکام میں مبتلا ہے وہ کیا جانے خواہ نافہ اس کی ناک میں ہو۔
میں اس تیراک غوطہ زن کی تعریف کر رہا ہوں۔ سورج کو رقّاص ذرّہ کی طرح بنا رہا ہوں۔
بڑے صاحبزادے باپ کی طرح فاروق ہیں۔ گویائی اب ان کی زبان سے یارب کہتی ہے۔

فاروق کے اخلاق کا پورا نسخہ۔کسی کے زہر کا فاروق تریاق ہے۔

وہ سات محفل کا نقشبندی چراغ ہے۔اس کی نظر غیر کے نقش کو دل سے روکنے والی ہے۔

اشارہ بہ طرقِ سبعہ

ہو سکتا ہے کہ ہفت محفل کا اشارہ طرقِ سبعہ کی طرف ہو کیوں کہ آپ کو ۱۔نقشبندیہ ۲۔قادریہ ۳۔چشتیہ ۴۔سہروردیہ ۵۔ کبرویہ ۶۔مداریہ ۷۔قلندریہ میں اجازت تھی۔ان کے شجراتِ مبارکہ اس عاجز کے پاس محفوظ ہیں۔حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ نے ان کو نظم بھی کیا ہے۔اور ہو سکتا ہے کہ ہفت سے مراد کثرت ہو۔جیسا کہ عربی میں سبعہ سے کثرت مراد ہوتی ہے۔کیونکہ طاق کی جمع تین ہے اور زوج کی چار۔اور ان دونوں جمعوں کی جمع سات ہے۔لہٰذا اس سے مراد کثرتِ زائدہ ہے۔

زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں بھی آپ کے رسائل کا ذکر ہے لیکن کچھ اختلاف کے ساتھ۔زبدۃ المقامات میں رسالہ اثباتِ نبوت کا نام نہیں ہے اور رسالہ جذب و سلوک کا ذکر آیا ہے۔حضرات القدس میں رسالہ تہلیلیہ کا ذکر نہیں ہے اور رسالہ آداب المریدین کا نام لکھا ہے اور ان دونوں کتابوں میں رسالہ "تعلیقات عوارف المعارف" کا ذکر بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ناتمام ہے۔حضرات القدس میں رسائل کا نام لکھنے کے بعد وغیر ذلک بھی لکھا ہے یعنی رسائل کے نام از روئے حصر نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ اور رسائل بھی ہیں۔

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کیں۔ ۱۔محمد صادق ۲۔محمد سعید ۳۔محمد معصوم ۴۔محمد یحییٰ ۵۔محمد عیسیٰ ۶۔محمد فرخ ۷۔محمد اشرف۔ ۱۔خدیجہ ۲۔رقیہ ۳۔ام کلثوم۔

مؤخر الذکر تین صاحبزادے خورد سالی میں وفات پا گئے۔اور بڑے صاحبزادے حضرت محمد صادق کی ولادت سن ایک ہزار کو ہوئی۔حضرت خواجہ باقی باللہ کے منظورِ نظر وَ اٰیَةٌ مِّنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ (اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) تھے۔اپنے جد امجد حضرت مخدوم کے دامنِ عاطفت میں آنکھ کھولی ہے۔حضرت مخدوم آپ کے حضرت والد ماجد سے فرمایا کرتے تھے "این طفلِ شما عجائب چیزہا از کیفیت و حقیقتِ اشیاء از ما می پرسد کہ جواب بہ دشواری تواں گفت (زبدہ)۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو آپ کے کشف و فراست پر کامل اعتماد اور جیسا کہ زبدۃ المقامات میں ہے کہ حضرت خواجہ اکثر آپ سے (از امورِ کونیہ غیبیہ می پرسیدند و ایشان علی الفور از ہر کدام بہ مقتضائے کشفِ خود جواب می گفتند) آپ نے علمِ ظاہری پوری تحقیق اور تدقیق کے ساتھ حاصل کیا۔آپ

کے شاگرد "بیضاوی" اور "شرح مواقف" پڑھایا کرتے تھے۔ صفائے باطن میں نہایت اعلیٰ مقام پر تھے۔
عین ابتدائے شباب میں دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ میں اپنے حضرت والد ماجد کی حیات میں رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ تاریخ وفات "روز دوشنبہ نہم ربیع الاول" سے خواجہ ہاشم نے نکالی ہے لیکن اس میں ایک عدد زائد ہے۔

قبر پر تعمیر گنبد

حضرات القدس کے دفتر دوم کے الحضرة الحادیہ عشر میں لکھا ہے کہ آپ کو "در صحن حویلی آں مخدوم زادہ وقتے از اوقات دراں سکونت داشت" سپرد خاک کیا۔ اور لکھا ہے کہ ایک مدت تک آپ کی قبر خام تھی۔ "بعد ازاں بہ خاطر اشرف حضرت ایشاں گزشت کہ چوں قبر فرزندی درمیان عمارات واقع شدہ است بہتر آں است کہ دریں مقام گنبد ساختہ شود و متابعت بہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نمودہ آید۔ بناءً علی ذلک برآں قبر قرۃ العین خود گنبدے بنا فرمودند" اور پھر حضرت امام ربانی الف ثانی قدس سرہ کے پاک دل میں یہ خیال آیا کہ میرے فرزند کی قبر عمارات کے درمیان واقع ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متابعت کرتے ہوئے اس پر گنبد بنایا جائے یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ یُقْبَضُ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَا یُدْفَنُ نَبِیٌّ اِلَّا حَیْثُ قُبِضَ۔ وَفِیْ لَفْظٍ لَا یَقْبِضُ اللّٰہُ رُوْحَ نَبِیٍّ اِلَّا فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُدْفَنَ فِیْهِ۔ کہ جس مقام پر ان حضرات کی وفات ہوتی ہے۔ اسی جگہ ان کو دفن کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی قبروں پر عمارات ہیں۔ آپ نے حضرات انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی تدفین سے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر قبر عمران و آبادی میں ہو تو اس پر عمارت کا بنانا بہتر ہے اور اگر صحرا میں ہو تو عمارت کا بنانا بہتر نہیں ہے۔ اور اس بنا پر آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت محمد صادق قدس سرہٗ کے مزار پر گنبد بنوایا۔ وسط گنبد میں حضرت محمد صادق کی قبر ہے۔ نو سال کے بعد آپ کے حضرت والد ماجد آپ کے پہلو میں جہت غرب مدفون ہوئے اور پینتالیس سال بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید آپ کے پہلو میں جہت شرق مدفون ہوئے۔ قدس اللہ اسرارہم۔ آپ کے ایک صاحبزادے شیخ محمد تھے۔ رحمہ اللہ۔

آپ کے خلفاء

خواجہ محمد ہاشم نے زبدۃ المقامات میں اڑتالیس افراد کے نام لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

آپ نے ہزارہا بندگانِ خدا کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ ہزاروں مردہ دلوں میں نئی

جان ڈال کر محبوبِ حقیقی تک پہنچایا۔ اِس دنیا میں جس طرح خالی ہاتھ لے کر آئے تھے اسی طرح خالی ہاتھ لے کر سرائے باقی کا سفر کیا حتیٰ کہ استعمال کے کپڑے بھی برادرانِ طریقت کو دیدیئے۔ رحلت سے کچھ دن پہلے خوب خیرات کیا۔ بعض افراد کو خیال ہوا شاید یہ خیرات دفع بلیّہ کے لئے ہے۔ جب آپ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ فرمایا یہ سب نعمتِ وصال کا شکرانہ ہے اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر آپ نے یہ مصرع پڑھا: "آج ملاوا کنتھ سوں سکھی سب جگ دیئوں وار" آج اپنے محبوب سے ملنے کا دن ہے اسی خوشی میں تمام دولت لٹا رہا ہوں۔

آنہا کہ دل از الست مست آوردند   جاں را زعدم دوست پرست آوردند
وز دیدہ قدم نہادہ اندر سرِ جان   تا یک دل دیوانہ بدست آوردند

جو ازل سے مست دل لے کر آئے ہیں۔ جان کو ملکِ عدم سے دوست پرست لے کر آئے ہیں۔ کسی جان میں انھوں نے دیکھ بھال کر کے قدم دھرا ہے پھر وہ کسی دیوانہ دل کو حاصل کر سکے ہیں۔
رَحِمَہُ اللّٰہُ وَقَدَّسَ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ

(بابائے ہشتم) حضرت خواجہ محمد معصوم قُدِّسَ سِرّہٗ

آپ کا اسمِ گرامی محمد معصوم۔ کنیت ابو الخیرات، لقب مجدالدین اور خطاب العروۃ الوثقیٰ ہے۔ آپ کی ولادت بستی ملک حیدر میں گیارہ شوال ۱۰۰۷ھ مطابق ۷، مئی ۱۵۹۹ء میں ہوئی بستی ملک حیدر سرہند سے دو خام میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرات القدس میں تاریخ اور مہینہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور ۱۰۰۹ھ لکھا ہے۔ "جواہر علویہ"۔ "خزینۃ الاصفیا"۔ اور "مناقب احمدیہ" نے حضرات القدس کا اتباع کیا ہے اور ۱۰۰۹ھ سال ولادت لکھی ہے حالانکہ حضرات القدس کے مولّف سے سہو ہوا ہے۔ وہ خود اس سے متصل حضرت مجدّد کا یہ قول لکھتے ہیں: "محمد معصوم کی ولادت میرے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کی ولادت کے چند ماہ بعد مجھ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی ملازمت نصیب ہوئی" اور حضرات القدس کے مولّف نے دفترِ دوم کے ابتدا میں صفحہ پندرہ پر یہ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت مخدوم کی وفات ۱۰۰۷ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال حج کا شوق آپ پر غالب آیا۔ اور آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے" اور آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے۔ لہٰذا صحیح سن ایک ہزار سات (۱۰۰۷) ہے۔ جو کہ زبدۃ المقامات اور برکات معصومی اور سیر الکاملین میں ہے۔ بستی ملک

حیدر کا ذکر صرف شیخ صفر احمد نے کیا ہے۔ آپ کی وفات روز شنبہ دوپہر کے وقت ۹ ماہ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۶۶۸ء کو سرہند میں ہوئی۔ قمری حساب سے آپ کی عمر ۷۱ سال، ۴ ماہ ۲۸ دن۔ اور شمسی حساب ۶۹ سال، ۳ ماہ، دس دن کی ہوئی۔

صفر احمد نے برکات معصومی، میں اور آپ کے خلیفہ محمد شاکر فرزند بدرالدین سرہندی نے "حسنات الحرمین" میں آپ کے احوال لکھے ہیں۔ ابھی آپ کی عمر چھوٹی تھی کہ حضرت مجدد اُن سے فرمایا کرتے تھے "بابا اپنے کو علم ظاہر سے جلدی فارغ کرو۔ مجھ کو تم سے کام لینا ہے۔" آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے۔ اور پھر اپنے حضرت والد سے کسبِ معارف کرنے لگے۔ حضرات القدس نے حضرت مجدد کا یہ قول لکھا ہے "میرے فرزند محمد معصوم کی حالت شرح وقایہ کے مصنف کی حالت سے ملتی ہوئی ہے۔ اُن کے دادا جو سبق دن کو لکھتے تھے وہ اس کو فوراً یاد کر لیا کرتے تھے۔ اُسی سرعت سے محمد معصوم مجھ سے علم باطن کا اقتباس کر رہے ہیں۔ زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔ کہ باوجود افادۂ طلبہ اور التزام اوراد و مراقبات" دراندک روز حفظ قرآن مجید نمودند۔ وَمَا هٰذَا اِلَّا مِنْ اَعْطَافِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاِنْعَامِهٖ (طلبہ کو پڑھانے اور اوراد و وظائف کے باوجود تھوڑے سے زمانہ میں قرآن حفظ کر لینا یہ محض اللہ کی عنایتوں اور مہربانیوں سے ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسب علم کے بعد قرآن مجید حفظ کیا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے اپنے فرزندانِ گرامی حضرت محمد سعید اور حضرت محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما کو ایک گرامی نامہ لکھا ہے۔ جو کہ آپ کے مکاتیب شریفہ کے دفتر سیوم کا مکتوب ۱۰۴ ہے۔ اس خط میں یہ مضمون ہے۔ "کہ جو خلعت مجھ کو ملی تھی وہ کل کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ سے اتار لی گئی اور محمد معصوم کو پہنا دی گئی۔ اس خلعتِ زائلہ کا تعلق معاملہ قیومیت سے ہے۔" حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اپنا یہ مکاشفہ بیان فرما کر گویا آپ کو اپنی حیات میں اپنا جانشین بنا دیا۔ اور یہ بشارت سُنا دی کہ کارخانۂ ارشاد کا تعلق آپ کی ذات ستودہ صفات جامع البرکات سے رہے گا۔ آپ کی بشارت صبح کی روشنی کی طرح چمک کر دنیا کے سامنے آئی۔ خلق خدا کا رُخ آپ کی طرف ہوا۔ مناقب احمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر نو لاکھ افراد نے بیعت کی اور آپ کے خلفاء تقریباً سات ہزار تھے۔ آپ کی صحبت میں پروردگار جل شانہ نے عجیب

تاثیر رکھی تھی۔ ایک ہفتہ میں سالکانِ راہِ طریقت پر فنائے قلب کے اسرار ظاہر ہونے لگتے تھے۔ جو بات سالوں میں حاصل ہوا کرتی تھی وہ مہینوں اور ہفتوں میں حاصل ہونے لگی۔ جیسا کہ شیخ بدرالدین نے حضرات القدس میں لکھا ہے "یقیناً آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے۔ جب سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے آپ کی وفات کی خبر سنی۔ یہ تاریخ کہی "رفتہ زجہاں امام معصوم" قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْاَقْدَس۔

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عنایت فرمائیں:۔ ۱ صبغۃ اللہ ۲ حجۃ اللہ (نقشبند ثانی) ۳ عبیداللہ مُرَوِّجِ شریعت ۴ محمد اشرف ۵ سیف الدین ۶ محمد صدیق ۱ امۃ اللہ ۲ عائشہ ۳ عارفہ ۴ عاقلہ ۵ صفیہ۔

حضرت سیدی و مرشدی و والدی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم اُن کی اولاد مبارک قیوم

(حضرت خواجہ محمد معصوم کی اولاد بابرکت قیوم ہے)

قیوم کا بیان

حضرت عُروۃُ الوُثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے اسم گرامی کے ساتھ "قیوم" کا استعمال شائع ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا بیان کر دیا جائے۔

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اس حدیث قدسی کو روایت کیا ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِہَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِہَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُہٗ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَ بِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ۔

یہ صحیح حدیث شریف ہے۔ اور اس میں کامل ولی کا بیان ہے۔ کہ جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے لڑائی مول لے رہا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ کی رضامندی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ تو وہ ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے تمام افعال، اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال

ہوجاتے ہیں اور اس کو محبوبیت کا مقام حاصل ہوجاتا ہے۔ اب نہ اس کی اپنی سماعت رہتی ہے اور نہ دید۔ نہ اس کی اپنی گرفت رہتی ہے اور نہ چلنا پھرنا۔ اور وہ "وَمَا رَمَیْتَ إِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" اور "إِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ إِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ" (جب تم نے پھینکا تم نے نہ پھینکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ اور وہ لوگ جو تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں) کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ یہ دائرہ خلافتِ الٰہیہ کا ہے۔ یعنی ایسا فردِ اکمل اللہ جل شانہٗ کا خلف اور اُس کا نائب مَناب ہوجاتا ہے۔ اور تمام کائنات کا قیام بہ حکمِ خلافت اس سے ہوتا ہے۔ کیا فرشتے، کیا جن، کیا انس، کیا آسمان، کیا زمین، سب اُسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ کائنات میں سے ہر کائن کی نظر کا مرکز وہی بن جاتا ہے۔

ایسے فردِ اکمل کو کسی نے غوث اعظم کا نام دیا ہے۔ کوئی قطب الاقطاب کہتا ہے حضرت مجدّد قدس سرہ نے اس کو قیّوم کہا ہے۔ جناب شیخ اکبر قدس سرہ قطب الاقطاب کا نام تجویز کرتے ہیں۔ آپ نے "نفحاتِ مکیّہ" میں خوب تفصیل سے اس کی حقیقت واضح کی ہے۔

حضرت مجدّد قدس سرہ نے جو نام تجویز کیا ہے۔ وہ آپ کی کمالِ معرفت پر دال ہے ۔اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہونا عینِ سعادت ہے۔ قیّوم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے کامل فرد کو اس صفت سے محلّی اور متصف کردیا ہے۔ تمام کائنات کا قیام اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل رحمہا اللہ وقدس اسرارہما نے اپنی کتاب "عبقات" کے مقدمہ کے بیسویں عبقہ میں لکھا ہے: "إِتَّفَقَ أَھْلُ الْکَشْفِ وَالْوِجْدَانِ وَأَرْبَابِ الشُّھُوْدِ وَالْعِرْفَانِ مُؤَیِّدِیْنَ بِالْبَرَاھِیْنِ الْعَقْلِیَّةِ وَالْإِشَارَاتِ النَّقْلِیَّةِ عَلٰی أَنَّ الْقَیُّوْمَ لِلْکَثْرَاتِ الْکَوْنِیَّةِ وَاحِدٌ شَخْصِیٌّ" یعنی اہل کشف و وجدان اور اربابِ شہود و عرفان جو کہ براہینِ عقلیہ اور اشاراتِ نقلیہ سے مؤید ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ کثراتِ کونیہ کا قیوم شخصِ واحد ہوا کرتا ہے۔" یعنی قیّوم کا جو بیان حضرت مجدّد قدس سرّہٗ نے کیا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس بات پر تمام اہلِ کشف و وجدان اور اربابِ شہود و عرفان کا اتفاق ہے۔

بعض افراد کے لئے ایسے فردِ اکمل کو قیّوم کہنا سُوئے ادب بنا ہوا ہے۔ جب وہ حضرت مجدّد قدس سرّہٗ کا بیان سنتے ہیں لاحول ولاقوۃ اور استغفار پڑھ کر اظہار نارضامندی کرتے ہیں۔ چوں کہ ان لوگوں کو حضراتِ مشائخ کے اقوال سے واقفیت نہیں ہے، معذور ہیں۔ پھر بھی ان لوگوں

کو چاہیئے تھا کہ اس بات پر خیال کرتے کہ جو شخص صاحبِ کرم ہوتا ہے اس کو کریم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جبر کرنے والے کو جبّار اور نہایت قہر کرنے والے کو قہار اور نہایت غور سے سننے والے کو سمیع اور خوب فکر کرنے والے اور عواقب پر نظر رکھنے والے کو بصیر اور ہدایت کرنے والے اور راہِ صواب دکھانے والے کو ہادی کہتے ہیں۔ حالانکہ کریم، جبّار، قہّار، سَمیع، بَصیر، ہادِی، اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ ہیں۔ ان مبارک ناموں سے اگر کسی بندہ کو متصف کیا جاتا ہے تو سُوئے ادب کا پہلو نہیں نکلتا اور نہ کسی کی زبان پر لاحول آئے اور نہ استغفار، لیکن قیوم سے متصف ہونے پر سُوئے ادب کا پہلو نظر آجاتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔

بہر حال پروردگار جل شانہ وعم احسانہ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرّہ کو ان کے والد ماجد کی حیات میں خلعتِ قیومیت سے نوازا۔

قطب حق ہادیٔ دیں خواجہ محمد معصوم	آنکہ پیشش بہ تواضع قدِ افلاک دوتا است
ظاہرش جملہ بہ انوارِ شریعت روشن	باطنش جملہ بہ اسرارِ طریقت دانا است
قطع شد بر قدِ او خلعتِ قیومیت	آرے ایں خلعت فاخر بہ چنیں قد زیباست!

رَحمۃُ اللہ وَرَضِیَ عَنہُ وَقَدَّسَ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیحَہٗ۔

(اللہ کے قطب دین کے ہادی خواجہ محمد معصوم جن کے سامنے آسمانوں کا قد دُہرا ہوا ہے۔ ان کا ظاہر، پورا شریعت کے انوار سے روشن ہے ان کا باطن طریقت کے تمام رازوں سے واقف ہے۔ ان کے قد سے مطابقت قیومیت کی پوشاک تراشی گئی ہے۔ بیشک یہ قیومیت کی پوشاک ایسے ہی قد کے لئے مناسب ہے۔)

مکاتیب آپ کے مکاتیب شریفہ کو بھی مخلصین نے جمع کیا ہے۔ اور وہ بھی تین حصوں پر مشتمل ہیں۔ پہلا حصہ ۱۰۶۳ھ میں جمع ہوا ہے اور اس کا تاریخی نام "درۃ التاج جاوید" اور "جمع کمالات نبوت" ہے۔ اس میں دو سو اتالیس مکاتیب ہیں۔ یہ حصہ ۱۳۰۸ھ میں مطبع نظامی کانپور میں چھپا ہے۔ دوسرا حصہ ۱۰۶۷ھ میں جمع ہوا ہے۔ اس کا تاریخی نام "وسیلۃ السعادت" ہے۔ اس میں ایک سو اٹھاون مکاتیب ہیں۔ یہ حصہ ۱۳۲۴ھ اور ۱۹۰۶ء میں ظہور پریس لدھیانہ میں چھپا ہے۔ تیسرا حصہ ۱۰۷۳ھ میں جمع ہوا ہے۔ اور اس کا تاریخی نام "مکاتباتِ قطبِ زمن" ہے۔ اس میں دو سو باون ۲۵۲ مکتوبات ہیں۔ اس حصہ کو مولوی نور احمد امرتسری نے طبع کیا ہے۔ پچاس سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے۔ آپ کے مکاتیب کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات قدسی آیات کی شرح و بیان سمجھنا چاہیئے۔

(بابائے ہفتم) حضرت شیخ سیف الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ

آپ کا اسم گرامی سیف الدین ہے۔ چوں کہ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے حضرت والد نے آپ کو "محتسب الامّۃ" کا خطاب دیا۔ اور خلقِ خدا نے آپ کو سلطان الاولیاء کہا۔

برکاتِ معصومی میں آپ کے بھانجے صفر احمد نے آپ کی ولادت کا صرف سن لکھا ہے جو کہ ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۳۹ء ہے۔ اور سیر الکاملین میں سال ولادت ۱۰۵۵ھ تحریر ہے یعنی ۱۶۴۵ء۔ دونوں کتابوں میں دن، تاریخ اور مہینہ کا ذکر نہیں ہے۔ آپ کی وفات بیس جمادی الاولیٰ کی رات کو ۱۰۹۶ھ مطابق ۵ / اپریل ۱۶۸۵ء میں ہوئی۔ مادۂ تاریخی "ہے ہے ستونِ دین افتاد" ہے۔ اپنے اَب وجَد قدس اللہ اسرارہما کے مزارات کے پایاں کچھ فاصلہ پر ایک قبہ میں استراحت فرما رہے ہیں۔

آپ کے حضرت والد کے چھ صاحبزادے تھے اور خدا کے فضل وکرم سے ہر ایک اُن میں سے شمسِ فلکِ الکمال تھا۔ سیدی الوالد فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم ۔۔۔۔۔ ان کی اولاد مبارک قیوم

مع ہٰذا اللہ نے آپ کو بعض خصائص سے نوازا تھا۔ "در اندک مدت قرآن مجید خوانده به کتب متداولہ پرداختند" (تھوڑے ہی زمانہ میں قرآن حفظ کر کے درسی کتابوں میں مصروف ہوگئے) خوردسالی سے علمِ باطن کی طرف متوجہ ہوگئے۔ فنائے قلب وولایتِ صغریٰ کی بشارت گیارہ سال کی عمر میں اور فنائے نفس وولایتِ کبریٰ سے پیش از ایامِ بلوغت مُبشّر ہوئے۔ عنفوانِ شباب میں علمِ ظاہر وباطن میں کمال حاصل کر کے مجمع البحرین ہوگئے۔

جلالتِ قدر مستند طور پر تفصیل کے ساتھ آپ کے حالات کو کسی نے بیان نہیں کیا ہے۔ شیخ محمد احسان نے روضۂ قیومیہ میں جو کچھ لکھا ہے رطب ویابس پر مشتمل ہے۔ جب تک دوسری کتاب سے تائید حاصل نہ ہو شایانِ ذکر نہیں۔ برکاتِ معصومی میں اختصار کے ساتھ آپ کا ذکر ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے حضرت والد کی حیات میں مرجعِ خلائق ہوگئے تھے۔ آپ اُن کی حیاتِ مبارکہ میں دلی تشریف لائے۔

خلق خدا، کیا امیر و کیا فقیر، کیا عالم و کیا جاہل، آپ کی طرف مائل ہوئی۔ آپ نے دلّی سے صوفی سعد اللہ کو خط لکھا ہے جو کہ آپ کے مکتوبات کا مکتوب ۸۳ ہے اس میں تحریر فرمایا ہے "بادشاہ به دخول طریقۂ علیہ مشرف گشتہ بسیار متأثر گشت۔ سہ صحبت با حضرت ایشان داشت چوں شاہ جہاں وفات یافت بہ جہت ضرور متوجہ اکبر آباد گشت۔ دیگر از ہجوم اہلِ طلب کہ مانند مور و ملخ غلو دارند چہ نویسد کہ از حیطۂ نوشتن خارج است" (بادشاہ اس بلند طریقہ میں داخلہ سے مشرف ہو کر بہت متاثر ہوا تین بار حضرت کی صحبت میں بیٹھا جب شاہجہاں کی وفات ہوئی تو مجبوراً آگرہ چلا گیا۔ علاوہ ازیں عوام کا ہجوم جو ٹڈیوں اور چیونٹیوں کی طرح ہے اس کے بارے میں کیا لکھوں جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے) جواہر علویہ میں لکھا ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم آپ کے مُرید ہوئے۔ برکاتِ معصومی میں ہے کہ شاہزادہ محمد اعظم نے آپ کی دعوت کی۔ آپ کے ہاتھ دھلانے کے لئے خود شاہزادہ آفتابہ لے کر آپ کے پاس آئے۔ اس مجلس میں آپ کے بڑے بھائی خواجہ محمد اشرف بھی تھے۔ آپ نے شاہزادے سے آفتابہ لیا اور اپنے بھائی کے ہاتھ جاکر خود دھلائے اور پھر آفتابہ شاہزادے کو دیا اور انھوں نے آپ کے ہاتھ دُھلائے۔ اور برکاتِ معصومی میں یہ بھی ہے کہ جن دنوں آپ دلّی میں تھے آپ کے بڑے چچا کے دوسرے بیٹے حضرت عبد الاحد وحدت بھی دلّی آئے ہوئے تھے اور خلائق کا رجوع آپ کی طرف تھا۔ آپ کے حضرت والد کو حالات کا علم ہوا تو ارشاد کیا "سبحان اللہ عبد الاحد بہ ایں شیرینی کلام موصوف است و سیف الدین بہ این تمکین و وقار معروف و قبولیّت بہ ایں نصیب گشتہ" یعنی عبد الاحد اپنی شیریں کلامی سے موصوف ہیں۔ اور سیف الدین اپنی تمکنت اور وقار میں معروف اور پھر بھی قبولیت سیف الدین کے نصیبے میں آئی ہے" آپ کا طریقہ شاہانہ تھا۔ نفیس لباس استعمال فرماتے تھے دستر خوان بھی نہایت وسیع تھا۔ آپ کی تمکنت اور وقار کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ جناب شیخ میں تکبر ہے۔ آپ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "تکبّرِ مَا ظلِّ کبریائی اوست جلّ جلالہٗ" میں کیا شے ہوں۔ یہ سارا کرّ و فر پروردگار کی کبریائی کا پَرتو ہے۔

خلقِ خدا کی مشکلات رفع کرنے اور ان کو فائدہ پہنچانے میں آپ مشہور تھے۔ اقربا اور عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحم کرنے میں بے مثل تھے۔ بڑوں کا نہایت ادب کرتے تھے۔ اور چھوٹوں پر مشفق و مہربان تھے۔ آپ کے برادرِ کلاں حضرت حجۃ اللہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ آپ سے پندرہ سال بڑے تھے۔ ان کی ولادت ذی القعدہ ۱۰۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ آپ ایک منزل تک

ان کی مشایعت میں گئے۔ جب جدائی کا وقت آیا تو حضرت حجۃ اللہ نے آپ سے کہا۔ بھائی! اب میری ضعیفی ہے اور حیاتِ مستعار پر کچھ بھروسہ نہیں تم میرے بچوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے ان سے کہا۔ بھائی صاحب مجھ کو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کی عمر دراز ہوگی اور آپ کافی عرصہ بقیدِ حیات رہیں گے۔ البتہ مجھ کو اپنی حیات کی امید نہیں ہے۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ میرے بچوں کا خیال رکھیں۔ "برکاتِ معصومی" کے مؤلف لکھتے ہیں کہ ان دونوں بھائیوں کی پھر ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت شیخ سیف الدین دنیا سے رحلت کر گئے اور حضرت حجۃ اللہ ان کے بعد انیس [۱۹] سال حیات رہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مدت سے آپ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ نصف شب کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوتے اور جذبہ و شوق کی حالت میں مرقدِ مطہر کے گرد گھومتے اور فرماتے "سگِ درگاہ مجدد الفِ ثانی ام" اور کبھی یہ الفاظ وردِ زبان ہوتے تھے "سگِ درگاہ بندگی شیخ احمد کابلی سرہندی ام" اور کبھی آپ اپنے والد ماجد کے روضۂ مبارکہ پر حاضر ہوتے اور بہ سوز تمام یہ شعر پڑھتے۔

من کیستم کہ با تو دم بندگی زنم   چندیں سگانِ کوئے تو یک کمتریں منم

(میں کیا ہوں جو آپ کی غلامی کا دعویٰ کروں۔ آپ کے کوچہ کے بہت سے کتّوں میں سے کمترین میں ہوں)

اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے معمولات میں سے یہ بھی تھا کہ عصر کی نماز کے بعد حدیث شریف کی کسی کتاب کا ترجمہ مستورات کو سنایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دن بھی حدیث شریف کا ترجمہ مستورات کو سنایا۔ جب آپ نے کتاب بند کر دی تو مستورات میں سے کسی نے کہا کہ کچھ اور بھی بیان فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ باقی برخوردار محمد اعظم سے سننا۔ چنانچہ رات کو آپ کی وفات ہوئی۔ اور باقی کتاب کا ترجمہ حضرت محمد اعظم نے مستورات کو سنایا۔

بعد وفات اظہارِ کرامت

"برکاتِ معصومی" کے مؤلف جو کہ آپ کے بھانجے ہیں لکھتے ہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی ہے اور اس وقت جو واقعہ پیش آیا مجھ کو اچھی طرح یاد ہے اور اس کا چرچا ہونا بھی ذہن نشین ہے۔ پھر بڑے ہونے پر اکثر لوگوں سے اس واقعہ کو سُنا بھی ہے کہ جب آپ کے جنازے کو لے کر چلے ہیں تو جنازہ لوگوں کے ہاتھوں سے بالا ہو کر ہوا میں جا رہا تھا۔ لوگ اُچھل کر ہاتھ پہنچانا چاہتے تھے تو کم ہی کسی کا ہاتھ پہنچتا تھا اور جب قبر کے پاس پہنچے تو جنازہ خود بخود نیچے آگیا۔ اس کیفیت کو غیر مسلموں نے بھی دیکھا اور اُن میں سے کچھ مسلمان بھی ہو گئے۔

جواہر علویہ کے قلمی نسخہ میں صرف "ہے ہے ستونِ دین افتاد" سالِ وفات کا قطعہ لکھا ہے۔ کسی نے حاشیہ پر یہ تین شعر لکھے ہیں۔

مَصدرِ وَرع شیخ سیف الدین | بود سلطانِ عالمِ ارشاد
چوں بہ جنت برفت از دنیا | آبِ تقویٰ و زہد شد برباد
سال تاریخ وصل آنحضرت | گشت "ہے ہے ستونِ دیں افتاد"

۱۰ ھ ۹۶

شیخ سیف الدین جو پرہیزگاری کے منبع تھے عالمِ ارشاد کے شہنشاہ تھے۔
جب دنیا سے جنت کو گئے تقوے اور پرہیزگاری کی آبرو ختم ہوگئی۔
آنحضرت کی وفات کی تاریخ "ہائے ہائے دین کا ستون گر گیا" بن گئی۔

آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ کسی نے سالِ ولادت ۱۰۵۵ھ کسی نے سالِ وفات ۱۰۹۵ھ اور کسی نے ۱۰۹۸ھ لکھا ہے۔ اس عاجز کے نزدیک "برکاتِ معصومی" کی روایت زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ واللہ اعلم۔

اولاد آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ ۱۔ محمد اعظم ۲۔ محمد حسین ۳۔ محمد شعیب ۴۔ محمد عیسیٰ ۵۔ محمد موسیٰ ۶۔ کلمۃ اللہ ۷۔ محمد عثمان ۸۔ عبد الرحمٰن۔ اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔
۱۔ جنت ۲۔ حبیبہ ۳۔ سارہ ۴۔ زہرا ۵۔ رفیع النساء۔ چھٹی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے خلفاء بکثرت تھے۔ اور اصحابِ ارشاد ہوئے۔ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید قدس سرہٗ آپ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے۔ اور آپ کا طریقہ تمام ہندوستان، افغانستان، ممالک عرب، ترکیہ، برما، سمرقند، بخارا وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ شریفہ سے قیامِ قیامت تک خلائق کو مستفید فرماتا رہے۔

مکاتیب آپ کے ایک سو نوے مکاتیبِ شریفہ کو آپ کے فرزندِ اکبر اور آپ کے جانشین حضرت محمد اعظم قدس سرہٗ نے جمع کیا تھا۔ آپ نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے "والدِ بزرگوار ابن فدویت کردار" آپ نے مقدمہ میں بارہ شعر لکھے ہیں۔ ابتدا کے تین شعر تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں۔

زہے ایں نامہائے رشد فرجام | کہ در آغاز او پیداست انجام
معارف آنچناں در وے ہجوم است | کہ گوئی آسمانے پر نجوم است

درو تابندہ انوارِ الہٰ است   کہ از وے مقتبس خورشید و ماہ است

ماشاءاللہ یہ نام جو بہترین عاقبت والے ہیں کہ ان کے آغاز سے انجام ظاہر ہے۔
علوم و معارف کا ان میں اس قدر ہجوم ہے گویا ستاروں بھرا آسمان ہے۔
اس میں اللہ کے نور روشن ہیں جن سے سورج اور چاند نور حاصل کر رہے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں حضرت العم شاہ محمد معصوم کے نسخہ سے اس عاجز نے ۱۳۵۱ھ کو اپنے واسطے ایک نسخہ لکھوایا۔ اس کی تصحیح شاہ ابوالشرف رحمہما اللہ نے کی ہے۔ چند سال ہوئے کراچی میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نے اس کو چھپوا دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔

(بابائے ششم) حضرت محمد عیسیٰ قُدِّسَ سِرُّہٗ

آپ حضرت شیخ سیف الدین کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ باطنی کمالات اپنے بڑے بھائی حضرت محمد اعظم سے حاصل کئے" انساب الطاہرین" میں لکھا ہے۔ علم و فضل و بذل میں مستثنائے وقت تھے اور شریعت و طریقت پر مستقیم۔ گیارہ سو پچاس میں آپ نے وفات پائی۔ جواہرِ علویہ میں لکھا ہے کہ عالم و شاعر و ذہین و صوفی و اہلِ نسبت تھے۔ گیارہ سو پچاس میں وفات پائی۔ ہدیۂ احمدیہ کے صفحہ ۳ ، میں حاشیہ پر ہے کہ شاہ سراج احمد مجددی نے سالِ وفات گیارہ سو ترپن لکھا ہے اور سیر الکاملین کے قلمی نسخہ میں بھی سنہ یک ہزار و یک صد و پنجاہ و سہ تحریر ہے۔

آپ کی وفات سرہند شریف میں ہوئی۔ اور سیر الکاملین میں لکھا ہے۔ " در قبۂ والد خود در سہرند مدفون اند" (اپنے والد کے گنبد میں سرہند میں مدفون ہیں) رحمہ اللہ واکرمہ لدیہ۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ رفیع القدر ۲۔ عزیز القدر ۳۔ عظیم القدر اور ایک صاحبزادی عمدۃ النساء۔

(بابائے پنجم) حضرت عزیز القدر قُدِّسَ سِرُّہٗ

آپ نے استفادۂ باطنی اپنے حضرت والد سے کیا۔ پانچ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ جواہر علویہ میں ۱۱۸۷ھ تحریر ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شیخ وقت تھے۔ ہدیۂ احمدیہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ سنا گیا ہے کہ آپ قصبۂ نجیب آباد ضلع بجنور میں پیوندِ خاک ہوئے ہیں۔

رَحِمَہُ اللّٰہُ وَقَرَّبَہٗ لَدَیْہِ۔ سیر الکاملین میں ہے کہ آپ کی ولادت گیارہویں صدی کے آخر میں اور وفات بارہویں صدی میں ہوئی۔

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک عشرت دختر انوار اللہ بن محمد جواد بن حضرت عبدالاحد وحدت اور دوسری اکرام النساء دختر فقیر احمد بن محمد اعظم بن حضرت شیخ سیف الدین۔ آپ کے صاحبزادے تین تھے۔ ۱۔ حفیظ القدر از زوجہ اولی ۲۔ احمد معصوم ۳۔ صفی القدر۔ از زوجۂ ثانیہ۔ اور تین صاحبزادیاں۔ ۱۔ اسمرہ ۲۔ جمیلہ ۳۔ فصیح النساء۔

(باباۓ چہارم) حضرت صفی القدر قُدِّسَ سِرُّہٗ

آپ عالم باعمل، صوفی بے بدل، کثیر العبادات والوظائف والاوراد تھے۔ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزرتا تھا۔ ہر وقت ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ تہجد کے واسطے نصف شب سے اٹھتے۔ پہلے خود تہجد پڑھتے اور پھر گھر والوں کو تہجد کے واسطے بیدار کرتے اور خود ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے پوتے حضرت شاہ احمد سعید کی طالب علمی کا زمانہ تھا اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کی ساری رات مطالعہ میں صرف ہو جاتی۔ حضرت جب آپ کو اس حال میں دیکھتے تو یہ حدیث شریف پڑھتے۔ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا الخ یعنی تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے الخ۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بر وجہ اتم کیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبد الغنی نے رسالہ "ہو الغنی" ضمیمہ مقامات مظہری میں لکھا ہے کہ آپ اپنے آبا و اجداد کے طریقہ پر قائم تھے۔ ترکِ دنیا اور انقطاع آپ پر غالب تھا۔ نواب نصر اللہ خاں نے بخشی گیری کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ آپ ہر وقت اپنے اوراد میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کو علمِ حدیث کا ذوق تھا۔ اہلِ فسق و فجور سے متنفر تھے۔ دوشنبہ ۲۵؍ شعبان ۱۲۳۶ھ کو لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوئی۔ "فَازَ رِضْوَانَ الْمَوْدُوْدِ" سے سالِ وفات ظاہر ہے۔ سیر الکاملین میں لکھا ہے۔

"وقتِ رحلت بہ فرزند خود فرمودند کہ حالا حجب بالکل مرتفع گشتند۔ چوں قاری بہ آیۂ شریفہ "فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ" رسید جان باجاناں سپر دند" یعنی وفات کے وقت اپنے صاحبزادے سے کہا۔ اب تمام پردے اٹھ گئے اور جب قاری اس آیت پر پہنچا "میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ" تو جان جاناں کے سپرد کر دی۔ شاہ عبد الغنی نے

لکھا ہے "سید احمد صاحب و مولوی اسماعیل شہید و دیگر اعزہ تجہیز و تکفین بر خود گرفتند" یعنی تجہیز و تکفین کا بار ان افراد نے اپنے اوپر لیا۔ لکھنؤ میں اکبری دروازے کے قریب جو کہ اب چوک کے نام سے مشہور ہے ایک چھوٹی مسجد شریف کے گوشہ میں مدفون ہوئے اور یہ مسجد شریف ٹیلہ پر ہے۔ آپ کی اہلیہ فیض جہاں دختر حضرت محمد مرشد بن محمد ارشد بن فرخ شاہ سعیدی مجددی تھیں آپ کے ایک صاحبزادے تھے زکی القدر ابو سعید اور دو صاحبزادیاں صفیہ اور امۃ العزیز۔

(بابائے سوم) حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید قدس سرہٗ

آپ کا اسمِ گرامی زکی القدر ہے جیسا کہ انساب الطاہرین میں ہے۔ کنیت ابو سعید ہے اور شہرت کنیت کی ہے۔ آپ کی ولادت دوسری ذی القعدہ سنہ ۱۱۹۶ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو ریاست رامپور میں ہوئی۔ "حافظ و عالم و ولی بادائے" سے سالِ ولادت ظاہر ہے۔ اور وفات حجازِ مقدس سے واپسی پر بروز شنبہ یکم شوال سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء ریاست ٹونک میں ہوئی۔ مولوی خلیل الرحمٰن قاضی ٹونک نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نواب صاحب اور علماء و عمائد اور اہالی شہر حاضر تھے۔ فرزند دوم شاہ عبد الغنی آپ کے ساتھ تھے وہ آپ کے تابوت کو دلی لائے۔ انساب الطاہرین میں ہے کہ شاہ احمد سعید نے تابوت شریف منگوایا تھا۔ مناقب احمدیہ میں ہے کہ چالیس دن کے بعد جب آپ کو تابوت سے نکالا معلوم ہو رہا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ آپ کے نیچے روئی بچھائی تھی۔ وہ نہایت معطر تھی۔ لوگ اس کو تبرک لے گئے۔ آپ کے وصال کی تاریخ مولوی حافظ خلیل[1] احمد مضطرب یحیوی مجددی نے حسب ذیل کہی ہے۔

امام و مرشد ما شاہ بوسعیدِ سعید	بروز عید چو شد واصل جنابِ خدا
دلِ شکستہ و مغموم گفت تاریخش	ستونِ محکمِ دینِ نبی فتادہ زپا
	۱ ۲ ۵ ۰

---

[1] آپ شاہ غلام علی سے بیعت تھے شعر و سخن میں اچھا ذوق تھا۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ دلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ۱۲۶۲ھ میں ان کی وفات ہوئی اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ قسمت کے بہت اچھے تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی حیات میں بیس سال پہلے اپنے واسطے یہ سردابہ بنایا تھا۔ پھر آپ نے اپنے مکان میں مدفون ہونے کی خواہش کی لیکن آپ اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے اور آپ کا سردابہ حضرت مضطرب کیلئے جائے سکون بنا اور وہ نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوْس کی کیفیت سے وہاں آرام کر رہے ہیں۔ رحمہ اللہ

نیک بخت امام اور مرشد شاہ ابو سعید عید کے دن جب خدا کے دربار میں جا ملے۔
رنجیدہ اور شکستہ دل نے ان کی تاریخ کہی۔ نبی کے دین کا ستون جڑ سے اکھڑ گیا۔

آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۳ سال دس ماہ ۲۸ دن اور شمسی حساب سے ۵۲ سال تین ماہ ۲۲ دن کی ہوئی۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قاری نسیم احمد سے فن تجوید حاصل کیا، آپ کی ترتیل وخوش الحانی مشہور تھی۔ اوائلِ عمر میں ضیاء النبی مجددی کے ساتھ لکھنؤ جانا ہوا وہاں جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے اس کے قریب کفایت اللہ مجذوب رہا کرتے تھے اور اکثر اوقات برہنہ ہوا کرتے تھے وہ جب آپ کو دیکھتے سترِ عورت فرماتے۔ کسی نے ان سے پوچھا کیا بات ہے کہ آپ اس شخص کو دیکھ کر سترِ عورت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا "وہ وقت آنے والا ہے کہ اُن کو منصب ملے گا۔ اور وہ مرجعِ اَقارِب ہوں گے" مجذوب نے آپ سے کہا "تحصیلِ علم سے جلد فارغ ہو، تم سے ارشادِ خلق وابستہ ہے" آپ نے مفتی شرف الدین، شاہ رفیع الدین اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد سے کتبِ متداولہ پڑھیں۔ اور اپنے ماموں اور اپنے پیر ومرشد حضرت شاہ غلام علی اور شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند حاصل کی ہے۔ آپ پہلے اپنے والد سے بیعت ہوئے۔ انھوں نے آپ سے کہا۔ تمہارا مرغِ ہمت بلند پرواز ہے۔ لہٰذا اس خاندان کے خلفاء سے تکمیلِ نسبت کرو۔ چنانچہ آپ حضرت شاہ درگاہی خلیفہ حضرت شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددی قدس اللہ اسرارہم سے بیعت ہوئے۔ بارہ سال تک فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے۔ شاہ درگاہی نے آپ کو خلافت عطا کی۔ اور اپنا جانشین بنایا۔ وہ آپ پر نہایت مہربان تھے۔ آپ کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا۔ جذبہ وشوق کے آثار آپ کے مریدوں میں ظاہر تھے۔ مع ہذا جب آپ مکتوبات شریف کا مطالعہ فرماتے تھے کمی کا احساس ہوتا تھا۔ کیونکہ نسبتِ مجددیہ میں یہ باتیں باقی نہیں رہتیں۔ بلکہ حضراتِ صحابہ کی طرح افسردگی میں عمر گزرتی ہے۔ اُن کا سماع قرآن مجید اور اُن کا حضورِ نماز اور ان کا طریقہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہوتا ہے۔ اتفاق سے اس دَوران میں آپ کا دلی آنا ہوا۔ آپ نے دلی سے حضرت قاضی ثناء اللہ کو پانی پت خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے محبت بھرا خط آپ کو لکھا اور آپ کو حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ۱۲۲۵ھ میں آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علی کی غلامی اختیار کی۔ یہ شعر آپ کے حسبِ احوال ہے۔

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم   سرزمینے بود منظور آسمانے یافتم

عشق کے سجدے کے لئے مجھے چوکھٹ مل گئی۔ مقصد سرزمین تھی آسمان مل گیا۔

شاہ غلام علی شاہ صاحب کا باطنی سلسلہ حضرت سیف الدین کو دو واسطوں سے پہنچتا ہے۔ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر اور حضرت سید نور محمد بدایونی وسائط ہیں اور آپ کا نسبی سلسلہ حضرت سیف الدین کو تین واسطوں سے پہنچتا ہے حضرت صفی القدر، حضرت عزیز القدر، حضرت محمد عیسٰی۔ لہٰذا شاہ صاحب آپ کے احوال پر خصوصی عنایات فرمایا کرتے تھے۔ ایکطرف آپ کی سچی محبت اور عقیدت اور دوسری طرف آپ کے حضرت مرشد کی عنایت اور شفقت لہٰذا سالوں اور مہینوں کے مراحل ہفتوں اور دنوں میں طے ہونے لگے اور کچھ ہی مہینے گزرے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عنایت کی اور سالکوں کی راہنمائی کا معاملہ آپ کے سپرد ہوا۔ شاہ صاحب کے آخری دَور کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردی اور سید اسماعیل مدنی نے آپ سے توجہات لی ہیں اور فوائد حاصل کئے ہیں۔

۱۲۳۰ھ میں آپ نے قرآن مجید نماز اوابین میں شاہ صاحب کو سنایا۔ شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ بتاؤ کیا آرزو رکھتے ہو۔ آپ نے عرض کی کہ میں آپ کی ضمنیت کا طلبگار ہوں۔ شاہ صاحب نے فرطِ محبت سے آپ کو اپنے مبارک سینہ سے چمٹا لیا اور دیر تک توجہاتِ خاصّہ سے سرفراز فرماتے رہے۔ اواسط ماہ جمادی الاولی ۱۲۳۲ھ میں آپ کو منصبِ قیّومیت کی بشارت دی۔

منصبِ قیّومیت آپ کا قیام لکھنؤ میں تھا کہ شاہ صاحب کی علالت شروع ہوئی۔ شاہ صاحب نے اس دَوران میں آپ کو دو خط تحریر فرمائے ہیں۔ ایک میں لکھا ہے "تعجب است کہ قصدِ آمدن اینجا نہ کردہ اند۔ فقیر را بہ حسبِ ظاہر صحت محال و افسوس کہ شما ایں قدر تاخیر می نمائید۔ ع خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند۔ می بینم کہ منصب آخر مقامات ایں خاندان عالی شان بہ شما متعلق و وابستہ شد و پیشتر ازاں در بیماری سابق دیدہ بودم کہ شما بر چارپائی ما نشستہ اید و قیومیت بہ شما عطا کردند" (آپ اس قدر تاخیر کر رہے ہیں کہ ع معشوق اس معاملہ میں تاخیر کرتے ہیں۔ مجھے نظر آرہا ہے کہ اس عالی خاندان کے آخری مقامات آپ سے متعلق اور وابستہ ہوگئے ہیں اور اس سے قبل پہلی بیماری میں میں نے دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور قیومیت تمہیں دیدی گئی ہے، اس خط کے

ملنے پر آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے خانقاہ اور مکانات آپ کے سپرد کئے اور آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ شاہ صاحب کی وفات ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ نو سال تین مہینے مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور جمادی الآخرہ ۱۲۴۹ھ میں اپنے دوسرے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کو لے کر حج کے واسطے روانہ ہوئے۔ حج اور زیارت سے مشرف ہو کر دلی تشریف لا رہے تھے کہ ٹونک میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ کا بڑا پاکیزہ خط تھا۔ آپ نے خوب جلی قلم سے ایک قرآن مجید لکھا ہے۔ پندرہ جمادی الآخر ۱۲۴۴ھ میں اس کی کتابت سے فارغ ہوئے ہیں۔ کاغذ کی لمبائی ساڑھے اکیس انچ اور چوڑائی ساڑھے گیارہ انچ ہے اور جدول کی لمبائی ساڑھے پندرہ انچ اور چوڑائی سوا سات انچ ہے۔ ہر صفحہ پر نو سطریں ہیں۔ کل آٹھ سو اٹھاسی (۸۸۸) صفحات ہیں۔ یہ مبارک مصحف مدینہ منورہ میں حضرت شاہ محمد مظہر کی رباط کے کتب خانہ میں ہے۔ اس عاجز نے اس مبارک مصحف کی زیارت یوم شنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۶۷ء میں کی۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ۔

آپ نے سلوکِ مجددیہ کا بیان "ہدایت الطالبین" میں کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ کتاب از امہاتِ کتب ہے۔ آپ کے خلفاء بہت تھے۔ مناقبِ احمدیہ اور ضمیمہ مقامات مظہری میں جن کا ذکر آیا ہے اُن کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں۔ ۱۔ میاں محمد اصغر ۲۔ ملاحسن بخاری ۳۔ موسیٰ حسام احمد ہراتی ۴۔ مولوی محب اللہ افغان ۵۔ میاں محمد جو ۶۔ میاں عظیم اللہ۔ انھوں نے میاں اصغر سے بھی استفادہ کیا ہے اور شاہ صاحب ان کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے "ایں خلیفہ میاں اصغر است۔" ۷۔ امیر باجوڑی ۸۔ مولوی محمد شریف ۹۔ ملا خدا بردی ۱۰۔ ملا علاء الدین ۱۱۔ ملا غلام محمد از ضلع اٹک ۱۲۔ ملا عبدالکریم ترکستانی ۱۳۔ شاہ سعد اللہ حیدر آبادی۔ ضمیمہ مقامات مظہری میں شاہ عبدالغنی نے ملا عبدالکریم ترکستانی اور شاہ سعد اللہ حیدر آبادی کے متعلق لکھا ہے "در خدمت حضرت ایشاں (شاہ صاحب) رسیدند۔ شروع سلوک از حضرت ایشاں (شاہ صاحب) کردند۔ بعدہ از ایشاں (شاہ ابو سعید) توجہات گرفتند و اجازت و خلافت یافتند" کمالاتِ مظہری کے حاشیہ پر شاہ صاحب نے لکھا ہے "من خلفائے ایشاں دیدہ ام حالات خوب دارند" خلافت نامہ کے آخیر میں آپ کی ہی مُہر ہے۔

اولاد آپ کی اولاد دو بیویوں سے ہے۔ پہلی بیوی زُبدہ دختر غلام صدیق پسر حضرت عظیم القدر مجددی اور ان سے ایک پسر شاہ احمد سعید اور ایک دختر مجیدہ اور دوسری بیوی حسینی

دختر میر بادشاہ پسر میر احمد مجددی اور اُن سے شاہ عبد الغنی اور شاہ عبد المغنی۔ رحمہم اللہ۔

حضرت شاہ عبد الغنی

آپ کی ولادت شب شنبہ ۲۵ رشعبان ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۹ رجون ۱۸۱۹ء کو محلہ مغلپورہ دلی میں ہوئی۔ مظاہر حلیم تاریخی نام ہے۔ اور سہ شنبہ ۷ محرم ۱۲۹۶ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ "شد اندر زمیں آفتاب علوم" سے سالِ وفات ظاہر ہے۔ یہ لاجواب تاریخی مادہ حضرت سیدی الوالد سے اس عاجز نے سنا ہے اور اس طرح نظم کیا ہے۔

۱۔امامِ زمن شاہِ عبد الغنی	شریعت پناہ و طریقت ارُدم[1]
۲۔چو ہفتِ محرم سہ شنبہ رسید	بہ جنّت برفت و برَست از ہموم
۳۔چہا والدم گفت سالِ وصال	شد اندر زمیں آفتاب علوم
	۱ ۲ ۹ ۶

۱۔زمانہ کے امام شاہ عبد الغنی شریعت کی پناہ گاہ اور طریقت کے سنگِ میل۔
۲۔جب ساتویں محرم منگل کا دن آیا تو جنّت کو روانہ ہوگئے اور غموں سے نجات پا گئے۔
۳۔میرے والد نے سالِ وفات کیا عمدہ کہا۔ علوم کا سورج زمین میں چلا گیا۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری مولانا حبیب اللہ سے اور باطنی اپنے حضرت والد سے حاصل کر رہے تھے کہ ۱۲۴۹ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ حرمین شریفین میں شیخ محمد عابد سندھی اور شیخ اسماعیل رومی سے حدیث کی اعلیٰ سند حاصل کی اور پھر دلّی آکر شاہ محمد اسحاق سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کے حضرت والد نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت دی اور وصیت فرمائی کہ اہلِ دنیا سے دُور رہو اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہٗ کے خلفاء سے راہِ سلوک کی تکمیل کرو۔ چنانچہ آپ نے دو تین مہینے اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ احمد سعید سے اور پھر مرزا عبد الغفور خورجوی سے راہِ سلوک آخر تک طے کیا۔

اوائل ۱۲۷۴ھ میں آپ نے حرمین شریفین کا قصد کیا اور اپنے برادرِ کلاں کے ساتھ آپ نے بھی ہجرت فرمائی۔ ۱۲۷۴ھ کا حج کر کے اواخر ربیع الاول یا اوائل ربیع الآخر تک مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں اقامت فرمائی۔ آپ حرم شریف نبوی میں حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے اسنادِ عالیہ کی وجہ سے دُور دراز ممالک سے اہلِ فضل و کمال آکر آپ کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے

---

[1] ارُدم بضم ہمزہ سنگے را گویند کہ در صحرا برائے اہتداء نصب کنند و بفتحِ ہمزہ اصلِ شجر را گویند۔

تھے اور آپ سے اجازت حاصل کر کے مراجعت کرتے تھے۔

آپ کی مقبولیت

ذی القعدۃ الحرام ۱۳۵۱ھ میں جبکہ طلبِ علم کے سلسلہ میں یہ عاجز مع برادرِ خورد مصر میں تھا تو محدثِ غرب حافظِ وقت شیخ عبدالحی کتانی رحمہ اللہ کی شہرت سُنی۔ اس عاجز نے ان کو ایک رقعہ ارسال کیا کہ حدیثِ مسلسل بالاوّلیہ کے استماع اور احادیثِ شریف کی اجازت کا خواہشمند ہوں۔ اس عاجز نے اپنا نام لکھ کر جدِ دوم حضرت شاہ احمد سعید تک اپنا نسب بھی لکھ دیا۔ چنانچہ آپ نے وقت دیا۔ اور اس وقت حدیث شریف سُنا کر جب اجازت نامہ دینے لگے تو کھڑے ہوگئے اور حاضرین کی طرف جو کہ بیشتر علمارِ ازہر تھے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔ اَلَا فَاشْھَدُوْا اِنِّیْ قَدْ اَدَّیْتُ الْاَمَانَۃَ اِلٰی اَھْلِھَا۔ فَاِنَّ وَالِدِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ سَمِعَ الْحَدِیْثَ المسلسلَ بِالْاَوَّلِیَّۃِ واخذ اجازۃ الحدیثِ عَنْ عَمِّ جَدِّہٖ (وَاَشَارَ اِلَیَّ) الشیخ عبد الغنی وھا اَنَا الیوم اَسْمَعْتُ الحَدِیثَ الی احفادِ ابنِ اَخِیہِ واجزتہما الاجازۃ العَامَّۃَ الخ یعنی اعوذ باللہ کے بعد اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانات کو ان کے اصحاب کے سپرد کرو۔ تم سب گواہ رہو کہ میں نے امانت اس کے اصحاب کے سپرد کر دی۔ میرے والد نے حدیثِ مسلسل بالاوّلیہ ان کے دادا کے چچا شیخ عبدالغنی سے سُنی تھی اور ان سے حدیث کی اجازت حاصل کی تھی۔ آج میں نے شیخ عبدالغنی کے برادر زادہ کے پوتوں کو وہ حدیث سنائی اور اُن کو اجازت عامّہ دی۔ الخ۔ اور اس کے بعد وہ بیٹھ گئے اور حضرت کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا بیان کرنے لگے۔ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَضِیَ عَنْہُمَا۔

مکارمِ اخلاق

یہ ایک حقیقت ہے کہ پروردگار جل شانہ نے آپ کو مکارمِ اخلاق سے متصف کیا تھا۔ سید احمد خاں رحمہ اللہ نے "آثار الصنادید" میں بالکل درست لکھا ہے "آپ بھی جناب شاہ ابوسعید صاحب کے فرزندِ ارجمند اور حقیقت میں فخرِ خاندان ہیں آپ کا طور ہی جدا ہے اور رنگ ڈھنگ ہی نرالا ہے" اور چند سطر کے بعد لکھا ہے "اوقات آپ کے ایسے خوب ہیں کہ اگلے زمانہ کے اچھے اچھے دیندار لوگوں کے بھی شاید ایسے ہوئے ہوں گے۔ مسجد میں بیٹھے رہنا اور طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو برتنا دن رات آپ کا کام ہے۔ خوشا حال اس شخص کا جو اپنے نبی کے طریقہ کو برتے اور دنیا و مافیہا سے خبر نہ رکھے۔ اس قدر اتباعِ سنّت اختیار کیا ہے کہ اگر آپ کو آسمان و زمین کے رہنے والے محی السنّۃ وقامع البدعۃ کہہ کر پکاریں تو بجا ہے"

اور لکھا ہے "ادنیٰ سنت کے ترک سے زیادہ کسی چیز کو برا نہیں جانتے۔ فنا فی السنت اور محو فی الشریعت اور شہسوار میدان طریقت ہیں۔ اگر پوچھو تو آپ کی ذات فیض آیا ت ہے۔ پس جس شخص کا ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں یہ حال ہو تو پھر خیال کرو کہ بڑی بڑی باتوں میں کیا درجۂ احتیاط اور کیا رتبۂ اتقا ہو گا۔" انتہٰی

اِس عاجز کے نزدیک سید احمد خاں کی تحریر میں قطعاً مبالغہ نہیں ہے۔ آپ کے اوضاع و اطوار ایسے پاکیزہ تھے کہ جو آپ کو دیکھتا تھا آپ کا گرویدہ ہو تا تھا۔ ہر فعل میں اور ہر وقت سنتِ مبارکہ کا خیال رہتا تھا۔ نہایت سادہ لباس پہنتے تھے۔ نہ جبہ نہ خصوصی دستار، ٹخنوں سے اوپر پاجامہ اور تن پر کرتا۔ احادیثِ شریفہ کی مزاولت سے آپ کی نسبتِ عالیہ میں اتنی لطافت آگئی تھی کہ ہر شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا تھا۔

آپ کی تالیفات

آپ نے سنن ابن ماجہ کا نہایت ہی لطیف حاشیہ لکھا ہے۔ اس کا نام "انجاح الحاجہ" ہے۔ اور آپ نے مکتوبات شریف کی تخریج احادیث کی ہے "مقاماتِ مظہری" کا تکملہ بھی آپ کی تالیف ہے "تحفۂ تیموریہ" اور "شفاء السائل" بھی آپ کے رسائل ہیں "فصاب الاحتساب" کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔

آپ کی منقبت

آپ کے رسالہ شفاء السائل پر ایک از خدا ناترس نے حاشیہ لکھا ہے اور آپ کو بُرا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اس عاجز نے حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے ۱۳۶۰ھ کو "القولُ السّنی فِی الذّبِّ عَنِ الشیخ عبد الغنی" لکھی۔ اِس کتاب کے شروع میں قدرے تفصیل سے آپ کے احوال لکھے ہیں۔ آپ کی وفات پر فضلائے حجاز نے جو مراثی کہے ہیں وہ بھی لکھ دیئے ہیں اور منقبت میں چند شعر اس عاجز کی زبان پر آئے تھے وہ بھی تحریر ہیں۔ اس منقبت میں سے چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

۱ چہ گویم وصف شہ عبد الغنی را	امام و مرشدِ دار نبی را
۲ اجازت یافت از مردانِ یکتا	خلافت یافت از پیرانِ والا
۳ ز اخلاقِ رذیلہ شد مُبرّیٰ	بہ آدابِ رسول اللہ مُحلّیٰ
۴ بہ احکامِ شریعت مردِ کامل	بہ اسرارِ طریقت فردِ کامل
۵ زباں در ذکرِ حق ہر آن جاری	دلش معمور از انوارِ باری
۶ ہمہ تن پائے در راہِ رضا بود	ہمہ تن گوش بر قولِ خدا بود
۷ ہمہ تن لب برائے ذکر سبحاں	ہمہ تن دیدہ بہرِ دیدِ جاناں

۸ نہ گفتے، نے برفتے، نے شنیدے	نہ دیدے گر رضائے حق نہ دیدے
۹ بظاہر پیکرش از خاک بودہ	بہ باطن کل ز نورِ پاک بودہ
۱۰ کجا ہند و کجا طیبہ بیندیش	سعادت یاور و اقبال در پیش
۱۱ بہ کوہ و دشت و دریا جادہ پیمود	بہ دارِ مصطفیٰ آنگہ بیاسود
۱۲ زہے قسمت کہ کامل بست و یک سال	سکونت کرد آنجا فارغ البال
۱۳ گہے ذکر و گہے تدریسِ تنزیل	گہے بحث از حدیث و جرح و تعدیل
۱۴ بدیں ساں عمر خود آنجا بسر کرد	ہزاراں بے ہنر را با ہنر کرد
۱۵ سلام از ما رسد ہر دم بہ جانش	الٰہی از تو رحمت بر روانش
۱۶ الٰہی آنچہ از احسان کردی	کرامتہا بہ وے ارزان کردی
۱۷ ازاں فیضان یک جرعہ عطا کن	ازاں عرفان یک لمعہ عطا کن
۱۸ نگاہِ لطف کن دل شاد گردد	تو لائے عزیزاں زید دارد

۱۔ میں شاہ عبدالغنی کی تعریف کیا کروں مدینہ طیبہ کے امام اور مرشد کی
۲۔ انھیں بے مثال بزرگوں سے اجازت حاصل ہوئی بزرگ پیروں سے خلافت حاصل ہوئی
۳۔ بُرے اخلاق سے پاک تھے۔ رسول اللہ کے آداب سے مزین تھے۔
۴۔ آپ شریعت کے احکام میں مردِ کامل تھے طریقت کے اسرار میں فردِ کامل تھے
۵۔ زبان ہر وقت ذکر اللہ سے جاری تھی اُن کا قلب اللہ کے انوار سے بھرا ہوا تھا
۶۔ وہ مجسم رضائے خداوندی کے راستہ پر قائم تھے ان کا کان ہر طرح سے خدا کے حکم پر تھا۔
۷۔ ان کا پورا جسم اللہ کے ذکر کے لئے ہونٹ تھا۔ وہ محبوب کے دیدار کے لئے مجسم آنکھ تھے۔
۸۔ وہ نہ کہتے، نہ چلتے، نہ سنتے نہ دیکھتے اگر اللہ کی رضامندی نہ دیکھتے
۹۔ بظاہر ان کا جسم خاک کا تھا لیکن حقیقت میں سب نُورِ پاک سے بنا تھا
۱۰۔ سوچو کہاں ہندوستان کہاں مدینہ طیبہ نیک بختی مددگار تھی اور نصیبہ سامنے تھا۔
۱۱۔ جنگل، پہاڑ اور دریا پار کئے پھر مصطفیٰ کے گھر میں آرام پایا۔
۱۲۔ کیا قسمت تھی کہ مکمل اکیس سال وہاں بے فکر زندگی گذاری۔
۱۳۔ کبھی اللہ کی یاد کبھی قرآن کا درس کبھی حدیث اور جرح و تعدیل کی بحث۔
۱۴۔ اس طرح وہاں عمر بسر کی ہزاروں بے ہنروں کو ہنرمند بنا دیا۔

۱۵- ہر آن ہمارا سلام ان کی رُوح کو پہنچے اے خدا اُن کی رُوح پر تیری رحمت ہو۔
۱۶- اے خدا جو تُو نے احسان کیا اور ان کو جو کرامتیں عطا کیں۔
۱۷- اُن فیوض سے ایک گھونٹ عطا کر دے اس عرفان سے ایک ٹکڑا عطا کر دے۔
۱۸- مہربانی کی نظر کر دے دل خوش ہو جائے زید کو عزیزوں کی دوستی پر بھروسہ ہے۔

اتباعِ سُنّت حضرات القدس کے حضرت حادیہ عشر میں شیخ بدر الدین نے حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرّہٗ کے احوال میں لکھا ہے: "رسالہ در باب منعِ اشارتِ سبابہ در تشہد بہ غایتِ متانت نوشتہ اند"۔ یعنی تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ نہ کرنے کے متعلق نہایت متین رسالہ لکھا ہے۔ آپ نے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے: "سوائے بخاری ہمہ محدثان روایتِ رفعِ سبابہ کردہ اند و سبابہ ازیں جہت مسبحہ نام یافتہ معلوم نیست چہ بہ خاطر آمدہ، بر قوتِ علمی مقابلۂ سنّتِ قائمہ کردہ شد"۔ یعنی بہ جز بخاری کے تمام محدثین نے التحیات میں انگشتِ شہادت اُٹھانے کی روایت کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس اُنگلی کا نام "مسبحہ" پڑ گیا ہے معلوم نہیں کہ ان کی خاطر میں کیا آیا کہ ایک سنت کا مقابلہ علمی قوت سے کر بیٹھے ہیں۔

اِس اُنگلی کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اشارہ کرنے کی وجہ سے اسلام میں مُسبِّحَہ اور سبّابہ کہا جاتا ہے یعنی تسبیح کرنے والی۔ دَورِ جہالت میں کسی کو گالی دیتے وقت اس انگلی سے اشارہ کیا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام سبّابہ پڑا یعنی گالی دینے والی۔

آپ کے مکاتیب آپ نے اس عاجز کے حضرت والد کو ایک خط لکھا ہے۔ اس سے آپ کے جذبات و خواہشات کا پتہ چلتا ہے اِس لئے نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبد الغنی فرزند عزیز مولوی ابو الخیر و الا شان سلام خوانند مکتوب شما رسید۔ از اشتغالِ ایشان بہ علومِ دینیہ و امورِ یقینیہ مسرور شدم۔ طُوْبٰی لِمَنْ آثَرَ مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی۔ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ۔[1] شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ۔ الحدیث

ہر کدام آئینہ مائل کہ ز فرصت ایں ہمہ غافلی   تو نگاہ دیدۂ بسمل مژہ واکن و بہ کفن درا

---

[1] وَنَسْاَلُ مَوْلَانَا الْکَرِیْمَ اِلٰھَنَا   یُصَیِّرُنَا مِمَّنْ یَظِلُّ بِظِلِّہٖ
بِجَاہِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمِیْنًا۔ (زید)

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔ ۲۶ رجب ۱۲۹۲ھ۔ اھ

(عبدالغنی کی جانب سے برخوردار مولوی ابوالخیر اور اُن کے والد کو سلام۔ تمہارا خط ملا....

تمہارے دینی علوم اور یقینی امور کی مشغولیت سے دل خوش ہوا۔ خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے باقی کو فانی پر ترجیح دی۔ سات شخص ہیں جن کو اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جب اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پایا) (تا آخر حدیث (شعر) آخر تم کونسے آئینہ پر مائل ہو گئے ہو کہ جس نے تم کو ان سب کی طرف متوجہ ہونے سے غافل کر دیا ہے۔ تم ہی کشتۂ ناشاد کی آنکھ کا نور ہو۔ اس کے پپوٹوں کو اٹھاؤ اور اس کی آنکھ میں سما جاؤ (یعنی جو عشق کے ہاتھ بسمل ہوا ہے اس کا کفن ہونا چاہیے۔ شاعر نے پپوٹوں کو نگاہ دیدہ کا کفن قرار دیا ہے) اللہ اپنی رحمتیں ہمارے آقا محمد اور ان کی آل پر نازل کرے اور سلام بھیجے۔ ۲۶ رجب ۱۲۹۲ھ)

آپ کے نہایت لطیف اور پُراز معانی خطوط کا نفیس مجموعہ حافظ محمد یعقوب مجددی رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا۔ انھوں نے وہ مبارک خطوط حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کو سنائے تھے۔ ان کا ارادہ ان کے طبع کرانے کا تھا لیکن ان کی وفات ہو گئی اور وہ خطوط ضائع ہو گئے۔ اس عاجز کے پاس آپ...... کے ہاتھ کے تحریر کردہ گیارہ خطوط ہیں۔ پانچ خانگی معاملات سے متعلق ہیں اور ایک نقل کیا جا چکا ہے۔ باقی پانچ درج ذیل ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبدالغنی۔ فرزند عزیز حافظ ابوالخیر و والد شاں سلام خوانند اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی عَافِيَتِكُمْ وَسَلَامَتِكُمْ۔ مکتوبِ شما رسید۔ خوش وقت ساخت۔ رَزَقَنِیَ اللّٰهُ وَاِيَّاكُمَا اتِّبَاعَ الشَّرِيْعَةِ السَّنِيَّةِ الْمَرْضِيَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَالسَّلَامُ۔ ۲۵ شعبان ۱۲۸۹ھ

عبدالغنی کی جانب سے فرزند عزیز حافظ ابوالخیر اور ان کے والد پر سلام۔ الحمد للہ تمہاری خیریت اور عافیت معلوم ہوئی۔ تمہارا خط ملا تم نے خوش وقت بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں مصطفوی پسندیدہ روشن شریعت کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے آنحضورؐ کے طفیل۔ والسلام

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبدالغنی ہمشیرۂ محترمہ اہلِ خانہ نواب قطب الدین خاں صاحب سلام مطالعہ فرمایند۔ از استماعِ رحلتِ دوست قدیم خود صدمہ بر دل رسید۔ لیکن چوں مُرادِ اوشاں.... و مرادِ ما موت در حرمین شریفین ہست وازیں معنی حمد خدا بجا آوردہ۔ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنَا بِفَرَطِنَا الصَّالِحِيْنَ بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالسَّلَامُ۔ ۲۵ شعبان ۱۲۸۹ھ

اپنے غمخواروں میں کس کس کو بھلایا دکریں   غم مجنوں کریں یا ماتم فرہاد کریں

عبدالغنی کی جانب سے ہمشیرہ محترمہ نواب قطب الدین صاحب کی اہلیہ کو سلام۔ پرانے دوست کی وفات کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا۔ لیکن چونکہ ان کی اور ہماری مراد حرمین شریفین کی موت ہے اس لئے اس حادثہ پر خدا کی حمد ادا کی۔ اے اللہ ہمیں ہمارے نیک پیشروؤں سے وابستہ کردے۔ حضور پیران کی اولاد اور اصحاب پر اور تمام انبیاء پر درود و سلام۔

(۴۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبدالغنی۔ فرزند عزیز میاں ابوالخیر و والد ایشان سلام خوانند۔ مکتوب ایشان مشعر وفات میاں خورشید احمد صاحب رسید۔ دعاہائے مغفرت در حق ایشاں نمودہ شد۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔ باید کہ پسماندگان عبرت بگیرند و موت را نصب العین دارند۔ ؎ اگرچہ ماند خضر لیک جاوداں نہ ماند۔

؎ نماند امروز کس غمخوار ایں بیمار سودائی   فغاں از بیکسی فریاد از بیداد تنہائی

صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ۔ والسلام۔ ۲۵ رجب سنہ ۱۲۹۰ھ

عبدالغنی کی جانب سے فرزند عزیز میاں ابوالخیر اور ان کے والد کو سلام۔ تمہارا خط میاں خورشید احمد صاحب کی وفات کی خبر کا پہنچا۔ انکے بارے میں دعائے مغفرت کی۔ اس میں ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جن کے دل ہوں یا وہ دھیان سے سنیں۔ پسماندگان کو چاہیئے کہ عبرت حاصل کریں اور موت کو نصب العین بنائیں۔ مصرع۔ اگرچہ خضر زندہ ہیں لیکن ہمیشہ زندہ نہ رہیں گے۔

اس بیمار سودائی کا کوئی غمخوار نہیں رہا۔ بیکسی اور تنہائی کی فریاد ہے۔

(۴۴) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عبدالغنی۔ فرزندی عزیزی مولوی محمد عمر و مولوی ابوالخیر سلام مطالعہ نمایند مکتوب ایشان در باب عزائے فرزندی نور اللہ مرقدہ رسید۔ الحمد للہ علی کل حال۔

ہرچہ بر تو آید از شادی و غم   ہم ز گستاخیست و بیباکیست ہم

وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرْضٰی۔ اگر ایمان است ہمہ احسان است۔ والسلام۔ ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ

عبدالغنی کی جانب سے فرزند عزیز مولوی محمد عمر اور مولوی ابوالخیر کو سلام۔ آپ کا خط میرے فرزند عزیز کی تعزیت کے سلسلہ میں موصول ہوا۔ ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے۔

شعر۔ تیرے اوپر جو غم و خوشی آتی ہے وہ گستاخی اور بیباکی کی وجہ سے ہے۔

خدا ہمیں اس چیز کی توفیق عطا فرمائے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے اگر ایمان ہے سب اس کا احسان ہے۔

(۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم - از عبد الغنی - عزیز از جان و دل مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
بعد از سلام سنتِ اسلام مکشوف باد. مکتوب محبت اسلوب در عین انتظار رسید مسرور ساخت درینجا
دو حادثہ عظیم در پیش آمدند یعنی بتاریخ ۹ ر ماہ ربیع الآخر امۃ کریم انتقال کرد کہ از چند ماہ مریض بود۔
و بعد پانزدہ روز شب جمعہ محمد موسیٰ انتقال کرد۔ روز چہار شنبہ برائے سبق ترمذی بہ خانۂ حاجی صاحب
رفتہ بود۔ بعد سبق سردی معلوم شد بہ خانہ آمد بخار شد شب دوم انتقال کرد۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
اللہ سبحانہ مغفرت فرماید۔ ۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۹۵ھ۔

عبد الغنی کی جانب سے۔ جان و دل سے زیادہ عزیز مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام سلام کے بعد جو اسلام کی سنت ہے۔ واضح ہو کہ محبت بھرا خط عین انتظار میں ملا۔ خوشی ہوئی یہاں دو بڑے حادثے پیش آگئے۔ ۹ ر ماہ ربیع الآخر کو امۃ کریم کی وفات ہوئی جو کہ چند ماہ سے بیمار تھیں اور پندرہ دن کے بعد جمعرات کو محمد موسیٰ کا انتقال ہو گیا۔ چہار شنبہ کو ترمذی کا سبق پڑھنے حاجی صاحب کے گھر گیا تھا۔ سبق کے بعد سردی لگی گھر آیا۔ بخار چڑھا۔ دوسری رات میں انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا مغفرت فرمائے۔

ذوقِ سخن

آپ احیاناً ذوقِ سخن بھی فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

کجا صوفی وصالِ یار ہیہات کہاں ممکن کہاں وہ ذاتِ بیچوں
غنیؔ تو عشق کا ہرگز نہ دم بھر کہ حیراں ہیں یہاں موسیٰ و ہاروں

آپ مُسندِ وقت تھے

حدیث شریف میں آپ مُسندِ وقت تھے۔ علمائے کرام نے آپ کی اسنادِ عالیہ کو کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ "الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی" تقریباً ساٹھ سال پہلے چھپ چکی ہے۔ اور مولانا ابو الفیض ابو الاسعاد عبد الستار صدیقی مہاجر مکہ نے "المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی" عربی میں لکھی ہے۔ سنہ ۱۳۸۵ھ میں اس عاجز نے مکہ مکرمہ میں ان کے نسخہ سے نقل کیا اور انہوں نے اس کو مطالعہ کیا اور صفحہ اوّل پر تصویب تحریر کی۔ رحمہ اللہ۔

آپ کے خُلفاء

آپ کے خلفاء کا حال تفصیل سے معلوم نہ ہو سکا۔ صرف سات صاحبان کے نام کا پتہ چلا ہے اور وہ یہ ہیں:-

(۱) جناب مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکہ (۲) شاہ ابو احمد مجددی بھوپالی (۳) شاہ رفیع الدین دیوبندی (۴) مولوی امین الدین نانوتوی (۵) نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ۔

(۶) میاں احمد جان دہلوی (۷) قاری رحیم بیگ دہلوی۔ پہلے چار حضرات سے طریقہ شریفہ کی اشاعت ہوئی ہے۔

اولاد آپ کے چھ صاحبزادے ہوئے۔ ۱۔عبداللہ ۲۔عبدالرحمٰن ۳۔اسماعیل ۴۔عبدالقادر ۵۔عبدالاحد ۶۔صالح۔ اور دس صاحبزادیاں ہوئیں۔

۱۔زینب ۲۔ام الفضل ۳۔ام کلثوم ۴۔امۃ اللہ کبریٰ ۵۔رقیہ ۶۔رابعہ ۷۔تقیہ ۸۔امۃ اللہ صغریٰ ۹۔میمونہ ۱۰۔امۃ الرحمٰن۔ سب صاحبزادے اور آٹھ تو صاحبزادیاں آپ کی حیات میں رحلت کر گئیں۔ رحمہم اللہ جمیعا۔

حضرت شاہ عبدالمغنی

آپ حضرت شاہ ابوسعید کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ولادت شریف لکھنؤ میں ۷ ربیع الآخر ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام فضل الرحمٰن ہے۔ بارہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی: اَبْرَدَ اللہُ قَبْرَہٗ وَثَرَاہٗ، تاریخ رحلت ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ محمد اور تاریخی نام مصباح المغنی۔ ابراہیمؒ۔ عائشہؒ۔ ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

شیخ حافظ مصباح المغنی

آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۲۷۲ھ میں خانقاہ شریف دلی میں ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد سے ایک ماہ بڑے تھے۔ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ پہلی جنگ عظیم میں مدینہ منورہ کو ترکوں نے لوگوں سے خالی کرایا۔ چنانچہ آپ اہل خاندان کے ساتھ ملک شام گئے۔ اور ۱۳۳۷ھ میں حمص میں وفات پائی۔ اور سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قرب میں مدفون ہوئے۔ رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔

آپ نے ایک صاحبزادی حبیبہ اور ایک ضخیم دیوان شعر، اپنی یادگار چھوڑی۔ صاحبزادی کی اولاد ہے۔ سلمہم اللہ۔ آپ کا تخلص مصباح تھا۔ نہایت پاک باطن اور صاف منش تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔

(بابائے دوم) حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ

آپ حضرت شاہ ابو سعید کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ کا اسم گرامی احمد سعید کنیت ابوالمکارم ہے۔ یکم ربیع الآخر ۱۲۱۷ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء ریاست رامپور میں ولادت ہوئی "مظہر یزدان" تاریخی نام ہے اور وفات ظہر و عصر کے مابین روز سہ شنبہ ۲ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ محراب نبوی میں جہاں آپ کے جد اکبر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تھی آپ کے جنازہ کی نماز ہوئی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گنبد سے متصل جانب قبلہ سپرد خاک ہوئے۔ حضرت شاہ محمد عمر نے "عَاشَ سَعِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا" سے سالِ وفات نکالا ہے۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۹ سال ۱۱ ماہ ایک دن۔ اور شمسی حساب سے ۵۸ سال ایک ماہ سترہ دن کی ہوئی۔

آپ کے مبارک احوال خوب تفصیل کے ساتھ آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ محمد مظہر نے "مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ" میں لکھے ہیں۔ پہلے فارسی میں جو ۱۲۷۷ھ میں دلی کے اکمل المطابع میں چھپی پھر عربی میں جو ۱۳۱۲ھ میں قزان میں چھپی۔ اور انساب الطاہرین میں اختصار کیساتھ اور ذکر السعیدین اور سیر الکاملین میں کچھ تفصیل سے آپ کا ذکر ہے۔ یہ عاجز ان کتابوں سے بطور اختصار کچھ احوال لکھتا ہے۔

رُشد و ہدایت کے آثار خورد سالی سے آپ میں ظاہر تھے۔ آپ کے نانا شاہ غلام صدیق نہایت بزرگ اور عالم باعمل تھے انھوں نے آپ کا مشرب معلوم کر کے آپ کا نام غلام غوث رکھا تھا۔ جس زمانہ میں آپ قرآن مجید حفظ کر رہے تھے۔ حضرت شاہ درگاہی کے پاس کبھی کبھی اپنے والد ماجد کے ساتھ جایا کرتے تھے وہ آپ کو محبت سے اپنے پاس بٹھاتے اور کلام پاک سنتے۔ جب آپ کے والد ماجد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کے لئے دلی تشریف لائے تو آپ بھی اُن کے ساتھ آئے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ شاہ صاحب آپ پر نہایت مہربان تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا۔ کسی نے نہ دیا۔ ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھ کو دے دیا۔ شاہ صاحب نے آپ سے کہا۔ حال کو قال کے ساتھ جمع کرنا چاہیئے۔ لہٰذا علماء سے علم ظاہر پڑھو۔ اور فرصت کے وقت حلقہ میں شریک ہوا کرو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ مجھ کو کثرت مستفیدین کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ ابھی میں کھڑا ہی ہوتا تھا کہ شاہ صاحب کی مجھ پر نظر پڑ جاتی تھی۔ آپ مجھ کو بلا کر

اپنے پاس بیٹھنے کو فرماتے اور میں آپ کی مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر شاہ صاحب بہ قوت تمام ایک ساعت توجہ دیا کرتے تھے۔

آپ نے شاہ صاحب سے تصوف کی کتابیں۔ رسالۂ قشیریہ۔ عوارف۔ الاحیاء۔ نفحات۔ رشحات مکتوبات۔ مثنوی معنوی وغیرہ اور حدیث میں مشکوٰۃ اور ترمذی۔ پڑھی۔ معقول کی کتابیں مولوی فضل امام سے اور باقی کتابیں مولوی رشیدالدین خاں سے پڑھیں۔ آپ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کبھی زیارت کے لئے اور کبھی برائے استفادہ۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے۔ اور تفسیر کلام الٰہی میں شاہ عبدالعزیز اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ تینوں بھائی صاحبِ نسبت و کشفِ صحیح تھے۔ اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ وہ میری تکریم کیا کرتے تھے اور نہایت محبت سے ملتے تھے۔ آپ نے رامپور میں مفتی شرف الدین اور شاہ سراج احمد مجددی سے بھی پڑھا ہے۔ شاہ سراج احمد آپ کے حضرت والد کے ماموں اور خواجہ محمد سعید کی اولاد میں سے تھے۔ حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت اُن سے لی جو کہ بطریق آبا رکرام حضرت مجدد کے واسطے سے روایت کی ہے۔ اور آپ نے لکھنؤ میں مولوی محمد اشرف اور مولوی نور سے بھی پڑھا ہے۔ مولوی محمد اشرف بڑے محقق اور مدقق تھے اور مولوی نورِ عالم اور صاحبِ نسبت تھے آپ نے حدیث شریف کی اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز سے حاصل کی ہے۔

حضرات نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک اول سے آخر تک حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے حاصل کیا ہے۔ اور شاہ صاحب ہی نے آپ کو خلافت عطا کی ہے چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے پدر بزرگوار سے بھی توجہات لی ہیں۔ اس واسطے شجرۂ شریفہ میں حضرت والد کا اسم گرامی لکھا ہے۔

حضرت شاہ محمد مظہر نے "مناقب احمدیہ" میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شاہ صاحب نے اواخر عمر میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور غالباً یہ رسالہ ۱۲۲۷ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس وقت حضرت والد ماجد کی عمر بیس سال کی ہو گئی تھی۔ اس رسالے میں جدامجد حضرت شاہ ابوسعید کے ذکر کے بعد آپ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے "حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابوسعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوالِ نسبت شریفہ قریب است بہ والد ماجد خود"

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کا یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس رسالہ کا کوئی نام نہیں تجویز فرمایا ہے۔ اس عاجز نے اس کا مطالعہ کیا

اور "کمالات مظہری" کا نام اس کے لئے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ اس کے سرورق پر یہ نام لکھ دیا ہے۔
جو عبارت شاہ محمد مظہر نے نقل کی ہے وہ اس رسالہ کے صفحہ ایک سو تینتیس پر ہے۔ یہ رسالہ ۱۸۵۷ء کے فتنہ فرنگ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اس وقت حضرات عالی قدر میں سے کسی نے حاشیہ پر لکھا ہے" دیز درجائے ارقام نمودہ اند فرزند ایشاں حضرت احمد سعید حافظ و عالم از پدر خود کم نیست اجازت تعلیم طریقہ ازیں فقیر دارد۔ انتہی منقول از عین مسودہ حضرت شاہ صاحب قبلہ است۔ ۱۲"

شاہ محمد مظہر نے اپنے حضرت والد کا یہ قول بھی لکھا ہے "دراں ایام بہ روز عید قربان در مجمع عام ایں سگ آستانہ، خود را بہ تشریف ملبوس خاص از قسم کلاہ و دستار و پیراہن مبارک از دست شریف خود پوشانیدہ بہ اجازت مطلقہ نواختند و دعا تا دیر فرمودند" اور اپنے حضرت والد کی یہ بات بھی لکھی ہے کہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت والد کا قیام دلی میں رہا اور ان کی جگہ پر میرا قیام لکھنؤ میں رہا۔ کچھ مدت کے بعد میں بھی دلی آ گیا۔ توجہات سالکین، تدریس علوم وغیرہ۔ افتا اور پنجوقتہ نماز کی امامت میں مصروف رہا۔ اسی زمانے میں حضرات عالی قدر کے مزارات شریفہ کی زیارت سرہند شریف جا کر کی۔

جانشینی

جمادی الآخرہ ۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد ماجد حج کے لئے روانہ ہوئے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی۔ حضرت شاہ صاحب نے پندرہ سال آپ کی ظاہری اور باطنی تربیت فرمائی تھی اور انتہائے محبت سے فرمایا تھا کہ میں نے لوگوں سے ایک لڑکا مانگا تھا۔ کسی نے اپنے بیٹے کو مجھے نہ دیا۔ ابو سعید نے میری طلب پوری کر دی۔ اور احمد سعید کو میرے حوالہ کر دیا۔ اس طرح آپ کو حضرت شاہ صاحب کی اِبنیّت کا مقام حاصل ہوا۔ اب جب کہ شاہ صاحب کی مسندِ ارشاد آپ کو ملی تو شاہ صاحب کی تربیت اور ابنیّت نے اپنا رنگ دکھایا۔ اور اطراف واکناف سے خلقِ خدا آ کر مستفید ہونے لگی۔ چوبیس سال سات مہینے اور کچھ دن، دریائے فیضان جاری رہا۔

فرنگ کی غداری

اواخر محرم ۱۲۷۴ھ میں فرنگ خذلہم اللہ کی فوجیں دلی میں داخل ہو گئیں۔ اور خونِ مسلم کی ارزانی ہوئی۔ فَیَا لِلّٰہِ مِنْ رَزِیَّۃٍ۔ (کس قدر مصیبت تھی)۔

نمی دانم حدیثِ نامہ چون است ہمیں دانم کہ عنوانش زخون است

(مجھے معلوم نہیں خط میں کیا لکھا ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ سرنامہ خون سے لکھا ہے)

ہجرت

اس ہنگامۂ دار و گیر میں آپ اہل و عیال و فقرائے باب اللہ کو لے کر خانقاہ شریف سے صفدر جنگ یعنی مقبرۂ منصور روانہ ہوئے۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں

چھوٹے بڑے۔ مرد وزن۔ تقریباً ایک سو نفر کا ملجا اور مامن آپ کی ذات تھی اور آپ کی نظر سوئے پروردگار جل شانہٗ منصور کے مقبرہ میں دو چار دن توقف فرما کر مہرولی کا قصد فرمایا۔ اور وہاں آستانہ قطب الاقطاب میں قیام کیا۔ وہاں طاعون کی وبا کا اثر تھا۔ لہٰذا چوتھے دن پھر صفدر جنگ تشریف لائے۔ وہاں شب جمعہ چہارم صفر ۱۲۷۵ھ آپ کی اہلیہ مبارکہ جناب امۃ الفاطمہ دختر جناب نثار حسن پسر جناب نثار احمد یحیوی مجددی کی روح پاک بارگاہِ قدس کو پرواز کر گئی۔ اس ہنگامۂ رستخیز میں نہایت خوبی کے ساتھ تجہیز و تکفین ہوئی اور سید السادات حضرت نور محمد بدایونی کے مزار شریف کے جوار میں جانب شرق مدفون ہوئیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔ حضرت سید السادات کا مزار بستی حضرت نظام الدین سے جانب جنوب بہ فاصلہ ایک تیر پرتاب واقع ہے۔ حضرت سیدی الوالد اس جگہ کی خدمت کرتے تھے۔ سنگ خارا کا احاطہ بنوایا۔ فرش سنگ سرخ کا رکھا جس کو ۱۹۴۷ء کے حوادث میں ہنادکرنے اکھیڑ لیا۔ پھر اس عاجز نے وہاں کی درستی کرائی۔ اور احاطہ کے نصف حصہ کا فرش سیمنٹ کا بنوایا۔ وفقنا اللہ لمرضاتہ۔

آزمائش پروردگار جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔ البتہ ہم آزمائیں گے۔ تم کو تھوڑے سے ڈر اور بھوک اور جان و مال اور میووں کے نقصان سے اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو۔ یہ مناقب احمدیہ میں لکھا ہے۔ دورانِ سفر میں یعنی جب سے کہ آپ خانقاہ شریف سے نکلے اور جب تک کہ آپ دیارِ حضرت محبوب رب العلمین (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچے۔ آپ کے معمولات مبارکہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حسب سابق اشتغال بہ حلقہ و اوراد رہا۔ اور جس جگہ بھی آپ فروکش ہوتے تھے۔ اذان و اقامت و جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے۔ ذکر السعدین میں مقبرہ صفدر جنگ کا عظیم واقعہ لکھا ہے۔ کہ وہاں ایک انگریز افسر مع چند سوار کے مسلح آیا اور آپ سے کہا۔ میں تم کو اپنے ساتھ لے جا کر ذلت سے پھانسی دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا ہم چلتے ہیں۔ پھر آپ نے خادم سے کہا۔ سواری لاؤ اور اس میں وظیفہ کی کتاب اور اشیائے ضروری رکھو۔ چنانچہ سواری آئی۔ اور آپ سوار ہوئے۔ ضروری سامان ساتھ لیا۔ آپ کے دونوں برادر اور ہر سہ پسر اور مولف ذکر السعدین آپ کے پوتے اور سب مریدین سواری کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ انگریز افسر کھڑا ان سب باتوں کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس پر ہیبت طاری ہوئی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ اور ایک سوار کی زبانی کہلا بھیجا۔ "پیر صاحب سے کہو آپ ٹھیریں" چنانچہ آپ سواری سے اتر کر اپنے معمولات میں معروف ہوئے۔

اللہ کی مدد آپ پر آزمائش کا دور آیا۔ بے سروسامانی کی حالت میں ایک سو نفوس کو لے کر گھر سے نکلے

مقبرۂ صفدر جنگ اور مہرولی کے راستہ میں ڈاکوؤں سے بھی واسطہ پڑا' دُبا سے بھی تکلیف پہنچی۔ اہلیہ مبارکہ کی رحلت ہوئی۔ اور تختۂ دار تک لے جانے کے لئے انگریز افسر بھی پہنچ گیا۔ جب بالکلیۃ تمام سہارے بجز پروردگار کے سہارے کے منقطع ہو گئے تو اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْن کا ظہور ہوا اور بَشِّرِ الصَّابِرِیْن کی نوید نے رنگ ہی بدل دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہوئی۔ کہ مہرولی سے واپسی کے وقت انگریزی فوج میں پٹھان سپاہیوں کے افسر نورنگ خاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپکو مہرولی سے مقبرۂ صفدر جنگ بہ حفاظت لائے۔ آپکو مقبرۂ صفدر جنگ میں ٹھیرایا اور خود فوج کے انگریز بڑے افسر کے پاس پہنچے اور اس سے آپ کے اور آپ کے تمام رفقاء کے واسطے پروانۂ راہداری حاصل کیا۔ کہ آپ براہ پنجاب و سندھ حجاز مقدس بہ آرام جاسکتے ہیں۔ دو چار دن اس کام میں لگے۔ پھر نورنگ خاں آپ کو چھاؤنی لے گئے۔ دہاں آپ نے تین دن قیام کیا۔ انگریز افسروں کے سامنے بہ اذان و اقامت نماز بہ جماعت ہوتی تھی اور باقاعدہ حلقہ و توجہ ہوا کرتا تھا۔ انگریز اس کیفیت کو دیکھتے تھے اور متحیر تھے۔

ع "دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست"

(جب دوست مہربان ہو دشمن کیا کر سکتا ہے)

نورنگ خاں آپ کے خلیفۂ جلیل القدر حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ ورضی عنہ سے بیعت تھے۔ وہ کلاچی گنڈہ پوران ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کے رہنے والے تھے۔ آپ تین دن ان کے پاس چھاؤنی میں رہے۔ اور پھر پانی پت۔ کرنال۔ انبالہ کے راستے لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب آپ لدھیانہ پہنچے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک پٹھان فوجی افسر کو آپ کی خدمت میں بھیجدیا وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ صاحب زادہ خورشید احمد مجددی اسیر فرنگ ہو گئے ہیں۔ یہ صاحبزادے آپ سے بیعت تھے۔ آپ نے پٹھان فوجی افسر سے اُن کے متعلق کہا۔ اور اُس افسر کی کوشش سے خورشید احمد کو رہائی ملی۔ اور وہ بھی آپ کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔

ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچنا

جب یہ مبارک قافلہ لاہور پہنچا آپ کے خلیفہ حاجی دوست محمد کے افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ اور آپ کے سارے قافلہ کو لے کر ڈیرہ اسماعیل خاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈیرہ اسماعیل خاں سے دو تین منزل پہلے خود حاجی صاحب مع رفقاء کے آپ کے استقبال کو آئے اور خیر سے سارے قافلہ کو اپنی خانقاہ لے گئے۔ جو موسیٰ زئی' قریب ڈیرہ اسماعیل خان میں ہے۔ وہاں تین مہینے سب کا قیام رہا جناب حاجی صاحب نے اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں نہ صرف تنہا آپ کی بلکہ آپ کے تمام

اہلِ قافلہ کی جو خدمت کی ہے لائق صد ستائش ہے۔ پروردگار اُن کو اجرِ کثیر دے اور انکے مراتب میں اضافہ فرمائے۔

خانقاہ کی تفویض

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ نے موسیٰ زی میں ایک خط ہندستان اور افغانستان کے مخلصین کے نام فارسی میں لکھا ہے۔ اس مکتوب گرامی کو شاہ محمد مظہر نے مناقب احمدیہ میں نقل کیا ہے۔ آپ نے اس خط میں حمد و صلاۃ کے بعد لکھا ہے کہ مدت سے حرمین شریفین جانے کی خواہش دل میں تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ شاملِ حال ہوا۔ اور میں مع اہل و عیال وہاں جا رہا ہوں۔ اللہ خیر سے پہنچائے۔ میں اپنے تمام مریدوں سے جو کہ ہندوستان اور افغانستان میں رہتے ہیں۔ یہ بات کہتا ہوں کہ وہ میرے خلیفہ مقبول بارگاہِ احد حاجی دوست محمد کو میرا قائم مقام سمجھیں۔ اور اُن سے توجہات لیں وہ علی الاطلاق میرے خلیفہ ہیں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے وہ شخص خوش نصیب ہے جو اُن کی پیروی کرے۔ وہ جس کام کو کہیں اس کو کرے اور اُن کی مخالفت نہ کی جائے۔ اے پروردگار تو حاجی صاحب کو ہادی اور مہدی بنا۔ ہمیشہ ان سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ اُن کی عمر میں رُشد و صلاح و فلاح میں برکت عطا کر بجاہِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اللہ کی رحمت اس بندہ پر ہو جو آمین کہے۔ والسلام۔

اور آپ نے ایک تحریر لکھ کر حاجی صاحب کو دی۔ اس میں لکھتے ہیں۔ کہ میں دِلّی کی خانقاہ شریف و تسبیح خانہ اور دیگر مکانات حاجی صاحب کے حوالہ کرتا ہوں۔ ان کو اختیار ہے کہ وہ خود جاکر وہاں قیام کریں یا اپنے کسی خلیفہ کو وہاں رکھیں۔

حاجی صاحب کی ایک خانقاہ افغانستان کے علاقہ میں تھی۔ اور دوسری خانقاہ موسیٰ زی میں تھی جو افغانستان اور ہندوستان کی سرحد پر ہے۔ حاجی صاحب نے اس دوسری خانقاہ کو اپنا مسکن بنایا تھا جب اُن کے پیر و مرشد نے دِلّی کی خانقاہ اُن کے سپرد کی۔ تو انھوں نے اپنے خلیفہ پاک باطن مولوی رحیم بخشؒ پنجابی کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ میں ان کو دلّی کی

ؒ مولوی رحیم بخش پنجاب کے رہنے والے نہایت پاک طینت فرشتہ خصلت شخص تھے۔ حاجی صاحب سے بیعت ہوئے اور مراتب عالیہ کو پہنچے۔ جب حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچے ہیں مستقبلین کی صف میں مولوی صاحب بھی تھے۔ حاجی صاحب نے دلّی کی خانقاہ شریف کے واسطے ان کو تجویز کیا حضرت پیر و مرشد نے اُن کی تجویز کو پسند کیا۔ اور مولوی صاحب دِلّی روانہ ہوگئے۔ ۱۲۷۳ھ سے ۱۲۸۲ھ تک خانقاہ شریف ان کی ذات ستودہ صفات سے آباد رہی۔ آخر یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کی نوید سنی اور راہی ملک بقا ہوئے۔ اُن کے مخلصین نے اُن کو حضرت مرزا جان جاناں مظہر قدس سرہٗ کے مزار سے متصل جانب شرق سپرد خاک کیا۔

(باقی آگے)

خانقاہ شریف کی خدمت کے واسطے مناسب سمجھتا ہوں۔ حاجی صاحب کی پسند کو اُنکے پیر و مرشد نے بھی پسند فرمایا۔ اور مولوی رحیم بخش صاحب اسی وقت خیر سے دلی کو روانہ ہوئے اور خانقاہ شریف میں آکر مقیم ہوئے۔

وصول بہ مدینۃ الرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ڈیرہ اسماعیل خاں سے کشتی کے ذریعہ یہ مبارک قافلہ بمبئی کو پہنچا۔ اور وہاں سے بادبانی جہاز میں ماہ شعبان میں جدہ روانہ ہوا۔ یہ جہاز آخر شوال میں جدہ پہنچا۔ خیر و خوبی سے ۱۲۷۴ھ کا حج ہوا۔ تین مہینے مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ اس دوران میں اکثر آپ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

زمہجوری برآمد جانِ عالم ترحّم یا نبی اللہ ترحّم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمہجوراں چرا فارغ نشینی

فراق کی وجہ سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ اے اللہ کے نبی رحم کیجئے، رحم کیجئے
آپ تو جہانوں کے لئے باعثِ رحمت ہیں مہجوروں کی جانب سے بے فکر ہو کر کیوں بیٹھ گئے

ماہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ میں مدینہ منورہ کی حاضری ہوئی۔ اور آخیر وقت تک وہاں قیام رہا۔ اس عاجز کے جدِّ امجد نے اپنے برادر طریقت مولانا سید عبدالسلام ہسوی قدس سرہٗ کو جو کہ آپ کے پدر بزرگوار کے خلیفۂ جلیل القدر ہیں۔ مکہ مکرمہ سے ایک خط ارسال فرمایا یہ خط مع دیگر خطوط مبارکہ کے جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے پاس محفوظ ہے۔ انھوں نے اس خط کی نقل اس عاجز کو دی ہے۔ خط طویل ہے اور فارسی میں ہے کچھ حصہ کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(باقی صفحہ گزشتہ)
اُن کی قبر جس جگہ بنائی گئی ہے وہ کسی دیوار کی بنیاد ہے۔ جو سنگِ خارا کے ٹکڑوں سے چُنی ہوئی ہے۔ اس بات کا علم اس عاجز کو اُس وقت ہوا۔ جب مجر شریف کے چاروں طرف کا فرش یہ عاجز درست کرا رہا تھا۔ شنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۵۸ء کو یہ واقعہ پیش آیا کہ مزدور مولوی رحیم بخش کے سرہانے کی طرف سے سنگ خارا کا ایک بہت بڑا پتھر نکال رہے تھے۔ اس پتھر کے نکالتے وقت ایک چھوٹا سا ٹکڑہ سنگ خارا کا اپنی جگہ سے سَرک گیا۔ مزدوروں نے اسے بھی نکال دیا۔ اس کے نکلنے سے مولوی صاحب کی قبر میں سرہانے کی طرف سے دو تین انچ کا چھید ہوگیا۔ اس چھید میں سے نہایت عمدہ خوشبو کی لپٹ نکلی جس کی مہک چاروں طرف تقریباً دس دس گز پھیل گئی۔ منصور راج نے اس چھید سے جھانکنا چاہا۔ اس عاجز نے منع کیا۔ اور اُسی وقت اُس چھید کو گارے سے بند کرایا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت آٹھ دس افراد فاتحہ پڑھنے آئے اور انھوں نے خوشبو کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کہاں سے آرہی ہے۔ راج مزدوروں نے اُن سے حقیقت کا اظہار نہیں کیا۔ اور کچھ کہہ کر اپنے کام میں لگ گئے۔ مولوی صاحب کا سالِ وصال: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ‌۔ سے ظاہر ہے جو کہ ۱۲۸۳ھ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ رَحِمَهُ اللهُ وَرَضِيَ عَنْهُ

"ابتدائے سفر سے انتہائے سفر تک یعنی پنجاب کی حدود سے مدینہ منورہ پہنچنے تک ہر جگہ کے عمائد و شرفا و امراء و علماء و مشائخ آپ کی طرف راجع ہوئے۔ بیشمار افراد آپ سے بیعت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ترک اور عرب سینکڑوں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ عوام و خواص کے لئے آپ کی ذاتِ گرامی مرجع بن گئی تھی۔ آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر دیکھنے والے متحیر رہ جاتے تھے۔

اور تحریر فرمایا ہے: "اگر آپ کی حیات وفا کرتی اور اس ملک میں کچھ عرصہ تک بہ قیدِ حیات رہتے تو یقیناً آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی۔ اب تک دور دراز ملکوں سے ترک اور عرب آتے ہیں اور حرمان و مایوسی کے پتھروں سے اپنی عقیدت و اخلاص کے سر کو پھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اور تمام پیرانِ عظام قدس اللہ اسرارہم کے فیوض و برکات سے ان گمنام عاجزوں کو سرفراز فرما کر خاندانِ مجددیہ کے چراغ کو قیامت تک روشن رکھے۔ اور فیوض کا یہ دروازہ ہمیشہ کھلا رہے۔"

سیر الکاملین میں لکھا ہے۔ کہ مدینہ منورہ کے پاشا (گورنر) اور کبراء تجہیز و تکفین کے لئے آئے اور آپ کے جنازہ پر لوگوں کا اتنا اجتماع ہوا کہ اہلِ مدینہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے اتنی خلقت کسی کے جنازہ پر نہیں دیکھی ہے۔ رحمۃ اللہ۔

قصیدہ

حضرت کا قیام مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں صرف دو سال رہا۔ اور اس دو سال میں جو مقبولیت خاص و عام میں آپ کو حاصل ہوئی، اس کا کچھ اندازہ اس قصیدۂ رائیہ سے ہوتا ہے۔ جو کہ السید الشریف عبد الجلیل برّادہ نے کہا ہے۔ سید عبد الجلیل نے آپ کے احوال اور کیفیات کو نہایت اچھے پیرایہ سے بیان کیا ہے۔ اہلِ علم پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔

۱۔ كَذَا فَلْيَكُنْ سَعْيُ الْفَتَى لِلْمَآثِرِ	وَتَجْدِيْدِ أَعْلَامِ الْمَعَالِي الدَّوَاثِرِ
۲۔ لَعَمْرُكَ هٰذَا الْفَخْرُ لَا مَا تَعُدُّهُ الْـ....	ـمُلُوْكُ ذَوُوا التِّيْجَانِ يَوْمَ التَّفَاخُرِ
۳۔ وَمَنْ مِثْلُ سُلْطَانِ الطَّرِيْقَةِ أَحْمَدٍ	سَعِيْدٍ جَلَى الْأَبْصَارَ قُلْ وَالْبَصَائِرِ
۴۔ مُنَوِّرِ أَقْطَارِ الْبِلَادِ بِذَاتِهِ	وَأَوْلَادِهِ الْغُرِّ الْكِرَامِ الْأَكَابِرِ
۵۔ هُوَ الشَّمْسُ فِي وَسَطِ السَّمَاءِ بِنُوْرِهَا	تَبَدَّتْ وَنَجْمُ الْهُدٰى يَبْدُوْ لِنَاظِرِ
۶۔ هُوَ الطَّوْدُ حِلْمًا رَاسِخًا فِي وَقَارِهِ	هُوَ الْبَحْرُ عِلْمًا ذَاخِرًا بِالذَّخَائِرِ
۷۔ وَكَنْزٌ لِأَهْلِ الْفَقْرِ أَصْبَحَ مُغْنِيًا	فَيَا حَبَّذَا كَنْزٌ لِسَدِّ الْمَفَاقِرِ
۸۔ عَلٰى نَهْجِهِ إِنْ شِئْتَ تَظْفَرُ بِالْمُنٰى	وَمِنْهَاجِهِ فَاسْلُكْ سَرِيْعًا وَبَادِرِ

۹۔ عَلٰی سَیْرِہٖ سِرَّانِ قَدَرْتَ مُشَیِّدًا ... مَجْدًا وَعِنْدِیْ اَنْتَ لَسْتَ بِقَادِرٖ

۱۰۔ فَذَاكَ إِمَامُ الْعَصْرِ اَوْحَدُ دَهْرِهٖ ... فَمَا شَا يُضَاهِي فِي الْمَلَا بِمَنَاظِرٖ

۱۱۔ لَهُ الرُّتْبَةُ الْعُلْيَا الَّتِیْ دُوْنَ نَيْلِهَا ... لِمَنْ رَامَهَا لَا شَكَّ شَقُّ الْمَرَائِرٖ

۱۲۔ وَكَيْفَ لِرَبَّاتِ الْخُدُوْرِ وَاِنْ سَمَتْ ... مُبَارَزَةُ الْأُسْدِ اللُّيُوْثِ الْخَوَادِرٖ

۱۳۔ فَكَمْ حَائِرٍ لَا يَهْتَدِیْ لِسَبِيْلِهٖ ... أَتَاهُ فَوَافَاهُ الْهُدٰى بِالْبَشَائِرٖ

۱۴۔ وَكَمْ وَارِدٍ لِلْفَيْضِ يَطْلُبُ هَائِمًا ... أَتَاهُ فَأَمْسٰى جَامِلًا لِلْمَصَادِرٖ

۱۵۔ وَكَمْ مُسْتَغِيْثٍ فِیْ دُجَى اللَّيْلِ اَمَّهُ ... فَصَادَفَ مِنْ إِحْسَانِهٖ غَوْثَ نَاصِرٖ

۱۶۔ وَكَمْ مِنْ مُرِيْدٍ يَشْكُوْ مَرِيْدَهٗ ... فَخَلَّصَهُ مِنْ شَرِّ اَخْبَثِ مَاكِرٖ

۱۷۔ تَطِيْفُ بِهٖ عِنْدَ الْمَسَاءِ وَغُدْوَةً ... رِجَالٌ تَحَامَوْا عَنْ قَبِيْحِ الْمَتَاجِرٖ

۱۸۔ وَيُسْعِدُهُمْ مِنْ نَظْرَةٍ بَعْدَ نَظْرَةٍ ... بِاَعْلٰی مَقَامٍ جَلَّ عَنْ وَصْفِ شَاعِرٖ

۱۹۔ فَيَفْتَحُ مِنْ اَغْلَاقِ حِصْنِ قُلُوْبِهِمْ ... مَغَالِيْقَ تُمْلٰی مِنْ صُنُوْفِ الْجَوَاهِرٖ

۲۰۔ وَلَا زَالَ مِنْ خَمْرِ الْوِصَالِ عَلَيْهِمُوْ ... يُدِيْرُ كُئُوْسًا كَالشُّمُوْسِ النَّوَافِرٖ

۲۱۔ إِذَا جَنَّهُمْ لَيْلٌ تَجَافَتْ جُنُوْبُهُمْ ... يَسِيْلُوْنَ دَمْعًا مِنْ عُيُوْنٍ سَوَاهِرٖ

۲۲۔ سُكَارٰی وَمِنْ اَنْظَارِهٖ فِیْ وُجُوْهِهِمْ ... عَلَامَاتُ صَحْوٍ غُيِّبَتْ فِی السَّرَائِرٖ

۲۳۔ وَيَنْقُلُهُمْ مِنْ حَالَةٍ بَعْدَ حَالَةٍ ... يُرَقِّيْهِمُوْ فِی الْقُرْبِ اَسْنَى الْمَنَابِرٖ

۲۴۔ هُمُ الْقَوْمُ حَقًّا لَيْسَ يَشْقٰی جَلِيْسُهُمْ ... وَيَسْعَدُ مَنْ يَلْقَاهُمُوْ فِی الْمَحَاضِرٖ

۲۵۔ فَبَادِرْ إِلَيْهِ وَاغْتَنِمْ قُرْبَ وَصْلِهٖ ... وَنَافِسْ إِذَا مَا نِلْتَ ذَاكَ وَفَاخِرٖ

۲۶۔ وَلُذْ كُلَّمَا نَابَتْكَ فِی الْكَوْنِ حَاجَةٌ ... بِاَعْلٰی جَنَابٍ مِنْهُ فِیْ دَفْعِ ضَائِرٖ

۲۷۔ وَمِنْ حُبِّهٖ كُنْ دَائِمًا مُتَمَسِّكًا ... يَفُحْ مِنْكَ عَرْفٌ فَاقَ طِيْبَ الْمَجَامِرٖ

۱۔ بڑائیوں کے حصول اور بلندیوں کے مٹنے والے آثار کی تجدید کے لئے نوجوان کی کوشش ایسی ہی ہونی چاہئے۔

۲۔ تیری جان کی قسم اصل فخر یہی ہے نہ کہ وہ جو تاج والے بادشاہ باہمی فخر کرتے وقت ذکر کرتے ہیں۔

۳۔ کون ہے طریقہ کے شہنشاہ احمد سعید کی طرح جنھوں نے بینائیوں اور بصیرتوں کو جلا بخشا۔

۴۔ وہ اپنی ذات اور اپنی باعزت شریف بزرگ اولاد کے ذریعہ شہروں کے اطراف کو منور کرنے والے ہیں

۵۔ وہ صبح اپنے نور کے آسمان میں سورج ہے جو ظاہر ہے اور ہدایت کا ستارہ دیکھنے والے کیلئے ظاہر ہو جاتا ہے

۶۔ وہ پہاڑ ہے پکی بردباری کے اعتبار سے اپنے وقار میں وہ علم کے اعتبار سے سمندر ہے جو ذخیروں کیلئے جامع ہے

۷۔ وہ خزانہ ہے جو محتاجوں کو بے نیازی بخشتا ہے۔ وہ ضرورتوں کو پورا کرنے کا کیسا اچھا خزانہ ہے۔
۸۔ اس کے راستہ سے تم مقصد کو پہنچو گے۔ اس کے راستہ پر جلد چلو اور بڑھو۔
۹۔ تیار ہو کر اس کی رفتار پر چلنے کی کوشش کرے اور میرے نزدیک تو اس پر قادر نہیں ہے۔
۱۰۔ یہ زمانہ کے امام اپنے زمانہ کے یکتا ہیں۔ یہ بعید ہے کہ ان کو کسی نظیر سے مشابہ کیا جائے۔
۱۱۔ ان کو وہ بلند رتبہ حاصل ہے کہ اس کے ورے جو اس کو حاصل کرنے کا ارادہ کرے پیّتوں کو پھاڑتا ہے۔
۱۲۔ کیونکر ممکن ہے پردہ نشین عورتوں کیلئے اگرچہ وہ بلند ہوں حیران شیروں سے مقابلہ۔
۱۳۔ بہت حیران ہیں جو اپنا راستہ نہیں پاتے وہ انکے پاس پہنچے تو ہدایت خوشخبری لیکر انکے پاس پہنچی۔
۱۴۔ بہت فیض کے طالب پیاسے ان کے پاس آئے اور بہت سے گھاٹ لے کر واپس ہوگئے۔
۱۵۔ بہت سے فریادی رات کی تاریکی میں ان کے پاس آئے انھوں نے انکے احسان سے مددگار کی مدد حاصل کی۔
۱۶۔ بہت سے مُرید ہیں جنہوں نے اپنے سرکش شیطان کی شکایت کی انھوں نے انکو خبث مکار سے نجات دلا دی۔
۱۷۔ شام اور صبح کو چکر کاٹتے ہیں ایسے اشخاص جو بُرائی سے باز رہتے ہیں۔
۱۸۔ پے در پے نظر کے ذریعہ اُن کو ایک ایسے مقام کی سعادت عطا کرتے ہیں جو شاعر کے بیان سے باہر ہے۔
۱۹۔ ان کے دلوں کے قلعہ کو ایسی کنجیوں سے کھول دیتے ہیں جو قسمہا قسم کی جواہر سے پُر ہیں۔
۲۰۔ اور ہمیشہ وصال کے شراب کے پیالوں کا ان پر دَور چلاتے ہیں جو روشن سورجوں کی طرح ہیں۔
۲۱۔ جب رات آتی ہے انکے پہلو (بستروں سے) جدا ہو جاتے ہیں اور بیدار آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں۔
۲۲۔ وہ مست ہیں اور انکے چہروں پر انکی نگاہوں سے۔ ہوشیاری کی ایسی علامتیں ہیں جو باطن میں پوشیدہ ہیں۔
۲۳۔ ان کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتے ہیں اور انکو قرب کے بلند منبروں پر بٹھا دیتے ہیں۔
۲۴۔ یقیناً یہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہمنشین محروم نہیں رہتا اور جو انسے مجلسوں میں ملتا ہے نیک بخت ہو جاتا ہے۔
۲۵۔ ان کے پاس جلد پہنچ اور انکے وصل کے قرب کو غنیمت سمجھ اور جب تو حاصل کرے فخر کر۔
۲۶۔ جب دنیا میں تجھے کوئی حاجت پیش آئے اُن کی پناہ پکڑ جو اُن کی اعلیٰ بارگاہ ہے۔ نقصان کو رفع کرنے کے لئے۔
۲۷۔ ہمیشہ ان کی محبت سے وابستہ رہ۔ تجھ میں سے وہ خوشبو مہکے گی جو انگیٹھیوں کی خوشبو سے بڑھ جائے گی۔

سید بَرادہ کرانتہ نے آپ سے مستفیض کیا۔ ان کی آنکھیں کُھلیں، حقائق سے روشناس ہوئے اور اُن کا بیان کیا۔ سچ ہے ع۔ لذتِ مے نشناسی بخدا تانہ چشی۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

آپ کی تالیفات

آپ نے پانچ رسالے لکھے ہیں۔ ۱۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان اردو میں ۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف۔ فارسی میں ۳۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ فارسی میں ۴۔ الانہار الاربعہ فارسی میں ۵۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین فارسی میں۔ اس رسالہ میں آپ نے شاہ محمد اسحاق کے رسالہ "مسائل الاربعین" پر جرح و قدح کی ہے۔ آپ احیاناً فتویٰ بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاویٰ کو جمع نہیں کیا ہے۔

آپ کے جلیل القدر خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری نے آپ کے ایک سو سینتیس مکاتیب جمع کیے ہیں۔ چھیانوے خطوط حاجی صاحب کے نام اور اکتالیس اوروں کے نام ہیں۔ اس مبارک مجموعہ کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے "تحفہ زواریہ" کے نام سے ۱۳۷۳ھ میں کراچی سے شائع کیا ہے اگر اس مجموعہ میں وہ خطوط بھی شامل کر دیئے جاتے جو خلیفہ عالی مرتبت مولانا سید عبدالسلام ہسوی کے نام ارسال کیے گئے ہیں تو نہایت بہتر ہوتا۔ یہ خطوط مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ اس عاجز کے پاس قلمی نسخہ ہے۔ اس میں تین خطوط کا اضافہ ہے۔ آپ نے شیخ محمد چشتی کے رسالہ "اثبات ذکر جہر بعد الصلوات" کی تقریظ عربی میں لکھی ہے اور وہ آپ کی تحریر کردہ تحریر اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔

ذوقِ سخن

شعر و سخن سے بھی آپ کو ذوق تھا سعید تخلص فرماتے تھے۔ آپ نے غوثِ اعظم کی منقبت فارسی میں نظم کی ہے۔ اس کے اکتالیس شعر ہیں۔ یہ منقبت "مناقبِ احمدیہ" میں موجود ہے۔ اور حضرت صفی القدر کی تاریخ وفات چھ شعروں میں کہی ہے۔ جدِ امجد نے انساب الطاہرین میں اُن کو نقل کیا ہے اور اپنے اشعار کی بیاض پر آپ کا یہ شعر لکھا ہے۔

دو گوشہ لعلِ تو سرچشمہ حیوان است   رُوئے دلِ من زاں رُو ہر لحظہ سوئے آن است

(تیرے لعل کے دو گوشے آبِ حیات کا سرچشمہ ہیں اس لئے میرا دل ہر وقت ان کی جانب ہے)

آپ کے شاگرد

سیر الکاملین میں لکھا ہے: "بسیارے از علماء زماں شاگرد حضرت ایشان بودند۔ مثل مولوی عبدالقیوم ابن مولوی عبدالحیٔ و مولانا محمد نواب و مولوی احمد علی سہارنپوری محدث و مولوی ارشاد حسین مجددی و مولوی فیض الحسن سہارنپوری و مولوی عبدالعلی بن قاری ہاشم وغیرہم"

آپ کے خلفاء

حضرت شاہ محمد مظہر نے "مناقبِ احمدیہ" میں فرزندانِ عالی قدر کے علاوہ اسی افراد کے نام لکھے ہیں۔ اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کہاں تک آپ کے

خلفاء اور اصحابِ اجازت کے نام لکھوں، وہ بہت ہیں۔ اور "انساب الطاہرین" میں جدِّ امجد نے لکھا ہے "سینکڑوں افراد اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک صاحبِ ارشاد ہے۔ خلقِ خدا ان سے مستفیض ہے۔

آپ کی اولاد

آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ ۱۔ عبدالرشید ۲۔ عبدالحمید ۳۔ محمد عمر ۴۔ محمد مظہر اور ایک صاحبزادی تھیں، روشن آرا۔ عبدالحمید اور روشن آرا کا طفلی میں انتقال ہوا۔

حضرت شاہ عبدالرشید

آپ حضرت شاہ احمد سعید کے فرزندِ اکبر ہیں۔ آپ کے مبارک احوال کو آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم نے "ذکر السعیدین" میں تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ کی ولادت دوسری جمادی الآخرہ ۱۲۳۷ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔ دس سال کے نہ ہوئے تھے کہ کلامِ پاک کے حفظ سے فارغ ہوئے۔ مولوی فیض احمد دہلوی سے علم معقول اور مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد اسحاق سے حدیث شریف اور اپنے حضرت والد سے علمِ تفسیر و فقہ و اصول و تصوّف حاصل کیا۔ آپ اپنے دادا کے ملحوظِ نظر تھے۔ رات کو ان کے پاس سوتے اور جب وہ تہجّد کے واسطے اُٹھتے آپ بھی اُٹھتے اور ان کے ساتھ تہجّد پڑھتے بیس سال کی عمر میں آپ پوری طرح تحصیل علم ظاہر سے فارغ ہوئے۔ علمِ باطن اپنے حضرت والد سے حاصل کیا اور اجازت و خلافت پائی۔ ۱۲۵۶ھ میں حجازِ مقدس کا سفر کیا اور حج و زیارت کی دولتِ سعادت حاصل کر کے بعافیت مراجعت فرمائی۔

۱۲۷۴ھ کو اپنے والد ماجد کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ ۱۲۸۷ھ میں حسبِ معمول مکہ مکرمہ حج کے لئے آئے اور خیر و خوبی سے حج کیا۔ چودھویں ذی الحجہ کو علالت کے آثار ظاہر ہوئے اور منگل کے دن ظہر و عصر کے درمیان، سولہ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو مصفّٰی و مزکّٰی ہو کر خُلدِ بریں تشریف لے گئے۔ حرمِ محترم میں حضرت جدِّ امجد نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مَعلاۃ میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روضۂ مبارک کے پاس مدفون ہوئے۔ حضرت جدِّ امجد نے یہ تاریخ وفات کہی ؎

عبدالرشید شیخِ وقت　　سُوئے جناں تشریفش بُرد
گفت عمر سالِ ترحیل　　شیخِ زمانہ ہے ہے مُرد

(شیخِ وقت عبدالرشید جنّتوں کی جانب تشریف لے گئے۔ عمر نے رحلت کا سال کہا۔ ہائے ہائے شیخِ زمانہ مر گئے)

قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ وَرَوَّحَ رُوْحَہٗ وَنَوَّرَ ضَرِیْحَہٗ۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔ ۱۔ بدرالصیام ۲۔ محمد معصوم ۳۔ محمد بشیر ۴۔ محمد وحید ۵۔ محمد نذیر ۶۔ محمد سعید اور آٹھ لڑکیاں تھیں۔ ۱۔ امۃ الرشید ۲۔ امۃ الحلیم ۳۔ امۃ الکریم ۴۔ عائشہ ۵۔ امۃ الرحیم ۶۔ حفصہ ۷۔ فاطمہ۔ آٹھویں کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ صاحبزادوں میں بجز محمد معصوم کے سب خوردسالی میں وفات پاگئے۔

حضرت شاہ محمد معصوم

آپ حضرت شاہ عبدالرشید کے فرزند دوم ہیں۔ آپ کی ولادت دس شعبان ۱۲۶۳ھ میں خانقاہ شریف دلی میں ہوئی۔ ۱۲۷۴ھ میں اپنے حضرت والد اور جدامجد کے ساتھ حجازِ مقدس گئے۔ قرآن مجید آپ نے حفظ کرلیا تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حرم نبوی میں اپنے جدامجد قدس سرہٗ کو تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تصوّف، معقول اور دوسرے علوم کو اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر سے حاصل کیا اور حضرت شاہ عبدالغنی سے کچھ حدیث شریف پڑھی اور اجازت حاصل کی۔ آپ اپنے جدِامجد سے بیعت ہوئے لیکن اتمام سلوک اپنے والدِ ماجد سے کیا اور خلافت حاصل کی اور ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ان کی جگہ مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔

والیِ رامپور نواب کلب علی خاں ۱۲۷۳ھ میں آپ کے حضرت والد ماجد سے بیعت ہوئے تھے اور اس وجہ سے ان کو آپ سے نہایت درجہ محبت اور اخلاص تھا۔ نواب صاحب اپنے پیرومرشد کی وفات کے بعد حج کو گئے تھے۔ وہاں بہت اصرار کیا کہ آپ اُن کے ساتھ رامپور تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ کام ہیں اُن کو کرکے اِن شاء اللہ رامپور کا سفر کروں گا۔ چنانچہ آپ ۱۲۹۱ھ میں رامپور تشریف لائے اور وہاں نہایت عزت واحترام کے ساتھ قیام کیا۔ چوک نصراللہ خاں کے قریب خانقاہ معصومی بنائی۔ اس خانقاہ شریف کی مسجد شریف لبِ سڑک ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے خوب آباد ہے۔ آپ کا قیام بتیس ۳۲ برس رامپور میں رہا۔ نواب حامد علی خاں کے دورِ نوابی کے اوائل ۱۳۲۳ھ میں مدینہ طیبہ واپسی ہوئی۔ وہاں آپ کا قیام رہا۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں مدینہ منورہ میں اسبابِ خورونوش کی بیحد قلت ہوئی۔ لہٰذا حکومتِ ترکیہ نے وہاں کے رہنے والوں کو ترکیہ، شام اور فلسطین بھیجا۔ آپ دس شعبان ۱۳۳۵ھ میں ملک شام گئے۔ اور حمص میں تقریباً دو سال اور پھر دمشق میں سات آٹھ ماہ قیام کیا اور جنگِ عظیم کے ختم ہونے پر ۱۳۳۸ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ اور وہاں دس شعبان ۱۳۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور معلاۃ میں مدفون ہوئے۔ رَحْمَۃُ اللہِ وَرَضِیَ عَنْہُ

آپ نے رامپور میں دو نکاح کئے اور ان سے اولاد ہوئی۔ آپ کو شعر وسخن کا ذوق تھا۔ تخلص

معصوم تھا۔ عربی قصائد کا ایک مجموعہ ترکیہ میں چھپا ہے۔ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں اس کا کچھ حصہ قصائد معصومی کے نام سے رامپور میں چھپا ہے۔ اس کے ساتھ "المثنوی الفاصل بین الحق والباطل" بھی ہے جو کہ فارسی میں ہے اور "انتخاب معصوم" فارسی کلام کا اور "کلام معصوم" اردو کلام کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ آپ کا علمی پایہ بلند تھا۔ آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں۔ ۱۔ وضوح المعانی تفسیر الکلام الربانی تا سورۂ مائدہ غیر مطبوع ۲۔ ریاض الحکم فی معارف القدم در تصوف۔ عربی میں تالیف قیم ہے۔ غیر مطبوع۔ ۳۔ الأدعیۃ المأثورۃ المعصومیہ مطبوع ۴۔ اجازۃ الارشاد، عربی میں۔ یہ رسالہ شیخ اسعد حفید مولانا خالد کُردی کو لکھ کر دیا۔ غیر مطبوع ۵۔ افصح البیان فی مکائد الشیطان، اُردو میں مطبوع ۶۔ شمائل العارفین فی سیر المجددین عربی میں غیر مطبوع۔ یہ رسالہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی خواہش پر تالیف کیا ہے۔ ۷۔ کشف المطاعن اہل الخطا، اُردو میں مطبوع ۸۔ السبع الاسرار فی مدارج الاخیار، اُردو میں مطبوع۔ ۹۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، اُردو میں مطبوع ۱۰۔ الکہف المتین من منہج الرسول الامین۔ یہ رسالہ حصن حصین کا خلاصہ ہے اور چھپ گیا ہے ۱۱۔ احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام اُردو میں مطبوع ۱۲۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان کی تہذیب و ترتیب، اُردو میں مطبوع ۱۳۔ الفوائد الضابط کو عربی میں ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ یہ رسالہ آپ کے جدِ امجد کا فارسی میں ہے۔

آپ کے فرزندِ اصغر حضرت محمد ابوسعید سے آپ کی تالیفات کی تفصیل اس عاجز کو معلوم ہوئی ہے۔ البتہ جو رسالے چھپ گئے ہیں وہ عاجز کے پاس ہیں۔

آپ نے ذکر السعیدین میں اپنے اٹھارہ خلفاء کے نام لکھے ہیں۔ آپ کا حلقۂ ارشاد ترکیہ، رُوسیہ اور چین میں خوب پھیلا۔

آپ کے چھ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تین بیویوں سے ہوئیں۔ ۱۔ صبغۃ اللہ۔ ۲۔ ابوالطاہر سیف الدین ۳۔ ابوالطیب مجد الدین ۴۔ ابوالشرف عبدالقادر ۵۔ ابوالفیض عبدالرحمٰن ۶۔ محمد ابوسعید۔ ۱۔ عارفہ ۲۔ صادقہ ۳۔ طاہرہ ۴۔ کاملہ۔

شیخ ابوالطاہر سیف الدین

آپ کی ولادت ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ کو رامپور میں ہوئی۔ محمد عبدالغنی تاریخی نام ہے۔ ۱۳۲۳ھ کو اپنے حضرت والد کے ساتھ حجاز گئے۔ کچھ دن رہ کر اپنی والدہ صاحبہ کے پاس رامپور آگئے۔ جمعہ اٹھارہ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں رامپور میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ اُردو کے باکمال جدت طراز شاعر تھے۔ تخلص طاہر تھا۔ ایک ضخیم دیوان اور متفرق اوراق پر بہت

کلام چھوڑا۔افسوس ہے ان کا سارا کلام ان کے صاحبزادوں کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔اُردو کے بعض رسائل میں جو کلام چھپا ہے وہ بہت کم ہے۔

آپ کی ایک صاحبزادی قریشہ اور دو صاحبزادے میاں ابو احمد اور میاں عبدالباری تھے۔ قریشہ کا نکاح شیخ عیسیٰ منظر المدنی سے ہوا۔ان کے ساتھ مدینہ منورہ گئیں اور ۱۷ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۳ راگست ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔اس عاجز نے جب خبر وفات سنی' درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا ؎

۱۔ چو نعیِ قریشہ بہ شملہ رسید — تأسف کناں زیدآہے کشید
۲۔ بہ دریائے حیرت چناں غرق شد — کہ از ہر دو عالم زمانے رہید
۳۔ چساں رفت از ہند سوئے حرم — وزانجا چہ گونہ بہ طیبہ رسید
۴۔ چساں نارِ اُلفت تنش راگرفت — کہ از جملہ عالم علائق برید
۵۔ زہے بختِ عالی کہ یابد مقام — بر آں موردِ وحی و مُلکِ سعید
۶۔ بود تا ابد در جوارِ رسولؐ — فَیَاحَبَّذَا مَالَہَا مِنْ مَزِیْد
۷۔ دریں فکر و حیرت زمانے گزشت — کہ گوشِ دلِ من صدائے شنید
۸۔ بگو سالِ ترحیلِ آں پاک جاں — "قریشہ ز طیبہ بہ جنت رسید"

ترجمہ: ۱۔ جب قریشہ کی مَوت کی خبر شملہ پہنچی۔افسوس کرتے ہوئے زید نے آہِ سرد بھری
۲۔ حیرت کے دریا میں ایسا ڈوبا کہ ایک وقت تک دونوں عالم سے غافل ہو گیا
۳۔ ہندوستان سے حرم کیسے گئی۔وہاں سے مدینہ کیسے پہنچی۔
۴۔ اس کے بدن میں محبت کی آگ ایسی لگی کہ تمام دنیا سے علاقے توڑ لئے۔
۵۔ سبحان اللہ بلند نصیبہ کہ جگہ پائی وحی کے اُترنے کی جگہ نیک بخت ملک میں
۶۔ ہمیشہ رسول کے پڑوس میں رہے گی کیا ہی خوبی ہے اس سے اور بڑھ کر خوبی کیا ہو گی۔
۷۔ اِسی فکر و حیرت میں ایک زمانہ گذرا کہ میرے دل کے کان نے آواز سُنی
۸۔ کہہ دے اس پاک جان کی وفات کا سال قریشہ طیبہ سے جنت میں پہنچی۔

ابو احمد کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔طیب۔شاہد۔زاہد۔ساجد۔
۱۔ نزہت ۲۔ عصمت ۳۔ عشرت ۴۔ فاطمہ سَلَّمَہُمُ اللّٰہُ وَحَفِظَہُمْ۔
عبدالباری کے تین بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ ۱۔ عبدالرحمٰن یوسف ۲۔ عبدالہادی ۳۔ عبدالمالک

۱۔اختر عروسہ ۲۔مبارک شگفتہ سلمہم اللہ و حفظہم۔

حضرت ابوالشرف عبدالقادر

آپ کی ولادت رامپور میں ۴ ذی القعدہ ۱۳۰۱ھ مطابق یکم ستمبر ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ تاریخی نام مظہر قیوم ہے اور رحلت شب جمعہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ مطابق ۳ اپریل ۱۹۴۳ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اُن کے برادر زادے حافظ عبدالحمید حمید نے حسبِ واقعہ تاریخ کہی ہے۔ "ہوا خاکِ مُعلّٰی شرف"۔

آپ اپنے حضرت والد کے جانشین تھے۔ حضرات کے طریقہ پر قائم تھے۔ حافظ عالم صاحب نسبت وارشاد اور بلندپایہ شاعر تھے۔ شرف تخلص تھا۔ ایک ضخیم دیوان موسوم بہ "کلام شرف" موجود ہے، چھپا نہیں ہے۔ عربی اور اردو میں اشعار کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ عربی کا ایک قصیدہ "شمس التجلی" کے نام سے چھپا ہے اس میں وحدتِ شہود کا بیان کیا ہے۔ اردو میں "صبح حرم"، "تو شۂ حقیقت"، "دیوانۂ حجاز" اور "پنجۂ سخن" چھپ چکے ہیں۔ پنجۂ سخن میں آپ نے مخمسات کو جمع کیا ہے۔ آپ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی دو غزلوں کو مخمس کیا ہے۔ ایک غزل کے مطلع و مقطع کے بند درج ذیل ہیں ؎

قربان تمہارے اِس چلن کے رُوٹھے کو منا لیا ہے مَن کے
کر جاتے ہو کام اپنا تن کے لے لیتے ہو دل کو دوست بن کے
اُستاد ہو تم بھی اپنے فن کے

کیوں مثل شرف پھرو نگر میں آرام سے بیٹھو اپنے گھر میں
یکساں رہو تم سفر حضر میں مدّت سے خراب ہو سفر میں
اے خیر چلو طرف وطن کے

اپنے حضرت والد کی کتاب سبع اسرار کو عربی میں ترجمہ کیا ہے اور وہ آستانہ (ترکیہ) میں ۱۳۳۱ھ میں چھپی ہے۔

۱۳۵۴ھ میں یہ عاجز مصر سے حجاز گیا۔ جمعہ ۲ ذی الحجہ سے شنبہ ۶ صفر ۱۳۵۵ھ تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ اِس دوران میں آپ سے ہر روز ملاقات ہوا کرتی تھی۔ اُس وقت آپ کے ایک صاحبزادے عبدالعزیز تھے اور وہ برائے کسبِ علم رامپور آئے ہوئے تھے۔ اور ایک صاحبزادی رقیّہ تھیں۔ عبدالعزیز نہایت ہونہار و ذہین و فطین نوجوان تھے۔ قرآن مجید خورد سالی میں حفظ کر لیا تھا۔ رامپور میں علم دین حاصل کیا۔ اور ان کے چھوٹے چچا حضرت ابوسعید نے ارادہ کیا کہ ان کا عقد نکاح خاندان کی کسی حفیفہ

ے کردیں اور اس سلسلہ میں دعوتی خطوط ٹائپ کی چھپائی کے مکہ مکرمہ میں چھپوائے۔ جب عقدِ نکاح میں چند روز رہ گئے تو صرف دو دن بیمار رہ کر رَوْحٌ وَرَیْحَانٌ وجَنَّاتُ النَّعِیْم کو ان کی روح پرواز کر گئی۔ اُن کے حضرت والد نے عقدِ نکاح کے دعوتی خط کی پُشت پر درج ذیل مضمون لکھ کر اس عاجز کو مصر ارسال کیا جو اب تک اِس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ چمن ہی مٹ گیا جس میں بہار آنے کو تھی

جس کی تقریبِ شادی کے لئے یہ جدت طرازی کی گئی کہ مکہ مکرمہ میں یہ دعوت نامے چھپوا کر ہندوستان ارسال کئے گئے اور انتظار تھا کہ اب تاریخ انعقادِ شادی کی خوشخبری آتی ہے۔ بہ تقدیر الٰہی بجائے اس کے یہ اطلاع ملی کہ ۱۲ محرم ۱۳۵۳ھ روز جمعہ وہ نوشاہ عزیز عروسِ اجل سے ہمکنار ہوکر حجلۂ گور میں جاکر آرام سے سو گیا اور داعی حق کو لبیک کہتا ہوا جنت الفردوس کو سدھارا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ بندے کے منصوبے کچھ ہوتے ہیں۔ اللہ کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی بہتر و اولیٰ ہے۔ اس کی ایک مرضی پر ہزار جانِ عزیز قربان۔ وَھُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔ یہ ہے بے ثباتی دنیا کا ایک ادنیٰ نمونۂ عبرت فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ۔

اِس رقعہ کے ساتھ جو خط لکھا تھا اس میں تحریر فرمایا ہے۔

اِس واقعہ کا جو اثر ہونا چاہیئے اس کے لکھنے کی حاجت نہیں۔ جب غیر اور اجنبی تک متاثر ہیں تو بیکس دُور افتادوں کا کیا پوچھنا افسوس

اَرْثِیْكَ (یَا وَلَدِی) بِاَیِّ رِثَاءٍ — (عَبْدَ الْعَزِیْزِ) یَعِزُّ فِیْكَ عَزَائِیْ

مَا کُنْتُ اَحْسَبُ اَنْ تُسَابِقَنِی الْفَنَا — بَلْ کُنْتُ اَحْسَبُ اَنْ تَکُوْنَ وَرَائِیْ الخ

(اے بیٹا کس مرثیہ سے تیرا مرثیہ پڑھوں عبدالعزیز تیرے بارے میں میری تعزیت ہے مجھے گمان نہ تھا کہ فنا میں تو مجھ سے سبقت لے جائیگا بلکہ یہ گمان کرتا تھا تو میرے پیچھے رہیگا)

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً وَّغَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔

ابوالشرف کان اللہ لہٗ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ سہ شنبہ

آپ کی صاحبزادی رقیہ نہایت سمجھدار اور ہوشیار تھیں۔ شعر و سخن سے بھی لگاؤ تھا۔ پہلے اپنے جوان بھائی کا رنج برداشت کیا۔ پھر اپنے حضرت والد کا غم اُٹھایا۔ چونکہ طبیعت حساس تھی اثر پذیر ہوئی اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔ اب قیدِ شعور سے بالکل آزاد رامپور میں اپنے دن پورے کر رہی ہیں۔

شیخ ابوالفیض عبدالرحمن

آپ کی ولادت ۸؍ ذی القعدہ ۱۳۰۴ھ کو رامپور میں ہوئی۔ مظہر الحسین تاریخی نام ہے۔ قرآن مجید حفظ کیا علم دین حاصل کیا۔ فن اصول میں "وصول الماشی الی اصول الشاشی" ناتمام رسالہ لکھا۔ آپ کا حافظہ قوی تھا بات کم کرتے تھے۔ ذوقِ سخن خوب تھا تخلص فیض تھا۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "چشمۂ فیض" کے نام سے قلمی موجود ہے۔ آپ کی شادی ہوئی۔ دو اولادیں ہوئیں اور پھر اہلیہ اور دو اولاد کی وفات ہوئی۔ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کرسکے۔ دماغ پر اثر پڑا اور پھر ان کے تاریخی نام نے یہ اثر دکھایا کہ جمعہ دس محرم ۱۳۳۷ھ کو اپنے حضرت والد کی حیات میں راہی ملکِ بقا ہوئے اور دمشق کے مقام صالحیہ میں سپردِ خاک ہوئے۔ رَحِمَہُ اللہُ وَغَفَرَ لَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

حضرت محمد ابوسعید

آپ کی ولادت رامپور میں ۲۲؍ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ مطابق ۳۱؍ جولائی ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ جس وقت آپ کے حضرت والد ماجد رامپور چھوڑ کر حرمین شریفین زَادَہُمَا اللہُ شَرَفًا وَتَکْرِیْمًا ہجرت کرکے جارہے تھے۔ آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔ مدینہ منورہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور خوب حفظ کیا۔ آپ کی قراءت دلکش و شیریں ہے۔ جہری نماز میں سامعین کو خوب لطف آتا ہے۔ خاص کر قراءت جبکہ قدرے طویل ہو۔ علوم دینیہ سے بھی بہرہ ور ہیں۔ بینائی میں ضعف آجانے کی وجہ سے مطالعہ اور کتب بینی سے معذور ہوگئے ہیں۔ ذوقِ سخن خوب ہے۔ جب چاہتے ہیں عربی اور اردو میں اشعار کہتے ہیں۔ فارسی میں اچھا کچھ کہتے ہیں۔ زیادہ تر "آمد" کسی مناسبت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ اس عاجز نے ۱۳۵۹ھ میں عربی کتاب "اَلْخَیْرُ الْمَزِیْدُ فِیْ اِعْرَابِ الْاٰیَۃِ وَکَلِمَۃِ التَّوْحِیْدِ" لکھی۔ آپ نے تاریخی قطعہ گیارہ شعر کا عربی میں نظم کیا اور ۱۳۶۰ھ میں اس عاجز نے ضخیم کتاب "اَلْقَوْلُ السَّنِیُّ فِی الذَّبِّ عَنِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْغَنِیِّ" فارسی میں لکھی۔ آپ نے تاریخی قطعہ نو شعر کا فارسی میں نظم کیا اور ۱۳۷۶ھ میں جب فارسی میں "مَنَاہِجُ السَّیْرِ وَمَدَارِجُ الْخَیْرِ" کی تالیف ہوئی تو آپ نے تین شعر کا تاریخی قطعہ نظم کیا۔ آپ کے مجموعۂ کلام کا نام "فکرِ سعید" ہے۔

۱۳۴۱ھ میں آپ کے حضرت والد کی وفات ہوئی۔ آپ حجاز سے ریاست رامپور تشریف لے آئے اور "خانقاہ معصومی" آپ کے وجود سے آباد ہوئی۔ تقریباً بائیس۲۲ سال مسلسل رامپور میں قیام رہا۔ جب ان کے حضرت برادرِ کلاں ابوالشرف کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تو وہاں کی جائداد کے سلسلہ میں اکثر وہاں جانا ہوتا ہے۔ چونکہ آپ ۱۳۶۲ھ میں حجازی پاسپورٹ پر آئے تھے اس لئے

اب حکومت عربیہ سعودیہ کا پاسپورٹ مل گیا ہے۔ اُن کے متعلقین رامپور میں رہتے ہیں۔ اپنے منجھلے ماموں شیخ محمد یوسف کی بڑی صاحبزادی سے ۱۳۳۹ھ میں نکاح کیا۔ دو صاحبزادے عبدالحمید و عبدالمجید ہوئے۔ تیسری اولاد کی ولادت پر مرحومہ کی وفات ہوئی۔ نومولود بھی اپنی والدہ کا رفیقِ سفر بنا۔ چند سال کے بعد اپنے ماموں کی دوسری صاحبزادی سے نکاح کیا۔ ان سے چار صاحبزادیاں بقیدِ حیات اور اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ ۱۔ سکینہ ۲۔ میمونہ ۳۔ عذرا ۴۔ مرشدہ۔ اول الذکر تین کے اولاد ہے۔ چوتھی کی شادی سالِ گزشتہ ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی نیک اولاد عنایت کرے۔ (۱۳۹۵ھ تک دو بیٹے اللہ نے عنایت کئے)

افسوس صد افسوس کہ آپ منگل کے دن سوا گیارہ بجے ۳۰ ماہ صفر ۱۴۰۴ھ (۶ دسمبر ۱۹۸۳ء) کو رامپور میں رحلت کر گئے اور ہمارے جدِّ امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ کی پہلو میں جہتِ غرب مدفون ہوئے۔ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ۔

حافظ عبدالحمید اپنے جدِ امجد کی حیات میں ۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ حجازی لہجہ میں کلام پاک کی ترتیل نہایت عمدہ کرتے ہیں۔ جب مولوی حافظ عبدالعزیز کی وفات ہوئی تو اُن کے والد نے ان کو مکہ مکرمہ میں اپنے برادرِ کلاں کے پاس بھیج دیا۔ وہاں عربی کی اچھی استعداد حاصل کی شعر و سخن سے فطری ذوق اور لگاؤ ہے۔ عربی اور اردو میں جب چاہتے ہیں اشعار کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ تخلص حمید ہے۔ عربی کلام کے مجموعہ کا نام "وحی الخیال" ہے۔ اور اردو کلام کے مجموعہ کا نام "آئینۂ افکار" ہے۔ اپنے عمِ مکرم حضرت ابوالشرف عبدالقادر رحمہ اللہ سے بیعت ہیں۔ جَعَلَہُ اللہُ بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔ حکومتِ عربیہ سعودیہ کے پاسپورٹ پر رامپور آئے ہوئے ہیں اور سالہا سال سے سفارتِ سعودیہ میں موظف ہیں۔ ان کی اہلیہ رامپور کے اپنے خاندان ہی سے ہیں۔ اللہ نے ان کو دو بیٹیاں اور تین بیٹے عنایت کئے ہیں۔ ۱۔ سعدیہ ولادت ۱۳ رمضان ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۵۴ء۔ ۲۔ صبیحہ ولادت ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۵۶ء ۱۔ معصوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء ۲۔ زبیر ولادت ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق جون ۱۹۶۰ء ۳۔ امین ولادت رمضان ۱۳۸۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۷ء سَلَّمَہُمُ اللہُ وَحَفِظَہُمْ۔

عبدالمجید اپنے جدِ امجد کی حیات میں ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق اواخرِ مئی یا اوائلِ جون ۱۹۲۲ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ ایک یا دو پارے رہ گئے ہیں باقی کلام پاک حفظ کر لیا ہے۔

ان کی اہلیہ راشدہ بنت قاری محمد اسماعیل مجددی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عنایت کیں ہیں۔ ۱۔عبدالرشید ولادت ۱۹ رجمادی الآخرہ ۱۳۷۰ھ موافق ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء یوم چہار شنبہ۔ ۲۔عبدالوحید ولادت ۲۳ رجمادی الآخرہ ۱۳۷۳ھ موافق ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء یوم یکشنبہ ۳۔عبدالمعید ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ موافق ۱۳ اگست ۱۹۵۶ء یوم جمعہ۔ ۱۔لیلیٰ ۲۔نجلاء ۳۔شہلا۔ سلمہم اللہ وحفظہم۔

حضرت شاہ محمد مظہر

آپ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ولادت ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی۔ "مظاہر محمدی" آپ کا تاریخی نام ہے۔ وفات دوشنبہ ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ بقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبہ شریف کے قریب استراحت فرماہیں۔

آپ حافظ، عالم، کامل، صاحب نسبت قوی الجذب، کثیرالارشاد تھے۔حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کے بعد آپ سے طریقہ شریفہ کی خوب رونق بڑھی۔ سمرقند، بخارا، قزان، ارض روم، افغانستان، ایران کے بعض اضلاع، سارا جزیرۂ عرب اور شام وغیرہ فیضیاب ہوا۔ مناقب احمدیہ کے آخر میں آپ نے اپنا مختصر حال لکھا ہے۔ بائیس سال کی عمر میں آپ کو خلافت ملی۔ پھر آپ سرہند شریف گئے اور حضرات عالی قدر سے فیضیاب ہوئے۔ اس کے بعد آپ حج کے واسطے روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کے دوران آپ نے جو خطوط اپنے حضرت والد رحمہما اللہ کو ارسال کئے ہیں۔ انھوں نے ہر خط پر تصویب وتحسین تحریر فرمائی ہے۔ شاہ محمد مظہر نے اپنے دس خط مع آپ کی تحریرات کے نقل کئے ہیں لیکن اپنے خلفاء میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ کے احوال مبارکہ کو کسی نے تفصیل سے نہیں لکھا ہے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں سہ منزلہ نہایت عمدہ رباط ۱۲۹۰ھ میں بنائی۔ حضرت جد مکرم قدس سرہٗ نے اس کی تاریخ لکھی ہے ؎

چوں اخ کامل محمد مظہر عالی ہمم	ساخت خوش بنیاد زیبا خانقاہ احمدی
سال تاریخش دعائیہ عمر گفت اے الٰہ	تا ابد آباد بادا خانقاہ احمدی

(جب کامل بھائی عالی ہمت محمد مظہر نے اچھی بنیاد کی خانقاہ احمدی بنائی
اس کے سال کی تاریخ دعائیہ عمر نے کہی اے خدا ابد تک خانقاہ احمدی آباد رہے۔)

حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہٗ نے سنہ ۱۲۹۰ھ میں یہ رباط فرخندہ انجام بنائی۔ ایک ز سترہ سال کے بعد یہ مبارک رباط حرم شریف نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

کا شرقی حصہ بن گئی۔

آپ کی تالیفات

آپ نے کتاب "مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ" فارسی اور عربی میں تالیف فرمائی ہے اور اس کا بیان آپ کے حضرت والد کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ "اَلدُّرُّ الْمُنَظَّمُ فِی الْقِیَامِ تِجَاہَ الْقَبْرِ الْمُکَرَّمِ" ایک مختصر رسالہ عربی میں ۱۲۹۶ھ میں لکھا ہے اور "الدر المنظم" اس کا تاریخی نام ہے۔ اس کی شرح آپ کے خلیفہ سید محمود مدراسی نے لکھی ہے جس کا نام "السلک المنظم" ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں آپ کا یہ رسالہ مع شرح کے مدراس کے احسن المطابع میں چھپا ہے۔

آپ کی اولاد

آپ کے دس صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں:

صاحبزادے ۱۔ عبداللہ ۲۔ مبشر ۳۔ احمد ۴۔ عبداللہ ثانی ۵۔ احمد ثانی بہاءالدین ۶۔ محمد ۷۔ محمود ۸۔ عیسیٰ ۹۔ موسیٰ ۱۰۔ ابراہیم۔ اور صاحبزادیاں: ۱۔ امۃ الجلیل معروف بہ جمیلہ ۲۔ فاطمہ ۳۔ خدیجہ ۴۔ امۃ العزیز ۵۔ ام کلثوم۔

آپ کی وفات کے وقت احمد ثانی بہاءالدین چھ سال کے اور عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم زوجات مختلفہ سے حالت شیر خوارگی میں تھے۔ باقی چھ صاحبزادے آپ کی حیات میں۔ اور موسیٰ و ابراہیم آپ کی وفات کے بعد رحلت کر گئے۔ شیخ عیسیٰ کی یادگار تین صاحبزادیاں ہیں اور آپ کی صاحبزادیوں میں صرف امۃ الجلیل نے عمر پائی۔ ان کا ذکر احمد بہاءالدین کے بعد آ رہا ہے۔

شیخ احمد

(ثانی) بہاءالدین۔ آپ شاہ محمد مظہر کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ والد بزرگوار کے انتقال کے وقت چھ سال کے پورے نہ ہوئے تھے۔ آپ کی تربیت آپ کے والد کے خلیفہ سید عبداللہ زواوی نے کی اور پھر آپ کو مسندِ ارشاد پر بٹھایا۔ تقریباً اسّی سال کی عمر پائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے محمد مظہر ہیں۔

شیخ محمد مظہر

آپ شیخ احمد بہاءالدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۳۱۹ھ یا ۱۳۲۰ھ کی ہے۔ مدینہ منورہ میں قیام ہے۔ عطارے کی دوکان کرتے ہیں۔ کسبِ حلال و بہ ذکر ربِّ ذی الجلال مصروف ہیں۔ نہایت پاکیزہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چھ سال پہلے اُن کا خط اس عاجز کو ملا تھا۔ درج ذیل تفصیل اولاد کی لکھی ہے:۔

صاحبزادے:۔ ۱۔ احمد سعید ۲۔ محمد عمر ۳۔ محمود ۴۔ عدنان ۵۔ ہاشم ۶۔ ابراہیم۔

احمد سعید کی ولادت غالباً ۱۳۳۹ھ کی ہے۔ ان کے چھ صاحبزادے ہیں۔ ۱۔ خالد ۲۔ عبدالعزیز ۳۔ عبداللہ ۴۔ بہاءالدین ۵۔ نشأت ۶۔ عصام۔

محمد عمر کے ایک صاحبزادے عبدالرحمٰن ہیں۔

محمد مظہر صاحب نے صاحبزادیوں کے نام نہیں لکھے۔ اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے۔ "اَمَّا الْاِنَاثُ فَلَا حَاجَۃَ اِلٰی اَسْمَائِہِنَّ ۔ سَلَّمَ اللّٰہُ الذُّکُوْرَ وَالْاِنَاثَ وَحَفِظَہُمْ۔

امۃ الجمیل عرف جمیلہ

اس عاجز نے حضرت مجدد و فیما بعد دیگر حضرات قدس اللہ اسرارہم کی صاحبزادیوں کے صرف نام لکھے ہیں۔ انکے حالات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت امۃ الجمیل کا بھی ذکر نہ ہونا چاہیئے تھا لیکن اس عاجز نے ان کے جو کمالات دیکھے انھوں نے مجبور کیا کہ آپ کا کچھ حال لکھا جائے۔ متنبی نے کیا خوب کہا ہے۔

وَلَوْ کَانَ النِّسَاءُ کَمَنْ فَقَدْنَا ۔۔۔ لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَی الرِّجَالِ

وَمَا التَّانِیْثُ لِاِسْمِ الشَّمْسِ عَیْبٌ ۔۔۔ وَلَا التَّذْکِیْرُ فَخْرٌ لِلْہِلَالِ

(اگر تمام عورتیں اس کی طرح کی ہوتیں جس کو ہم نے گم کیا ہے تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت دیجاتی شمس کے نام کی تانیث عیب نہیں ہے۔ نہ ہلال کے لئے تذکیر باعث فخر ہے)

آپ کی ولادت خانقاہ شریف دلّی میں ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ اور وفات رامپور میں بدھ کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو عشاء کے بعد رات کے نو بجے ۵ رمضان ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا نام اُمّ الفضل تھا اور وہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔

۱۲۷۴ھ میں اپنے جدّ مکرم والدین واہلِ خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ گئیں۔ آپ کا نکاح آپ کے بڑے چچا حضرت شاہ عبدالرشید کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد دی۔ ایک صاحبزادی السیدہ عارفہ حیات رہیں۔

حضرت شاہ محمد معصومؒ والی رامپور نواب کلب علی خاں کی خواہش پر ۱۲۹۱ھ میں رامپور تشریف لے آئے۔ آپ اپنے حضرت والد کے پاس مدینہ منورہ میں رہیں۔ کیونکہ آپ کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہ تھی۔ حضرت شاہ محمد معصوم نے رامپور میں دو شادیاں کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی اُن کو اولاد دی۔

آپ نے اپنے نانا محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی اور اپنے حضرت والد سے پڑھا تھا اور نسبتِ شریفہ بہ درجہ اتم حاصل کی تھی۔ ۱۲۹۷ھ میں اپنے چھوٹے بزرگوار چچا کے ساتھ رامپور تشریف لائیں اور تا وفات رامپور میں قیام رہا۔ آپ حضرت سیدی الوالد کی چچازاد بہن اور

اور خواشدامن تھیں۔ حضرت والدان کو آپا صاحبہ اور وہ حضرت والد کو احیاناً میاں' احیاناً بھائی فرمایا کرتی تھیں۔

حضرت سیدی الوالد ۱۳۳۴ھ کے اوائل مطابق نومبر ۱۹۱۵ء میں رامپور تشریف لے گئے۔ تقریباً تیس سال کے بعد ہر دو حضرات کی ملاقات ہوئی۔ اس عاجز کو وہ وقت خوب یاد ہے کہ صبح سویرے مکان میں داخل ہو کر حضرت سیدی الوالد نے حضرت عمۂ محترمہ سے جو کہ دروازے کے پاس کھڑی تھیں، دریافت کیا "ہماری آپا صاحبہ کہاں ہیں؟" حضرت عمۂ محترمہ نے فرمایا۔ بھائی تم تو بوڑھے ہو گئے ہو۔ یہ سن کر آپ اُن کے قریب پہنچے اور نہایت ادب سے سر جھکا کر آداب بجا لائے اور انھوں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا۔ پھر آپ نے حضرت والدہ صاحبہ اور ہم بھائی بہنوں کو اُن کے سامنے پیش کیا اور ہر ایک کا تعارف کرایا۔

اگرچہ آپ دونوں کی ملاقات تقریباً تیس سال بعد ہوئی تھی لیکن آپ اُن کی خدمت میں ہر سال سوا سو روپیہ اور ایک سیر عمدہ سبز چائے اور دو سیر بادام ارسال کیا کرتے تھے۔ اور ہر دختر کی پیدائش پر پچیس روپیہ اور ہر پسر کی پیدائش پر پچاس روپیہ۔

جو ادب اور احترام حضرت سیدی الوالد اُن کا کرتے تھے شاید ہی کوئی اپنی ہمشیرہ کا بلکہ شاید ہی کوئی اپنی والدہ کا اتنا ادب کرتا ہو۔ آپ ۱۳۳۹ھ میں دوسری مرتبہ ہمشیرہ صاحبہ سے ملنے رامپور تشریف لے گئے۔ تین رات وہاں قیام فرمایا۔ اہلِ شہر کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو بہت سے لوگ جن میں علماء اور عمائدینِ شہر بھی شامل تھے، آپ سے ملاقات کے لئے آئے۔ آپ ہمشیرہ صاحبہ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ پٹھان نے آنے والوں کی اطلاع آپ کو دی۔ آپ نے پٹھان سے فرمایا "سب سے کہہ دو ہم اس وقت اپنے بزرگوں کا ذکر کر رہے ہیں تم لوگوں سے نہیں مل سکتے" دو چار منٹ کے بعد حضرت عمۂ محترمہ نے آپ سے فرمایا "میاں یہ تم نے کیا کیا" یہ الفاظ سن کر گھبراہٹ کی حالت میں آپ نے فرمایا "آپا صاحبہ کیا ہوا، کیا ہوا" انھوں نے فرمایا۔ شہر کے لوگ تم سے ملنے آئے اور تم نے اُن کو رخصت کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ آپا صاحبہ ہم اُن سے ابھی جا کر ملتے ہیں۔ چنانچہ آپ اُسی وقت باہر تشریف لائے اور سب سے ملے۔

آپ کی بزرگی

آپ کا یہ ادب و احترام حضرت عمۂ محترمہ کے صفائے باطن اور عُلوِ مرتبہ کی وجہ سے تھا۔ حضرت شاہ احمد سعیدؒ حضرت شاہ عبد الغنیؒ حضرت شاہ محمد مظہر قدس اللہ اسرارہم کی توجہاتِ عالیہ کا اثر پوری طرح آپ پر ظاہر تھا۔ حضورِ قلب اور توجہ الی اللہ ہر وقت اور ہر حالت میں نقدِ وقت تھا۔ ہر کام کا وقت مقرر تھا جو کہ نہایت سکون اور حضورِ قلب سے

کیا جاتا تھا۔ غفلت کے لئے کسی حال میں کسی طرح کی گنجائش نہ تھی۔

ذکر گفتن ہم آں نیست کہ گوئی اللہ ذکر آن است کہ زو یاد کنی وقتِ گناہ

(ذکر صرف یہی نہیں ہے کہ تو اللہ کہے۔ ذکر یہ ہے کہ گناہ کے وقت اسے یاد کرے)

حضرات القدس میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے نماز کی جو کیفیت لکھی ہے اس میں سے آپ کو پورا حصہ ملا تھا۔ توکل اور رضا میں بلند مقام تھا۔ تقریباً تیس سال بلا کسی یار و مددگار کے تنہا ایک مکان میں رہیں جو رامپور کے محلہ مدرسہ کہنہ میں حکیم مظہر حسین خان صاحب کا تھا۔ انھوں نے اپنے مکان سے متصل یہ چھوٹا مکان آپ کو رہنے کے لئے دیا تھا جو کہ دم واپسیں تک آپ کے تصرف میں رہا۔ صرف ایک بڑی بی کو کام کے واسطے آپ رکھتی تھیں۔ وہ بھی آپ کی طرح ضعیفہ اور سال خوردہ تھیں۔ نواب حامد علی خاں والئ رامپور آپ کو بیس یا پچیس روپے ہر ماہ دیا کرتے تھے۔ جب دربار رامپور سے یہ رقم بند ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد کو آپ پر مہربان کر دیا اور وہ آخر وقت تک ہر ماہ تیس روپے حیدرآبادی آپ کو دیتے رہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

ایک دن اس عاجز کی زبان سے حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے لئے تایا کا لفظ نکلا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں یہ گنواری لفظ کیوں بولتے ہو۔ عاجز نے کہا۔ والد کے بڑے بھائی کو کیا کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری دلی والے بڑے ابا یا چچا ابا یا چچا میاں کہتے ہیں تم کیوں نہیں چچا حضرت کہتے۔

ایک دن یہ عاجز اُن سے کچھ حالات دریافت کر رہا تھا۔ دورانِ گفتگو میں انھوں نے فرمایا۔ "تمہارے دادا مجھ کو مدینہ منورہ سے رامپور لائے اور چند ماہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔ تمہارے چچا (شاہ محمد معصوم) مکہ چلے گئے، تمہارے باپ دلی میں بیٹھ گئے۔ میں یہاں تنہا رہ گئی میرا اپنا کوئی نہیں تھا۔ اللہ نے اپنے کرم سے مجھ کو کسی کا محتاج نہ کیا۔" پھر اُن کو کچھ جوش آیا اور فرمایا "میں تمہارے باپ اور چچا سے کس بات میں کم ہوں۔ اگر وہ شاہ احمد سعید کے پوتے ہیں تو میں بھی اُن کی پوتی ہوں اور شاہ عبدالغنی کی نواسی ہوں۔ بس یہی فرق ہے کہ وہ مرد ہیں اور میں عورت ہوں۔ اگر میں بھی مرد ہوتی تو تم دیکھتے کہ میرا دائرۂ ارشاد ان سے کم نہ ہوتا۔" یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ نے درست بات کہی۔ حضرت سیدی الوالد نے کئی بار یہ بات فرمائی کہ "ہماری آپا صاحبہ نجیب الطرفین ہیں اور ہمارے خاندان میں یہ بات کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔" اور اگر آپ مرد ہوتیں تو حضرت شاہ محمد مظہر کی رباط مدینہ منورہ میں اللہ کے نیک بندوں سے معمور رہتی اور خلق خدا اس چشمۂ ارشاد سے مستفید ہوتی۔

رامپور میں آپ کے سوتیلے بیٹے جناب ابوالطاہر طاہر کی سکونت تھی۔ وہ ہفتہ میں ایک بار آپ کی زیارت کرنے حاضر ہوتے تھے۔ اُن کے آنے کا دن اور وقت مقرر تھا۔ آپ ان پر شفقت فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ اس عاجز نے آپ سے کہا کہ آپ بہ نسبت اُن کے برادران کے بھائی ابوطاہر صاحب پر شفقت فرماتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اس کی ماں بھی میری طرح مظلوم تھی اسلئے مجھ کو اس پر شفقت ہے۔"

حضرت سیدی الوالد جب ۱۳۳۲ھ میں پہلی بار رامپور تشریف لے گئے اور وہاں چند ماہ قیام رہا تو آپ نے عمۂ محترمہ سے فرمایا کہ جب تک ہمارا قیام رامپور میں ہے آپ ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ آپ نے منظور نہ فرمایا اور حضرت سیدی الوالد کی خواہش کو دیکھتے ہوئے یہ بات منظور فرمائی کہ جمعہ کے دن صبح کے دس بجے سے شام کے پانچ بجے تک کے لئے وہ آپ کی قیام گاہ پر تشریف لے آیا کریں گی چنانچہ آپ کے دورانِ قیام رامپور میں اُن کا یہی معمول رہا۔ ان کے وقت پر سواری ان کے واسطے پہنچتی اور پھر وقت پر اُن کو پہنچاتی۔ تیس بتیس سال کے دوران میں مکان کی دہلیز سے باہر اگر آپ نے قدم رکھا تو صرف حضرت سیدی الوالد کی خواہش کی وجہ سے اس سال رکھا۔ نہ اس سے پہلے کبھی وہ باہر نکلیں اور نہ اس کے بعد کبھی انھوں نے قدم باہر نکالا۔ جب دوسری مرتبہ حضرت سیدی الوالد ۱۳۳۹ھ میں اُن سے ملنے رامپور تشریف لے گئے تو ان سے فرمایا۔ آپ دلی تشریف لے چلیں۔ ہم آپ کے واسطے مستقل مکان بنوا دیتے ہیں۔ اس پر آپ کا کامل تصرف ہوگا۔ بلا اجازت کوئی داخل نہ ہوگا۔ لیکن آپ نے یہ بات منظور نہ کی۔

آپ کی صرف ایک بیٹی محترمہ عارفہ تھیں۔ اُن کا عقدِ نکاح حضرت سیدی الوالد سے ۱۲۹۹ھ میں ہوا۔ تین اولادیں ہوئیں اور پھر ان کی خواہش پر حضرت سیدی الوالد نے ان کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے حضرت والد کے ساتھ حرمین شریفین چلی گئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران حمص میں ان کی وفات ہوئی اور پھر ان کی صاحبزادی رابعہ عرف نواسی بیگم کی وفات بہ حالتِ نفاس مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے ان خبروں کو سُنا بجز کلمۂ استرجاع ایک لفظ بھی زبان پر نہ آیا۔

آپ کے صرف ایک نواسے قاری محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ جب تک ان کے نانا حضرت حیات رہے وہ مکہ مکرمہ میں رہے اور ان کی وفات کے بعد رامپور آگئے۔ اُن کی وجہ سے حضرت عمۂ محترمہ کا دل خوش ہوگیا۔ جس وقت وہ سرائے فانی سے سرائے باقی کو رحلت فرما رہی تھیں یہ ان کی خدمت میں موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آخر وقت تک حضرت نانی صاحبہ کے ہوش و حواس قائم تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ٹانگوں کی رُوح نکل چکی ہے۔ پھر ہاتھوں کی روح نکلنے کا

بیان کیا۔ اور آخر میں فرمایا کہ اب آنکھوں میں دھند آگئی ہے۔ اور آنکھیں بند کرکے ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو کر بکمالِ سکون و خندہ پیشانی جان شیریں جان آفریں کے سپرد کر دی

متاعے بود جاں شد نذرِ جاناں　　دلم زیں بیش سامانے نہ دارد

(جان ایک پونجی تھی جو جاناں کی نذر ہوگئی۔ میرا دل اس سے زیادہ سامان نہیں رکھتا۔)

آپ کو حضرت شاہ درگاہی قدس سرہٗ سے ایک خاص نیازمندی تھی اور انہی کے حظیرۂ مبارکہ کو اپنے دفن کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی مبارک مقام میں آرام کی ابدی نیند سو رہی ہیں۔ اکیاسی سال کی عمر پائی۔ تقریباً ساٹھ سال تک گوناگوں مصائب برداشت کرتی رہیں لیکن کیا مجال ہے جو سرِ مو اُن کے معمولات میں فرق آیا ہو۔ یہی وہ دولتِ عظمیٰ ہے جس کو حضرات مشائخِ کرام قدس اللہ اسرارہم 'الاستقامۃ فوق الکرامۃ' کہتے ہیں۔

مبارک باد وے را ایں کرامت　　مبارک باد ویرا ایں سعادت

(یہ کرامت اس کو مبارک ہو۔ یہ سعادت اس کو مبارک ہو)

قاری محمد اسماعیل

آپ کے نواسے قاری محمد اسماعیل صاحب ہیں۔ ان کی ولادت ۷ رجب ۱۳۲۱ھ رامپور میں ہوئی اور ۱۳۳۳ھ میں اپنی والدہ صاحبہ و نانا صاحب کے ساتھ حجاز مقدس گئے۔ وہاں سے ۱۳۴۲ھ میں غالباً واپسی ہوئی اور اب رامپور میں قیام ہے۔ انھوں نے اپنے عم اصغر کی صاحبزادی امۃ العلی سے نکاح کیا۔ اللہ نے سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں عنایت کیں۔ ان میں سے دو صاحبزادے محمد عثمان اور محمد حسین اور دو صاحبزادیاں اسماء و عائشہ اجر و ذخرِ آخرت ہوئیں۔ اور ۱۔ محمد عمرؔ ولادت رمضان ۱۳۴۱ھ ۲۔ محمد علیؔ، ولادت ۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۳۔ محمد خالدؔ ولادت یکم ربیع الاول ۱۳۶۲ھ ۴۔ حافظ محمد راشدؔ ولادت یکم محرم ۱۳۶۵ھ ۵۔ محمد ماجدؔ ولادت ۸ ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ۔ ۱۔ زبیدہؔ ولادت ۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ ۲۔ رضیہؔ ولادت ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۴۶ھ ۳۔ راشدہؔ ولادت ۵ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ۔ خدا کے فضل و کرم سے بہ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عنایت کرے۔ تینوں صاحبزادیاں، اور اول الذکر دو صاحبزادے متزوج اور صاحبِ اولاد ہیں سَلَّمَہُمُ اللہُ وَحَفِظَہُمْ۔

افسوس کہ قاری محمد اسماعیل صاحب ترچناپلی میں ۲۳ رمضان کا دن تمام کر کے جمعرات کی رات ۲۴ رمضان ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۷۴ء کو رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ۔

(بابائے اوّل) حضرت شاہ محمد عمر قُدِّسَ سِرُّہٗ

آپ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کے فرزندِ ثالث ہیں۔ آپ کی ولادت شریف ماہ شوال ۱۲۴۴ھ مطابق اپریل ۱۸۲۹ء میں خانقاہ ارشاد پناہ دلی میں اور وفات صباح یکشنبہ دوم محرم ۱۲۹۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو رامپور میں ہوئی اور حضرت شاہ جمال اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کے گنبد سے متصل جہتِ غرب چبوترے پہ مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے ۵۳ سال ۳ ماہ اور شمسی حساب سے ۵۱ سال ۸ ماہ کی ہوئی۔

آپ سے بڑے بھائی کا نام عبدالحمید تھا۔ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ اُن کی وفات ہوگئی اور حضرت کو بہت رنج و ملال ہوا۔ اتفاق سے اُنہی دنوں میں آپ کے ایک خلیفہ خواجہ نقشبندیاں حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے مزار پُرانوار پہ حاضر ہوئے مراقبہ میں اُن سے حضرت خواجہ نے فرمایا۔ اپنے پیر سے جاکر کہو کہ وہ رنج نہ کریں عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کو نعم البدل عطا فرمائے گا اور وہ میرا فرزند ہوگا میں اس کا نام عمر رکھتا ہوں۔ وہ عمر پائے گا اور صاحبِ کمال ہوگا۔ حافظ غلام رسول ویران نے اسی مکاشفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

دلا ایں بشارت نہ شاید نہفت	کہ فرزند خود خواجہ باقیش گفت
زبس بیش بودش بہ سویش نظر	بہ ضمنیتِ خود گرفتش پدر

(اے دل اس خوشخبری کو چھپانا نہ چاہیے کہ اس کو خواجہ باقی باللہ نے بیٹا کہا۔
اُس کی طرف سب سے زیادہ نگاہ تھی آپ نے اس کو اپنی ضمنیت میں لے لیا)

انہی دنوں میں آپ کی والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ مہتاب میرے گھر میں نکلا ہے۔ حضرت نے اُن سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم کو مثل بدر فرزند عنایت کرے گا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو نام محمد عمر اور کنیت ابو السعادات تجویز فرمائی۔ جو محبت حضرت کو عبدالحمید سے تھی وہ آپ کی طرف منتقل ہوئی۔ آپ خورد سالی سے آخیر دم تک گوناگوں امراض میں مبتلا رہے۔ اور اس وجہ سے آپ کے حضرت والد کو آپ سے مزید لگاؤ پیدا ہوا۔ چنانچہ جب آپ نے دورانِ سلوک میں اپنے والد ماجد سے کہا کہ امراض کی وجہ سے حلقۂ شریفہ سے میری غیر حاضری ہوتی ہے اور مجھ کو اس کا ملال ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد نے فرمایا۔ میں تم کو اپنی ضمنیت میں لیتا ہوں۔ میری طرف سے کوتاہی کا

خیال نہ کرو۔ خدا تم کو استقامت دے۔ ویرآن نے دوسرے شعر میں اسی بات کی طرف اشارا کیا ہے۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا حبیب اللہ سے علوم متداولہ اور اپنے چچا شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف اور حضرت والد سے تصوف کی کتابیں پڑھیں اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ از اوّل تا آخر اپنے حضرت والد سے حاصل کیا۔

۱۲۶۲ھ کو آپ کا نکاح ہوا۔ مقامات سعیدیہ میں لکھا ہے کہ آپ کے پتھری ہو گئی تھی۔ جراح نے چیرہ دے کر اس کو نکالا اس وجہ سے آپ کے یہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔

اس عاجز سے عمِ محترم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو بڑی فکر لاحق تھی اور وہ اکثر حضرت سے کہتی تھیں کہ آپ دعا فرمائیں تاکہ پروردگار اس فرزند کو اولاد دے۔ حضرت ان کو تسلی دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے تم خاطر جمع رکھو، پروردگار اپنے فضل و کرم سے تمہارے فرزند کو پسر نیک اختر عنایت فرمائے گا۔

سفرِ اجمیر خود آپ کو بھی اولاد نہ ہونے کا خیال تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ ۱۲۶۶ھ میں اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے پروردگار جل شانہٗ سے دعا کی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس ۲۲ سال کی تھی۔ جب آپ اجمیر شریف روانہ ہونے لگے تو آپ کے حضرت والد نے آپ کو کامل خلافت عنایت کی اور اپنے خلفاء میں سے دو افراد کو آپ کے ساتھ کیا اور ارشاد کیا کہ حلقہ کیا کرو اور اپنے رفقاء کو توجہ دیا کرو۔ آپ نے اجمیر شریف کے سفر کی تاریخ اس طرح کہی ہے ؎

تیرے جانے میں عمر اجمیر کے — جب دعا دل سے کرے سارا جہاں
ہاتفِ غیبی نہ کیوں سن کر کہے — خیر سے اللہ لاوے پھر یہاں

سفرِ حجاز جب دلی پر نصاریٰ کا تصرف ہو گیا آپ مع اہل و عیال اپنے حضرت والد ماجد کے ساتھ حجازِ مقدس کو روانہ ہوئے اور دیارِ حبیب صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں قیام فرمایا۔ اواخر ماہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ سے اوّل ماہ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ تک بکمالِ راحت وہاں قیام کیا۔

خدا ایست آنکہ ذاتِ بے مثالش — نہ گردد ہرگز از حالے بہ حالے

(خدا ہی ہے کہ جس کی بے مثال ذات ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب متغیر نہیں ہوتی ہے)

وفاتِ والد آخر وہ وقت بھی آپہنچا جس نے آپ کا سارا چین و سکھ لے لیا۔ اگر آپ کے حضرت والد کو آپ سے فوق العادہ محبت تھی تو آپ کو بھی ان سے کمال ارتباط عشق تھا

دوسری ربیع الاول ۱۲۷۰ھ کو آپ کے والد ماجد کی رحلت ہوئی۔ آپ پر اس صدمہ کا بڑا ہی اثر ہوا۔ حضرت عمہ محترمہ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی۔ وہ اس عاجز سے کہتی تھیں کہ تمہارے دادا کو اتنا صدمہ ہوا کہ گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہیں ان کے دماغ پر برا اثر نہ ہو جائے۔ آپ نے اپنی تسکین خاطر کے لئے وہی صورت اختیار فرمائی جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمائی تھی۔ وہ مدینہ منورہ سے ملک شام چلے گئے تھے اور آپ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ آپ نے ۱۲۷۱ھ کا حج کیا۔ دوران حج میں گیارہ بند کا خمسہ کہا ہے۔ اور اس کا تاریخی نام "لبیک رحمۃ" (۱۲۷۱ھ) رکھا ہے۔

آپ نے جو خط حضرت مولانا سید عبدالسلام ہسوی قدس سرہ کو لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں: "مدینہ منورہ میں قیام کرنے کی تاب نہ لاتے ہوئے ایام حج سے پہلے مع عیال و اطفال مکہ مکرمہ پہنچ گیا تاکہ زیارت کعبۂ مشرفہ سے تسکین حاصل کر سکوں۔ میری طبیعت پر جو وحشت و بے قراری طاری ہے اس کے بیان سے قاصر ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تسکین عنایت فرمائے۔"

سفر قدس

آپ کے دل و دماغ پر جو اثر ہوا تھا اس کے ازالہ کے لئے آپ مولوی ابوالبرکات بہاری فرزند مولوی فضل امام اور مولوی حکیم محمد اسماعیل اور مولوی ابوالحسن وغیرہم رحمہم اللہ کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کے واسطے روانہ ہوئے۔ ۱۲ محرم ۱۲۷۹ھ کو جدہ سے مصر کو سمندری جہاز سے روانہ ہوئے۔ آپ سب نے صخرۂ شریفہ اور اماکن مقدسہ کی زیارت کی۔ اس مبارک سفر کی تاریخ آپ نے کیا ہی خوب نکالی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بحمد اللہ دیدم روئے اقصیٰ	کہ بر بنیاد تقویٰ شد مؤسس
چہ خوش تاریخ مولانا عمر گفت	عَبَدْتُ اللهَ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّس
	۲۳۵ + ۴۱۲ + ۹۰ + ۶۶ + ۴۷۶
	۱۲۷۹ھ

اللہ کا شکر ہے میں نے مسجد اقصیٰ کی زیارت کی جس کی تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی ہے
مولانا عمر نے کس قدر عمدہ تاریخ کہی میں نے بیت المقدس میں خدا کی عبادت کی

آپ نے یہ تاریخ مولوی ابوالبرکات کی زبان سے کہی ہے اور ان کو دی تاکہ وہ اپنی کتاب میں اس کو لکھ لیں۔ مولوی ابوالبرکات نے اس مبارک سفر کا حال خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ اور ان کی کتاب کا نام "برکات الانس لزائر القدس" ہے۔ یہ کتاب اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ ۴ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ کو آپ مع رفقا واپس جدہ پہنچے۔ آپ نے مسجد اقصیٰ میں احرام

باندھ کر عمرہ کیا اور پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوئے۔

اہلیہ اور دو پسر کی وفات

ابھی آپ کے دل و دماغ کو پورا سکون نہیں ملا تھا کہ آپ مزید مصائب سے دوچار ہوئے۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۷۸ھ کو بحالتِ نفاس آپ کی اہلیۂ محترمہ نواب بیگم بنت جناب احمد علی بن مولوی محمد باقر از اولادِ امجاد حضرت خواجہ عثمان ہارونی، کی وفات ہوئی اور ساتویں دن نومولود ابوحفص اور پھر ساتویں دن دو سالا ابوبکر اپنی حضرت والدہ ماجدہ سے جا ملے۔ پندرہ دن کے عرصہ میں آپکو یہ تین صدماتِ شدیدہ پیش آئے۔ اب آپ کے پاس آپ کے فرزندِ اکبر حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ ہی رہ گئے۔ پروردگار جل شانہٗ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی نظرِ عنایت صرف انہی کی طرف متوجہ رہے۔ اور وہ مہذب باوصافِ نبویہ و متخلق بہ اخلاقِ الٰہیہ و مجلّٰی مزکّٰی محلّٰی ہو کر اپنے وقت کے فردِ اکمل بنیں۔

مجاہدات

آپ کے کسی[۵] مخلص نے عربی میں نہایت مختصر رسالہ آپ کے احوالِ مبارکہ میں لکھا ہے۔ آپ نے ۱۲۹۷ھ میں جب ہندوستان کا سفر کیا تو وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے چشم دید لکھا ہے۔ یہ رسالہ اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد آپ نے مکہ مکرمہ کی سکونت اختیار کی اور مجاہداتِ شاقہ میں مصروف ہوگئے۔ عشاء کی نماز کے بعد بیت اللہ شریف کے سامنے مراقبہ میں بیٹھ جاتے اور فجر تک مراقب رہتے۔ مریدوں کی تربیت دن میں تین مرتبہ فرماتے۔ اِشراق کے بعد ظہر کے بعد اور پھر مغرب سے عشاء تک، رمضان مبارک میں آپ کی مساعی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس ماہِ مبارک میں آپ بکثرت قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تراویح میں تین مرتبہ کلام الٰہی کا ختم کرتے۔ مراقبات و اَوْراد میں مزید اضافہ فرماتے۔ باوجودیکہ آپ کا مبارک جسم کمزور و نحیف تھا اور گوناگوں امراض آپ کو لاحق تھے۔ آپ کو دیکھنے والا یہ خیال کرتا تھا کہ آپ کے لئے بات چیت باعثِ تکلیف ہے۔ آپ اللہ کی یاد میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ آخر حیات تک ہمیشہ تراویح کھڑے ہو کر پڑھی حالانکہ قیام طویل ہوا کرتا تھا۔ آپ بیت المقدس گئے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزاراتِ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بیت المقدس سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے۔ یہ واقعہ ۱۲۷۹ھ

---

[۵] اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ رسالہ علی افندی نے لکھا ہے۔ محمد اصحاب الدین کا ذکر ان شاء اللہ بعد میں آئے گا۔ انھوں نے ۱۲۹۹ھ میں آپ کو عریضہ ارسال کیا ہے اس میں علی افندی کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

کا ہے " الخ

آپ کے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ "ذکر السعیدین" میں لکھتے ہیں۔

"شب و روز سوائے اذکار و اشغال و طاعت و عبادت و نشر طریقت و افادۂ سلوک طریقت کوئی کام نہ تھا' باوجودیکہ ایسے سخت امراض لاحق تھے کہ طاقت نشست و برخاست وغیرہ بہت کم ہوگئی تھی۔ مگر جو اشغال و اوراد و توجہ و حلقہ آپ کے معمول تھے' ہرگز ان میں فتور نہ تھا۔ یہی استقامت ہے کہ نزد صوفیہ بالائے کرامت ہے" الخ

سیر الکاملین میں لکھا ہے: "تا والد ماجد بہ قیدِ حیات بودند سکونت در مدینہ منورہ داشتند و بعد رحلت بہ مکہ معظمہ تشریف آوردہ توطن اختیار فرمودند۔ تقریباً بست سال کامل دراں بلدۂ معظمہ بودہ اند و رواج طریقۂ شریف فرمودہ اند و صدہا کس را بہ نسبتِ حضور و آگاہی رسانیدہ اند۔ مجاہداتِ کثیرہ و ریاضاتِ شاقہ از بہر تعالیٰ و قیام و صیام و قلۃ المخالطۃ مع الانام بر ذاتِ شریف لازم داشتند از اتفاقات قضا و قدر در سنہ یک ہزار و دو صد و نود و ہفت رونق افروز ہندوستان شدند و بلدۂ رامپور را از قدوم شریف منور ساختند۔ نواب صاحب رامپور نہایت بہ تعظیم و تکریم پیش آمدند و تشریف آوری آنحضرت را از مغتنمات و کمال عزت و شرف خود دانستند و بہ خدمات لائقہ ممتاز گردیدند۔ و حضرت را از مدت شش ہفت سال مرض سخت لاحق شدہ بود' گاہ خفیف می شد' اما اکثر بہ شدت می بود و جناب ایشان ازاں بسیار نحیف و ضعیف گشتہ بودند و باوجود ایں کیفیت' در توجہات و اذکار و اشغال و اوراد مثلِ سابق بلکہ زائد ازاں مشغول می بودند و ہیچ فتورے راہ نیافتہ بود' و ایں دلیل قوی ہست بر کمالِ استقامتِ ظاہری و باطنی آنحضرت پنج شش ماہ دراں شہر بہ قیدِ حیات بودہ روز یکشنبہ دوم محرم الحرام سنہ ہزار و دو صد و نود و ہشت ازیں دارِ فانی بہ دار القرار رحلت فرمودند و بہ جانبِ مغرب روضۂ حضرت حافظ جمال اللہ رحمہ اللہ مدفون گشتند۔ "رضی اللہ الوکیل عنہ" مادہ تاریخ ارتحال آں جناب است" اھ

(جب تک والد ماجد زندہ رہے مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ ان کی وفات کے بعد مکہ معظمہ منتقل ہوئے اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ تقریباً بیس سال اس بابرکت شہر میں رہے۔ اور طریقۂ شریفہ کو رواج دیا اور سینکڑوں اشخاص کو نسبتِ حضوری و آگاہی تک پہنچایا۔ سخت ریاضتیں اللہ کے لئے' رات کے نوافل' روزے' لوگوں کے ساتھ کم آمیزی اپنی ذات پر لازم رکھی۔ اتفاقاً ۱۲۹۷ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور رامپور کو رونق بخشی۔ نواب صاحب رامپور تعظیم و تکریم سے پیش

آئے اور آپ کی تشریف آوری کو مغتنمات سے سمجھا اور ان کی تعظیم کو اپنے لئے باعث شرف سمجھا اور اچھی خدمات کیں۔ آپ چھ سات سال سے مریض تھے۔ مرض کبھی ہلکا ہو جاتا تھا لیکن اکثر اس میں شدت رہتی تھی۔ اور آنجناب اس کی وجہ سے بہت لاغر اور کمزور ہو گئے تھے لیکن بایں ہمہ اوراد و اشغال پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ان میں مشغول رہتے تھے اور اس میں کوئی کمی نہ کرتے تھے جو کمالِ استقامت ظاہری و باطنی کی دلیل ہے۔ پانچ چھ ماہ اس شہر میں زندہ رہے۔ یکشنبہ ۲ محرم الحرام ۱۲۹۸ھ کو دنیا سے آخرت کی جانب روانہ ہو گئے اور حضرت حافظ جمال اللہ کی قبر کے مغربی جانب دفن ہوئے۔ "رضی اللہ الوکیل عنہ" مادۂ تاریخ وفات ہے۔"

آپ کا سرمایہ

آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں باب العتیق کے قریب تھا اور آپ کا سرمایہ توکل اور قناعت تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔

اہلِ حرفہ بہ کسب دارد ناز کارِ درویش برخدا باشد

(ہنر مند کمائی پر ناز کرتا ہے۔ فقیر کا کام اللہ کے بھروسے ہوتا ہے)

آپ کی تنگدستی اور عسر کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ کے برادرِ کلاں حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرہٗ اپنی وفات سے پانچ چھ سال قبل سے ہر سال مدینۂ طیبہ سے حج کے واسطے مکہ مکرمہ تشریف لایا کرتے تھے۔ اُن کا قیام آپ کے پاس ہوا کرتا تھا۔ ایک سال آپ نے اپنے حضرت برادر کا ساتھ حج میں نہ دیا۔ حج کے بعد آپ کے بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ آپ نے مالی مشکلات کی وجہ سے عرفات و منیٰ کا قصد نہیں کیا تھا تو از روئے شفقت و محبت آپ سے فرمایا "بھائی تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا۔ میرے پاس اللہ کے فضل و کرم سے اتنا تھا کہ تم بھی آرام سے حج کر لیتے۔" آپ نے حضرت برادرِ کلاں سے فرمایا اور کیا ہی خوب فرمایا ہے "آپ کا ارشاد بجا ہے۔ لیکن کہنے کے بعد وہ لذت و حلاوت کب نصیب ہوتی جو نہ کہنے کی صورت میں ہے۔"

یہ بات اس عاجز سے حضرت ابوالشرف نے اوائل ۱۳۵۶ھ میں مکہ مکرمہ میں فرمائی اور اُن سے اُن کے حضرتِ والد شاہ محمد معصوم قدس اللہ اسرارہما نے کہی ہے۔ آپ کے جواب سے آپ کی قناعت اور رضا بقضائے الٰہی کا پتہ چلتا ہے۔ اور آپ کی خودداری کا اظہار ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَنَوِّرْ قَبْرَهٗ وَارْفَعْ مَنَازِلَهٗ۔

مکہ مکرمہ میں تمام عزیزوں سے الگ تھلگ بجوار بیت اللہ الحرام شاداں فرحاں اپنے ایام بسر کرتے رہے۔ دنیوی وابستگی کے لئے صرف ایک فرزندِ دلبند کی ذات ستودہ صفات رہ گئی

تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لختِ جگر کو ایسی استعدادات سے نوازا کہ جن کو دیکھ کر آپ اپنے تمام غموں کو بھول جایا کرتے تھے۔

علالت عربی کے قلمی رسالہ میں لکھا ہے: "برادرِ کلاں کی وفات کے تین سال بعد (ان کی وفات ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ مکہ مکرمہ میں ہوئی) آپ علیل ہوئے اور آپ کی علالت اتنی سخت تھی کہ دیکھنے والے آپ کی شفایابی سے ناامید ہو گئے تھے۔ آپ کے فرزندِ کریم فاضلِ فخیم سیدنا و مولانا و امامنا الشیخ محی الدین ابوالخیر عبداللہ الاحمدی نہایت پریشان اور مضطرب ہوئے۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند کی پریشانی کو دیکھ کر فرمایا۔ تم پریشان نہ ہو ابھی میری رحلت کا وقت نہیں آیا ہے۔ یہ بات سن کر آپ کے فرزند کو خیال ہوا کہ شاید میری تسلی کے لئے آپ نے یہ بات فرمادی ہے یا پھر مرض کی شدت اور بحرانی کیفیت کا اثر ہے۔ جب آپ کو اپنے لختِ جگر کے اس خیال کا علم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا "میری بات تم نہیں سمجھے ہو۔ ابھی تمہارے دادا حضرت میرے پاس آئے تھے میں نے اُن سے عرض کی۔ حضرت میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا۔ ابھی نہیں کیونکہ تم کو ایک فرد کی تربیت ابھی کرنی ہے۔ (رسالہ کے مؤلف نے اس کے بعد لکھا ہے) ظاہر ہے کہ وہ فرد آپ کے فرزندِ کریم ہی کی ذات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا دی اور آپ کئی سال حیات رہے۔ الخ

دیدِ قصور ابتدا آپ پر دیدِ قصور غالب تھی۔ مناقبِ احمدیہ میں لکھا ہے۔ حضرت والد کی وفات کے بعد آپ کو غلبۂ تواضع کی وجہ سے طالبانِ حق کو بیعت کرنے میں تردد ہوا۔ آپ نے امام الطریقہ خواجہ بہاء الدین کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اپنی مبارک ٹوپی آپ کو پہنائی اور تسلی دی۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے حضرت والد کے طریقہ پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے قائم مقام بلکہ سجادہ نشین ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت عنایت کر کے کمال و تکمیل کے بلند ترین مرتبہ پر پہنچائے اور آپ کو فیض بخشِ جہاں کرے۔ آمین یارب العالمین"

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ کو عنفوانِ شباب سے اپنی کوتاہی کا احساس ہو گیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ آپ خوردسالی سے بیماریوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اکثر حلقہ شریف میں شریک ہونے سے قاصر رہے۔ آپ نے اپنی اس کوتاہی کا اپنے حضرت والد سے ذکر کیا تھا۔ انہوں نے آپ سے فرمایا تھا "اگر قدم بہ قدم من خواہید رفت مثلِ من خواہید شد۔ آنچہ کار من بود در حق

شما من آں راکردم حالا استقامت شما درکار است " (اگر میرے قدم بہ قدم چلوگے مجھ جیسے ہوجاؤگے جو میرا کام تھا وہ میں نے تم سے متعلق کردیا ہے۔ اب تمہاری استقامت کی ضرورت ہے۔)
آپ کا یہ احساس اواخرِ عمر میں انتہا کو پہنچا اور اس کا علاج آپ نے صرف اسی میں پایا کہ پروردگار جل شانہ کی عبادت میں ہمہ تن متوجہ ہوجائیں۔ اور آپ نے یہی کیا۔ سیر الکاملین میں ہے "در خوردی ملحوظ نظر جد امجد خود حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہٗ بودند۔ حضرت والد ماجد ایشان، ایشاں را در فرزندان خود بسیار دوست می داشتند و رعایت و نظر شفقت بر حال شریف آں حضرت بسیار مصروف بود" (بچپن میں اپنے دادا شیخ ابو سعید کے منظورِ نظر تھے۔ اُن کے والد اپنی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ان پر نظرِ شفقت بہت زیادہ رکھتے تھے) اور لکھا ہے "در آخر عمر آں قدر در شہود خود استہلاک داشتند کہ از خویش و بیگانہ بیگانہ گشتہ بودند و شب و روز بہ اذکار و اشتغال و مراقبات و اوراد و وظائف اشتغال داشتند و تعلقاتِ ماسوا از ساحتِ سینہ و نقوشاتِ غیر از قلبِ منور مرتفع بود۔ تحمل و بُردباری و مسکنت و تواضع شیوۂ مرضیہ حضرت ایشان بود۔ بہ ہر کس کہ سخن می فرمودند شیفتۂ تقریرِ دلپذیری می شد۔ مَنْ اِذَا رُؤُا ذُکِرَاللّٰہُ از سیمائے شریف چوں مہر تاباں جلوہ گر بود۔ حُبِّ دنیا و اہلہا بر ضمیر عرفاں تخمیر اثرے نہ داشت۔ بادشاہ و فقیر و امیر و وزیر در نظرِ شریف یکساں بود، در معاملہ بہ ہیچ کس از ینہا فرق نمی فرمودند" الخ (آخری عمر میں اپنے مشہود میں اسقدر گم رہتے تھے کہ اپنے اور بیگانے سے بیگانے ہوگئے تھے شب و روز ذکر و فکر و مراقبہ و اذکار و اشغال میں مشغول رہتے تھے۔ ماسوا اللہ کے تعلقات آپ کے سینہ سے اور غیر اللہ کا نقش آپ کے قلب سے مِٹ چکا تھا۔ تحمل اور بردباری و مسکنت و تواضع ان کا پسندیدہ طریقہ ہوگیا تھا۔ جس سے بات کرتے وہ عاشق بن جاتا۔ دنیا اور اہلِ دُنیا کی محبت کا اثر ختم ہوگیا تھا۔ بادشاہ، فقیر، امیر، وزیران کی نظر میں یکساں تھا۔ معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہ برتتے تھے۔)

اِنکساری

آپ کی طبیعت میں انکساری بہ درجۂ اتم تھی۔ آپ نے "انساب الطاہرین" میں اپنا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ محمد عمر فرزند سیوم حضرت سراج الاولیاء کی تاریخ ولادت۔ احقر البشر محمد عمر۔ سے نکلتی ہے۔

آپ کا حُلیہ و اخلاق

عربی قلمی رسالہ میں لکھا ہے کہ آپ معتدل القامۃ معتدل الاعضاء معتدل المزاج تھے۔ حضرت عمۂ محترمہ اور حضرت سیدی الوالد اور

خاندان کے کہن سال افراد سے جنھوں نے آپ کو رامپور میں دیکھا تھا جو تفصیل اس عاجز کو معلوم ہوئی ہے، لکھتا ہے۔

آپ کا قد میانہ تھا۔ بدن بھاری نہ تھا۔ ہجوم امراض نے نہایت کمزور کر دیا تھا۔ سر مبارک میانہ، زلفوں کی درازی کان کی لو تک۔ لحیۂ مبارکہ بہت گھنی نہ تھی۔ درازی میں بہ اندازۂ یک مشت۔ چہرۂ مبارک بیضوی، آنکھیں فراخ پُر از انوار، جب آپ حلقہ و توجہ سے فارغ ہوتے تھے تو آنکھ کی سپیدی پر سرخی غالب ہوتی تھی۔ ناک بلند، دست و پا نازک۔ شیریں کلام۔ غصہ نہایت کم البتہ اگر غصہ آجاتا تو شانِ فاروقی کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ گھر میں کپڑے کی ٹوپی استعمال فرماتے اور باہر سر پر دستار رہتی۔ دستار مختصر ہوتی تھی۔ طبیعت نفاست پسند تھی۔ آپ کا قلمدان، مِقط، تکیہ، مقراض، مُہر، سُبحہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے استعمال کی اشیاء نفاست سے خالی نہ تھیں۔ آپ نے حزب البحر اور درود کبریت احمر کو مختصر تقطیع پر نہایت خوشخط لکھوایا تھا۔ عمدہ باریک کاغذ ہے۔ پہلے صفحہ پر گول دائرہ بنا لیا ہے اور اس میں۔ وظیفۂ عمر بے بدل است۔ تحریر فرمایا ہے۔ پھر اس کی نفیس جلد مع غلاف کے جس کا رواج ترکیہ میں ہے، بنوائی ہے۔ آپ کی تین مہریں ہیں۔ پہلی ۱۲۶۲ھ میں بنوائی جو بہت مختصر ہے اور اس پر محمد عمر کندہ ہے۔ دوسری مُہر ۱۲۶۸ھ میں بنوائی اس پر "محمد عمر ابن احمد سعید" کندہ ہے۔ محمد عمر نیچے، ابن بیچ میں اور احمد سعید اوپر۔ یہ مُہر پیتل کی ہے اور بڑی ہے۔ تیسری مُہر نہایت نفیس ہے۔ عقیق پر یہ شعر کندہ ہے۔

عُمر نام و فعلش ہمہ ناپسند سگِ خانقاہِ شہِ نقشبند

کتابت بہ خط نسخ ہے۔ عقیق کو چاندی کے مُٹھے میں پکڑا ہے۔ اور یہ مُٹھا بہت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ غالباً ترکیہ کی ساخت ہے۔

آپ کی بیماریاں

مناقبِ احمدیہ کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے کہ آپ کے مثانہ میں پتھری ہو گئی اور اس کو جرّاح نے چیرہ دے کر نکالا۔ ایک مدت کے بعد آپ کے مثانہ میں پھر پتھری ہو گئی۔ جرّاحوں نے کہا کہ اب جراحی نہیں کی جاسکتی۔ یہ سُن کر آپ کی والدہ صاحبہ کو نہایت ملال ہوا۔ انھوں نے آپ کے حضرت والد سے دعا کرنے کے واسطے نہایت عاجزی سے عرض کی۔ چنانچہ حضرت والد نے توجہات فرمائیں اور پتھری از راہ بول خارج ہو گئی۔

آپ نے ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں ایک خط اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو لکھا ہے۔ اصل خط فارسی میں ہے جو نہایت طویل ہے۔ اس میں خانگی امور کا بھی ذکر ہے۔ اس کا

ایک حصہ یہ ہے "میں نے شیخ ابوالخیر کو لکھا ہے کہ رمضان کے بعد یہاں آجائیں (مدینہ منورہ سے) اگرچہ گرمی شدید ہے اور رُطب یعنی کھجوروں کے دن ہیں لیکن اُن کے سبب سے قرآن مجید کے تین ختم سُنے جاتے ہیں۔ اور اہلِ ذوق و شوق حاضر ہوتے ہیں۔ تذکیر کے وقت تک یعنی پہلی توپ سَر ہونے تک ان کی تراویح تمام ہوتی ہے۔ عشرۂ اخیرہ میں فقیر کی جگہ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ اُن کی وجہ سے حرم شریف کا ایک گوشہ آباد ہوتا ہے۔ یہ فقیر بالکل بیکار ہو گیا ہے۔ نماز فرض اور وہ بھی بہ دقت کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں۔ کرکے ناسُور، وجع مفاصل اور ضعفِ دماغ کی وجہ سے بدقت دُو وقت حرم شریف میں حاضر ہوتا ہوں اور یہ بھی شیخ ابوالخیر کے سفر کرنے کی وجہ سے، ورنہ انھوں نے فقیر کا تمام بوجھ اُٹھا لیا ہے۔ میں تو خانہ نشین اور صاحبِ فراش ہو گیا ہوں۔ شیخ مظہر کا حال بھی اسی کے قریب ہے۔ شیخ ابوالخیر نے لکھا ہے کہ دسویں پندرہویں دن اُن کو بخار عَود کر آتا ہے اور وہ پھر ضعیف ہو جاتے ہیں۔ غرض ہماری عمریں آخر کو پہنچی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو سلامت باکرامت اور شریعت پر مستقیم رکھے۔ تم دونوں سے طریقۂ شریفہ کو رواج دے۔ تم دونوں کا وجود بقیۂ سلف ہے۔ سَلَّمَکُمَا رَبُّکُمَا" آپ کے اس مکتوبِ گرامی سے ناسُور کا پتہ چلا۔ عربی کے قلمی رسالہ میں ہے کہ سات سال سے آپ کو ایک مرض لاحق تھا۔ کبھی اُس میں تخفیف ہوتی تھی اور کبھی شدت۔ غالباً اس مرض سے مراد ناسُور ہو گا۔ حضرت عمۂ محترمہ نے فرمایا تھا کہ آپ کے سر میں درد ہوا کرتا تھا۔

حلقۂ احباب مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا سید حبیب الرحمٰن کاظمی ردولوی، مولانا عبدالحق الٰہ آبادی خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی اور مولانا حاجی امداد اللہ سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ اِن حضرات کا اجتماع ہوا کرتا تھا اور یہ حضرات اپنا تازہ کلام ایک دوسرے کو سُنایا کرتے تھے۔ اس بزمِ صفاکیشاں میں حضرت سیدی الوالد شمعِ محفل تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک غزل پڑھی جب یہ شعر پڑھا۔

روئے انور پہ نمو ہے خط کا ابر میں ماہ نہاں ہوتا ہے

تو حاجی صاحب کو بہت لُطف آیا۔

ایک دن آپ حرم شریف میں تھے۔ مولانا محمد سکندر رحاصل خالص پوری خلیفہ سید عبدالسلام ہسوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس دعا کی۔ آپ نے فی البدیہ یہ شعر پڑھا۔

سکندر یکے از غلامانِ تست بکن رحم بردے کہ شایانِ تست

(سکندر تیرا ایک غلام ہے اس پر رحم کر یہ تیری شایانِ شان ہے)

سفرِ ہند آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں اواخر ۱۲۷۷ھ سے اوائل ۱۲۹۷ھ تک رہا حضرت سیّدی الوالد نے فرمایا ہے ؎

وہ رہے قاسمِ فیضِ اقدس حرمِ کعبہ میں اُنیس برس

بارہ سو ستنّر کے اوائل میں آپ نے ہندوستان کا قصد کیا تاکہ اپنے فرزند گرامی قدر کا نکاح اپنے برادرِ کلاں کی پوتی السیدہ عارفہ سے کردیں۔ یہ رشتہ آپ ہی نے تجویز کیا تھا۔ صرف اس رشتہ کی وجہ سے حضرت سیدی الوالد کی شادی میں چند سال کی تاخیر ہوئی۔ اس رشتہ کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کو اپنے بڑے بھائی کے فرزند شاہ محمد معصوم اور اپنے چھوٹے بھائی کی دختر محترمہ امتہ الجمیل سے بہت محبّت تھی۔ جب یہ دونوں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عارفہ عنایت کی تو آپ نے اُسی وقت اپنے حضرت برادرِ کلاں اور برادرِ خورد سے فرمایا کہ اس بچی کو میں اپنے فرزند دلبند کے واسطے طلب کرتا ہوں۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ دونوں بھائیوں نے آپ سے فرمایا کہ بچی آپ کی ہے ہم کو کوئی عذر نہیں۔

آپ کے برادرِ کلاں کی وفات ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ والئ رامپور نواب کلب علی خاں ۱۲۷۳ھ میں آپ سے بیعت ہوئے تھے۔ حضرت کی وفات کے بعد نواب صاحب نے اپنے مرشد زادے شاہ محمد معصوم کو رامپور بُلایا۔ چنانچہ وہ ۱۲۹۱ھ میں تنہا رامپور آگئے اور وہاں انھوں نے دو نکاح کئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد عنایت کی۔ محترمہ امتہ الجمیل اپنی دختر کے ساتھ اپنے حضرت والد کے پاس رہیں۔ آپ نے جب اپنے فرزند کے نکاح کا قصد فرمایا تو آپ نے اپنے برادرزادے کو لکھا کہ آکر یہ کام کرلو۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے عمِّ محترم کی طلب پر حرمین شریفین چلے جاتے لیکن نواب کلب علی خاں کی بڑی تمنا تھی کہ حضرت جدّامجد کچھ دن کے واسطے رامپور تشریف لائیں۔ لہٰذا وہ اپنے مرشد زادے سے کہتے رہے کہ کسی طرح اپنے حضرتِ عم کو رامپور بلائیں۔

مدینہ منورہ سے آپ کے برادرِ خورد اور اُن کی صاحبزادی نے آپ کو مکہ مکرمہ خطوط لکھے کہ عارفہ بالغ ہے لہٰذا آپ یہاں تشریف لے آئیں اور اپنے فرزند کا نکاح کردیں۔ چونکہ آپ کو اپنے برادرزادے سے محبت تھی اس لئے آپ نے اُن کی خواہش کو پورا کیا اور خیر سے ہندوستان کو اپنے فرزند و برادرزادی اور ان کی دختر اور کرامت النساء کو لے کر روانہ ہوئے۔

عربی قلمی رسالہ کے مؤلف آپ کی خدمت میں تھے وہ لکھتے ہیں "بہ حکم قضا و قدر ۱۲۹۱ھ میں ہندوستان آپ کے مبارک قدوم سے مشرف ہوا۔ آپ میمن جماعت کے ساتھ مع متعلقین مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ جدہ سے سمندری سفر شروع ہوا۔ آپ پر ایک دن اور ایک رات استغراقی کیفیت طاری رہی۔ آپ کو اس عرصہ میں کسی بات کی خبر نہ تھی۔ نہ گرمی کی' نہ ازدحام کی اور نہ سمندری سفر کے اثرات کی' حالانکہ تمام مسافروں کو دوران سر اور قے کی تکلیف تھی اور خاص کر مستورات کو تکلیف زیادہ تھی۔ جب آپ کے رفقاء کی تکلیف حد سے بڑھ گئی تو بعض مریدوں نے آپ کو مطلع کیا۔ آپ اُن کی بات سُن کر مراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ جہاز کا انگریز کپتان آیا۔ وہ انگریزی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ کوئی اس کی بات نہیں سمجھا۔ چونکہ وہ بار بار حضرت کا لفظ کہہ رہا تھا۔ اس لئے آپ کے مریدوں کو خیال ہوا کہ وہ آپ کو دریافت کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس کو آپ کی خدمت میں لائے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو اپنی ٹوپی اُتار دی اور ترجمان کو بُلوا کر آپ سے کہا کہ وہ آپ کے واسطے الگ جگہ کا بندوبست کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے تختوں اور لکڑیوں کے مخزن کو خالی کرایا اور صاف کر کے آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اس میں ٹھیرایا اور مستورات کے واسطے دوسری جگہ کا بندوبست کیا۔ جب تک سفر جاری رہا ہر روز کپتان ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ کے سامنے تقریباً نصف ساعت برہنہ سر کھڑا رہتا تھا۔ جب جہاز کلکتہ پہنچا تو وہ آپ کو اپنے خصوصی کمرے میں لے گیا اور وہاں نصف ساعت تنہائی میں آپ سے ملا۔ آپ کے مریدوں میں سے بعض نے کہا۔ کیا عجب کہ وہ مسلمان ہو گیا ہو۔ لیکن آپ سے بہ وجہ آپ کی ہیبت کے کوئی دریافت نہ کر سکا۔

حضرت عمہ محترمہ نے فرمایا کہ کلکتہ میں تقریباً چالیس دن آپ کا قیام رہا۔ رامپور سے آپ کے برادر زادے آپ کے لینے کے واسطے کلکتہ پہنچے تھے۔ کلکتہ سے مرادآباد تک ریل کا سفر رہا۔ ریل کا ایک ڈبہ مخصوص کرایا تھا۔ اس میں دو پلنگ نیچے اور دو اوپر تھے۔ ایک طرف نیچے کے پلنگ پر تمہارے دادا اور اس کے اوپر تمہارے والد اور دوسری طرف نیچے میں اور اوپر میری بیٹی۔ اور چونکہ میری بیٹی کی شادی تمہارے والد سے ہونے والی تھی اس لئے بیچ میں پردہ ڈال لیا تھا۔

عربی کے قلمی رسالے میں ہے۔ جب کلکتہ والے آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو آپ ریل کے ذریعہ رامپور کو روانہ ہوئے۔ سبحان اللہ راستہ بھر کیا کیفیت رہی جس اسٹیشن پر بھی ریل ٹھہرتی تھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ اگر آپ کے پاس کی کھڑکی کھلی ہوتی تھی تو لوگ پروانہ وار آپ

کی دست بوسی کے لئے گرتے تھے۔ ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ وہ آپ کے مبارک بدن کو چھو لیں۔ اور اگر آپ کے پاس کی کھڑکی بند ہوتی تھی تو اس سے متصل کھڑکی سے آپ کے فرزند اپنا مبارک ہاتھ نکال کر لوگوں سے مصافحہ کر لیا کرتے تھے۔ سارا سفر اسی کیفیت سے گزرا۔ رامپور پر نواب صاحب نے آپ کا شاہانہ استقبال کیا اور نہایت تکریم و تعظیم کے ساتھ آپ کو آپ کے قیام فرمانے کے مکان تک لے گئے۔ الخ

نواب صاحب نے نواب احمد یار خاں کا محل آپ کے اور آپ کے متعلقین کے قیام کے واسطے تجویز کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے متعلقین نے اس محل میں قیام کیا۔ لیکن آپ نے اپنے واسطے اس مسجد شریف کا انتخاب فرمایا جو کہ اس محل کے قریب تھی۔ جب تک آپ حیات رہے مسجد شریف کے حجرے میں قیام پذیر رہے۔ اسی حجرے میں آپ نے صدائے "يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ" سنی اور اسی حجرے میں آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

حرم کی یاد آپ نے اپنے برادر زادے کی خوشی پوری کی۔ ان کی اہلیہ و دختر اور اپنے پسر کو باوجود نقاہت و گوناگوں امراض کے، لے کر رامپور تشریف لائے لیکن یہ آنا آپ کی تکالیف میں اضافہ کا سبب ہوا۔ آپ کے امراض میں شدت ہوئی اور آپ بالکل صاحب فراش ہو گئے۔ ان تکالیف کے ساتھ ساتھ آپ کو حرم محترم کی یاد تڑپانے لگی۔ آپ نے دورانِ قیام حرم میں ایک مناجات نظم کی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:۔

مدینے میں مدفن ہو میرا الٰہی — مجھے پاس رکھ لے مرے پیشوا کے
الٰہی تو جنت دے سب مومنوں کو — پڑھا جس نے کلمہ ہو تصدیق لا کے
مجھے کافرستاں سے تُو نے نکالا — رکھا پھر حرم میں عنایت سے لا کے
اب امید یہ ہے کہ فردوس میں بھی — عمرؔ زیرِ سایہ رہے مصطفیٰ کے

نواب کلب علی خاں رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اگرچہ دوا دارو کے سلسلہ میں پوری توجہ کی لیکن دل کی بیکلی کا وہ کیا علاج کرتے۔ دل میں اگر کسی وجہ سے مسرت اور توانائی ہوتی ہے تو ازالۂ مرض میں سہولت ہوتی ہے اور جبکہ دل مہموم و محزون ہو تو مرض پوری طرح زور دکھاتا ہے۔ اندریں صورت نواب صاحب کی کوششیں کیا بار آور ہوتیں بلکہ کیفیت یہ تھی۔

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی — مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آپ نے اس دوران میں جو غزل کہی ہے وہ حقیقت حال کو بتا رہی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ترے کوچہ کی دل کو اب جستجو ہے — گلستاں کی بلبل کو پھر آرزو ہے
جبیں آستاں پر رکھوں اسکے کیونکر — کیا میں نے کب خونِ دل سے وضو ہے
ہوا سرخیٔ رنگ گل سے ہویدا — پیا اس نے بلبل کے دل کا لہو ہے
دمِ سیر سایہ کہیں پڑ گیا ہے — جو تیرے پسینے کی سی گل میں بو ہے
بتا اپنے قاصد کو میں کیا بتاؤں — خبر کیا کہاں منزلِ ماہرو ہے
خبر کر دو مُشتاقیانِ حرم کو — مری چشم تر سے رواں آبِ جو ہے
رگِ جاں سے تو گرچہ نزدیک تر ہے — مگر مجھ کو پھر تیری ہی جستجو ہے
ترے ہونے سے میں ہوں اور مجھ سے تو ہے — جو تو ہے تو میں ہوں جو میں ہوں تو تو ہے
ستم میں بھی اس کے مزا ہے کرم کا — مجھے ہر طرح سے پسند اس کی خو ہے
سعیدِ جہاں سے ملے سارے مطلب — عمر اب نہیں دل میں کچھ آرزو ہے

آپ نے پہلے شعر میں اپنی تڑپ کا اظہار کیا ہے اور دوسرے شعر میں دیدِ قصور کا غلبہ ہوا ہے اور آپ اس مضمون کا بیان کر رہے ہیں جس کو فارسی میں آپ نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

شدۂ تو مسخ و بیجاں بہ نشیں بہ قربِ انساں — کہ رود بہ فیضِ یزداں بہ تنِ تو جانِ ایماں
بکن اقتباسِ عرفاں کہ شوی تو قابلِ آں — تو غریقِ بحرِ عصیاں چہ روی بہ کوئے جاناں
سگِ تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

(تو مسخ اور بے جان بن گیا کسی انسان کے قرب میں بیٹھ تاکہ خدا کے فیض سے تیرے بدن میں ایمان کی جان آجائے عرفان حاصل کر تاکہ تو اسکے قابل بنجائے تو گناہوں کے سمندر میں غرق ہے جاناں کے کوچہ میں کیا جاتا ہے۔ بارش میں بھیگے ہوئے کتے کا حرم میں کیا کام ہے)

نویں شعر میں اعلیٰ مقام رضا کا بیان ہے کہ۔ ہر چہ از دوست می رسد نیکو است۔ آپ کی معارف سے بھر پور اس غزل پر مولانا سلامت اللہ ابوذکا اسلام پوری خلیفہ حضرت مولانا ارشاد حسین نے خمسہ کہا ہے۔ اس کے اکتیس بند ہیں۔ دو بند درج ذیل ہیں:

اذا جاءَ کا حق سے مژدہ تھا ان کو — بیاں اس میں اور رنج و غم دوستوں کو
کہا کھول کر صاف رازِ خفی کو — خبر کر دو مُشتاقیانِ حرم کو
مری چشم تر سے رواں آبِ جو ہے

ہے طاعت میں شرط طہارت مقرر — نہ ہو شرط یہ جس کسی کو میسر
تو کس طرح سجدہ کے لائق ہو وہ سر — جبیں آستاں پر رکھوں اس سے کیونکر
کیا میں نے کب خونِ دل سے وضو ہے

مکاتیب شریفہ آپ کے فرزندِ گرامی قدر ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت آپ نے جو خطوط ارسال فرمائے ہیں ان کی ابتدا اس طرح سے ہے۔ایک خط کی ابتدا۔ اعزی ارشدی قرۃ عینی سے اور دو کی۔ اعزی ارشدی قرۃ عینی ثمرۃ فوادی سے اور چودہ کی۔ فرزندی اعزی قرۃ عینی ثمرۃ فوادی سے۔ان خطوط میں آپ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی بعض باتوں کا جواب دیا ہے۔اور کچھ نصائح تحریر فرمائے ہیں۔یہ عاجز ان کو بیان کرتا ہے:۔

(۱) جدہ سے حضرت سیدی الوالد نے لکھا کہ بازار کی ظلمت کی وجہ سے مسجد شریف نہیں جاتا اور گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔آپ نے تحریر فرمایا: بازاروں کی ظلمت کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنی ہمارے حضرات کا معمول نہیں ہے۔اگرچہ با جماعت نماز پڑھی جائے۔

(۲) صبح و شام "کبریتِ احمر" کا پڑھنا فقیر کا معمول ہے اور جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد بھی۔شما ہم اختیار کنید۔

(۳) اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ھُوَ النَّاصِرُ وَ الْحَافِظُ وَ الْمُعِیْنُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ: (ترجمہ) تم جہاں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ رہے۔نصرت دینے والا، حفاظت اور مدد کرنے والا وہی ہے اور تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

(۴) مراقبہ میں تمہارا مقام ولایتِ کبریٰ ہے۔صبح اور شام ایک بجے (عربی وقت) کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے تک تمام یارانِ طریقت سے پہلے تم کو توجہ دی جاتی ہے اور پھر دوسروں کو۔اکثر اوقات تمہارا خیال اپنے مراقبہ پر ہونا چاہیئے رات دن۔بلکہ بعض اوقات بخیالِ ذوق عالمِ امر کے لطائف میں سے کسی لطیفہ کا مراقبہ گھڑی آدھ گھڑی کرنے میں مضائقہ نہیں۔یہ مراقبہ فرحت میں اضافہ کرتا ہے۔پروردگار ہم کو اور تم کو اپنی نظرِ عنایت سے نوازے۔ بجاہِ خاتم الرِّسَالَۃِ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلَوٰتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔ ۶ ماہ میلاد پنجشنبہ ۱۲۹۶ھ۔

(۵) لوگوں کی وعدہ خلافی سے رنجیدہ نہ ہو۔ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہے اس میں کسی تبدل اور تغیر کو دخل نہیں ہے۔حق سبحانہٗ تعالیٰ انجام کار بخیر فرمائے۔بحرمۃ حبیبہ

صلی اللہ علیہ وسلم والسلام۔

(۶) مشائخ رضی اللہ عنہم کے اذکار واشغال میں مشغول رہو جہاں بھی رہو۔

اوقات ہماں است کہ بایار بسر رفت   باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

(اوقات تو وہی ہیں جو یار کے ساتھ بسر ہوں۔ بقیہ سب بے حاصلی اور بے خبری ہے)

سورۂ یاسین بھی ہمارے حضرات کا معمول ہے اور حاجت روائی کے لئے نہایت مفید ہے۔ اقل درجہ رات اور دن میں ایک ایک مرتبہ اور زیادہ جتنا کرو اتنا ہی زیادہ فائدہ مند ہے۔

(۷) بلدۂ طیبہ کے لوگوں نے بہ وجہ طبع کرانے فیروز آبادی کی کتاب کے جیون بیگ اور فضل اللہ پر بہت شورش کی اور مولوی رحمت اللہ نے نہایت زجر کر کے کتابوں کے اخراج کا حکم دیا۔ اور حاجی صاحب (یعنی حاجی امداد اللہ صاحب) بیچ میں پڑے ورنہ فساد زیادہ ہوتا۔

جمعہ ۱۳ ر میلاد (یعنی ۱۳ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ)

(۸) فرزندی اعزی قرۃ عینی ثمرۃ فوادی۔ سلمہ ربہ تعالیٰ شانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حمد ہے اللہ سبحانہ کی تمہاری سلامتی اور تمہاری عافیت پر۔ تمہاری بیمار بخش پر تعجب ہے۔ ابھی تو میں تم کو سفر میں شمار نہیں کرتا۔ گویا کہ تم گھر میں ہو اور اگر سفر میں تکلیف نہ ہوتی تو نماز میں قصر کیوں ہوتا۔ ہر چیز اپنے وقت پر موقوف ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اسی چیز کا حکم کرتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے۔ عربی مولد جو حکیم عظیم آبادی نے بھیجا تھا کہاں ہے۔ اس کو کرامت پڑھتی ہے۔

(۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بھلائی اسی میں ہے جو اللہ نے کیا۔ بلدۂ طیبہ کی زیارت اور قبلۂ اعظم کی عتبہ بوسی مبارک ہو۔ تم اپنے اُخروی کام میں مشغول رہو۔ دنیوی کام ضمناً اپنے وقت پر خود بخود انجام پائیں گے۔ اگر اپنے دل میں وہاں کے رہنے میں جمعیت پاؤ تو اقامت کرو۔ کیونکہ کل کی خبر نہیں ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ رات دن مواجہہ شریف اور اپنے دادا کے مزار پُر انوار اور عم بزرگوار کی صحبت سے فیض حاصل کرنے میں سرگرم رہو۔ اور اگر طوافِ بیت اللہ اور میری اور یارانِ طریقہ وسلسلہ کی ملاقات کی طرف دل مائل ہو تو یہاں آجاؤ۔ اور درس وتدریس اور ذکر واذکار میں اپنا وقت خرچ کرو۔ یہاں کے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔ اس فقیر کا حوصلہ کہاں ہے کہ میاں معصوم کے لینے کو ہندوستان اس ضعف اور بیماریوں میں جائے۔ بہت ہمت کر کے حرم شریف دوبار اور کبھی ایک بار جانا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی سر کے

درد اور جوڑوں میں درد کی وجہ سے کسی دن رہ جاتا ہے۔ البتہ خط لکھوا لیتا ہوں۔

شنبہ۔ ۱۱ رجمادی الاولی سنہ ۱۲۹۶ھ

اپنے فرزند کی تعریف

آپ نے اپنے برادر زادے شاہ محمد معصوم رحمہ اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ آپ کا خط فارسی میں ہے۔

(۱۰) اپنے ختم اور حلقہ کا حال لکھو۔ اگر ایک گھڑی دن میں ایک گھڑی رات میں اس کا شغل رکھو گے تو باطن کو فیوض و برکات کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہاں شیخ ابوالخیر سے طالبوں کو بہت فائدہ قلیل مدت میں میسر ہوتا ہے۔ وہ اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دونوں وقت حلقہ اور مراقبہ کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ میں بھی اور مدینہ منورہ میں بھی۔ بَارَكَ اللهُ فِي مَا أَعْطَا كُمَا وَسَلَّمَكُمَا رَبُّكُمَا وَجَعَلَكُمَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ اجمعین۔ (اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں برکت دے۔ اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تندرست رکھے اور تم دونوں کو پرہیزگاروں کا امام بنا دے سید الاولین والآخرین کے طفیل)

اس خط کا کچھ حصہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ اسی خط میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

(شیخ ابوالخیر نے) شریف عبداللہ کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا لیکن استخارہ مسنونہ میں اجازت نہ ملی اور اشرف الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات اور برکات و عنایات مدینہ طیبہ سے جانے نہیں دیتیں۔ الحق کے راستہ میں بدوان نے (عرب کے بادیہ نشین لوگوں نے) شریف کے ساتھ جنگ و جدال کیا جس میں چند فوجی، تین اونٹ، ایک گھوڑا اور شریف کا گدھا قتل اور ضائع ہوئے۔

فرزند عالی قدر کو وصیت

حضرت عمہ محترمہ نے فرمایا کہ تمہارے والد کو اتنی نصیحت تھی کہ حضرات کرام کے طریقہ پر قائم رہو۔ رحلت فرمانے سے پہلے آپ نے ان کو کہا "کلکتہ میں ایک میمن نے دو ہزار روپیہ نذرانہ دیا تھا۔ وہ روپیہ میں نے امانت اسی کے پاس رکھ دیا ہے۔ یہ روپیہ تم لے کر کرامت النساء کی شادی پر خرچ کر دینا۔ تمہارا حافظ و ناصر پروردگار ہے۔

بجز اس رقم کے جو کلکتہ میں نذر پیش کرنے والے کے پاس امانت رکھی تھی دنیوی مال و متاع سے آپ خالی ہاتھ تھے۔ آپ کی میراث علم دین کی کچھ کتابیں تھیں یا وہ نسبت شریفہ تھی جس سے آپ کا مبارک سینہ بھرا ہوا تھا اور یہ دونوں چیزیں آپ نے اپنی حیات مبارک ہی میں اپنے فرزند گرامی قدر کو سونپ دی تھیں۔

آپ کے برادران والا مرتبت حضرت شاہ عبدالرشید، حضرت شاہ محمد مظہر اور آپ کے عم مکرم محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من برکاتہم نے تراث دینی اور علمی دولت کے ساتھ کچھ متاعِ دنیویہ بھی اپنے پسماندگان کے واسطے چھوڑا۔ یہ حضرات بہ زبانِ حال فرماتے تھے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ لیکن آپ نے دنیا سے بالکل رُوگردانی فرمائی تھی اور وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ آپ کے حسب حال تھا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں ؎

جز لقائے حبیب در عالم خستہ دل را چہ مدعا باشد

خوبی عافیت از وے پرسید کہ در آلام مبتلا باشد

(محبوب کی ملاقات کے علاوہ جہاں میں خستہ دل کا مدعا کیا ہوگا۔

سلامتی کی خوبی اس سے پوچھ، جو مصائب میں گرفتار ہو۔)

اہلِ حرفہ بہ کسب دار و ناز کارِ درویش بر خدا باشد

آپ کی دنیوی حالت وکان رزقہ کفافا فصبر علی ذالک (الحدیث) کی مظہر ہے۔ ایام آخر میں کسی مخلص نے دو ہزار کی رقم آپ کو پیش کی وہ بھی آپ نے اسی کے پاس رہنے دی ــــ اور وہ کرامت النساء کے لئے مخصوص کردی۔ لِکُلٍّ وِّجْھَةٌ ھُوَ مُوَلِّیْھَا۔ رحمہم اللہ ورضی عنہم۔

الوصال والتدفین

آخر وہ گھڑی بھی آگئی جس کا انتظار بڑی شدت سے آپ کو تھا اگرچہ رامپور میں آپ کی آمد عارضی طور پر کچھ وقت کے لئے ہوئی تھی تاکہ فرزندِ گرامی قدر کا گھر آباد ہو اور گھر میں بہو آجائے۔ لیکن رامپور پہنچنے پر امراضِ جسمانی نے پوری طرح ہجوم کرلیا اور صباحِ یکشنبہ دوم محرم ۱۲۹۰ھ کو آپ نے نوید یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ سنی اور

علی الصباح چو مردم بہ کار و بار روند بلاکشان محبت بہ کوئے یار روند

(صبح صبح جب لوگ کاروبار کے لئے جاتے ہیں محبت کی مصیبت جھیلنے والے دوست کے کوچہ میں جاتے ہیں)

آپ نے متاعِ جاں سپردِ جاناں کی اور حجرۂ مسجد شریف سے حضرت حافظ شاہ جمال اللہ کے حظیرہ میں منتقل ہوئے۔ جنازہ کی نماز حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی نے پڑھائی جو کہ آپ کے پدر بزرگوار کے خلیفہ تھے۔ آپ کی قبر حضرت شاہ جمال اللہ کے گنبد سے ایک قبر کے فاصلے پر چبوترہ کے اوپر جانبِ غرب بنائی گئی اور ایک قبر کا فصل نواب کلب علی خاں کے ایماء پر ہوا۔ وہ جگہ انہوں

نے اپنے واسطے تجویز کی اور چند سال بعد وہی جگہ اُن کی قبر ہوئی۔

اے خوشا مردے کہ باشد خاکِ او　　در حریم دوستانِ کردگار

(وہ انسان خوش قسمت ہے جس کی خاک اللہ کے پیاروں کے احاطہ میں ہو۔)

آپ کی تربتِ مبارکہ مہبطِ انوارِ الٰہیہ بنی ہوئی ہے۔ جو بھی حاضر ہوتا ہے مستفید ہوتا ہے۔ جو شفقت مخلصین پر اپنی حیات میں فرماتے تھے وہی کیفیت اب بھی زائرین کے ساتھ ہے۔ آپ عیسوی المشرب تھے اور اس مشرب کا اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے مولانا سید عبدالسلام ہسوی کو اُن دنوں ایک خط لکھا ہے۔ حضرت سید صاحب آپ کے جدِ بزرگوار کے خلیفہ تھے۔ یہ خط جناب سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ آپ نے اس کی نقل عاجز کو دی ہے اس خط میں سیدی الوالد نے لکھا ہے "بعد وفات شریف عنایتہا و نوازشہا بیش از ایام حیات مشہود اند" یعنی آپ کی نوازشیں اور عنایات بہ نسبت ایامِ حیات، اب بعد وفات زیادہ نظر آرہی ہیں۔ رحمہ اللہ و عطّر ضریحہٗ۔

شاہ محمد مظہر کو خط حضرت سیدی الوالد نے اِس حادثۂ جانکاہ کے بعد اپنے مشفق اور مہربان چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر کو ایک خط لکھا ہے کسی نے صرف ابتدائی حصّہ نقل کیا ہے۔ چونکہ اس حصّہ سے آپ کی کیفیت کا کچھ اندازہ ہو رہا ہے اس لئے یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ بخدمت شریف جناب عموی صاحب مخدوم مکرم قبلہ و کعبۂ اعظم۔

دل بہ چاہِ ذقن افتاد حریفاں مددے　　یوسفم گم شدہ ارواحِ عزیزاں مددے

(دل ٹھوڑی کے کنوئیں میں جاگرا دوستو مدد کرو میرا یوسف گم ہوگیا عزیزوں کی روحو مدد کرو)

بلے چو فضلِ الٰہی طبیب من گردد۔ اھ

قطعاتِ تاریخ حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی رحمہ اللہ اُن دنوں رامپور میں تھے جو تاریخیں آپ کے ارتحال پر کہی گئی تھیں وہ انھوں نے لکھ لی تھیں اور اس عاجز کو ان کی نقل دی۔ ان میں سے بعض تاریخیں نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت سیدی الوالد گفتہ

جنابِ شاہِ محمد عمر سپہرِ عرفاں　　کہ مرشدِ حرم و ہادی طریقت بود

دوم زماہِ محرم صباحِ یکشنبہ　　وداع خلق و لقائے حق اختیار نمود

برائے سالِ وصالش بہ خیر گفت سحر — مکینِ مقعدِ صدق است" ہاتفِ مسعود

(معرفت کے شہنشاہ شاہ محمد عمر جو حرم کے مرشد اور طریقت کے ہادی تھے۔ یکشنبہ کی صبح ۲ محرم کو مخلوقات سے رخصت ہوئے اور اللہ کی ملاقات اختیار کی۔ ان کے وصال کے سال کے متعلق ہاتف نے خیر سے کہا عمر بچپانی کے مقام کے مکین تھے)

ایضاً گفتہ

۱ محمد عمر آسماں پایگاہ — منور ز خاکِ درش مہر و ماہ

۲ مؤدب بہ آدابِ ختمِ رسل — مہذب بہ اوصافِ مردانِ راہ

۳ شہِ اَلف را بود لختِ جگر — ہم احرار را بود نورِ نگاہ

۴ ز فوتش نہ گریہ چرا عالمے — کہ غوثِ زماں بود بے اشتباہ

۵ ز ماہِ شہادت محرم لقب — دوم بود و یکشنبہ و صبح گاہ

۶ بکن ماتم اے نسبتِ احمدی — کزیں خاکداں مونست رفت آہ

۷ بیا معرفت گریہ کن بر سرش — کہ فرقِ توزیں مرگ شد بے کُلاہ

۸ کجائی کجا روحِ پاکِ سعید — کہ فرزندِ تو رفت نزدِ الٰہ

۹ مگر کشتہ شد شمعِ دیں کز غمش — زماہی است ماتم کناں تا بہ ماہ

۱۰ گلے بود در گلشنِ معرفت — کہ پژمردہ از صرصرِ دہر آہ

۱۱ خدا را کن اے نورِ چشمِ سعید — بہ حالِ منِ خستہ دل یک نگاہ

۱۲ کہ مستِ نگاہِ خدا بینِ تو — نسنجد نگینِ سلیماں بہ کاہ

۱۳ هَلُمُّوا اَحِبَّائِیْ تَنْظُرْ اِلٰی — ضَرِیْحٍ کَرِیْمٍ وَمَا قَدْ حَوَاهُ

۱۴ مِنْ اَنْوَارِ اَحْمَدَ خَیْرِ الْوَرٰی — وَصِدِّیْقِهٖ وَکَنْ اُمْرُتَضَاهُ

۱۵ وَاَسْرَارِ مَنْ جَدَّ دَالْاَلْفَ اِذْ — بِهِمْ وَبِاَصْحَابِهِمْ مُنْتَمَاهُ

۱۶ بِنَفْسِیْ فَدَیْتُكَ مِنْ مَدْفَنٍ — وَمَنْ حَلَّ فِی الْقَبْرِ رُوْحِیْ فِدَاهُ

۱۷ بگو خیر تاریخ ایں صدمہ بائے — بمرد ند شاہِ حقیقت پناہ"

۱۔ آسمان جیسے رتبہ والے محمد عمر جن کے در کی خاک سے چاند سورج منور ہیں

۲۔ وہ رسول کے آداب سے وابستہ تھے اور راہ کے مردوں کے اوصاف سے مہذب تھے۔

۳۔ وہ مجدد صاحب کے لختِ جگر تھے اور احرار کے نورِ نظر تھے۔

۴۔ اُن کے مرنے پر دنیا کیوں نہ روئے بلاشبہ وہ زمانہ کے غوث تھے۔
۵۔ شہادت کے مہینہ میں جس کو محرم کہتے ہیں ۲ تاریخ اور یکشنبہ اور صبح کا وقت تھا۔
۶۔ اے احمدی نسبت ماتم کر۔ اِس خاکدان سے تیرا مونس اُٹھ گیا۔
۷۔ اے معرفت ان کے سرہانے رو اس لئے کہ ان کے مرنے سے تیرا سر بلا ٹوپی کے رہ گیا۔
۸۔ سعید کی روحِ پاک کہاں ہے۔ تیرا بیٹا اللہ کے پاس گیا۔
۹۔ شاید دین کی شمع بجھ گئی کیونکہ اس کے غم میں مچھلی سے چاند تک ماتم کرنے والے ہیں۔
۱۰۔ وہ معرفت کے چمن کا پھول تھا۔ جو زمانہ کی آندھی سے مرجھا گیا۔
۱۱۔ سعید کی آنکھ کے نورِ خدا کے لئے مجھ خستہ دل پر ایک نگاہ ڈال دیجئے۔
۱۲۔ تیری خدا بیں مست نظر سلیمان کی انگوٹھی کو ایک تنکے کے برابر بھی نہیں تولتی ہے۔
۱۳۔ میرے دوستو آؤ اس قبر کو دیکھیں جو ایک شریف کی ہے اور اس کو جس پر قبر مشتمل ہے۔
۱۴۔ احمد خیر الوریٰ کے نوروں کو اور اس کے صدیق اور ایسے ہی اس کے مرتضیٰ کے نوروں کو۔
۱۵۔ اور مجدّد الف کے رازوں کو کہ اس کو ان سے اور اُن کے اصحاب سے نسبت ہے۔
۱۶۔ اے قبر میری جان تیرے اوپر قربان اور جو اس قبر میں ہے اس پر میری رُوح قربان ہو۔
۱۷۔ اے خیر ان صدموں کی تاریخ کہہ دے۔ حقیقت پناہ شاہ مرگئے۔

منشی امیر مینائی گفتہ

چوں محمد را کنی ضم با عُمر پیدا شود	نامِ آں شاہے کہ حق در فقر او را شاہ کرد
مصرعِ سالِ وفاتش ریخت از طبعِ امیر	اللہ اللہ کردنش اینک فنا فی اللہ کرد

(جب لفظ محمد کو لفظ عمر سے ملادو گے اس شاہ کا نام ظاہر ہو جائیگا جس کو اللہ نے فقیر نہیں بادشاہ بنایا۔
اس کی وفات کے سال کا مصرع امیر کی طبیعت سے ظاہر ہوا۔ اللہ اللہ کرنے نے اسکو فنا فی اللہ کر دیا)

مولوی محمد سعید عظیم آبادی گفتہ

آں کہ نامِ نامیش باشد محمد با عمر	وارثِ علمِ نبی شیخِ مکرم آہ آہ
کرد رحلت زیں جہاں سوئے بہشتِ جاوداں	دیدہا شد پُر نم و دلہا پُر از غم آہ آہ
مصرعِ تاریخ شد حادیٔ روز و ماہ و سال	یوم یکشنبہ دوم شہرِ محرم آہ آہ

(جن کا نام نامی لفظ محمد لفظ عمر کے ساتھ مل کر بنا۔ علم نبی کے وارث شیخ مکرم ہائے ہائے
اس جہان سے ہمیشگی کی بہشت کی جانب کوچ کر گئے۔ آنکھیں آنسوؤں سے اور دل غموں سے بھر گئے ہائے ہائے

تاریخ کا مصرع دن اور مہینہ اور سال پر حاوی ہوگیا۔ یکشنبہ کا دن ۱۲ محرم ہائے ہائے۔)

جلال لکھنوی گفتہ

یک بزرگے بُد ملائک صورتے قدسی صفات — کز غم اُو سینۂ قدوسیاں ہم شق شدہ

مصرع سالِ وفاتش گفت ہاتف از جلال — جاں بحق تسلیم و رے الحق بیادِ حق شدہ

(فرشتہ صورت پاک صفات والا ایک بزرگ تھا۔ اس کے غم سے فرشتوں کا سینہ بھی چاک ہوا
جلال سے ہاتف نے ان کی وفات کے سال کا مصرع کہا۔ جان کو سپرد کر کے اللہ کی یاد میں مشغول ہوگئے)

شاہ محمد معصوم گفتہ

جنابِ محمد عمر عمِّ اکبر — ز فوتش شکستہ دلم شد جگر ہم

ہمہ خلق در گریہ معروف گشتند — زمین و سمار و نجوم و قمر ہم

چو معصوم گفتہ بہ رضواں چہ گوئی — بہ تاریخ آں شیخ جنّ و بشر ہم

الم را ز سر دور کردہ بفرمود — بجنّات باشد مقامِ عمرؓ ہم

(بڑے چچا جناب محمد عمر اُن کی وفات سے میرا دل اور جگر بھی شکستہ ہوگیا۔
سب لوگ رونے میں معروف ہو گئے۔ آسمان زمین اور ستارے بھی اور چاند بھی۔
جب معصوم نے رضوان سے کہا کہ اس جنّ و بشر کے شیخ کی تاریخ میں کیا کہتے ہو۔
الم کو سر سے دور کر کے کہا۔ عمر کا مقام بھی جنّتیوں میں ہوگا۔)

حضرت شاہ محمد معصومؒ نے اردو قطعہ بھی پانچ شعر کا کہا ہے اور (رضی اللہ الوکیل عنہ) اور (افسوس نثار برج عرفاں) سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ لیکن اُفسوس نثار برج عرفاں کے لاجواب مادہ کو نظم نہیں فرمایا۔
مولوی حبیب الرحمٰن مجدّدی نے دو شعر کا تاریخی قطعہ اُردو میں کہا ہے اور عَاشَ جَوَادًا وَ سَعِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا اور وَ قَدْ سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ لیکن وقد سقاہم سے فصلی تاریخ ۱۲۸۵ھ نکالی ہے۔ اس عاجز نے بحمد اللہ سقاھم ربھم شرابًا طھورًا سے ہجری تاریخ ۱۲۹۵ھ نکالی ہے۔ مولوی منصور علی رامپوری نے تین شعر کا قطعۂ فارسی کہا ہے۔ اس میں سال فصلی اور سال ہجری کے تاریخی مصرعے ہیں۔ عبدالرحمٰن شاکر نے دو دو شعر کے پانچ فارسی قطعے لکھے ہیں۔ چار سے ہجری اور ایک سے فصلی سال نکلتا ہے۔
واقف گوالیاری نے حضرت سیدی الوالد کو ایک پرچہ ارسال کیا ہے اس میں یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے:-

جب سے بیت اللہ سے آئے عمر | نور سے روشن ہوا ہندوستاں
آفتابِ فقر و مہرِ اتقا | نیرِ اسلام و فخرِ قدسیاں
شکلِ انسانی میں سرِّ سرمدی | اور مقامِ سجدہ میں سجدہ جیاں
عین عشرے میں ہوئی انکی وفات | کیوں نہ ہو آراستہ باغِ جناں
یوں لکھا تاریخ میں واقف نے کیا | انتقالِ عمر، عمر جاوداں

اس پرچہ کی پشت پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کو فارسی کے یہ تین شعر لکھے ہیں۔

مدّتے شد کہ من غمزدۂ سودائی | می کشم بارِ فراق و ستمِ تنہائی
جرعۂ زہرِ غریبی چو شکر می نوشم | از کفِ ساقی دورِ فلکِ مینائی
یاد آر از غریبے رنجورِ بے طبیبے | از ہجرِ دلِ فگارے واز وصل بے نصیبے

(ایک مدت گزری کہ میں غمزدہ دیوانہ جدائی کا بوجھ اور تنہائی کا ستم برداشت کرتا ہوں مسافرت کے زہر کا پیالہ شکر کی طرح پیتا ہوں فلک مینائی کے ساقی کے دور سے ایک رنجیدہ بے وطن بے طبیب کو یاد کر زخمی دل کے ہجر اور بے نصیب وصل کے سلسلہ میں)
حضرت سیدی الوالد نے ان تین شعروں کے نیچے تحریر فرمایا ہے: نزیل گوالیار بودہ در رامپور هم چندے اقامت کردہ، باز بہ گوالیار رفتہ۔ ہمانجا وفات یافت۔ رحمہ اللہ۔

آپ کی تالیفات

(۱) آپ نے اپنے حضرت والد قدس سرہٗ کے رسالہ "اربعۃ انہار" میں سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار و مراقبات کو مختصر رسالہ کی شکل میں بیان فرمایا ہے اور اس کا نام "الجدول المنتخبہ من النہر المادمن الانہار الاربعۃ" رکھا ہے۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے۔

(۲) عربی میں نہایت مختصر رسالہ وظائف و مراقبات کے بیان میں

(۳) رسالہ "کنز المصلی" کو آپ نے اردو میں نظم کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

برس بارہ سو اور اکانوے | سرِ سالِ ہجرت سے اب تک ہوئے
یہ تاریخ اصغر میں پائی تمام | رکھا فقہِ اصغر رسالہ کا نام

مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکہ و شیخ الدلائل و خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی نے اردو میں اس کی شرح بیت اللہ شریف کے سامنے بیٹھ کر لکھی جو کہ ۱۲۹۳ھ میں پوری ہوئی ہے۔ اس کا نام "الکنز الاکبر شرح الفقہ الاصغر" ہے۔

(۴) "انساب الطاہرین" حضرت مجدد قدس سرہٗ کی اولاد در اولاد کے بیان میں ہے۔
چہار شنبہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ سال تالیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں ہے۔ آپ نے اتمام کی تاریخ
اس طرح کہی ہے۔

۱۔ خوش نسخہ درست عمر بعد مدتے	این مختصر ز شرح مطوّلِ مجدد ست
۲۔ پرسید مش چو از سن ترتیب این کتاب	گفتا خرد۔ فصیلِ گلستانِ احمد ست

۱۔ ایک مدت کے بعد عمر نے ایک اچھا اور درست نسخہ لکھا جو کہ حضرت مجدد کی طویل شرح کا اختصار ہے۔
۲۔ میں نے عقل سے اس کتاب کی ترتیب کا سال پوچھا۔ اس نے کہا۔ احمد کے گلستان کی فصیل ہے۔

آپ کا ذوقِ سخن آپ کو خورد سالی سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ حکیم مومن خاں مومن کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء سے پہلے جس مکان میں رہتے تھے اس کی دیواروں پر آپ کے تحریر کردہ اشعار اب تک ثبت ہیں۔ آپ کے فارسی کلام اور اردو کلام کا کچھ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

قند پارسی

دہانے کو کہ در مدحت سرایم حرفِ زیبا را	نمایم ہر بنِ مُو را زبانِ صد بیان آرا
جنونم بہ ز ہشیاری است گر بیند گہے سویم	کہ دانم دوست دارد طفلِ شوخِ من تماشا را
کشد بدکاریِ ما گر بہ فسق و کفر ہم یارب	اُمیدِ عفو افزوں تر ز جرمِ خود بود ما را

(وہ منہ کہاں ہے کہ تیری تعریف میں حسین الفاظ لاؤں ہر بال کی جڑ کو بیان کو سنوارنے والی سو زبانیں دکھاؤں
میرا پاگل پن ہوشیاری سے بہتر ہے اگر وہ کسی وقت دیکھ لے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا شوخ معشوق تماشے
کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔
اگر میری بدکاری فسق اور کفر تک بھی لیجائے اے خدا ہمیں اپنے گناہ سے زیادہ معافی کی امید ہو گی)

کن تجلی از جلوات مہرِ جہاں افروز را	تا نیابد ہیچو شب ہر چند جوید روز را
در فغان و زاریم معذور دار اے شعلہ رُو	ضبط نتواں کرد ہرگز نالۂ جاں سوز را

(اپنے جلوہ سے دنیا کو روشن کرنیوالے سورج کو شرمندہ کر دے تاکہ شب جیسی چیز نہ آئے وہ دن کو تلاش کرے
اے شعلہ رُو آہ و بکا کے معاملہ میں معذور سمجھو جان کو جلانے والا نالہ ضبط نہیں کیا جا سکتا)

اے سرو قد نسریں قبا اے غنچہ لب اے گلبدن	بنما جمالِ خویشتن سیرے کنم گلزار را
بگزار ما را بر زمیں آرام من بیتابی است	غلطم بخاکِ خوں زنمی خواہیم ننگ و عار را

شد نیم جاں از درد ہجرت عاشقِ شیدائے تو	از شربت دیدار خود درماں بکن بیمار را
مسکیں عمر می گوید ت للہ سعید الطف کن	از من سلامے عرض فرما سیدِ ابرار را

(اے سرو جیسے قد والے نسرین کی قبا والے اے غنچہ لب اے گلبدن اپنا جمال دکھا دے تاکہ میں چمن کی سیر کروں۔
مجھے زمین پر رہنے دے میری راحت بیتابی میں ہے میں خاک و خون میں لوٹتا ہوں ننگ اور عار کی پروا نہیں ہے۔
تیرا عاشقِ شیدا تیرے ہجر کے درد کی وجہ سے ادھ موا ہو گیا ہے اپنے دیدار کے شربت سے بیمار کا علاج کر دے۔
مسکین عمر کہتا ہے اے سعید مہربانی کر میری جانب سے سیدِ ابرار کو سلام پہنچا دے۔

۱ نیم جانم نیم جاں اے گلعذارِ من بیا	در فراقت عمر بگزشت اے نگارِ من بیا
۲ بر سرِ یک گل تو داری نازہا اے عندلیب	ایں گلستان است جسم داغدارِ من بیا
۳ کن قدم رنجہ خدارا یک دم اے عیسیٰ نفس	قم باذن اللہ گویاں بر مزارِ من بیا
۴ زندہ گردم بار دیگر باز گردم سبزہ زار	از کرم اے ابرِ رحمت بر مزارِ من بیا
۵ در غمِ دوری عمر بیچارہ افتادہ شہا	اے سعیدِ چارہ سازِ غمگسارِ من بیا

۱۔ میں ادھ موا ہوں میرے معشوق آجا۔ تیری جدائی میں عمر گزر گئی اے میرے معشوق آجا
۲۔ اے بلبل تو ایک پھول پر ناز کرتی ہے۔ میرا داغدار جسم چمن ہے آجا۔
۳۔ اے عیسیٰ نفس تھوڑی دیر کے لئے آجا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو۔ کہتا ہوا آجا
۴۔ میں دوبارہ زندہ ہو جاؤں پھر میں سبزہ زار بن جاؤں اے ابرِ رحمت کرم کرکے میرے مزار پر آجا۔
۵۔ اے شاہ! عمر بیچارہ دوری کے غم میں مبتلا ہے۔ اے میرے غمگسار چارہ ساز سعید آجا۔

۱ آخر شدہ عمر و بہ لب آمد نفسِ ما	صد حیف کہ از دل نہ بروں شد ہوسِ ما
۲ گہ گریہ کنم، گاہ فغاں، گاہ دعا ہا	دیگر چہ کنم چوں نہ بود دسترسِ ما
۳ زحمت مکش اے بحر کہ آلودۂ ذنبم	جز اشکِ ندامت نہ برد ایں ونسِ ما
۴ یک دیدہ نہ دیدم کہ بگرید بمنِ زار	ایں چشم نہ دارم کہ شود گریہ پسِ ما
۵ در حرص و ہوا رفت دریغا ہمہ برباد	شد صرف عبادت نہ دم یک نفسِ ما
۶ خواہد کہ کند سر و چراغاں ہمہ جسمم	از شمعِ سعید است عمر چوں قبسِ ما

۱۔ عمر ختم ہو گئی ہمارا سانس ہونٹوں پر آ گیا۔ صد افسوس ہوس ہمارے دل سے نہ نکلی
۲۔ کبھی روؤں کبھی آہ کروں کبھی دعائیں۔ اور کیا کروں جب ہماری پہنچ نہ ہو
۳۔ اے سمندر تکلیف نہ کر میں گناہ میں ملوث ہوں۔ ندامت کے آنسوؤں کے سوا ہمارا میل دور نہیں ہو سکتا۔

۴۔ میں نے ایک آنکھ بھی نہیں دیکھی جو محمد ماجد پر روئے۔ ایسی آنکھ نہیں ہے جو میرے بعد روئے۔

۵۔ افسوس ساری عمر حرص و ہوا میں برباد ہوگئی۔ ایک سانس کے بقدر بھی عبادت میں صَرف نہ ہوئی۔

۶۔ چاہتی ہے پورے جسم کو سر و چراغاں بنا دے جبکہ اے عمر میری روشنی سعید کی شمع سے ہے۔

۱۔ محمد مظہرِ جانِ جہان است   محمد مصدرِ سرِّ نہان است
۲۔ محمد سیّدِ اولادِ آدم   محمد مفخرِ کون و مکان است
۳۔ محمد قبلۂ اہلِ حقیقت   محمد کعبۂ صاجدلان است
۴۔ محمد تاجدارِ قاب قوسین   محمد شہسوارِ لامکان است
۵۔ بہ تعلیمِ سعیدِ پیرِ کامل   عمر نام محمد حرزِ جان است

۱۔ محمد مظہر جہان کی جان ہیں۔ محمد پوشیدہ راز کا گھاٹ ہیں
۲۔ محمد اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ محمد کون و مکان کا فخر ہیں
۳۔ محمد اہلِ حقیقت کے قبلہ ہیں۔ محمد صاجدلوں کا کعبہ ہیں
۴۔ محمد قاب قوسین کے تاجدار ہیں۔ محمد لامکاں کے شہسوار ہیں
۵۔ کامل پیر سعید کی تعلیم کی وجہ سے اے عمر، محمد کا نام جان کا تعویذ ہے۔

۱۔ حُسنِ روئے تو نہ از زلفِ نمایاں شدہ است   از تہِ ابرِ سیہ مہرِ درخشاں شدہ است
۲۔ بار بار آمدہ چوں مصحفِ رُومی بوسد   زلفِ کافر عجبے نیست مسلماں شدہ است
۳۔ نظم کردن چہ عجب چوں عمر اصلاحِ سخن   از سعیدِ دو جہاں مظہرِ یزداں شدہ است

۱۔ تیرے چہرے کا حسن زُلف سے نمایاں نہیں ہوا۔ کالے ابر کے نیچے چمکتا سورج بنا ہے۔
۲۔ بار بار آتی ہے قرآن جیسے چہرے کو بوسہ دیتی ہے۔ کافر زلف تعجب نہیں کہ مسلمان ہوگئی ہو
۳۔ نظم کہنے پر کیا تعجب ہے جبکہ عمر اصلاحِ سخن کی وجہ سے سعیدِ دو جہاں کی جانب سے خدا کا مظہر بنگیا ہے۔

۱۔ رونق افزاست کدامی شہِ خوباں یارب   کز قدومش دلِ پر زنگ مصفا شدہ است
۲۔ باش خود یارِ خود و گوشۂ خود گیر دلا   یارِ غمخوار دریں دہر چو عنقا شدہ است
۳۔ مژدہ اے خارشِ پا، خارِ مغیلاں در پیش   باز در دل ہوسِ یثرب و بطحا شدہ است

۱۔ اے خدا کونسا شاہِ خوباں رونق افزا ہے جس کی آمد سے زنگ آلود دل صاف ہوگیا ہے
۲۔ اے دل اپنا یار خود بن اپنا گوشہ پکڑ۔ غمخوار دوست اس دنیا میں عنقا ہوگیا ہے۔
۳۔ اے پیروں کی خارش خوشخبری ہو کیکر کے کانٹے درپیش ہیں۔ دل میں پھر یثرب و بطحا کی تمنا ہے۔

۱۔ صد بلا در گردنم بود ایں اسیری تا نہ بود　　گرد آزاد از جہاں یک حلقۂ گیسوئے دوست
۲۔ کے بجز گردیدن گرد قدش گردد طواف　　کے ادا گردد نمازم بے خم ابروئے دوست
۳۔ دوستاں من خود اسیرم حاجت زنجیر چیست　　بس بود از بہر قیدم حلقۂ گیسوئے دوست
۴۔ در حریم حرمتش اظہار حال من کنید　　سعی فرمائید للہ ساکنانِ کوئے دوست

۱۔ جب یہ قید نہ تھی سو بلائیں گردن میں تھیں۔ یار کے گیسو کے ایک حلقہ نے دنیا سے آزاد کر دیا۔
۲۔ اس کے قد کے چاروں طرف گھومنے کے سوا طواف کب ہو سکتا ہے دوست کے خم ابرو کے علاوہ نماز کب ہو سکتی ہے۔
۳۔ اے دوستو میں خود قیدی ہوں زنجیر کی ضرورت نہیں ہے۔ دوست کے گیسو کا حلقہ میری قید کے لئے کافی ہے۔
۴۔ اس کے دربار میں میری حالت بیان کر دو۔ دوست کے کوچہ کے رہنے والو خدا کے لئے مدد کرو۔

۱۔ اگر حسن رُوئے تو پنہاں نہ باشد　　بہ گردوں گہے مہر تاباں نہ باشد
۲۔ چناں شادم اندر خیالش کہ ہرگز　　غم فرقت و رنج ہجراں نہ باشد
۳۔ سکندر بود تشنہ و خضر نوشد　　میسر بہ زر آب حیواں نہ باشد
۴۔ سعیدِ ازل چوں مرا رہنما شد　　عمر را چرا منزل آساں نہ باشد

۱۔ اگر تیرے چہرے کا حسن پوشیدہ نہ ہوتا تو آسمان پر کبھی سورج نمودار نہ ہوتا
۲۔ میں اس کے تصور میں اسقدر خوش ہوں کہ کبھی فرقت کا غم اور ہجراں کا رنج نہ ہوگا۔
۳۔ سکندر یہاں تشنہ رہا اور خضر نے پی لیا آب حیات روپے سے نہیں خریدا جا سکتا۔
۴۔ سعید جب میرے رہنما ہیں۔ عمر کی منزل آسان کیوں نہ ہوگی۔

۱۔ من شکایت ز غیر کے کردم　　ہر چہ باشد ز آشنا باشد
۲۔ اہلِ حرفہ بہ کسب دارد ناز　　کار درویش بر خدا باشد

۱۔ میں نے غیر کی شکایت کب کی۔ جو ہے وہ آشنا کی جانب سے ہے۔
۲۔ ہنرمند اپنے ہنر پر ناز کرتے ہیں۔ فقیر کا کام اللہ کے بھروسے پر ہے۔

۱۔ بہارِ لالہ و گل را خزاں کند برباد　　ہمیشہ حسن و جمالِ تو ہمچناں باشد
۲۔ چہ گونہ جلوۂ جاناں نصیبِ من گردد　　کہ اشکِ دیدۂ خویشم حجاب آں باشد

۱۔ لالہ و گل کی بہار کو خزاں برباد کر دیتی ہے۔ تیرا حسن و جمال ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔
۲۔ محبوب کا دیدار کب میرے نصیب میں ہو سکتا ہے کیونکہ اپنی آنکھ کا آنسو اس کا حجاب ہے۔

چہ حسن است ایں کہ پایانے نہ دارد　　مہ و خورپیش آں شانے نہ دارد

۲۔ متاعے بود جاں، شد نذرِ جاناں   دلم زیں بیش سامانے نہ دارد
۳۔ بود صد گونہ سنگ بہتر ازاں دل   کہ زخمِ تیرِ مژگانے نہ دارد

۱۔ یہ عجیب حسن ہے جس کی انتہا نہیں ہے۔ چاند سورج کی اس کے سامنے کوئی شان نہیں ہے۔
۲۔ جان سرمایہ تھی جو جاناں کی نذر ہو گئی میرے دل کے پاس اس سے زیادہ سامان نہ تھا۔
۳۔ اس دل سے پتھر سو گنا بہتر ہے۔ جس پر آنکھ کا تیر نہ لگے۔

۱۔ بہ فراقِ ماہ پیکر دلم اضطرار دارد   بہ امیدِ وصل لیکن قدرے قرار دارد
۲۔ تو غریقِ بحرِ عصیاں چہ روی بہ کوئے جاناں   سگِ تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

۱۔ ماہ پیکر کے فراق میں میرے دل میں اضطراب ہے۔ لیکن وصل کی امید سے قدرے سکون ہے۔
۲۔ تو گناہوں کے سمندر میں غرق ہے جاناں کے کوچہ میں کیوں جاتا ہے۔ بارش میں بھیگے ہوئے کتے کا حرم میں کیا کام ہے۔

چہ عجب دلے کہ در وے نہ بود سوائے فکرش   چہ عجب کسے کہ چشمش بہ جمالِ یار باشد
(وہ دل کس قدر اچھا ہے جس میں اس کے فکر کے سوا کچھ نہ ہو۔ وہ شخص کیا ہی اچھا ہے جس کی نظر جمالِ یار پر ہو)

۱۔ بدہ ساقی چناں ساغر کہ از خود بے خبر گردم   فشانم دست از ہستی ز عقل و ہوش بر گردم
۲۔ زمین آسا شوم ساکن گزینم خلوت خود را   چرا ہر دم بہ رنگ چرخ نیلی فتنہ گر گردم

۱۔ اے ساقی ایسا جام دے کہ میں بے خود ہو جاؤں۔ ہستی سے ہاتھ جھاڑ لوں عقل و ہوش سے بیگانہ بن جاؤں
۲۔ زمین کی طرح ساکن بن جاؤں اپنی خلوت اختیار کر لوں کیوں ہر آن نیلے رنگ کے آسمان کی طرح فتنہ گر ہوں۔

۱۔ غلامِ شاہِ سعیدم دگر نہ می دانم   نیاز مندو مریدم دگر نہ می دانم
۲۔ ترا چو دیدم و گردِ قدِ تو گردیدم   بہ گردِ کعبہ دویدم دگر نہ می دانم
۳۔ ز جامِ نسبتِ تو آب و شیر و شہد و شراب   ز چار نہر چشیدم دگر نہ می دانم
۴۔ غزالِ دشتِ فیوضِ مجددِ الفم   ز جملہ خلق رمیدم دگر نہ می دانم
۵۔ ز بزمِ خلق گزینم چرا کنارہ عبث   چلہ چہ سود چو خلوت در انجمن بینم
۶۔ سفر نشستہ نمایم بہ عالمِ امکاں   بغیرِ منتِ پا سیر در وطن بینم

۱۔ میں شاہ سعید کا غلام ہوں اسکے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں تو نیاز مند و مرید ہوں اور کچھ نہیں جانتا۔
۲۔ جب تجھے دیکھا اور تیرے قد کا طواف کیا۔ میں کعبہ کے چاروں طرف دوڑا مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔
۳۔ تیری نسبت کے ساغر سے پانی، دودھ، شہد، شراب چاروں نہروں سے چکھا اور مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

۴۔ میں مجدّد الف ثانی کے فیوض کے جنگل کا ہرن ہوں۔ تمام مخلوق سے بھاگتا ہوں مجھے کچھ اور معلوم نہیں۔
۵۔ مخلوق کی محفل سے کیوں کنارہ کشی کروں۔ چلہ کشی سے کیا فائدہ جب جلوت میں خلوت حاصل ہو۔
۶۔ عالمِ امکان کا بیٹھے بیٹھے سفر کرتا ہوں۔ پاؤں کے احسان کے بغیر وطن میں سیر کرتا ہوں۔

اے عمر بیعت احسان وجہادِ اکبر   از سعیدِ ازلی قبلۂ پاکاں دارم
(اے عمر احسان اور جہادِ اکبر پر بیعت پاکوں کے قبلۂ ازلی سعید سے رکھتا ہوں)

جلوہ مفت است چو خورشید مگر   حیف من تاب نہ دارم چہ کنم
(سورج کی طرح جلوہ عام ہے لیکن افسوس مجھ میں طاقت نہیں کیا کروں)

۱۔ گرچہ باشم سوئے کعبہ در نماز   سجدہ ام ہر وقت باشد سوئے تو
۲۔ رَو عمر در خدمتِ پیرِ سعید   تا نکو گردد رزیلہ خوئے تو

۱۔ اگرچہ نماز میں کعبہ کی جانب ہوتا ہوں۔ میرا سجدہ ہر وقت تیری طرف ہوتا ہے۔
۲۔ اے عمر پیر سعید کی خدمت میں پہنچ تاکہ تیرے بُرے اخلاق اچھے بن جائیں۔

از زلف مشکبوئیت رستم ز رنج و محنت   یابم نہ تا قیامت زیں سلسلہ رہائی
(تیری مشک جیسی خوشبو والی زلف کی وجہ سے رنج و محنت سے آزاد ہو گیا ہوں۔ قیامت تک اس سلسلہ سے رہائی نہ پاؤں گا)

اے دل بہ جہان پنج روزہ   بیہودہ کنی تو خواب تا کے
(اے دل پانچ دن کی دنیا میں تو بے کار سوتا ہے)

ذوقِ شعر است عمر را و بہ گفتن نہ رسد   جانِ[1] جاناں مددے مظہر یزداں مددے
(عمر کو شعر کا ذوق ہے کہنے کی نوبت نہیں آتی۔ جانِ جاناں مدد کیجیے اے مظہر یزداں مدد کیجیے)

دو بند از خمسہ بر غزل حضرت میرزا مظہر قدس سرہٗ

۱۔ فغان و زاریِ بلبل مرا بس زاری سازد   فگارِ سینۂ لالہ مرا افگار می سازد
نگہ بر نرگسِ شہلا مرا سرشار می سازد   نسیمِ کوئے رعنایاں مرا بیکار می سازد
زبس نازک دماغم بوئے گل بیمار می سازد

۲۔ عمر از خادمانِ تست گو حالش بود ابتر   شدہ آلودہ دامن در خراباتِ جہاں اکثر
بہ جرم رندیم معذور دار اے مرشدِ رہبر   نیاید کارے از من تا نہ گیرم جام می مظہر

---

[1] جانِ جاناں سے مراد حضرت میرزا مظہر ہیں اور مظہرِ یزداں سے آپ کے حضرت والد کیونکہ یہ اُن کا تاریخی نام ہے۔

ہمیں مستی و بیہوشی مرا ہشیار می سازد

۱۔ بلبل کی آہ وزاری مجھے رُلاتی ہے۔ لالہ کا چاک سینہ مجھے زخمی کرتا ہے۔
نرگس شہلا پر نظر کرنا مجھے مست بنا دیتا ہے۔ معشوقوں کے کوچہ کی نسیم مجھے بیکار کر دیتی ہے
میں بہت نازک دماغ ہوں پھول کی خوشبو مجھے بیمار کرتی ہے۔

۲۔ عمر تمہارا خادم ہے اگرچہ اس کی حالت بدتر ہے۔ دنیا کے خرافات میں اکثر اس کا دامن آلودہ ہے۔
مجھے رندی کے جرم میں معذور سمجھ اے مرشد راہنما مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا جب تک مظہر کے جام
کی شراب نہ پی لوں — یہ مستی اور بیہوشی مجھے ہوشیار کر دیتی ہے۔

دو بند از خمسہ بر غزل خود حضرت ایشان

۱۔ بہ وصال مہر دانم کہ کمال ذرہ باشد — رُخ آفتاب ہر دم بہ خیال ذرہ باشد
بہ ہمیں طریق باید کہ وصال ذرہ باشد — بہ خیال مہر انور چہ مجال ذرہ باشد
خبر آں حسین دلبر چہ زخاکسار دارد

۲۔ شدۂ تو مسخ و بے جاں بنشیں بقرب انساں — کہ رود بہ فیض یزداں بہ تن تو جان ایماں
بکن اقتباس عرفاں کہ شوی تو قابل آں — تو غریق بحر عصیاں چہ روی بہ کوئے جاناں
سگ تر شدہ بہ باراں بہ حرم چہ کار دارد

۱۔ ذرہ کا کہاں سورج سے وصال ہے۔ سورج کا رُخ ہر دم ذرہ کے خیال میں ہوتا ہے۔
اسی طریقہ سے ذرہ کا وصال چاہیئے۔ ذرہ کی کیا مجال ہے کہ اس کو روشن سورج کا خیال ہو۔
وہ حسین دلبر خاکسار کی کیا خبر رکھے

۲۔ تو مسخ اور بے جان بن گیا ہے کسی انسان کے قریب بیٹھ۔ تاکہ اللہ کے فیض سے تیرے بدن میں ایمان کی جان آئے
عرفان سے نور حاصل کر تاکہ تو اسکے قابل بنجائے۔ تو گناہوں کے دریا میں ڈوبا ہوا ہے محبوب کے کوچہ میں کیا جاتا ہے۔
بھیگے ہوئے کتے کا حرم میں کیا کام

نباتِ ہندی

اگرچہ لطف و کرم سے اپنے نقاب اُلٹ کر دکھائے جلوا — پر ایسی آنکھیں کہاں سے لائے کوئی جو دیکھے جمالِ سلمیٰ
عمر قیامت کا تجھ کو کیا ڈر سعید دوراں ہے تیرا رہبر — رسول تیرا شفیعِ محشر غفور بیشک ہے تیرا مولیٰ

فکر ملنے کا کروں میں جو فراہم ہوں حواس — اس کی زُلفوں کے تصوّر نے پریشاں کر دیا
ہر بُنِ مُو سے ہوا ہے سوزِ اُلفت شعلہ زن — اِن بُتوں کے عشق نے مجھ کو چراغاں کر دیا

رکھوں گا زمیں پر نہ کبھی اپنی جبیں میں — جب تک تری دہلیز کا پتھر نہ ملے گا
مت چھوڑ عمر ساتھ سعیدِ ازلی کا — دنیا میں پھر ایسا کوئی رہبر نہ ملے گا

گردن بھی کٹی تو بھی وہی ایک نظر تھی — توحید کا تھا دیدۂ منصور کا سُرما
خاکِ درِ پاپوشِ سعیدِ ازلی سے — آنکھوں میں عمر کے ہے بھرا نور کا سُرما

مُہرِ دہن وسیلہ ہے عزّ و وقار کا — عالم میں ہے سکوت سبب اعتبار کا
چل جانبِ مدینہ سعیدِ جہاں کے پاس — کر اے عمر طواف نبی کے مزار کا

ہم نے اس محفل میں آ کر کیا کیا — مفت اپنے آپ کو رسوا کیا
عمر بھر بازیچۂ اطفال میں — سانگ رنگارنگ کے دیکھا کیا
ہو چکی مے نوشی ہمدم چل دیئے — تو تو غافل رات بھر سویا کیا
ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں کہاں — ساتھ جن کے مدتوں کھایا کیا

جانِ جہاں سے کام ہے کیا ہے جہاں سے کام — مطلب مکیں سے ہے نہیں مجھ کو مکاں سے کام
ہرگز بُھلا نہ دل سے سعیدِ ازل کا قول — کیجو عمر جُدا نہ کبھی تو زباں سے کام

جو قسمت یاوری کرتی تو نظارا رہا کرتا — ہم اپنی آنکھ جڑ دیتے تمہارے گھر کے روزن میں
ریاضت سے دلِ پُرزنگ یوں آئینہ بنتا ہے — جِلا سے جس طرح صورت نظر آتی ہے آہن میں

چشم کس کام کی جو منتظرِ یار نہ ہو — کیا وہ سر ہے جو تہِ خنجرِ قاتل ہی نہیں
رونق افزائی سے ہوتا ہے تری گھر روشن — تجھ سے خالی ہو جو محفل تو وہ محفل ہی نہیں

فلک تک اسی کا ہُوا بول بالا — جسے خاک پر ہم پڑا دیکھتے ہیں
درِ قصرِ عرفاں کھلا گر کسی پر — تو قفل اس کے منہ پر لگا دیکھتے ہیں

جستجو کی انھیں حاجت کیا ہے — جو تصوّر میں رہا کرتے ہیں
کیوں نہ تھک جائے وہ پائے نازک — میری آنکھوں میں پھرا کرتے ہیں

دل تو مزرع ہے جو لگاؤ گے — تخمِ اُلفت کا اس میں بونے دو
ہے نشانی سعیدِ حق کی یہ درد — اس کو ضائع عمر نہ ہونے دو

ہو غرق سر سے تا بہ قدم بحرِ عشق میں — پر شرط یہ ہے بال برابر بھی تر نہ ہو
سر پاؤں سے لگا دیا گو ضعف نے مرا — یارب نشانِ سلسلہ اب دربدر نہ ہو

کوچہ ترا فردوس ہے یا خلدِ بریں ہے — یا عرش ہے یا مہبطِ جبریلِ امیں ہے

ہر ذرہ ہے یاں خاک کا خورشید سے بہتر کرتا ہے سدا رشک فلک یہ وہ زمیں ہے
کس در پہ سعیدِ ازلی لے گئے تجھ کو اس طرح سے روشن جو عمر تیری جبیں ہے
کوئی دل پر جما کر نقش اس بے نقش کا ہر دم بسانِ نقشبنداں نقشِ ہستی کو مٹاتا ہے
اطبا کیا کریں گے چارہ سازی مرا تو درد ہی میری دوا ہے
زردیٔ رُو مری الفت کی خبر دیتی ہے بن کے غمّاز یہ رُسوا مجھے کر دیتی ہے
کیا نگہ تجھ پہ سعیدِ ازلی نے ڈالی کہ عمر خاک تری اب بھی شرر دیتی ہے
کر مشرّف تو ہمیں دیدار سے بحث کیا لا تدرک الابصار سے
عرض یہ ہے سیّدِ ابرار سے دل مرا بھر دیجئے انوار سے
ناخریدہ ہیں کسی کے ہم غلام ہے جو نسبت خواجۂ احرار سے
مشکل نہیں کچھ بھی کرم یار کے آگے اک روز پہنچ جائیں گے دلدار کے آگے
ہر لحظہ زمانے کے تغیّر سے ہے عبرت غفلت نہیں آسکتی ہے ہشیار کے آگے
جلوا دکھا کے اپنا دل لے لیا کسی نے دل کیا لیا کسی نے بے جاں کیا کسی نے
ہیں جتنے اہلِ دنیا مطلب کے آشنا ہیں نام ان کا خوب رکھا ہے بے وفا کسی نے
ہیں یوں تمام مُرسل مقبولِ پر خدا کو آنکھوں سے کب ہے دیکھا جُز مصطفٰے کسی نے
نہ ہے حشر برپا نہ قائم قیامت تڑپتے ہیں بسمل بچارے تمہارے
توڑ کر بال و پر مرے صیاد مژدہ دیتا ہے اب رہائی ہے
کچھ جو بھاتا نہیں اِن روزوں سچ کہو کس کی آن بھائی ہے

لبّیک ریختہ

۱۲۷۷

یہ کیا آج ہے شان لبّیک لبّیک ہے بخشش کا سامان لبّیک لبّیک
فِدا ہوں دل و جان لبّیک لبّیک الٰہی میں قربان لبّیک لبّیک
میں لایا ہوں ایمان لبّیک لبّیک

کروں نعمتوں کا تری کیا بیاں میں پئے شکر لاؤں کہاں سے زباں میں
خدائے جہاں تو ہے، ننگِ جہاں میں کہاں یہ وقوف و طواف اور کہاں میں
ترے سب ہیں احسان لبّیک لبّیک

گنا ہوں میں ہر چند میں مُبتلا ہوں | مگر دل میں شرمندہ حد سے سوا ہوں
تو مالک ہے میرا میں بندہ ترا ہوں | ترے آستانے پہ حاضر ہوا ہوں

مری جاں ہو قربان لبّیک لبّیک

الٰہی بہت نادم و منفعل ہوں | غم و رنج و اندوہ سے خستہ دل ہوں
اسیرِ ہوا و ہوس پا بہ گِل ہوں | عمل کے نہ کرنے سے یارب خجل ہوں

بہت ہوں پشیمان لبّیک لبّیک

میں پہنچا ہوں درگاہِ شاہِ شہاں میں | حرم میں ہوں اس کے اسی کے اماں میں
مرا بھی تو حصّہ ہے لطفِ نہاں میں | چھپا میرے عیبوں کو دونوں جہاں میں

مرے بخش عصیان لبّیک لبّیک

آیاتِ الٰہیّہ

آپ اور آپ کے دونوں گرامی قدر بھائی قدس اللہ اسرارہم آیات تھے - از آیاتِ الٰہیّہ۔ حضرت سیدی الوالد کے ایک سِن رسیدہ مرید منشی احمد حسین اپنی نانی کی یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ تینوں بھائی جس وقت ایک ساتھ کھڑے ہوتے تھے مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے فرشتوں کی جماعت اُتری ہے اور وہ کھڑی ہے۔

ایں گروہ انس بینم یا ملک | یا قمر را با نجوم اندر فلک

(میں یہ انسانوں کی جماعت دیکھتا ہوں یا فرشتوں کی یا چاند کو ستاروں کے درمیان دیکھتا ہوں)

اِن تینوں بھائیوں میں جو اُخوت، محبت، یگانگت تھی بہت کم اس کی مثال ملتی ہے' ان کی خواہش یہ تھی کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوا ہے اوروں کو بھی حاصل ہو جائے۔ لہٰذا ان حضرات میں سے کسی ایک کا مرید اگر دوسرے کے پاس جاتا تھا تو وہ اپنے بھائی کے نام خط لکھ کر اس کے ہاتھ ارسال کرتے تھے کہ یہ شخص اس مقام تک پہنچا ہوا ہے۔ آئندہ تسلیک میں اس کی مدد فرمائیں۔ یہ عاجز آپ کے مکاتیب کے بعض حصص لکھ چکا ہے۔ مکتوب ۹ میں آپ اپنے فرزندِ گرامی قدر کو لکھ رہے ہیں کہ اپنے عمِ بزرگوار سے فیض حاصل کرو۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالرشید کا خط اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس عاجز کے پاس موجود ہے۔ وہ تحریر فرما رہے ہیں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اخی، اعزی، ارشدی منظہر انوار و فیوضات لم یزلی از فقیر عبدالرشید احمدی کان اللہ لہٗ بعد سلام سنت الاسلام و اشتیاق حصولِ ملاقات بہجت آیات مطالعہ فرمایند الحمد للہ والمنہ کہ خیریت دارم و دعائے خیر و برکتِ ظاہری و باطنی آں عزیز از جان' از درگاہ او تعالیٰ خواستگار۔ مکاتبہ مرسلہ ایشان دربارۂ

تعزیتِ برخورداری مرحومہ رسید و کاشف مندرجہ گردید۔ الحق کہ عزیزان را از وفات عزیزان رنج و الم حاصل میشود لیکن از انجا کہ از مشیتِ الٰہی عزّ اسمہ جز تسلیم و صبر چارہ نیست باید کہ صبر نمایند و دعائے مغفرت نمودہ باشند۔ اَللّٰھُمَّ لا تحرمنا اجرھا ولا تفتنّا بعدھا انک غفور رحیم۔

درین ولا محمد یعقوب بخاری طالب درآنجا می رسد صاحب "مقام قلب" ہست مشغولی در معیت" دارد۔ توجہ نمودہ باشند" تحریر تاریخ ۲۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔ مقام مدینہ منورہ

(پیارے بھائی ہدایت یافتہ، خدائی انوار اور فیوض کے مظہر۔ عبدالرشید احمدی کی جانب سے اسلام کی نسبت سلام کے بعد مطالعہ کریں۔ خدا کا شکر ہے خیریت سے ہوں اور اللہ کے دربار میں آپ کی خیریت و برکت کی دعا کرتا رہتا ہوں۔ برخورداری مرحومہ کی تعزیت کے سلسلہ میں آپ کا خط ملا۔ عزیزوں کو عزیزوں کی موت سے رنج ہوتا ہے لیکن چونکہ مشیتِ خداوندی ہے بجز صبر و تسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ دعائے مغفرت کریں۔ اے اللہ اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ کر اور اس کے بعد کسی فتنہ میں ہمیں مبتلا نہ کر۔

یہ تینوں حضرات دل و جان سے شریعت اور طریقت کے خادم تھے اور ہر وقت اس خیال میں رہتے تھے کہ علمِ ظاہر و باطن کو دوسروں تک پہنچائیں۔ لہٰذا حدیث شریف نضّر اللہ امرأ سمع منا شیئاً فبلغہ کما سمعہ۔ الحدیث کی رو سے "نضارت" کے مستحق ہوئے۔ یعنی دنیا و آخرت میں ان کے مبارک چہرے تر و تازہ اور چمک دمک کے ساتھ رہیں۔ ع

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهُمْ

(نعمتوں والوں کو نعمت مبارک ہو)

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

الٰہی بہ ایں پاک مردانِ خویش — کہ بودند در عشق تو سینہ ریش
بیفگن از ایشاں بہ من پرتوے — کہ ایں رہرواں را شوم پیروے
مرا نیز از عشق دردے بدہ — زخاکِ رہِ خویش گردے بدہ

(اے خدا ان اپنے پاک بندوں کے طفیل جن کے سینے تیرے عشق میں چاک تھے ان کا سایہ مجھ پر ڈال دے تاکہ ان رہنماؤں کا پیرو بن جاؤں۔
مجھے بھی عشق کا درد دیدے اپنے راستے کی خاک گرد عطا کر دے)

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم

ملفوظات

(۱) حضرت سیدی الوالد کے بابائے نہم حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی سے آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر قدس اللہ اسرارہم تک تمام حضرات کا مختصر طور پر حال بیان کر دیا ہے ۔ اِن بزرگواران کے حالات کو پڑھنے سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک خدا کے فضل وکرم سے علمِ ظاہر سے محلّی اور علمِ باطن سے مجلّی تھا اور جب ان کے ساتھ حضرت مخدومؒ کو شامل کیا جاتا ہے تو تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ہونے میں کلام نہیں۔ اور پھر جب جناب ابوالخیر خیر مجسّم کا شمول اِس سلسلۂ مبارکہ میں ہوتا ہے تو اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا کی صورت پیدا ہے۔ اور خواجۂ خواجگاں، قبلۂ حق پرستاں سیدی وسیّد آبائی واجدادی حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس سرہٗ کا یہ شعر جو آپ نے "ساقی نامہ" میں کہا ہے، صادق آتا ہے۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است — ایں خانہ تمام آفتاب است

(یہ سلسلہ خالص سونا ہے۔ یہ گھر مکمل سورج ہے۔)

اور کیوں نہ آئے جب کہ آپ نے اپنے مکتوبِ گرامی ۱۵ کے اخیر میں حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ اور آپ کی اولادِ طیبہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے "فرزندانِ آں شیخ کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند، بالجملہ شجرہ طیبہ است، اَنْبَتَهُ اللّٰهُ نَبَاتًا حَسَنًا وفقرائے بابُ اللہ اند، دلہائے عجب دارند" حضرت خواجہ نے حضرت مجدد اور ان کے صاحبزادگان کو شجرۂ طیبہ قرار دے کر رب العزت سے دعا کی ہے کہ وہ اس مبارک درخت کی اچھی نشوونما فرمائے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور ع جو شاخِ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی۔ کی صورت ظاہر ہے۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ہ

(۲) حضرت سیدی الوالد اپنے دادا حضرت شاہ احمد سعید کو "بڑے حضرت" اور اپنے والد حضرت شاہ محمد عمر کو "حضرت" یا "ہمارے حضرت" فرماتے تھے۔ لہٰذا آپ کے کلام میں جہاں ان الفاظ کا استعمال ہو ان کا یہی مفہوم سمجھا جائے۔

(۳) یہ عاجز جہاں بھی "حضرت صاحب" کا لفظ مطلقاً لکھے گا اس سے مراد حضرت سیدی الوالد ہیں۔ آپ کی مبارک حیات میں کیا اولاد اور کیا مرید سب ہی آپ کو حضرت صاحب

کہتے تھے۔ اور دادا حضرت یا حضرت جد یا جدِ مکرم سے مراد حضرت شاہ محمد عمر اور حضرت جد اکبر سے مراد حضرت شاہ احمد سعید ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم۔

(۴) حضرت سیدی الوالد کے حقیقی بہن بھائی نہیں تھے۔ وہ اپنے بڑے چچا حضرت شاہ عبدالرشید کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم کو "بھائی صاحب" اور چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر کی صاحبزادی حضرت امۃ الجلیل کو آپا صاحبہ فرماتے تھے۔ اور ہم سب ان دونوں حضرات کو چچا حضرت اور پھوپی اماں کہا کرتے تھے۔ وہی استعمال اس کتاب میں بھی ہوگا۔

اب آئندہ صفحات میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا ذکرِ خیر لکھا جا رہا ہے پروردگار خیر سے پورا کرائے۔

ذکرِ خیر

ذکرِ خیر

گوہرِ درجِ ولایت

سیّدی و مُرشدی و وسیلتی اِلی اللہ

حضرت شاہ ابُوالخیر عبداللہ محی الدین خیرؔ فارُوقی مجدّدی دہلوی

قدس اللہ سرہ الاقدس

بہ سَروِ ریاضِ سعید و عمر — ابوالخیر بُرزدۂ بیخ شر
وجودش ہمہ خیر آمد پدید — بہ ایں شکل خیرِ مجسّم کہ دید
محبّ خدا دوستدارِ رسول — فدائے رہِ حق نثارِ رسول
دلش پُرز توحیدِ باری چناں — کہ وہم دگر ہم نہ گنجد دراں
بہ مشغولِ خالقِ انس و جاں — شدہ فارغ از شغل خلقِ جہاں
فتد چشم لطفش بہ ناقص اگر — کند کاملِ دہر از یک نظر

(از غلام رسول دیراں)

چراغِ نبوی

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین خیر

رضی اللہ جل و علا عنہ

وِلادت شریف و تسمیہ آپ کی ولادت یکشنبہ، ۲۰ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ موافق ۶ جنوری ۱۸۵۶ء خانقاہ شریف دلی میں ہوئی۔ آپ کے حضرت والد نے دو تاریخیں کہی ہیں۔ ایک اردو میں، دوسری فارسی میں جو درج ذیل ہیں۔

تاریخ ولادت نورچشم ابوالخیر عبداللہ اطال اللہ عمرہ

خوب سی دینا مبارکبادیاں جب جگر گوشہ عمر صاحب کا ہو
اور کوئی پوچھے سنِ میلاد تو "قرۃ العین عمر صاحب" کہو

تاریخ تولد نورِ بصر خجستہ اختر ابوالخیر عبداللہ بن عمر مجددی سلمہ اللہ

چوں ابوالخیر شدہ نور فگن مہر بنیاد چراغِ نبوی
سالِ میلاد عمر خواست زدل کرد ارشاد۔ چراغ نبوی

(جب ابوالخیر نور پھیلانے والے بنے۔ تو چراغِ نبوی مُہر بنیاد ہے۔
عمر نے پیدائش کا سال دل سے چاہا۔ اس نے کہا چراغِ نبوی)

آپ کے حضرت والد کو جو مرض لاحق تھا اس کے پیش نظر نہ صرف ان کو بلکہ ان کی حضرت والدہ اور گھر کے بیشتر افراد کو ناامیدی نے گھیر لیا تھا۔ البتہ آپ کے جدِ امجد پوری طرح مطمئن تھے اور وہ اکثر آپ کی دادی صاحبہ سے فرماتے تھے تم پریشان نہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمہارے بیٹے کو فرزند عنایت کرے گا۔ چنانچہ وہی ہوا اور دس سال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی میں اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا کے بیان میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض متبرک مقامات جو اللہ کی رحمت کا مَورِد بن چکے ہیں یا جو اہلِ تقویٰ اور صلاح کے قدیم گھرانے ہیں ایک خاص کیفیت کے حامل ہو جاتے ہیں کہ وہاں جاکر توبہ و استغفار

وعبادت وطاعت مقبولیت کا سبب اور اچھے ثمرات کا حامل ہوتا ہے۔" آپ کے والد ماجد نے ۱۲۶۲ھ میں اجمیر شریف کا سفر کیا اور وہاں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آپ کی مُراد بر آئی۔

مناقب احمدیہ میں لکھا ہے کہ پورے دس سال کے بعد جدِّ امجد کی ہمتِ باطن اور قوتِ تصرف سے ان کی ولادت ہوئی۔ جدِ امجد بہت خوش ہوئے اور انھوں نے محی الدین نام رکھا۔

آپ کے جدِّ امجد حضرت شاہ احمد سعید کے بیان میں گزر چکا ہے کہ جب حضرت کی ولادت ہوئی تھی تو آپ کے نانا شاہ غلام صدیق نے آپ کا مشرب معلوم کرکے آپ کا نام غلام غوث رکھا تھا۔ اب آپ نے حضرت غوث سیدنا عبد القادر قدس سرہٗ کا لقب اپنے محبوب پوتے کے واسطے تجویز فرمایا۔

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر عمر رکھا گیا تھا۔ اس لئے انھوں نے حضرت امیر المومنین کے فرزندِ جلیل القدر کے نام پر اپنے محبوب پسر کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو الخیر رکھی۔

آپ کی حضرتِ والدہ

آپ کی حضرتِ والدہ کا اسم گرامی نواب بیگم ہے۔ "انساب الطاہرین" میں ہے۔ "والدہ اُن کی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ "پھاٹک مفتی والان" ترا با بہرام خاں، دلّی میں اُن کا آبائی مکان تھا۔ مولوی انوار الحق حقی (خان بہادر) نے ۲۹ ماہ میلاد ۱۲۹۵ھ ہجری میں خاندانی شجرہ لکھا ہے۔ اس میں آپ کا اور آپ کی والدہ صاحبہ اور ان کے نسب کا ذکر اس طرح پر ہے۔

مولوی ابو الخیر عبد اللہ مجددی پسر نواب بیگم صاحبہ دختر میر احمد علی خاں پسر مولوی محمد باقر از بطن صاحب بیگم بنت عبد الرحیم رَمّال و منجّم سرکار بادشاہی از اولاد عبد الرشید رمّال مشہور عہدِ شاہی۔ مولوی محمد باقر پسر مولوی کلیم اللہ فرزند صبغۃ اللہ فرزند افضل شاہ فرزند حضرت عبد اللہ سنامی۔ صبغۃ اللہ کی والدہ کا نام امامی بیگم عرف بڑی بی بی مورثِ اعلیٰ کا نام حضرت شاہ دوست محمد چشتی دہلوی برادرِ خالہ زاد حضرت سید حسن رسول نما از اولادِ امجاد حضرت خواجہ عثمان ہارونی بودہ اند۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کی عمر پونے دو سال کی تھی کہ دلّی پر انگریزوں کا تصرف ہوا۔ اور اواخرِ محرم ۱۲۷۴ھ میں آپ اپنے جدِ امجد اور بعض کریمین اور اہلِ خاندان کے ساتھ خانقاہ شریف سے

حجازِ مقدس روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر کا مختصر حال آپ کے جدِ امجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کے احوال میں گزر چکا ہے۔

آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۷۰ھ میں آپ کی والدہ صاحبہ آپ کے تیسرے بھائی ابو حفص کی ولادت کے وقت رحلت فرما گئیں۔ آپ نے اُن کی تاریخ "اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَضْجَعَھَا" سے نکالی ہے۔ آپ کی کوئی خالہ نہ تھیں صرف ایک ماموں اشرف علی صاحب تھے۔ اُن کا تخلص شرف تھا۔ سنہ ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ جوانی میں رحلت کر گئے۔ لَاعَقَبَ لَہٗ۔ آپ کے نانا کی ایک بہن تھیں اور اُن کے نواسے مولوی مصباح الدین حقّی تھے۔ یہ آپ سے عمر میں کچھ چھوٹے تھے۔ آپ ان کو بھائی مصباح الدین فرمایا کرتے تھے۔

عہدِ طفلی

آپ کا عہدِ طفلی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جو حضرت جدِ بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں گزرا۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جو حضرت والدہ کے دامنِ شفقت میں بسر ہوا۔

ہر مولود میں کچھ علامات اور خصوصیات ہوا کرتی ہیں جن کے بنا پر اہلِ بصیرت اس کے متعلق کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسی خصوصیات و علامات ودیعت کی تھیں کہ آپ کے خاندان کے تمام حضرات آپ کے متعلق پُر اُمید تھے۔ آپ کے احوال پر حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے ؎

بالائے سرش زہوش مندی — می تافت ستارۂ بلندی

(اس کے سر پر ہوش مندی سے بلندی کا ستارہ چمکتا ہے)

بیعت

آپ کی عمر چار سال کی جب پوری ہو گئی تو آپ کے والد بزرگوار آپ کو لے کر آپ کے جدِ امجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ان کو بیعت فرما لیں۔ آپ کے جدِ امجد اُس وقت حرم نبوی میں حلقہ و توجہ فرما رہے تھے۔ انھوں نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور آپ کے پیارے ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر آپ سے بیعت کے الفاظ کہلوائے اور پھر آپ کے واسطے دیر تک دُعا فرماتے رہے اور اہلِ حلقہ آمین کہتے رہے۔

خلافتِ خاصّہ

آپ اکثر اپنے جدِ بزرگوار کے ساتھ حرم تشریف لے جاتے اور ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ ایک دن حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا

جانشین کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا خدا کے فضل و کرم سے میرے تینوں بیٹے حافظ، عالم، متقی اور صاحبِ نسبت ہیں۔ سلوکِ مجددیہ از اوّل تا آخر و جہ اتم حاصل کیا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک میری جانشینی کے قابل ہے۔ رہی میری خلافتِ خاصہ تو وہ اس بچے کے نصیبے میں ہے۔ پھر آپ نے اپنا مبارک ہاتھ آپ کے مبارک سر پر پھیرا۔

آپ کے والدِ بزرگوار "انساب الطاہرین" میں تحریر فرماتے ہیں: "ارادت اس فرزندِ ارجمند کو حضرت سراج الاولیاء (حضرت شاہ احمد سعید) سے ہے۔ حضرت سراج الاولیاء اپنے پوتوں میں ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور بشارت اپنی خلافتِ خاص کی دی ہے۔ الحمد للہ کہ آثار اس کے پائے جاتے ہیں۔ نو دس برس کی عمر میں قرآن شریف یاد کیا اور تحصیل کتبِ درسیہ میں مشغول ہیں۔ کافیہ پڑھتے ہیں۔ سلمہٗ ربہٗ و بلغہٗ الی مراتب الکمال والتکمیل۔"

مناقبِ احمدیہ میں ہے

آپ کے عمِ اصغر نے ۱۲۷۷ھ میں کتاب "مناقبِ احمدیہ" تالیف کی ہے۔ اس میں اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ عبدالمغنی اور برادرانِ کرام حضرت شاہ عبدالرشید اور حضرت شاہ محمد عمر کے صاحبزادوں کا اور اپنے فرزندِ دلبند کا ذکر کیا ہے۔ یہ چاروں حضرات ایک ہی شجرۂ طیبہ کی شاخیں ہیں اور ان کی مبارک اولاد اسی ایک درخت کا پھل ہیں۔ آپ نے ان میوہ ہائے نورس کا ذکر جن الفاظ سے کیا ہے یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالمغنی کے فرزند کا ذکر صفحہ ۱۶۷ پر "فرزند دلبند ایشاں میاں محمد (مشہور تاریخی نام مصباح المغنی ہے) بہ ہفت سال رسیدہ حفظ قرآن مجید می نماید، وراثتِ آباءِ کرام از ناصیۂ او پیدا است اللہ تعالیٰ معمر و صالح کند، و از ظاہر و باطن ممتاز گرداند۔ آمین۔" (فرزند دلبند میاں محمد (مصباح المغنی) سات سال کے ہو گئے قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ بزرگ آباء و اجداد کی وراثت کے آثار ان کی پیشانی پر ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک اور طویل عمر والا بنائے اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے ممتاز بنائے۔)

(۲) حضرت شاہ عبدالرشید کے فرزند کا ذکر صفحہ ۱۷۱ پر "فرزند ایشاں نورِ بصر محمد معصوم حالا بہ بلوغ رسیدہ است حفظ کلام شریف نمودہ بہ تحصیلِ علم اشتغال دارد، آثارِ سعادت از ناصیۂ او ظاہر و باہر است حق تعالیٰ او را مثل آباءِ کرام از ظاہر و باطن کامل و مکمل گرداند و معمر فرماید۔ آمین۔" (فرزند نورِ بصر محمد معصوم اب بالغ ہو گئے۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد دوسرے علوم کے حاصل کرنے میں مشغول

ہیں۔ نیک بختی کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاندان کے بزرگوں کی طرح ظاہر و باطن کے اعتبار سے مکمل کردے اور دراز عمر عطا فرمادے۔)

(۳) اپنے فرزندِ دلبند کا ذکر صفحہ ۲۱۸ پر "فرزندی نور چشمی شیخ احمد بارک اللہ فی عمرہ و عملہ نیز بر ہفت سال رسیدہ، حفظ قرآن می نماید اللہ تعالیٰ بموجب تسمیۂ حضرت ایشاں (حضرت مجدد قدس سرہٗ) اورا وارثِ اتم حضرتِ مجدد فرماید۔ آمین یارب العالمین" (میرا بیٹا نور چشم شیخ احمد خدا اس کی عمر و عمل میں برکت دے سات سال کا ہو گیا ہے۔ قرآنِ پاک حفظ کر رہا ہے۔ خدا اس کو حضرت مجدد کا صحیح وارث بنائے)

(۴) حضرت شاہ محمد عمر کے فرزند (حضرت سیدی الوالد) کا ذکر صفحہ ۲۱۸ پر "فرزند ایشاں قرۃ العین ابوالخیر محی الدین این وقت ہفت سالہ است و بہ حفظِ قرآن مشغول است، آثارِ سعادت و فہم و سلامتِ عقل و علم از پیشانیِ اُو آشکارا است۔ حق سبحانہٗ معمر و صالح کند و در صورت و معنیٰ مانندِ سلفِ کبار گرداند بمنہ و کمالِ کرمہ۔ آمین" (فرزند آنکھوں کی ٹھنڈک ابوالخیر محی الدین اس وقت سات سال کے ہیں۔ قرآن حفظ کرنے میں مصروف ہیں۔ سعادت، سمجھ، عقل کی سلامتی اور علم کے آثار انکی پیشانی سے ظاہر ہیں۔ خدا عمر دراز کرے اور نیک بنائے اور ظاہر و باطن کو اسلاف کی طرح بنا دے)

آپ کے متعلق آثارِ سعادت کے ساتھ فہم و سلامت، عقل و علم کا اضافہ کیا ہے اور دعا میں بھی۔ مانند سلفِ کبار گرداند۔ لکھ کر گویا اپنے حضرت والد ماجد کے ارشاد کی تائید کردی ہے کہ میری خلافتِ خاصہ اس فرزند کا نصیبہ ہے۔ اور بمنہ و کمال کرمہ۔ لکھ کر اپنی دلی خواہشات کا بھی اظہار کردیا۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللہِ۔

حضرت عمۂ محترمہ نے دو تین مرتبہ اس عاجز سے یہ بات فرمائی ہے "تمہارے باپ بچپنے ہی سے نہایت بھولے اور نیک تھے۔ اُن کی شکل و صورت ہی کچھ ایسی اچھی تھی کہ گھر کے بڑے، کیا مرد اور کیا عورت، اُن سے محبت کرتے تھے۔ اُن کے دادا ان کو بہت چاہتے تھے اور بُلا کر کبھی اپنے پاس اور کبھی اپنی گود میں بٹھاتے تھے۔ جب وہ حرم شریف حلقہ و توجہ کے واسطے جاتے تو یہ بھی کبھی ان کے ساتھ چلے جاتے اور اُن کے پاس مسند پر بیٹھتے۔ میرے نانا (شاہ عبدالغنی) اور میرے بڑے چچا اور والد بھی اُن کو بہت چاہتے تھے۔ اور ان کے والد تو ان کے گرویدہ اور عاشق تھے"

سیر الکاملین میں ہے

سیر الکاملین قلمی کے صفحہ ۵۳ و ۵۴ میں لکھا ہے "شیخ ابوالخیر فرزند حضرت شیخ محمد عمر مستند، ولادت ایشاں در ربیع الثانی سنہ ہزار و دو صد و ہفتاد و دو در دہلی رو داد، در عمر نہ سالگی حفظ قرآن شریف کردند و تحصیل علم از علمائے زماں مثل مولوی رحمت اللہ و سید مولوی حبیب الرحمٰن الکاظمی و مولانا محمد نواب و حدیث شریف از عم والد خود حضرت شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ خواندند و در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند۔ بسیار ذہین و طباع، شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند، حضرت جدِ ایشاں ایشان را در تعبیر با دوست می داشتند۔ پنج سالہ بودند کہ بر دست شریف آنحضرت والدِ ایشاں ایشان را بیعت کنانیدند۔ والدِ ایشاں می فرمودند۔ در حق این فرزندِ خویش بشارت خلافت خود دادہ اند۔ کسبِ کمالات باطنی و سلوک از حضرت والد خود حاصل کردہ اند و از نسبت آبائے خود بہرۂ تمام دارند۔ زاد اللہ رشدہ۔ آمین"

فراستِ مومن

یہ عاجز کہتا ہے کہ ائمہ حدیث نے یہ حدیث شریف روایت کی ہے "اتقوا فِرَاسَةَ المُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ" (مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے) اِن حضرات کی فراست کا سرچشمہ نورِ الٰہی ہے۔ لہٰذا وہی ہوا جس کی توقع ان حضرات کو تھی۔ ابھی عمر شریف کے نو سال پورے ہوئے تھے کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر تحصیلِ علم میں مصروف ہو گئے۔ ۱۲۷۷ھ میں آپ کے جدِ امجد کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور چند ماہ بعد آپ کے والدِ بزرگوار آپ کو اور آپ کی والدۂ محترمہ کو لے کر مکہ مکرمہ آ گئے۔ بسم اللہ آپ کے جدِ امجد سے کرا چکے تھے۔ طبقات ابن سعد کی جلد اول صفحہ ایک سو بارہ میں شق صدر شریف کے سلسلہ میں لکھا ہے "وکأنہ ابن اربع سنین" غالباً اسی وجہ سے اکابر نے یہ عمر بسم اللہ کے واسطے تجویز فرمائی ہے۔ مکہ مکرمہ میں آپ حفظِ کلامِ پاک میں مصروف ہو گئے۔ نو سال اور چند ماہ کی عمر تھی کہ آپ نے کلام پاک رب العالمین کو اپنے صاف سینہ میں محفوظ کر لیا۔ آپ کی حضرت والدہ نے آپ کی یہ سعادت دیکھ لی اور قریر العین اس دنیا سے سفر کر گئیں اور پندرہ دن کے عرصہ میں ان کے دو چھوٹے بیٹے بھی اُن سے جا ملے۔ آپ کی تربیت کا پورا بوجھ آپ کے صاحب الامراض ناتواں حضرت والد پر پڑا۔ اُن کی عمر اس وقت سینتیس ۳۷ سال کی تھی۔ حضرت عمۂ محترمہ فرماتی تھیں۔ کہ میرے نانا (شاہ عبدالغنی) اور بڑے چچا (شاہ عبدالرشید جو خسر بھی تھے) نے آپ سے کہا کہ

عقدِ ثانی کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہیں سوتیلی والدہ سے میرے لختِ جگر کو تکلیف نہ پہنچے۔ اِس لئے میں عقدِ ثانی نہیں کرتا۔ چنانچہ آخر وقت تک انھوں نے دوسرا عقدِ نکاح نہ کیا۔ آپ نے سولہ سال تک تکالیف برداشت کیں لیکن اپنے لختِ جگر کو تکلیف نہ پہنچنے دی۔

قوّتِ حافظہ

حضرت سیدی الوالد کی قوتِ حافظہ و یادداشت بہت عمدہ تھی آپ کے جدِّ بزرگوار نے ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں جب دلّی چھوڑی تھی اور براہ پانی پت ڈیرہ اسماعیل خاں کا سفر کیا تھا اس وقت آپ کی عمر دو سال کی پوری نہ ہوئی تھی۔ آپ کو اس وقت کی دو باتیں یاد تھیں۔ ایک بات صفدر جنگ کے دورانِ قیام کی ہے کہ وہاں پر ایک انگریز کچھ سپاہیوں کو لے کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں بید تھی۔ اُس نے پوچھا۔ یہاں پر کوئی عبداللہ نام کا شخص ہے۔ آپ اس وقت حوض کے کنارے کھڑے تھے۔ کسی نے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس بچہ کا نام عبداللہ ہے۔ انگریز ہنسا اور اپنی بید آپ کی کمر سے لگائی۔ آپ نے جس جگہ پر اپنے کھڑے ہونے کا بیان کیا تھا وہ جگہ اس عاجز کو اب تک یاد ہے۔ دوسری بات کا تعلق پانی پت میں حضرت قاضی ثناءاللہ قدس سرہٗ کے مکان سے ہے۔ ۱۳۴۰ھ میں آپ تین دن کے واسطے پانی پت تشریف لے گئے۔ نواب زادہ فاخر احمد خاں انصاری رحمہ اللہ نے آپ کو محلہ قاضیان میں حضرت قاضی صاحب کے مکان میں ٹھہرایا۔ آپ جب اس مکان میں داخل ہوئے تو اندر کے دالان میں ایک جگہ کھڑے ہو کر فرمایا "ہم کو یاد ہے کہ یہاں ہمارے دادا حضرت نے قیام کیا تھا"

مدینۂ منوّرہ کا سفر

۲۶ رجمادی الآخرہ ۱۲۸۳ھ میں جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال دو مہینے کی تھی آپ مکہ مکرمہ سے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے۔ آپ نے "الملتقی شرح الملتقی" کے قلمی نسخے کے شروع میں سادہ کاغذ پر انہی ایام میں یہ عبارت لکھی ہے —

"۲۶ رجمادی الآخری قافلۂ شیخ العلماء دمفتی مکہ شیخ جمال روانہ می شود۔ فقط"

گیارہ سال کی عمر میں تاریخ

آپ نے گیارہ سال دو ماہ کی عمر میں یہ فارسی عبارت لکھی اور اُسی صفحہ پر سفرِ مبارک کی عربی تاریخ تحریر فرمائی۔ پہلے آپ نے "زَارَ النَّبِیَّ ابو الخیر عبدُاللّٰہ" مادہ نکالا ہے۔ اس کے عدد ۱۲۹۳ نکلے۔ آپ نے اس پر "غ" لکھ دیا۔ یعنی غلط۔ پھر آپ نے "لزار خیر النبیَّ عبدُاللّٰہ" کا مادہ نکالا اور اس کے عدد ۱۲۸۳ تحریر فرمائے۔ پھر اس مادہ کے الفاظ کو آگے پیچھے کر کے لِنَبِیِّ الخیر عبدُاللّٰہِ زَارَ۔ تحریر فرما کر اس کے اوپر یہ مصرع تحریر

فرمایا ہے۔ قُلتُ لَمّا طَابَ سَعْیًا اَرِّخُوا۔ اس طرح ایک شعر مکمل ہوگیا۔ اور اس کے پاس ہی آپ نے تین شعر لکھے ہیں۔ یہ عاجز بجنسہٖ تینوں شعر مع مادۂ تاریخ کے لکھتا ہے۔

۱۔ اَیُّ شَخْصٍ قَدْ حَوَیٰ کُلَّ الفَخَار	مثلُ مَخْدومٍ لَہٗ طَابَ النِّجَار[۱]
۲۔ زَارَ طَہٗ وَکَذَا جَدًا لَہٗ	عمر الفاروق من طاب الجوار
۳۔ وامام الصحب من ینمیٰ لہٗ	طرقنا الصدیق موفور الوقار
۴۔ قلت لما طابَ سَعیًا اَرِّخُوا	لنبیِّ الخیرِ عبداللّٰہ زار

۱۔ کون ہے جس نے تمام فخر حاصل کئے ہوں۔ مخدوم کی طرح اُن کی اصل پاکیزہ ہے۔

۲۔ انھوں نے طٰہٰ کی اور اپنے دادا کی زیارت کی عمر فاروق کی جن کا پڑوس پاکیزہ ہے۔

۳۔ اور صحابہ کے امام کی جن کی طرف ہمارا طریقہ منسوب ہے۔ صدیق جن کا وقار بہت تھا۔

۴۔ جب تاریخ پاکیزہ ہوگئی میں نے کہا تاریخ نکال لو عبداللہ نے نبی خیر کی زیارت کی۔

آپ نے گیارہ سال اور دو ماہ کی عمر میں جو لاجواب تاریخی مادّہ نکالا ہے اور پھر جن پاکیزہ، اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے' یقیناً آپ کی غیر معمولی ذہانت اور صلاحیت پر دال ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے ۱۲۸۳ھ میں "انساب الطاہرین" تالیف کی ہے۔ انھوں نے آپ کی فوق العادہ صلاحیتوں کو دیکھ کر تحریر فرمایا ہے: "الحمد للہ کہ اس کے آثار پائے جاتے ہیں"۔

تحصیلِ علم اور آپ کے اساتذہ

آپ نے علومِ عقلیہ اور نقلیہ کی کتابیں مندرجہ ذیل حضرات سے پڑھی ہیں:-

(۱) حافظ عبداللہ العزیز (۲) قطبِ مکہ سید احمد دہان (۳) شیخ الاسلام سید احمد دحلان مفتی شافعیہ (۴) مولانا رحمت اللہ کیرانوی مؤسس مدرسۂ صولتیہ (۵) سرشار بادۂ عشقِ نبوی، مولانا سید حبیب الرحمٰن ردولوی (۶) عم اصغر حضرت شاہ محمد مظہر (۷) عم پدر بزرگوار حضرت شاہ عبدالغنی محدث دار الہجرۃ۔

رسالہ سیر الکاملین میں مولانا محمد نواب کا اسمِ گرامی آپ کے اساتذہ میں لکھا ہے۔ مولانا محمد نواب آپ کے جدِ امجد کے شاگرد اور مرید تھے۔ اور مدت تک ساتھ رہے ہیں۔ ممکن ہے مدینہ منورہ کے دوران قیام میں آپ نے خوردسالی میں ان سے کچھ پڑھا ہو۔ لیکن آپ نے اپنے اساتذۂ کرام میں کبھی اُن کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ بعض افراد نے مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ درست نہیں ہے۔ مولانا عبدالحق سے آپ نے کچھ نہیں پڑھا ہے۔

---

[۱] النِّجار۔ بکسر النون وضمہا الاصل والحسب۔ والمخدوم ھو جدہ۔

اِس عاجز کو تفصیل کے ساتھ نہ معلوم ہو سکا کہ آپ نے کونسا فن کس سے پڑھا۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ احیاء العلوم اور الطریقۃ المحمدیہ شیخ الاسلام سید احمد دحلان سے پڑھی ہے اور ابن حاجب کی شافیہ کے آخر میں آپ نے لکھا ہے: "تم ھذا الکتاب وقرأته علی الحافظ عبد اللہ الضریر یوم الاربعاء السادس والعشرین من شھر ... ذی القعدۃ الحرام سنۃ الف و ماتین وخمس وثمانین من ھجرۃ نبی الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وانا الفقیر الی رحمۃ اللہ الاکبر محی الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر المجددی نسبًا والنقشبندی طریقۃً والحنفی مذھبًا عفی اللہ عنھما وغفر لھما۔" یعنی عبد اللہ الضریر سے ۲۶ ذی القعدہ ۱۲۸۵ھ بدھ کے دن یہ کتاب ختم کی۔ اور آپ نے ابن سعد کی مختصر پر تحریر فرمایا ہے: "کان ابتداء قرائتی لمختصر السعد علی العلامۃ، ادیب الزمان سیدی حبیب الرحمٰن الکاظمی جزاہ اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء وادام لہ الافاضۃ والبقاء یوم الاثنین عاشر شوال واختتامہ یوم الخمیس الخامس والعشرین من ... ذی القعدہ سنۃ الف وماتین وخمس وتسعین۔ وانا المرتجی شفاعۃ خیر البشر ابو الخیر عبد اللہ بن عمر خادم السادۃ النقشبندیۃ ومقلد الأئمۃ الحنفیۃ الحقھما اللہ لسلفھما الکرام۔ آمین" یعنی میں نے مختصر المعانی پیر دس شوال کو مولانا سید حبیب الرحمٰن سے شروع کی۔ اور جمعرات ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۹۵ھ میں ختم کی یعنی پینتالیس دن میں آپ نے یہ کتاب پڑھی۔ اور آپ نے حضرت شاہ عبد الغنی سے مدینہ منورہ میں جامع ترمذی پڑھی۔ حضرت نے آپ کو یہ سند لکھ کر مہر لگا کر عنایت فرمائی۔

حضرت شاہ عبد الغنی کی سند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ اوّلاً وآخرًا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ دائمًا وسرمدًا۔ امابعد فقد قرأ علی الولد الأعز ابو الخیر عبد اللہ بن عمر الصحیح للإمام أبی عیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی من الأوّل الی الآخر الّا انحرفات منہ نبذاً من الکتاب واسأل اللہ تعالیٰ لہ الصواب وأن یوفقہ لما یحب ویرضیٰ من القول والعمل والفعل والنیۃ والھدی، واجزت لہ بما یجوز الروایۃ عنی علی العموم واوصیہ بالورع والتقویٰ واجتناب اھل الھوی واللہ ولی التوفیق۔

مہر: واللہ الغنی وانتم الفقراء

کتبہ الملتجی الی حرم النبی عبد الغنی بن ابی سعید سامحھما اللہ بلطفہ الخفی ۱۲۹۱ھ

اولاً اور آخراً خدا کی تعریف۔ برخوردار عزیز ابو الخیر عبد اللہ بن عمر نے مجھ سے ترمذی شریف اول

سے آخر تک پڑھی۔ کچھ تھوڑی سی بیچ میں چھوٹ گئی۔ خدا سے اس کی درستگی کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ اس کو اُن باتوں کی توفیق دے جو اس کو پسند ہیں۔ اور میں اس کو اجازت دیتا ہوں اور تقوے اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں۔)

آپ نے حدیث شریف کی باقی کتابیں اور تفسیر و فقہ و اصول فقہ و نحو و صرف و منطق و فلسفہ کی کتابیں کس سے پڑھیں تفصیل کے ساتھ اس کا علم عاجز کو نہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ آپ نے بیشتر علوم و فنون کی کتابیں مولانا حبیب الرحمٰن سے پڑھی ہیں اور ان ہی سے آپ نے شاطبیہ وغیرہ کا درس تحقیق و تدقیق کے ساتھ لیا ہے۔ آپ نے مختصر ابن سعد پر جو عبارت لکھی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ تک آپ کسبِ علوم فرماتے رہے۔ یعنی تیئیس سال کی عمر تک۔

ایک دن کوئٹہ میں آپ نے اس عاجز سے فرمایا: "ہم جوان ہو گئے تھے اور دوستوں کے ساتھ تفریح کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب ہم تفریح کر کے گھر آئے تو تمہارے دادا حضرت نے ہم کو دیکھ کر فرمایا: میاں خدا کے فضل سے اب تم جوان ہو گئے ہو اپنے باپ دادا کا علم کب سیکھو گے؟" آپ نے فرمایا کہ اس دن کے بعد سے ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور یہ صورت ہونے لگی کہ ہم اپنے وظیفہ میں مصروف رہتے اور تمہارے دادا حضرت کہیں تشریف لے جاتے اور لوگ آپ سے پوچھتے کہ صاحبزادے کہاں ہیں؟ تو آپ اُن سے فرماتے کہ وہ اپنے کام میں مصروف ہیں۔

آپ کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ظاہر کی تکمیل میں علم باطن کے اشتغال سے کچھ تاخیر واقع ہوئی۔ "انساب الطاہرین" ۱۲۸۴ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی اور کافیہ پڑھتے تھے اور ۱۲۸۵ھ میں آپ نے شافیہ پڑھی ہے۔ اگر آپ صرف علم ظاہر میں اشتغال فرماتے تو اٹھارہ سال کی عمر میں علم ظاہر سے بہ وجہِ اتم فارغ ہو جاتے۔

سفرِ دیارِ حبیب

سہ شنبہ ۲، محرم ۱۲۹۶ھ میں آپ کے حضرت والد کے چچا اور آپ کے نہایت مشفق و مہربان استاد حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس سلسلہ میں آپ ماہ مبارک ربیع الاول میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ چار پانچ مہینے آپ بہ فراغ خاطر اس دیارِ مقدس میں رہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے حضرت شاہ محمد معصوم کے گھر میں قیام کیا۔ اگرچہ وہ تو رامپور میں تھے لیکن ان کے بہن بہنوئی وہاں تھے۔ آپ کے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر اصرار کر کے آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ کچھ دن آپ نے وہاں قیام کیا

چونکہ وہاں کے قیام میں آپ کو کچھ تکلف کرنا پڑتا تھا اس لئے آپ بھائی صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ اور آپ نے ساری کیفیت حضرت والد ماجد کو لکھ دی۔ آپ کے حضرت والد نے ۲۷ رجمادی الآخرہ ۱۲۹۶ء میں ایک مفصل خط فارسی میں اپنے برادر زادہ کو رامپور لکھا۔ اس خط کے کچھ حصے پہلے نقل کئے جا چکے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے:" پرسوں شیخ ابوالخیر کا خط مدینہ طیبہ سے اور تمہارا خط مع ہنڈی کے ملا۔ فحمدُ اللهِ سبحانہ علی صحتکما وسلامتکما واستقامتکما علی الطریقۃ المرضیۃ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ عم اکرم اصرار کر کے مجھ کو اپنے گھر لے گئے۔ چونکہ میری طبیعت آزاد ہے اور وہاں قیودات ہیں اس لئے میں پھر بھائی صاحب کے گھر آ گیا۔ بی بی عائشہ اور ان کے خاوند نہایت خدمت گزاری و مسافر پروری کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے (بی بی عائشہ اور ان کے خاوند نے) اپنا گھر چھوڑ کر اسی مکان میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ جزاھما اللہ سبحانہ"

فتوحاتِ باطنی

اس مبارک سفر میں باطنی فتوحاتِ عظیمہ آپ کو حاصل ہوئیں۔ آپ مسجد شریف نبوی میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ کے چچا حضرت شاہ محمد مظہر اس وقت روضۂ مطہرہ پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ ان سے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ہماری طرف سے اپنے بھتیجے کو چادر اُڑھاؤ اور ان سے کہو کہ ہندوستان جائیں چنانچہ حضرت شاہ محمد مظہر آپ کے پاس آئے اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر اپنی چادر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور کہا کہ یہ چادر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ڈال رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان جاؤ"

نفیس کتابوں کا خریدنا

حجازِ مقدس میں جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی اشیائے منقولہ فروخت کر دی جاتی ہیں اور ورثاء پر قیمت تقسیم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ کا سامان منقولہ فروخت ہوا۔ آپ نے ان کے سامان میں سے تیرہ نفیس کتابیں خریدیں اور کسی کتاب کے ابتدا میں سادہ ورق پر یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

اِشْتَرَیْتُ مِنْ تَرْکَۃِ سَیِّدِی وَاُسْتَادِی مُرَوِّجِ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ، مُنَوِّرِ الطَّرِیْقَۃِ الْبَیْضَاءِ الْأَحْمَدِیَّۃِ، نَاصِرِ أَھْلِ السُّنَّۃِ مُحَدِّثِ دَارِ الْھِجْرَۃِ بَقِیَّۃِ السَّلَفِ حُجَّۃِ الْخَلَفِ الشَّیْخِ عَبْدِالْغَنِی الْمُجَدِّدِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ صَحِیْحَ الْإِمَامِ مُسْلِمٍ مَعَ شَرْحِ لِلْإِمَامِ النَّوَوِی وَالْخَصَائِصُ الْکُبْرٰی لِلسُّیُوطِی، وَالدُّرُّ الْمَنْثُوْرُ لَہٗ اَیْضًا، وَالْمِیْزَانُ لِلشَّیْخِ الشَّعْرَانِی وَالنِّصْفُ الثَّانِی مِنْ حَضَرَاتِ الْقُدْسِ

للشیخ بدرالدین السرہندی' و مقامات العروۃ الوثقی الامام محمد معصوم رضی اللہ عنہ للشیخ صفر احمد العربی' والمجموعۃ الشریفۃ فی المعارف' والرسالۃ الشہیرۃ بالحسامی فی اصول الفقہ' والمجموعتین العجیبتین من رسائل محدث الہند الشیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ وشرح الشاطبیۃ بالفارسی' وکلیات العارف السامی سیدی عبد الرحمٰن الجامی رحمہ اللہ' وبیاض الاشعار الفارسیۃ بخط ظریف۔

آپ کا علمی پایہ

سیر الکاملین کے مؤلف نے درست لکھا ہے "درجمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند" آپ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور شاطبیہ کا درس جس تحقیق سے دیا کرتے تھے اور جس دقّتِ نظر سے آپ نے قرآن مجید کے از اوّل تا آخر اوقاف لکھے ہیں اور تام و حسن و کافی پر جائز کا اضافہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔ اِس عاجز نے بارہا دیکھا کہ آپ ایک مختصر بات فرما دیا کرتے تھے اور بڑے بڑے علماء کا اشکال رفع ہو جاتا تھا۔ مولانا مفتی مظہر اللہ امام جامع فتحپوری آپ کے پاس مولانا شاہ رکن الدین الوری کا رسالہ "توضیح العقائد" لائے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ اس پر تقریظ لکھ دیں۔ اس وقت مولانا سیف الرحمٰن صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری اور دو تین علماء اور بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے وہ رسالہ کھولا۔ اتفاق سے "میزان" کا بیان آپ کے سامنے آیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ دنیوی اور اخروی ترازو میں فرق ہے۔ دنیوی ترازو کا بھاری پلّہ نیچے رہتا ہے اور ہلکا پلّا اُوپر اُٹھتا ہے۔ اور اخروی ترازو کا بھاری پلّہ اُٹھا رہے گا اور ہلکا پلّہ نیچے رہے گا۔ آپ نے مفتی صاحب کو یہ مضمون سُنا کر فرمایا۔ "اس کی کیا دلیل ہے؟" مفتی صاحب خاموش رہے۔ آپ نے پھر فرمایا "مولوی مظہر، تم اور مولوی سیف الرحمٰن ہم کو یہ رسالہ از اوّل تا آخر سُنا دو، پھر ہم تقریظ لکھ دیں گے"۔ جب دونوں صاحبان آپ سے رخصت لے کر روانہ ہوئے تو مولانا سیف الرحمٰن نے مفتی صاحب سے کہا۔ حضرت صاحب کے علمِ باطن کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہ تو تم سمجھو یا مولوی رکن الدین صاحب سمجھیں البتہ علمِ ظاہر کے متعلق میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ کا علم نہایت وسیع اور متین ہے۔ ان کے سامنے اس رسالہ کا پڑھنا اور اُن کے استفسارات کا جواب دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اُن سے تقریظ لکھوانے کے خیال کو دل سے نکال دو۔

یہ تفصیل جناب مفتی صاحب نے ۱۳۸۵ھ میں اس عاجز سے بیان کی۔ "رسالہ توضیح العقائد" کی دوسری تیسری اشاعت میں یہ بیان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

اور اگر آپ کے پاس قلمی نسخہ لایا گیا تھا تو طباعت کے وقت اس حصہ کو نکال دیا گیا ہے۔

الاکلیل کا ذکر آپ کی محققانہ روش کا اندازہ آپ کی اس بات سے بخوبی ہوتا ہے جو آپ نے ایک دن حلقہ میں فرمائی۔ استاذی جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے اس وقت موجود تھے اور انھوں نے اس عاجز سے بیان کیا کہ ایک دن آپ نے مولانا عبدالحق مہاجر مکی کا ذکر فرمایا کہ وہ "الاکلیل علی مدارک التنزیل" کی تالیف میں مصروف تھے۔ ہم نے ان سے ایک دن کہا۔ مولوی صاحب! آپ دوسری تفاسیر سے علماء کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، آپ اپنی تحقیق بیان نہیں کرتے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق بھی لکھا کریں۔" جو شخص محقق و مدقق ہوتا ہے وہ رطب و یابس کے جمع کرنے سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ تحقیق کا طلبگار ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ مؤلف نے جو کتاب لکھی ہے اس میں کیا تحقیق کی ہے۔ پشین کے ملا سید عبدالقدوس آپ کے مخلصین میں سے تھے۔ وہ کوئٹہ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ سے تفسیر روح البیان کی کوئی جلد لے کر مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا "روح المعانی تفسیر با است۔ شما چرا مطالعہ روح المعانی نمی کنید" یعنی ہم کو روح المعانی پسند ہے۔ تم اس کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔

مولانا سید حبیب الرحمٰن اساتذۂ کرام میں آپ کو مولانا حبیب الرحمٰن سے خصوصی تعلق دار تباط تھا اور ان کو بھی آپ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں حضرات کی طبیعت میں تحقیق و تدقیق کا ذوق بدرجۂ اتم تھا۔ دونوں کا مشرب ایک تھا، دونوں عشقِ نبوی سے سرشار تھے۔ ایسے پاکیزہ نفوس یقیناً نازک مزاج و مستغنی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ دونوں حضرات نازک مزاج اور مستغنی واقع ہوئے تھے۔ ایسے حضرات کی نازک مزاجی نا اہلوں کے لئے ہوا کرتی ہے۔ اگر ان کو کوئی اہل ملتا ہے تو وہ سراسر مؤدت و مرحمت ہوا کرتے ہیں۔

حضرت مولانا نے مولانا غلام امام شہید کی غزل پر خمسہ کہا ہے۔ حضرت سیدی الوالد احیاناً اس کے تین بند نہایت ذوق و شوق و نیازمندی سے پڑھا کرتے تھے۔ وہ تین بند یہ ہیں:۔

محروم نہ تھے کوچۂ جاناں میں گزر سے
حاضر در دولت پہ ہوا کرتے تھے سر سے

خونابہ فشاں رہتے ہیں اب دیدۂ تر سے
قسمت پہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے

ہم دیکھتے ہیں اُن کو جو دیکھ آئے مدینہ

اللہ سے بندوں کو مِلا دیتے ہیں ابتک — زنجیرِ درِ عرش ہِلا دیتے ہیں ابتک

جب چاہیں مئے وصل پِلا دیتے ہیں ابتک — سو مردۂ صد سالہ جِلا دیتے ہیں ابتک

اِک آن میں دربانِ مسیحائے مدینہ

اِنِّی لَحَبِیْبٌ وَّاَرَی الشَّوْقَ شَدِیْدًا — مَنْ یَّدْنُ مِنَ الْحُبِّ یَرَی الصَّبْرَ بَعِیْدًا

لَاسَلْوَۃَ بَلْ اَطْلُبُ فِی الْوَصْلِ مَزِیْدًا — اب خواب سے تسکیں نہیں ہوتی ہے شہیدا

بیداری میں مولیٰ مجھے دکھلاتے مدینہ

جب بھی حضرت مولانا کو دیارِ محبوب کی یاد ستاتی تھی وہ دیوانہ وار مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہو جاتے تھے۔ نہ وہ کسی رفیق کا انتظار کرتے تھے اور نہ کسی قافلہ کو دیکھتے تھے۔ وہ ہوتے تھے اور مبارک بیابانِ حجاز۔

دشتِ یَثرب میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے — دھجیاں جیب و گریباں کی اُڑاتے جاتے

حضرت مولانا کے دو[۲] خط

اِس دَوران میں حضرت سیدی الوالدآپ کی خدمت میں عرائض ارسال کرتے تھے اور آپ جواب تحریر فرماتے تھے۔ آپ کے دو[۲] خطوط درج ذیل ہیں:۔

(۱) الی الجناب المکرم العزیز سیدی الشیخ عبد اللہ ابی الخیر سلمہ اللہ تعالیٰ وبعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ، فاوّلاً السؤل عنکم وعن عزیز خاطرکم، وثانیاً ان سألتم عن العبد الضعیف فللہ الحمد علی کل حالٍ وقد وصل الینا منکم کتاب منبئٌ عن صحتکم وسلامتکم فحمدت اللہ سبحانہ علیٰ ذٰلک۔ جزیتم عنا خیرا۔ والفقیر بنفسی کنت مقصراً فی ارسال الکتاب الیکم ظنًّا منّی بان تکونوا مشغولین فی العید والمشغول لایشغل، والذی ضمنتموہ کتابکم العزیز بعض کلمات ناشئۃ عن حسن اخلاقکم وفرط عنایتکم فکل ذٰلک علیٰ لسانی وما ھو الاحکایۃ عما یرقمہ بنانی ؎

ما خود مقصریم و تو در بندِ اعتذار — ایں نیز از خصائصِ لطفت بعید نیست

(ہم خود کوتاہی کرنے والے ہیں اور آپ کو معذرت کی فکر ہے۔ یہ بھی آپ کے اخلاق سے دُور نہیں ہے)

کتبت ھذہ الأسطر فی کمال العجلۃ فلا تاخذوا علی ما نسیت فیہ واقتصرت علی قدر مالابد منہ والمسامحۃ من شان الکرام والسلام وسلموا انّا علی حضرۃ الوالد الماجد وکل من یسأل عنا۔

(۲) من حبیب الکئیب الی حضرۃ الجناب المکرم العزیز المحترم الشیخ ابی الخیر عبد اللہ سلمہ اللہ وابقاہ۔ السلام علیکم وبعد فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ اِلّا ھو واصلی واسلم علیٰ

حبیب المصطفٰی ونبیہ المرتضیٰ وعلی الہ وصحبہ و قد قرت العین بموافاۃ کتاب منکم بعد کتابین۔ جزاکم اللہ خیرا۔ المامول من عنایتکم ان لاتنسونا من صالح دعائکم ولا تخرجونا من خاطرکم ومرادی اتوجہ الیکم بعد الجمعۃ ان شاءاللہ تعالیٰ۔ سلموا لنا علی حضرۃ الوالد الماجد وسائر من یسأل عنا والسلام علیکم۔

سَطرتُ قَبلی اَحادیثَ الھَوٰی وبمِسکٍ من حدیثی مختمٌ

(میں نے پہلے عشق کی باتیں لکھیں۔ اب میری بات کے مشک سے اس پر مہر لگادی گئی ہے)

اِن دُو خطوں میں اس تعلق اور ارتباط کا پورا پتہ چل رہا ہے جو آپ میں اور سیدی الوالد میں تھا۔ ایسے خطوط کا ترجمہ کوئی کیا کرے۔ وہ نسبت اور جذبۂ مؤدت جو کہ ان الفاظ میں ہے مترجم کے الفاظ میں کب سما سکتے ہیں اور ان کی حلاوت اور چاشنی کا بیان کیا ہو سکتا ہے ؎

گر مصوّر صورت آں دلربا خواہد کشید حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

لہٰذا یہ عاجز اُن کا مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔

(۱) عزیزِ مکرم سیدی جناب شیخ عبداللہ ابوالخیر، سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

بپرسشِ احوال کے جواب میں نگارش ہے کہ بخیریت ہوں اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ آپ کی صحت وسلامتی کا حال معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ الحمد للہ علی ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اِس فقیر کی جانب سے خط لکھنے میں اس خیال کے زیرِ اثر تاخیر ہوئی کہ آپ عیدِ سعید کی مسرتوں میں مشغول ہوں گے اور مشغول کی مشغولیت میں مخل ہونا مناسب نہیں۔

آپ نے اپنے عنایت نامہ میں ازراہِ عنایت جو الفاظ میرے متعلق لکھے ہیں وہ آپ کے عمدہ اخلاق کے آئینہ دار ہیں اور گویا کہ وہ میری زبان سے آپ کے محاسنِ اخلاق کے بارے میں ادا ہوئے ہیں یا آپ کے قلم نے میری تحریر کی ترجمانی کر دی ہے۔

قصوروار تو ہم خود ہیں لیکن عذر خواہی آپ کر رہے ہیں۔ یہ بات بھی تو آپ کے خصوصی لطف وعنایت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ چند سطریں انتہائی عجلت میں لکھی ہیں۔ اگر کوئی بھول ہوئی ہے یا لکھنے میں کچھ کوتاہی ہوئی ہے تو اس سے صرفِ نظر کریں کہ کریموں کی شان اور طریقہ یہی ہے۔

حضرت والد ماجد اور پرسانِ حال کی خدمت میں میری جانب سے سلام پہنچا دیجئے۔

(۲) از حبیبِ خستہ دل بر حضرت جنابِ مکرم عزیز محترم شیخ ابوالخیر عبداللہ۔ سلام مسنون۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد نگارش ہے کہ آپ کا مکتوب جو میرے دو خطوں کے بعد ملا، باعث نواز ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ امید ہے اپنی نیک دعاؤں میں مجھے فراموش نہ کریں گے اور خاطر عاطر سے دور نہ فرمائیں گے۔ جمعہ کے بعد ان شاء اللہ آپ کی طرف آنے کا قصد ہے (مکہ مکرمہ کا) اپنے حضرت والد ماجد اور پرسانِ حال کو میرا سلام پہنچا دیں (شعر) میرے خط کی ابتدا عشق و محبت سے ہوئی اور اب اختتام بھی محبت اور خلوص پر ہو رہی ہے۔

ذوقِ سخن

جب سے آپ نے آنکھ کھولی اپنے حضرت والد قدس سرہٗ کو شعر و شاعری کی طرف متوجہ پایا۔ پھر آپ کو اُستاد ملے تو مولانا حبیب الرحمٰن جیسے یگانۂ روزگار مشفق و مہربان اُستاد ملے، جن کی جامعیت مسلم تھی۔ قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، علوم بلاغت، ادب، نحو، صرف اور تصوف میں کامل دستگاہ تھی اور شاعری میں بھی عجب کمال حاصل تھا۔ ان سب کمالاتِ ظاہری کے ساتھ صفائے باطن اور عشقِ نبوی میں مشہور تھے۔ آپ ان کا کلام سنتے تھے۔ ذہن کی تیزی اور فکر کی بلند پروازی خدا کے فضل و کرم سے بہ وجہ اتم موجود تھی۔ اب جو آپ نے اپنے گھر میں اور پھر مدرسہ میں شعر و شاعری کا چرچا دیکھا تو اس کی طرف بھی متوجہ ہو گئے اور خورد سالی میں اپنے جوہر دکھا کر اپنے خاندان کے اکابر کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ گیارہ سال کی عمر میں جو تاریخ مدینہ منورہ کے سفر کی آپ نے نکالی ہے اور عربی میں جن معانی کا اظہار فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نو دس سال کی عمر سے آپ اس طرف متوجہ ہو گئے تھے اور یہ سلسلہ زیادہ سے زیادہ یکم صفر ۱۲۹۳ھ تک جاری رہا یعنی بائیس سال کی عمر تک۔ کیونکہ پھر امورِ یقینیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے کوئٹہ میں اس عاجز سے فرمایا تھا "جب ہم اس طرف مشغول ہو گئے تو ہم نے سب مشاغل چھوڑ دیئے۔

اپنے کلام کو ضائع کیا

آپ اپنا کلام کتابوں کے اول و آخر جلد سے متصل سادے اوراق پر لکھ لیا کرتے تھے۔ ۱۳۲۴ھ تک آپ کا سارا کلام محفوظ رہا۔ اس سال بابو عزیز الدین ساکن صدر بازار میرٹھ، مکہ مکرمہ سے آپ کی کتابیں لائے۔ آپ نے شیخ غلام احمد ہانسوی، مولوی شمس الدین میرٹھی، منشی حسین علی دہلوی سے فرمایا کہ کتابوں کی فہرست بنائیں اور ترتیب سے ان کو رکھیں۔ اس موقع پر آپ ہر روز کئی گھنٹے اس کام میں صرف کرتے تھے منشی حسین علی ایک ایک مجلد آپ کو پیش کرتے تھے اور اس کے متعلق جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ

لکھ لیا کرتے تھے۔ منشی حسین علی نے اس عاجز سے کہا کہ بیشتر مجلدات پر آپ کا کلام درج تھا اور آپ اُن اوراق کو مجلد سے الگ کر کے ریزہ ریزہ کر دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے کلام کا بیشتر حصہ ضائع کر دیا۔ اس عاجز کو اتفاق سے آپ کی ایک بیاض مل گئی ہے۔ اس میں اردو کی اٹھاون کامل اور ایک غیر کامل غزل اور دو مخمسے اور ایک غزل فارسی کی ہے۔ آپ نے اپنے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی دو تاریخیں وفات کی فارسی میں کہی ہیں۔ یہ دو تاریخیں حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی سے اس عاجز کو ملی ہیں۔ جس وقت حضرت جد امجد کی وفات ہوئی تھی یہ رامپور میں موجود تھے اور انھوں نے حضرت کے وصال کی تمام تاریخیں (جن کو یہ عاجز لکھ چکا ہے) لکھ لی تھیں۔ اور ان میں آپ کے فرمودہ دو قطعے بھی ہیں۔ فارسی کی ایک غزل تو مل گئی ہے لیکن عربی کا ایک شعر بھی اس وقت تک نہیں مل سکا ہے۔ بجز اس تاریخی قطعہ کے جو گیارہ سال کی عمر میں آپنے لکھا تھا۔

دورِ آخر کا کلام خواہ وہ عربی ہو یا فارسی یا اُردو، از قسم مناجات و دُعا ہے۔ آپ نے اُردو میں تین شجرے نظم کئے ہیں۔ ان میں سے دو کا قافیہ وَفا۔ صَفا اور ردیف "کے واسطے" ہے۔ یہ سن بارہ سو ننانوے اور تیرہ سو میں نظم فرمائے ہیں۔ ایک مختصر ہے' دوسرا مطول۔ البتہ ان دونوں شجروں کا ایک ایک شعر بعد میں آپ نے بدلا ہے۔ اور تیسرا شجرہ وفات سے دو سال پہلے نظم فرمایا ہے۔ اِس کا تتمہ اس عاجز نے لکھا ہے جو خیر البیان میں چھپ چکا ہے۔

اتفاق سے اوراق قدیمہ میں آپ کا ایک خط دستیاب ہوا ہے جو کہ آپ نے اپنے استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمن کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط کے ساتھ حضرت مولانا کا جواب بھی ہے۔ آپ کے خط اور حضرت مولانا کے جواب سے آپ کی شاعری پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ عاجز ان کو نقل کرتا ہے۔

حضرت مولانا کی خدمت میں عریضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از ابوالخیر عبداللہ المجددی
بہ خدمت شریف جناب مولوی صاحب

عمدۃ العلماء العظام وقدوۃ الفضلاء الکرام سیدی و مولائی حضرت شیخ حبیب الرحمن صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائکم آداب و تسلیم را ذریعۂ نامہ نگاری می نمایم و عرض ضروری بہ سمع شریف میرسانم مدتیست کہ از احوال گرامی اطلاعے ندارم و بدیں سبب از بس پریشان حال و بے قرارم۔ غالب گوید ؎

وعدہ آنے کا وفا کیجیے یہ کیا اندھیر ہے　　　تم نے کیوں سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے

مکرر آنکہ عرصۂ چند روز می گزرد کہ جناب ماموں اشرف علی صاحب از دہلی تشریف آوردہ اند۔

و بہ سبب موزونی طبع و اقامت دہلی و الفت شعرائے آنجا گاہے بہ فکر شعر ہم می پردازند و بسیار خوب می گویند۔ پری شب مصرعے طرح فرمودند۔ و بندہ را ہم از سر نو تحریک شعر گوئی کردند۔ بموجب گفتن ایشان غزل گفتہ ام و بہ خدمت سامی بہ جہت اصلاح می فرستم۔ مرجو کہ بہ نظر اصلاح دیدہ اصلاح دادہ بہ فقیر ہمراہ این عریضہ ارسال فرمایند و ایں امر از عنایات آں قبلۂ حاجات بعید نیست و غزل ماموں صاحب کہ فی البدیہ نوشتہ اند نیز می فرستم۔ زیادہ حد ادب۔ تحریر ۱۰ر شوال ۱۲۸۹ھ از حضرت والد روحی فداہ بخدمت سامی سلام مسنون رسیدہ باد۔

بقیۃ المرام آں کہ اگر بہ معرفت شخصے معروف مثل حاجی حسین وغیرہ جواب ایں عریضہ فرستند غالب است کہ بہ زودی خواہد رسید۔ والامر امرکم۔

آپ کے ماموں کی غزل

آپ کے اس خط کی پشت پر آپ کے ماموں صاحب نے تحریر فرمایا ہے :۔

آج کیوں دوش پہ ہے تیغ حمائل قاتل — قتل پر کس کے طبیعت ہوئی مائل قاتل

سامنے ہونا ترے تیغ کے کچھ سہل نہیں — کوئی ہوتا ہے ہزاروں میں مقابل قاتل

غیر وہاں قتل ہوا اور یہاں حسرت ہے — ہر لب زخم پہ فریاد تھی قاتل قاتل

کیا ترے تیغ نے جوہر کا چمن دکھلایا — آشیانوں سے نکل آئے عنادل قاتل

کیا شرف کی تھی خطا قتل کیا کیوں اس کو — دل میں ہوتا نہیں شرمندۂ قائل قاتل

مخدومی بندہ۔ بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرما کر درست فرما دیں۔ زیادہ نیاز (اشرف)

حضرت سیدی الوالد کی غزل نو شعروں کی ہے۔ آپ کے اشعار میں اس کو دیکھا جائے۔ اس غزل کے آخر کے دو شعر درج ذیل ہیں۔

دم بہ دم جوشِ جنوں اور ترقی پر ہے — رنگ لائی ہے عجب قیدِ سلاسل قاتل

کیوں نہ ہو گو د مری غیرتِ فردوسِ بریں — میرا اے خیر ہے ایک حور شمائل قاتل

حضرت مولانا کا جواب

الی الجناب المکرم العزیز الشیخ عبد اللہ ابی الخیر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ وقد وصل منکم کتاب مشعر لصحتکم وسلامتکم فالحمد للہ علی ذلک۔ والأشعار التی انشأتموھا تأملتھا وامعنت النظر فیھا فلم اجد منھا ما یلزم تغییرہ ولا وجدت عندی لفظا احسن من الفاظکم حتی اضعہ مکان لفظ من الفاظکم، غیر ان لفظۃ دم بہ دم ۔مکان۔ دن بہ دن۔ فی

قولکم۔ دن بدن جوشِ جنوں اور ترقی پر ہے۔ علی ما یظهر لی احسن وانسب لأن الباء لفظة فارسية وهي حرف والحرف مع الاسم بمنزلة كلمة واحدة في وقوعهما بعد التركيب احد طرفي الكلام وعدمه قبل انضمام الاسم الى الحرف بخلاف الاسم فانه مستقل فتركيبها مع اللفظ الفارسي دون الهندي احسن۔ ولفظة "دن" هندية وكلمة "دم" فارسية والسطر التالي۔ رنگ لایا ہے۔ عجب قیدِ سلاسل قاتل۔ يحتاج فيه لفظ "لایا ہے" الى تذكير لفظة "قید" فما الشاهد في ذلك۔ هذا وسلموا لنا على الوالد الماجد وعلى كل من يسأل عنا واقرؤا المكرم العزيز الشيخ اشرف علي جزيل السلام وقد تأملت كلامه وانشاده فوجدته كلاماً حسناً وشعراً مستحسناً يدل على مصاحبته لشعراء الهند ومجالسته للفصحاء والأدباء كما يرشد ذلك الى حسن اخلاقه وتواضعه وكل منكم مغتنم في مثل هذا الزمن والسلام ختام۔

یعنی۔ جناب مکرم عزیز شیخ عبداللہ ابوالخیر سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مجھ کو تمہارا خط ملا جس سے تمہاری صحت اور سلامتی معلوم ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔ اُن اشعار کو، جو تم نے کہے ہیں میں نے دقیق نظر سے دیکھا اور پرکھا۔ میں نے ان کو نہ بدلنے کے قابل پایا اور نہ تمہارے استعمال کردہ الفاظ سے ایسا کوئی بہتر لفظ مجھ کو نظر آیا جو کہ ان کی جگہ لے سکے۔ البتہ میرے نزدیک تمہارے اس مصرع میں۔ دن بہ دن جوشِ جنوں اور ترقی پر ہے۔ دن بہ دن کی جگہ دم بدم کا استعمال زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ "بہ" فارسی لفظ ہے اور وہ حرف ہے اور اسم کے ساتھ جب حرف ملتا ہے تو وہ بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوجاتا ہے اور اس کا استعمال کلام کے کسی حصہ میں اسی طرح پر ہوتا ہے کہ وہ کسی اسم سے مل گیا ہو اور اگر وہ کسی اسم سے نہیں ملا ہے تو اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ بہ خلاف اسم کے کہ وہ خود مستقل ہے۔ لہٰذا فارسی حرف "بہ" کا فارسی اسم کے ساتھ مرکب ہونا بہ نسبت ہندی اسم کے میرے نزدیک بہتر ہے۔ اور دوسرے مصرع میں جو کہ رنگ لایا ہے عجب قیدِ سلاسل قاتل۔ ہے۔ لفظ قید کو مذکر قرار دیتے ہوئے۔ تم نے۔ رنگ لایا ہے۔ کہا ہے اور یہ قابلِ توجہ ہے۔ قید کی تذکیر کا کیا ثبوت ہے۔ اپنے والد ماجد اور سب پُرسانِ حال کو میرا سلام پہنچا دو۔ اور عزیز مکرم اشرف علی کو بھی میرا سلام پہنچے۔ میں نے اُن کے کلام اور اشعار کو تأمل کر کے دیکھا۔ عمدہ اور اچھا پایا۔ معلوم ہوتا ہے ان کو ہندوستان کے شعرا کی صحبت اور وہاں کے اُدبا اور فصحا کی مجالست ملی ہے اور اُن کے اچھے اخلاق اور تواضع کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اب موجودہ زمانہ میں تم میں سے ہر ایک مغتنم ہے۔ والسلام ختام۔

حضرت مولانا نے اپنے اس خط کے ساتھ ایک دوسرا پرچہ بھی آپ کو اسی دن لکھا ہے اور اس میں تاریخ شنبہ سہ ذی القعدہ تحریر ہے۔اس پرچہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حاضرین جلسہ میں سے بعض افراد نے تمہاری غزل مجھ سے طلب کی۔لیکن میں نے معذوری ظاہر کی۔ اور میں نے اُن سے کہا۔ تم صبر کرو تا آنکہ صاحبِ غزل اپنی غزل تمہارے واسطے ارسال کریں۔ اب اگر تم چاہو تو ایک نقل مجھ کو ارسال کردو۔ والسلام۔

اس وقت ۱۷ سال کے تھے

آپ نے س۱۲۸۹ھ میں یہ غزل مولوی صاحب کو ارسال کی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی جو متانت اور پختگی آپ کے فارسی خط میں ہے اور جو زور اور خوبی آپ کی اردو غزل میں ہے تحیرّ کا مقام ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

آپ کی طبّاعی

عہدِ طفلی کے بیان میں یہ عاجز "سیر الکاملین" کی عبارت نقل کرچکا ہے۔ اس میں یہ عبارت ہے۔" در جمیع علوم استعداد خوب حاصل کردہ اند۔ بسیار ذہین و طبّاع۔ شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند"۔ یعنی تمام علوم میں اچھی استعداد حاصل کی ہے۔ نہایت ذہین و طبّاع ہیں۔ عربی و فارسی و ہندی اشعار خوب کہتے ہیں"۔ یعنی ان تینوں زبانوں میں آپ اشعار کہا کرتے تھے جو مقبول خواطر ہوتے تھے۔

ذکر السعیدین میں ہے

آپ کے ابنِ عمِّ اکبر حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے ذکر السعیدین میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے"۔ ان کے والد ماجد نے بہ عمر چار سالگی ان کو بحضور حضرت جدِّ امجد لاکر عرض کیا کہ اس فرزند کو بیعت سے مشرف فرمایئے۔ آپ نے الفاظِ بیعت ان کو پڑھائے۔ حفظِ قرآن شریف کرکے تحصیل علوم مروّجہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب مہاجر و مولوی سید حبیب الرحمٰن صاحب مہاجر و سیّد احمد دہلوی وغیرہ سے کئے۔ استعداد علوم ظاہری میں خوب حاصل ہے۔ فطین و ذہین ہیں طبیعت موزوں ہے شعر خوب کہتے ہیں اور سلوکِ طریقہ آبار کرام اپنے والد ماجد سے طے کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا۔ بعد ان کے انتقال کے ان کے قائم مقام ہوئے۔ مستفیدین توجہ سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت کرے۔ مانندِ آبار و اجداد ظاہر و باطن میں کامل و مکمل فرمائے۔ آمین۔

خورد سالی سے جب آپ کے اکابر نے (کیا اہلِ خاندان اور کیا اساتذہ) آپ کی فطانت' عقل اور قوتِ اخذ کو دیکھا۔ آپ کے گرویدہ ہوئے۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت قوت سے حاصل نہیں کی جا سکتی ہے جب تک عطا کرنے والا خدا عطا نہ کرے)

حاجی دوست محمد کا خط

جناب حاجی دوست محمد صاحب کی وفات دوشنبہ ۲۲ شوال ۱۲۸۴ھ میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے آپ کے پدرِ بزرگوار اور آپ کے نام جو خط تحریر فرمایا ہے اس کی ابتدا اس طرح پر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد بہ خدمتِ باعظمت حضرتِ ولایت منزلت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین قبلۃ المحققین وارث الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا نیکو سیر حضرت مولوی محمد عمر قدس سرہٗ العزیز و جناب صاحبزادہ سعادت و سیادہ حضرت مولوی عبد اللہ ابو الخیر صاحب اوصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ مراتب آبائہ الکرام۔

آپ چھوٹی عمر سے اپنے حضرت والد کے خط میں حضرات اعمام وغیرہما کو خط لکھا کرتے تھے اور وہ حضرات بھی آپ کو جواب تحریر کرتے تھے۔ غالباً یہی صورت حضرت حاجی صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ اور انھوں نے جواب لکھا ہے۔

شاہ عبد الرشید کا خط

آپ کے عمِ اکبر حضرت شاہ عبد الرشید کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو آپ نے اسی طرح ان کو تعزیت کا خط تحریر فرمایا۔ انھوں نے جواب اس طرح لکھا ہے کہ پہلے حصہ میں آپ کے والد کے نام خط ہے اور پھر آپ کے نام یہ خط ہے۔

برخوردار نورِ چشم حافظ ابو الخیر اطال اللہ عمرہٗ۔ بعد دعوات و دیدہ بوسی معلوم نمایند کہ خط تعزیت رسید و حال رنج و الم معلوم گردید۔ صبر نمایند و بہ دعاء مغفرت یاد آوردہ باشند کہ ہمیں حق مردگان بر زندگان ہست و در تحصیل علوم ظاہری و باطنی سعی بلیغ دارند۔ اللہ تعالیٰ بہ منتہائے مرام برساند و جمیع عزیزان خورد و کلاں ما وجب می رسانند۔ تحریر تاریخ ۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۷ھ مقام مدینہ منورہ۔

کسبِ سلوک

آپ چار سال کے ہوئے تھے کہ حضرت جدِ بزرگوار نے حرم نبوی میں مواجہہ شریف میں آپ کو سلسلہ مبارکہ طیبہ سے وابستہ کر دیا اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے گلے میں حلقۂ عبدیت ڈال دیا تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ اپنے حسبِ حال بڑے ذوق سے یہ شعر احیاناً پڑھا کرتے تھے۔

حلقۂ در گردنم افگندہ دوست　　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

(دوست نے میری گردن میں پانسہ ڈال دیا ہے وہ جہاں چاہتا ہے مجھے لیجاتا ہے)

رسالۂ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید کے صفحہ ۲۶ پر اس عاجز نے لکھا ہے: "خانۂ علم و فضل میں آپ کی آنکھ کھلی۔ دایۂ شریعت نے آپ کی پرورش کی۔ پستانِ طریقت سے آپ کی تربیت ہوئی۔ اور دبستانِ معرفت میں معلّم قدرت نے اسرار و حقائق کے خیابانوں سے گزار کر مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ کے مقامِ اعلیٰ سے آپ کو مشرف فرمایا۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ خَيْرَ مُعَلِّمٍ　　　　عَلَّمْتَ بِالْقَلَمِ الْقُرُوْنَ الْأُوْلٰى

أَخْرَجْتَ هٰذَا الْعَقْلَ مِنْ ظُلُمَاتِهٖ　　　　وَهَدَيْتَهُ النُّوْرَ الْمُبِيْنَ سَبِيْلًا

(اے بہترین معلّم تیری ذات پاک ہے۔ تُو نے قلم کے ذریعہ پہلے لوگوں کو تعلیم دی۔
اس عقل کو تو نے اندھیریوں سے نکالا۔ اور نُورِ مبین کے راستہ کی ہدایت کی۔)

فَسَمِعَ مَا سَمِعَ وَرَأٰى مَا رَأٰى وَحَفِظَ مَا حَفِظَ وَوَعٰى مَا وَعٰى۔ وَكَانَ صَدْرُهُ الشَّرِيْفُ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَآنٍ"

جن پاکیزہ نفوس کی گودیوں میں آپ نے پرورش پائی ہے اور جن کی مبارک صحبتوں میں آپ کی نشوونما ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی لوحِ قلب اور ساحتِ سینہ بالکل پاک و صاف ہو گئی تھی۔ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (آگاہ جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب اس میں فساد آتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ آگاہ وہ قلب ہے) اور آپ کا معاملۂ باطن يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ کا مصداق بنا ہوا تھا۔ اب ضرورت اشتغال کی تھی۔ کارِ باطن کی طرف آپ متوجہ کب ہوئے۔ اس سلسلہ میں حکیم فرید احمد عباسی امروہوی رحمہ اللہ نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا، لکھو۔ اور پھر آپ نے درجِ ذیل بیان لکھوایا۔ آپ کا بیان فارسی میں ہے۔ یہ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

آپ کی ایک تحریر

"یوم جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۴ھ کو حضرت ایشاں (حضرت والد) کے حضور سے مشرف ہوا۔ آپ نے مراقبۂ احدیت اور لطیفۂ قلب و لطیفۂ نفس سے اسم ذات کا ذکر شریف دو دو ہزار اور باقی لطائف سے (رُوح۔ سر۔ خفی۔ اخفی)

ایک ایک ہزار اور نفی و اثبات گیارہ سو مرتبہ۔ اور دو ساعت انتظارِ فیض اور دو رکعت اشراق اور دو رکعت اوّلِ نہار میں استخارہ کے اور چار رکعت چاشت کی ملاومت کی ہدایت فرمائی۔ اور صبح وشام سورۂ یاسین پڑھنے کی وصیّت کی۔ اور ان امور کی تاکید فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ کام کے دن یہی ہیں۔ جو شے بھی اس کام سے مانع ہو وہ لہو ولعب میں داخل ہے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است | بجز سرِّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدیؔ بشوے لوحِ دل از یادِ غیرِ حق | علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است

(دوست کی یاد کے علاوہ تو جو کچھ کرے عمر کی بربادی ہے۔ عشق کے راز کے علاوہ تو جو پڑھے خرابی ہے۔ اے سعدیؔ دل کی تختی سے غیر حق کی یاد کو دھو دے وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے)

اسی سال ماہ رمضان میں مراقبۂ معیّت کی تعلیم فرمائی اور شوّال ۱۲۹۵ھ میں مراقبۂ اقربیّت "ہمہ اُوست" سے سرفراز فرمایا۔ اور اسی سال وسط ماہ ذی القعدہ میں حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے پونے تین ماہ پہلے ظہر کے "حلقہ" اور "توجہ بہ یاراں" کا امر فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ صبح کا حلقہ اور توجہ تمہارے والد کریں۔ اور صفر ۱۲۹۶ھ میں مراقبات لطائفِ خمسہ کی تعلیم فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہر لطیفہ کا فیض الگ حاصل کرو۔ اسی مہینہ مدینہ منورہ کا سفر کیا اور وہاں حلقہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت عمِّ بزرگوار شاہ محمد مظہر قدس سرہٗ موجود تھے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے مشرف ہوا۔ اسی سال ماہِ شعبان میں مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ اس وقت حضرت پیر و مرشد والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے تم کو محمدی المشرب پایا اور آپ نے ولایتِ کبریٰ کے دائرۂ ثانیہ کی تعلیم فرمائی اور اسی سال رمضان میں دائرۂ ثالثہ عنایت فرمایا اور ذی القعدہ میں قوس کی تعلیم فرمائی جو کہ ولایتِ کبریٰ کا آخر مقام ہے۔ اور ۱۲۹۷ھ کے شروع میں مسجدِ حرام میں حلقۂ مغرب اور مریدوں کو توجہ کی خدمت سپرد کی۔ اور اسی سال ماہ صفر میں مراقبۂ ولایتِ عُلیا جو کہ ولایتِ ملائکۂ کرام ہے تلقین فرمایا۔"

پون گھنٹہ میں آپ نے اپنی یادداشت کی بنا پر یہ بیان تحریر کرایا ہے۔ تقریباً پچاس سال قبل کے واقعات کو دن اور ماہ وسال کی تفصیل کے ساتھ لکھوانا بجائے خود ایک کرامت ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی کی عنایت

آپ کے اِس بیان میں دو باتوں کا ذکر ہے کہ آپ کو حلقہ اور توجہ کا امر ذی القعدہ ۱۲۹۵ھ میں آپ کے حضرت والد ماجد کے عمِّ بزرگوار حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ نے دیا۔

ان کا یہ امر بمنزلہ نورٌ علیٰ نور ہے اور اس سے ان کی انتہائے عنایت و شفقت کا پتہ چلتا ہے۔

عنایاتِ نبویہؐ

اور دوسری بات حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہٗ اور عنایاتِ نبویہ کی ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ مسجدِ نبوی میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ کے عمِ بزرگ تشریف لائے اور تھوڑی دیر تک آپ کی کیفیات کو ملاحظہ فرماتے رہے۔ پھر روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ وہاں سے آکر ایک مبارک چادر آپ کے سر اور شانوں پر ڈالی اور انتہائے مسرت سے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میں تو کسی لائق نہیں ہوں۔ یہ چادر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب آپؐ کی طرف سے ڈال رہا ہوں اور پھر یہ فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تم ہندوستان جاؤ"۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم　　　　این چہ احسانہا است قربانت شوم

(اے خدا میں تیرے احسان کے قربان ہو جاؤں۔ یہ کسقدر احسان ہے میں تیرے اوپر قربان ہو جاؤں)

سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی مجدد و منوّرِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

پروردگار جلّت حکمتہٗ نے پہلے عالمِ امر بنایا اور پھر عالمِ خلق۔ عالمِ امر کا ظہور لفظ کُن کے فرماتے ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ عالمِ امر، نورانی عالم ہے۔ اور پھر عالمِ خلق کو پیدا کیا جس کی تخلیق میں زمانہ صَرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں ہوئی ہے۔ دن سے مراد ہزار سالہ دن ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ یا پچاس ہزار سالہ دن ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ یا اس سے بھی بڑا دن ہے۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

آپ فرماتے ہیں جو کچھ عالمِ خلق میں ہے اس کی حقیقت اور اصل عالمِ امر میں موجود ہے۔ عالمِ ارواح اور عالمِ مثال کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔

جب پروردگار جل شانہٗ نے ارادہ کیا کہ اپنے اسماء و صفات کے کمالات کو پردۂ غیب سے مَنصّۂ شہود پر ظاہر کرے تو اس نے تمام عالم کو پیدا کیا۔ تمام عالم اس کے اسماء و صفات کی تجلیات کا اثر ہے۔ جب عالمِ امر اور عالمِ خلق کا ظہور ہو گیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنائے

اور امانت اس کے سپرد کی جائے۔ آسمان و زمین بارِ امانت اٹھانے سے عاجز رہے۔ صرف عالمِ خلق کے اجزاء میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ یہ بوجھ اٹھا سکتے۔ لہٰذا پروردگار نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کی تخلیق عالمِ امر اور عالمِ خلق کے اجزاء سے ہوئی ہے۔ وہ ہر دو عالم کے اجزاء کا مرکب ہے۔ ہر عالم ایک عالمِ صغیر ہے اور دونوں عوالم کا مجموعہ عالم کبیر ہے۔ اور اس کو عالم امکان کہتے ہیں۔ انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے عالم کبیر کا خلاصہ ہے۔ اس نے بارِ امانت اٹھایا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تمام صفات کا مظہر بنا۔ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت "اکبر" ہے۔ جب انسان اس صفت کا مظہر بنا تو وہ "عالمِ اکبر" ہوا۔

یہ کون و مکاں اور ساری زمیں	سماوات عُلیا و عرشِ بریں
یہ سب عالمِ خلق کی ہے نمود	دُوم عالمِ اَمر کا ہے وجود
ہر اک اِن میں کا اِک جہانِ صغیر	صغیرین مل کر بنے ہیں کبیر
سمجھ لو کہ اکبر بھی ہوگا ضرور	جہاں شانِ اکبر کا ہوگا ظہور
وہ اکبر ہے کیا اور کیسے بنا	کبھی اس کو سوچا ہے تم نے ذرا
شرف آدمی کو مِلا کس لئے	وہ خلقت میں اشرف ہوا کس لئے
جو اشرف ہے سمجھو کہ اکبر بھی ہے	جو اکبر ہے، جانو کہ انور بھی ہے
وہ اکبر۔ وہ انسانِ کامل بنا	جو بارِ امانت کا حامل بنا
صفاتِ جلیلہ کا مظہر ہے وہ	کمالاتِ عُلیا کا مصدر ہے وہ
بظاہر ہے اصغر وہ از مشتِ خاک	بہ باطن ہے اکبر وہ از نورِ پاک
ز اسرارِ بیچون و فیضانِ نور	ہوا خانۂ قلب صد رشکِ طور
سماوات پر ہے وہ عرشِ بریں	ہے یہ قلب عرشِ دگر بر زمیں
ہے سایہ خدا کا وہ کامل بشر	جو در شکلِ مرشد ہوا جلوہ گر
وہ مرشد ہے انسانِ افضل کی ذات	وہ افضل ہے بیشک جلیل الصفات
وہ ہے بالاصالت حبیبِ خدا	ہیں بالتبع سب انبیا اولیا
تمام انبیا آپ کے ہیں مناب	تمام اولیا آپ سے فیض یاب
خلائق میں جس کو بھی نعمت ملی	ہے معطی خدا اور قاسم نبیؐ

حضرت مجدّد قدس سرہ فرماتے ہیں۔ انسان کی ساخت دس لطائف سے ہوئی ہے۔

ان میں سے پانچ عالم خلق کے اجزا ہیں اور نفس ہوا، پانی، آگ اور مٹی ہیں۔ اور پانچ عالم امر کے اجزار ہیں اور وہ قلب، روح، سِر، خفی، اخفیٰ ہیں۔ "لطیفۂ نفس" عالمِ خلق کے اجزار کا معجون ہے اور "لطیفۂ قلب" عالمِ امر کے اجزار کا مرکب ہے۔ ان اجزائے عشرہ کو حضرات کرام "لطائف عشرہ" کہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کا مقام انسان کے سینہ میں ہے بائیں چھاتی سے دو انگل نیچے قدرے مائل بہ پہلو "لطیفۂ قلب" کا مقام ہے اور دائیں چھاتی سے دو انگل نیچے قدرے مائل بہ پہلو "لطیفۂ روح" کا اور بائیں چھاتی سے بہ فاصلۂ دو انگشت

اخفیٰ
خفی
سر
روح
صدر
قلب

وسطِ سینہ کی طرف "لطیفۂ سِر" کا اور دائیں چھاتی سے بہ فاصلۂ دو انگشت وسطِ سینہ کی طرف "لطیفۂ خفی" کا اور وسطِ سینہ میں "لطیفۂ اخفیٰ" کا۔ اور فرمایا ہے کہ لطیفۂ قلب، لطیفۂ نفس کا، اور لطیفۂ روح، لطیفۂ ہوا کا اور لطیفۂ سِر، لطیفۂ آب کا اور لطیفۂ خفی، لطیفۂ آتش کا اور لطیفۂ اخفیٰ، لطیفۂ خاک کا اصل ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ پانچ لطائف اللہ تک پہنچانے کے پانچ راستے ہیں اور ان پانچوں راستوں میں سے ہر ایک راستہ ایک اولوالعزم رسول کے زیرِ قدم ہے۔ لطیفۂ قلب حضرت آدم کے اور لطیفۂ روح حضرت ابراہیم کے اور لطیفۂ سِر حضرت موسیٰ کے اور لطیفۂ خفی حضرت عیسیٰ کے اور لطیفۂ اخفیٰ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وبارک وسلم کے زیرِ قدم ہے۔ سالکان راہِ طریقت اگرچہ پانچوں لطائف سے ذکر کرتے ہیں اور فیضیاب ہوتے ہیں لیکن ان کو کسی ایک لطیفہ سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔ جس سالک کو لطیفۂ قلب سے زیادہ مناسبت ہوگی وہ آدمی المشرب ہے۔ اور جس کو لطیفۂ روح سے زیادہ مناسبت ہوگی وہ ابراہیمی المشرب اور لطیفۂ سِر والا موسوی المشرب اور لطیفۂ خفی والا عیسوی المشرب اور لطیفۂ اخفیٰ والا محمدی المشرب کہلاتا ہے۔ ان پانچوں مبارک لطائف کا اصل مقام عرش کے اوپر ہے۔ پہلا مقام قلب کا ہے، اس سے اوپر روح کا، اس سے اوپر سِر کا اور اس سے اوپر خفی کا اور اس سے اوپر اخفیٰ کا۔ یہ پانچوں لطائف نورانی ہیں۔ لیکن انسانی جسم میں آکر گناہوں کی وجہ سے ان کی نورانیت زائل ہوگئی ہے۔ حضراتِ نقشبندیہ لطائفِ عالمِ خلق کی اصلاح سے پہلے عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کو اپنی اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بخلاف

دوسرے طریقوں کے کہ ان میں پہلے لطائف عالمِ خلق کے اصلاح کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ اور مجاہدات و ریاضات میں عمریں بسر ہوتی ہیں اور پھر لطائفِ عالمِ امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ چونکہ طریقۂ نقشبندیہ میں ابتدائے کار لطائف عالمِ امر سے ہے۔ اِس لئے حضرت امام الطریقہ سید محمد بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

اوّلِ ما آخرِ ہر منتہی آخرِ ما جیبِ تمنا تہی

(ہر منتہی کا آخر ہمارا اوّل ہے۔ ہمارا آخر تمنا کی جیب سے خالی ہے)

حضراتِ نقشبندیہ پہلے لطیفۂ قلب سے اسمِ جلالۃ اَللّٰہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جب یہ لطیفۂ مبارکہ پوری طرح ذاکر ہو جاتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، گفتگو کرتے نہ کرتے وقت اسم ذات سے گویا ہے تو پھر لطیفۂ روح کی طرف، پھر لطیفۂ سر کی طرف، پھر لطیفۂ خفی کی طرف، پھر لطیفۂ اخفیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جب یہ پانچوں لطائف بہ اسمِ پاک پروردگار گویا ہو جاتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے اسرار کھلنے لگتے ہیں اور ساحتِ سینہ جولانگہِ انوار بن جاتا ہے۔

ز نورت قلبہا جولانگہِ برق دلِ ہر ذرہ در جوشِ اَنا الشرق

(تیرے نور سے دل برق کی جولانگہ ہے۔ ہر ذرّے کے دل میں جوش ہے کہ میں مشرق ہوں)

اِن پانچ لطائف کی نُورانیت کے بعد لطائف عالمِ خلق کی طرف توجہ دی جاتی ہے پہلے لطیفۂ نفس کو ذاکر کیا جاتا ہے۔ اس لطیفہ کا مقام پیشانی کا وَسط ہے۔ اور یہ لطیفۂ عالمِ خلق کے باقی لطائف کا جن کو عناصرِ اربعہ کہتے ہیں معجون ہے۔ یہ لطیفہ اَمّارۃٌ بالسُّوء ہے۔ جب ذکرِ الٰہی میں اس کو مشغول کیا جاتا ہے تو اس کی اَمّاریّت رُو بہ زوال ہوتی ہے۔ اور مُطمئنیّت کے جوہر کھلنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً کے خطاب کا سزاوار بنتا ہے۔ جب یہ لطیفہ پوری طرح ذاکر ہو جاتا ہے اور اِرْجِعِیْ سے اُنس پیدا کر لیتا ہے تو اپنے مقام سے مقامِ قلب میں نزول کرتا ہے اور لطیفۂ قلب کی نیابت کا منصب سنبھالتا ہے تاکہ لطیفۂ قلب باقی لطائفِ عالمِ امر کے اپنے اصلِ مَوطن کی سیر کرے اور پانچوں لطائف کو فنائیّت حاصل ہو اور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کما قالہ المشائخ ان کے نقدِ حال ہو۔

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

(رضا و تسلیم کے خنجر کے مقتولوں کی ہر زمانہ میں غیب سے ایک دوسری جان ہے)

لطیفۂ نفس کی نمایت کے بعد عناصرِ اربعہ کی باری آتی ہے جن سے کالبدِ انسانی بنا ہوا ہے اور اس لطیفہ کا نام لطیفۂ قالبیہ ہے۔ جب اس لطیفہ سے ذکر کیا جاتا ہے تو جسم کا ایک ایک بال ایک ایک ذرہ ذاکر بہ اسم پاک ہوتا ہے۔ اور جب یہ کیفیت سالک کو حاصل ہو جاتی ہے، تو پرندوں، درختوں اور ہواؤں کی آوازیں بھی اس کے واسطے ذکرِ الٰہی ہوتی ہیں اور اس پر وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

چوں بادۂ شوقِ تو کند بُرّاقی — گردد تن و روح جملہ مستِ ساقی

تن مستِ شرابے روح مستِ ساقی — آں گردد فانی وایں گردد باقی

(جب تیرا بادۂ شوق چمک دکھاتا ہے جسم اور روح سب ساقی کے مست بن جاتے ہیں جسم شراب سے مست، روح ساقی سے۔ وہ فانی بن جاتا ہے یہ باقی بن جاتی ہے۔)

یہ ہیں لطائفِ سبعہ جن کی مناسبت سے حضرات مشائخِ کبار قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے۔ راہِ سلوک الی اللہ ہفت گام است۔ اور چونکہ لطائف عالمِ امر کا معجون لطیفۂ قلب اور لطائف عالمِ خلق کا معجون لطیفۂ نفس ہے اور اگر یہ دو لطائف صحیح معنی میں پوری طرح ذاکر ہو جاتے ہیں تو بقیہ لطائف از خود ذاکر ہو جاتے ہیں۔ بنا بریں کہا گیا ہے۔ راہِ سلوک الی اللہ دو گام است۔

۱۔ خوش نصیب است آنکہ شکر و انبساط — صرف در ذکرش کند لیل و نہار

۲۔ در رہِ الفت بہ عزم و صدقِ تام — مرد واراں پا نہادہ استوار

۳۔ چشمِ پُرنم آہ پُر سوزش بود — تن زبوں و قلب باشد بے قرار

۴۔ ہر زماں از شوق مستیہا کند — ہر نفس بر نامِ جانانش نثار

۵۔ ذکر پاکش داروئے دلہا است زیدؔ — آتشِ عشقش سپر باشد زِ نار

۱۔ وہ خوش نصیب ہے جس کو شکر اور انبساط دن رات ذکر میں مصروف کر دے۔
۲۔ محبت کے راستہ میں پوری سچائی اور ارادہ سے بہادروں کی طرح اس نے استوار قدم دھرا ہو۔
۳۔ اس کی آنکھ نم اور آہ پُرسوز ہو۔ تن عاجز اور دل بے قرار ہو۔
۴۔ ہر وقت شوق کی وجہ سے مستیاں کرے۔ اس کا ہر سانس جاناں کے نام پر قربان ہو
۵۔ اے زیدؔ اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے۔ اس کے عشق کی آگ نارِ جہنم سے ڈھال ہے۔

لطائفِ مبارکہ سبعہ کے بعد نفی و اثبات کا مشغلہ ہوتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد حرزِ جان

بنتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ناف سے لَا کو کھینچ کر مقامِ نفس تک جو کہ وسط پیشانی میں ہے، لے جاتے ہیں اور وہاں سے اِلٰہَ کو دائیں بازو تک لاتے ہیں جو کہ اصحابِ یمین سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ کا مقام ہے۔ اور پھر وہاں سے اِلَّا اللّٰہ کو لطیفۂ اخفیٰ اور سر سے گزارتے ہوئے لطیفۂ قلب پر ضرب لگاتے ہیں۔

شاہ غلام علی کا ذکر شریف حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرّہٗ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَاَنْوَارِہٖ، جس وقت دلی کی جامع مسجد میں نزدِ حوض نفی و اثبات میں مصروف ہوتے تھے تو جامع مسجد بقعۂ نور بن جاتی تھی۔

حریفاں بار ہا خوردند و رفتند — تہی خمخانہا کردند و رفتند

(یاروں نے شرابیں پی اور چل دیئے۔ شراب خانے خالی کردیئے اور روانہ ہوگئے)

یہاں تک ذکر شریف کا بیان تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے سالک اَلذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَات کی مبارک جماعت میں شامل ہوگیا۔ اب وَاِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ کے مقام کا حاصل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے اکرامات و انعامات سے دامن مراد بھرا جا سکے۔ اس کام کے لئے حضراتِ نقشبندیہ مجددیہ نے مراقبات کا طریقہ بیان کیا ہے۔

مُراقبہ مراقبہ ماخوذ ہے رُقُوبَت سے جس کے معنی انتظار کرنے اور حفاظت کرنے کے ہیں، اور حضرات مشائخ کے نزدیک حضرتِ مبدأ فیاض سے ورودِ فیض کا انتظار کرنا ہے۔

۱۔ حبذا قومے کہ دادِ بندگی را دادہ اند — ترکِ دنیا کردہ اند و از ہمہ آزادہ اند

۲۔ روزہا با روزہا در گوشۂ بنشستہ اند — باز شبہا در مقامِ بندگی استادہ اند

۳۔ طرفۃ العینے نہ بودہ غافل از حضرت دلے — سیلہا با ایں ہمہ از چشم خود بکشادہ اند

۴۔ راحتے دیدند و ذوقے یافتند از این و آں — روز و شب در کنجِ محنت بر سرِ سجادہ اند

۵۔ پیر انصاری تو میدانی کہ ایشاں کیستند — فرقۂ بے کرّ و فرّ کز زمرۂ دل سادہ اند

۱۔ وہ قوم کس قدر اچھی ہے جس نے بندگی کی داد دی۔ انھوں نے ترکِ دنیا کیا اور سب سے آزاد ہیں

۲۔ دنوں وہ گوشہ میں بیٹھے رہے ہیں۔ پھر راتوں میں بندگی کے مقام میں کھڑے رہے ہیں۔

۳۔ پلک جھپکنے کی بقدر بھی خدا سے غافل نہیں ہوئے۔ بایں ہمہ آنسو آنکھوں سے جاری ہیں۔

۴۔ انھوں نے راحت دیکھی اور اس سے ذوق حاصل کیا۔ دن رات مشقت کے گوشہ میں مصلے پر رہے ہیں۔

۵۔ پیر انصاری آپ جانتے ہیں وہ کون ہیں۔ وہ سادہ فرقہ ہے اور سادہ دل گروہ ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ نے مراقبات کا بیان خوب تفصیل سے کیا ہے۔ اکابر نے اپنی تالیفات میں اور راس عاجز نے فارسی رسالہ "مناہج السیر و مدارج الخیر" میں تشریح کے ساتھ ان کا بیان کیا ہے۔ یہاں مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ نے راہ سلوک کو سات مراتب پر تقسیم کیا ہے۔ ہر مرتبہ کو ایک دائرہ قرار دیا ہے اور دائرہ اس وجہ سے کہا ہے کہ حلقۂ متفرقہ کا ہر حصہ اول و آخر بالا و پست یمین و یسار ہو سکتا ہے۔

پہلا مرتبہ:۔ دائرۂ امکان کا ہے۔ اس دائرہ کے دو حصے ہیں۔ ایک عالم امر۔ دوسرا عالم خلق۔ عالم امر عرش سے اوپر ہے۔ اور عالم خلق از عرش تا تحت الثریٰ ہے۔ اس دائرہ میں صرف ایک مراقبۂ احدیت ہے۔ اور مورد فیض لطیفۂ قلب ہے۔

دوسرا مرتبہ:۔ دائرۂ ظلال تجلیاتِ اسماء و صفات ہے۔ ظل سے مراد وہ سایہ نہیں ہے جو موہم تولیدِ مثل ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا تو محمد کے خدا جل وعلا کا سایہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ ظل سے مراد دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں (الی آخر المراتب) ظہور ہے۔ اس دائرہ کو دائرۂ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں صرف ایک مراقبۂ معیت ہے۔ اور مورد فیض لطیفۂ قلب ہے۔

تیسرا مرتبہ:۔ دائرۂ تجلیاتِ اسماء و صفات ہے۔ اس دائرہ کو دائرۂ ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ یہ ولایت حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی ولایت کہلاتی ہے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب اس مقام و رتبہ پر فائز ہوتے ہیں تو ان کی نبوت ظاہر ہوتی ہے۔ اس دائرہ میں ظل کا اثر نہیں ہوتا اور نہ سکر و غیبوبت کی گنجائش ہے۔ یہ دائرہ مشتمل ہے تین دوائر اور ایک قوس پر۔

پہلے دائرہ میں مراقبۂ اقربیت کرتے ہیں۔ اس دائرہ کے دو حصے ہیں۔ نصفِ سافل میں تجلیاتِ اسماء و صفاتِ زائدہ میں سیر ہوتی ہے اور نصفِ عالی میں تجلیاتِ شیونات و اعتبارات میں مراقبہ اقربیت سر دوئی کا پتہ چلتا ہے اور سالک محسوس کرتا ہے کہ کمالِ اقربیت دوئی میں ہے۔ یہ مقامِ صحو ہے۔

دوسرے اور تیسرے دائرہ میں اور پھر قوس میں مراقبۂ محبت کیا

جاتا ہے۔ مراقبۂ محبت ہی سالک کو ایک اصل سے دوسرے اصل تک اور دوسرے سے تیسرے تک اور پھر قوس تک پہنچاتا ہے۔ تینوں دوائر اور قوس کے مراقبات میں مورد فیض لطیفۂ نفس ہوتا ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ ان تین دوائر اور قوس کے متعلق فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى سے شاید اشارہ ہوتا ہو۔

ابتدائے ولایتِ صغریٰ سے انتہائے ولایتِ کبریٰ تک سالک کی سیر کا تعلق اُن اسماء و صفاتِ الٰہیہ سے ہے جن میں ذاتِ مبارک ملحوظ نہیں ہوا کرتی۔ جیسے سمع، بصر، قدرۃ، ارادہ، علم۔ اس سیر کو حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اسم "الظاہر" میں سیر بتایا ہے، تحریر فرمایا ہے: "سیر در اسم الظاہر سیر در صفات است بے آنکہ در ضمنِ آنہا ذات ملحوظ گردد تعالیٰ و تقدس" مکتوب ۱۲۶ از دفتر اول

چوتھا مرتبہ:۔ دائرۂ تجلیات اسماء و صفاتِ الٰہیہ بہ امتزاج تجلیاتِ ذاتیۂ الٰہیہ ہے۔ اس دائرہ کو دائرہ ولایتِ علیا کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں سالک کی سیر اُن اسماء و صفاتِ الٰہیہ کی تجلیات میں ہوتی ہے۔ جن میں تجلیاتِ ذاتیۂ الٰہیہ کا امتزاج ہوتا ہے۔ جیسے سمیع، بصیر، قدیر، مُرید، علیم۔ اس سیر کو حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اسم "الباطن" میں سیر سے تعبیر کیا ہے۔ مکتوب سابق الذکر میں تحریر فرماتے ہیں: "سیر در اسم الباطن نیز ہر چند سیر در اسماء است اما در ضمنِ آنہا ذات تعالیٰ ملحوظ است و آں اسماء در رنگ سپرہا اند کہ روپوش حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس گشتہ مثلاً در صفت "العلم" ذاتِ تعالیٰ اصلاً ملحوظ نیست و در اسم "العلیم" ملحوظ ذات است تعالیٰ در پس پردۂ صفت۔ زیرا کہ علیم ذاتے است کہ مراُو را علم است۔ فَالسَّيْرُ فِي الْعِلْمِ سَيْرٌ فِي الْاِسْمِ الظَّاهِرِ وَالسَّيْرُ فِي الْعَلِيْمِ سَيْرٌ فِي الْاِسْمِ الْبَاطِنِ وَقِسْ عَلٰى هٰذَا سائر الصفات والاسماء و ایں اسماء کہ بہ اسم الباطن تعلق دارند مبادی تعینات ملائکہ ملاءِ اعلیٰ است"

اس ولایت کو ولایتِ ملائکہ کرام کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں ایک مراقبہ ہے اور مورد فیض عناصر ثلاثہ آب و ہوا و آتش ہیں۔

پانچواں مرتبہ:۔ دائرۂ کمالاتِ ثلاثہ ہے جس کو دائرہ تجلیاتِ ذاتیہ کہتے ہیں۔ اس دائرہ میں تین دوائر ہیں۔ دائرہ کمالاتِ نبوت۔ دائرہ کمالاتِ رسالت۔ دائرہ کمالاتِ اولی العزم۔ ہر دائرہ کا ایک مراقبہ ہے۔ مراقبۂ کمالاتِ نبوت میں مورد فیض لطیفۂ خاک ہے۔ اور مراقبۂ کمالاتِ رسالت اور مراقبۂ کمالاتِ اولی العزم میں مورد فیض ہیئتِ وحدانی ہے۔ ہیئتِ وحدانی سے مراد وہ کیفیت ہے جو لطائف خمسۂ عالم امر اور لطائف خمسۂ عالم خلق کے تصفیہ کے بعد پیدا ہو گئی ہے۔ یہ دس لطائف مجلّٰی، مزکّی ہونے کے بعد باہم مل کر ایک ہیئت بنا لیتے ہیں۔ اس ہیئت کو ہیئتِ وحدانی کہتے ہیں۔ دائرہ

کمالاتِ رسالت سے تا آخر دوائر مورِدِ فیض سالک کی ہیئتِ وحدانی ہے۔

اس کے بعد راہِ سلوک دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک راہ "معبودیّتِ صرفہ" کی طرف اور دوسری راہ "لاتعین و حضرتِ اطلاق" کی جانب جاتی ہے۔ جو راہ معبودیتِ صرفہ تک پہنچتی ہے اس کو حقائقِ الٰہیّہ اور جو لاتعین تک پہنچتی ہے اس کو حقائقِ انبیاء کہتے ہیں۔ بعض حضرات پہلے حقائقِ الٰہیّہ کو طے کراتے ہیں اور بعض حضرات حقائقِ انبیاء کو۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہما پہلے حقائقِ الٰہیّہ کو طے کراتے تھے اور پھر حقائقِ انبیاء کو۔ یہ عاجز ان حضرات کا اتباع کرتے ہوئے پہلے حقائقِ الٰہیّہ کو بیان کرتا ہے۔

چھٹا مرتبہ:۔ حقائقِ الٰہیّہ کا ہے۔ اس مرتبہ میں چار دَوائر ہیں۔ ۱۔ دائرہ حقیقتِ کعبہ۔ ۲۔ دائرہ حقیقتِ قرآن ۳۔ دائرہ حقیقتِ صلاۃ ۴۔ دائرہ معبودیّتِ صرفہ۔ مَورِدِ فیض سب میں ہیئتِ وحدانی ہے۔

ساتواں مرتبہ:۔ حقائقِ انبیا کا ہے۔ اس مرتبہ میں چھ دوائر ہیں۔

۱۔ دائرہ حقیقت ابراہیمی ۲۔ دائرہ حقیقتِ موسوی ۳۔ دائرہ حقیقت محمدی ۴۔ دائرہ حقیقتِ احمدی ۵۔ دائرہ حُبِّ صرفۂ ذاتیہ ۶۔ دائرہ لاتعین و حضرتِ اطلاق جلّ مجدہٗ۔ مَورِدِ فیض سب میں ہیئتِ وحدانی ہے۔

یہ سب بیس مراقبات ہوئے۔ بعض حضرات مراقباتِ لطائفِ خمسہ کا عمل بھی کرتے ہیں اور یہ مراقبات لطائفِ خمسہ کے ذاکر و شاغل ہونے کے بعد کئے جاتے ہیں اور بعض حضرات تیسرے مرتبہ کے اختتام پر مراقبۂ اسم الظاہر اور چوتھے مرتبہ کے اختتام پر مراقبۂ اسم الباطن کا شغل کرتے ہیں۔ اور بعض حضرات مراقبۂ شرحِ صدر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ولایتِ کبریٰ کے اختتام پر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جن بیس مراقبات کا ذکر کیا ہے وہ از مُتمّماتِ راہِ سلوک ہیں۔ سالک نے ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات سے اپنے لطائفِ عشرہ کو مزکّٰی و مصفّٰی کیا اور پھر مراقبات کی مداومت سے ان لطائف پر ابوابِ فیضان و برکات کھُلے۔ اب وہ اس سے مستفید ہو رہا ہے۔ وہ قرآن مجید و احادیثِ نبویہ کے ایک ایک لفظ سے مراقبہ کر کے لُطف اٹھا سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ اہلِ سلوک کے نزدیک اللہ کی صفات میں تفکر کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں اور اس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے الاحسان اَن تعبُدَ اللہ کَانَکَ تَراہ فان لم تَراہ فانہ یراکَ (اللہ کی عبادت اس طرح پر کہ کر

کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے) اور آپ کا یہ ارشاد ہے۔ (احفظِ اللهَ تجِدْهُ تجاهَكَ اللہ کے ذکر کی حفاظت کرو اس کو یاد رکھو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے) اور اگر کوئی مراقبہ کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ یہ آیت شریفہ پڑھے۔ وھو معکم اینما کنتم۔ یا۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (آپ نے چند آیات اور بھی لکھی ہیں) یا وہ اس ارشادِ نبوی کو پڑھے "سمجھ لو اگر ساری امت ارادہ کرلے کہ تم کو کچھ فائدہ پہنچائے تو وہ صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہی نقصان تم کو پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے واسطے مقرر کر دیا ہے۔ قلم اٹھا لیا گیا ہے اور وہ خشک ہو چکا ہے۔ یا اس ارشادِ نبوی کو پڑھے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتوں میں سے صرف ایک رحمت زمین پر نازل ہوئی ہے پھر ان آیات و احادیث کے معنی و مفہوم کا تصور بلا کسی تشبیہ اور جہت کے کرے۔ وہ صرف یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے متصف ہے اور اسی خیال میں بیٹھ جائے۔ جب اس خیال میں فتور آنے لگے تو آیت یا حدیث کا اعادہ کرے اور اس کا تصور کرتا رہے اور اس شغل کے لئے وہ وقت مناسب ہے کہ حوائجِ ضروریہ کی وجہ سے تنگ نہ ہو۔ نہ بھوکا پیاسا ہو، نہ نیند آرہی ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو۔ اس کا قلب تمام امور سے فارغ ہو" یہ ہے خلاصۂ سلوک نقشبندیہ مجددیہ۔

با ایں ہمہ بے حاصلی و ہیچ کسی	درماندہ بہ نارسائی و بوالہوسی
دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں	گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

(بے حاصلی اور بے کسی کے باوجود۔ نارسائی اور بوالہوسی کے عجز کے باوجود میں نے تجھے مقصود کے خزانہ کا پتہ بتا دیا۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے ہیں شاید تو پہنچ جائے)

رجوع بہ احوال حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ۔

آپ کا کسبِ سلوک

کسبِ سلوک کے متعلق آپ کا بیان نقل کیا جا چکا ہے۔ آپ باقاعدہ طور پر جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۴ھ میں اس راہِ تقرب الی اللہ پر گامزن ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت والد نے پہلے دن آپ کو لطائف خمسۂ عالم امر، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ اور لطیفۂ نفس کی تعلیم دی۔ اور ساتھ ہی مراقبۂ احدیت کرنے کو فرمایا۔ یعنی دائرہ امکان قطع کرنے کا راستہ کھول دیا۔ وہ افراد جو اس راہ و رسم سے واقف ہیں

جانتے ہیں کہ ہزاروں میں کوئی ایک آدمی ایسا ہوا کرتا ہے کہ جہاں اس کو لطیفۂ قلب کی تعلیم دی گئی اس کا نہ صرف لطیفۂ قلب ہی ذاکر ہو جاتا ہے بلکہ عالمِ امر کے بقیہ چاروں لطائف بھی ساتھ ہی ذاکر ہو جاتے ہیں اور وہ لطائفِ خمسہ سے ذکر کرنے لگتا ہے۔ ورنہ عام طور پر پہلے صرف لطیفۂ قلب ہی کو ذاکر کیا جاتا ہے۔ اور پھر روح کو، پھر سِر کو، پھر خفی کو، پھر اخفیٰ کو۔ اور ایسا شخص تو بہت کم ملتا ہے۔ جو پہلے ہی دن سے لطائفِ خمسۂ عالمِ امر و لطیفۂ نفس سے ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جائے۔ اور جس کو یہ بات نصیب ہوتی ہے وہ از جماعتِ مُرادان و مجذوبان ہے۔ اللہ کی عنایت اور رحمت اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ مجذوب سالک کہلاتا ہے۔ وہ از راہِ اجتبا منازلِ سلوک قطع کرتا ہے "ایں سیر را اندراجُ النہایۃِ فی البدایۃِ گویند کہ جذب کہ در آخر کار بود در ابتدا مندرج شد"۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔

لائحۂ عمل دلائل الخیرات کی جلد پر اپنے اوقات شریفہ کا بیان آپ نے اس طرح کیا ہے۔ (آپ کی عبارت کا اردو ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔)

تحریم سے پہلے (یعنی صدائے تہجد سے پہلے) بیدار ہو کر چند رکعتیں پڑھنی اور پھر کچھ ذکر کرنا اور اسفار میں حنفی امام کے ساتھ نماز پڑھنی، پھر ادعیۂ ماثورہ کا پڑھنا۔ اس کے بعد حرم شریف میں ذکر کرنا یا حلقہ میں (حضرت والد کے حلقہ میں) شریک ہونا اور آفتاب کے نکلنے کے بعد دو رکعت پڑھ کر خلوت میں جانا اور تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ جیسے مکتوباتِ قدسی آیات امام الطریقہ رحمہ اللہ و مثنوی مولوی رحمہ اللہ و احیائے غزالی رحمہ اللہ و نفحاتِ عارف جامی رحمہ اللہ و طریقہ محمدیہ برکوی رحمہ اللہ۔ خصوصاً محل درس کا۔ اس کے بعد کھانا کھا کر قیلولہ کے واسطے سید حبیب اللہ کے گھر جانا اور زوال سے پہلے وضو کرنا اور بعد زوال کے چار رکعت پڑھنی اور ظہر کی چار رکعت سنّت پڑھ کر نماز کے واسطے حرم شریف میں حاضر ہونا، ظہر کی نماز تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھنی، پھر خلوت خانہ میں جا کر بعد کی سنتیں پڑھنی، پھر کچھ ذکر کرنا، پھر حلقہ میں حاضر ہونا، حلقہ سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کے چھ پارے پڑھنا۔ میری روح اور میرے تمام آبا و اجداد کی ارواح اس کے مبارک نام پر فدا ہو۔ اور اسبوعۂ دلائل الخیرات اور حزب اعظم کا با کمال ترتیل و خشوع و تفکر اور ادراک و لحاظ معنی سے پڑھنا۔ انتہی

آپ کو نعومتِ اظفار سے اللہ تعالیٰ نے اولیائے کبار کی صحبت عنایت کی۔ اولیاء اللہ کی ایک نظر انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دیتی ہے چہ جائے کہ مسلسل بیس سال ان کی رفاقت رہی ہو۔ صحیحین کی حدیث شریف میں اچھے جلیس اور بُرے جلیس کی مثال مشک رکھنے والے اور لوہے کی بھٹی تپانے

والے سے دی ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ مشک والا یا تو کچھ مشک تم کو عنایت کردے گا یا تم کچھ مشک اس سے خرید لوگے ورنہ مشک کی اچھی خوشبو سے مستفید ہوگے۔ الخ یعنی جلیس صالح کی صحبت سراسر خیر و برکت ہے۔ اِس خیر و برکت کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جب راہ سلوک کو طے کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے ہی قدم میں دائرہ امکان قطع کرلیا۔ دو سال چار ماہ پچیس دن کے بعد بروز چہار شنبہ ۲ جمادی الآخرہ ۱۲۹۶ھ میں آپ کے پیر و مرشد حضرت والد ماجد اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو لکھ کر تحریر فرماتے ہیں۔

پیر و مرشد کی شہادت

حال ختم و حلقۂ خویش کہ اگر یک ساعت از نہار و یک ساعت از لیل مشغولی کردہ شود نقصان بہ باطن از فیوض و برکات نخواہد شد، اِن شاء اللہ تعالیٰ و روز بروز از فضلِ الٰہی قوتِ نسبت و ذوق و شوق و حرارت زیادہ خواہد شد، برنگارند و ایں جا از شیخ ابوالخیر طالباں را فائدہ بسیار بہ زود میسر می شود و در شغل خود سرگرم اند۔ و ہر دو وقت حلقہ و مراقبہ می کنند۔ در مکہ معظمہ ہم و در مدینہ منورہ ہم۔ بارك الله فيما اعطاكما وسلمكما ربكما و جعلكما للمتقين اماما۔ بحرمة سيد الاولين والآخرين صلى الله عليه واٰله اجمعين۔

یعنی ان کی صحبت میں مریدوں کو فائدہ جلدی حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنے کام میں سرگرم ہیں۔ دونوں وقت حلقہ و مراقبہ کرتے ہیں۔ چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں، چاہے مدینہ منورہ میں۔ پیر و مرشد کی اس گواہی کے بعد اب کسی بیان کی ضرورت نہیں۔ فَاِنَّ الْقَوْلَ مَاقَالَتْ حَذَامِ۔

ہند کا سفر

اللہ تعالیٰ کو منظور یہی تھا کہ آپ اپنے ناتوان و مریض والدِ مکرم کو لے کر برائے عقدِ نکاح ہندوستان کا سفر کریں۔ آپ کی منگنی محترمہ عارفہ دختر حضرت شاہ محمد معصوم سے ہوئی تھی۔ عارفہ کی والدہ عمۂ محترمہ تھیں جو حضرت شاہ محمد مظہر کی صاحبزادی تھیں۔ شاہ محمد مظہر اور عمۂ محترمہ کی خواہش یہ تھی کہ عقد نکاح مدینہ منورہ میں ہو۔ آپ کے حضرت والد ماجد اپنے برادر زادے حضرت شاہ محمد معصوم کو بہت چاہتے تھے۔ ان کا فرمانا یہ تھا کہ "اگر میاں محمد معصوم بخوشی عقد زواج کرنے کی اجازت دیں تو مدینہ منورہ میں اس خوشی کو کرلیا جائے ورنہ نہیں۔" اس سلسلہ میں آپ کے حضرت والد نے اپنے برادر زادے کو چند خط بھی ارسال کئے اور ان کو رائے دی کہ عارضی طور پر دو چار ماہ کے واسطے وہ آجائیں۔ شاید وہ اپنے مشفق و مریض و ناتواں چچا کے بُلانے پر کچھ دن کے واسطے مدینہ منورہ چلے بھی جاتے لیکن نواب کلب علی خاں کی خواہش کو دیکھتے ہوئے

وہ اِس بات پر مُصر ہوئے کہ اُن کے مکرم چچا اور ان کی اہلیہ و دختر اور اپنے فرزند رشید کو ساتھ لے کر خود رامپور تشریف لائیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ۱۲۹۵ھ میں یہ مبارک قافلہ حجازِ مقدس سے کلکتہ پہنچا۔ اور وہاں چالیس دن قیام کرکے اواخر ماہ جمادی الآخرہ ۱۲۹۵ھ تک رامپور پہنچا۔

دوسری محرم ۱۲۹۸ھ یوم یکشنبہ آپ کے حضرت پدرِ بزرگوار راہی ملکِ بقا ہوئے۔ آپ نے اس زمانہ میں ایک خط اپنے جدِّ امجد کے خلیفۂ اجل سیادت پناہ مولانا سید عبدالسلام ہسوی رحمہما اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس خط سے اس وقت کے احوال پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ اصل خط سیادت پناہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ اور انھوں نے اس عاجز کو اس کی نقل ارسال کی ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء۔

سید عبدالسلام کو خط

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصطفٰی۔ از ابوالخیر عبداللہ بن عمر کان اللہ لہٗ بخدمت حقائق پناہی معارف دستگاہی مولانا سید عبدالسلام جعلہ اللہ للمتقین اماماً وکثر امثالہ وبارک فی علومہ ومعارفہ وعمرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وبعد فللّٰہ سبحانہ المنۃ والحمد والشکر علی ما انعم وعلی ما أبلٰی۔ ہر چند ایں مصیبت عظمیٰ۔ فوت چنیں مربی ومرشد وشفیق وعاشق ومعلم مرے ودا روئے نہ دارد۔ می دانم کہ تاابَ گور ایں داغ مونسِ من است۔ اما بعد وفات شریف عنایتہا ونوازشہا بیش از ایام حیات مشہود دانم ودل را بہ تصور صورت مبارک خورسند می دارم اِنَّا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِلْكًا وَّعُبُوْدِيَّةً وَّاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بعد چندے ان شاء اللہ دراں عالم قدسوسی حاصل خواہد شد۔ رحمہ اللہ سُبْحَانَهٗ وَاَكْرَمَ نُزُلَهٗ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ وَرَضِيَ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ فُيُوْضَاتِهٖ وَبَرَكَاتِهٖ۔ عنایت نامہ رسید شرفہا بخشید۔ جزاکم اللہ خیرا۔ درحین حیات قبلہ گاہی ارشاد پناہی قدس سرہٗ نیز مکتوب گرامی رسیدہ بود۔ لیکن بسبب اشتغال بہ تداوی حضرت ایشان اتفاق تحریر جواب نیفتاد۔ بعد وصول مکتوب سامی حضرت ایشان رحمہ اللہ فرمودند۔ کہ مولوی صاحب بما گفتہ بودند کہ اگر در ہندوستان آئی بہ خانۂ ما ہم بیائی لیکن میاں معصوم ما را نہ گزاشتند و بہ خط مستقیم بہ رامپور آوردند۔ انتہی کلام الشریف۔ عقد نکاح فقیر با دختر جناب مولانا محمد معصوم در منتصف ماہ گزشتہ جمادی الاولیٰ شد۔ وداع در آخر ایں ماہ قصد دارند دعا کنند کہ حق سبحانہ مبارک کند وموجب جمعیت واطمینان کند نہ پریشانی۔ باقی احوال مستوجب حمد الٰہی است۔ ختمہا صبح و شام خواندہ می شود وقصد حرمین ہنوز ہیچ موہوم نیست۔ ہرچہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اگر گاہ گاہ بہ مکاتیب خوش می فرمودہ باشند

بعید از محبت نیست۔ والسلام علیکم وعلینا وعلیٰ جمیع عباد اللہ الصالحین۔ سبحانک اللّٰھم وبحمدک أشھد أن لا إلٰہ إلا اللہ أنت أستغفرک وأتوب إلیک۔

حررفی ۱۲ ارجمادی الآخرہ یوم الربوع (۱۲۹۸ھ) از رامپور متصل قلعہ

آپ کا پہلا عقدِ نکاح

آپ کے اس خط سے چند باتوں کا استفادہ ہوا۔

(۱) آپ نے اپنے حضرت والد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایسے مربّی اور مرشد اور شفیق اور عاشق اور معلم کی مصیبت کی دوا کچھ نہیں ہوسکتی الخ۔ آپ کی اس تحریر سے حضرت عمۂ محترمہ کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے' جو کہ عاجز پہلے دربیان عہدِ طفلی لکھ چکا ہے کہ "ان کے والد تو اُن کے گرویدہ و عاشق تھے"۔ آپ نے صراحۃً لفظ عاشق کا استعمال فرمایا ہے۔

(۲) آپ کا عقدِ نکاح وسط جمادی الاولیٰ ۱۲۹۸ھ میں ہوا۔ اور وداع اواخر ماہ جمادی الآخرہ ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔

(۳) آپ کو غالباً کچھ کھٹکا پیدا ہوگیا تھا کہ یہ عقدِ نکاح موجب جمعیت واطمینان نہ ہوگا۔ بلکہ پریشانی کا سبب بنے گا۔ لہٰذا سید صاحب کو برائے دعا تحریر فرمایا ہے۔ اور آپ کو جو اندیشہ لاحق ہوا تھا وہ واقع ہوا۔

عارفہ صاحبہ سے رامپور میں آپ کا عقدِ نکاح جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے ہوا اور جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں عابدہ کی ولادت ہوئی۔ عابدہ نے پانچ ماہ زندہ رہ کر وفات پائی پھر ماہ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ میں صابرہ کی ولادت ہوئی۔ کچھ دن رہ کر وفات پائی۔ پھر ۱۳۰۱ھ میں کاملہ کی ولادت ہوئی۔ سترہ دن زندہ رہ کر وفات پائی۔

کرامتُ النساء

حضرت جد امجد کے بیان میں گزر چکا ہے کہ آپ کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے کرامت النساء بھی ساتھ آئی تھیں اور آپ نے حضرت سیدی الوالد کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ رقم جو کلکتہ میں ہے کرامت النساء کی شادی پر خرچ کردیں اور کرامت النساء کا عقدِ زواج کسی بھلے آدمی سے کردیں۔ کرامت النساء کا ذکر آپ کے آٹھویں خط میں بھی ہے۔

کرامت النساء کون تھیں؟ اس سوال کے جواب کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ شیخ احمد ابوالخیر العطار المکی نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کی اولاد کا بیان رسالہ "ہدیۂ احمدیہ" میں کیا ہے یہ رسالہ فارسی میں ہے اور ماہ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں مطبع انتظامی واقع کانپور میں چھپا ہے۔ اس کے صفحہ ۷۷ پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا ذکر ہے۔ آپ کے ذکر میں لکھا ہے۔ ایشان را از بطن

عارفہ بیگم مجددیہ سہ دختر شدہ بود۔ عابدہ بیگم، صالحہ بیگم، کاملہ بیگم ہر سہ در طفولیت فوت شدند۔ واز زوجات مختلفہ غیر مجددیہ دو دختر دارند۔ یکے منسوب بہ نیک عالم غیر مجددی و دیگرے احمدیہ بیگم خورد سال است۔ سلمہا ربہا" اس بیان کی وجہ سے مشہور ہوا کہ کرامت النساء آپ کی صاحبزادی تھیں۔

اس عاجز کی ہمشیرہ وسطیٰ جناب فاروقیہ رحمہا اللہ کا عقد نکاح گیارہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۸؍ مارچ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اس تاریخ تک ہم بھائی بہنوں کو کرامت النساء کے متعلق کسی بات کی خبر نہ تھی۔ نہ کبھی ان کا ذکر سنا۔ نہ کبھی ان کو دیکھا اور نہ کبھی وہ خانقاہ شریف میں آئیں۔ چند مواقع ایسے پیش آئے کہ بعض افراد نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ کی کتنی اولاد ہے، تو آپ نے ان سے ارشاد کیا۔ تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ دریافت کرنے والوں میں سے اعظم خاں بھی ہیں۔ یہ خانِ قلات خداداد خاں کے فرزند ہیں۔ اُن کے بھائی محمود خاں، خانِ قلات تھے اور یہ کوئٹہ میں نظر بند تھے۔ بعد میں محمود خاں کے مرنے پر وہ خانِ قلات ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ کوئٹہ کا ہے۔ اور دہلی میں صدر الدین صاحب کیفی غازی پوری نے ۱۳۳۹ھ میں آپ سے دریافت کیا اور آپ نے ان کو بھی تین بیٹے اور تین بیٹیاں نام لے کر بتائے۔ اِن مواقع پر یہ عاجز حاضر تھا۔ ان دو افراد کے علاوہ دیگر دو تین افراد نے آپ سے دریافت کیا تھا اور آپ نے ان سے بھی یہی فرمایا تھا۔ ہم بہن بھائیوں نے پہلی مرتبہ کرامت النساء کو ہمشیرہ وسطیٰ کی شادی کے موقع پر دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ان کے صاحبزادے جو حضرت برادرِ کلاں سے ایک سال کے قریب بڑے تھے، اُن کے ساتھ آئے۔ وہ خانقاہ شریف میں باہر بیٹھے رہے، گھر کے اندر نہیں آئے اور نہ حضرت والدہ صاحبہ و ہر سہ ہمشیرگان سے ملاقات کر سکے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ۱۳۳۹ھ میں آپ نے شیخ غلام احمد ہانسوی، چودھری مولاداد خاں خورجوی، مولوی عبید الرحمٰن معروف بہ سردار احمد مجددی رامپوری سے فرمایا۔ ہماری جائداد کو ہمارے بچوں کے نام منتقل کر دو اور آپ نے تمام کاغذات ان لوگوں کو دیدیئے۔ آپ نے ہم تین بھائی اور تین بہنوں کے نام بتائے تھے۔ چند روز بعد آپ سے چودھری مولاداد خاں نے یہ عرض کی کہ حضور! آپ کی ایک اور صاحبزادی کرامت النساء بھی ہیں کیا ان کو بھی کچھ دیا جائے گا۔ یہ بات حلقہ شروع ہونے سے قبل رات کے نو بجے چودھری صاحب نے کہی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ "کون کہتا ہے وہ ہماری لڑکی ہے، وہ لونڈی کی لڑکی ہے" یہ الفاظ جو اس عاجز نے نقل کئے ہیں آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی وفات کے بعد چند افراد نے ایک فتنہ کی صورت پیدا

کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت جناب والدہ صاحبہ رحمہا اللہ نے حقیقتِ امر سے آگاہ کیا۔ پھر اِس عاجز کی مع برادرانِ گرامی قدر حضرت عمۂ محترمہ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ ان سے حقیقتِ امر دریافت کی گئی۔ ان کا بیان یہ تھا۔

عمۂ محترمہ کا بیان

"تمہاری دادی اماں کی وفات ہوگئی۔ تمہارے والد چھوٹے تھے۔ گھر میں کوئی عورت نہ تھی۔ ان کی تکلیف کو دیکھ کر کسی مُرید نے آپ کو ایک لونڈی بازار سے خرید کردے دی۔ وہ لونڈی پیٹ سے تھی۔ تین چار مہینے کے بعد کرامت النساء پیدا ہوئی۔ تمہارے دادا نے کہا۔ ہماری کوئی بیٹی نہیں ہے، یہ ہماری بیٹی ہے۔ وہ کرامت النساء کو بیٹی کی طرح رکھتے تھے۔ تمہارے والد کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی کلکتہ میں کسی میمن نے تمہارے دادا کو دو ہزار روپے دیئے تھے وہ اسی کے پاس امانت رکھے تھے وفات کے وقت انھوں نے تمہارے والد کو وصیت کی کہ اس دُو ہزار روپے سے کرامت کی شادی کردیں رامپور میں تمہارے والد، عبید الرحمن عرف سردار احمد وکیل کو بیٹے کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے۔ انھوں نے چاہا کہ سردار احمد مجددی سے کرامت کی شادی کردیں لیکن سردار احمد کے ماں باپ نے یہ رشتہ اس لئے پسند نہیں کیا کہ کرامت کسی لونڈی کی بچی تھی۔ تمہارے والد کے ایک کشمیری مُرید تھے ان کا نام نیک عالم تھا۔ تمہارے والد نے نیک عالم سے کرامت کی شادی کردی۔ جب نیک عالم کو حقیقت کا پتہ چلا وہ تکیہ کے نیچے ایک پرچہ رکھ کر کسی طرف چلے گئے۔ اس پرچہ میں لکھا تھا۔ میں تم کو حضرت صاحب کی صاحبزادی سمجھتا تھا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ تم ان کی صاحبزادی نہیں ہو، اس لئے میں جارہا ہوں"

اصحاب الدین کا خط

مولوی عبید الرحمن عرف سردار احمد مجددی کے متعلق حضرت عمۂ محترمہ کے قول کی تائید محمد اصحاب الدین کے خط سے ہوتی ہے۔ جو انھوں نے ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۳ رمارچ ۱۸۸۵ء میں آپ کی خدمت میں دہلی ارسال کیا ہے۔ یہ آپ سے رامپور میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کرکے وطن گئے۔ وہ لکھ رہے ہیں "بخدماتِ شریفات اخوان طریقہ اعنی میر عوض علی صاحب و ملا عبد الرحیم صاحب و محمد صدیق صاحب و سید نیک عالم صاحب و منشی کریم بخش صاحب الف تحیات و سلام مسنون الاسلام موفور باد اللھم بلّغ منّی السلام الی خدمت اخی الاعلی جناب ملا محمد یعقوب صاحب و بخدمت جمیع اخوان طریقہ درجہ بدرجہ سلام مع الاحترام مقبول باد و حال جناب علی افندی صاحب

معلوم نہ شد کہ بحضرت شریف حاضر اندیا نہ وہم معلوم نہ شد کہ حال میاں حبیب الرحمٰن کہ باوے تزویج عفیفہ مسلم شدیا نہ یہ الخ

کرامت النساء کے متعلق حضرت والدہ صاحبہ محترمہ نے وہی سب کچھ بیان کیا تھا جو حضرت عمّ محترمہ نے بیان کیا ہے۔ اس عاجز سے ایک دن مدرسۂ عبدالرب میں حضرت استادی مولانا محمد شفیع تلمیذ و داماد مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہما اللہ نے کرامت النساء کے متعلق استفسار فرمایا۔ غالباً اس سلسلہ میں آپ سے کسی نے کچھ کہہ دیا تھا۔ اس عاجز نے پوری حقیقت اُن کے سامنے ظاہر کردی۔ جو کچھ ہدیۂ احمدیہ نے لکھا ہے' وہ بھی اور جو کچھ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے چودھری مولا داد خاں وغیرہ سے فرمایا ہے' وہ بھی۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ کرامت النساء کے بیٹے سے ہمشیرگان کا پردہ آپ نے کرایا۔ اس عاجز کے بیان کو سُن کر جناب مولوی صاحب نے فرمایا "ہدیۂ احمدیہ میں لکھ دینے سے کچھ نہیں ہوتا جب کہ حضرت شاہ صاحب نے آپ بہن بھائیوں سے نہیں فرمایا کہ یہ میری لڑکی ہیں۔ اور پھر جب کہ انھوں نے آپ کی بہنوں کا ان کے بیٹے سے پردہ کرایا۔ اندریں صورت کرامت النساء کو ان کی صاحبزادی نہیں کہا جاسکتا۔

سیّد نیک عالم کی رُوپوشی

کرامت النساء سے نکاح کے بعد اُن کے شوہر سید نیک عالم کشمیری رُوپوش ہوگئے تھے لہٰذا جب ۱۳۰۲ھ میں آپ حجاز گئے تو کرامت النساء کو بھی ساتھ لیتے گئے اور پھر ۱۳۰۶ھ میں اپنے ساتھ دلّی لائے۔ ۱۳۰۹ھ تک وہ خانقاہ شریف میں رہیں۔ اس کے بعد نہایت غیر مناسب طریقہ سے اُن کا جانا ہوا۔ اس وقت سے ۱۳۳۹ھ تک حضرت سیدی الوالد اُن سے بالکل بے خبر رہے۔ اس عاجز کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے نیک عالم کا پتہ لگایا۔ وہ پنجاب میں کسی جگہ تھے۔ اُن سے طلاق حاصل کی گئی اور پھر ڈاکٹر ولی اللہ ساکن رڑول ضلع میرٹھ سے ان کا عقدِ ثانی کردیا گیا۔

مع ہٰذا یہ عاجز کہتا ہے کہ کرامت النساء کی تربیت حضرت جدّ امجد نے کی تھی۔ کچھ کتابیں بھی پڑھائی تھیں۔ آپ کے آٹھویں خط میں تحریر ہے "عربی مولد جو حکیم عظیم آبادی نے بھیجا تھا کہاں ہے، اس کو کرامت پڑھتی ہے" آپ کی تعلیم و تربیت کا اثر کرامت النساء میں موجود تھا۔ ان کے مخارج حروف نہایت اچھے تھے۔ نسبتِ شریفہ سے بھی محظّی تھیں۔ اوائل شعبان ۱۳۷۹ھ مطابق اوائل فروری ۱۹۶۰ء میں یہ عاجز ان سے ملا تھا۔ اس وقت ان کی عمر نوّے سال سے متجاوز تھی۔ یہ عاجز حضرت برادر کلاں کے ساتھ گیا تھا حضرت برادر نے ایک حدیث شریف پڑھی اور وہ لُطف اندوز ہوئیں۔ رحمہا اللہ وغفر لہا۔

ہدیۂ احمدیہ میں حضرت سیدی الوالدی زوجۂ اولیٰ کی تین صاحبزادیوں کا ذکر ہے۔ لیکن ان کی ترتیب میں اور ایک کے نام میں فرق ہے۔ اِس عاجز نے حضرت عمۂ محترمہ کا بیان لکھا ہے۔

قیام دِلّی و سرہند

اوّل ماہ صفر ۱۲۹۴ھ سے آپ کے احوالِ مبارکہ بالکل بدل گئے تھے۔ اوقاتِ شریفہ کی نگہداشت فرماتے تھے۔ خوش طبعی کی محفلوں سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است | جز سرِّ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوے لوحِ دل از یادِ غیرِ حق | علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است

ایک تحریر مُبارک

ایک پرچہ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ملا ہے۔ اس میں حضراتِ گرامی قدر میں سے کسی حضرت کے ارشادات تحریر ہیں۔ یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

می فرمودند، ہر کرا ہیضۂ قابلیت بہ صحبتہائے مختلف فاسد شد تدبیرِ کارِ اُو دشوار است جز بہ صحبتِ اہلِ تدبیر کہ کبریتِ احمر است بہ صلاح نہ می آید ؎

جز صحبتِ عاشقانِ مستاں مپسند | در دل ہوسِ قوم فرومایہ مبند
ہر طائفہ ات بہ جانبِ خویش کشد | چغد سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

(عاشق مستوں کی محبت کے علاوہ پسند نہ کر۔ کمینی قوم کی دل میں ہوس نہ لا۔
ہر گروہ تجھے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ چغد ویرانہ کی جانب اور طوطی شکر کی جانب)

می فرمودند، دور افتادگیہائے خلق ازان است کہ خود را دور می اندازند و بہ اختیار بار بر خود زیادت می گردانند وگرنہ قصور در فیضِ الٰہی نیست۔

می فرمودند، عادت اُنس می شود و اُنس طبیعت۔ سالک را ترکِ نوافل عبادات گاہ گاہے از برائے ترکِ استیناس رواست۔

می فرمودند۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ فرمودہ اند کہ اِغْبَابُ الزِّیَارَۃِ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِّنْ دَوَامِهَا بِلَا حُضُوْرٍ۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مرا بوہریرہ را رضی اللہ عنہ فرمودند۔ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ وے ازیں سخن نے درگشت و گفت۔ یا رسول اللہ بیش ازیں طاقت ندارم۔ اگرچہ اظہار کمال محبت خود کرد امّا اگر متابعتِ امر کردے بہتر بودے۔

شباب کی باتیں

آپ کی اس مبارک تحریر سے آپ کے احوال کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کا مشغلہ کیا تھا اور آپ کا لگاؤ کن چیزوں سے تھا۔ رام پور میں زندہ دل عزیزوں کا اجتماع تھا۔ ہنسی مذاق، سیر و تفریح اور خوش طبعی ان کا مشغلہ تھا۔ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں تین دن کے واسطے آپ رامپور گئے۔ وہاں عزیزانِ گرامی آپ سے ملنے آئے۔ اُن میں چند افراد وہ بھی تھے جو چالیس سال پہلے اپنی خوش طبعی اور بے فکری میں مشہور تھے آپ نے اُن کے نام لے کر ارشاد فرمایا "تم کو وہ وقت یاد ہے جب تم نے ہم کو تماشہ دیکھنے کا مشورہ دیا تھا" ابھی آپ کچھ اور باتیں بیان فرماتے کہ مخلصِ قدیم، طبیعت شناس، عاشقِ صادق، صاحبِ نسبت شیخ غلام احمد ہانسوی رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا ؎

عہدِ پیری شباب کی باتیں ۔۔۔ ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

اس شعر کو سُن کر آپ اس کا لطف لینے لگے اور وہ ذکر رہ گیا۔ آپ کو زندہ دل شُبّان کی جگہ سوختہ جگر، دل ریش لوگوں کی ضرورت تھی۔ آپ گوشۂ عافیت کے طلبگار تھے اور رامپور میں اِس کی کمی تھی۔ لہٰذا حضرت والد ماجد کی وفات کے بعد سے جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ تک جبکہ آپ حجاز گئے آپ اکثر دلی تشریف لے آتے تھے اور خانقاہ شریف میں مہینوں قیام فرماتے۔ دو مرتبہ اس دَوران میں آپ سرہند شریف بھی تشریف لے گئے اور وہاں کافی دن قیام فرمایا۔ پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں آپ کا جانا ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۳۰۰ھ میں۔ آپ سے دلی اور سرہند شریف میں پاکیزہ نفوس کی ایک جماعت بیعت ہوئی۔ اس مبارک جماعت میں سے جس کو بھی اس عاجز نے دیکھا ہے، آپ کا عاشق و شیدا پایا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے نسبتِ شریفہ سے بھی بہرہ ور دیکھا۔ اِس جماعتِ مبارکہ میں سے چند افراد کے نام اوراقِ قدیمہ سے معلوم ہوئے ہیں۔ یہ عاجز ان کو لکھتا ہے۔

مخلصین قدماء

شیخ عبدالرحمٰن عرف غلام بھیک مخدومی، شیخ محمد معصوم مخدومی، حاجی عبداللہ، پیرجی حسین شاہ عرف سوندھے شاہ آستانۂ عالیہ سرہند شریف کے متولی، عبدالشکور خاں، قادر بخش کشمیری، اللہ بخش، احمد بخش، نبی بخش، خدا بخش، مولا بخش، پیراں بخش، حکیم عبدالسبحان، شیر خاں، اعظم خاں، محمد حسین خاں، حافظ غلام رسول ویراں، حافظ محمد وزیر خاں، قدرت اللہ، فیض اللہ، برکت اللہ، حاجی محمد سرہندی، محمد اصحاب الدین چاٹگامی وغیرہم۔

حافظ غلام رسول ویرانؔ استاد ذوقؔ کے شاگرد تھے اور حافظ محمد وزیر خاں، ویرانؔ کے شاگرد تھے۔

یہ دونوں ۱۲۹۹ھ میں آپ سے دلّی میں بیعت ہوئے تھے۔ ویرآن نے سلسلۂ مبارکۂ پیرانِ طریقت کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ کل اشعار ایک سو چوراسی ہیں۔ آپ کے احوالِ مبارک کے بیان کرنے سے پہلے جو چھ شعر لکھے گئے ہیں وہ اسی شجرۂ شریفہ کے ہیں۔ ویرآن کی وفات ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ حافظ وزیر خاں نے اس وقت آپ کی خدمت میں ایک عریضہ مکرمہ ارسال کیا ہے، اس میں لکھتے ہیں۔
"قبلہ استادی بہ حینِ حیاتِ خود مادۂ تاریخ وفاتِ خود قبل از یک سال بہ زبانِ مبارک خود چنیں ارشاد کردہ بودند۔ خاک سُدۂ خواجہ، ۱۳۰۵ھ" اور ویرآن نے لوحِ مرقد کے لئے یہ شعر لکھا ہے ؎

کہدو ان سے جو ہیں اس رہ سے گزرنے والے　　فاتحہ مرقدِ ویرآں پہ بھی پڑھتے جانا

اُن کا نظم کردہ شجرۂ شریفہ نہایت خوشخط، بڑی تقطیع پر ۱۳۲۲ھ میں مطبع قاسمی میرٹھ میں حافظ اشفاق الٰہی، حافظ حفیظ الدین اور محمد یاسین نے چھپوایا تھا۔ رحمہم اللہ ورحم الناظم ورضی عنہم۔

اصحاب الدین

محمد اصحاب الدین کے والد کا نام محمد زین الدین صدّیقی ہے۔ اصحاب الدین نے آپ سے سلوکِ مجددیہ پوری طرح حاصل کیا اور اجازت و خلافت حاصل کرکے اپنے وطن کو مراجعت فرمائی اور وہاں اُن سے خلقِ خدا مستفید ہوئی۔ اُن کے تین خط پیشِ نظر ہیں۔ ان خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے پیر و مرشد کی محبت میں درجۂ فنائیت حاصل کر چکے تھے۔ لکھا ہے۔

بجز تو شاہے دگر نہ دارم　　بجز درِ تو درے نہ دارم
(تیرے سوا کوئی میرا شاہ نہیں ہے۔ تیرے در کے علاوہ میرا کوئی در نہیں ہے)
فَاِنْ سَجَدْنَا اِلَیْکَ نَسْجُدُ　　وَاِنْ سَعَیْنَا اِلَیْکَ نَسْعٰی
(اگر ہم تجھے سجدہ کرتے ہیں تو سجدہ کیا۔ اگر ہم تیری طرف دوڑتے ہیں تو ہم نے سعی کی)

اور اپنے قلبی شوق اور تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے ؎

۱۔ من از دنیا و دیں بس بے نیازم　　بہ سر دارم کفِ پا خیرِ عمری
۲۔ نہ دارم بیم و طمع جنت و نار　　تمنایم کفِ پا خیرِ عمری
۳۔ خدایم داد شاہی در دو عالم　　بہ سر تاجم کفِ پا خیرِ عمری
۴۔ گدایم بل سگم در کوئے بوالخیر　　بُرد در شکم شہاں، والا تری

۱۔ میں دنیا اور دین سے بے نیاز ہوں۔ میرے سر میں خیر عمری کے پاؤں کا تصور ہے۔
۲۔ مجھے جہنم کا خوف اور جنت کی توقع نہیں ہے۔ میری تمنا تو خیر عمری کا پاؤں ہے۔

۳۔ خدا نے مجھے دونوں جہان میں شاہی عطا کر دی۔ غیر عربی کا باؤں میرا سرتاج ہے۔
۴۔ میں بھکاری بلکہ کتا ہوں ابوالخیر کے کوچہ کا میرے اوپر بڑے شہنشاہ رشک کرتے ہیں۔
غالباً محمد اصحاب الدین اس عاجز کی ولادت سے قبل رحلت فرمائے خلد بریں ہو چکے تھے۔ رحمہ اللہ۔

شجرہ کا نظم کرنا اس زمانہ میں آپ نے اردو میں دو شجرے نظم فرمائے ہیں۔ دونوں کی ردیف "کے واسطے" اور قافیہ "گدا۔ ردا۔ صفا" ہے۔ ایک مختصرہ گیارہ شعر کا، دوسرا مطول انتالیس شعر کا ہے۔ مطول کا تینتیسواں شعر اپنی وفات سے چند سال پہلے بدلا ہے۔ آپ نے ۱۲۹۹ھ میں شجرۂ مختصرہ حافظ امیر اللہ لبی والے کو دیا ہے۔ اس کے دس شعر ہیں۔ دسواں شعر اس طرح ہے ؎

یاالٰہی تو ابوالخیر و امیر اللہ کو عشق اپنا کر عطا ان اولیا کے واسطے

پھر آپ نے پہلے مصرع کو اس طرح بدلا۔ ع حضرتِ شاہ ابوالخیر ولی مرشد مرے۔ اور پھر آپ نے اس ایک شعر کی جگہ دو شعر کر دیئے۔

گوہرِ دُرجِ ولایت شہ ابوالخیر احمدی عارفِ کامل ولیِّ باخدا کے واسطے
یاالٰہ العالمیں کر یہ دعا میری قبول عشق دے اپنا مجھے ان اولیا کے واسطے

سائیں توکل شاہ کی آپ سے ملاقات سائیں توکل شاہ صاحب آپ سے ملے۔ ان کی باطنی کیفیت کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور آپ نے ان سے یہ الفاظ فرمائے: "سائیں صاحب یہ دولت کہاں سے حاصل کی ہے —" سائیں صاحب پر آپ کی اس بات سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ زار و قطار روتے ہوئے دست بستہ کہا: "حضرت یہ سب آپ کے گھر سے ملا ہے۔" سائیں صاحب، مُلّا محمود جالندھری کے خلیفہ تھے اور وہ مُلّا محمد شریف کے اور وہ حضرت شاہ ابوسعید قدس اللہ اسرارہم کے۔

اس عاجز سے مولوی احمد سعید بن عصمۃ اللہ سرحدی نے چند سال پیشتر کہا کہ سائیں صاحب آپ سے انبالہ میں ملے تھے۔

انبالہ کے مخلصین دو تین دن کے واسطے آپ کو انبالہ لے گئے تھے۔ جب آپ انبالہ کا قصد فرما رہے تھے تو مولوی سراج الدین ساکن پھاٹک مفتی والان دہلی نے آپ کے متعلق سائیں صاحب کو لکھا۔ سائیں صاحب نے مولوی سراج الدین کو لکھا: "اُمّلا تو آفتاب کی کیا تعریف کرتا ہے وہ تو مثل آفتاب کے ہیں۔" اس تحریر کو مولوی سراج الدین نے خوب حفاظت سے رکھ چھوڑا تھا اور اپنے

دوستوں کو دکھایا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ

حجازِ مقدس کو واپسی

محترمہ عارفہ سے آپ کا نکاح ہوا اور تین صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔ اگرچہ وہ اپنے ابوین کے واسطے اجر و ذخرِ آخرت ہوگئیں لیکن طبائع میں باہم اختلاف تھا اور دختر سوم کاملہ کی ولادت اور وفات کے بعد محترمہ عارفہ اپنے والدین کے پاس رامپور میں رہنے لگیں اور آپ کا قیام خانقاہ شریف دلی میں رہا۔ اس ناچیز سے عمۂ محترمہ نے فرمایا "میں اپنی لڑکی کی طبیعت سے اور تمہارے والد کی طبیعت سے خوب واقف تھی۔ مجھ کو یقین تھا کہ ان دونوں میں نباہ نہ ہوگا۔ اور یہ شادی صرف تمہارے دادا کی خوشی کے پیشِ نظر ہوئی اور وہی پیش آیا جس کا کھٹکا تھا"

آپ نے خانقاہ شریف کے دورانِ قیام میں جناب مُلا محمد عثمان دامانی خلیفہ و جانشین جناب حاجی دوست محمد قندہاری رحمہما اللہ سے خانقاہ ارشاد پناہ میں قیام کرنے کے سلسلہ میں خط و کتابت کی (عنقریب اس کا بیان آنے والا ہے) اور اواخر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق مارچ ۱۸۸۵ء میں دلی سے بمبئی روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ کرامت النساء اور غالباً علی افسری تھے جن کا ذکر اصحاب الدین نے اپنے خط میں کیا ہے۔ آپ کا پہلی مرتبہ بمبئی جانا ہوا۔ نہ وہاں آپ کا کسی سے تعارف تھا اور نہ کوئی آپ کو جانتا تھا۔ نہ آپ کے ساتھ مریدوں کی کوئی جماعت تھی اور نہ کچھ نام و نمود تھا۔ آپ کا مبارک چہرہ اَلَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ (وہ لوگ کہ جن کو دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے) کا مصداق تھا۔ لہٰذا جس کی نظر آپ پر پڑتی تھی وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا۔ دو مہینے آپ کا قیام بمبئی میں رہا اور جن کی قسمت میں سعادت تھی وہ آپ سے بیعت ہوئے۔ بمبئی سے آپ غالباً ۲۲ رجب ۱۳۰۲ھ مطابق ۷ مئی ۱۸۸۵ء کو جدہ روانہ ہوئے۔ حاجی ایوب اور محمد اسماعیل نے آپ کے روانہ ہوتے ہی ایک ضروری خط آپ کو مکہ مکرمہ ۲۵ رجب ۱۳۰۲ھ کو لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں "بعد از انفصالِ صحبتِ صوری دل بسیار مغموم و متفکر شد، گویا آدم از ملاکُ الأمر وضالۃ المومن مہجور شدہ باشد بعد عصر ارادہ کردیم کہ یک بار از مطالعۂ آفتاب عالم تاب روئے انور وچہرۂ منور کہ نقوشِ ماسوا از دیدنش سوختہ شوند و جمال محبوبِ حقیقی بدرساطت او دیدہ شود مشرف شویم لکن اگبوٹ روانہ شدہ بود بجز حسرت و غم برغم ہیچ حاصل نشد ے

فراقے کافتد از دورانِ دوری
بہ از وصلِ بدیں تلخی و شوری الخ

نکاح دوم

مکہ مکرمہ میں جناب امجد حسین صاحب صدیقی شاہجہان پوری اور ان کے چھوٹے بھائی (مہاجر مکہ) کا قیام تھا اور "شال والا" کے نام سے ان کی شہرت تھی۔ یہ دونوں حضرت جد امجد اور حضرت والد ماجد مکرم سے نہایت اخلاص رکھتے تھے۔ جب برادرِ خورد زیارت کے واسطے آتے تھے تو دروازے پر کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

بر درِ آمد بندۂ بگریختہ　　　آبروئے خود ز عصیاں ریختہ

(بھگوڑا غلام دروازہ پر آیا ہے جس نے گناہوں سے اپنی آبرو برباد کردی ہے)

مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ نے حضرت ہاجرہ بنت جناب امجد حسین سے نکاح کیا۔ اس عاجز کو صحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوسکا کہ ۱۳۰۲ھ کے حج سے پہلے عقدِ زواج ہوا یا بعد میں۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ ۱۳۰۳ھ کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبزادی احمدی عنایت کی۔

مولوی عبداللہ قندھاری

مولوی عبداللہ قندھاری آپ سے کب بیعت ہوئے اس کے متعلق عاجز کو کچھ علم نہیں، البتہ یہ معلوم ہے کہ یوم جمعہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ کو آپ نے مکہ مکرمہ میں خلافت نامہ لکھ کر مولوی صاحب کو دیا۔ پھر ۱۵ محرم ۱۳۰۳ھ کو مدینہ منورہ سے اور ۶ صفر ۱۳۰۳ھ کو مکہ مکرمہ سے ان کو خطوط ارسال کئے۔ دوشنبہ ۱۶ رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو کابل میں مولوی عبداللہ قندھاری رحمہ اللہ کے فرزند مولوی عبدالکریم حقانی سابق قاضی القضات سے اس عاجز کی ملاقات ہوئی اور اُن سے خلافت نامہ اور دونوں خطوط کا علم ہوا اور پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے ان کی نقل اس عاجز کو دی۔ اِن شاءاللہ آپ کی تحریرات و خطوط میں ان کو نقل کیا جائے گا۔ خلافت نامہ عربی میں ہے اور اس عاجز کے علم میں نہیں کہ آپ نے کسی اور کو خلافت نامہ لکھ کر دیا ہو۔

سفر بہ طابہ طیبہ

آپ نے مکہ مکرمہ سے ایک خط ملا عبدالحکیم کولابی کو مدینہ منورہ لکھا ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں: "عرض غلامی ازیں اسیر ہوا و ہوس بہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم بہ ہزاراں ادب نمایند وتحیۃ۔ صلاۃ وسلام بصد تعظیم عرض نمایند" پھر لکھا ہے: "لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (اگر میرا خدا مجھے ہدایت نہ دے تو میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا)۔ یارسول اللہ چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ وَعَلٰى ضَجِيْعَيْكَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلٰى خَادِمِيْكَ سَعِيْدٍ وَعُمَرَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ" (آپ پر سلام اور آپ کے ہمبستر ابوبکر و عمر اور آپ کے خادم سعید و عمر پر سلام) خط کے بعد یہ چند شعر لکھے ہیں ؎

اِلَیْكَ رَسُوْلَ اللهِ حَنَّتْ مَطِیَّتِیْ — فَقَدْ كُنْتُ مُشْتَاقًا اِلَیْكَ اشْتِیَاقِیَا

وَمَا كُنْتُ قَبْلَ الْیَوْمِ اَحْسَبُ اَنَّنِیْ — اُلَاقِیْكَ لٰكِنْ كَانَ لِیْ اَنْ اُلَاقِیَا

(اے رسول اللہ آپ کی جانب میری سواری چلی۔ میں آپ کا بہت زیادہ مشتاق تھا آج سے پہلے میں گمان نہ کرتا تھا کہ میں آپ سے ملوں گا لیکن تمنا تھی کہ میں ملوں)

آپ پر ہم بانیازوں کا ہے ناز — آپ پر ہم ناتوانوں کا ہے زور

اک جوشِ عشق ہے نہ عمل ہے نہ زورِ علم — تم خوب جانتے ہو مری کائنات کو

کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا — زمزم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی

اِس متاعِ گوہرِ غلطاں کو دیکھے کون ہے — کارواں شکِ مسلسل کارواں ہونے کو ہے

یہ عاجز کہہ نہیں سکتا کہ یہ اشعار آپ کے ہیں یا دیگر شعراء کے ہیں یا بعض آپ کے اور بعض اوروں کے۔ البتہ آپ کے اس خط اور ان اشعار کو پڑھ کر آپ کے عشق اور جذبۂ نہانی کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۵ محرم ۱۳۰۴ھ کو ایک خط مدینہ منورہ سے مولوی عبداللہ قندھاری کو لکھا کہ میں ماہ رجب (۱۳۰۳ھ) میں مدینہ منورہ آیا ہوں اور بے انتہا عنایات سے مشرف ہو رہا ہوں۔ اور دوسرا خط ۶ صفر ۱۳۰۴ھ کو مکہ مکرمہ سے لکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں تقریباً چھ ماہ آپ کا قیام رہا۔

حضرت ابن عباس رضؓ کے مزار پر حاضری

مکہ مکرمہ سے گرمیوں کے موسم میں آپ طائف تشریف لے گئے وہاں حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ مراقبہ میں آپ سے حضرت نے فرمایا "ہماری مسجد میں آج جمعہ کی نماز تم پڑھاؤ گے" آپ متحیر ہوئے کہ حضرت تو یہ فرما رہے ہیں اور مسجد شریف کا امام مقرر ہے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ مؤذن نے آکر آپ سے کہا۔ امام صاحب علیل ہو گئے ہیں لہٰذا آپ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی۔ یہ واقعہ آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔

آپ کی علالت

ماہ شوال ۱۳۰۵ھ میں آپ علیل ہوئے۔ مرض نے شدت اختیار کی۔ آپ نے بارگاہِ بے نیاز میں عرض کی کہ "بارِ خدایا اس موذی مرض سے نجات پاؤں تو حج کروں اور تیری راہ میں ایک اونٹ نحر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور آپ نے حج کیا اور ایک اونٹ نحر کیا۔ جس وقت نحر کر رہے تھے تو اپنے حضرت والد کا "لبیک یحتہ" بذوق و شوقِ تمام پڑھ رہے تھے۔ مولوی بخش اللہ رحمہ اللہ نے آپ کے حضرت والد ماجد کے

کسی مرید کا بیان لکھا ہے کہ یہ علالت مدینہ منورہ میں ہوئی اور صحت یاب ہونے پر آپ فوراً مکہ کو روانہ ہوئے اور حج دخر کیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ ۱۳۰۰ھ میں یقیناً گئے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ قدس اللہ سرہا سے اس عاجز نے سُنا تھا اور یہ بھی سُنا تھا کہ بارگاہِ نبوی سے آپ کو حکم ملا تھا "تم ہندوستان جاؤ" چنانچہ ۱۳۰۵ھ کا حج کرکے آپ نے رختِ سفر باندھا اور ہند کو روانہ ہوئے۔

دوبارہ ہند کا سفر

آپ نے کتابیں حضرت مولانا عبدالحق الٰہ آبادی کے پاس اور کچھ سامان محمد خوقندی کے پاس رکھا۔ اور ۱۳۰۶ھ کے اوائل میں یعنی اواخر ستمبر ۱۸۸۸ء جدہ سے بمبئی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی احمدی اور کرامت النساء اور ایک بخاری تھے۔ بمبئی میں تقریباً دو ماہ قیام رہا۔ کافی افراد داخل سلسلہ ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ عمر اور اسماعیل عبدالرحمٰن قابلِ ذکر ہیں۔

خانقاہ شریف میں ورودِ مسعود

بمبئی سے دلی کی خانقاہ شریف میں آمد ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ آپ کے جدِ امجد نے ۱۲۷۵ھ میں حرم نبوی میں فرمایا تھا "میری خلافتِ خاصہ اس بچے کے نصیبے میں ہے" اکتیس سال کے بعد اس کا ظہور ہوا اور خانقاہ شریف پھر گہوارۂ رشد و ہدایت ہوئی۔ اس عاجز سے اکبر خاں خردٹی کوچی نے جمعہ ۳ ذی القعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کہا کہ میں شعبان ۱۳۰۶ھ میں آپ سے بیعت ہوا یعنی اپریل ۱۸۸۹ء میں۔ غالباً یہ وہی دن تھے جب مُلّا محمد عثمان قدس سرہٗ خانقاہ شریف کی تفویض کے لئے دلّی آئے تھے۔ آپ کی اِس آمد کے بعد غالباً اکبر خاں افغانوں میں سب سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ پھر اُن کے بھائی اورنگ خاں اور یار محمد اور محمد تماں وخان فقیر وغیرہم بیعت ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کے جدِ بزرگوار کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ نے یہ خانقاہ شریف ۱۲۷۳ھ میں جناب حاجی دوست محمد کو عنایت کر دی تھی۔ حاجی صاحب کی وفات ۲۲ شوال ۱۲۸۴ ہجری مطابق ۱۶ فروری ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ وفات سے پہلے انھوں نے اپنی تینوں خانقاہوں کو اپنے خلیفہ مُلّا محمد عثمان دامانی کے حوالے کیا۔ اور آپ نے اپنے مریدوں کے نام ایک خط لکھا۔ اس کے آخر میں یہ عبارت ہے "مولوی محمد عثمان صاحب را سلمہ ربہ خلیفہ و مسند نشین خود و متولی خانقاہات وکتب واسباب متعلقہ لنگر ساختم و بر اتباع خود اتباع اوشاں مقرر نمودہ ام"۔ اس عاجز نے حاجی صاحب کی

اس تحریر کو افغانستان میں دیکھا ہے۔ اور اپنی بیاض پر پوری تحریر نقل کرلی ہے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو ان امور کا علم تھا۔ لہٰذا ۱۳۰۲ھ میں حجاز جانے سے پہلے آپ نے خانقاہ شریف کے متعلق ملا صاحب سے خط و کتابت کی تھی۔ اب دلی پہنچنے پر آپ نے مُلّا صاحب کو لکھا کہ میں دلی آگیا ہوں اور اب اس کام میں تاخیر مناسب نہیں۔

ساقیا عشرتِ امروز بہ فردا مفگن — یا ز دیوانِ قضا خطِ امانی بہ من آر

(اے ساقی آج کے عیش کو کل پر نہ ٹال۔ یا قضا و قدر کے دفتر سے میرے لئے امان کی تحریر لے آ)

آپ کی اس تحریر پر جناب مُلّا صاحب خود دلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالہ کی۔ حاجی محمد اسماعیل جوہری خانقاہ شریف کے قریب رہتے تھے، آپ سے بیعت تھے۔ ملا صاحب کی آمد کے موقع پر موجود تھے۔ ان کا چشم دید بیان درج ذیل ہے۔

مُلّا محمد عثمان کی آمد

ملا صاحب بہنیں میں سوار تھے اور تقریباً ساٹھ ستر افراد ان کے ساتھ تھے۔ زیادہ تر ضلع بلند شہر اور علی گڑھ کے رؤسا تھے۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازے پر ملا صاحب بہنیں سے اُترے۔ اُن کی داڑھی سفید، چہرہ نورانی تھا۔ حضرت صاحب خانقاہ شریف کے دروازے میں اندر کھڑے تھے۔ ملا صاحب بہ محبت آگے بڑھے اور انھوں نے قصد کیا کہ آپ کے قدموں کو ہاتھ لگائیں۔ حضرت صاحب نے ان کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے فرمایا۔ مُلّا صاحب دیکھو ہمارے حضرات کیا فرما رہے ہیں۔ اور آپ نے دائیں ہاتھ سے مُجرّہ شریف کی طرف اشارہ کیا اور پھر آپ مُلّا صاحب کو مزاراتِ شریفہ پر لے گئے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد ملا صاحب نے حاضرین سے کہا کہ حضرت صاحبزادے صاحب کے جدِ امجد نے یہ خانقاہ اپنے خلیفہ حاجی صاحب کو دی اور انھوں نے میرے سپرد کی۔ میں آج یہ خانقاہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیتا ہوں۔ اور ملا صاحب نے حاضرین سے کہا۔ تم حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں آیا کرو۔

شاہ ولی النبیؐ کی مراجعت

جب ملا صاحب نے حضرت سیدی الوالد کے سپرد خانقاہ شریف کردی تو حضرت شاہ ولی النبی رامپور تشریف لے گئے۔ نواب کلب علی خاں خانقاہ شریف کے مصارف کے واسطے تیس روپے ماہوار ارسال کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد نے عطیہ کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور لکھ دیا "ہم کو ضرورت نہیں"

پہلی اہلیہ محترمہ کی جُدائی

خانقاہ شریف میں قیام کرنے کے بعد آپ نے حضرت شاہ محمد معصوم اور حضرت امۃ الجمیل کو رامپور خطوط ارسال کئے

کر ہم نے حجاز میں عقد ثانی کیا اور ان کو لے کر خانقاہ شریف آ گئے۔ اگر آپ کی صاحبزادی عارفہ ہمارے پاس آنا چاہیں تو خوشی سے آ جائیں ہم اُن کو آرام سے رکھیں گے" حضرت عمہ محترمہ نے اس عاجز سے کہا کہ "میری بیٹی کی خوشی جانے کی دیکھی لہٰذا میں نے تمہارے والد کو لکھ دیا کہ تم میری بیٹی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ انھوں نے فوراً طلاق دے دی اور مجھ کو لکھ دیا"

خانقاہ شریف کب بنی

حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر قدس اللہ سرہ الأقدس کو کسی شیعی نے نجف خاں کی ایما پر شنبہ، محرم ۱۱۹۵ھ میں زخمی کیا۔ شب سہ شنبہ دس محرم میں آپ کی پاک روح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی اور دس محرم ۱۱۹۵ھ میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی خواہش پر ان کے مکان میں جو کہ چتلی قبر اور ترکمان دروازے کے مابین واقع ہے آپ کو سپردِ خاک کیا۔ آپ کی اہلیۂ محترمہ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت کے مُریدوں کو اس کا علم تھا۔ لہٰذا انھوں نے حضرت بی بی صاحبہ کی خوشی کو ملحوظ رکھا۔ شاہ نعیم اللہ بہرائچی مؤلف "معمولاتِ مظہری" نے "بشاراتِ مظہریہ"[۱] میں لکھا ہے: "وصباح آں شب تجہیز و تکفین نمودہ تابوت مبارک ایشاں ہمراہ تعزیہ ہائے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشتہ ہمہ یاران و عزیزاں ماتم کناں ہمراہ جنازہ شدند و بعد از نماز جنازہ در حویلی حضرت بی بی صاحبہ در دہلی کہ متصل چتلی گور واقع است آسودند و بہ زبان حال ایں بیت دیوان شریف می سرائیدند ؎

نہ کرد مظہرِ ما طاعتے و رفت بخاک — نجات خود بہ تولائے بوتراب گزاشت" الخ

(میرے مظہر نے کوئی اطاعت نہ کی اور خاک میں مل گیا۔ اپنی نجات کو حضرت علیؓ کی دوستی کے سپرد کر گیا)

چونکہ آپ کے مخلصین کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کو دیا ہے اور اس میں تحریر ہے کہ میں نے اپنی اہلیہ کی درخواست منظور کر لی تھی۔ لیکن ان دنوں دہلی میں ان کی کوئی زمین نہ تھی اور اب انھوں نے ایک حویلی خرید لی ہے اور میرے دل کو اس جگہ سے نفرت ہے۔ میں وہاں سے بیزار ہوں۔ میرے مخلصین کو چاہیئے کہ اس جگہ مجھ کو دفن نہ کرنے دیں۔ بنابریں مخلصین نے آپ کو تابوت میں رکھ کر سپردِ امانت خاک کیا۔ چوں کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت میرزا صاحب رحمہ اللہ کے مجروح ہونے کی اطلاع اس

---

[۱] "بشاراتِ مظہریہ" کا وہ مبارک نسخہ جس کے حاشیہ پر حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے دستِ مبارک کی کچھ تحریرات بھی ہیں لندن کے انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ اس عاجز نے وہاں سے عکسی نقل منگائی وہ پیشِ نظر ہے۔

واقعہ کے فوری بعد دی جاچکی تھی۔ لہٰذا وہ فوراً پانی پت سے روانہ ہوئے اور چہار شنبہ گیارہ محرم کو دہلی پہنچے اور یہ ارادہ کیا کہ پنجشنبہ بارہ محرم کو آپ کے تابوت شریف کو نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کرینگے۔
"تابوت آنحضرت دراں حویلی بہ نیتِ امانت بود کہ بوقت فرصت نقل خواہند کرد سیوم چوں قصد نقل کردند در معاملہ آنحضرت از نقل منع فرمودند لہٰذا نعش مبارک از انجا نقل نہ کردند و درہمانجا بہ خاک سپردند" الخ (آپ کا تابوت اس حویلی میں امانت کے طور پر تھا کہ جب چاہیں گے منتقل کردیں گے تیسرے دن منتقل کرنے کا قصد کیا تو مرزا صاحب نے منتقل کرنے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے اسی جگہ خاک کے سپرد کردیا۔)

آپ کو شہید کرنے اور کرانے میں جس جس کا ہاتھ تھا منتقمِ حقیقی نے بہت جلد اُن کو سزا دی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بشاراتِ مظہریہ میں کسی کا یہ قطعہ تحریر ہے ؎

نجف خاں نہ ماند و نجف خانیش — نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش
نہ لشکر بماند و نہ مرزا شفیع — شود حاکم نو بہ فصلِ ربیع

(نہ نجف خاں رہا نہ اس کی نجف خانی۔ نہ افراسیاب رہا اور نہ ہمدانی
نہ لشکر رہا نہ مرزا شفیع۔ فصلِ ربیع میں نیا حاکم ہوگا۔)

خلافِ توقع آپ کی تدفین حضرت بی بی صاحبہ کی حویلی ہی میں ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کو توفیق دی کہ اس مبارک مقام کو خانقاہ مبارک بنائیں۔ وَكَانَ ذٰلِكَ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

خانقاہ شریف کی تفصیل

حضرت میرزا صاحب کا مبارک مزار شارعِ عام سے شرق کی طرف بانوے (۹۲) فٹ کے فاصلہ پر ہے۔ سڑک پر خانقاہ شریف کا دروازہ ہے۔ دروازہ سے متعلق ستائیس[۲۷] فٹ شمالاً جنوباً، اور انیس[۱۹] فٹ شرقاً غرباً زمین ہے اس کے بیچ میں چھ فٹ چوڑا راستہ ہے۔ اس کے دونوں طرف صحنچیاں ہیں اور شمال کی طرف صحنچی سے متصل کنواں ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں دوسری طرف ایک حجرہ ہے۔ اس کے بعد مزار شریف تک کھلا صحن ہے۔ دروازہ کی زمین کے متصل جہتِ شمال مسجد شریف ہے مسجد شریف کی پشت شارعِ عام پر ہے۔ شمالاً جنوباً بیالیس فٹ اور شرقاً غرباً تقریباً سینتالیس فٹ ہے۔ اس میں سے شرقاً غرباً اٹھارہ فٹ کا صحن اور باقی حصہ میں دو دالان کی مسقف مسجد تھی۔ صحن میں متصل بڑا حوض تھا اور حوض کے بعد ایک کونہ میں حوائج

ضروریہ اور پھر تقریباً پچاس فٹ لمبی اور بارہ تیرہ فٹ چوڑی زمین پر حجرے بنے ہوئے تھے۔

خانقاہ شریف کا دوسرا دروازہ شمال مشرقی گوشہ میں ہے۔ اس دروازے کے دونوں طرف حجرے بنے ہوئے تھے اور ان حجروں کے اوپر بالاخانہ تھا اور اسی میں حضرت شاہ محمد مظہر رہا کرتے تھے۔ یہ حصہ حضرت کے مزار شریف کے جہتِ شرق ہے۔ اور ادھر بھی افتادہ زمین واقع ہے۔ حضرت کے مزار شریف سے تقریباً سولہ سترہ فٹ کے فاصلہ پر جہتِ جنوب حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کے رہنے کا بڑا مکان ہے۔ اس مکان کو حضراتِ کرام تسبیح خانہ کہتے ہیں۔ اس مکان کا عقب محلہ سوئیوالان سے ملتا ہے۔ اس مکان سے متصل جہتِ شرق ایک مکان ہے۔ یہ مکان ایک ہندو عورت کا تھا۔ اور اس مکان سے متصل جہتِ شرق ایک مکان اور پھر اس سے متصل جہتِ شمال دو منزلہ مکان حضرت شاہ صاحب کے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی خواہش تھی کہ ہندو عورت کا مکان بھی آپ کو مل جائے تاکہ خانقاہ شریف میں کسی دوسرے کا تصرف و گزر باقی نہ رہے۔ اس مکان کے سلسلہ میں ضمیمہ مقاماتِ مظہری میں حضرت شاہ عبدالغنی نے فصل مکاشفات والہامات میں لکھا ہے " روزے مکان ہمسایہ طلب نمودم الہام شد چرا ہمسایہ را تکلیف می رسانی و بدری می کنی " یہ مکان ۱۲۷۳ھ سے چند سال بیشتر حضراتِ کرام کے تصرف میں آیا ہے۔ حضرت عمہٗ محترمہ نے فرمایا کہ ہجرت سے تین چار سال پہلے ہندو عورت کے ورثار سے حضرت شاہ عبدالغنی نے یہ مکان خریدا۔ پھر ان کو خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے مقابل ایک بڑا مکان مل گیا۔ لہٰذا انھوں نے یہ مکان فروخت کر دیا۔ اور ان سے تمہارے دادا نے یہ مکان خریدا۔ کیونکہ وہ بالاخانہ پر رہتے تھے اور ان کو اپنی بیماریوں کی وجہ سے چڑھنا اُترنا مشکل تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے بھی اتنا فرمایا تھا۔ یہ مکان ہمارے حضرت والد نے خریدا تھا اور آپ نے اس مکان کو حضرت والدہ صاحبہ کے مہر میں ان کو دے دیا تھا۔

اس مکان کے علاوہ ایک چھوٹا مکان تسبیح خانہ کے دروازے سے خانقاہ کے صدر دروازے تک تھا۔ اور اس کا راستہ اس مختصر سی گلی میں تھا جو خانقاہ شریف سے متصل بہ جہت جنوب واقع ہے۔ یہ حصہ حضرات کے ہجرت فرمانے کے بعد خریدا گیا تھا۔

مسجد شریف کے جانبِ شمال حجرے تھے۔ یہ حصہ اور مسجد شریف اور حوض و حجروں کا حصہ اور شرقی دروازے کی طرف کا کچھ حصہ اور تین مکان اور صدر دروازے کا حصہ حضرت شاہ صاحب کا خرید کردہ ہے۔ آپ نے مرض الموت میں اپنے خلیفۂ اجل حضرت شاہ ابوسعیدؒ کو لکھنؤ جو خط تحریر فرمایا ہے، اس میں لکھا ہے۔

"برخوردار احمد سعید را آنجا گزاشتہ بہ مجرد رسیدنِ رقیمہ ہمہ را جواب دادہ نزد ما بیایند۔ قبرِ ما در صحن ہمیں مکان خواہد شد و تبرکات بر بالین بر گنبدِ ضیق۔ و مردمانِ وابستہ شما ہر وقتیکہ خواہند آمد در دو حویلی باشند و شما اینجا بہ مزارِ ما باشید۔ و اخراجاتِ خانقاہ ہمہ بر طور شما است۔ بہ ہر طور کہ مناسب دانید و بردباری و تحمل بہ سر برید و دعائے حسنِ خاتمہ و لقائے جان افزا اتباعِ حبیب خدا محمد مصطفےٰ فرمایند زیادہ والسلام "

(برخوردار احمد سعید کو وہاں چھوڑ کر خط پہنچتے ہی سب کو جواب دے کر میرے پاس آ جائے میری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات سرہانے اور جو لوگ تم سے وابستہ ہیں وہ جس وقت چاہیں گے دونوں حویلیوں میں آئیں گے۔ تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہنا۔ خانقاہ کے اخراجات سب تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ بُردباری اور برداشت اختیار کرنا۔ حُسنِ خاتمہ کی دُعا کرنا۔)

آپ نے تین حویلیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک تسبیح خانہ اور پھر وہ دُو مکان جو خانقاہ شریف کے جنوب شرقی گوشہ میں واقع ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کا مزار

آپ نے پہلے اپنے واسطے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے قبرستان میں سردابہ بنوایا تھا جو ۱۲۶۲ھ تک محفوظ رہا اور پھر آپ کے مرید خاص مولوی حافظ خلیل احمد یحیوی مجددی رحمہ اللہ کی آرام گاہ بنا۔ جیسا کہ بابائے سوم کے احوال میں حاشیہ پر ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر آپ نے تسبیح خانہ کے صحن میں اپنا مدفن تجویز فرمایا۔ رحلت فرمانے سے دو تین ماہ پہلے آپ نے خط لکھا ہے۔ اور اس میں اس کا ذکر ہے۔ مع ہٰذا آپ کی تدفین حضرت میرزا صاحب کے مزار شریف سے متصل جہتِ غرب ہوئی ہے۔ غالباً آخر وقت میں آپ نے اس کی اجازت دی ہوگی۔

مزاراتِ شریفہ پر محجّر کی تعمیر

۱۲۵۰ھ میں حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ اپنے حضرت والد صاحب کے تابوت کو ٹونک سے دہلی لائے اور حضرت شاہ صاحب کے پہلو میں جہتِ غرب سپردِ خاک کیا۔ اس وقت تک مزاراتِ مبارکہ کے چار جانب محجّر بنا ہوا نہ تھا۔ حضرت شاہ عبد الغنی نے مزارات کے چار طرف اینٹ کی چونے کی قدِ آدم دیوار بنائی۔ شرق و غرب و شمال کی طرف سنگ باسی کی عمدہ تین تین جالیاں لگائیں جو کہ اب تک محفوظ رکھی ہیں اور سمت جنوب میں دُو جالیاں اور بیچ میں آنے جانے کا راستہ۔

راستہ پر خوبصورت کمانی بنائی تھی اور اس کے اوپر سنگ مرمر کا چوکور پتھر لگا ہوا تھا۔ اس پتھر میں یہ شعر دو سطروں میں کندہ تھا۔ شعر حضرت میرزا صاحب کا ہے ؎

بہ لوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے　　　　کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

خانقاہ شریف کی تعمیرِ نو

آپ کی عمر چار سال کی تھی کہ حرم نبوی میں آپ کے جدِ بزرگوار نے فرمایا تھا کہ میری خلافتِ خاصہ اس بچے کے نصیبہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی نے یہ پیشین گوئی کی تھی جو کہ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کے مصداق تھے۔ اب وقت آیا کہ اس پیشین گوئی کا ظاہراً و باطناً ظہور ہو۔ آپ ۱۳۰۶ھ کے اواسط میں دلّی آئے۔ تین چار مہینے بعد جناب مُلّا محمد عثمان رحمہ اللہ موسیٰ زئی سے آئے اور خانقاہ شریف آپ کے حوالے کی۔ آپ کے جدامجد کے جانے کے بعد سے آپ کے تشریف لانے تک خانقاہ شریف کی مرمت کا خیال کسی کو نہ آیا۔ بلکہ خانقاہ شریف کے حجروں پر نااہل افراد کا تصرف تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو خانقاہ شریف سے نکالا۔ مسجد شریف کی آدھی چھت گر گئی تھی۔ یہی حالت حجروں کی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے مسجد شریف کی تعمیر کی طرف توجہ کی۔

نیک بندوں کا مددگار پروردگار جل شانہ ہوتا ہے۔ اسی دوران میں منشی محمد رضا دلّی کے، حاجی فیض اللہ سرسہ کے، کرم اللہ خاں عرف منشی ننھے خاں جو ٹیا محل دلّی میں رہتے تھے، حاجی عبدالغنی آنریری مجسٹریٹ دلّی، حاجی محمد اسحاق سوداگر صدر بازار دلّی آپ سے بیعت ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک نہایت قابل سمجھدار تھا۔ خاص کر منشی ننھے خاں اور منشی محمد رضا اور حاجی فیض اللہ۔ آپ نے ان تین افراد کے متعلق مسجد شریف کی تعمیر کا کام کیا۔

مسجد شریف اور اس کا شمالی حصّہ اور شرقی حصہ جس میں خانقاہ شریف کے شرقی دروازے تک پختہ دیوار بھی ہے، پہلے بنا۔ یہ کام چہارشنبہ ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۸۸۹ء کو شروع ہوا اور چہارشنبہ ۵ر محرم ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹ر جولائی ۱۸۹۳ء کو تمام ہوا۔ مسجد شریف کے شمال کی طرف لبِ سڑک تین دروازوں کا کمرہ بنا ہے۔ پہلے یہ جگہ کمیٹی کے تصرف میں تھی۔ کمیٹی سے یہ جگہ لے لی گئی۔ اس کمرے کا چھوٹا صحن بھی ہے۔ پھر مسجد شریف کے صحن کے محاذات میں چار حجرے بنائے ہیں۔ آپ نے تین گنبد کی مسجد شریف و دو دالان کی بنوائی جس کے دو منارے ہیں۔ مسجد شریف کے اندر نہایت نازک اور عمدہ مُنبّت کاری کی گئی ہے۔ اس عاجز کو پرانے کاغذات میں مصارف کا یہ گوشوارہ دستیاب ہوا ہے۔ اس کی نقل درج ذیل ہے۔

گوشوارۂ حسابات

فرد گوشوارہ آمد و خرچ بابت تعمیرات متعلقہ خانقاہ شریف از ابتدائے ۲ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۷ھ لغایۃ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۱ھ

تعمیر میں خرچ ہوئے		آمدنی نذرانہ بنابر تعمیر	
۴ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۷ھ سے لغایۃ ۵ر محرم الحرام سنہ ۱۳۱۱ھ تک بابتہ خرید مصالحہ و مزدوری وغیرہ	للعہ (پائی آنہ روپیہ) ۳ — ۲ — ۶۸۴۷	از نزد حضرت صاحب بطریق دستگرداں لے کر امانت کھاتہ کے جمع کرے	سماللعہ (پائی آنہ روپیہ) ۰ — ۸ — ۶۶۴۱
باقتنی بذمہ عبدالرحمٰن مرحوم مستری	للعہ		۱۱عہ
باقتنی بذمہ حاجی سقہ	۸ر		
بقایا نقد تاریخ ۵ر محرم سنہ ۱۳۱۱ھ	۴ر		

میزان کل سما ۹-۱۴-۶۸۶۹ میزان کل آمدنی سما ۰-۸-۶۸۹۹

غلطی ہے

یہ ہر دو رقومات اسمی عبدالرحمٰن و حاجی سقہ قابلِ وصول نہیں ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خرچ میں ڈال کر حساب برابر کر دیئے جاویں اور مبلغ ۱۱عہ روپے جو آپ کے امانت کھاتہ میں جمع ہیں، اس کا بھی جمع خرچ کر دیا جاوے تو تاریخ مذکور تک تمام حساب صاف ہو جاتے ہیں۔"

یہ عاجز کہتا ہے کہ ایک دوسرے پرچہ سے معلوم ہوا تھا کہ راج کی اُجرت چار آنے اور ساڑھے چار آنے تھی اور اچھے بیلدار کو تین آنے اور مزدور کو دو آنے اور چھ پیسے ملتے تھے۔ مستری اسلام الدین فراش خانہ میں رہتے تھے۔ مسجد شریف جب بن رہی تھی ان کی عمر بیس سال کی تھی وہ اپنے والد اور چچا کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ابتدا میں مجھ کو ساڑھے تین آنے اور بعد میں چار آنے ملتے تھے۔ اور اب سنہ ۱۳۹۲ھ میں دلّی میں اچھا راج بارہ اور چودہ روپے اور بیلدار آٹھ روپے اور مزدور چھ روپے لے رہا ہے۔ یعنی مسجد شریف کی تعمیر کے وقت کا ایک روپیہ اس وقت کے پینتالیس اور پچاس روپے کے مساوی ہے۔ گویا جو رقم اس وقت صرف ہوئی ہے وہ اِس وقت کے پونے چار اور چار لاکھ کے مساوی ہے۔

پاک مال سے تعمیر

آپ نے اس مسجد شریف کی تعمیر میں ایک پیسہ بھی مکروہ اور مشتبہ مال سے نہیں لگایا۔ جناب کرم اللہ خاں عرف منشی ننھے خاں ٹیامحل میں رہتے تھے۔ ان کے برادر کلاں عبدالرحیم خاں اور برادر زادہ عبدالمجید خاں خواجہ دہلی کے رؤسار میں سے تھے۔ منشی ننھے خاں آپ کے اوّلین مخلصین میں تھے۔ ان کے گھرانے کا ایک بڑا وقف تھا۔ دونوں بھائیوں کی نہایت خواہش تھی کہ وقف جائداد کی آمدنی میں سے کچھ روپیہ مسجد شریف کی تعمیر میں لگائیں۔ چونکہ اس وقف میں شرعی پہلو سے کچھ خرابی تھی آپ نے منظور نہ فرمایا۔

آپ نے ۷ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ میں ایک خط مُلّا عثمان صاحب رحمۃ اللہ کو موسیٰ زی لکھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "امیر علی شاہ از لاہور قصدِ تعمیر مسجد شریف کردہ است۔ بہ ماتحریراً عرض کردہ بود۔ معماران ایں شہر بست و دو صد روپیہ تخمینہ تعمیر کردند، بہ مومیٰ الیہ اطلاع کردیم۔ نوٹ چہار صد روپیہ بہ ما فرستاد، در صدد جمع اسباب عمارت شدہ ایم، امیر علی شاہ دریں معاملہ از سابقین شد۔" معمارانِ شہر نے جو اندازہ لگایا تھا، صَرفہ اس سے سرچند ہوا۔ غالباً اس کی بڑی وجہ منبت کاری ہوگی۔ کیونکہ آپ نے مسجد شریف میں نہایت عمدہ اور نازک منبت کاری کروائی ہے۔ اور پھر وہ سہ درہ ہوگا جو کہ مسجد شریف کے بالمقابل بنوایا گیا تھا۔ اور شیخ غلام احمد قریشی ہانسوی نے ۱۳۲۹ھ میں توڑا تاکہ اس حصہ میں شاندار دو منزلہ کتب خانہ بنائیں۔ کتب خانہ کی بنیاد نہایت عمدہ بھر دی۔ سنگِ باسی کے ستون اور داسے بنوالئے۔ ہزاروں روپیہ آپ کا اس پر صرف ہوا۔ اب تعمیر کا کام شروع ہوتا کہ آپ رحلت فرمائے خلدِ بریں ہوئے اور وہ کام رُک گیا۔ بنیاد بھری ہوئی ہے۔ داسے اور ستون رکھے ہوئے ہیں اور تعمیر کرنے اور کرانے والے ابدی میٹھی نیند سو رہے ہیں[۱]۔ رحمہم اللہ۔

اسلام الدین کا بیان

مستری اسلام الدین نے بیان کیا کہ آپ کرتے کے دامن میں روپیہ رکھ کر باہر تشریف لاتے تھے اور کارپردازوں کے حوالہ کرکے فرماتے تھے۔ شمار کرکے حساب میں جمع کرلو۔ اور آپ صحن میں سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے۔ دو تین گھنٹے اِس حالت میں گزر جاتے تھے۔ حاجی فیض اللہ وغیرہ آپ سے عرض کرتے تھے کہ آپ پر اُڑ کر گرد آرہی ہے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ اُن سے فرماتے۔ اللہ کا گھر بن رہا ہے اور اس کی مٹی اُڑ کر ہم پر آرہی ہے ہمارا دل خوش ہو رہا ہے۔ راج اینٹ کاٹ رہے ہیں، جو آواز پیدا ہو رہی ہے ہم کو اس میں اللہ کی تسبیح سنائی دے رہی ہے۔

---

[۱] اس کتاب کے آخر میں ابوالحسن زید کا ذکر ہے۔ اس میں خانقاہ ارشاد پناہ کے بیان میں تعمیر چہ نورانی اور تعمیر کتب خانہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ صفحہ ۷۵۳، ۷۵۷ میں۔

ہر شے کی تسبیح

"رشحات" کے فصل دوم میں فقر و تجرد ایشاں سے ایک صفحہ پہلے لکھا ہے "منتسبان خواجہ عبدالخالق رَوَّحَ اللّٰہ تعالیٰ روحہٗ کہ در بازارہا می روند ہر آواز با بہ گوش ایشان ذکری آید و غیر ذکر ہیچ چیز نمی شنوند و در مبادی حال ذکر چناں غالب شدہ بود کہ از ہر باد و از ہر آوازے کہ بہ گوش می آمد ذکر شنودہ می شد۔" آپ حضرت خواجہ ہی کے طریقہ پر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی رنگ میں پوری طرح رنگ دیا تھا۔ آپ پر اسرار تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ کے کھل گئے تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ۔

(ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ ہر چیز اس کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم نہیں سمجھتے۔)

آپ نے حوض کو مٹی سے بھروا کر مسجد شریف کے صحن کو وسیع کر دیا۔ پہلے صحن میں چار (۴) صفیں تھیں اور اب نو ہیں۔

مسجد شریف اور اس کا شمالی اور شرقی حصہ بن جانے کے دو تین سال بعد خانقاہ شریف کا صدر دروازہ اور اس کی صحنچیاں اور بالاخانہ اور زینہ اور پھر صدر دروازے سے تسبیح خانہ کی ڈیوڑھی تک چار حجرے اور ایک سہ دری کی تعمیر ہوئی۔ بعد میں سہ دری میں جالی کے دروازے لگوا کر عمدہ کمرہ بنا دیا گیا۔

تعمیر تسبیح خانہ شریف

حضرت شاہ غلام علی کی رہائش گاہ کا نام تسبیح خانہ شریف ہے آپ نے ۱۲۳۱ھ میں اس مبارک مکان کو بنا کر ؎

چو فقر اندر لباس شاہی آمد　　بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد

کی یاد تازہ کر دی۔ دیواروں کے علاوہ صرف کھلی زمین کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ یہ زمین شرقاً غرباً ۲۸ فٹ چوڑی اور شمالاً جنوباً ۶۲ فٹ لمبی ہے۔ دروازہ شمال غربی گوشہ میں ہے داخل ہونے پر ساڑھے اٹھائیس فٹ کا صحن ملے گا۔ جس کے چاروں طرف چار فٹ چوڑی روشِ سنگِ سُرخ کی ہے۔ پھر پونے دو فٹ کرسی دے کر بارہ فٹ چوڑا چبوترہ ہے۔ پھر مزید پانچ انچ کی کرسی دے کر بارہ فٹ چوڑا دالان ہے اور اس کے عقب میں نو فٹ چوڑے دو کمرے ہیں۔ ایک سو انیس فٹ لمبا اور دوسرا آٹھ فٹ لمبا ہے۔ چبوترے کا اور پھر دالان کا داسا پانچ انچ موٹا اور پونے دو فٹ چوڑا نفیس سنگ مرمر کا ہے۔ اور دالان کے ستون بھی سنگِ مرمر کے ہیں۔ آپ اس مبارک مکان کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ اس مکان میں آپ نے کبھی جوتی نہیں پہنی اور نہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں

کوئی شخص جوتی پہن کر اس میں داخل ہوا۔

مُبارک مُصَلّیٰ تسبیح خانہ شریف میں سنگِ خارا کا ساڑھے پانچ فٹ لمبا، پونے تین فٹ چوڑا اور تقریباً نو انچ موٹا ایک قطعہ تھا۔ یہ مبارک پتھر سالہا سال حضرت شاہ غلام علی کا اور پھر دس سال حضرت شاہ ابو سعید کا اور پھر تیئیس سال حضرت شاہ احمد سعید کا اور پھر اکتیس سال مولوی رحیم بخش اور شاہ ولی النبی کا اور پھر کئی سال تک حضرت سیدی الوالد قدس اللہ اسرارہم کا مصلی بنا رہا۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ اکثر اس پر ایک اینٹ کا تکیہ بنا کر لیٹ بھی جاتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے جب تسبیح خانہ کو قصرِ عالی شان میں تبدیل کر دیا تو حاجی فیض اللہ اور منشی حسین علی رحمہما اللہ اس مبارک پتھر کو باہر لے آئے۔ اور مولوی رحیم بخش کی قبر کے سرہانے قبلہ رُخ کر کے بچھا دیا۔ ربیع الآخر سنہ ۱۳۷۸ھ میں اس عاجز نے مجر شریف کے حوالی فرش کو درست کرایا تو اس مبارک پتھر کو مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے مزار کے محاذ میں جنوب کی طرف قبلہ رُخ کر کے نمایاں طور پر بشکل مصلیٰ بچھا دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جس کا دل چاہے اس سنگِ مبارک کو اپنا مصلیٰ بنائے اور فیوضات و برکات حاصل کرے۔

مجر شریف سنہ ۱۳۳۰ھ میں آپ نے مجر شریف کو توڑا۔ آپ کی خواہش تھی کہ تہ خانہ میں اصل مزاراتِ شریفہ رہیں اور اوپر تعویذ بنا دیئے جائیں۔ اس مقصد سے مزاراتِ شریفہ کے اوپر کی مٹی ہٹوائی اور چاروں طرف سے کھدائی کروائی۔ حضرت مرزا صاحب کے مزارِ پُرانوار سے حضرت شاہ صاحب اور حضرت شاہ ابو سعید کا مزار اوپر تھا اِس لئے تہ خانہ نہیں بن سکتا تھا۔

منشی حسین علی صاحب کی نگرانی میں یہ کام ہو رہا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ مزاراتِ مبارکہ کے پائنتی ایک قبر تھی۔ اس کے اوپر سے جب مٹی ہٹائی جا رہی تھی تو پٹاؤ کا ایک پتھر سرک گیا۔ اس وقت دن کا ایک بجا تھا۔ حضرت صاحب برہنہ سر اور برہنہ پا تسبیح خانہ کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا "لڑکو! تم کیا کر رہے ہو، ابھی ہم سے شکایت کر رہے تھے کہ ہم کو تکلیف پہنچا رہے ہیں"۔ منشی حسین علی کہتے تھے کہ میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ پتھر کو درست کر دو اور ان کی قبر کو نہ چھیڑو۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔

مجرِ شریف اندر سے شمالاً جنوباً ساڑھے سولہ فٹ اور شرقاً غرباً پونے سترہ فٹ ہے۔ اس کا فرش اور مزارات کے تعویذ سنگِ مرمر کے ہیں اور دیوار سنگِ باسی کی ہے۔ تین طرف تین تین جالیاں اور سمتِ جنوب میں دو جالیاں اور بیچ میں دروازہ ہے

جن دنوں یہ مجرِ شریف آگرہ میں حافظ عبدالحکیم صاحب سوداگرِ جفت کی معرفت بنوایا جارہا تھا اور وہاں کے کاریگر یہاں آئے ہوئے پیمائش کر رہے تھے تو حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی (صدر یار جنگ) برائے ملاقات علی گڑھ سے آئے اور انھوں نے دو ہزار روپیہ برائے مجر پیش کیا۔ جزاہ اللہ سبحانہ خیر الجزاء ورحمہ ورضی عنہ۔

بعض افراد کی شورش

جب آپ نے مجرِ شریف بنوایا تو مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے مریدوں نے کچھ شورش کی اور واجد علی خاں رئیس بڈھانسی و مدار المہام ریاست جے پور نے ان افراد کی سرپرستی کی۔ ان لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ جناب مولوی رحیم بخش صاحب کے مزار کو بھی مجرِ شریف کے اندر لے لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب خانقاہ شریف کے خادم اور محافظ تھے۔ ان کو حضرات کی صف میں لانا درست نہیں۔ اور جب ان لوگوں نے زیادہ شورش کی اور آپ کو گمنام خطوط لکھ کر دھمکی دی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر یہ لوگ اپنے پیر و مرشد کی خاک کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں لے جائیں اور پھر ان کی تربت پر گنبد بنوائیں۔ جب ان لوگوں کو اس سلسلہ میں ناکامی ہوئی تو ایک دوسرا قضیہ اٹھایا کہ خانقاہ شریف کا صدر دروازہ بند رہتا ہے۔ اور دروازہ کا بند رکھنا مسجد شریف میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے نام واجد علی خاں نے فتویٰ ڈاک سے بھیجا۔ یہ فتویٰ مفتی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری کا تھا۔ مفتی صاحب اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس عاجز سے مفتی صاحب نے ۱۳۰۳ھ ہجری مطابق ۱۹۶۳ء میں فرمایا۔ میں حسبِ معمول عشار کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا سیف الرحمٰن صدر مدرس مدرسہ فتحپوری بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ کو خطاب کرتے ہوئے صرف یہ الفاظ فرمائے۔ "مفتی مظہر یہ تو مسجد بیت ہے" اس کے علاوہ کچھ ارشاد نہ کیا۔ آپ نے اس دن مجھ کو مفتی مظہر فرمایا۔ ورنہ آپ عام طور پر مجھ کو مولوی مظہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے اس ارشاد سے مجھ کو خیال ہوا کہ جے پور کے واجد علی خاں نے چند روز پیشتر جو فتویٰ لیا تھا وہ آپ کو ڈاک سے ارسال کیا ہے میں نے عام مساجد کے متعلق فتویٰ دیا تھا۔ آپ کے اس فرمانے کے بعد میں نے محسوس کیا اور دیکھا کہ جو دروازہ بند رہتا ہے وہ مسجد کا خاص دروازہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسجد کا حکم عام مساجد کا نہیں ہوسکتا۔

یہ فی الواقع مسجد بیت ہے۔

مجرے کے دروازے کے اوپر آپ نے چار فٹ کے قطر کے نصف دائرے کا ایک قطعہ سنگ باسی کا کٹوا کر ایا تھا اس پر نہایت عمدہ پھول پتے بنے ہوئے تھے اور اس میں سنگ مرمر کا وہ چوکور ٹکڑا نصب تھا جو پہلے دروازے کے اوپر اینٹ چونے سے جما یا گیا تھا دوشنبہ ۶ر ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۹ر مئی ۱۹۲۳ء میں زبردست آدمی سے وہ منقش سنگ باسی کا ٹکڑا مع قطعہ سنگ مرمر گر کر پاش پاش ہو گیا۔ سہ شنبہ ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۰ر نومبر ۱۹۶۲ء میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو توفیق دی کہ سنگ مرمر پر بہ انداز سابق شعر کندہ کروا کے دروازے کے اوپر لگوا دیا ہے۔

کتابوں کا منگوانا منشی عزیز الدین رحمہ اللہ ساکن صدر بازار میرٹھ اوائل ماہ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۰۵ء میں آپ کی کتابیں مکہ مکرمہ سے لائے۔ آپ نے سمت جنوبی کے دو حجروں کو ایک حجرہ کروا کے کتب خانہ بنایا اور اب باقی دو حجروں کو بھی اس عاجز نے ایک حجرہ کروا کے کتب خانہ میں شامل کر دیا ہے۔

آپ نے پوری خانقاہ شریف، مجر شریف اور تسبیح خانہ کو کامل طور پر از سر نو بنوایا اور مسجد شریف کے سامنے جہت شرق کتب خانہ کی نہایت اعلیٰ دو منزلہ عمارت کے لئے کام شروع کر دیا لیکن آپ کی رحلت فرمانے سے وہ کام رُک گیا۔ ۱۳۴۰ھ میں ایک دن ہوا خوری سے تشریف لانے کے دوران میں فرمایا تھا، ”خانقاہ شریف کی تعمیر پر ایک لاکھ روپے سے کچھ اُوپر صرف ہوا ہے۔“

حرم سرائے جدید تسبیح خانہ سے متصل جہت غرب آپ نے ایک مکان خریدا اور ۱۳۲۸ھ میں اس کو بہت عمدہ بنوایا۔ منشی حسین علی صاحب نے اس کی تاریخ کہی۔

باقی ماند بہ خوبی و خیر　　　فردوس منازل ابوالخیر

(خوبی اور خیر کے ساتھ باقی رہے　　ابوالخیر کے مکانوں کی جنت)

اور مکاخ بہشت سے بھی تاریخ نکالی ہے۔ یہ مکان حضرت برادر کلاں ادام اللہ ارشادہ کے حصہ میں آیا۔ اور ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد کسٹوڈین نے اس پر تصرف کیا اور اس طرح یہ مبارک مکان جس میں تیرہ سال حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا قیام رہا اور اڑتیس ۳۸ سال تک خانقاہ شریف کا ایک حصہ بنا رہا، غیروں کے تصرف میں چلا گیا۔ ع

تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِی السُّفُنُ ـ وَالْاَمْرُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ

ہوائیں اس رُخ چلتی ہیں جس کو کشتیاں نہیں چاہتیں اور سب معاملہ اللہ کے ہاتھ ہے۔

حضرت سید نور محمد بدایونی

آپ نے خانقاہ شریف کے از سرِ نو تعمیر کرانے کے بعد سید السادات حضرت نور محمد بدایونی قدس سرہٗ کے مزار پُر انوار کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ کا مزار پُر انوار نواب مکرم خاں کے باغ میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین الاولیاء قدس سرہٗ کے مزار کی سیدھ میں جہتِ جنوب بستی سے بفاصلۂ یک تیر پرتاب واقع ہے۔ مزار شریف خام تھا اور سرہانے لوح لگی ہوئی تھی۔ آپ کے مزار کے جہتِ شرق حضرت امۃ الفاطمہ بنت نثار حسن یحیوی مجددی اہلیہ حضرت شاہ احمد سعید کا مزار شریف ہے۔ نواب مکرم خاں حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کی اولاد میں سے اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ جواہر علویہ میں لکھا ہے کہ آپ کے انتقال فرمانے کے وقت آپ کے مبارک سر پر حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کی مبارک ٹوپی رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا اگرچہ اس کلاہ مبارک کے انوار سے مستفید ہو رہا ہوں لیکن میرے سر پر میرے پیر و مرشد کی مبارک ٹوپی لاکر رکھو تاکہ آپ کے انوار میں مستغرق ہو کر اس دنیا سے سفر کروں۔ چنانچہ آپ کے پیر کی مبارک کلاہ آپ کے سر مبارک پر رکھی گئی اور اسی حال میں آپ کی رحلت ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ حضرت سید صاحب کے آپ سے بہت زیادہ روابط تھے۔ اُن کے باغ میں آپ ان کے مزار سے کچھ فاصلہ پر جہتِ جنوب مدفون ہوئے۔ باغ اُجڑ چکا ہے اور یہ علاقہ نئی دلی میں آگیا ہے۔ ۱۳۵۵ھ کے اواخر اور ۱۹۳۷ء کے اوائل میں اس عاجز نے وہاں کی مرمت کی اور اس وقت ضرورت ہوئی کہ اس جگہ کے نمبر وغیرہ معلوم ہوں۔ اس عاجز نے جناب خواجہ حسن نظامی کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے دریافت کیا۔ پروردگار اُن کو اجرِ کثیر دے کہ انھوں نے درج ذیل معلومات فراہم کرکے اس عاجز کو ارسال کیں۔

حضرت سید نور محمد بدایونی کا مزار سکندر پور کے رقبہ میں واقع ہے۔ پہلے اس جگہ کا تعلق پی۔ ڈبلیو۔ ڈی سے تھا اور اس وقت کے نقشہ میں خسرہ نمبر ۳۶۵ میں اندراج تھا۔ اب اس موضع کا تعلق امپرومنٹ ٹرسٹ سے ہے اور خسرہ نمبر ۶۳۴ میں واقع ہے۔ مزید معلومات ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں شاخ معاوضہ کا غذات ۱۹۱۳ء و ۱۹۱۴ء سے کی جائے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کو پتہ چلا کہ حکومت بہت چوڑا برساتی نالا بنانے والی ہے اور اس میں حضرت سید صاحب کا مزار شریف آنے والا ہے۔ آپ کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور آپ نے اس جگہ کو بنانے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے ایک مسلمان افسر ڈپٹی محبوب عالم صاحب کا تقرر وہاں ہوا۔ اور انھوں نے احاطہ بنانے کی اجازت دے دی۔

سمتِ جنوب سے شرقاً غرباً صحن کی درازی ۲۸ فٹ ۳ انچ ہے اور سمتِ شمال سے شرقاً غرباً صحن کی درازی ۵۵ فٹ ۵ انچ ہے۔ غرب کی طرف شمالاً جنوباً صحن کی درازی ۳، فٹ ہے اور شرق کی طرف کا صحن کبی لئے ہوئے ۴۷، فٹ ہے۔ اس زمین کے چاروں طرف سنگِ خارا کی دیوار ہے جو کہ ڈیڑھ فٹ چوڑی ہے اور صحن سے ساڑھے تین فٹ بلند ہے۔ آپ نے سارا فرش سنگِ سُرخ کا لگوایا تھا۔

حضرت کے مزار پر حاضری آپ دو تین سال تک جاڑوں کے موسم میں صبح کو دس بجے وہاں تشریف لے جاتے تھے اور تین بجے کے بعد وہاں سے روانہ ہوتے تھے۔ ناشتہ دان میں کھانا ایک صراحی اور ایک لوٹا ساتھ ہوتا تھا۔ آپ تنہا وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ کھانے کے وقت ہم بچوں کو بُلا لیتے تھے۔ اس عاجز کی عمر اس وقت چار پانچ سال کی ہوگی۔ اس وقت تک احاطہ نہیں بنا تھا اور نہ سنگِ سُرخ کا فرش لگا تھا غالباً فرش اور احاطہ کی تعمیر سن تیرہ سو اکتیس یا بتیس میں ہوئی ہے یعنی انیس سو تیرہ یا چودہ عیسوی میں۔

سید السادات کی کرامت آپ کا مزار شریف دلّی میں بستی حضرت نظام الدین قدس سرّہٗ کی آبادی سے باہر ہے۔ جمعہ ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں ہند کو آزادی ملی۔ اس عاجز کے نزدیک مسلمانوں کا دورِ محن و بربادی شروع ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں جبکہ ترکِ موالات کی تحریک نے شدت اختیار کر لی تھی، حافظ عبد الحکیم وغیرہ سے حضرت سیدی الوالد نے فرمایا: "تم لوگ اس زمانہ کو پھر یاد کرو گے" آپ نے ستائیس سال پہلے بچشمِ باطن اللہ کے نور سے جس بربادی کو دیکھا تھا اب بچشمِ سر ہم نے اس کو دیکھا کہ دَمُ الْمُبْتَلِیِ ھٰذَا۔ نہ مساجد کی حُرمت باقی رہی اور نہ اولیاء اللہ کے مزارات کی۔ حضرت سید السادات کے مزار کو بھی اشقیا نے نقصان پہنچایا۔ کتبہ کو اور احاطہ کی دیوار کو دو تین جگہ سے توڑا۔ سنگِ سُرخ کا سارا فرش اُکھاڑ کر لے گئے۔ اس عاجز نے ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں اس جگہ کی مرمت کرائی تھی۔ کچھ ٹکڑیاں (۲×۲ فٹ کی) خراب اور ضائع ہوگئی تھیں۔ اُن کی جگہ نئی لگوائی تھیں۔

یہ عاجز دوشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۵۳ء کو مع ایک شخص کے حضرت کے مزار پر حاضر ہوا تاکہ مصارف کا اندازہ کیا جاسکے۔ یہ عاجز ابھی وہاں تھا کہ ایک ہندو کچھ پھول لے کر آیا۔ اس نے حضرت کے مزار پر ان کو ڈالا اور یہ بیان کیا۔

"یہاں کا فرش دو آدمیوں نے اُکھاڑا ہے۔ ایک اس گاؤں کا ہے اور دوسرا بھوگل کا چمار ہے۔ یہ دونوں افراد برباد ہوگئے۔ گاؤں والے نے اپنے واسطے نیا کمرہ بنایا۔ چھت پر کڑیاں رکھ کر

لکڑیاں پھیلائیں اور اوپر ملبہ ڈالا۔ دوپہر کو راج مزدور کھانا کھانے سامنے کنویں پر گئے۔ وہ شخص اپنے گھر والوں کو کمرہ دکھانے لگا۔ یہ سب کمرے میں تھے کہ اُن پر چھت آپڑی، وہ، اس کی بیوی بڑی لڑکی اور اس کے دو چھوٹے بچے دب کر مر گئے۔ بھوگل کا بھی چار بیمار ہوا اور دو دن میں مر گیا۔ پھر اس کا جوان لڑکا اور بہو مرے اور اس کی بیوی اندھی ہوئی جو ابھی زندہ ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ ان دونوں کو ان کی بے ادبی کی سزا ملی ہے۔ آج میں نے آپ دونوں کو یہاں آتے دیکھا تو آگیا۔ ورنہ میں ہر جمعرات کو یہاں آکر پھول چڑھاتا ہوں۔

پنجشنبہ ۱۵ محرم (۲۴ ستمبر) کو تیئیس ۲۳ بوری سیمنٹ، دس من چونا اور دوسرا سامان وہاں گیا۔ مقصود راج اور چار مزدور کام پر لگے۔ عصر کو مزدوروں کو کہا گیا کہ ان میں سے دو آدمی رات کو یہاں سوئیں تاکہ سیمنٹ ضائع نہ ہو۔ چونکہ وہ جگہ ایک گوشہ میں ہے۔ مزدور ڈر رہے تھے۔ اس وقت وہ ہندو بھی آگیا جو ہر جمعرات کو پھول چڑھاتا تھا۔ اس نے بھی مزدوروں کو ہمت دلائی۔ چنانچہ دو مزدور راضی ہوگئے اور رات کو وہاں رہے۔ یہ عاجز ہر روز دن کے بارہ بجے گھر سے جاتا تھا۔ اور شام تک وہاں رہتا تھا۔ دوسرے دن جمعہ کو وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مزدور نہایت خوشی سے کام کر رہے ہیں۔ مزار شریف پر تازہ پھول پڑے ہیں۔ اگر کی بتی جل رہی ہے اور ایک ٹوکری رکھی ہے۔ اس میں کچھ شیرینی ہے۔ مقصود راج نے کہا۔ آج رات ان دونوں کو حضرت کی زیارت ہوئی ہے اور اس خوشی میں پھول اور شیرینی لائے ہیں۔ پھر مزدور نے یہ واقعہ بیان کیا۔

رات ہم سامان کے پاس سوئے (حضرت کے مزار سے شمال کی طرف چھ سات گز کے فاصلہ پر) ہم کو کچھ ڈر لگ رہا تھا۔ ہماری آنکھ لگ گئی۔ رات میں کسی وقت میری آنکھ کھلی۔ چاندنی کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قبلہ کی طرف منہ کئے ایک بوڑھے شخص مزار شریف کے اوپر بیٹھے ہیں۔ اُن کی ڈاڑھی سفید ہے اور کمر جھکی ہوئی، ان کے چہرے سے نور نکل رہا تھا سفید کپڑے پہنے دو زانو بیٹھے ہیں۔ میں تھوڑی دیر تک بہت غور سے ان کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اپنے ساتھی کو جگایا۔ اور اس سے کہا کہ وہ بھی اُن بڑے میاں کو دیکھے اور ہم دونوں دس پندرہ منٹ دیکھتے رہے۔ پھر اچانک وہ ہماری نظروں سے غائب ہوگئے۔

حضرت سید صاحب کا جو حُلیہ کتابوں میں لکھا ہے وہ مزدوروں کے بیان کردہ حُلیہ سے ہو بہو متفاوت نہیں ہے۔ کثرت مراقبہ سے آپ کی مبارک کمر جھک گئی تھی۔ یہ دونوں مزدور بالکل اَن پڑھ تھے۔ نماز روزے کے بھی پابند نہ تھے۔ اِس کرامت کو دیکھ کر دل و جان سے حضرت کے معتقد ہوئے

اور پنجشنبہ ۹ محرم (۸ اکتوبر) تک نہایت خوشی سے وہاں رہے۔ پنجشنبہ کو کام ختم ہوا۔ اور دہ مزار شریف پر پھول چڑھا کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت حافظ شاہ سعد اللہؒ

آپ حضرت محمد صدیق فرزند ششم حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے حضرت سید نور محمد بدایونی کے بعد حضرت محمد افضل خلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبند سے دس سال استفادہ کیا۔ اور پھر بارہ سال تک حضرت سعد اللہ سے مستفید ہوئے۔ آپ کا مزار اجمیری دروازے کے باہر مدرسہ غازی الدین خاں کے قریب تہ خانہ میں ہے حضرت سیدی الوالد آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ ریل کی لائنوں کی وجہ سے تہ خانہ میں شگاف پڑ گئے تھے اور خطرناک حالت میں تھا۔ آپ نے عربک کالج کے ماسٹر فضل الدین اور مولوی سید عطاء الحق کی نگرانی میں نیچے مزید پائے کھڑے کر کے ڈاٹیں لگوائیں اور تہ خانہ کو محفوظ کر دیا۔ مرمت کے بعد جب آپ حاضر ہوئے تو آپ پر کشف ہوا اور حافظ صاحبؒ نے آپ سے فرمایا "تم نے میرے جھونپڑے کو سنوارا اللہ تم کو اور تمہارے گھر کو سنوارے"

حضرت شاہ گلشن

آپ حضرت عبدالاحد وحدت فرزند حضرت خواجہ محمد سعید کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا مزار شریف کناٹ پلیس کے باہر کے دائرے میں ہے۔ حکومت کا ارادہ اس مزار کو توڑنے کا تھا۔ آپ نے امام صاحب جامع مسجد دہلی سید احمد شمس العلماءؔ سے اس سلسلہ میں کہا اور ان کی مساعی سے اجازت مل گئی کہ ان کی قبر کے چاروں طرف گول چبوترہ بنوا لیا جائے۔ آپ نے نقشہ بنوا لیا، تعمیر کے لئے روپیہ بھی فراہم کر لیا، مگر آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی وفات کے دس ماہ بعد حضرت برادرِ کلاں ادام اللہ فیضہ وارشادہ نے وہ نقشہ اور روپیہ حافظ غلام محمد باغ والے کو دیا اور وہ چبوترہ سنگِ خارا کا بنا۔ امام صاحب جامع مسجد کی نگرانی رہی۔ چہارشنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء کو تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اور جنوری ۱۹۲۴ء میں تکمیل کو پہنچا۔

خانقاہ شریف میں قیام

حجازِ مقدس سے آپ اپنے ساتھ ایک بخاری مخلص کو لائے تھے۔ دو تین سال تک وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ اُن کے جانے کے بعد تقریباً تین سال تک کوئی خدمتگار نہ تھا۔ رات کو حلقہ کے بعد آپ خانقاہ شریف کی کنڈی اندر سے لگا لیتے تھے۔ اور دہلی کے مخلصین میں سے دو نفر صبح کے نو بجے آ کر کنڈی کھٹکھٹاتے تھے۔ اُن کو ہدایت تھی کہ اندر سے کنڈی کھولنے کے ایک دو منٹ کے بعد دروازہ کھولا کریں۔ کیوں کہ

حضرت والدہ صاحبہ کنڈی کھولا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں کرامت النساء کے جانے کا واقعہ پیش آیا ہے۔ جس کا بیان پہلے لکھا جا چکا ہے۔

یہ ایک دو آدمی جو کنڈی کھٹکھٹاتے تھے، گھر کا سودا لاتے تھے اور پھر شام تک کوئی نہ کوئی ہوا ہی کرتا تھا۔

آپ نے ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ میں ایک خط مُلّا محمد عثمان کو لکھا۔ اور اس میں اُن افراد کا ذکر ہے جو رات کو حلقہ شریف میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آپ نے حاجی عیسیٰ، عبدالرسول، محمد عالم، منشی محمد رضا، مولوی سیف الرحمٰن، احسان علی، امداد حسین، عبدالرحمٰن، حافظ محمد، حبیب بخش، عبدالحق، عبدالواحد، سید اکبر، شمس الدین، گل محمد، کے نام تحریر فرمائے ہیں اور اس زمانہ میں حاجی عبدالغنی منتظم عیدگاہ و حاجی محمد اسحاق سوداگر صدر بازار و نور الٰہی صندوق والے و منشی منے خاں و منشی حسین علی و حاجی فضل عمر سوداگر آپ سے بیعت ہوئے اور یہ سب افراد خدا کے فضل و کرم سے آپ سے مستفید ہوئے اور حاجی فضل عمر تو مخلصینِ ہندیان کے سرتاج ہوئے۔ رحمہم اللہ ورضی عنہم

غالباً ۱۳۱۲ھ سے آپ کی خدمت میں افغانستان کے پٹھان آنے شروع ہوئے۔ ان میں یار محمد خرد لی از تمرزہ و خان فقیر احمر خیل از واز خواہ سابقین میں سے ہیں۔ یار محمد کہا کہ اس دور میں دو تین سال ایسے گزرے کہ آپ بہت کم افراد سے ملتے تھے۔ البتہ وہ افراد جو حلقہ میں شریک ہوتے تھے اپنے وقت پر آتے تھے، ان کے علاوہ افغانستان سے جو لوگ برائے بیعت آتے تھے ان کے لئے خانقاہ شریف کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور اُن میں سے جو افراد اہلِ علم ہوتے تھے اُن کو آپ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس بھی دیتے تھے۔ غالباً مولوی سیف الرحمٰن صدر مدرس مدرسۂ فتحپوری نے آپ کے حلقۂ درس کو دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ آپ کا علم بہت وسیع ہے اور آپ کی تحقیق کوئی معمولی تحقیق نہیں ہے۔

دُنیا واہلِ دُنیا سے انقطاع

آپ نے جمعہ ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ کو ایک خط اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ساکن بمبئی کو تحریر فرمایا ہے۔ اِس خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں یہ کتاب مستطاب رسید۔ سبحان اللہ عجب کتاب است۔ سالہا است کہ حقیر مشتاق زیارت آں بود۔ بہ سبب شما بہ سعادت مطالعہ اش سرفراز شد۔ نسبت غلامی کہ ایں حقیر را بہ قرآن شریف است ہر چند نمی گزارد کہ بہ کلام کسے ذوقین شوم ؎

آں را کہ در سرائے نگارے است فارغ است ۔۔۔ از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

(جو محبوب کے گھر میں ہے وہ باغ اور چمن اور لالہ زار کی سیر سے بے نیاز ہے)

اما در تصوف قدیم در مدح این کتاب لم یصنف مثلہ گفتن رواست۔ الخ

اور آخر میں تحریر فرمایا ہے۔" زیادہ از یک سال است کہ از خانقاہ شریف قدم بیرون نہ نہادہ ام۔ دروازۂ ملاقات مردم بالکل مسدود شدہ است۔ دو سہ خادم ولایتی یک نیم ہندی بہ شفقت تمام حاضر می شوند۔ طالب خدا نیست الا ماشاء اللہ۔ از آمدن مردم بیمزگی می شود۔ بہ دعا یاد دارند۔ والسلام۔ اے عزیز در عالم کسے نیست و چیزے نیست کہ مرا ذوق دہد بہ جز خلوت من۔ سلوک سالکان و جذبۂ مجذوبان را در درون حرم دل من بار نیست خود در فہم عنایتے کہ بر من است قاصرم۔ بر دیگران چہ رسد۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ تحدیثاً بنعمۃ اللہ بہ شما نوشتم کہ درست باشید و فہم کنید ؎

من اگر رندم وگر شیخ چہ کارم با کس　　　حافظِ رازِ خودم عارفِ وقتِ خویشم

(میں خواہ رند ہوں خواہ شیخ مجھے کسی سے کیا واسطہ میں خود اپنے راز کا محافظ اور اپنے وقت کا عارف ہوں)

یعنی کتاب مستطاب پہنچی۔ سبحان اللہ کیا ہی عمدہ کتاب ہے۔ سالوں سے یہ حقیر اس کتاب کی زیارت کا مشتاق تھا۔ تمہاری وجہ سے اس کے مطالعہ سے سرفراز ہوا۔ ہر چند کہ اس حقیر کو قرآن شریف سے جو غلامی کی نسبت ہے اور اس کی وجہ سے مہلت نہیں ملتی کہ کسی کے کلام سے لطف اندوز ہوں۔

(شعر) جس کے خانۂ دل میں محبوب جلوہ فرما ہو اُس کو گل و گلزار کی سیر کی کیا حاجت۔

پھر بھی میں کہتا ہوں کہ اِس کتاب کی تعریف میں یہ کہنا درست ہے کہ تصوفِ قدیم کے بیان میں اِس کتاب جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ الخ

ایک سال سے زائد عرصہ ہونے کو آیا کہ میں نے خانقاہ شریف سے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔ دو تین ولایتی اور ایک آدھ ہندی خادم بہ شفقت تمام حاضر ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں خدا کے طالب بہت ہی کم ہیں۔ لوگوں کے آنے سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ دعا میں یاد رکھو۔ والسلام۔ اے عزیز! دنیا میں میری خلوت کے علاوہ کوئی شخص یا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میرے ذوق میں اضافہ کرے۔ میرے حریم دل میں سالکوں کے سلوک اور مجذوبوں کے جذبہ سے کوئی گرانی نہیں پیدا ہوتی جو عنایت مجھ پر ہو رہی ہے اس کے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں بھلا اور کیا سمجھیں گے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے اختصاص دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اللہ کی نعمت کا بیان کرتے ہوئے تم کو یہ بات لکھ دی تاکہ درست رہو اور حقیقت کو سمجھو۔ شعر

میں چاہے رند رہوں چاہے شیخ کسی سے میرا کیا کام۔ اپنے راز کا حفاظت کرنے والا اور اپنے وقت کا سمجھنے والا ہوں۔

یہ عاجز کہتا ہے جس نے بھی آپ کو دیکھا ہے اور آپ کے احوال پر نظر ڈالی ہے وہ جانتا ہے کہ آپ نے بلاشک وشبہ اظہار امر واقع کیا ہے۔ آپ کے مخلصین میں سے دسیوں اصحاب جذب کو اس عاجز نے دیکھا ہے۔ اکبر توخی، عبداللہ کاکڑ، پائندہ کاکڑ، سید اکرم شاہ، سید بدل شاہ، حافظ محمد یوسف دہلوی، مولوی عبدالعزیز بنگالی وغیرہم جذبہ کی حالت میں نہایت شور برپا کرتے تھے۔

بہ جرم عشق توام می کشند وغوغائیست　　　　تو نیز بہ سر بام آ عجب تماشائیست

وہ افراد جو حلقہ میں شریک ہوتے تھے ان پاک نہاد افراد کے آہ ولعرے سے گراں خاطر ہو جاتے تھے لیکن آپ گھنٹوں تشریف فرما رہتے تھے اور کبھی کوئی بات نہ فرمائی۔ ایک رات آپ خانقاہ شریف کے دروازے میں حلقہ فرما رہے تھے۔ حافظ محمد یوسف جذبہ کی حالت میں شارع عام پر چلا رہے تھے۔ بانس کی لکڑی کو زور سے زمین پر مارتے اور نعرے لگا رہے تھے۔ اہل حلقہ میں سے بعض افراد پر ان کا شور گراں گزرا۔ آپ نے یہ الفاظ فرمائے "زیادہ چڑھ گئی ہے" اور ایک دن فرمایا "یوسف کو گرمی زیادہ پہنچ گئی ہے" آپ کا یہ تحمل آخر وقت تک رہا۔ نہ صرف حلقہ میں بلکہ نماز کی حالت میں بھی۔ کیونکہ جب آپ نماز پڑھاتے تھے، از خود رفتہ افراد میں سے کوئی نعرۂ اللہ لگا کر بے ہوش ہو جاتا تھا، کوئی آہ وفغاں کرتا تھا۔ سید اکرم شاہ اس میں پیش پیش تھے۔ آپ نے ایک دن کوئٹہ میں اس عاجز سے فرمایا "یہ سید اکرم شاہ اس قابل ہیں کہ نماز میں میرے پاس کھڑے ہوں لیکن ان میں ضبط نہیں ہے اور بے اختیارانہ حرکت کرتے ہیں، اس لئے اپنے سے متصل ان کو کھڑا نہیں کرتا" یہ بیان قدرے تفصیل سے آپ کے حلقہ اور نماز کے بیان میں آئے گا۔

آپ کی قبولیت

آپ نے اہل دنیا اور اصحاب غفلت پر ملاقات کا دروازہ بند کر دیا لیکن جو قبولیت پروردگار جل شانہٗ نے آپ کو عطا فرمائی تھی اور جس کی بشارت آپ کے حضرت جد امجد نے حرم نبوی میں دی تھی اس کا ظہور کیسے نہ ہوتا۔ مشکات کے باب الحب فی اللہ کے فصل اول کی دوسری حدیث جو از صحیح مسلم ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ اِذَا اَحَبَّ عبدًا دعا جبرئیل فقال انی احب فلانًا فاحِبَّہٗ قالَ فیحبّہٗ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول اِنّ اللہ یحب فلانًا فاحبّوہ فیحبّہٗ اھل السماءِ ثمّ یوضعُ لہ القبولُ فِی الارضِ الخ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس خوش

نصیب بندے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو محبت ہوتی ہے وہ جبرئیلؑ کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیلؑ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر جبرئیلؑ آسمان میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلانے بندے سے محبت کی ہے لہٰذا تم سب اس بندے سے محبت کرو۔ چنانچہ اہلِ سما اُس بندے سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے یعنی اہلِ زمین کے دل اس بندے کو قبول کرتے ہیں الخ

آپ نہ واعظِ شیریں بیان تھے کہ اپنی سحر بیانی سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالا ہو۔ نہ کسی بڑے ادارے یا مدرسے کے سرگردہ تھے جو امتیازی شان پیدا کی ہو' نہ آپ کی تصنیفات تھیں جن کی وجہ سے شہرت پائی ہو، نہ آپ کا کوئی مجلہ اور اخبار تھا، نہ آپ کے گماشتے تھے جو آپ کی طرف دعوت دیتے پھرتے ہوں۔ خاموشی کے ساتھ ایک خادم و اہلیہ کے ہمراہ آپ حجازِ مقدس سے دہلی آئے۔ اپنے جدِ امجد کی خانقاہ جائز صورت سے حاصل کی اور دروازے بند کر کے اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے اب ثم یوضع لہ القبول کا ظہور ہوتا ہے۔ الٰہی منادی کا یہ اثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی اکیاب (برما) سے، کوئی چٹاگانگ (شرقی بنگال) سے، کوئی ملک شام سے، کوئی حجاز سے، کوئی ہرات سے، کوئی افغانستان کے دور دراز پہاڑی علاقہ سے ایک ماہ کی مسافت طے کر کے آتا تھا، کوئی نیٹال افریقہ میں آپ کا ذکرِ خیر کر کے اپنے دل کو تسکین دیتا تھا۔ ایک دن سید محمد شاہ قصوری جانشین خانقاہ مولانا غلام محی الدین قصوری آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ مولوی سیف الرحمٰن اور دوسرے افراد بھی حلقہ میں موجود تھے۔ سید محمد شاہ نے آپ سے "فرد" کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کس پایہ و مرتبہ کا ہوتا ہے۔ آپ خاموش رہے۔ اسی عرصہ میں مولوی شمس الدین خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ایسے شخص کا سلام پیش کیا کہ نہ کبھی وہ آپ کی خدمت میں آئے تھے اور نہ کبھی آپ نے اُن کو دیکھا تھا۔ آپ نے سید محمد شاہ سے فرمایا۔ فرد کا یہ مقام ہوتا ہے کہ کوئی واقفیت نہیں ہوتی ہے اور نیک بندوں کے دل اس کی طرف از خود مائل ہوتے ہیں۔ "جمع الفوائد" کی کتاب "التوادد وکتمان السر" میں بخاری کی حدیث ہے۔ "قالت عائشۃ سمعتہ یقول الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ایتلف وما تنا فرمنہا اختلف۔" یعنی ارواح افواج مجتمعہ ہیں، ایک فوج وہ ہے کہ ان کا آپس میں تعارف ہو چکا ہے اور ان میں ایک دوسرے سے الفت ہے۔ پھر ایک فوج وہ ہے کہ ان میں باہم دگر تنافر ہوا اور وہ مختلف ہیں۔" اللہ کے نیک بندوں کے قلوب ملے ہوئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے مراتب کو سمجھتے ہیں چاہے ان کی ملاقات بظاہر نہ ہوئی ہو۔

آپ پر کُفر کا فتویٰ

چونکہ آپ نے خانقاہ شریف سے مفسدوں کو نکالا، اس لئے ان لوگوں نے آپ کے خلاف غلط باتیں پھیلانی شروع کردیں اور خانقاہ شریف کی مسجد کے غم میں گھلنے لگے۔ اس سلسلہ میں ان لوگوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ کسی سے حاصل کرکے شائع کردیا۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ ہمارے پاس حکیم عبدالمجید خاں آئے اور افسوس کرتے ہوئے آبدیدہ ہوکر انھوں نے کہا۔ آپ پر مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ہم نے حکیم صاحب سے کہا۔" آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ کیا ہم ان دُو پیسوں کے ملاؤں کے فتویٰ سے کافر ہوجائیں گے"۔ حکیم صاحب آپ کے استقلال اور ثبات کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور سرِ نیاز جُھکا کر دل شاد گھر کو روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب کو آپ سے کامل عقیدت تھی۔ انھوں نے اپنے والدِ بزرگوار حکیم محمود خاں سے بارہا سُنا تھا۔"ہم نے حضراتِ صحابہ کو دیکھا نہیں ہے لیکن اُن کا ذکر اور اُن کا حال پڑھا ہے۔ اگر صحابہ کے احوال کو دیکھنا ہے تو خانقاہ شریف میں جاکر دیکھ لو۔"

مُفسدوں کی ایذا رسانی

فسادی عنصر نے جب دیکھا کہ ان کے شائع کردہ فتوی کا اثر کچھ بھی نہ ہوا بلکہ آپ کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، تو انھوں نے آپ کے خدمتگار یار محمد خروئی کو خانقاہ شریف کے اندر بہت زدوکوب کیا۔ یار محمد نے بیان کیا کہ پندرہ افراد سے زائد نے مجھ پر حملہ کیا۔ چنانچہ کافی دن یار محمد صاحب فراش رہے اور پھر ان لوگوں نے حبیب بخش کو آمادہ کیا کہ وہ یار محمد پر مارپیٹ کا دعویٰ کردے۔ چنانچہ ۲ر جنوری ۱۸۹۴ء مطابق ۲۶ر ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں یہ دعویٰ ہوا۔ اور ۱۲ر فروری ۱۸۹۴ء مطابق ۶ر شعبان ۱۳۱۱ھ کو یار محمد اللہ کے فضل وکرم سے باعزت بری ہوئے۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ (اور وہاں بھی باطل پر ٹوٹے میں رہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ (البتہ ہم تم کو آزمائیں گے، تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور میووں کے نقصان سے اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو) آپ نے ان تکالیف کو بخوشی برداشت کیا۔ اور بشر الصابرین کے مستحق ہوئے۔ آپ حلاوتِ باطنی کی کمی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے اور اس کے واسطے اکلِ حلال کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا آپ ہدیہ قبول کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جو بھی ہدیہ آتا تھا وہ آپ کی رہائش گاہ کے صحن میں دیوار کے پاس رکھ دیا جاتا تھا۔ اگر آپ کی حلاوتِ باطنی میں کچھ بھی فرق آیا دوسرے دن آپ نے دربان سے کہہ دیا کہ اس شخص کا ہدیہ واپس کردو۔ چنانچہ جہاں اس نے ایک دن پہلے ہدیہ رکھا تھا وہاں سے اٹھاکر وہ ہدیہ واپس کردیتا

تھا۔ احتیاط اس حد تک تھی کرانے والے کا روپیہ تک وہی رہتا تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کا روپیہ کسی دوسرے کے لائے ہوئے روپیہ سے مل جائے۔ آپ کی اس احتیاطِ تام کی بدولت یہ بھی ہوتا تھا کہ گھر کے خرچ کے واسطے کچھ نہ رہتا تھا اور اس صورت میں آپ اپنی کوئی کتاب یا کوئی دوسری شے فروخت کرواکر خرچ چلاتے تھے۔ یار محمد خروئی رحمۃ اللہ کے دَورانِ خدمت میں یہ واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا اور انھوں نے اِس عاجز سے بیان کیا۔

قبولِ ہدایا میں احتیاط

جو احتیاط آپ کرتے تھے اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ آپ کے پاس جو رقم کوئی لاتا تھا اس کے متعلق معلوم کیا جاتا تھا کہ کس مد سے اس کا تعلق ہے۔ مثلاً مسجد شریف کی تعمیر، مسجد شریف کے حجروں کی تعمیر، خانقاہ شریف کی تعمیر، مزارات شریفہ کی تعمیر۔ ہر مد کی الگ تھیلی اور حساب ہوتا تھا۔ ایک مد کا روپیہ پیسہ دوسرے مد کے روپیہ پیسے سے بالکل الگ رہتا تھا۔ خاص مسجد شریف کی تعمیر میں مشتبہ مال سے اجتناب فرماتے تھے۔ منشی ننّے خاں صاحب کے پاس کسی مستورہ کا وقف تھا۔ اور اس میں کچھ سقم تھا۔ لہٰذا اس وقف کی آمدنی میں سے مسجد شریف کی تعمیر میں ایک پیسہ نہیں لیا گیا۔ خانقاہ شریف یا مزارات شریفہ یا تسبیح خانہ کی تعمیر میں قبول فرما لیتے تھے۔

آپ کو جو شخص ہدیہ دیتا تھا اس کے قبول کرنے میں نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ سُود خور، رشوت خور، بداعمال مثلاً شرابی، بھنگ و چرس استعمال کرنے والے کا ہدیہ نہیں لیتے تھے، اس لئے آپ کا مال نہایت پاک و صاف ہوتا تھا۔ نپا تُلا خرچ ہوتا تھا۔ مشکات کے باب استحباب المال کے فصل سوم میں حضرت سفیان ثوری کا ارشاد ہے: "الحلال لایحتمل السرف" یعنی پاک صاف، حلال طیّب مال، اسراف کا متحمل نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ اَللّٰھُمَّ اجعل رزق آل محمد قوتاً و فی روایۃ کفافاً۔ عن ابی ھریرہ۔ متفق علیہ۔ کتاب الرقاق عن المشکات۔ بار خدایا، آل محمد کی روزی گزارے کے لائق رہے۔ یعنی نہ وہ دوسروں کے محتاج ہوں اور نہ فضول خرچی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حال میں رکھا۔

لطیفہ

افغانستان کے بعض افراد کہا کرتے تھے کہ جو شخص مال و دولت کا خواہشمند ہو تو فلاں پیر کا مرید ہونا چاہیئے اور جو شخص نام و نمود چاہے تو فلاں پیر کا مرید ہونا چاہیئے اور جو گزارے کے لائق روزی چاہتا ہو تو وہ دہلی کے حضرت صاحب کے پاس جائے۔ افغانستان میں آپ کے مخلصین بہت تھے مگر ان میں مال و دولت والے نہایت قلیل تھے۔

گرمائی مقام کوئٹہ بلوچستان

بارہ سال تک آپ خانقاہ شریف میں مقیم رہے۔ آپ کے مزاج کی طرح آپ کا جسم بھی مثلِ گل نازک اور ملائم تھا۔ گرمی کے موسم میں گرمی دانوں سے آپ کا سارا بدن پھل جاتا تھا۔ حکیم عبدالمجید خاں صاحب آپ کے معالج اور مخلص تھے۔ انھوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ موسم گرما میں پہاڑ پر جائیں اور چونکہ آپ مرطوب مزاج ہیں اس لئے آپ کے واسطے کوئٹہ بلوچستان جانا بہتر ہے۔

کوئٹہ آپ کے واسطے بالکل نئی جگہ تھی۔ نہ وہاں آپ کا کوئی مرید تھا اور نہ حضراتِ کرام سے وابستہ کوئی فرد تھا۔ آپ نے خانقاہ میں ولایتی خادم کو چھوڑا۔ اور ایک بڑے میاں اور بڑی بی کو ملازم رکھا کیونکہ اس وقت آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی پانچویں سال میں، چھوٹی دو سال کی۔ آپ نے مخلص پاک طینت حاجی فضلِ عمر سے فرمایا۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور وہاں کرایہ پر مکان حاصل کرو اور پھر آجاؤ۔ آپ اوائل محرم الحرام ۱۳۱۸ھ مطابق مئی ۱۹۰۰ء مع اہلیہ محترمہ و دختران و ملازم و ملازمہ حاجی فضل عمر وطنی کے ہمراہ کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد قندھاری بازار کے شرقی سرے پر واقع تھی۔ مسجد شریف کے قریب ایک بالا خانہ کرایہ پر لیا اور چار ماہ وہاں قیام فرمایا۔

آپ کی طلعتِ نورانی محتاجِ تعارف نہ تھی۔ شمع جہاں روشن ہوتی ہے پروانے خود بخود پہنچ جاتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ پہلے عوام کا رجحان ہوا کرتا ہے اور بعد میں علماء کا میلان ہوتا ہے۔ لیکن آپ کا معاملہ برعکس تھا۔ عوام آپ کے پاس آنے سے ڈرتے تھے اور علماء حاضر ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ کوئٹہ کی جامع مسجد کے امام مفتی محمد جمعہ اور چوہی متصل کوئٹہ کے آخوندزادے مُلا عبدالرشید و مُلا عبدالعلیم اور مستنگ ریاست قلات کے قاضی لعل محمد آپ سے بیعت ہوئے۔

میر حسن صاحبزادہ

افغانستان کے جید علماء میں سے میر حسن صاحبزادہ پسر سید امان اللہ مشہور میاں صاحب، امیر کابل عبدالرحمان خاں کی وجہ سے جلاوطن ہو گئے تھے اور پشین میں رہتے تھے، معمر تھے، انھوں نے آپ کا ذکر سُنا۔ لہٰذا پشین سے جو کہ کوئٹہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے اپنے چھوٹے صاحبزادے عبدالحلیم کو بھیجا کہ جاؤ، حضرت صاحب کا حال دیکھو جو کہ حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور پھر مجھ کو آکر خبر دو۔ چنانچہ عبدالحلیم صاحبزادہ کوئٹہ آئے، دو تین دن قیام کیا۔ آپ کی نورانی شکل دیکھ کر وہ خود آپ کے گرویدہ ہو گئے اور پشین جا کر اپنے والد ماجد سے کہا کہ "آپ بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں۔ فاسقوں سے دُور رہتے ہیں۔ ہر شخص کا ہدیہ نہیں قبول فرماتے، کسی کے پاس نہیں جاتے اور نہ کسی سے تعارض کرتے ہیں۔

چلتے وقت نظر قدم پر رہتی ہے۔ آپ کی مجلس علمی ہے۔ مریدوں میں سے جو بھی غلطی کرتا ہے اُس کو فوراً جھڑک دیتے ہیں" عبدالحلیم صاحبزادہ نے اس عاجز سے بیان کیا کہ میرے والد ماجد نے میرے بیان کو سُن کر فرمایا "اے پسر! یقیناً یہ شخص اللہ کا کامل ولی ہے۔ اس کی خدمت میں حاضر ہونا سعادت مندی ہے" چنانچہ انھوں نے صرف آپ کی وجہ سے کوئٹہ کی سکونت اختیار کی۔

میر حسن صاحبزادہ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ احادیث شریف کا بہ کثرت مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بنا بریں اُن کو افغانستان کے نیم ملاّ 'وہابی' کہتے تھے۔ وہ جب بھی آپ کے پاس آتے تھے' آپ ان کی سیادت وعلم ومعرفت وصفائے باطن کی وجہ سے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ آپ کے پاس ایک صندلی پر حدیث شریف کی کچھ کتابیں رکھی ہوتی تھیں اور اسی کے ایک کنارے پر فانوس رکھا ہوتا تھا۔ آپ کسی کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ میر صاحب بھی کوئی کتاب لے کر مطالعہ میں معروف ہو جاتے تھے۔ اسی کیفیت میں ایک دو گھنٹے گزر جاتے تھے۔ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں میر صاحب علیل ہوئے آپ جمعہ کی نماز کے بعد میر صاحب کی عیادت کو کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ آپ دہلی واپس تشریف لائے اور وہ سردی کی وجہ سے سبی گئے۔ وہاں یکشنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء کو بہ عمر چوراسی سال رحلت فرمائی اور متصل سول اسپتال، کوسہ سرائے میں نزد گنبد پیر بخاری مدفون ہوئے رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

آپ کا کوئٹہ بلوچستان تشریف لے جانا افغانستان کے لوگوں کے واسطے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ یہ لوگ عام طور پر دہلی نہیں آسکتے تھے۔ کوئٹہ افغانستان سے ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ سینکڑوں افراد پیادہ پا سفر کر کے آجاتے تھے۔ علماء کی بڑی تعداد آیا کرتی تھی۔ افغانستان کے بعض مشائخ نے آپ کے پاس اپنے آدمی ارسال کئے اور حصولِ برکت کے لئے آپ سے اجازت ارشاد چاہی۔ وہ آپ کو اپنے وقت کا فردِ کامل اور قطبِ ارشاد جانتے اور مانتے تھے۔

کوئٹہ پہنچنے کا دن

آپ ۱۳۱۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک یعنی ۱۹۰۰ء سے ۱۹۲۲ء تک برابر تیئیس ۲۳ سال کوئٹہ تشریف لے گئے۔ عام طور سے آپ اپریل کی بیس پچیس کو دہلی سے کوئٹہ کو اور اکتوبر کی بیس پچیس تک کوئٹہ سے دہلی کو روانہ ہوتے تھے۔ کوئٹہ پہنچنے کی تاریخ کا اندازہ اہلِ افغانستان کو ہو گیا تھا۔ لہٰذا کوئٹہ کے اسٹیشن پر ہزارہا مخلصین کا اجتماع ہوتا تھا جس وقت اسٹیشن پر آپ کی ریل پہنچتی تھی' پاک باطن افراد کے نعرہ ہائے ہُو وآہ وبُکا سے فضا مرتعش ہو جاتی تھی۔ انگریز حکام ایک طرف کھڑے ہو کر بہت غور سے اس کیفیت کو دیکھا

کرتے تھے۔ اور جس وقت آپ بگھی میں سوار ہو کر گھر تشریف لے جاتے تھے، سرشارانِ بادۂ وحدت نعرہ ہائے مستی لگاتے ہوئے آپ کی بگھی کے آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑتے جاتے تھے۔ کوچوان بڑی احتیاط سے بگھی چلاتا تھا کہ کہیں کوئی دب نہ جائے۔ ضعفا سڑک کے کنارے کھڑے ہوتے تھے تاکہ آپ کی سواری کو دیکھ لیں۔ افغانستان کے حاجی نیاز اندڑ ایک مرتبہ یوم ورود اسٹیشن میں آپ تک پہنچ گئے۔ وہ دست بوس ہوئے۔ وہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے خوش ہو کر ان سے کہا۔ واہ واہ، نیاز امروز جامہ ہائے خوب پوشیدہ۔ اپنا نام آپ کی زبان سے سن کر وہ عاشقِ صادق وجد میں آگیا۔ اور اس نے کہا۔ یہی دن میری عید کا دن ہے کہ میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں۔

مرزا نیاز محمد

کوئٹہ کے تاجر مرزا نیاز محمد خاں جو کہ از زمرۂ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (وہ لوگ ایسے ہیں کہ اُن کو تجارت اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی ہے۔) تھے، اس موقع پر بڑی خدمت کرتے تھے۔ ایک دن پہلے کوئٹہ سے پانچ اسٹیشن پہلے مچھ پر حاجی عبدالغنی کو مع دو نفر کے بھیجتے تھے۔ جس وقت آپ کی ریل مچھ پر پہنچتی تھی وہ نہایت عمدہ شیر چائے بہت بڑے چائے دان میں اور نہایت اعلیٰ سبز چائے دو گزدار چائے دانیوں میں اور گھی کے عمدہ گرم پراٹھے پیش کرتے تھے۔ پھر کوئٹہ میں تین دن تک ہر دو وقت کا کھانا آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے لئے اور تین دن تک عمدہ چائے ہر زائر و وارد کو پیش کرتے تھے۔ گھر پر چائے پلانے کا انتظام حاجی مرزا محمد اسلم کے سپرد ہوتا تھا۔ مرزا نیاز محمد خاں یہ سب کچھ کرتے تھے۔ اور جب وہ آپ کی دست بوسی کے لئے بڑھتے تھے ارشادِ نبوی تَهَادَوْا تَحَابُّوْا کو نہیں بھولتے تھے اور کچھ ہدیہ ضرور پیش کرتے تھے۔

مخلصین کا ولولہ

افغانستان سے جو جماعتیں آتی تھیں طرح طرح سے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرتی تھیں۔ اس عاجز کو خوب یاد ہے کہ مُلا خیر اللہ اندڑی بابا جی میں بیٹھے بسوزِ محبت اپنی افغانی نظم پڑھ رہے تھے۔ وہ خود زار و قطار رو رہے تھے اور عاشقانِ پاک دل جو کہ اُن کو گھیرے بیٹھے تھے اپنی اپنی جگہ آہ و بکا میں مصروف تھے۔ اُن کے بعض اشعار کا مفہوم اس عاجز کو یاد ہے، جو اس طرح پر ہے۔

اے غوثِ دہلوی تم کوئٹہ کی سرزمین پر آرہے ہو۔ تمہاری آمد پر یہاں کا ذرہ ذرہ جھوم رہا ہے۔ آسمان سے انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ اِس ملک کا چپہ چپہ تمہاری آمد کا منتظر تھا اور آج وہ خوشی سے ناچ رہا ہے۔ اگر خلقِ خدا تمہاری سلامی کے لئے کھڑی ہے تو یہ بلند و بالا پہاڑ جس

کا نام کوژک ہے (چمن کے قریب بڑا پہاڑ ہے) تمہارے سلام کے لئے اپنی چوٹیاں اٹھائے ہوئے ہے کب ہم کو تمہارا دیدار نصیب ہوتا ہے اور کب ہمارے دلوں کو قرار ملتا ہے۔ الخ

مُلّا خیر اللہ صاحب نسبت تھے آپ نے ان کو طریقہ شریف کی اجازت دی تھی۔ اُن کے اشعار پڑھنے کا کیا اثر تھا۔ اس کا بیان کیا ہو۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جتنے افراد ان کو گھیرے بیٹھے تھے، بادۂ محبت سے سرشار ہو رہے تھے۔ اس نظم کو پڑھ کر مُلّا خیر اللہ نے سامعین سے کہا "آپ کے جسم پر نہ جبّہ ہو نہ سر پر دستار اور نہ ہاتھ میں تسبیح ہو نہ عصا۔ صرف سر پر عرق چین (سفید کپڑے کی ٹوپی) ہو اور تن پر یہ مختصر کرتہ ہو اور آپ صحرا میں نکل جائیں تو جو بھی آپ کو دیکھے گا آپ کا گرویدہ ہو جائیگا۔"

ایک پیر مرد

سالہا سال پہلے مُلّا خیر اللہ سے یہ بات اس عاجز نے سُنی تھی۔ اوائل ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۱ھ میں آپ کوئٹہ سے دلی تشریف لا رہے تھے دو دن لاہور میں قیام ہوا۔ آپ شالامار باغ تشریف لے گئے۔ یہ عاجز اور معالج چشم حکیم محمد شفیع دہلوی اور میاں قمر الدین اچھرہ کے اور ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری آپ کے ساتھ تھے۔ باغ میں ایک حوض کے کنارے آپ بنچ پر بیٹھ گئے۔ آپ کے مبارک سر پر سفید ٹوپی اور تن پر چھوٹا کرتہ تھا۔ میاں قمر الدین، حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔ اسی دوران میں ایک سفید ریش جن کی عمر غالباً نوے سال کی ہوگی، آئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے آپ کی طرف دیکھا اور نہایت محبّت سے آپ کے مبارک سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ سائیں اللہ تم کو خوش رکھے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ قمر الدین و اشفاق محمد و حکیم محمد شفیع تعجب کے ساتھ اُن بڑے میاں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ عاجز برادر طریقت مُلّا خیر اللہ کے خیال کو ظاہری شکل میں دیکھ رہا تھا۔

کوئٹہ میں پہلے ہی سال آپ سے کافی افراد بیعت ہوئے۔ جب آپ دہلی تشریف لانے لگے تو انھوں نے آپ سے کہا کہ فالتو سامان آپ چھوڑ دیں اور آپ اپنی آمد سے پہلے خبر دیں ہم یہاں مکان کرایہ پر لے لیا کریں گے۔

ولادتِ حضرت بلال

جب آپ کوئٹہ سے دہلی تشریف لائے تو آٹھ صاحبزادیوں کے بعد (تین پہلی اہلیہ محترمہ سے اور پانچ حضرت والدہ صاحبہ سے) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو فرزند ارجمند شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۲۰ء میں عنایت کیا۔ یہ خبر افغانستان اور بلوچستان میں بجلی کی طرح پھیلی اور وہاں کے مخلصین نے خوشی میں صدہا دُنبے ذبح کرکے لوگوں کو کھانا کھلایا۔ حاجی عبد الحکیم دفتانی جو کہ آپ کے جاں نثار مرید اور صاحبِ نسبت تھے اس

وقت دہلی میں موجود تھے۔ آپ باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو فرزند عنایت کیا ہے۔ صاف باطن حاجی عبدالحکیم دفتانی نے آپ سے کہا کہ عبدالرحمٰن نام تجویز فرمائیں چونکہ آپ کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔ اس مناسبت سے انھوں نے عبدالرحمٰن تجویز کیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ ہم نے حضرت بلالؓ مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر حضرت بلال نام رکھا۔

آپ نے بر روز سہ شنبہ دوم رمضان ۱۳۱۸ھ بمبئی کے عبداللہ عمر کو خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

"ہمارے حضرت ابوبکر کے ایک غلام تھے ان کا نام بلال تھا۔ وہ بڑے مرتبہ کے تھے ہمارے دادا حضرت عمر فرماتے ہیں۔ ابوبکر سیدُنا واعتق سیدَنا۔ یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلال کو۔ بہ نیتِ تحصیل برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسولِ مقبول کی زبان پر نام بلال جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔"

ایک شاعر اور ابنِ عمرؓ

آپ نے ایک کارڈ پر لکھا ہے "مَدَحَ شَاعِرٌ. عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَابْنَهٗ بِلَالًا فقال۔ وَبِلَالُ عَبْدِاللّٰهِ خَيْرُ بِلَالٍ۔ فَغَضِبَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وقال كَذَبْتَ۔ بَلْ۔ بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ خَيْرُ بِلَالٍ۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَحِمَهُمْ قَدْ عَرَفُوا الحَقَّ لِاَهْلِهٖ وَاَذْعَنُوْا لَهٗ۔"

یعنی ایک شاعر نے عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور ان کے فرزند بلال کی مدح میں اشعار کہے جب شاعر نے یہ مصرع پڑھا جس کا ترجمہ ہے کہ عبداللہ کے بلال بہتر بلال ہیں۔ تو عبداللہ بن عمر نے غضب ناک ہو کر فرمایا۔ تم نے غلط بات کہی، بلکہ رسول اللہ کے بلال بہتر بلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انھوں نے اہلِ حق کے حق کو پہچانا اور اس کا اعتراف کیا۔

آپ کے دو شعر

اور آپ نے ایک پرچہ پر عربی کے یہ دو شعر تحریر فرمائے ہیں

بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِیْ مِنْهُ ذِمَّةٌ بِاَنِّیْ اُدْعٰی فِی الْوَرٰی بِاسْمِهِ الشَّائِق

بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ یَا سَیِّدَ الصَّحْبِ سَمِیُّكَ اَرْجُوْ اَنْ تَفِیْضَ عَلٰی قَلْبِیْ

ان تفیض علی کا نسخہ ان تنور لی، تحریر فرمایا ہے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعر آپ کے ہیں۔ ترجمہ:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال پر میرا یہ ذمہ ہے یعنی حرمت اور حق ہے کہ میں اُن کے مبارک نام سے مخلوق میں پکارا جاتا ہوں۔

۲۔ اے رسول اللہ کے بلال۔ اے سیدِ اصحاب۔ میں آپ کا ہمنام ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ

میرے قلب پر فیضان فرمائیں، یا میرے قلب کو منور فرمائیں۔

گلستان جانا اور مُلّا عبدالحمید کا واقعہ

گلستان پشین کا ایک بڑا گاؤں ہے۔ کوئٹہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں کے خان جلال خاں آپ سے بیعت ہوئے۔ جلال خاں کو آپ سے نہایت محبت و اخلاص تھا۔ افسوس یہ ہے کہ چند سال بعد جوانی میں رحلت کر گئے۔ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں وہ آپ کو چالیس دن کے واسطے گلستان لے گئے۔ بلوچستان میں پشین کا علاقہ اہلِ علم کا علاقہ تھا۔ ہر گاؤں میں ایک اچھا عالم ہوتا تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے اس علاقہ کے علماء آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ کے مخلصین میں جو افراد اصحابِ جذب تھے وہ نماز میں آہ و بکا کرتے تھے۔ کوئی اپنے ہاتھ اور بدن کو بے اختیاری کے عالم میں ہلاتا تھا۔ اس سلسلہ میں علماء نے کچھ بحث کی۔ اس علاقہ کے ضعیف العمر جید عالم مُلّا عبدالحمید آخوندزادہ تھے۔ تمام علماء اُن کا احترام کرتے تھے۔ وہ سب کے استاد یا استاد الاستاد تھے۔ آخوندزادہ صاحب آپ کے پاس آئے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آخوندزادہ صاحب کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز میں نعرے لگاتے ہیں یا حرکت کرتے ہیں اُن کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بات سُنی اور تھوڑی دیر تک مراقب رہے۔ پھر آپ نے سر اُٹھا کر آخوندزادہ صاحب سے صرف اس قدر فرمایا: "اے عزیز حلاوتِ ایمان نہ چشیدہ ئی۔" یعنی اے عزیز ایمان کی حلاوت سے بے بہرہ ہو۔

علم حجابِ اکبر بھی ہے

سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ آپ کی اِس ایک بات نے مُلّا صاحب پر حقیقت واضح کر دی۔ علماء کے لئے علم حجابِ اکبر بھی بنتا ہے۔ اسی حجاب نے ابلیس کو راندۂ درگاہ بنایا۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں قدس اللہ سرہ و نور ضریحہ اپنے خلیفۂ اجل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ کو تحریر فرماتے ہیں[1]

برادرم عجب کارے است کہ ہر واحد از مردم پانی پت لبریز شکایت می آید معلوم نیست چہ عمل از شما واقع می شود۔ اگر راستی و دیانتِ شما باعث آزار مردم است ازاں راستی بگزرید و خود را فضیحت نہ کنید برائے حفظ حرمت بتاویل ہم خاطر مردم را مرعی دارید کہ طریقہ و پیران طریقہ بدنام می شوند و ایں معنی نتیجہ خوب ندارد۔ و انہماک در امور دنیا و منصبِ قضا بلائے است کہ راحت و حرمت شما را برباد دادہ۔ خدا حافظ آخرت است۔ نفسِ علماء افعال خود بہ زور قوتِ علم مزین در نظر خود می دارد و متصدی جواب

---

[1] آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ خط اس عاجز کے پاس محفوظ ہے۔ عبدالرزاق قریشی صاحب نے آپ کے مکاتیب شریفہ کو علوی بک ڈپو، محمد علی روڈ بمبئی ۳ سے طبع کرایا ہے۔ اس میں ص۱۶۰ کو دیکھا جائے۔

می شود۔ عند الحساب مشکل خواہد شد۔ الخ

حضرت موسیٰ علیہ السلام تابِ تجلی نہ لاسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَخَرَّ مُوسیٰ صَعِقًا۔ اور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم خلوت خانۂ قاب قوسین او ادنیٰ میں مشرف بہ دیدار و کلام ہوئے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات   تو عین ذات می نگری در تبسمی

(صفات کے ایک سایہ سے موسیٰ بیہوش ہو گئے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے عین ذات کا مشاہدہ کیا)

آخوندزادہ صاحب پر آپ کے کلام نے ایسا اثر کیا کہ پھر جب تک وہ حیات رہے یہ بات زبان پر نہ لائے۔

دہلی میں جناب مفتی کفایت اللہ صاحب سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک صاحب نماز پڑھا رہے تھے۔ اور ان کے پیچھے جو لوگ کھڑے تھے وہ رو رہے تھے اور ان میں سے کوئی اللہ کا نعرہ لگاتا تھا۔ ان کی نماز ہوئی یا نہیں۔ مفتی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ نماز کون پڑھا رہا تھا اور مقتدی کون تھے۔ سائل نے کہا نماز حضرت شاہ ابوالخیر پڑھا رہے تھے اور ان کے مرید مقتدی تھے اور وہ سورۂ والشمس پڑھ رہے تھے۔ مفتی صاحب نے جواب دیا "کفایت اللہ کس طرح کہہ دے کہ نماز نہیں ہوئی یہ تو عشق و محبت کی بات ہے"۔ مفتی صاحب نے یہ بات چند افراد کے سامنے کہی تھی۔ عبدالحمید نے بھی یہ بات سُنی اور اس عاجز سے بیان کی۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ کسی امر میں اختلاف کا ہونا مذموم نہیں بلکہ شانِ علم اور وسیلۂ رحمت ہے۔ البتہ یہ سمجھ لینا کہ جو کچھ اپنی سمجھ میں آیا ہے وہی حق ہے اور دوسروں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ اِسی پندار کو علم کا حجابِ اکبر کہا گیا ہے۔

خواجہ پندارد کہ مردِ واصل است   حاصلِ خواجہ بہ جز پندار نیست

(جناب خیال کرتے ہیں کہ پہنچا ہوا انسان ہوں۔ جناب کا یہ محض خیال ہے)

اِسی پندار نے تفسیق، تضلیل، تکفیر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔

آں کس کہ بداند و بداند کہ نہ داند   اسپِ طلبِ خویش بہ افلاک جہاند

واں کس کہ نداند و بداند کہ بداند   در جہلِ مُرکّب اَبدُالدّہر بماند

(جو شخص کہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا۔ اپنی طلب کا گھوڑا آسمانوں پر دوڑا دیتا ہے۔ اور جو شخص نہیں جانتا اور سمجھتا ہے کہ جانتا ہوں۔ وہ قیامت تک جہلِ مرکب میں مبتلا رہیگا)

میر محبوب علی خاں نظام حیدرآباد دکن کی آمد

میر محبوب علی خاں نظام حیدر آباد دکن کی آمد دہلی میں تاجپوشی کے دربار کے سلسلے میں ہوئی جو کہ یکم شوال ۱۳۲۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو ہوئی۔ اس موقع پر نواب صاحب مع فرزند ذیشان علی خاں آپ سے ملاقات کے لئے خانقاہ شریف میں آئے۔ اس عاجز سے ایسے چند افراد نے اس آمد کی تفصیل بیان کی ہے جو کہ اس موقع پر موجود تھے۔ ان لوگوں کا بیان اس طرح پر ہے۔

"خانقاہ شریف کے دروازے پر پٹھان بیٹھے تھے۔ نواب صاحب کی سواری آئی۔ ایک انگریز افسر بھی ساتھ تھا۔ اس کے اردلی نے پٹھان سے کہا کہ نواب صاحب آئے ہیں۔ پٹھان نے اطلاع کی۔ انگریز افسر دروازے پر رہا۔ نواب صاحب اور ان کے بیٹے اندر داخل ہوئے۔ دو تین آدمی نواب صاحب کے پیچھے تھے۔ نواب صاحب آپ سے مل کر باہر آئے تو انھوں نے ایک لاکھ روپے کی اشرفیاں چاندی کی تھالیوں میں بطور نذر پیش کیں۔ آپ نے فرمایا۔ نواب صاحب سے ہمارا سلام کہدو۔ ہم نے اُن سے ملاقات کرلی۔ اس نذر کی ہم کو ضرورت نہیں ہے۔ ہم ان کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ نذر کی تھالیاں اسی وقت لوٹا دی گئیں"

ایک دن آپ نے اس عاجز سے نواب صاحب حیدرآباد کے آنے کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔

"ہماری داڑھ میں تکلیف تھی۔ ہم مسجد شریف میں باہر کے دالان کے وسط میں جنوب کی طرف مُنہ کئے بیٹھے تھے کہ نواب صاحب آئے۔ ان کے ساتھ اُن کے بیٹے بھی تھے۔ وہ جس وقت دالان کے جنوبی سرے پر پہنچے باہر کے صحن میں جھک کر تین مرتبہ دونوں ہاتھ سے فرشی سلام کیا۔ اور پھر دالان کے سرے پر بیٹھ گئے (تقریباً سو فٹ کے فاصلہ پر) انھوں نے خیریت دریافت کی میں نے کہا۔ اللہ کا فضل ہے۔ خیریت سے ہوں۔ اور پھر میں نے ان کی خیریت دریافت کی۔ تقریباً ۵ منٹ بیٹھے اور پھر تین مرتبہ فرشی سلام کرکے چلے گئے"

آپ نے نذر کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ عاجز کہتا ہے۔ نواب صاحب صرف اس خیال سے آپ کے پاس آئے کہ اُن کے خیال میں آپ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے تھے۔ اور آپ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ نواب صاحب کو اس کا اجر ملے گا اور کیا عجب ہے کہ یہی عمل ان کی بخشش کا سامان ہو جائے۔ حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ خوش نصیب ہے وہ بندہ کہ اس کا کوئی عمل مقبولِ بارگاہِ کبریا ہو جائے۔

دُو صاحبزادیوں عثمانی وحیدری کی وفات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوائلِ محرم ۱۳۲۱ھ میں ایک صاحبزادی عنایت کی۔ آپ نے اُن کا عثمانی نام رکھا۔ وہ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۰۳ء ایک ہفتہ بیمار رہ کر رحلت کر گئیں۔ کوئٹہ شہر سے جہتِ غرب چمن کو جانے والے راستہ پر "شیخ ماندہ" اسٹیشن سے قریب ان کی تدفین ہوئی۔ یہ جگہ مُلا عبدالرشید مُلا عبدالحلیم آخوندزادے کے گھر کے قریب ہے۔ پھر اوائلِ شعبان ۱۳۲۱ھ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اور صاحبزادی عنایت کی۔ آپ نے حیدری نام رکھا۔ اور وہ بھی گرمیوں کے موسم میں جب کہ آپ کوئٹہ میں تھے۔ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں رحلت کر گئیں اور اپنی بہن عثمانی کے پہلو میں آرام فرما ہوئیں۔

عثمانی اور حیدری کی قبریں ریل کی لائن اور سڑک کے شمال کی طرف ہیں۔ آپ جمعہ کی نماز کے بعد وہاں جایا کرتے تھے اور دو تین گھنٹے بیٹھتے تھے۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ اور دو بڑی صاحبزادیاں ساتھ ہوا کرتی تھیں۔ اِس لئے مُلا عبدالرشید اور مُلا عبدالحلیم نے تقریباً تیس فٹ لمبی تیس فٹ چوڑی چہار دیواری بنوا دی تھی۔ راستہ شمال کی طرف سے رکھا تھا۔ آپ وہاں آنکھیں بند کرکے اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ بھی یادِ الٰہی میں اور مراقبہ میں مصروف رہتی تھیں۔

میر اعظم خاں

خانِ قلات خداداد خاں کے بڑے بیٹے خان محمود خاں نے انگریزوں سے سازش کرکے بلوچستان کی ریاست انگریزوں کی حمایت میں دے دی۔ اور اپنے والد اور ایک بھائی میر اعظم خاں کو نظر بند کرا دیا۔ میر اعظم خاں کی کوٹھی اس راستہ پر واقع تھی جو کوئٹہ سے چمن کو جاتا تھا۔ اور عثمانی وحیدری کے مزار سے تقریباً آدھ میل پہلے تھی۔ ان کو علم تھا کہ آپ جمعہ کے دن مزارات پر جاتے ہیں اور پھر تقریباً تین گھنٹے کے بعد مراجعت فرماتے ہیں۔ وہ ان کے بیٹے اور دیگر افراد کوٹھی سے متصل کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے اور آپ کی سواری کے منتظر رہا کرتے تھے۔ جب آپ کی سواری قریب پہنچتی تھی وہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب تک آپ کی سواری خاصی آگے نہ چلی جاتی تھی ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ سالہا سال اُن کا یہ معمول رہا۔ وہ اور ان کے دُو بڑے بیٹے اکرم خاں اور اللہ یار خاں بہت عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے۔ اگر کہیں ان کو آپ کی سواری نظر آجاتی تھی، فوراً گھوڑوں پر سے اُتر کر ہاتھ سینہ پر رکھ کر سر جھکا کر سلام عرض کرتے تھے اور جب تک آپ کی سواری گزر نہ جاتی تھی اسی حالت میں کھڑے رہتے تھے۔ ایک دن جب آپ مزارات پر جا رہے تھے اور میر اعظم خاں حسبِ معمول اپنے فرزندوں کے ساتھ اپنی کوٹھی سے

متصل دست بستہ کھڑے تھے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے کہا۔ دیکھئے حضرت! وہ اعظم خاں کھڑے ہیں۔ آپ نے مظفر کوچوان سے بگھی روکنے کو کہا۔ جب آپ کی بگھی رُکی اعظم خاں، ان کے بیٹے اور ملازم دوڑے ہوئے آئے اور آپ کی دست بوسی سے مشرف ہوئے۔ یہ سالہا سال کے بعد پہلا موقع تھا کہ انھوں نے آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر انھوں نے نہایت ادب سے کہا کہ آپ اس عاجز کے گھر تشریف لے چلیں۔ آپ نے اُن کی خوشی پوری کی اور اس دن دو تین گھنٹے وہاں ٹھہرے۔

اپنے بھائی کے مرنے کے بعد اعظم خان میر قلات ہو گئے تھے۔ دو چار سال نوابی کی پھر رحلت کر گئے ان کے بعد اللہ یار خان میر قلات ہو گئے اور غالباً اب تک حیات ہیں۔

امیر حبیب اللہ خان شاہِ افغانستان

امیر حبیب اللہ خان وائسرائے کی دعوت پر ۱۹۰۷ء میں دہلی آئے تھے۔ دہلی میں ان کے سفیر سردار محمد اسماعیل خان تھے۔ انھوں نے ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء کو اپنے سفیر محمد اسماعیل خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ مجھ کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے سفیر صاحب سے فرمایا "امیر صاحب کو ہمارا سلام کہدو اور ہماری طرف سے یہ بات کہہ دینا مقصود و غایتِ آمدِ شما بہ دہلی ملاقاتِ فقیر نہ بود۔ لہٰذا برائے کارے کہ آمدہ اند آں را با اہتمام رسانند۔ فقیر برائے ایشاں دعائے خیر می کند۔ البتہ اگر از کابل بہ نیتِ ملاقات فقیر می آمدند۔ فقیر ملاقات می کرد" آپ کے دہلی آنے کی غرض و غایت میری ملاقات نہ تھی۔ لہٰذا جس کام کے واسطے آپ آئے ہیں اس کو پورا کریں۔ میں آپ کے واسطے دُعائے خیر کرتا ہوں۔ البتہ اگر آپ کابل سے اس فقیر کی ملاقات کی نیت سے آتے تو یہ فقیر آپ سے ملاقات کرتا" سفیر محمد اسماعیل خان ۷ ذی الحجہ مطابق ۲۲ جنوری کو پھر امیر صاحب کا پیام لائے کہ آپ میرا ہدیہ قبول فرمالیں۔ آپ نے عذر کرتے ہوئے فرمایا "اللہ کے فضل و کرم سے مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے امیر ہیں۔ اسلام کی خدمت کریں یہی میرا تحفہ ہے۔"

سکھر کا قیام

۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء سے آپ موسم گرما میں کوئٹہ تشریف لے جاتے تھے اور چھ مہینے وہاں قیام رہتا تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں جب آپ کا قصد دلّی آنے کا ہوا تو منشی نتّے خاں اور حکیم اجمل خاں نے آپ کو صلاح دی کہ دلّی کا موسم اچھا نہیں ہے ابھی آپ تشریف نہ لائیں۔ کوئٹہ میں سردی زیادہ ہو گئی۔ برادرِ خورد کی عمر آٹھ ماہ کی اور یہ عاجز دو سال کا اور ہمشیرہ خورد ساڑھے تین سال کی تھیں۔ لہٰذا آپ نے سردار محمد علی خان محمد زی سے فرمایا کہ سکھر میں کوئی جگہ کرایہ پر لیں۔ کیونکہ سردار صاحب سردیوں میں سکھر میں رہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک کوٹھی لب دریا جانبِ

روپے ماہوار کرایہ پر دو ماہ کے واسطے لی۔ آپ شنبہ ۱۲ شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۸ء کوئٹہ سے روانہ ہوئے اور یکشنبہ کو صبح صادق کے وقت سکھر پہنچ گئے۔ آپ کو کوٹھی اور اس کا محل وقوع پسند آیا۔ آپ نے سکھر سے غلام رضا کو دلّی خط لکھا ہے۔ اِس خط سے دن اور تاریخ کا پتہ چلا ہے۔ اس میں تحریر فرمایا ہے: "یہ شہر ملک سندھ کا برلبِ دریا واقع ہے۔ چالیس روپے ماہوار پر ایک عمدہ بنگلہ کرایہ پر لیا ہے۔ یہاں بیماری سے بھی امن ہے اور سردی سے بھی امن ہے۔" دلّی کی خانقاہ شریف کی حفاظت و خدمت طیّب خاں کرتے تھے۔ چونکہ اکتوبر میں اُن کو جانا تھا اس لئے آپنے حاجی مُلّا احمد خاں کو دلّی بھیج دیا اور پھر مُلّا احمد خاں کو خط لکھا کہ "سید نعمت علی و سید معشوق علی اور سردد کو وظیفہ بتا دو اور اُن سے وظیفہ کروایا کرو۔" آپ سکھر سے دلّی کو ذی القعدہ کے اواخر میں تشریف لے گئے۔

کوئٹہ میں مکان

کوئٹہ میں آپ کا قیام کرایہ کے مکانوں میں رہتا تھا۔ جس مکان میں ۱۳۲۶ھ سے آپ کا قیام تھا، اتفاق سے وہ فروخت ہو رہا تھا۔ آپ نے ۲۷ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۱۰ء کو وہ مکان خرید لیا۔ جس وقت آپ نے اس مکان کو خریدا تھا وہ شہر سے باہر کھیتوں میں تھا اور اب وسط شہر میں آگیا ہے۔ اس مکان سے متصل تیس فٹ چوڑی سڑک شمالاً جنوباً نکلی ہے۔ پہلے اس کا نام "پیر ابوالخیر روڈ" تھا اور اب "شارع پیر ابوالخیر" کا بورڈ دونوں طرف لگا ہوا ہے۔

میرٹھ کا قیام

آپ رجب ۱۳۲۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۱ء میں کوئٹہ سے دلّی تشریف لائے یہاں دربار ۱۹۱۱ء کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا: "دربار کے موقع پر دلّی میں اہلِ دنیا کا اجتماع ہوتا ہے اور وہ آکر ہم کو ستاتے ہیں۔ لہٰذا چند ماہ کے واسطے ہمارا کسی دوسری جگہ جانا مناسب ہے۔" میرٹھ کے مخلصین حاضر تھے۔ انھوں نے میرٹھ صدر میں ویسٹنڈ روڈ پر حیدر شاہ کی کوٹھی ۳۰ تیس روپے ماہوار کرایہ پر لی اور آپ میرٹھ تشریف لے گئے۔

عصر کی تفریح

آپ کا معمول تھا کہ عصر کو تفریح کے واسطے آبادی سے دُور تشریف لے جاتے تھے اور وہاں تنہائی میں تین گھنٹے اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے تھے۔ ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی۔ آنکھیں بند کئے قبلہ رُو بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کے پاس ایک جوہری پان کی ڈبیہ اور صراحی ہوتی تھی۔ ہم بچے آپ سے کچھ فاصلہ پر کھیلتے رہتے تھے۔ ایک پٹھان ساتھ ہوتا تھا۔ وہ خیال رکھتا تھا کہ کوئی آپ کے پاس نہ جائے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ہمارے شور سے یا ہماری گیند سے آپ آنکھیں کھولتے۔ اس وقت آپ کی آنکھیں سرخ ہوا کرتی تھیں لیکن کبھی آپ نے ہم سے کچھ نہ فرمایا۔

ایک مرتبہ دلی کے روشن آرا باغ میں بھاری فٹ بال آپ کی پیٹھ پر زور سے لگی۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا: بچو! خیال کرو۔ اگر مخلصین میں سے کوئی پہنچ جاتا تھا تو وہ نہایت خاموشی سے دس پندرہ گز کے فاصلہ پر بیٹھ جاتا تھا۔ اس کا رُوئے باطن آپ کا خیالِ مبارک اور آپ کی توجہ بحضرت لا تعینؐ وحضرتِ اطلاق جلّ مجدہٗ۔ دلی کے روشن آرا باغ میں دو سال تک برابر مفتی مظہر اللہ صاحب آیا کرتے تھے اور یادِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جو بھی اس وقت حاضر ہوتا تھا کچھ دیر کے لئے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا تھا۔

۱۔ اے ز دردت خستگاں را بوئے درماں آمدہ — یادِ تو مر عاشقاں را راحت جاں آمدہ

۲۔ صد ہزاراں ہمچو موسیٰ ہست در ہر گوشۂ — ربِّ ارنی گو شدہ دیدار جویاں آمدہ

۳۔ سینہا بینم ز سوزِ ہجر تو بریاں شدہ — دیدہا بینم ز دردِ عشق گریاں آمدہ

۱۔ شکستہ دلوں کو تیرے درد سے علاج کی خوشبو آتی ہے۔ تیری یاد عاشقوں کے لئے جان کی راحت ہے۔
۲۔ ہر گوشہ میں لاکھوں حضرت موسیٰ کی طرح ہیں جو کہتے ہیں اے خدا ہمیں دیدار کرادے اور دیدار کے جویاں ہیں۔
۳۔ تیرے ہجر میں بہت سے سینے چاک ہوئے دیکھتا ہوں۔ بہت سی آنکھیں دردِ عشق سے رونے والی ہیں۔

حافظ عبد الکریم میرٹھی

حافظ عبد الکریم ساکن لال کرتی میرٹھ محدّث دار الہجرہ حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ ان کے صاحبزادے شیخ وحید الدین شیخ بشیر الدین کو آپ سے غایت درجہ محبت واخلاص تھا۔ جب آپ میرٹھ تشریف لے گئے یہ دونوں بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے کہا۔ ہم کچھ اور خدمت آپ کی نہیں کرسکتے۔ البتہ یہ خواہش ہے کہ جب تک آپ کا قیام میرٹھ میں رہے عصر کو ہماری بگھی آپ کی خدمت میں آیا کرے۔ آپ نے اس کو منظور فرمایا اور جب تک میرٹھ میں قیام رہا ان کی بگھی میں تفریح کے واسطے تشریف لے جاتے۔ آپ میرٹھ میں معظم علی شاہ کے باغ تشریف لے جاتے تھے۔ اور سردیوں میں عصر کی نماز پڑھ کر اور گلابی موسم میں مغرب کی نماز پڑھ کر مراجعت فرماتے تھے۔ واپسی میں آپ لال کرتی کی طرف سے آتے تھے۔ لال کرتی میں تھوڑی دیر بیٹھتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوتے تھے۔ صدر بازار میرٹھ کے مخلصین میں سے چند افراد وہاں پہنچ جایا کرتے تھے اور نماز کا لطف حاصل کرتے تھے۔ شیخ وحید الدین اور شیخ بشیر الدین آپ کے واسطے ایک آرام کرسی رکھا کرتے تھے اور جب آپ اس پر بیٹھ جاتے تھے تو دونوں برادران اور صدر بازار کے مخلصین تھوڑی دیر آپ کے پاؤں بھی دباتے تھے۔

سیّد احمد شاہ قصوری کی آمد

سیّد احمد شاہ قصوری آپ سے بیعت تھے۔ ان کے بڑے بھائی سید محمد شاہ اپنے نانا جناب عبدالرسول کے جانشین تھے چونکہ ان کی خوردسالی میں ان کے نانا کی وفات ہو گئی تھی۔ انھوں نے سلوک مجددیہ آپ سے حاصل کیا۔ چند سال تک آپ کی خدمت میں آتے رہے اور ہمیشہ چالیس دن تک آپ کے حلقہ میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ سید احمد شاہ اپنے ساتھ دو تین افراد کو بھی لاتے تھے۔ ان میں سے ایک پیر سید گلاب شاہ تحصیل دار ریواڑی بھی تھے جو کہ مولوی غلام دستگیر قصوری مؤلف رسالہ تقدیس الوکیل کے حامیوں میں سے تھے۔ سید احمد شاہ اپنے بڑے فرزند سید رؤف احمد شاہ کے واسطے بڑی بشیر صاحبہ صدیقی رحمہا اللہ کو طلب کرنے آئے تھے۔ میرٹھ میں چار پانچ دن ان کا قیام رہا۔ ان کی طلب کے سلسلہ میں آپ نے دلی سے چند مخلصین کو بلایا تھا۔ چنانچہ آپ نے مخلصین سے مشورہ کرلے کے بعد سید احمد شاہ کی طلب منظور فرمالی۔

جناب مولانا محمود الحسن

میرٹھ میں جن دنوں سیّد احمد شاہ قصوری مع رفقاء اور دلی کے مخلصین آئے ہوئے تھے۔ ایک دن صبح کو جناب مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی آپ سے ملنے تشریف لائے۔ آپ اُن سے نہایت محبت سے ملے۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ دونوں حضرات کی نہایت پر لطف ملاقات رہی۔ مولوی صاحب نے آخر میں آپ سے جلسۂ موتمر انصار کا ذکر فرمایا جو کہ اس دن عصر کو آپ کی کوٹھی کے پاس منعقد ہو رہا تھا۔ اور خواہش ظاہر فرمائی کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں۔ آپ نے اُن کی بات سنی اور خاموشی اختیار فرمائی۔ مولوی صاحب آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور آپنے انکو بہ محبت و احترام رخصت کیا۔

تفریح اور جلسہ

حسبِ معمول آپ عصر کو تفریح کے واسطے روانہ ہوئے۔ قصور کے مہمانوں اور دلی کے مخلصین کے واسطے مزید دو سواریوں کا بندوبست تھا۔ موتمر انصار کا جلسہ ہو رہا تھا۔ مقررین کے واسطے جو جگہ بنائی تھی وہ راستہ کے قریب تھی۔ آپ نے راستہ پر بگھی رکوائی اور بگھی میں بیٹھے بیٹھے غالباً آدھ گھنٹہ تقریر سنی اور پھر معظم علی شاہ کے باغ کو روانہ ہوئے۔

مولانا اشرف علی اور مولانا حافظ احمد

موتمر انصار کے جلسہ میں مولانا اشرف علی اور مولانا حافظ احمد موجود تھے۔ ان دونوں صاحبان نے آپ کو دُور سے دیکھا اور ان کو معلوم ہوا کہ آج صبح مولانا محمود الحسن سے بھی آپ کی پُرتپاک ملاقات ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بین العشائین آپ شیخ وحید الدین و بشیر الدین کی کوٹھی کو جاتے ہیں۔ اور

وہاں تھوڑی دیر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں صاحبان آپ سے ملاقات کرنے کے واسطے لال کرتی تشریف لائے۔ شیخ وحیدالدین وبشیرالدین آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ لہٰذا انھوں نے اِن دونوں صاحبان کو آپ کی نشست گاہ کے علاوہ دوسری جگہ بٹھایا۔ آپ اپنے وقت پر پہنچے اور آرام کرسی پر رونق فرز ہوئے۔ دونوں بھائی فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حسب معمول انھوں نے اور صدر بازار کے آئے ہوئے مخلصین نے آپ کو دبانا شروع کیا۔ دو چار منٹ گزرنے پر شیخ وحیدالدین نے مولانا صاحب اور حافظ صاحب کی آمد سے مطلع کیا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔ ہاں اُن کو بُلاؤ ہم اُن سے ملیں گے۔ چنانچہ دونوں صاحبان تشریف لائے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا ہم کو سہارا دو۔ چنانچہ سہارا لے کر آپ کھڑے ہوئے اور دونوں سے بہ محبت ملے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے اُن کے پدر بزرگوار کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے خانقاہ شریف میں حضرت شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی ہے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے اُستاد کا اور ان کی جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ خانقاہ شریف کے دروازے کے باہر جوتی اُتار دیا کرتے تھے اور خانقاہ شریف میں برہنہ پا داخل ہوتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں ہمارے حضرت والد ماجد علیل تھے۔ حلقہ اور توجہ کی خدمت ہمارے سپرد تھی۔ ایک دن جب حلقہ سے فارغ ہوا تو مولوی قاسم صاحب مجھ سے ملے اور حضرت والد کی خیریت دریافت کی۔ میں نے ان کی علالت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور میرے ساتھ گھر کو روانہ ہوئے۔ چلتے وقت مخلصین میں سے ایک شخص نے حسب معمول سجادہ اُٹھایا۔ مولوی صاحب نے کہا۔ یہ خدمت آج مجھ کو ملنی چاہیئے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے سجادہ اُٹھایا اور میرے ساتھ مکان پر آئے۔ حضرت والد بہ وجہ علالت و ناتوانی لیٹے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر آپ نے بیٹھنا چاہا۔ لیکن مولوی صاحب نے بہت اصرار سے روکا اور پھر بڑی محبت سے آپ کو دبانے لگے۔ اور آخر میں آپ سے کہا۔ حضرت ہندوستان میں دو دجّال پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اُن کے شر سے محفوظ رکھے۔

مولانا قاسم کا ذکر اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے مولانا قاسم صاحب کی خدمتِ اسلام کا ذکر کیا اور اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا۔ اتفاق سے ان دنوں اخبارات و رسائل میں دارالعلوم کی بدانتظامی وغیرہ کا چرچا ہو رہا تھا اور آپ سے بھی کسی نے اس کا ذکر کیا تھا۔ لہٰذا آپ نے فرمایا۔ ہم نے سُنا ہے کہ مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت اب نہیں کر رہا ہے۔ یہ سُن کر دونوں صاحبان نے کہا۔ حضرت مدرسہ پہلے کی طرح دین کی خدمت کر رہا ہے۔ البتہ بعض مخالفوں

نے ذاتی عناد اور فاسد اغراض کی وجہ سے مدرسہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اخبار غلط خبریں شائع کر رہے ہیں۔

سید گلاب شاہ

یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں ہو رہی تھی اور حاضرین لطف اٹھا رہے تھے۔ پیر سید گلاب شاہ تحصیلدار ریواڑی یہ مکالمہ سن رہے تھے۔ وہ مولانا غلام دستگیر قصوری کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ جنھوں نے ایک مختصر رسالہ طبع کرایا تھا جس میں مولوی اسماعیل اور اُن کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کو جمع کیا گیا تھا۔ یہ رسالہ پیر سید گلاب شاہ کی جیب میں تھا۔ انھوں نے اپنی جیب سے اس رسالہ کو نکال کر حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ حضور دین کی خدمت اس طرح پر کی جا رہی ہے۔ مولوی خلیل احمد نے براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۴۸ پر لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنہیا کے جنم کے ہے۔ اس قبیح تشبیہ کو سُن کر آپ کو نہایت ملال ہوا اور ہونا بھی چاہیئے تھا کہاں حضرت محبوب ذوالجلال کے ذکر مبارک کی محفل اور کہاں ہندوستان کے مشرکوں کا تہوار۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آپ نے فرمایا "افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بُری تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں" پھر آپ نے فرمایا۔ جہاں بھی کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اور حسب احوال اس جگہ کو پاک و صاف کیا جاتا ہے اور زیب و زینت کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ میلاد شریف کی مبارک محفل کے لئے اس سے بھی روکتے ہیں۔ ہم نے سُنا ہے کہ مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں کرتے جو میلاد شریف کرتا ہو یا اس کا حامی ہو" اس موقع پر مولانا اشرف علی نے کہا۔ مولوی خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کریں گے۔ اور بیعت نہ کرنے کی بات دُرست نہیں ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہدی ہے۔ چونکہ آپ سے یہ بات مولوی شمس الدین نے کہی تھی جو کہ صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ اور نماز میں شریک ہونے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا "ارے بھائی جواب دو" یہ سُن کر مولوی شمس الدین نے اس شخص کا نام بتایا جس کو مولوی خلیل احمد صاحب نے مرید کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ شخص میرٹھ کا رہنے والا تھا اور اس وقت زندہ تھا۔ مولوی شمس الدین کا بیان ختم ہوتے ہی پیر سید گلاب شاہ نے مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کے رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ عبارت سُنائی "دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب ہے۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ

جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے ۔" یہ سن کر آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا :" کیا یہی دین کی خدمت ہے ۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پہ تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا ۔" مولوی صاحب نے کہا :" میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے ۔" آپ نے ان سے کہا ۔ " تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے ۔ ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں ۔" اس کے بعد دو چار منٹ خاموشی رہی ۔ اور پھر آپ نے فرمایا :" نماز کا وقت ہو گیا ہے جس کا وضو نہ ہو وضو کرے ۔" اس موقع پر کچھ لوگ اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب بھی اٹھ گئے ۔ آپ نے عشا کی نماز پڑھائی ۔ نماز شروع کرنے سے پہلے جیسا کہ آپ کا معمول تھا ۔ فرمایا " ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے " جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کے متعلق دریافت فرمایا ۔ اس موقع پر شیخ وحید الدین نے آپ سے کہا ۔ حضور یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے ہیں ۔ آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صاحبان سے کچھ دیر اور گفتگو فرماتے ۔ لیکن اُن کے چلے جانے کی وجہ سے نہ مزید گفتگو ہوئی اور نہ پھر کبھی اُن سے ملاقات ہوئی ۔

اس ملاقات کے وقت دونوں میزبان اور قصور کے مہمان اور دلّی سے آئے ہوئے تمام مخلصین تھے جن میں مولوی بخش اللہ بھی تھے اور صدر بازار کے مولوی شمس الدین و حافظ اشفاق الٰہی و حافظ محمد عمر و محمد یاسین اور دو چار افراد موجود تھے ۔ مولوی بخش اللہ کا قاعدہ تھا کہ وہ آپ کے احوال اور اقوال لکھ لیا کرتے تھے ۔ چنانچہ انھوں نے تفصیل کے ساتھ یہ ساری کیفیت لکھ لی تھی ۔ اِس عاجز نے مولوی بخش اللہ کی تحریر پڑھی ہے ۔ اور مولوی شمس الدین اور حافظ اشفاق الٰہی سے بھی اس واقعہ کو بالتفصیل سُنا ہے ۔

رسالۂ بزمِ جمشید وصل بلگرامی نے اپنے پیر مولوی اشرف علی صاحب کے چند اقوال کو جمع کیا ہے اور باغپت کے رئیس جمشید علی خاں کے نام پر اس مجموعہ کا نام ... " بزمِ جمشید " رکھا ہے ۔ اور اس مجموعہ کو " امداد الغربا سہارنپور " نے ۱۳۵۵ھ میں چھاپا ہے ۔ یہ رسالہ ۴۴ صفحے کا تھا اور ۳۴ صفحات کا اضافہ صرف حجم بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے ۔ صفحہ ۴۳ پر وصل نے لکھا ہے :" اسی دوران گفتگو میں دونوں کا خیال ہوتا ہے کہ اس کا حجم کم ہے ۔" اگر وصل نے یہ حکیمانہ قول سُنا ہوتا ۔ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْہٰی تو ہرگز اس خود ساختہ بیان کا اضافہ نہ کرتے ۔ وصل نے اپنے بیان میں نہ " کنہیا جنم " کا ذکر کیا ہے اور نہ حفظ الایمان کی رُسوائے زمانہ عبارت کا ۔ میرٹھ کے واقعہ کے ۲۹ سال بعد اور حضرت سیدی الوالد کی وفات کے ۱۷ سال بعد ۱۳۵۵ھ میں وصل

نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ مولوی بخش اللہ نے ۱۳۴۳ھ میں اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ کے کچھ مبارک احوال لکھے۔ وہ میرٹھ کی ملاقات کے وقت موجود تھے۔ اور انھوں نے اسی رات سارے واقعہ کو لکھ لیا تھا۔ وہ چاہتے تو اپنی کتاب میں اس کو لکھتے لیکن انھوں نے صرف اتنا لکھا ہے: "سُوءِ اتفاق سے حاضرین میں سے کسی نے اس وقت اختلافی مسائل کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور آپ دونوں حضرات اجازت لے کر تشریف لے گئے۔" مولوی بخش اللہ نے اس عاجز سے کہا: "بات گزر گئی ہے۔ اب اس کا ذکر کرنا اختلافات کو بڑھانا ہوگا۔ اس لئے میں ذکر نہیں کرتا۔" جَزَاهُ اللهُ عَلٰی حُسْنِ نِيَّتِهٖ وَرَحْمَةً وَرَضِيَ عَنْهُ۔

بزمِ خیر از زید

وصل کے کارنامہ کی اطلاع اس عاجز کو شعبان ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔ یہ عاجز مجبور ہوا کہ حقیقت کا اظہار کرے۔ کیونکہ ارشادِ نبوی ہے: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (مشکات باب الشفقۃ) یعنی جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی جانب سے مدافعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذمّہ اس کا حق ہو جاتا ہے کہ جہنم کی آگ سے قیامت کے دن اس کی مدافعت کرے۔

اس عاجز نے سہارنپور سے بزمِ جمشید، گھوسی سے تغییر العنوان، بازار سے حفظ الایمان، بسط البنان اور المہند مہیا کی اور ۹۶ صفحے کا رسالہ "بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید" لکھا اور چھپوایا۔ جس میں بہ تفصیل حقیقتِ واقعہ بیان کی گئی ہے۔

مولود کے حامی کو مُرید نہ کرنا

اس سلسلہ میں وصل نے لکھا ہے: "اُن کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے۔" حالانکہ آپ نے جواب میں مولوی شمس الدین کو پیش کر دیا اور انھوں نے حقیقت بیان کر دی اور اس کے شاہد حافظ اشفاق الٰہی بھی موجود تھے۔ اللہ نے سیدی الوالد کی مدد اس طرح کی۔ یہ عاجز کہتا ہے کہ مولانا خلیل احمد کی یہ بات کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ مولانا اشرف علی بھی ان کے ساتھ تھے۔ شیخوپورہ کی مسجد قصائیاں میں چودھری شادی خاں کا ایک روپیہ ہدیہ انھوں نے رد کیا۔ اور چودھری صاحب سے کہا۔ اگر مولوی محمود خاں خلیفہ حضرت لطافت علی قدس سرہٗ کی بیعت توڑ دو تو میں تمہارا ہدیہ لے لیتا ہوں۔ نہ انھوں نے بیعت توڑی۔ (جزاہ اللہ خیر الجزاء) اور نہ مولانا نے ہدیہ قبول کیا۔

آرام کرسی

وصل کو آپ کا آرام کرسی پر بیٹھنا ناگوار گزرا ہے۔ حالانکہ آپ کو عشقِ الٰہی اور محبتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کی بدولت، جو بلند مقام حاصل تھا اس

کی وجہ سے آپ دلوں کے بادشاہ تھے اور گدائی میں شوکت شاہانہ رکھتے تھے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

برسر بر دل شاہم شوکت گدا این است — گرد کوئے معشوقم رتبہ رسا این است

(ایک فقیر کا دبدبہ یہ ہے کہ دل کے تخت پر بادشاہ ہے۔ میرا رتبہ یہ ہے کہ میں معشوق کے کوچہ کی گرد ہوں)
خدا کے فضل و کرم سے آپ از گروہ محبوبان و مُرادان تھے۔ چوبی کرسی کیا شے ہے اگر دل و جان کی کرسی کا وجود ہوتا تو شیخ وحیدالدین اور شیخ بشیرالدین اسی کو پیش کرتے۔ عاجز نے کہا ہے۔

اے بلا گردانِ تو جانم بود — وے فدایت جملہ سامانم بود

در حریم دل فرود آیک نفس — فرش راہت ہر دو چشمانم بود

(میری جان آپ کی مصیبت کو ٹالنے والی ہو جائے۔ میرا تمام سامان آپ پر قربان ہو جائے۔
دل کے حریم پر تھوڑی دیر کے لئے آجایئے۔ میری دونوں آنکھیں آپ کے راستہ کا فرش ہونگی۔)

محقق اور کامل نہ ہونا وصل نے سیدی الوالد کو غیر محقق اور غیر کامل قرار دیا ہے۔ بے شک جو تحقیق اور کمال (کنہیا جنم کا مثل) قرار دینے میں اور (اس میں حضور کی الخ) لکھنے میں ہے، اس سے آپ کوسوں دور تھے۔ آپ کا مسلک "لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ" (کما حقہ اس کی تعریف ممکن نہیں ہے) اور آپ دل و جان سے اس کے قائل تھے۔

۱۔ خدا را در الٰہیت احد خواں — نبی را در عبودیت یکے داں

۲۔ چو حق اندر خدائی فرد و دانا است — نبی در بندگی بے مثل و ہمتا است

۳۔ یقیں داں تاکہ نشناسی خدا را — نہ دانی قدر و جاہِ مصطفےٰ را

۱۔ خدا کو الوہیت کی یکتائی میں پڑھ۔ نبی کو بندگی میں یکتا جان۔
۲۔ جیسا کہ خدا خدائی میں یکتا اور دانا ہے۔ نبی بندگی میں بے مثال ہے۔
۳۔ یقین کرے جب تک تو خدا کو نہ پہچانے گا۔ مصطفےٰ کی قدر و منزلت کو نہ جانے گا۔

تیز روشنی نماز کے سلسلہ میں وصل نے لکھا ہے "ہمارے بزرگ محقق و کامل تھے۔ ان کے انوار مثل تیز روشنی کے قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات اُن کے سامنے ہوں اُن سب پر وہی غالب رہے۔" یہ عاجز چند احادیث لکھتا ہے۔ وصل صاحب پہلے ان کو پڑھ لیں پھر اپنے بزرگ کا ذکر کریں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خدانخواستہ اپنے بزرگ کو بڑھا دیں۔

احادیث شریفہ (۱) مشکوٰۃ کے باب القرأت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے دریافت فرمایا "کیا تم میں سے

کسی نے ابھی نماز میں میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا۔ ایک شخص نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا: اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ۔ یعنی میں بھی کہتا تھا کہ کیا بات ہے جو میری قرارت میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔

(۲) مشکات کے باب الوسوسہ میں مسلم کی روایت ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری قرارت کو شیطان خراب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس شیطان کا نام خنزب ہے۔ جس وقت اس کا تم کو احساس ہو تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ اور بائیں جانب تین مرتبہ تف کر دو۔ راوی نے کہا۔ میں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا۔ اور اللہ نے شیطان کو دور کیا۔

(۳) مشکات کی کتاب الرقاق میں احمد کی روایت عائشہ صدیقہ سے ہے کہ میرے ایک پردے پر پرندوں کی تصویریں تھیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: یَا عَائِشَةُ حَوِّلِیْهِ فَاِنِّیْ اِذَا رَاَیْتُهٗ ذَکَرْتُ الدُّنْیَا۔ یعنی اے عائشہ اس پردے کو پلٹ دو، کیوں کہ جب میں اس کو دیکھتا ہوں مجھ کو دنیا یاد آجاتی ہے۔

(۴) مشکات کے باب الستر میں بخاری کی روایت انس سے ہے کہ عائشہ صدیقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَمِیْطِیْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا یَزَالُ تَصَاوِیْرُهٗ تَعْرِضُ لِیْ فِیْ صَلَاتِیْ۔ یعنی اپنے اس باریک پردے کو میرے پاس سے ہٹاؤ، کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہیں۔

(۵) مشکات کے باب الستر میں بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار کالی چادر میں نماز پڑھی۔ اس کی دھاریوں پر آپ کی ایک نظر پڑی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا۔ میری یہ اچھی چادر لے جاکر ابوجہم کو دیدو (ابوجہم نے آپ کو یہ چادر دی تھی) اور ان کی موٹی کھردری چادر میرے واسطے لے آؤ۔ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ صَلَاتِیْ۔ کیونکہ اس نے نماز میں مجھ کو اس وقت اپنی طرف متوجہ کیا۔ شیخ عبدالحق نے یوں ترجمہ لکھا ہے: "باز داشت مرا از ذوق وحضور نماز" (اس نے رکاوٹ ڈالی میرے ذوق اور حضور نماز میں)

(۶) مشکات کے باب صفۃ الصلاۃ کی فصل ثالث میں احمد کی روایت ابوہریرہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ہم کو پڑھائی۔ ایک شخص نے صفوں کی آخر میں کچھ ایسا عمل کیا جو نماز کے آداب کے خلاف تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے اس شخص کو آواز دی اور اس سے فرمایا اے فلاں تجھ کو خدا کا ڈر نہیں، کیا تو نہیں دیکھتا کہ تو نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ اِنَّکُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ

يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ مِمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى من بين يدى - یعنی تم لوگ خیال کرتے ہوگے کہ جو کچھ تم کررہے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ ہے۔ اللہ کی قسم جس طرح اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیٹھ پیچھے کی چیز کو بھی میں دیکھتا ہوں۔

ابن حجر کی عبارت

مشکات کی مطبوعۂ احمدی دلی ۱۲۷۱ھ کے حاشیہ پر اس مبارک حدیث کے بیان میں ابن حجر کی یہ عبارت لکھی ہے: "اَيْ فِيْ حَالِ الصَّلٰوةِ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْصُلُ لَهٗ فِيْهَا قُوَّةُ الْعَيْنِ بِمَا يُفَاضُ عَلَيْهِ فِيْهَا مِنْ غَايَاتِ الْقُرْبِ وَخَوَارِقِ التَّجَلِّيَاتِ فَيَنْكَشِفُ لَهٗ حَقَائِقُ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ فَيُدْرِكُ مِنْ خَلْفِهٖ كَمَا يُدْرِكُ مِنْ اَمَامِهٖ لِاَنَّهٗ لِبَاهِيًا لِكَمَالِهٖ لَا يَشْغَلُهٗ جَمْعُهٗ عَنْ فِرْقَتِهٖ فَهُوَ وَاِنِ اسْتَغْرَقَ فِيْ عَالَمِ الْغَيْبِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ عَالَمِ الشَّهَادَةِ" یعنی نماز کی حالت میں انتہائے قرب اور ظہور تجلیات کی وجہ سے آپ کی مبارک آنکھوں کی قوت اس حد تک قوی ہو جاتی تھی کہ تمام موجودات کی حقیقتیں اپنی اصلی حالت میں آپ پر ظاہر ہو جاتی تھیں۔ آپ پس پشت کی چیز کو بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی چیز کو دیکھتے تھے۔ چونکہ آپ قرب و حضوری کے اوجِ کمال پر فائز ہوتے تھے۔ اس لئے موجودات کا دیکھنا آپ کی جمعیتِ خاطر کو پراگندہ نہیں کرتا تھا اور نہ کوئی شے اپنی طرف متوجہ کرسکتی تھی۔ آپ اگرچہ عالمِ غیب میں مستغرق ہوتے تھے لیکن آپ سے عالمِ شہادت کی کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔

شیخ عبدالحق کی عبارت

اشعۃ اللمعات میں شیخ دہلوی لکھتے ہیں: "این جا محل عبرت و تذکار است مر عاقل را در تاثیرِ صحبت کہ سیدِ رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ بہ آن مرتبہ و جلالتِ شان در حالتِ قراءتِ قرآن در نماز کہ اعظم حالات و اقربِ اوقات اوست در قربِ حضرتِ رب العالمین از صحبتِ یکے از آحادِ اُمت بہ ترکِ سنن وبعض آدابِ وضو کہ نہ عبادتِ مقصود لذاتہ است متاثر گردد چہ جائے دیگراں کہ بہ مصاحبت و مخالطتِ اہلِ فسق وبدعت گرفتار باشند وشب و روز بہ ایشان باشند" یعنی سمجھ بوجھ رکھنے والے کے لئے یہ حیرت و عبرت کا مقام ہے کہ صحبت میں کیسی تاثیر ہوا کرتی ہے۔ سردارِ انبیاء و مرسلین صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ وعلی جمیع اخوانہ۔ باوجود اس بلند مرتبہ اور جلالتِ شان کے، نماز میں قرآن مجید پڑھنے کے وقت جو کہ حضرت رب العالمین میں قربِ حضوری کا بہترین وقت ہوتا ہے، اپنی امت کے ایک فرد کے بعض سنن اور وضو کے آداب کے چھوڑنے سے جو کہ مقصود لذاتہ عبادت بھی نہیں ہے۔ متاثر ہوئے تو پھر اُن

لوگوں کا کیا ذکر ہے جو کہ فاسقوں اور اہلِ بدعت کی مصاحبت اور مخالطت میں گرفتار ہیں اور دن رات ان کے ساتھ رہتے تھے۔

وصل صاحب ان چھ احادیثِ مبارکہ کو خیال سے پڑھیں اور علامہ ابنِ حجر اور شیخ دہلوی کے بیان کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اُس عبارت کو پڑھیں جو انھوں نے اپنے بزرگوں کی تعریف میں لکھی ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو بعض سنن و آداب کے تارک سے اثر لے رہے ہیں اور وصل اپنے بزرگوں کے متعلق لکھ رہے ہیں "ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات ان کے سامنے جمع ہوں، اُن سب پر وہی غالب رہے" کیا حضرت محبوبِ کبریا کے پاس انوار اور تیز روشنی کی العیاذ باللہ کمی تھی جو آپ نے اثر لیا۔

وصل کے بزرگ

وصل نے اپنے بزرگوں کی تعریف لکھی ہے لیکن نام نہیں لکھا ہے۔ یہ عاجز اتنا جانتا ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب اور وصل صاحب کے بزرگ مولوی اشرف علی صاحب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تھے۔ اور اوّل الذکر دو صاحبان کے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی اور حضرت شاہ عبد الغنی مہاجر و محدّث دار الہجرت تھے۔ وصل صاحب کے پیر اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں چند مہینے رہے ہونگے لیکن حضرت سیدی الوالد کے سترہ اٹھارہ سال تک وہ نہایت مہربان دوست رہے اور جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و عم احسانہ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت سیدی الوالد کو حقیقتِ صلوٰۃ سے کامل نصیب عنایت کر دیا تو حضراتِ گرامی قدر حاجی صاحب، مولانا رحمت اللہ، مولانا سید حبیب الرحمٰن اگر کسی مجلس میں ہوتے تھے اور نماز کا وقت آجاتا تھا تو حضرت سیدی الوالد سے فرماتے تھے کہ نماز پڑھائیں۔

وصل صاحب جو اپنی واعظانہ شان دکھاتے ہوئے حضرت سیدی الوالد کو ناقص ثابت کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے مولوی اشرف علی صاحب کو "ایمان سوز" عبارت پر کیوں ٹوکا۔ آپ نے مولوی صاحب کو صرف یہ دو باتیں کہی ہیں۔ (۱) "کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے، تم نے اس کے خلاف کیوں کیا۔ (۲) تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم تمہارے دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔" ان دو باتوں کے سوا آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ اور آپ نے یہ دونوں باتیں نہایت درست فرمائی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہلوائی ہیں۔ چنانچہ ان کا اثر ہوا، جس کا بیان عنقریب آنے والا ہے۔

کلیاتِ امدادیہ وصل صاحب اگر اپنی اس تحریر سے پہلے جو کر رسالہ کا حجم بڑھانے کے لئے بنائی گئی ہے، اپنے پیر و مرشد کے اُس رسالہ کو دیکھ لیتے جو کہ سن تیرہ سو چودہ میں "کلیاتِ امدادیہ" کے نام سے تھانہ بھون سے چھپا ہے، اس اضافہ کرنے اور رسالہ کا حجم بڑھانے سے یقیناً باز آتے۔ کلیاتِ امدادیہ میں مولوی اشرف علی نے اپنے پیر و مرشد کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں اور مولوی رشید احمد وغیرہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک بدوی نے آکر حضرت حاجی صاحب کو دعوت دی۔ آپ نے اس سے فرمایا: میں اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ سماع بھی ہو۔ بدوی نے آپ کی شرط قبول کی۔ جب آپ بدوی کے گھر تشریف لے جانے لگے تو فرمایا: "جس کی طبیعت چاہے چلے اور جس کی طبیعت نہ چاہے نہ چلے"۔ مولوی اشرف علی نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا اور جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ گیا۔ وہاں کھانے کے بعد نعت خوانی ہوئی اور پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا: "فقیر کا سماع یہ ہے۔ یہ لوگ فقیر سے نفع بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور فقیر کا اتباع بھی نہیں کرتے"۔

کلیاتِ امدادیہ کا یہ نسخہ اس وقت پیشِ نظر نہیں۔ بعد کی طباعتوں میں یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے از روئے حافظہ ہے۔ لہٰذا الفاظ میں فرق آسکتا ہے لیکن مفہوم میں کمی بیشی نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے جو بات سن تیرہ سو بارہ تیرہ یا اس سے کچھ پہلے یا بعد میں اپنے بعض مخلصین کے متعلق فرمائی ہے وہی بات حضرت سیدی الوالد نے میرٹھ میں مولوی اشرف علی صاحب سے کہی ہے، جس پر وصل صاحب چراغ پا ہوئے ہیں۔ کیا وصل صاحب کو معلوم نہیں ہے کہ چودھویں صدی کے اوائل میں مولوی اشرف علی صاحب کانپور میں رہا کرتے تھے اور جب تک حضرت حاجی صاحب حیات رہے، مولوی صاحب نہایت جوش و خروش اور عقیدت کے ساتھ میلاد شریف کرتے تھے اور بڑے ادب اور نیازمندی سے قیام کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں "فیصلہ ہفت مسئلہ" لائے اور اس کو چھپوایا۔ اور پھر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے "کلیاتِ امدادیہ" تالیف کی اور اس کو چھپوایا۔ ان کے پیر بھائیوں نے کہا۔ یہ کتابیں تم نے کیوں چھپوائیں۔ تو انہوں نے کہا۔ پیر و مرشد کے ارشاد کو میں کس طرح ٹالتا۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ میں حضرت حاجی صاحب رحلت فرمائے خلدِ بریں ہوئے۔ اب مولوی صاحب کے واسطے راستہ صاف ہوا۔ اُن پر نئی تحقیق کی راہیں کھل گئیں۔ سب سے پہلے انہوں نے علم غیب کے مسئلہ کو چھیڑا اور رسالہ "حفظ الایمان" لکھ کر بے حساب غلامانِ بارگاہِ رسالت کو ایذا پہنچائی۔ یہ واقعہ ۱۳۱۹ھ کے اوائل کا ہے۔

حفظ الایمان لکھنے کی برکت سے وہ ایسے مقام پر پہنچے کہ اَلْعَظَمَةُ لِلّٰهِ۔ وصل صاحب بزم جمشید کے صفحہ ۳۶ پر اپنے پیر و مرشد کی زبانی اس اعلیٰ مقام کا بیان ان الفاظ سے کر رہے ہیں (دیکھو سطر سات اور آٹھ) "جس طرح حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے نہیں پہچانا، خدا معاف کرے خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا" سردار کل کائنات بِاَنْفُسِنَا هُوَ وَ بِآبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَوْلَادِنَا (ہماری جانیں، باپ، مائیں اور اولاد آپ پر قربان ہو) صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ جل شانہٗ فرما رہا ہے "وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا" (آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے) اور فرما رہا ہے "فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى" بشر تو درکنار ملکِ مقرب تک نہیں جانتا کہ وہ فضلِ عظیم کتنا ہے۔ اور اللہ نے آپ کو کیا وحی کی اور آپ کو کیا کچھ عنایت کیا۔ اور مولوی صاحب نہایت آسانی سے لکھ جاتے ہیں "تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو الخ" یہ ہے "خدا معاف کرے خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا" کا اعلیٰ مقام۔

خواجہ پندارد کہ مردِ واصل است　　　حاصلِ خواجہ بہ جز پندار نیست

(جناب خیال کرتے ہیں خدا رسیدہ ہیں۔ یہ محض جناب کا خیال ہے)

خصائص مبارکہ

یہ عاجز کہتا ہے کہ حضرت محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم از سرتا پا خصائص ہی خصائص ہیں۔ ائمۂ اعلام نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کو اٹھا کر دیکھا جائے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقۂ ادب پر نظر رکھی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے دریافت کرتے تھے "جانتے بھی ہو آج کون سا دن ہے" اور "جانتے بھی ہو یہ کون سا مقام ہے" صحابۂ کرام کو خوب معلوم تھا کہ وہ دن ایامِ تشریق میں سے تھا اور وہ مقام مَشْعَرِ حَرَام تھا۔ لیکن انھوں نے جواب میں کہا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ صحابہ نے اپنی ہمہ دانی کا اظہار نہیں کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے دیکھنے اور آپ کے دیکھنے میں اور ان کے علم اور آپ کے علم میں صرف اِسمی اشتراک ہے۔ ورنہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ　　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(اس کی تعریف ممکن نہیں جو کہ اس کے شایانِ شان ہو قصہ مختصر اللہ کے بعد آپ ہی کی بزرگی ہے)

اور پھر یہ عاجز کہتا ہے بالفرض والتقدیر اگر آپ کی تخصیص نہ بھی ہو تو کیا ادب اس سیاق کا مقتضی ہے۔ کیا کوئی تلمیذ اپنے معلم سے کہے گا۔ آپ نے بھی طالب علمی کی تھی اور میں نے بھی کی ہے۔ یا کوئی مُرید اپنے مُرشد سے کہے گا۔ آپ نے بھی صاحبِ بصیرت بننے کی کوشش کی تھی اور میں نے

بھی کی ہے اور کیا یہ ادب کا طریقہ کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جا بجا آپ کے ادب کرنے کے طریقے ہم کو بتا رہا ہے اور ہم اس کا خیال نہ کریں۔ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو۔)

المہند کسی صاحب نے ۱۳۲۵ھ میں رسالہ المہند لکھا ہے۔ علماء دیوبند کی اُن عبارتوں کو جن پر فریق ثانی کو اختلاف ہے، اس رسالہ میں عربی میں بیان کیا ہے، تاکہ ان کی صحت اور عدم صحت کے متعلق علمائے اسلام کی رائے لی جاسکے۔ عاجز کو نہ ان باتوں سے تعلق ہے اور نہ اس رسالہ کا ذکر کرتا اگر مؤلف بزم جمشید "جادحیت" نہ کرتا۔ لہٰذا، عاجز صرف "حفظ الایمان" کی تعریب اور پھر اس کے ترجمہ کا جائزہ لیتا ہے۔

المہند نے حفظ الایمان کی عبارت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے "اس غیب سے مراد کیا ہے۔ یعنی غیب کا ہر ہر فرد یا بعض غیب' کوئی کیوں نہ ہو۔ پس اگر بعض غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہی۔ کیونکہ بعض غیب کا علم اگرچہ تھوڑا سا ہو، زید و عمرو بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے" اور اسی عبارت کو عربی جامہ پہنایا ہے۔ رسالہ حفظ الایمان میں جو عبارت ہے' یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ دونوں عبارتوں کے الفاظ میں بڑا فرق ہے۔ اور خرابی کی جڑ کلمۂ "ایسا" کو معرب و مترجم صاحب نے حذف کر دیا ہے۔ عبارت کو انہی الفاظ سے جو حفظ الایمان میں ہیں' نہ لکھنا اور خرابی کی جڑ کو حذف کرنا' ظاہر کر رہا ہے کہ خود معرب و مترجم کو پورا کھٹکا تھا کہ اگر وہی الفاظ بیان کئے گئے اور انھیں کو عربی کا لباس پہنایا گیا تو یقیناً علمائے کرام کی آراء موافقت میں نہیں آئیں گی۔

عبارت کا بدلنا معرب و مترجم صاحب اس کو دیکھیں کہ یہ رسالہ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں لکھا گیا۔ بے شمار بندگانِ خدا کے قلوب مجروح ہوئے ان کے دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے ۱۳۲۹ھ میں بسط البنان کا ظہور ہوا، جس کی عدم افادیت کا اظہار حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے ان الفاظ میں فرمایا "تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے' ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں" اللہ کے ایک ولی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے، بھلا کس طرح رائیگاں جاتے، ان کا اثر ہوا اور کامل اثر ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد ۱۳۴۲ھ میں خود مؤلف نے اس گندی عبارت کا خاتمہ کر دیا اور رسالہ "تغییر العنوان" میں صراحت کے ساتھ لکھ دیا "اس طرح بدلتا ہوں" اور "اس طرح پڑھا جائے" مترجم صاحب خیال فرمائیں کہ ایک معمولی رسالہ کے واسطے اتنی دردسری کیوں

مول لی جارہی ہے کہ خود مؤلف اس کی وضاحت کے واسطے پہلے رسالہ بسط البنان لکھتے ہیں اور پھر مجبور ہو کر رسالہ تغییر العنوان لکھ کر عبارت بدلتے ہیں اور معرب و مترجم صاحب بھی اس گندی عبارت کی اصلاح کر کے عالمِ اسلام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

بہر حال جس دن سے مؤلف نے اپنی عبارت کو بدلا، حفظ الایمان کو اس گندی عبارت سے سے چھاپنا شرعًا و اخلاقًا جائز نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر جن لوگوں کی ذہنیت بدل گئی ہے، اُن کو اس گندی عبارت میں جو لُطف آتا ہے، وہ اصلاح شدہ عبارت میں نہیں آتا۔ لہٰذا وہ اسی پہلی گندی عبارت میں اس کو چھاپ رہے ہیں۔

دلّی کے ایک واعظ

یہ عاجز اُن نیم مُلّا افراد کو دیکھ رہا ہے جن کا پیشہ واعظی ہے کہ وہ اس قسم کے رسائل کو پڑھ کر نہایت تیزی کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ عاجز چار سال پہلے کا واقعہ لکھ رہا ہے تاکہ حفظ الایمان جیسے رسائل کی قباحت و شناعت معلوم ہو جائے۔

ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ ختم کرنے کے سلسلہ میں جلسہ کیا۔ جہاں شہر کے دوسرے علماء و فضلاء کو بھی مُلایا وہاں اِس عاجز کو بھی مُلایا۔ اِس سلسلہ میں دو مرتبہ وہ اِس عاجز کے پاس آئے اور نہایت اصرار کیا۔ چونکہ ختم کلام پاک کا مبارک جلسہ تھا یہ عاجز چلا گیا۔ یہ واقعہ جمعرات کا دن تمام کر کے شبِ جمعہ ۱۱ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء رات کے ساڑھے نو بجے کا ہے۔ یہ جلسہ پھاٹک تیلیان نزد ترکمان دروازہ میں تھا۔ اس عاجز کے ساتھ عبدالحی خاں بھی تھے۔ مولوی صاحب نے کلام پاک کا ترجمہ کیا اور اس کے بعد ایک واعظ وعظ کرنے لگے انھوں نے حضرتِ محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین (بنفسی ھُوَ وَ اٰبَائِی وَ اُمَّھَاتِی وَ اَوْلَادِی) صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا۔

"آپ پانچ سال کے ہوئے، دس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں۔ پندرہ سال کے بیس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں۔ پچیس سال کے تیس سال کے ہوئے، کچھ بھی نہیں۔ پینتیس سال کے چالیس سال کے ہوئے کچھ بھی نہیں۔ اب آپ کو نبوت ملی اور آپ کی وہ بات حجت ہوئی جو وحی سے ہو ورنہ کچھ بھی نہیں۔ آپ نے شہد حرام کر لیا تو اللہ نے ان کو ڈانٹا۔ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تم کون ہوتے ہو اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام کرنے والے۔"

جس وقت اس بے ادب نے یہ الفاظ کہے' یہ عاجز آیتِ شریفہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ (وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے رُسوائی کا عذاب تیار کیا ہے۔) پڑھتا ہوا اُٹھ آیا اور عبدالحی خاں بھی ساتھ آگئے۔ گھر پہنچ کر اُسی وقت اس بیان کو لکھ لیا۔ یہ عمر میں پہلی بار تھی کہ عاجز نے حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بے ادبی کے الفاظ کسی شقی سے سُنے ہوں۔ افسوس صد افسوس۔ گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار۔ اِلَی اللّٰهِ الْمَفْزَعُ وَاِلَیْهِ الْمُشْتَکیٰ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ۔

اِس واعظ نے بار بار آپ کے متعلق "کچھ بھی نہیں" کا استعمال کیا۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (میں نبی تھا جبکہ آدم روح اور جسم کی درمیانی حالت میں تھے۔) اور اللہ تعالیٰ سورۂ فتح میں فرمارہا ہے۔ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو۔)

یہ واعظ کہتا ہے "آپ کی وہ بات حجت ہوئی جو وحی سے ہو" اور رب العزت ارشاد فرمارہا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ یعنی آپ خواہشِ نفسانیہ سے بات نہیں کرتے جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہے۔ آپ تو سراپا رحمتِ عالم تھے۔ آپ کے ہر فعل میں اُمّت کے واسطے رحمت ہی رحمت ہے۔ اِس واقعہ سے اُمّت کو جو فوائد حاصل ہوئے اہلِ بصیرت نے اُن کا بیان کیا ہے۔ کور باطن ان کو کیا سمجھے۔

یہ بے ادب کہہ رہا ہے "اللہ نے ان کو ڈانٹا" مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نہایت محبت اور احترام سے اپنے حبیب کو یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ سے مخاطب فرما کر لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ارشاد کررہا ہے اور یہ کور باطن کہہ رہا ہے "تم کون ہوتے ہو اللہ کی حلال کی ہوئی شے کو حرام کرنے والے" کیا یہ بے ادب کہیں دکھا سکتا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہو میں اللہ کی حلال کردہ شے کو حرام کررہا ہوں۔ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔

جائے عبرت

ان مدّعیانِ علم کا یہ حال ہے اور جن افراد کو یہ لوگ فاسق کہتے ہیں اُن کا یہ حال ہے جو نثار احمد صاحب فریدی فاروقی نے یکشنبہ یکم شعبان ۱۳۹۰ھ ہجری

مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۵۲ء کو سُنایا اور پھر اس عاجز کی طلب پر سات دن بعد لکھ کر دیا۔ جزاہ اللہ خیرا۔ اُن کی تحریر یہ ہے۔

علامہ اقبال کا واقعہ

"ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں یہ واقعہ لکھا ہے اور غالباً اس کی روایت مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی کتاب "یارانِ کہن" یا "سرگذشت" میں کی ہے کہ علامہ اقبال مرحوم سے ملاقات کرنے کے لئے ایک مسلمان نوجوان آئے۔ یہ ولایت سے تازہ وارد تھے اور وہاں کی کسی یونیورسٹی سے فارغ ہو کر آرہے تھے۔ انھوں نے علامہ اقبال کے سامنے اثنائے گفتگو میں "محمد صاحب" (روحی فداہ) کہا۔ علامہ نے اچانک رونا شروع کر دیا۔ حاضرین اور خود وہ نوجوان حیرت زدہ تھے کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ چند ثانیوں کے بعد علامہ نے بہت درد بھری آواز میں حاضرین سے کہا "میں یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ اس قوم کا کیا انجام ہونا ہے جس قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان اپنے پیغمبر کا نام لینا بھی نہیں جانتے" یہ خلیفہ صاحب کا بیان ہے کہ علامہ کے اس طرزِ عمل اور کلام سے وہ نوجوان اتنے خجل ہوئے کہ پھر وہ جتنی دیر بھی موجود رہے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کر سکے۔"

علامہ اقبال رحمہ اللہ و رضی عنہ کا کہنا بالکل صحیح تھا۔ مسلمانوں پر جو آفتیں نازل ہو رہی بلا وجہ نہیں ہیں۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (ان پر خدا نے ظلم نہیں کیا ہاں وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے) بھلا مسئلہ بیان کرنے کے سلسلہ میں ایسی گستاخیاں۔ اَلْاَمَان اَلْحَفِیْظ۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(اپنے آپ کو مصطفےٰ تک پہنچا کہ وہ مجسم دین ہیں۔ اگر اس تک تو نہ پہنچے سب کفر ہے)

جناب مفتی عزیز الرحمٰن

میرٹھ میں آپ تفسیر مظہری کی تصحیح فرماتے تھے۔ مولوی حافظ کفایت اللہ آپ کو تفسیر سنایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب جناب مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور جناب مفتی صاحب کے مرید تھے۔ مفتی صاحب شاہ رفیع الدین دیو بندی کے اور وہ شاہ عبدالغنی مجددی کے خلیفہ تھے۔ ایک دن حافظ صاحب کے ساتھ جناب مفتی صاحب نسبت شریفۂ مجددیہ لے کر حضرت سیدی الوالد سے ملنے تشریف لائے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت سیدی الوالد کھڑے ہو کر حضرت مفتی صاحب سے ملے۔ اور دونوں حضرات کی آنکھوں سے محبت کے آنسو جاری ہوئے۔ قدس اللہ اسرارہم جمیعہم۔

حافظ کفایت اللہ نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ایک دن جناب مفتی صاحب اور جناب مولانا محمود الحسن صاحب آپ سے ملنے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ آپ ان دونوں صاحبان سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور یہ دونوں صاحبان بھی آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب تیرہ سو اکتیس یا بتیس میں دلی آکر بھی آپ سے ملے۔ رحمہم اللہ۔

مولانا اختر شاہ خاں کا قصیدہ

مولانا اختر شاہ خاں امروہوی میرٹھی نے آپ کی شان میں درج ذیل قصیدہ کہا۔

قصیدہ

۱۔ مرحبا اے مظہرِ ذاتِ خدائے لایزال	دے کہ در وصفت زبانِ عقلِ اوّل گشت لال
۲۔ مرحبا اے غیرتِ خورشید عالمتاب دہر	کز ضیارت در دمے آمد مہِ کامل ہلال
۳۔ مرحبا اے مایۂ صد گونہ فخر اولیا	کز فیوضِ صحبتِ تو جامِ جم گردد سفال
۴۔ ہر زماں اہلِ زمیں انداز در ونت مقتبس	می سزد گر گویم آں را آفتابِ بے زوال
۵۔ نیستی عیسیٰ ولے بخشی حیاتِ جاوداں	نیستی یوسف ولے داری جمالِ بے مثال
۶۔ در حضورِ لامع النورت ہَبَاجس[1] ترّت مُرّت	وز وجودِ کامل الجودت وسادِس تال دمال[2]
۷۔ بس کہ یکتا ہست، گوید فلسفی ہم لاکلام	انقسامِ جوہرِ فردِ کمالت را محال
۸۔ افتخارِ صاحبِ اَلفَقرُ فَخرِی گشتہ ای	بس کہ کردی دولتِ دنیائے دوں را پائمال
۹۔ تو ابوالخیری و محمودی و مسعودِ ازل	خیریت از ذاتِ تو یا بد چگونہ انفصال
۱۰۔ آستانت راست در فوقیتِ فردوس شک	خادمانت راست در تفضیلِ رضواں احتمال
۱۱۔ قصرِ جاہت را بُوَد خاتونِ[3] یغما خارۂ[4]	خدمتت را پیرِ گردوں بندد از جوزا دوال
۱۲۔ بس کہ از ذاتِ رفیعت گشت دہلی مرتفع	دارد از خلدِ بریں اندیشہ عین الکمال[5]
۱۳۔ بس کہ می ریزی بہ کامِ طالبان آبِ حیات	خضر و الیاس اند دائم غرقِ آبِ انفعال
۱۴۔ ہمتت مستغرقِ بحرِ رضا ماند مدام	کے بہ داماں نشیند از جہاں گردِ ملال
۱۵۔ کے خسانِ دہر را گنجا کشے در قلبِ تو	کاتشِ عشقِ خدا دارد در و بس اشتعال
۱۶۔ دیو را یا لَیتَنِی کُنتُ تُرَابًا وِردِ شد	بس کہ از دستِ تو می یا بد دمادم گوشمال

[1] ہَبَاجس ترّت مُرّت۔ ای خطرہا برباد۔ منہ۔ [2] تال دمال۔ ای برباد۔ منہ۔ [3] خاتونِ یغما۔ ای آفتاب۔ منہ۔ [4] خارہ جار دیلے را گویند کہ بر سر چوب درازے بندند و سقفِ خانہ را بداں روبند۔ برہان منہ۔ [5] عین الکمال۔ ای چشم زخم۔ منہ رحمہ اللہ۔

۱۷۔ شانِ عنقا را چہ داند چغدِ دُوں نادر نہ شد — تا قصے در شانِ والائے تو کرد، اَز قیل وقال

۱۸۔ کورِ باطن ار نیاید در حضورت گو میا — شپرک خورشید را ہرگز نمی خواہد وصال

۱۹۔ در حضورت طالباں را مرگ ہم باشد حیات — زندگی باشد مگر در غیبتت جاں را وبال

۲۰۔ مختصر گویم کہ نتوانم صفاتت حصر کرد — با جمالی، با جلالی، با کمالی، خوش خصال

۲۱۔ جو یدار کورے زمن اوصافِ پاکت را دلیل — گویمش خود شمس آمد بر وجودِ شمس دال

۲۲۔ حجتے زیں ہم عیاں ترگر بخواہد گویمش — حاسداں چوں در عذاب اند اَرنمی دارد کمال

۲۳۔ مدحتت را ختم سازم بر دعائے زانکہ نیست — اخترے را پیشِ خورشیدِ شرف تابِ مقال

۲۴ تا بود خیر و صلاح آثار مردِ نیک ذات — تا بود شر و فساد اطوارِ شخصِ بدمآل

۲۵۔ حامیِ خیر و صلاح و ماحیِ شر و فساد — ذات پاکت را بدار د فضلِ ربِّ ذوالجلال

۱۔ خدائے لایزال کی ذات کے مظہر خوش آمدید۔ اے وہ کہ اس کی تعریف کرنے میں عقلِ اول گونگی ہے۔

۲۔ اے زمانہ کے عالم کو روشن کرنیوالے سورج، غیرت کے سبب تیری روشنی کے سامنے فوراً پورا چاند ہلال بنگیا۔

۳۔ اے لاکھوں گونا اولیاء کے فخر خوش آمدید۔ آپکی صحبت کے فیض سے جامِ جمشید مٹی کا پیالہ بن جاتا ہے۔

۴۔ زمین والے ہردم آپ کے باطن سے نور حاصل کرنیوالے ہیں مناسب ہے اگر میں انکو نہ ڈھلنے والا سورج کہوں۔

۵۔ آپ عیسیٰ تو نہیں ہیں لیکن ہمیشگی کی زندگی عطا کر دیتے ہیں۔ آپ یوسف تو نہیں ہیں لیکن بیمثال حُسن رکھتے ہیں۔

۶۔ آپکے نور کی چمک کی موجودگی میں خیالاتِ فاسد مٹ جاتے ہیں۔ آپکی کل عطا کی وجہ سے وسوسے فنا ہو جاتے ہیں۔

۷۔ وہ یکتا ہیں، فلسفی بلا شبہ کہتا ہے۔ آپ کے کمال کے جوہرِ فرد کی تقسیم محال ہے

۸۔ آپ اَلفَقرُ فَخرِی کے فخر والے بن گئے ہیں۔ آپ نے کمینہ دنیا کی دولت پر لات مار دی ہے۔

۹۔ آپ ابوالخیر ہیں محمود و مسعودِ ازلی ہیں۔ خیریت آپ کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ آپ کے آستانہ کو جنّت کی فوقیت پر شک ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کے خادم رِضوان سے افضل ہوں۔

۱۱۔ آپ کے مرتبہ کے قلعہ کیلئے آفتاب جھاڑو ہے۔ پیرِ گردوں نے آپ کی خدمت کیلئے جوزا کی پیٹی کسی ہے۔

۱۲۔ آپ کی بلند ذات کی وجہ سے دہلی بلند ہو گئی ہے۔ اس کو فلکِ بریں کی نظر لگنے کا اندیشہ ہے۔

۱۳۔ آپ مُریدوں کے حلق میں آبِ حیات ڈالتے ہیں خضر اور الیاس ہمیشہ شرمندگی کے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۱۴۔ آپکی توجہ ہمیشہ رضائے خداوندی کے سمندر میں مستغرق رہتی ہے۔ آپکے دامن پر ملال کی گرد کب بیٹھ سکتی ہے۔

۱۵۔ آپکے دل میں دنیا کے کمینوں کی گنجائش کہاں ہے۔ اس میں عشقِ خداوندی کی آگ شعلہ زن ہے۔

۱۶۔ شیطان کا خلیفہ (کاش میں مٹی ہوتا) بنگیا ہے چونکہ آپکے ہاتھ سے ہر وقت اسکے کان اینٹھے جاتے ہیں۔

۱۷۔ غفار کی شان کیسے چند کیا جائے۔ یہ بات نادر نہیں ہے کہ ناقص انسان آپ کی بلند شان پر اعتراضات کرے۔
۱۸۔ باطن کا اندھا اگر آپ کی محفل میں نہیں آتا ہے نہ آئے۔ چمگادڑ سورج کا وصال کبھی نہیں چاہتی ہے۔
۱۹۔ آپ کے دربار میں طالبوں کی موت بھی زندگی ہے۔ آپ کی غیبت میں زندگی جان کا وبال ہوگی۔
۲۰۔ میں مختصر لکھتا ہوں آپ کی صفات کا احاطہ نہیں ہے۔ جمالی، جلالی، کمالی عمدہ عادتوں کا۔
۲۱۔ اگر کوئی مجھ سے آپ کے پاک اوصاف کی دلیل مانگے۔ میں کہہ دوں گا سورج خود اپنے وجود پر دلالت کرتا ہے۔
۲۲۔ اگر کوئی اس سے بھی کھلی ہوئی دلیل چاہے گا تو میں کہہ دوں گا اگر ان میں کمال نہیں ہے تو حاسد کیوں عذاب میں ہیں۔
۲۳۔ آپ کی تعریف کو دعا پر ختم کرتا ہوں شرافت کے سورج کے سامنے تارے کو گفتگو کی طاقت نہیں ہے۔
۲۴۔ جب تک خیر اور نیکی نیک ذات مرد کی نشانیاں ہوں جب تک بد انجام کا طور و طریقہ شر اور فساد ہو۔
۲۵۔ خیر اور صلاح کی حامی اور شر و فساد کو مٹانے والی آپ کی پاک ذات کو رب ذوالجلال کا فضل باقی رکھے۔

مولانا اختر شاہ خاں نہ آپ سے بیعت تھے اور نہ کبھی آپ کے پاس دلی آئے۔ صرف میرٹھ میں چند بار اُن کی ملاقات آپ سے ہوئی۔ اُن کا مسلک دیوبندی تھا۔ البتہ آپ کے مخلصین سے اُن کی خوب ملاقات تھی۔ انھوں نے آپ کے خطوط پڑھے اور آپ کے مریدوں کے احوال کو دیکھا اور دل و جان سے آپ کے معترف ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ اپنی وفات سے دو سال پہلے حافظ حفیظ الدین کی بیٹی کی شادی میں دو تین رات کے واسطے میرٹھ تشریف لے گئے۔ جب آپ نے نکاح پڑھا دیا تو مولوی صاحب نے کھڑے ہو کر آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ نہایت عمدہ قصیدہ تھا۔ اس کی نقل عاجز کو دستیاب نہ ہو سکی ورنہ اس کو بھی نقل کرتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ واکرمہٗ۔

نماز جمعہ اور احتیاطِ ظہر

آپ کا مسلک یہ تھا کہ اگر جمعہ کی شروط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی تو جمعہ مسقطِ فرض نہیں ہے۔ آپ فرماتے تھے ہندوستان میں تمام شرائط نہیں پائی جاتیں لہٰذا ظہر کی نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں مولوی عبدالرحمن پسر مولوی امام الدین ساکن نکودر ضلع جالندھر نے آپ کو ایک خط لکھا۔ اور آپ نے اُن کو یہ جواب تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سعادت نشان عبدالرحمن کو بعد سلام علیک واضح ہو کہ شرائطِ جمعہ میں سے کوئی شرط اگر یقیناً مفقود ہو تو جمعہ مسقطِ فرض ظہر نہیں، فرض ادا کرنا ضرور فرض ہے۔ کتب معتبرۂ مذہب ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز سے یہ مسئلہ ظاہر ہے۔ مذہب حنفی کو اور شرائط مرقومۂ کتب کو جو لوگ معتبر جانتے ہیں، اُن کا یہی مسلک ہے۔ اور جو لوگ اصل سے مذہب کو اور شرائط مرقومۂ کتب کو حق اور معتبر نہیں جانتے اُن کا مسلک مائل غیر مقلدی کی طرف ہے۔ وہ سیدھے

راہ پر نہیں۔ علم ضروری حاصل کرلو اور اس کے بعد تکمیل علم قرارت کے واسطے مصر کو جانا ان شاء اللہ تعالیٰ مناسب ہے۔ وہ علم پورا اس ملک میں ہے یہاں نہیں اور خود قرآن مجید سے وہ علم متعلق ہے بلا واسطہ۔ وَفَّقَنِیَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاكَ لِمَا یُحِبُّهٗ وَیَرْضَاهُ وَالسَّلَامُ۔ شنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ۔

عبداللہ ابوالخیر فاروقی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ واحسن فی الدارین الیہما والیہ۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ جمعہ کے متعلق آپ کی تحریر بالکل واضح ہے۔ سلطان کا ہونا از اعاظم شرط ادائے نماز جمعہ ہے اور یہ شرط ہندوستان میں یقیناً مفقود ہے۔ جس شخص کا مسلک کتب معتبرہ قدمائے حنفیہ اور ظاہر الروایہ وظاہر المذہب پر ہو' اس کے نزدیک نماز جمعہ یقیناً نفل ہے۔ لأن الأداء لا یصح بانتفاء شروطه ویصح بانتفاء شروط الوجوب۔ طحاوی اور علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے۔ مَالَمْ یَتَحَقَّقْ وُجُوْدُ الشَّرْطِ لَمْ یُحْکَمْ بِوُجُوْدِ الْجُمُعَةِ فَلَمْ یُحْکَمْ بِسُقُوْطِ الْفَرْضِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ۔

آپ سے مولوی عبدالسلام پانی پتی نے جمعہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے مالم یتحقق سے آخر تک عربی عبارت ان کو سنائی اور فرمایا۔ جب شرط مفقود ہے تو مشروط بھی مفقود ہے۔ شعار اسلام ہونے کی وجہ سے ہم جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ اور ظہر کی نماز پڑھ کر فرض ادا کرتے ہیں۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ نے برکات الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے "ظہر را نیز بعد ادائے جمعہ احتیاطاً می گزاردند"

ملا احمد جیون جونپوری نے "التفسیرات الاحمدیہ" پر نظر ثانی ۱۱۰۸ھ میں کی ہے۔ انھوں نے اس تفسیر میں شرائط جمعہ کا بیان کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ علماء میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ بعض نے جمعہ کی نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ ترکوا الجمعة اصلاً۔ اور بعض نے صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کی۔ اکتفوا بها فقط۔ اور بعض اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر جمعہ کی نماز پڑھنے کو جاتے ہیں۔ اور بعض اکثر پہلے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسلام کے شعائر میں سے ہے اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھنے کا التزام کرتے ہیں۔ کیونکہ شکوک کی کثرت اور اوہام کا غلبہ ہوگیا ہے۔ اگرچہ اسلام میں جمع بین الفرضین نہیں ہے۔ اِلْتَزَمُوْا بَعْدَهَا اَدَاءَ الظُّهْرِ لِکَثْرَةِ الشُّکُوْكِ فِیْ شَانِهَا وَغَلَبَةِ الْاَوْهَامِ وَاِنْ کَانَ لَا یَجُوْزُ الْجَمْعُ بَیْنَ الْفَرْضَیْنِ عِنْدَ اَهْلِ الْاِسْلَامِ۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز کا ملاً پڑھتے تھے۔ پہلے چار سنتیں، پھر چار فرض اور پھر دو سنتیں۔ آپ نے ایک بیاض کی جلد پر تحریر فرمایا ہے۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ (جب شرط نمارد ہو جائے مشروط نمارد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا چہار رکعت ظہر خواندن لازم است"

ایک نیم مُلّا کا فتنہ برپا کرنا

اگر بزم جمشید والوں نے اپنی نادانی اور کم علمی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی" یعنی نماز میں حضورِ قلب کو قائم رکھنے کے لئے جو اہتمام آپ فرماتے تھے یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ اُن کے بھائی نے میرٹھ میں یہ فتنہ برپا کیا کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کے چار فرض پڑھتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا جمعہ پڑھنا نفل ہے۔ اور ہم لوگ جمعہ کو فرض کہتے ہیں۔ لہٰذا فرض کہنے والے کی نماز جمعہ آپ کے پیچھے جائز نہیں۔ اور یہ فتویٰ اِس بنا پر دیا کہ جامع مسجد کے امام صاحب جمعہ کے دن آپ کو امام بناتے تھے۔ اِن مولوی صاحب کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور ادھر مولوی اشرف علی صاحب کا قصہ ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کے اس فتوے پر عجب شورش پیدا ہوئی۔ پنجابی سوار رجمنٹ کے بیشتر افراد آپ سے بیعت تھے۔ اُن میں سے ایک نے قصد کیا کہ مولوی صاحب کو جسمانی ایذا پہنچائیں اس کی خبر صدر بازار کے مخلصین کو ہوئی اور آپ تک یہ خبر پہنچی۔ آپ نے سختی سے اس شخص کو منع کیا اور ارادہ فرمایا کہ شہر کی جامع مسجد جانا چھوڑ دیں لیکن صدر بازار کے مخلصوں نے ایک آدمی کے ہاتھ دارالعلوم دیوبند استفتاء ارسال کیا۔ وہاں سے فتویٰ آیا اور اس کو ان لوگوں نے شائع کیا۔ اس طرح نیم مُلّا کا فتنہ فرو ہوا۔ فتح القدیر میں لکھا ہے "اِذَا دَامَ الْاِشْتِبَاهُ قَائِمًا فَلَا نَجْزِمُ بِكَوْنِهَا نَفْلًا" جب کہ ظہر کی نماز کی نفلیت قطعی نہیں تو پھر قیل و قال کے لئے کیا گنجائش۔ اللہ سب کو سمجھ دے۔

پنجابی سوار رجمنٹ

اِس رجمنٹ میں آپ کے بکثرت مُرید تھے۔ جیسے عدالت خاں، مہتاب شاہ، بولے خاں، شیر احمد، عبداللہ خاں، محبوب خاں، فضل الٰہی وغیرہم۔ یہ لوگ اپنی محبت اور اخلاص میں بہت پیش پیش تھے۔ انھوں نے ایک دن آپ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اسپ سواری کے کرتب آپ کو دکھائیں گے۔ آپ نے منظور فرما لیا۔ چنانچہ اس چمن میں جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں آپ تشریف لے گئے۔ فوج کے انگریز افسر بھی بکثرت تھے۔ ان لوگوں نے نہایت خطرناک کرتب دکھائے۔ گھوڑوں کی پیٹھ ننگی تھی۔ گھوڑا سرپٹ دوڑ رہا ہے اور سوار اس کی پشت پر تیر کی طرح سیدھا کھڑا ہے۔ جب سوار آپ کے سامنے آتا تھا تو ہاتھ اُٹھا کر آپ کو سلام کرتا تھا۔ ایک نے سات گھوڑے دوڑائے اور دوڑنے کی حالت میں ایک گھوڑے سے دوسرے پر، دوسرے سے تیسرے پر، یہاں تک کہ چھٹے سے ساتویں پر گیا۔ ایک سوار کبھی لیٹ جاتا تھا اور کبھی گھوڑے کی گردن پکڑ کر نیچے کو جھکتا تھا۔ اور اس کے علاوہ نیزہ بازی کے کرتب تھے۔ یہ کرتب دکھانے کے بعد ان لوگوں نے آپ کو ایک شامیانہ کے نیچے چائے پلائی۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا وَرَحِمَهُمْ وَغَفَرَ لَهُمْ۔

سر دھنہ کو جانا نواب جانفشاں خاں سر دھنوی آپ کے جدّ امجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے تھے۔ ان کے بیٹوں میں سے صرف چھوٹے بیٹے بقیدِ حیات تھے اور نوابی کے خطاب سے سرفراز تھے اور بیٹوں کی اولاد میرٹھ اور بلند شہر میں آباد تھی۔ بیشتر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے۔ ان میں سے سیّد امجد علی شاہ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ اور معظم علی شاہ، اصغر علی شاہ، افضل علی شاہ، فرخ علی شاہ، حیدر علی شاہ، سلطان محمد خاں شاہ، دوست محمد خاں شاہ وغیرہم کو آپ سے کامل عقیدت اور محبت تھی۔ ان سب نے آپ سے سر دھنہ تشریف لے جانے کو کہا۔ اور آپ نے منظور فرما لیا۔ میرٹھ سے دورالا اسٹیشن تک ریل میں جانا ہوا اور وہاں سے سر دھنہ تک بگھی میں، لیکن بگھی میں گھوڑے نہیں تھے۔ جانفشاں خاں کی اولاد بگھی کو کھینچ رہی تھی اور اللہ اکبر کے نعروں سے سر دھنہ کی فضا مرتعش تھی۔ ان تمام راستوں کو آراستہ کیا گیا تھا جہاں سے آپ کی سواری گزر رہی تھی۔ مختلف قسم کے اعلام آویزاں تھے۔ چراغاں کی رونق قابلِ دید تھی۔ تمام راستہ پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ قیام گاہ پہنچنے پر آتش بازی چھوڑی گئی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ "ان کے بزرگوں نے ہمارے جدّ امجد کو جب کہ وہ ہجرت کر کے حجاز تشریف لے جا رہے تھے۔ دہلی سے لاہور تک مع الخیر پہنچایا تھا اور حکام سے ایسا کاغذ حاصل کیا تھا کہ راستہ میں کوئی مانع و مزاحم نہ ہو"۔ اصغر علی شاہ فرزند فتح علی شاہ فرزند جانفشاں خاں نے پُرکیف انداز میں آپ کے سامنے یہ نظم پڑھی۔

اصغر علی شاہ کی نظم

۱۔ مظہرِ حق قامتِ دلجوئے تو — دیدہا محوِ رُخِ نیکوئے تو
اے ہلالِ عیدِ جود ابروئے تو — چشمِ امیدِ مریداں سوئے تو
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۲۔ ہستم آوارہ بہ جست جوئے تو — خضر کو۔ تا رہ نماید سوئے تو
تشنہ ام نوشم زلالِ جوئے تو — اے کلیدِ گنجِ فیض ابروئے تو
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۳۔ واقفِ اسرارِ پنہانی توئی — موردِ الطافِ رحمانی توئی
راز دارِ سرِ یزدانی توئی — خاصۂ درگاہِ سبحانی توئی

مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۴۔ اے توئی ہر گمرہے را رہنما
منبعِ جودی و تو بحرِ سخا
نیست جز تو دردِ دلہا را دوا
ہاں نگاہِ لطف بر ایں بینوا
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۵۔ نائبِ خیر الوریٰ خوانم ترا
نفسِ دینِ مصطفیٰ خوانم ترا
وقتِ مایوسی ترا خوانم ترا
اے ستودہ رہنما خوانم ترا
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۶۔ بر درت اے شاہِ شاہاں آمدم
مضطر و خاطر پریشاں آمدم
ہمرہِ صد یاس و حرماں آمدم
باہزاراں شوق و ارماں آمدم
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۷۔ مفت کردم عمرِ خود را من تلف
گشتہ ام تیرِ ملامت را ہدف
گوہرِ مقصود گم شد از صدف
مفلسم ہیچ ندارم من بکف
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۸۔ دستِ من از کار رفتہ اے حبیب
کارِ من از دست گشتہ بے نصیب
بر درت افتادہ مسکین و غریب
نیست جز تو بہرِ دردِ دل طبیب
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۹۔ بادیا در پیش می دارم سفر
پائے من لنگ است و منزل پُر خطر
خوفِ رہزن در دلم شام و سحر
خواجہ ما شاہِ ما بر ما نگر
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۰۔ بر سرِ کوہ آفتابم آمده
وقتِ صبح و باز خوابم آمده
سرزنشہا در حسابم آمده
وقتِ یاس و اضطرابم آمده
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۱۔ عمر آخر گشتہ و من بے خبر
ہمرہاں در منزل و من در سفر
خوردہ کردم امتیازِ خیر و شر
داری اے خواجہ ز احوالم خبر
مفلسانیم آمده در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۲۔ زاد راہم جز گناہاں ہیچ نیست | توشۂ من غیرِ عصیاں ہیچ نیست
در کفم جز یاس و حرماں ہیچ نیست | بے سروبرگیم ساماں ہیچ نیست
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو | شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۳۔ نیست اندر جیبِ داماں یک درم | توشۂ تا جانبِ عقبیٰ روم
در قطارِ خادمانت من روم | تا بگردم گرد و قربانت شوم
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو | شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۴۔ نامۂ ایں اصغرِ گم کردہ راہ | از عملہائے زبوں گشتہ سیاہ
اولیا راہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز گرداند ز راہ
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو | شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۵۔ بس دریں عالم ہمیں خیرِ من است | خواجۂ ام شاہِ ابوالخیرِ من است
صد ہزاراں خادمش غیرِ من است | خلد دیدارِ رخش سیرِ من است
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو | شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

۱۔ آپ کا دلجو قد حُسن کا مظہر ہے۔ آنکھیں آپ کے نیک چہرے کو دیکھنے میں محو ہیں۔
آپ کی ابروئیں عید کا چاند ہیں۔ مرید آپ کی جانب اُمید کی آنکھ لگائے ہوئے ہیں۔
ہم مفلس ہیں آپ کے کوچہ میں آئے ہیں۔ اللہ کے لئے اپنے چہرے کا کچھ حُسن عطا کر دیجئے۔
۲۔ میں آوارہ ہوں آپ کی تلاش میں خضر کہاں ہے تاکہ آپ کی طرف راہنمائی کر دے۔
میں پیاسا ہوں آپ کی نہر کا صاف پانی پیتا ہوں۔ اے وہ ذات کہ آپ کی ابرِ فیض کے خزانہ کی کنجی ہے۔
۳۔ آپ پوشیدہ رازوں سے واقف ہیں۔ خدائی الطاف آپ کے اوپر ہیں۔
اللہ تعالیٰ کے آپ رازدار ہیں۔ آپ خدائی دربار کے خواص میں سے ہیں۔
۴۔ اے وہ کہ تو ہر گمراہ کا راہنما ہے۔ آپ سخاوت کا چشمہ اور سخاوت کے سمندر ہیں۔
آپ کے سوا دلوں کے درد کی دوا نہیں ہے۔ اس بینوا پر مہربانی کی نگاہ ڈال دیجئے۔
۵۔ میں آپ کو خیر الوریٰ کا نائب کہتا ہوں۔ آپ کو دینِ مصطفےٰ کا نفس کہتا ہوں۔
مایوسی کے وقت صرف آپ کو پکارتا ہوں۔ میں آپ کو برگزیدہ راہنما کہتا ہوں۔
۶۔ اے شہنشاہ میں آپ کے در پر آیا ہوں۔ مضطر اور پریشان ہو کر آیا ہوں۔
سینکڑوں مایوسیوں اور محرومیوں کے ساتھ آیا ہوں۔ ہزاروں شوق و ارمان کے ساتھ آیا ہوں۔

۷۔ میں نے اپنی عمر بیکار برباد کردی۔ میں ملامت کے تیر کا نشانہ بنا ہوں۔
سیپ میں سے موتی گم ہوگیا ہے۔ میں مفلس ہوں ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔
۸۔ اے حبیب۔ میں بیکار ہوں۔ میرا کام ہاتھ سے بدبخت بنا ہے۔
مسکین اور مسافر تیرے در پر پڑا ہے۔ آپ کے سوا درد دل کا کوئی طبیب نہیں ہے۔
۹۔ اے راہنما مجھے سفر درپیش ہے۔ میرا پاؤں لنگڑا ہے اور راستہ خطرناک ہے۔
صبح و شام مجھے ڈاکو کا ڈر ہے۔ اے ہمارے خواجہ لے ہمارے شاہ مجھ پر نظر کر دے۔
۱۰۔ پہاڑ پر میرا سورج چڑھ گیا ہے۔ صبح کا وقت ہے اور مجھے پھر نیند آگئی ہے۔
میرے حصہ میں جھڑکیاں آئی ہیں۔ میری مایوسی اور پریشانی کا وقت آگیا ہے۔
۱۱۔ عمر آخر ہوگئی اور میں بے خبر ہوں۔ ساتھی منزل پر ہیں اور میں راستہ میں ہوں۔
میں نے خود بھلائی بُرائی میں امتیاز نہ کیا۔ اے خواجہ آپ کو میری حالت کی خبر ہے۔
۱۲۔ میرا سفر کا توشہ سوائے گناہوں کے کچھ نہیں میرا توشہ معصیتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔
میری مٹھی میں یاس اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں بے سامان ہوں سامان کچھ نہیں ہے۔
۱۳۔ میری جیب اور دامن میں ایک جَو بھی نہیں ہے توشہ، تاکہ آخرت کی جانب سفر کروں۔
آپ کے خادموں کی صف میں مَیں دوڑوں تاکہ آپ کا طواف کروں اور آپ پر قربان ہو جاؤں۔
۱۴۔ راستہ سے بھٹکے ہوئے اس اصغر کا نامۂ اعمال گھٹیا کاموں سے سیاہ ہے۔
اولیاء کو اللہ کی جانب سے قدرت حاصل ہے۔ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستے سے واپس کر دیتے ہیں۔
۱۵۔ اس دنیا میں میری بس یہی بھلائی ہے۔ میرے آقا میرے شاہ ابوالخیر ہیں۔

اس نظم کا ایک ایک لفظ جس سوز و گداز کا پتہ دے رہا ہے، اصغر علی شاہ کے پڑھنے نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ فرطِ عقیدت سے ہر ایک حاضرین میں سے رو رہا تھا۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

محبتِ مخلصین اور ایک حدیث

اس عاجز کو ان لوگوں کی محبت اور اخلاص کو دیکھ کر صحیحین کی یہ حدیث شریف یاد آجاتی ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ یعنی رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ یارسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے کہ اس کو ایک جماعت

سے محبت ہے لیکن وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس جماعت سے ملحق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص کو جس سے محبت ہوگی وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ سبحان اللہ عاجز اور ناکارہ اُمتیوں کے لئے کیا درجہ افزا نوید ہے۔ اگر اعمال میں کمزوری ہے لیکن محبّت کامل ہے وہ اس حدیث شریف کی بشارت میں شامل ہے۔ ھنیئاً لہٗ۔

آپ کی زجر و توبیخ

آپ کا برتاؤ مخلصین کے ساتھ ایک مشفق اور مہربان باپ کا برتاؤ تھا۔ اپنی اولاد کی طرح مخلصین کو بھی جھڑکتے تھے۔ تنبیہ کرتے تھے۔ گھر سے نکالتے تھے تاکہ وہ اخلاقِ رذیلہ کو چھوڑیں۔ اور اُن باتوں کو اختیار کریں جن سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مخلصین میں انانیت کا مرض نہیں تھا۔ یہی روش آپ کی سر دھنہ والوں سے تھی۔ آپ کو کسی نے کوٹہ سے خط لکھا کہ معظم علی شاہ پسر علی شاہ پسر جانفشاں خاں کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو گئے ہیں۔ آپ نے دلّی مولوی بخش اللہ کو کارڈ لکھا۔ اس میں معظم علی شاہ کے متعلق تحریر فرمایا: "ہم کو اطلاع دیں معاملہ کیا ہوا۔ کس نے نالش کی۔ قید تو نہیں ہوئے۔ یا قید ہوگئے۔ یا جرمانہ ہوا۔ افسوس ؎

قرض کی پیتے تھے مے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہاں   رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

معظّم علی شاہ کے واسطے دُعا

معظم علی شاہ مقدمہ بازی میں بہت معروف رہا کرتے تھے۔ آپ نے بار ہا ان کو روکا تھا۔ لیکن وہ اپنی افتادِ طبع سے مجبور تھے۔ اس بار وہ ایسے پھنسے کہ رہائی کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ آپ جب کوٹہ سے دہلی تشریف لائے تو وہ آستانۂ خیر پر حاضر ہوئے۔ آپ نے پہلے ان کو جھڑکا اور فرمایا۔ ہم نے تم سے بار بار کہا اور تم نے کچھ خیال نہ کیا۔ دو دن تک خانقاہ شریف میں گھسنے نہ دیا۔ وہ گلی میں پڑے رہے۔ اور عاجزی کرتے رہے۔

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن   تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

(جب تک بچہ نہ روئے دودھ جوش کب مارتا ہے۔ جب تک آسمان گریہ نہیں کرتا چمن نہیں مسکراتا)

جب آپ نے سمجھ لیا کہ معظم علی شاہ صدق دل سے تائب ہوگئے ہیں اور اُن کو اپنے کئے پر ندامت ہے تو آپ نے ان کو بُلایا اور ان سے توبہ کرائی اور پھر مبارک ہاتھ اُٹھا کر اس طرح دُعا فرمائی۔ کہ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور پھر سورۂ فاتحہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ تک پڑھی اور پھر ان الفاظ سے دعا کی: "اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں

تو ہمارے اور مظہر علی شاہ کے اور سب مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے اور مظہر علی شاہ کو اس بلا سے نجات دے؟ آپ دعا کر رہے تھے اور حاضرین بھی عاجزی کر رہے تھے۔ پھر آپ نے محبت سے مظہر علی شاہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور اُن کو رخصت کیا۔ دوسرے دن مقدمہ کی میرٹھ میں پیشی تھی۔ مختصر کر تار آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا۔

آپ حضرات مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے متبع اور اُن کے ارشادات پر عمل کرنے والے تھے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اُدْخُلُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا یعنی گھروں میں اُن کے راستہ سے داخل ہو۔ گھر چاہے ظاہری ہو چاہے معنوی طریقے اور قاعدے سے اس میں جانا چاہیئے۔ آپ نے مظہر علی شاہ کو ایک دو دن گریہ وزاری کرنے دی۔

انفعالِ جُرم بہتر از غرورِ طاعت است　　　مظہرا اے دور از حقیقت بر نمازِ خود مناز

(جرم سے شرمندہ ہونا عبادت کے گھمنڈ سے بہتر ہے اے حقیقت سے دور مظہر اپنی نماز پر ناز نہ کر)

جب صحیح معنوں میں انفعال ہو گیا تو آپ نے دعا کی اور رُخِ اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید کا ظہور ہوا۔ وہ لوگ جو حضراتِ مشائخ کرام کے اقوال اور ان کے طریقوں سے واقف نہیں ہیں وہ آپ پر اعتراضات کرتے ہیں۔ لِلّٰهِ فِي عِبَادِهِ شُئُونٌ۔

مراجعتِ میرٹھ

آپ کی سر دھنہ سے واپسی بھی اُسی شانِ عبید اللّٰہی سے ہوئی جس کے متعلق مولانا جامی کہتے ہیں۔

زد بہ جہاں دولتِ شاہنشہی　　　کوکبۂ فقرِ عبید اللّٰہی

میرٹھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک صاحب نہایت سن رسیدہ ہیں۔ ان کی عمر تقریباً سوا سو سال کی ہے۔ آپ نے اُن کو بلایا وہ نہایت شوق سے آئے۔ ان کے دانت تیسری بار نکلے تھے۔ انھوں نے اُن پاکیزہ نفوس کا ذکر کیا جن کو انھوں نے دیکھا تھا۔ ان کی باتوں سے آپ کو مسرت ہوئی اور دورانِ گفتگو میں بعض اوقات آبدیدہ بھی ہوئے۔ حاضرین میں سے ہر شخص پر رقت طاری تھی۔ رحمہ اللہ۔

مخلصین کی کیفیت

آپ کا قیام جس کوٹھی میں تھا وہ ایک بڑے رقبہ میں تھی۔ مشرق اور شمال کی طرف پکی سڑک تھی۔ کوٹھی کی عمارت ایک طرف کو تھی، دو طرف کھلا حصہ تھا۔ آپ جس وقت حلقہ فرماتے تھے تو وہ افراد جن کا معاملۂ باطن کچھ سست تھا اور وہ آپ کے قریب جاتے ہوئے ڈرتے تھے، کافی دور فاصلہ پر آپ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔

ان میں سے بعض افراد نے بیان کیا ہے کہ اپنے گھر میں ہم اپنے قلب کو ذکر شریف میں مصروف کرنے کی کوشش کرتے تھے اور پھر بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کی نیت سے جب ہم آپ کی طرف روانہ ہوتے تھے قلب کی کیفیت میں تبدیلی واقع ہونی شروع ہو جاتی تھی۔ اور جب ہم کوٹھی کی حدود میں داخل ہوتے تھے ہمارا قلب ذاکر ہو جاتا تھا۔ اور جتنی دیر ہم یہاں بیٹھتے تھے ہمارا قلب ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔

تفسیر طبری کی حدیث

یہ عاجز کہتا ہے کہ امام ابو جعفر طبری نے تفسیر جامع البیان کی دوسری جلد کے اخیر میں وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ کے بیان میں جابرؓ بن عبداللہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيُصْلِحُ بِصَلَاحِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ وَلَدَهٗ وَوَلَدَ وَلَدِهٖ وَاَهْلَ دُوَيْرَتِهٖ وَدُوَيْرَاتٍ حَوْلَهٗ وَلَا يَزَالُوْنَ فِيْ حِفْظِ اللّٰهِ مَا دَامَ فِيْهِمْ۔ یعنی مردِ صالح کی صلاح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بچوں کو اور بچوں کے بچوں کو اور اس کے گھر کے لوگوں کو اور اس کے گھر سے متصل گھروں کے لوگوں کو صالح کرتا ہے۔ اور جب تک وہ مردِ صالح اُن میں رہتا ہے وہ سب اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ اور ابن عمرؓ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيَدْفَعُ بِالْمُؤْمِنِ الصَّالِحِ عَنْ مِائَةِ اَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِهِ الْبَلَاءَ یعنی ایک مومن صالح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے پڑوس کے ایک سو گھر والوں کی بلائیں ٹالتا ہے۔

نارِ خنداں باغ را خنداں کند　　صحبتِ نیکانت از نیکاں کند

(مسکراتا ہوا انار باغ کو ہنساتا ہے۔ نیکوں کی صحبت تجھے نیکوں میں سے بنا دیتی ہے)

میرٹھ سے کوئٹہ

میرٹھ میں غالباً پانچ ماہ قیام فرمانے کے بعد آپ دلّی ہوتے ہوئے ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ مطابق اپریل ۱۹۱۲ء کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس عاجز کی خواہر کلاں کی طبیعت علیل ہوئی۔ آپ نے حافظ اشفاق الٰہی کو میرٹھ خط تحریر فرمایا کہ ہم متعلقین کو لے کر میرٹھ آرہے ہیں۔

بلند شہر کا قیام

آپ بیس رمضان ۱۳۳۰ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کوئٹہ سے روانہ ہو کر میرٹھ میں حافظ اشفاق الٰہی کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں تھوڑی دیر قیام فرمایا تھا کہ شیخ وحید الدین شیخ بشیر الدین آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ کوٹھی خالی ہے آپ وہاں تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ نے اس کوٹھی میں آٹھ دس دن قیام کیا اور قاری نیاز احمد صاحب نے وہاں تراویح

میں قرآن مجید ختم کیا۔ عید الفطر کے بعد آپ بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں خان شیریں خاں کی کوٹھی میں کرایہ پر چند ماہ قیام رہا۔ یہ کوٹھی دلی کی سڑک سے متصل کالا آم کے پاس واقع ہے۔ اور پھونس کی کوٹھی کے نام سے مشہور تھی۔ آپ نے مولوی برکت اللہ کو ہانسی ضلع حصار خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے " ہم عشرۂ آخرۂ رمضان میں میرٹھ پہنچے۔ علاج و معالجہ سے فائدہ نہ ہوا تو بلند شہر آئے۔ یہاں علاج سے نفع ہوا" اور تحریر فرمایا ہے " یہاں کا پتہ :۔ بلند شہر۔ کوٹھی پھونس والی۔ حضرت صاحب"

بلند شہر کے مولوی عبد الرشید نے چند سال پہلے اس عاجز سے بیان کیا کہ میں کوٹھی پھونس والی میں آپ سے بیعت ہوا۔ میں اس زمانے میں مولوی احمد اللہ صاحب سے اُن کے مدرسۂ احمدیہ میں پڑھتا تھا جو کہ محلہ فراشان کے اُس مسجد میں ہے جو مُلا حسن شہید کے مزار کے قریب ہے۔ ایک دن حضرت صاحب مُلا حسن شہید کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ فاتحہ پڑھ کر آپ نے مولوی احمد اللہ صاحب سے کہا " مُلا حسن نے ہم کو شیشہ پر جگہ دی " مولوی صاحب نے کہا۔ " حضور کا قلب آئینہ ہے اس لئے شہید صاحب نے حضور کو شیشہ پر جگہ دی "

گلاؤٹھی

گلاؤٹھی کے حکیم محمد سعید صاحب ہمشیرۂ محترمہ کے علاج کے سلسلہ میں اکثر آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ آپ کو ایک دن کے واسطے گلاؤٹھی لے گئے۔ وہاں آپ نے میر مہربان علی رئیس کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا " میر مہربان علی کی داڑھی میں سفیدی آچلی ہے اور دو دانت سامنے کے ٹوٹے ہوئے ہیں " حاضرین میں سے کسی نے آپ سے کہا۔ کیا میر مہربان علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا " ہم اس وقت اُن کو دیکھ رہے ہیں " اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ ان کی قبر کی طرف کیا۔ بلند شہر میں اللہ تعالیٰ نے ہمشیرہ صاحبہ کو شفا دی۔ اور آپ چالیس پینتالیس دن وہاں قیام کر کے بخیر دلی تشریف لے آئے۔

ترکیہ کو طبّی وفد

طرابلس اور بلقان کی لڑائیوں سے حکومت ترکیہ کو جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کو حکومت ترکیہ اور خلیفۃ المسلمین سے قلبی تعلق تھا۔ اکثر آپ نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں دلی کے مسلمانوں نے ترکیہ کو طبّی وفد بھیجنے کے لئے چندہ جمع کیا۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو وفد کا رئیس تجویز کیا گیا۔ اور اس وفد کو رخصت کرنے کے لئے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر جلسہ منعقد کیا گیا ــــــــ جامع مسجد کے جنوبی دالان اور سیڑھیاں اور اس کے سامنے کا میدان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ مولانا محمد علی اور حکیم محمد اجمل خاں نے تقریریں کیں۔ اس جلسہ میں آپ کو بھی خاص طور سے بلایا تھا کہ دعا آپ

فرمائیں۔ اس عاجز سے ان لوگوں نے بیان کیا جو اس موقع پر موجود تھے کہ تمام میدان اور سیڑھیاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس بھیڑ میں سے کسی کا گزرنا نہایت مشکل تھا۔ جب آپ کی تشریف آوری ہوئی اور مولانا محمد علی اور حکیم محمد اجمل خاں کی نظریں آپ پر پڑیں تو خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی اور جس طرح کائی پھٹتی ہے، اُس طرح مجمع پھٹا اور آپ کے واسطے ایک راستہ بن گیا۔ آپ سیڑھیوں کے اوپر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ارکانِ وفد مولانا محمد علی اور حکیم صاحب اور دیگر عمائدین کھڑے تھے۔

حیاتِ اجمل "حیات اجمل" میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی ایک تحریر ہے جس میں انھوں نے اس کیفیت کا بیان کیا ہے۔ یہ عاجز ان کی تحریر کا ایک حصہ نقل کرتا ہے۔

"دلی کے عام مسلمانوں میں ایک ایسی رُوح پیدا ہو گئی تھی کہ تنہا انھوں نے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ جمع کیا۔ وفد کو رخصت کرتے وقت مسجد جامع اور اس کے سامنے کے میدان میں آدمیوں کے سروں کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی تھی۔ یہ مجمع نہ صرف آدمیوں کی تعداد اور اُن کے جوش کے لحاظ سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا تھا، بلکہ دلی میں شاید شاہانِ مغلیہ کے بعد اپنے تزک واحتشام میں یکتا تھا۔ حکیم صاحب اور محمد علی صاحب کی الوداعی تقریروں نے اور مولانا شاہ ابوالخیر کی رخصتی دعا نے ایسے گہرے اثرات چھوڑے ہیں کہ تمام عمر کوئی نہیں بھول سکتا۔" الخ

روشن صاحب صدیقی مرحوم نے اس واقعہ کی تفصیل کسی سے سُنی تھی۔ وہ اپنی وفات سے دو سال پہلے عاجز سے پُر کیف انداز میں اس کا بیان کر رہے تھے۔ اور "حیات اجمل" کی تحریر کا ذکر بھی انھوں نے کیا تھا۔ آج اُن کی بات یاد آ رہی ہے اور یہ عاجز اُن کے واسطے دعائے خیر کر رہا ہے۔ رحمہ اللہ۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

سفیر محمد اسماعیل محمد اسماعیل خاں محمدزئی افغانستان کے سفیر تھے۔ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آئے تھے۔ حکومتِ ہند سے امیر صاحب کی مہمانداری کا ٹھیکہ محمد اسماعیل خاں نے لے لیا تھا۔ اور اس میں انھوں نے لاکھوں روپیہ کمایا۔ یہ بات امیر حبیب اللہ خاں کو پسند نہ آئی اور انھوں نے بعد میں محمد اسماعیل خاں کو سفارت سے برطرف کر دیا تھا۔ محمد اسماعیل خاں نے شکارپور سندھ اور کوئٹہ بلوچستان میں لاکھوں روپے کی عمارتیں بنوائیں۔ کوئٹہ میں انھوں نے تقریباً ایک سو مکان کرایہ کے اور ایک عالی شان دو منزلہ

قصر اپنے واسطے بنوایا۔ اس قصر کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ مردانہ دوسرا زنانہ، دوسرے حصہ میں بہت عمدہ پائیں باغ بھی تھا۔ یہ قصر آپ کے مکان کے قریب تھا۔ محمد اسماعیل خاں نے بہت کوشش کی کہ یہ کامل قصر آپ قبول فرمالیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سردار محمد اسحاق خاں وغیرہ سے کہا کہ وہ آپ سے عرض کریں۔ لیکن ان کی تمام کوششیں بے سود رہیں۔ اور آپ نے ایک وَجَبْ زمین کا لینا قبول نہ کیا۔

خاک نشینی است سلیمانیم — ننگ بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش — کہنہ نہ شد جامۂ عریانیم

(میری سلیمانی خاک نشینی ہے۔ میرے لئے شاہی تاج ذلت ہے
چالیس سال سے میں اس کو پہنتا ہوں۔ میرا ننگے پن کا لباس پرانا نہیں ہوا)

کوئٹہ میں مسجد حضرت بلال

کوئٹہ شہر کی کمیٹی نے شہر کی توسیع کا نقشہ بنایا۔ اس میں آپ کے مکان سے متصل شرق کی طرف شمالاً جنوباً بتیس فٹ چوڑا راستہ دکھایا اور اس راستہ کا نام "پیر ابوالخیر روڈ" رکھا۔ آپ نے اپنے مکان کے مقابل راستہ کے دوسری جانب نہایت عمدہ عالی شان مسجد شریف بنوائی۔ زلزلہ ۱۹۳۵ء سے پہلے کوئٹہ کی عمارتیں کچی اینٹ اور گارے کی ہوتی تھیں۔ آپ نے مسجد شریف خشت پختہ اور مصالحے سے بنوائی۔ مسجد شریف کو چار فٹ کی کرسی دی۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام بلوچستان میں یہ ایک مسجد شریف تھی۔ اس کی تعمیر ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ دیواروں پر لپائی نہیں ہوئی تھی اور چھت میں جست کی چادروں کے نیچے تختہ بندی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مسجد شریف سے متعلق پانچ عمدہ کشادہ حجرے تھے۔ سڑک کی طرف دو دکانیں نکالی تھیں۔ تین کمروں کا ایک عمدہ مکان اس سے متعلق تھا اور اس مسجد کا نام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اسمِ گرامی پر مسجد حضرت بلال رکھا۔

آپ کے ایک پرانے مخلص حافظ محمد وزیر حصاری نے آپ کو خط لکھا۔ آپ کے اسمِ گرامی کے ساتھ القاب و آداب لکھے اور مسجد شریف کو "مسجد بلال" لکھ دیا۔ آپ نے اُن کو خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا "خط لکھنے سے غرض مکتوب الیہ کا خوش ہونا ہے۔ القاب و آداب باقاعدہ ہونے سے مکتوب الیہ خوش ہوتا ہے۔ تمسخر آمیز الفاظ جو کوئی لکھتا ہے اس سے دل خفا ہوتا ہے۔ مثلاً مولانا، مولوی، حاجی، صوفی صاحب، ایسے القاب سے دل کو نفرت ہوتی ہے۔ پرہیز کرنا

چاہیئے۔ اور مثلاً مسجد حضرت بلال کے بدلے مسجد بلال لکھنا حضرت بلال کی تحقیر ہے۔ اگرچہ عوام کی وقعت کچھ کم نہیں ہے۔ تم جیسوں کا کیا لکھنا، کیا مذمت، کیا تعریف، مگر قاعدہ شرفا سے تم کو مطلع کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ایسے الفاظ آئندہ نہ لکھنا۔ بلکہ خط وکتابت بھی کم ہونی بہتر ہے تم جیسے اشخاص سے۔ والسلام۔

آپ کے تین شعر حافظ محمد وزیر رحمہ اللہ کے خط یا کسی دوسرے شخص کے اس قسم کے خط پہنچنے پر آپ نے حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ کی گلستان کے صفحہ اوّل کے حاشیہ پر فارسی کے یہ تین شعر تحریر فرمائے ہیں۔ اشعار آپ کے ہیں ؎

۱۔ نہ جنابم نہ شہ نہ مولانا	بندۂ آستانۂ عمرم
۲۔ گر کنی نسبتم بہ آں در فیض	ہر چہ گفتی ازاں بلند ترم
۳۔ ور کنی زیں اضافہ فی الجملہ	زشت کردار خیر محتقرم

۱۔ میں نہ جناب ہوں نہ شاہ نہ مولانا۔ عمر کے در کا غلام ہوں۔
۲۔ اگر تو میری نسبت اس درِ فیض سے کرے۔ جو تو کہے میں اس سے بھی بلند ہوں۔
۳۔ اور اگر تو اس پر کچھ اور اضافہ کرے۔ میں خیر بدکردار حقیر ہوں۔

عاجز کے اشعار اِس عاجز نے جب آپ کے اِن اشعار کو پڑھا بے ساختہ زبان پر یہ اشعار آگئے ؎

نہ صوفی ہوں نہ مولانا نہ حضرت	نہ ان اَلقاب کی مجھ میں لیاقت
غلام بے درم اُس خیر کا ہوں	غلامی جس کی ہے کانِ کرامت
پڑا ہے جب سے یہ طوقِ غلامی	کُھلے ہیں مجھ پر ابوابِ سعادت
طلب پیدا ہوئی راہِ ہُدیٰ کی	ہوئی اہلِ صفا سے دل کو اُلفت
محبت اولیا کی رنگ لائی	ہوئی نسبت بہ درگاہِ رسالت
نہ اب دنیا کی نیرنگی کا کھٹکا	نہ اب عقبیٰ کے اندیشوں سے وحشت
ہوا ہے ذرّۂ ناچیز بے غم	اُسی نسبت کی ہے ساری یہ برکت
محبت میں اضافہ ہر گھڑی ہو	ترقی پر رہے دائم یہ نسبت
یہ اُلفت جزوِ ایماں ہے عزیزو	یہی فتویٰ ہے از اہلِ طریقت
نہ ہو جس دل میں اُلفت کا یہ جذبہ	نہ پائی کچھ بھی ایماں کی حلاوت

الٰہی اُن کی اُلفت بیشتر ہو | رہے نظروں میں ہر دم پاک طلعت
اُٹھوں محشر میں اُن کے زیرِ سایہ | ملے جنّت میں پھر اُن کی رفاقت
کرم ہے زیدؔ کچھ تجھ پر خدا کا | لڑکپن[1] سے ملی تجھ کو یہ دولت

یہ مسجد شریف شبِ جمعہ ۲۷ رصفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ رمئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ کے زلزلہ ہائلہ میں مسمار ہو گئی۔ وَکَانَ ذٰلِكَ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

آپ جب دلی تشریف لائے تو ماہِ محرم ۱۳۳۳ھ میں مُلا حاجی گُل ولد مُلا شیخ الدین خداداد خیل از وَازِ خواہ۔ کٹواز، رحلت کر گئے اور انہی دنوں میں اُن کے برادر طریقت مُلا گل محمد ولد مُلا مہر داد دخیل ساکن کٹواز نے دہلی آتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خاں میں وفات پائی۔ آپ کو ان دونوں اصحابِ کمال کی رحلت کا افسوس ہوا۔ ان شاء اللہ ان کا کچھ بیان آپ کے خلفاء و مجازین کے ذکر میں آئے گا۔ رحمۃ اللہ علیہما و علی جمیع اخوانہما من اہل الوفاء النسبۃ۔

نکاح ہمشیرۂ کلاں

آپ کی مسلسل چھ صاحبزادیاں ہوئیں اور وہ سب خوردسالی میں رحلت کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۱۲ھ میں آپ کو ساتویں صاحبزادی عنایت کی۔ آپ نے ان کا نام صدیقی رکھا۔ مخلصین اُن کو بڑی بیگم اور ہم بھائی بہن بڑی آپا کہتے تھے۔ وہ خوردسالی سے اکثر مریض رہا کرتی تھیں۔ اُن کی دوا دارو پر آپ نے بہت روپیہ صرف کیا۔ اور اُن کی اِن خصوصیات کی بنا پر آپ کو اُن سے بہت محبّت تھی۔

آپ نے جب اپنی عمر شریف کے باسٹھ مراحل طے کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ وقت دکھایا کہ آپ اپنی صاحبزادی کا گھر آباد کریں۔ قصور کے سید احمد شاہ صاحب نے جن کا ذکر میرٹھ کے قیام کے بیان میں گزر چکا ہے اپنے فرزند سید رؤف احمد شاہ کے واسطے اُن کو طلب کیا اور آپ نے منظور فرما لیا۔ اور اب وقت آیا کہ یہ کارِ خیر بہ انجام پہنچے۔ چنانچہ شبِ جمعہ ۴ رماہ صفر ۱۳۳۲ھ مطابق ۳ ردسمبر ۱۹۱۳ء اس کارِ خیر کی تاریخ مقرر ہوئی۔

آپ سے مخلصین نے کہا کہ اس موقع پر خانقاہ شریف میں بجلی لگوانی چاہیئے۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور بجلی لگی۔ چونکہ اس وقت دلی میں بجلی عام نہ تھی۔ صرف بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی تھی۔ اس وجہ سے خرچ بہت ہوا۔ دلی دروازے سے خانقاہ شریف تک سات کھمبے لگے اور یہ سب آپ کے حساب میں لگے۔

---

[1] ساڑھے دس سال کی عمر میں یہ عاجز سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوا ہے۔

آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ دلّی شہر کے علماء فضلاء شرفاء کی فہرست مرتب کرو اور تمام مخلصین کے نام لکھو۔ اسی طرح باہر کے لوگوں کے نام لکھو اور سب کو دعوتی خط ارسال کرو۔ مخلصین نے آپ سے رسم ورواج کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: "دلی کے پُرانے شریف گھرانوں میں جو رسم ورواج ایسے موقع پر ہوتے ہیں وہ کرو، ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اور ہم سے اس کے متعلق کچھ نہ پوچھو جو خرچ ہو وہ ہم سے لے لو۔ اور آپ نے گھر میں سید محمد میر وکیل کی والدہ جو سیّد صاحب کی بیٹی کے نام سے مشہور تھیں اور امۃ الحی جو سیّد احمد خاں کی بہو تھیں اور حکیم جی کی بیٹی کے نام سے مشہور تھیں، اور امۃ الوحید جو میر قادر علی کی بہو کے نام سے مشہور تھیں اور منشی ننّے خاں کی بہن اور حنیفہ زوجہ چودھری مولاداد خاں خورجوی وغیرہن کو بھی یہی بات فرمادی تھی۔

گھر میں تقریباً ایک ماہ پہلے سے بیس پچیس مستورات کا اجتماع ہوگیا تھا اور انتظامات ہو رہے تھے۔ یہ سب کچھ اندر اور باہر ہو رہا تھا لیکن آپ کے جو معمولات تھے ان میں بال برابر فرق نہیں آیا۔ اپنے وقت پر ہر کام ہو رہا تھا۔ کیا حلقہ، کیا توجہ اور کیا تفریح کو جانا۔ پنجشنبہ ۱۲ صفر کا دن گزار کر بعد عشاء محفل عقدِ نکاح منعقد ہوئی۔ صدہا اشخاص باہر سے آئے ہوئے تھے لیکن آپ عصر کو حسب معمول برائے تفریح تشریف لے گئے اور بین العشائین تشریف لائے۔

رسم ورواج

آپ نے گھر میں مخلصات سے اور باہر مخلصین سے صرف ایک بات فرمادی کہ دلّی کے شریف گھرانوں میں جو رسوم اس موقع پر کی جاتی ہیں وہ کرو، ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اس موقع پر حافظ عبدالحکیم مالک جنرل بوٹ ہاؤس نے آپ سے کہا نکاح کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے شیرینی تقسیم ہوگی۔ آپ کی طرف سے پن، الائچی وغیرہ تقسیم ہونی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا شہر کے شریفوں میں جو کچھ ہوتا ہے کرو۔ حافظ عبدالحکیم نے کہا حضور یہ سب کے یہاں ہوتا ہے اور یہ ضروری ہے۔ آپ نے ارشاد کیا: "تم نے ایک رواج کو جو کہ شرعاً غیر ضروری ہے، ضروری قرار دے دیا۔ اور غیر ضروری کو ضروری قرار دینے سے کراہتِ تحریمی آجاتی ہے۔ لہٰذا اب اس رسم کو نہ کرو۔ چنانچہ باقی تمام رسم ورواج ہوئے۔ مثلاً چتلی قبر پر اور خانقاہ شریف کے دروازے کے باہر پھول پتّوں کے دروازے اور چتلی قبر سے خانقاہ شریف تک تمام راستے کی پوری سجاوٹ، نکاح کے وقت گولوں کا چھوڑنا، عطر وگلاب کا استعمال نوشاہ اور اُن کے باپ بھائی وغیرہ کو پھولوں کے ہار پہنانا، خانقاہ شریف کی اندرونی زیبائش وآرائش، الائچی پان سے سب کی تواضع، مدعو افراد کو جو کہ ایک ہزار سے زائد تھے، عمدہ مکلّف کھانا کھلانا،

نوشاہ کو ایک انگوٹھی اور ایک سو روپیہ سلامی کے وغیرہ ۔ لیکن بن الائچی تقسیم کرنے کی رسم نہ ہوئی۔
بعض افراد کو آپ کے اس ارشاد پر تعجب ہوا کہ شہر کے شریف گھرانوں میں جو رسم رواج اس موقع پر کئے جاتے ہیں وہ کرو، ہماری طرف سے اجازت ہے۔" ان لوگوں کا استعجاب ایک حد تک اپنی جگہ درست تھا، کیونکہ عام طور پر واعظوں کے بیانات اس کے خلاف ہوتے ہیں ان کی کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ اپنے کو متقی اور پارسا ظاہر کریں اور جہاں تک ہو سکے حرام کے دائرے کو پھیلائیں۔ اور اُس وقت تو تعجب کرنے والے حیرت میں رہ گئے جب نوشاہ سید رؤف احمد شاہ سہرا باندھ کر آئے اور آپ نے کچھ نکیر نہ فرمائی۔

فرق اور سدل

اس سلسلے میں یہ عاجز کہتا ہے کہ فَرقُ الرَّاْس اور سَدْل کے متعلق امام بخاری کی صحیح میں ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حکم نہیں ہوتا تھا، آپ اس کام میں اہلِ کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ آپ ابتدائے امر میں سدل کرتے تھے۔ (مانگ نہیں نکالتے تھے) لیکن آخر امر میں آپ مانگ نکالتے تھے جو کہ مشرکین کا طریقہ تھا۔ اس حدیث شریف کے بیان میں بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کو اہلِ کتاب کا طریقہ پسند تھا اور پھر بھی آپ نے مشرکین کا طریقہ پسند کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مانگ نکالنے کا حکم ہوا ہے ورنہ آپ مشرکین کی موافقت اختیار نہ کرتے۔ لہٰذا اب سدل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ابتدا میں مسلمان تھوڑے تھے۔ آپ تالیفِ قلب کے لئے اہلِ کتاب کی موافقت فرماتے تھے۔ جب مشرک فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے آپ نے اُن کے طریقہ کو اختیار کر لیا۔ کیونکہ ان کا طریقہ کسی غیر کا طریقہ نہیں رہا۔ اور آپ کا ان کے طریقہ کو لینا دینی امر نہ تھا بلکہ طبعی امر تھا۔ اسی لئے آپ نے سدل سے نہیں روکا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ بعض دوسرے علماء کا قول ہی صحیح ہے۔ ان کے قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مشکوٰۃ کے بابِ اعلان نکاح کے فصل دوم میں ابن ماجہ سے منقول ہے کہ "ابن عباس کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اپنی قرابت دار لڑکی کا نکاح انصار میں کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے لڑکی بیاہ دی۔ انھوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے کسی گانے والے کو بھی ساتھ بھیجا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انصار قوم غزل ہے یعنی گانا پسند کرتی ہے۔ اگر تم کسی کو ساتھ کر دیتیں کہ اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ پڑھتا

جاتا تو بہتر ہوتا" بعض دوسرے علماء کے قول سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جب مشرک بہ کثرت اسلام میں داخل ہو گئے تو ان کے رسم ورواج دوسروں کے رسم ورواج نہیں رہے۔ لہٰذا ان کے کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں یہ عاجز تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "القول السَّنِی فی الذَّبِّ عن الشیخ عبدالغنی" اور کتاب "الحُجَّۃ فی مسائلۃ اللحیۃ والقُبضَۃ" میں بحث کر چکا ہے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا علم جیسا کہ مولانا سیف الرحمٰن نے کہا ہے "آپ کا علم نہایت وسیع اور متین ہے" نہایت وسیع تھا۔ آپ کو ان اقوال کا علم یقیناً تھا۔ لہٰذا آپ نے ان امور کے کرنے سے منع نہ کیا۔ البتہ غیر ضروری امر کو جو کہ بُن الاچی کا تقسیم کرنا تھا اور اس میں ضروری کہنے کی وجہ سے جو قباحت پیدا ہوئی آپ نے اس کی وجہ سے روک دیا۔ لِمثلِ ھٰذا فَلیَعمَلِ العَامِلُونَ۔

بقیۂ احوال نکاح

ہندوستان اور بلوچستان کے مختلف مقامات سے کافی افراد آئے تھے۔ ما یذکر میں سے مولانا عبدالکافی اور قاری عبدالرحمٰن الٰہ آبادی، سید محمد شاہ قصوری، مولانا احمد حسین خاں امروہوی، مولانا رکن الدین الوری، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، قاری ولی محمد اور حکیم فخرالدین میرٹھی ہیں۔ مہمانوں کے واسطے چار مکانوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اگرچہ پہلی صفر سے مہمانداری شروع ہو گئی تھی۔ لیکن تین دن ڈھائی من گوشت کا قورمہ پکوایا گیا۔ نکاح کے وقت خانقاہ شریف بھری ہوئی تھی۔ شہر کے معززین عمائدین اور علماء و فضلاء میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا۔ آپ نے سب کو بُلایا تھا۔ آخوندجی محمد عمر بھی آئے تھے۔ نکاح کے بعد سب کو کھانا کھلایا گیا۔ دوسرے دن صبح نو بجے آپ باہر تشریف لائے۔ باہر کے مہمان اور شہر کے کافی افراد موجود تھے۔ اتفاق سے ایک پارٹی قوالوں کی آگئی۔ آپ مسجد شریف کے صحن سے متصل حصہ میں بیٹھے اور قوالوں نے دف کے ساتھ فارسی، اُردو کلام پڑھا۔ مُلّا عبدالحلیم پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور وہ چلّا کر کہنے لگے (فارسی میں) ہم کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے حضرت صاحب طریقۂ چشتیہ میں اتنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں" قوالی کے بعد سب کو کھانا کھلایا گیا۔

جمعہ کی نماز سید محمد شاہ قصوری نے پڑھائی۔ اور نماز کے بعد مولانا احمد حسین خاں امروہوی نے وعظ کیا۔ ان کا وعظ علمی تھا۔ آپ نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور بہت خوش ہوئے۔

آپ نے بعد میں ہمشیرۂ محترمہ وسطیٰ اور حضرت برادرِ کلاں کی شادیاں کیں۔ لیکن جن کیفیات کا ظہور ہمشیرۂ کلاں کی شادی میں ہوا، اوروں میں نہ ہوا۔ بڑی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی کے متعلق مخلصین کہا کرتے تھے کہ ایک شاہی دربار تھا۔

سُنّتِ بابائے نہم

جن افراد کو حضرات مشائخ کرام کے احوالِ مبارکہ اور راہِ سلوک کے نشیب و فراز سے کچھ واقفیت ہے وہ سمجھتے ہیں کہ راہِ سلوک قطع کرنے میں تربیتِ جمالی اور تربیت جلالی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ السامی کو شاہِ وقت نے قلعۂ گوالیار میں حبس کیا۔ اس حبس سے جو فوائد آپ کو حاصل ہوئے اُن کا ذکر آپ نے دفتر سوم کے مکاتیب شریف میں کیا ہے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے اولیائے کبار میں سے تھے اور آپ کو بھی ان مقاماتِ عالیہ کو حاصل کرنا تھا جن کا حصول تربیتِ جلالی سے وابستہ ہے۔ لہٰذا آپ کی بھی جلالی تربیت ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ از گروہِ محبوبان و مرادان تھے۔ اِس لئے آپ کی جلالی تربیت بھی شانِ محبوبی لئے ہوئے تھی۔

تربیتِ جلالی کے اسباب

پہلی جنگِ عظیم کا زمانہ تھا۔ ہندوستان کے حُرّیت پسند اپنے ملک کو آزاد کرانے کی فکر میں تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے ایک فتویٰ شائع کیا کہ انگریزوں کی نوکری اور خاص کر فوج کی نوکری کرنی ناجائز ہے۔ اس فتویٰ سے حکومت کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور حکومت نے ارادہ کیا کہ کسی بااثر عالم سے اس فتویٰ کے خلاف فتویٰ حاصل کیا جائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کی نظر آپ پر پڑی۔ چونکہ بلا اجازت آپ کے پاس کوئی جا نہیں سکتا تھا اور ہر شخص سے آپ ملتے نہیں تھے۔ اس لئے حکومت کو ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو حکومت کے آدمی کو آپ تک پہنچائے۔ اس کام کے واسطے مصباح الدین حقّی کا انتخاب ہوا۔ مصباح الدین صاحب پھاٹک مفتی والاں ترا ہا بیرم خاں میں رہتے تھے۔ ان کی نانی صاحبہ آپ کے نانا کی چھوٹی بہن تھیں اور جب تک وہ حیات رہیں آپ اُن کے پاس جایا کرتے تھے اور اُن کو نانی صاحبہ کہا کرتے تھے۔ مصباح الدین صاحب کو بھائی مصباح الدین کہتے تھے۔ مصباح الدین صاحب آپ سے دو تین سال چھوٹے تھے۔ سال دو سال میں کبھی وہ آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب بھی وہ آئے آپ اُن سے ملے۔

مصباح الدین

حکومت نے جب ان کے سپرد یہ کام کیا تو وہ رات کے ۹ بجے سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے افسر کو لے کر آپ سے ملنے آئے۔ دربان نے اطلاع کی، کہ مصباح الدین اور ان کے ساتھ ایک شخص ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔ آپ نے اجازت دی۔ اور یہ دونوں صاحبان آپ کے پاس آئے۔ تھوڑی دیر بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر نے آپ سے کہا۔

میں سی آئی ڈی کا افسر ہوں۔ مجھ کو آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے کہا کہ میری گفتگو تخلیہ میں ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہم ضعیف ہوگئے ہیں اور یہ سب جو بیٹھے ہیں بمنزلہ میری اولاد کے ہیں جس کو بھی جو کچھ کہنا ہوتا ہے ان کے سامنے کہتا ہے۔ تخلیہ میں کسی سے ہم نہیں ملتے۔ اس نے پھر اپنی بات دُہرائی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا، کہو۔ چنانچہ مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام، حافظ عبدالحکیم نے کہا۔ حضور تنہائی میں نہیں ملتے۔ اس جواب کو سُن کر وہ افسر اُٹھ گیا اور اس نے باہر نکل کر کہا "میں بتاؤں گا کہ کس طرح نہیں ملتے"۔

سی آئی ڈی کا تقرر

اس واقعہ کے دوسرے دن سے خانقاہ شریف کے دونوں دروازوں کے باہر چوبیس گھنٹے سی آئی ڈی کے دو دو سپاہی بیٹھے رہتے تھے۔ جو بھی خانقاہ شریف میں آتا تھا اس کا نام، ولدیت، پتہ پوچھا جاتا تھا اور رجسٹر پر لکھا جاتا تھا۔ دس بارہ دن اس حال میں گزرے تھے کہ آپ کے پاس دلی کے بڑے پولیس افسر کی چٹھی آئی کہ ہم سے آکر دفتر میں ملو۔ چنانچہ دن کے دس بجے آپ اور حافظ عبدالحکیم اور ایک پٹھان بگھی میں بیٹھ کر کشمیری دروازہ پولیس افسر سے ملنے گئے۔

آپ کو افسر نے بُلایا

اس دن صبح سے شہر میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ حکومت آپ کو گرفتار کرنے والی ہے۔ حافظ عبدالحکیم نے یہ افواہ سُن رکھی تھی اور وہ نہایت پریشان تھے۔ حافظ عبدالحکیم نے اس عاجز سے بیان کیا کہ جب آپ کی سواری پولیس افسر کے دفتر میں پہنچی دربان نے آگے بڑھ کر آپ سے کہا۔ چلئے صاحب نے آپ کو بُلایا ہے۔ اور دربان نے چلمن اُٹھائی۔ آپ داخل ہوئے۔ جب میں داخل ہونے لگا دربان نے کہا آپ ٹھہریں۔ حافظ عبدالحکیم کا بیان ہے کہ یہ سُن کر مجھ پر ایک عجب کیفیت طاری ہوئی اور بے ساختہ میں نے چلا کر کہا۔ یہ ہمارے حضرت صاحب ہیں ہم ان کے ساتھ جائیں گے۔ واللہ اعلم دربان پر کیا اثر ہوا جو میں آپ کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پہنچنے پر انگریز افسر آپ کو دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور اس نے آپ سے کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ چنانچہ آپ کرسی پر بیٹھ گئے اور میں آپ کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ انگریز نے اپنا سر جھکا لیا۔ تقریباً ایک دو منٹ خاموشی کے گزرے۔ پھر آپ نے کہا "صاحب کیا بات ہے۔ ہم کو آپ نے کیسے بُلایا ہے"۔ اُس نے سر جھکائے ہوئے کہا "ہمارے پاس رپورٹ آئی ہے کہ آپ خانقاہ شریف میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیتے"۔ آپ نے کہا "اگر کوئی فاتحہ پڑھنے کو جاتا ہے اس

سے ہم کو غرض نہیں ہے اور جو کوئی ہم سے ملنے آتا ہے اگر ہمارا دل چاہتا ہے تو اس سے ملتے ہیں ورنہ رخصت کر دیتے ہیں۔" آپ کی بات سن کر ایک دو منٹ وہ افسر خاموش رہا اور پھر اس نے کہا۔" آپ جا سکتے ہیں۔" چنانچہ آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔

آپ پر ان واقعات کا اثر ہوا۔ آپ نے کسی سے کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ آپ اپنے حضرتؒ الد قدس سرہٗ کے ارشادِ گرامی پر عامل رہے۔

مُہرِ دہن وسیلہ ہے عزّ و وقار کا	عالم میں ہے سکوت سبب اعتبار کا
چل جانبِ مدینہ سعیدِ جہاں کے پاس	کر اے عمر طواف نبی کے مزار کا

دوسرے دن آپ نے حضرت والدہ صاحبہ محترمہ سے فرمایا۔ رامپور میں ہماری آپا صاحبہ ہیں۔ تین دن کے واسطے ان سے ملنے رامپور چلو۔

رامپور کا سفر اور وہاں کا قیام

اواخرِ ماہ محرم ۱۳۳۴ھ مطابق نومبر ۱۹۱۵ء میں آپ نے رامپور کا سفر کیا۔ آپ دلی سے رات کے گیارہ بجے والی ریل سے روانہ ہوئے۔ اس ریل میں ایک ڈبہ دوسرے درجہ کا ہوا کرتا تھا جو مراد آباد میں کاٹ کر اس ریل سے جوڑ دیا جاتا تھا جو رامپور جاتی تھی۔ صبح کے پانچ بجے وہ ریل رامپور پہنچتی تھی۔ آپ کے ساتھ حضرت والدہ صاحبہ، تینوں بہنیں اور ہم تینوں بھائی اور دو پٹھان تھے۔ آپ کی روانگی ایک دم ہوئی۔ رامپور میں کسی کو خبر نہ تھی۔ جب رامپور کے اسٹیشن پر پہنچے تو اسٹیشن ماسٹر نے جو کہ ادھیڑ عمر کا ہندو تھا آپ کے واسطے "ویٹنگ روم" کھول دیا اور کہا آپ دو گھنٹے یہاں آرام کریں۔ اس وقت کوئی سواری نہیں ہے اور جانے میں خطرہ بھی ہے۔ آفتاب نکل آنے پر آپ جائیں۔ چنانچہ سات بجے ایک شکرم میں حضرت عمہ محترمہ کے گھر کو (مکان حکیم مظہر حسین خاں محلہ مدرسہ کہنہ) روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر حضرت عمہ محترمہ کے دروازے پر جو کہ اندر سے بند تھا، پٹھان نے آواز لگائی۔" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دلی سے حضرت صاحب آیا ہے۔" اس آواز کو سن کر حضرت عمہ محترمہ حیران ہو گئیں۔ ڈلائی اوڑھ کر تشریف لائیں اور دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلنے پر آپ پہلے اندر داخل ہوئے اور ہم سب آپ کے پیچھے۔ حضرت عمہ محترمہ سامنے کھڑی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ ہماری آپا صاحبہ کہاں ہیں۔ یہ سن کر عمہ محترمہ نے فرمایا۔ میاں تم کیسے آئے۔ آپ کی آواز کو انھوں نے پہچانا اور ان کی آواز کو آپ نے پہچان کر پہلے نہایت ادب سے سر جھکا کر آداب عرض کیا اور فرمایا۔ آپا صاحبہ

آپ تو بڑھیا ہوگئیں۔ انھوں نے آپ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا۔ میاں، تم اپنے کو نہیں دیکھتے کہ بوڑھے ہوگئے۔ ہم سب حیرت سے ان دونوں حضرات کی گفتگو سن رہے تھے۔ اور عمر میں پہلی مرتبہ دیکھا کہ آپ نے اتنا احترام کسی کا کیا ہو۔

اِدھر تو آپ کی رامپور کو روانگی ہوئی اور دوسری طرف دلّی کے چیف کمشنر اپنی موٹر سے آپ کی ریل روانہ ہونے پر رامپور روانہ ہوئے اور رات کے ڈھائی بجے نواب حامد علی خاں والیٔ رامپور کو وائسرائے کا پیغام پہنچایا کہ حضرت صاحب رامپور پہنچے ہیں اُن کو تم رامپور میں رکھو اور جب تک ہماری طرف سے اجازت نہ ملے وہ رامپور سے باہر نہ جائیں۔

نظر بندی

دلّی میں حکیم اجمل خاں کو کسی طرح سے چیف کمشنر کے رامپور جانے کی اطلاع ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ کس مقصد سے گئے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے حافظ عبدالحکیم کو اُن کی دوکان پر سے جو کہ بلیماران کے سرے پر چاندنی چوک میں تھی، بُلوایا اور ان سے کہا کہ حضرت صاحب نظر بند ہوگئے ہیں، تم فوراً رامپور جاؤ اور میری طرف سے ان سے کہو کہ وہ رامپور سے باہر جانے کی ہرگز کوشش نہ کریں، چنانچہ دوسرے دن صبح کو حافظ عبدالحکیم نے حکیم صاحب کی بات آپ سے کہدی۔

نواب صاحب کی مہمانی

آپ حضرت عمّہ محترمہ کے گھر تقریباً ساڑھے سات یا آٹھ بجے صبح کو پہنچے ہمشیرگان چائے تیار کرنے لگیں اور پٹھان بازار سے دودھ وغیرہ لایا۔ ابھی ناشتہ سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ پٹھان نے عبدالصمد خاں چیف سکریٹری، ہادی حسن خاں پرائیویٹ سکریٹری، چھٹن صاحب (نواب کے پھوپا) اور ابوالحسن خانساماں کی آمد کی اطلاع کی۔ ان لوگوں سے حضراتِ صاحبزادگانِ مجددیہ اور اساتذۂ مدرسۂ عالیہ کو بھی خبر ہوگئی۔ گیارہ بجے تک علماء و فضلاء و عمائدین کی ایک بہت بڑی تعداد پہنچ گئی۔ نواب صاحب کے پھوپا اور سکریٹریوں نے نواب صاحب کی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ کی مہمانی قبول فرمائیں۔

آپ کو واقعات کا علم قطعاً نہ تھا۔ آپ نے اپنی عادتِ شریفہ کے مطابق ان لوگوں سے فرمایا۔ ہم اپنی آپا صاحبہ سے ملنے بتیس سال کے بعد آئے ہیں۔ تین دن کی نیّت سے آئے ہیں ابھی ہم آپا صاحبہ سے پوری طرح بات بھی نہیں کرسکے ہیں۔ ہم اُن سے دریافت کریں گے۔ اور ایک دو دن کے بعد تم کو جواب دیں گے۔

دوسرے دن حافظ عبدالحکیم پہنچ گئے۔ اور آپ کو واقعات کا علم ہوا۔

آپ کی تین شرطیں

نواب صاحب کے سکریٹری صاحبان سے آپ نے فرمایا۔ ہمارے بھائی صاحب (حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ) کے ساتھ نواب صاحب نے جو معاملہ کیا ہے ہم کو معلوم ہے اور اس قسم کی بات ہم نہیں سُن سکتے۔ لہٰذا ہم اِن تین شرطوں پر نواب صاحب کی مہانی قبول کر سکتے ہیں۔

۱۔ نواب صاحب ہم سے ملاقات نہیں کریں گے۔

۲۔ جس مکان میں ہمارا قیام ہوگا اس پر ہمارا کامل تصرف ہوگا اور بلا اجازت کوئی داخل ہوگا۔

۳۔ ہمارے مریدوں اور ملنے والوں سے نواب صاحب کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور نہ ان پر کوئی پابندی عائد کی جائے گی۔

سکریٹریوں نے آپ کی شرائط نواب صاحب سے بیان کیں اور انھوں نے آپ کی شرائط منظور کیں۔ آپ تقریباً سات ماہ رامپور میں رہے اور نواب صاحب نے آپ کی شرائط کا آخر وقت تک پورا خیال کیا۔

النشر کا واقعہ

اس عاجز کو خوب یاد ہے کہ قلمی کتاب "النشر فی قراءات العشر" آپ نے نواب صاحب کے کتب خانہ سے عاریۃً طلب کی۔ کتب خانہ کے مہتمم نے آپ کے آدمی سے کہا۔ نواب صاحب سے اجازت لے کر پیش کروں گا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ دربان سے فرمادیا۔ جب نواب صاحب کا کھانا آئے اس کو واپس کردو۔ اور ان کے کسی آدمی کو باہر کے دروازے کے اندر نہ آنے دو۔ اور آپ نے گھر میں فرمایا۔ بازار سے اپنا سودا منگاؤ اور کھانا پکاؤ۔ اس کی خبر نواب صاحب کو جب ہوئی انھوں نے عبدالصمد خاں اور چھٹن صاحب کو بھیجا کہ آئندہ ہرگز ایسی صورت پیش نہ آئے گی۔ اس عاجز نے دیکھا کہ عبدالصمد خاں اور نواب صاحب کے پھوپا چھٹن صاحب دروازے کے باہر تقریباً آدھ گھنٹہ کھڑے رہے۔ اِس دوران میں یہ عاجز وہاں پہنچ گیا۔ اور عبدالصمد خان بڑی محبت سے گفتگو کرتے رہے۔

قلعہ کہنہ میں قیام

نواب صاحب نے قلعۂ کہنہ میں اندر کا بڑا مکان آپ کے واسطے تجویز کیا۔ باہر کا حصہ مردانہ تھا۔ اس میں چار بڑے کمرے تھے اور ان کے سامنے عمدہ دالان تھا۔ دالان کی لمبائی بیس گز سے زائد ہوگی اور ضروریات کا حصہ الگ تھا۔ اندر کا حصہ چوڑائی میں اس سے دُگنا ہوگا۔ اس کا صحن پندرہ بیس گز لمبا اور دس بارہ گز چوڑا تھا۔ اس وقت اس مکان کو قلعہ کہنہ کہتے تھے اور اب عوام کی زبان پر پُرانی کوتوالی ہے۔ اس مکان کو پوری طرح مفرش کیا گیا تھا۔ اور آخر وقت تک چاندنیاں بدلی جاتی تھیں۔ دونوں وقت

نواب صاحب کے باورچی خانہ سے نہایت مکلف کھانا آتا تھا۔ اور وہ اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ آپ۔ عزیزوں کے گھروں کو ارسال فرماتے تھے۔ کھانے کے ساتھ عمدہ قسم کے پان، چھالیہ الائچی وغیرہ بھی ہوتا تھا۔ آٹھ اپریل تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر آپ نے کھانے کو رکوادیا۔

تفریح کے لئے ایک فٹن مقرر تھی۔ اگر مہمان آجائیں تو دوسری تیسری فٹن بھی آتی تھی۔ اور اگر آپ ہاتھی طلب فرماتے تو دو تین ہاتھی آجاتے تھے۔

آپ کی تربیتِ جلالی اس شان و شوکت سے ہوئی۔ نام کو بے شک نظربندی تھی لیکن حقیقت میں سرداری اور نوابی تھی۔ محبوبیت و مرادیت والوں میں ایسی شان والے بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

رامپور کے دورانِ قیام میں جمعہ کی نماز آپ جامع مسجد میں پڑھتے تھے جو آپ کی قیام گاہ کے قریب تھی۔ وہاں کے امام صاحب آپ سے عرض کرتے تھے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ اس عاجز نے بارہا جمعہ کے دن دیکھا کہ ایک دو اور کبھی تین غیر مسلم آپ کے مبارک ہاتھ پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ جب آپ نماز پڑھ کر جامع مسجد سے روانہ ہوتے تھے تو لوگ آپ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے شوق و محبت کو دیکھ کر ان کو مصافحہ کرنے کا موقع دیتے تھے۔

نواب صاحب نے خسرو باغ کے دروازے سے بینظیر باغ تک ایک راستہ بنایا تھا۔ یہ راستہ ٹھنڈی سڑک کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے دونوں طرف پھلوں سے لدے پھندے سرسبز و سایہ دار درخت تھے۔ اس راستہ پر کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی چلا جاتا تھا گرفتار ہوتا تھا۔ آپ کے واسطے یہ راستہ کھلا تھا۔ آپ بینظیر باغ کو اس راستہ سے تشریف لے جاتے تھے اور واپسی عام راستے ہوتی تھی۔

حضرتِ والد کے مزار پر حاضری

آپ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو بینظیر باغ سے واپسی پر حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ مزار شریف حضرت شاہ جمال اللہ رحمہ اللہ کے گنبد سے متصل چبوترہ پر ہے۔ چبوترہ سے تقریباً بیس گز کے فاصلہ پر احاطہ کی دیوار ہے جس میں دروازہ ہے۔ دروازہ سے چبوترہ تک تقریباً چار فٹ چوڑا راستہ ہے۔ اور عام طور پر زائرین چبوترہ تک جوتی پہن کر آتے ہیں۔ آپ احاطہ کی دیوار کے دروازے پر جوتی اُتار دیتے تھے اور وہاں سے دست بستہ سر جھکائے نہایت ادب سے حاضر ہوتے تھے اور مزار شریف سے کئی گز کے فاصلہ پر چبوترہ کے سرے پر کھڑے ہو کر سلام مسنون برائے اموات پیش کرتے تھے اور پھر مزار شریف کی طرف منہ کرکے دوزانو بیٹھ کر سورۂ

یاسین بہ کمالِ خشوع و خضوع بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اہل دل افراد کو آپ کی اس حاضری کا علم ہو گیا تھا اور وہ وہاں پہنچ جایا کرتے تھے۔ جس وقت آپ تلاوت فرماتے تھے عجیب انوار و برکات کا ظہور ہوتا تھا۔ بعض افراد تڑپنے لگتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض افراد چبوترہ سے نیچے گر پڑتے تھے۔ چبوترہ زمین سے تقریباً چار فٹ بلند تھا۔ ایک دن کیفیات و برکات میں بہت اضافہ تھا۔ آپ پر نسبتِ شریفہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ آپ دوزانو بیٹھے سے گھٹنوں کے بل ہو گئے۔ اور اس حال میں آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے   نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ ہے آپ

آپ نے جس وقت حاضرین اپنے حضرت والد ماجد کا اسم گرامی لیا، دونوں ہاتھ سے مزار شریف کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت حاضرین کے قلوب پر گویا برق چمکی اور وہ سب وجد میں آ گئے۔ اس دن دلّی کے مخلصین میں سے چار پانچ افراد موجود تھے۔ تقریباً تیس سال کے بعد اُن میں سے ایک نے اس عاجز سے کہا کہ اس دن کی حلاوت اور فیوض و برکات کے خیال سے آج بھی باطن میں حلاوت آجاتی ہے۔

آپ سورۂ یاسین کی تلاوت سے فارغ ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ مراقبہ کی مدت مقرر نہ تھی۔ کبھی پندرہ منٹ کبھی آدھ گھنٹہ اور کبھی ایک گھنٹہ۔ پھر آپ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے تھے۔ احیاناً آپ مزار شریف کے پائنتی ہاتھ مل کر مسح کرتے اور پھر اپنے سر اور چہرے پر پھیرتے۔ مزار شریف پہ حاضری کا اثر کافی دیر تک آپ پر رہا کرتا تھا۔

مزید واقعات

عمّۂ محترمہ کے گھر میں تین رات قیام فرمانے کے بعد جب آپ "قلعۂ کہنہ" تشریف لے جانے لگے تو آپ نے حضرت عمّۂ محترمہ سے فرمایا کہ آپ بھی میرے پاس قیام فرمائیں۔ انھوں نے منظور نہ فرمایا۔ البتہ اتنا کیا کہ ہر جمعہ کے دن دس بجے تشریف لائیں اور شام تک واپسی ہوتی۔ یہی آپ کا معمول رہا۔ چنانچہ ایک بگھی پہنچتی تھی اور آپ کو لاتی تھی اور پھر شام کو لے جاتی تھی۔

حامد منزل کی سیر

نواب حامد علی خاں نے بتیس سال پہلے آپ کو اپنے دادا نواب کلب علی خاں کے زمانہ میں دیکھا تھا اور اس وقت ان کی عمر دس گیارہ سال کی ہوگی۔ اب ان کو بہت خواہش تھی کہ وہ آپ کو دیکھ لیں۔ انھوں نے اپنی خواہش کا اظہار اپنے آدمیوں پر کیا۔ اور ان لوگوں نے یہ صورت پیدا کی کہ آپ کو قلعہ کے اندر کا عالیشان محل "حامد منزل" دکھایا جائے اور خود نواب صاحب ایسے کمرے میں بیٹھیں جہاں سے وہ آپ کو دیکھ سکیں۔ اور یہ کام

جناب مولوی عبید الرحمٰن معروف بہ سردار احمد صاحب مجددی کے سپرد ہوا کہ وہ اس کا انتظام کریں۔

مولوی سردار احمد مولوی سردار احمد صاحب رحمہ اللہ کو آپ نے پینتیس سال پہلے بیٹا بنایا تھا اب بھی آپ کو ان سے حقیقی محبت تھی۔ اور وہ بھی آپ کے نہایت مزاج شناس تھے۔ علمیت میں اور خاص کر علم منطق و فلسفہ میں ممتاز علماء میں سے تھے۔ انھوں نے منطق و فلسفہ مولانا عبد الحق خیر آبادی سے پڑھا تھا۔ وہ داڑھی منڈواتے تھے۔ آپ نے اس سلسلہ میں اُن سے کبھی کچھ نہیں کہا۔ اُن کی وجہ معاش وکالت پر تھی۔ آپ نے پینتیس سال پہلے علم باطن کی طرف ان کو متوجہ کیا تھا۔ اس کا اثر ان میں موجود تھا۔ آپ کے ساتھ تفریح میں باقاعدہ جایا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

وکیل صاحب نے آپ سے حامد منزل دیکھنے کا ذکر اس انداز سے کیا کہ آپ نے منظور فرمایا اور مقررہ وقت پر آپ تشریف لے گئے۔ حامد منزل میں ایک بڑا کمرہ تھا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو دیواروں پر قدِ آدم تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک تصویر ممتاز جگہ پر تھی۔ چہرہ نورانی، داڑھی بہت خوبصورت اور مُرتّب تھی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ اس وقت نواب صاحب متصل کمرے میں سے دیکھ رہے تھے۔ کسی سکریٹری نے کہا یہ حضرت علی کی شبیہ ہے۔ یہ سُن کر آپ نے بہ غور تصویر کی طرف دیکھا اور فرمایا "یہ اُن کی تصویر نہیں ہے۔ یہ تو ان لوگوں نے"۔ یہاں تک آپ نے بات کی تھی کہ وکیل صاحب نے آپ سے کہا حضرت یہ تو دیکھئے اور آپ اُدھر متوجہ ہو گئے اور وہ بات رہ گئی۔ وکیل صاحب نے بعد میں بتایا کہ نواب صاحب نے بڑے شوق سے یہ تصویر بنوائی تھی آپ اس کے بارے میں کچھ اور فرماتے اور ممکن تھا کہ شیعوں کے متعلق کچھ فرماتے۔ اس لئے میں نے آپ کے ذہن کو دوسری طرف متوجہ کر دیا۔

ایک قیدی ایک دن آپ تفریح کے واسطے روانہ ہوئے۔ قلعہ کے غربی دروازے کے سامنے سے آپ کی سواری گزری اور تھوڑی دور پر پولیس کے سپاہی سنگینیں لئے ہوئے ایک مجرم کو جس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں، لے جا رہے تھے۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو بگھی رکوا لی۔ پولیس والوں نے آپ کو سلام کیا اور کھڑے ہو گئے۔ مجرم نے آپ کو جھک کر سلام کیا۔ وکیل صاحب نے آپ سے کہا۔ اس شخص نے ایک سید کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ نواب صاحب نے ابھی پھانسی کی سزا کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے مجرم سے فرمایا۔ دیکھو تم نے ایک بڑا جرم کیا ہے۔

اب تم کو دنیوی سزا ملنے والی ہے۔ یہ تمھاری دیر کی سزا ہے اور گزر جائے گی۔ آخرت کی فکر کرو، سچے دل سے اللہ کے سامنے توبہ کرو اور معافی چاہو تاکہ وہ تم پر رحم کرے اور آخرت کے عذاب سے تم کو نجات ملے۔ آپ نے یہ نصیحت اس طرح کی کہ وہ مجرم اور سب سپاہی آبدیدہ ہو گئے۔ مجرم نے توبہ کی، پھر آپ کو سلام کیا اور آپ روانہ ہو گئے۔

مولوی عبدالغفار ابوالحسن خانِ سامان (یعنی نواب صاحب کے خاص توشہ خانہ کے محافظ) نے اپنے گھر میں آپ کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں کافی افراد کا اجتماع تھا۔ مولوی عبدالغفار خاں بھی تھے۔ وہ مولانا ارشاد حسین رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے جو کہ آپ کے جدِ امجد کے خلیفہ تھے۔ مولوی صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا "مولوی صاحب تم نے نواب صاحب سے زیادہ ملاقاتیں کر کے اپنی باطنی حالت کو خراب کر لیا ہے۔ آج صبح ہمارے پاس شوکت علی محمد علی کی والدہ آئی تھیں، اُن کا قلب تمہارے قلب سے روشن تر ہے۔" (مولانا شوکت علی محمد علی کی والدہ شاہ ولی النبی سے بیعت تھیں جو کہ آپ کے جدِ امجد کے خلیفہ تھے) مولوی صاحب نے شاید آپ کی بات کو اہمیت نہیں دی۔ آپ نے اُن سے فرمایا "تم ہم سے کیا چھپاؤ گے اللہ کے فضل و کرم سے ہم کو یہ بات حاصل ہے کہ اگر تم اپنا خیال بدلو گے ہم کو معلوم ہو جائے گا۔ ہم تمہارے پیر کی قبر پر گئے تھے، وہ تمہاری شکایت کر رہے تھے۔ جاؤ اپنے پیر و مرشد سے دریافت کر لو۔" آپ کی اس بات کا مولوی صاحب پر اثر ہوا۔ اور اس دن کے بعد سے انھوں نے نواب صاحب کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

آپ نے چہار شنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ کو ایک خط حافظ اشفاق الٰہی کو تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں "امۃ القیوم کی بہن کا نام امۃ الحی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صالحات میں کرے۔ اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ سب کی طرف سے دعا و سلام۔ بسکٹ خود یہاں میزبان کی طرف سے ایسے اچھے اور نفیس آتے ہیں کہ شاید ہم نے ایسے نہ کھائے ہوں گے تم بسکٹ نہ بھیجو۔ مولوی وحید اللہ خاں اور مولوی سردار احمد اور مولوی نظام الدین صاحب مدرس مدرسۂ عالیہ، کتاب شاطبیہ شریف ہم سے بتحقیق بعد مغرب پڑھتے ہیں۔ قاری ولی محمد صاحب بھی اگر پڑھنا ہم سے پسند کریں تو یہاں آ جائیں۔ مکان اور کھانا اور آرام ہر طرح کا میرٹھ سے بہت زیادہ، اور خادم اور مسجد یہاں موجود ہے، والسلام ریاست رامپور۔ قلعہ کہنہ۔ بجلی گھر۔"

تقریباً ڈھائی مہینے آپ نے ان تینوں صاحبان کو پڑھایا۔

بینظیر سے واپسی اور ایک حال

آپ بے نظیر باغ سے مغرب کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ حسب معمول اسمارِ حسنیٰ مع آیاتِ شریفہ اور مسبعاتِ عشر آپ اور ہم ہر سہ برادر اور سردار احمد وکیل صاحب بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ بالکل سناٹے کا عالم تھا۔ سڑک پر کسی کی آمد و رفت نہ تھی۔ دونوں طرف آم کے بڑے بڑے درخت تھے جن کی وجہ سے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ پر جذبہ کی کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے درختوں، جھاڑیوں، کنکروں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے درختو! اے جھاڑیو! اے کنکرو اور اے زمین! قیامت کے دن تم گواہی دینا کہ ایک بندہ اس راستہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے، محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سب اثبات میں جواب دے رہے ہیں۔ دو تین سال بعد آپ نے کوئٹہ میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور ارشاد کیا" خدا کے فضل سے اب بھی وہ کیفیت ظاہر ہے۔ افسوس ہے ان امور کا جاننے والا اب کوئی نہ رہا" جناب مولوی محمد عمر صاحب نے کوئٹہ میں یہ بات آپ سے سنی اور اس عاجز سے بیان کی۔ اس واقعہ اور کیفیت کا جب بھی اس عاجز درماندہ کو خیال آتا ہے ایک کیفیتِ تازہ حاصل ہوتی ہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ عِبَادَہُ الصَّالِحِیْنَ الَّذِیْنَ۔ اللہ رحم فرمائے اپنے ان نیک بندوں پر کہ:

۱۔ اِذَا وَرَدُوا الْأَطْلَالَ تَاهَتْ بِهِمْ عُجْبًا	وَاِنْ لَمَسُوْا عُوْدًا زَهَا غُصْنُهٗ رَطْبًا
۲۔ وَاِنْ وَطَؤُا یَوْمًا عَلٰی ظَهْرِ صَخْرَةٍ	لَاَنْبَتَتِ الصَّمَّاءُ مِنْ وَطْئِهِمْ عُشْبًا
۳۔ وَاِنْ وَرَدُوا الْبَحْرَ الْأُجَاجَ لِشَرْبَةٍ	لَاَصْبَحَ مَاءُ الْبَحْرِ مِنْ رِیْقِهِمْ عَذْبًا

۱۔ وہ جب وارد ہوتے ہیں ٹیلوں پر اُن کی وجہ سے وہ تکبر سے اکڑنے لگتے ہیں۔ اور اگر وہ کسی لکڑی کو چھو دیتے ہیں تو اس کی ٹہنی ہریالی سے فخر کرتی ہے۔

۲۔ اور اگر وہ کسی دن پتھر پر قدم رکھ دیتے ہیں تو وہ ٹھوس پتھر ان کے قدم دھرنے سے عُشب گھاس اُگا دیتا ہے۔

۳۔ اور اگر وہ کھارے سمندر پر پانی پینے کو آجاتے ہیں تو ان کے لعاب سے سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔

آپ نے نواب صاحب کے کتب خانہ سے "النشر فی قرارات العشر" از امام شمس الدین ابوالخیر محمد الجزری، عاریۃً لی تھی۔ اس کتاب کی آپ کو بہت تلاش تھی۔ لہٰذا فیاض الدین کاتب کو آپ نے مقرر کیا۔ وہ ہر روز آتے تھے اور اس کتاب کو نقل کرتے تھے۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۴۶۹ صفحے میں نقل ہوئی۔ دوسری جلد کے اسی صفحے لکھے گئے تھے۔ تا۔ بَابُ اِمَالَةِ هَاءِ التَّانِیْثِ وَمَا قَبْلَهَا فِی الْوَقْفِ۔ کہ آپ رامپور سے روانہ ہوگئے۔ اور پھر یہ دوسری جلد مکمل نہ ہو سکی۔ یہ نسخہ اس عاجز کے پاس بفضل اللہ واحسانہ محفوظ ہے۔

نواب صاحب کا مکرر شوق دید

نواب صاحب رامپور کو پھر خواہش ہوئی کہ آپ کو ایک نظر دیکھ لیں۔ اور اب کی مرتبہ انھوں نے یہ صورت اختیار کی کہ اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ جب آپ کی سواری خسرو باغ کے دروازے پر پہنچ جائے تو ہم کو اطلاع دی جائے۔ آپ اس راستہ پر تقریباً ایک میل سوا میل پیادہ چلتے تھے۔ بٹھان صراحی لئے ہوئے آپ کے پیچھے رہتا تھا اور بگھی اس کے پیچھے اور ہم ہر سہ برادر اور سردار احمد وکیل آپ سے آگے رہتے تھے اور چھوٹی گیند ایک دوسرے کی طرف اچھالتے ہوئے چلتے تھے۔ آپ کے دائیں ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی اور آپ ذکر الٰہی میں معروف رہتے تھے۔ یہ آپ کا معمول تھا کہ راستہ کے بائیں جانب چلتے تھے چنانچہ اسی کیفیت سے آپ اور ہم سب جا رہے تھے کہ موٹر کے ہارن کی آواز آئی۔ تعجب ہوا کہ یہ موٹر کیسے آئی۔ اس موٹر میں نواب صاحب تھے۔ موٹر آہستہ آ رہی تھی۔ موٹر کے شیشوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ نواب صاحب نے آپ کو دیکھا اور پھر انھوں نے اس کا ذکر اپنے سکریٹریوں سے کیا۔ نواب صاحب کی بہت خواہش تھی کہ آپ سے مل لیں لیکن آپ نے پہلے دن ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ نہیں ملیں گے۔ نواب صاحب نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور جس طرح آپ کی مہمانی کی اور ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کی وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثل ہے۔ گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی آپ کی قیام گاہ کے بیرونی حصے کے دالان میں عمدہ خس خانہ بنوایا۔ اس میں لوہے کا دستی پنکھا تھا اور اس کا دستہ باہر تھا۔ باہر سے اس کو ملازم گھماتا تھا اور وہ اندر ہوا دیتا تھا۔

نواب صاحب نے بہت کوشش کی کہ آپ ایک ہزار روپیہ ماہوار کی پیش کش قبول فرمالیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔ پھر نواب صاحب نے کہا کہ یہ رقم آپ کے صاحبزادوں کے نام مقرر کردی جائے۔ آپ نے چیف سکریٹری عبدالصمد خاں سے فرمایا۔ رامپور میں ہمارے خاندان کے افراد خستہ حالت میں ہیں۔ نواب صاحب ان کی مدد کردیں۔

رفقائے پاک نہاد کی رحلت

آپ رامپور تشریف لائے اور دلی میں آپ کے مخلص صادق حاجی فضل عمر شب جمعہ ۹ صفر ۱۳۳۲ھ اور حکیم قیام الدین خاں یکشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۳۲ھ میں رحلت فرما گئے۔ آپ نے رامپور سے حضرت استادی مولانا محمد عمر کو گھوسی خط تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست — فردا است دریں بزم زما ہم اثرے نیست

(آج اگر گئے ہوئے عزیزوں کا کچھ پتہ نہیں، کل کو اس بزم میں ہمارا بھی پتہ نہ رہے گا)

سعادت آثار مولوی محمد عمر کا خط پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین ہم سب بخیریت ہیں۔ مولوی عبدالحق الہ آبادی مقیم حرم شوال میں (۱۳۳۳ھ) حکیم قیام الدین خاں کل کے دن۔ حاجی محمد عمر (معروف بہ فضلِ عمر) سوداگر جمعہ کی شب کو، یہ سب اشخاص منتجبات زمان و مغتنمات دوراں مسلمانوں میں اَہْلُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ، صلحائے اہلِ سنّت، خدام طریقہ شریفہ مجددیہ راہی ملکِ بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ ان لوگوں کا مرنا مسلمانوں کے واسطے بڑی مصیبت ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا۔ دوشنبہ ۱۲ صفر ۱۳۳۴ھ (۱۹ دسمبر ۱۹۱۵ء)

ہندوستان کے مخلصین میں حاجی فضل عمر جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا۔ ان کو اپنے پیر و مرشد سے ایسا کامل تعلق اور وابستگی تھی کہ ان کی شکل و کیفیت اپنے پیر و مرشد کی شکل و کیفیت میں تبدیل ہو گئی تھی۔ آپ کو قرآن مجید سے جو تعلق تھا حاجی فضل عمر کو اس سے نصیب کامل ملا تھا۔ وہ آپ ہی کے لہجہ اور صورت میں تلاوتِ قرآن مجید کیا کرتے تھے۔ اور ان کی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری ہوتا تھا۔ آپ رامپور سے سیدھے کوئٹہ گئے اور جب کوئٹہ سے اواخر ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ (اکتوبر ۱۹۱۶ء) میں دہلی پہنچے تو اُن کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے تشریف لے گئے۔ اس وقت کافی افراد موجود تھے۔ آپ نے فرمایا۔ "دیکھو فضل عمر کی قبر کا ذرّہ ذرّہ ذکرِ الٰہی میں مصروف ہے"

۱۔ بر سرِ خاکِ ما بیا نغمۂ عشق را سرا — کز جذبات شوقِ تو نعرہ زخاک برزنم
۲۔ بعد ہزار سال اگر بر قبرم گزر کنی — مشک شود غبارِ من زُرح شود ہمہ تنم

۱۔ ہماری قبر پر آ عشق کا نغمہ گا تیرے جذباتِ شوق کی وجہ سے ہم اپنی قبر سے نعرہ لگا دینگے۔
۲۔ اگر میری قبر پر ہزار سال کے بعد بھی گزرے گا میری مٹی مُشک بنے گی اور میرا سارا تن رُوح بنے گا۔

رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

نظر بندی کا خاتمہ اور کوئٹہ کا سفر

گرمی کی وجہ سے آپ کو نہایت تکلیف تھی۔ گرمی دانوں سے آپ کا سارا جسم پھل گیا تھا۔ آپ نہایت خاموشی اور صبر کے ساتھ اس کو برداشت کر رہے تھے۔ آپ نے نظر بندی کے رفع کرنے کے لئے نہ کسی سے کچھ فرمایا اور نہ کسی کو کچھ تحریر کیا۔ حضرت والدہ صاحبہ رحمہا اللہ نے نہایت خاموشی سے عبدالرحمٰن خضر خیل افغانی کو کوئٹہ بھیجا اور وہاں کے مخلصین کو آپ کی تکلیف سے آگاہ کیا اور ان سے نظر بندی کو رفع کرانے کے لئے فرمایا۔ عبدالرحمٰن خضر خیل کے پہنچنے پر وہاں کے مخلصین کو معلوم ہوا کہ آپ نظر بند ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے ایک وفد بلوچستان کے حاکمِ اعلیٰ کے

پاس بھیجا۔ (سارا بلوچستان براہِ راست وائسرائے کے تصرف میں تھا۔ وہاں کے حاکم اعلیٰ کو "ایجنٹ گورنر جنرل" کہتے تھے) ارکانِ وفد نے اے۔ جی۔ جی سے کہا کہ حضرت صاحب کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ صرف مذہبی رہنما ہیں، ان کی تکلیف سے تمام بلوچستان اور افغانستان کے لوگوں کو رنج ہوگا۔ اے۔ جی۔ جی نے اس سلسلہ میں فوری طور پر وائسرائے سے بات کی۔ اور پھر اس نے آپ کے مخلصین کو پروانہ لکھ کر مع ایک باوردی سپاہی کے دیا اور کہا کہ تم اِس سپاہی کے ساتھ جاکر حضرت صاحب کو لے آؤ۔ چنانچہ رحمت اللہ کاکڑ معروف بہ ملائے رحم پروانہ لے کر پولیس کانسٹیبل کے ساتھ رامپور پہنچے۔ اسی وقت دلی آدمی بھیجا گیا تاکہ کوئٹہ تک بوگی کرلی جائے۔ اور آپ سات ماہ کی نظر بندی کے بعد شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق جون ۱۹۱۶ء میں نہایت خاموشی کے ساتھ رامپور سے دلی روانہ ہوئے۔ آپ صبح کو دس بجے رامپور سے چلے اور پانچ بجے تک دلی پہنچے۔ خانقاہ شریف میں دو تین گھنٹے قیام رہا اور خیر سے رات کے نو بجے کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ باوردی سپاہی مع پروانہ کے ساتھ تھا اور اس کے بعد چار سال تک ایک باوردی سپاہی دلی سے کوئٹہ اور کوئٹہ سے دلی آپ کے ساتھ آتا جاتا رہا۔

حضرت والدہ صاحبہ کی بائیں ٹانگ کی پنڈلی میں تقریباً بیس پچیس دن سے تکلیف شروع ہوگئی تھی اور وہ کھڑے ہونے اور چلنے سے معذور ہوگئی تھیں۔ اُن کا کوئٹہ کا سفر اسی حال میں ہوا۔

کوئٹہ پہنچنا

دن کے تین چار بجے آپ کی ریل کوئٹہ پہنچی۔ اسٹیشن مخلصین سے بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف انگریز حکام کھڑے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے احوال دیکھنے کو آئے تھے۔ آپ کے عاشقِ صادق مُلا عبدالحلیم آخوندزادہ صاحب سب سے پہلے آپ کی دست بوسی کے واسطے کھڑکی پر آئے۔ آپ کے تن پر کُرتا اور سر پر سفید عرق چین (ٹوپی) تھی۔ جس وقت آخوندزادہ صاحب نے آپ کے مبارک ہاتھ کو پکڑا اور اُن کی نظر گرمی دانوں پر پڑی بے اختیار وُئی وُئی (ہائے ہائے) کہہ کر بلند آواز سے رونے لگے۔ جب میر کارواں اپنے کو ضبط نہ کرسکے تو پھر اوروں کا کیا کہنا۔ اِن لوگوں کے نعرہ ہائے اللہ اور گریہ و بکا اور فدائیت و وارفتگی کو دیکھ کر انگریز افسر حیران رہ گئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ اس مبارک جماعت کا معاملہ صرف دینی معاملہ ہے، دنیوی امور سے ان کو تعلق نہیں۔

بی۔ ٹی صاحب

تمام بلوچستان کے پولیس کے بڑے افسر کا نام بی۔ ٹی تھا۔ انھوں نے بلوچستان کے خان خداداد خان اور اُن کے بیٹے اعظم خان کو گرفتار کیا تھا۔

آپ کے کوئٹہ پہنچنے کے چند روز بعد وہ آپ سے ملنے آئے۔ اُس وقت آپ کے پاس حضرت برادر کلاں اور کوئٹہ کے سب اُوورسیئر ولی محمد صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ولی محمد صاحب آپ سے بیعت تھے۔ بی۔ ٹی صاحب نے آپ سے کہا کہ جلسوں اور اجتماعات سے آپ الگ رہیں۔ آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

مہدی حسن

کچھ دنوں بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے بڑے افسر مہدی حسن باقاعدہ وردی میں آپ کے پاس آئے۔ اُن کا تعلق قادیانی جماعت سے تھا۔ اُن کے ساتھ اُن کا جوان لڑکا تھا۔ کالج سے اسی سال فارغ ہوا تھا۔ مہدی حسن تو سرکاری کام سے آئے۔ لیکن اُن کا لڑکا صرف آپ کو دیکھنے آیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور دو چار دن بعد آکر بیعت ہوا اور اس کی یہ کیفیت ہوئی کہ صبح کو نو بجے آتا اور آپ کے مکان کے صحن میں دروازے کے پاس مٹی پر آپ کی طرف رُخ کر کے ذکرِ قلبی میں مصروف ہو جاتا تھا اور بارہ بجے اپنے گھر کو جاتا تھا۔ آپ کوئٹہ سے دلی تشریف لائے۔ اور دو ماہ بعد وہ رحلت کر گیا۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَغَفَرَ لَہٗ۔

آپ کی نواسی محمدی

اللہ نے ۲۳ رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۶ء آپ کو نواسی عنایت کی۔ یہ محترمہ صدیقی صاحبہ کی دختر ہے۔ جن کا عقدِ نکاح ۱۴ صفر ۱۳۳۳ھ میں ہوا تھا۔ بچی کا نام محمدی رکھا۔ پُر تکلف عقیقہ ہوا۔ اور مخلصین کو کھانا کھلایا۔ آپ کو محمدی سے بہت محبت تھی۔ جب وہ دو ڈھائی سال کی ہو گئی تو اپنے ساتھ تفریح میں لے جانے لگے۔ ایک دن آپ نے فرمایا "ہم نے لڑکوں کی اولاد نہیں دیکھی ہے اور ہم کو معلوم نہیں کہ اُن سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ اللہ نے ہم کو نواسی عنایت کی ہے اور اس کی طرف خود بخود ہمارا دل کھنچتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اس محبت کا اثر اور پرتو ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مبارک نواسوں سے تھی"۔

دہلی میں ایک دن آپ تفریح کو جا رہے تھے۔ جب آپ کی سواری موری دروازے کے باہر پہنچی تو محمدی نے اپنے چھوٹے باجے کو بجانا شروع کیا۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کے آنسو جاری تھے اور مثنوی شریف کے یہ دو شعر آپ پڑھ رہے تھے۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند — وز جدائیہا شکایت می کند

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند — از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

اُنے کی سنو کیا کہتی ہے۔ جُدائیوں کی شکایت کرتی ہے۔
نیستاں سے جب سے مجھے کاٹا گیا ہے میری آواز سے مرد اور عورتیں نالہ کر رہے ہیں)

محمدی کی بسم اللہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۱۹ء کو دن کے دس بجے آپ باہر تشریف فرما تھے اور باہر کے آئے ہوئے وہ تمام افراد موجود تھے جو محفل مبارک میلاد شریف میں شریک ہوئے تھے اور دلی کے بھی وہ تمام افراد تھے جن جن کو آپ نے میلادِ مبارک کی خوشی کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ حضرت والدہ صاحبہ نے چاندی کی تختی کے ساتھ محمدی کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ آپ بسم اللہ پڑھا دیں۔ تختی پر بسم اللہ اور سورۂ اقرأ مالم یعلم تک خوشخط لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے خوشی سے محمدی کو بسم اللہ پڑھائی۔ اور پھر حضرت سعدی کا یہ قطعہ پڑھا۔

پادشاہے پسر بہ مکتب داد ۔۔۔ لوحِ سیمیں درکنارش نہاد
بر سرِ لوح نوشتہ بود بہ زر ۔۔۔ جورِ استاد بہ زِ مہرِ پدر

(ایک بادشاہ نے بیٹے کو مکتب میں بٹھایا۔ چاندی کی تختی اس کے بغل میں رکھی۔
اس تختی پر سونے کے پانی سے لکھا۔ اُستاد کا ظلم باپ کی محبت سے بہتر)

سہ شنبہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۴ء حضرت برادرِ کلاں نے اُن کا عقدِ نکاح مرزا حافظ عبداللہ سے کابل بخیر و خوبی کر دیا۔ صدرِ اعظم سردار محمد ہاشم خان اور سردار فیض محمد خان اس تقریب میں شریک تھے۔ یہ عاجز مع برادرِ خوردان دنوں مصر میں تھا۔ خدا کا فضل ہے کابل میں بعافیت و راحت ہیں۔ ان کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ سلّمہم اللہ و حفظہم۔

حضرت برادرِ کلاں کو خلافت

اوائلِ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق پہلی یا دوسری مارچ ۱۹۱۷ء حضرت برادرِ کلاں اور اُن کے ساتھ یہ عاجز مع مُلّا خیر اللہ و مُلّا ولی محمد کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ ان کی تودیع کے لئے اسٹیشن تشریف لے گئے۔ جب حضرت برادرِ کلاں ریل میں بیٹھ گئے آپ ڈبّہ کے پاس تشریف لائے۔ کھڑکی میں سے ان کے ہاتھوں کو اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور کلمۂ طیبہ و کلمۂ شہادت تلقین فرما کر آپ کو خلافت عنایت کی۔ یہ عاجز حضرت برادرِ کلاں کے پہلو میں کھڑا تھا۔ ابھی سترہ سال کی عمر نہ ہوئی تھی جو اُن کو یہ دولتِ عظمیٰ ملی۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت زورِ بازو سے نہیں ملتی ہے۔ جب تک کہ عطا کرنے والا عطا نہ کرے)

کوئٹہ میں آپ کے عاشقِ صادق مُلّا عبدالحلیم آخوندزادہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو حضرت برادرِ کلاں کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ آپ سب سے پہلے مجھ کو بیعت کریں۔ چنانچہ اصرار کرکے انھوں نے آپ کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت کی۔ رَحِمَہُ اللہ۔

حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے

حافظ محمد اسحاق کشن گنج دِلّی کے رہنے والے تھے۔ ان کا کاروبار رانی کھیت میں تھا۔ آپ کے قدیم مخلص اور صاحبِ وظیفہ اور صاحبِ نسبت تھے۔ خاموشی اور اختصار کے ساتھ محتاجوں اور عاجزوں کی مدد کرتے تھے۔ سردی میں لحاف اور کمبل تقسیم کرتے تھے۔ میلاد شریف کی مبارک محفل کے سلسلے میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۵ر مارچ ۱۹۱۷ء میں ان کی وفات ہوئی آپ شیدی پورہ اُن کے مزار پر گئے۔ اس وقت اُن کے فرزند شیخ محمد الیاس اور اُن کی برادری کے کافی افراد موجود تھے۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور ہاتھ اُٹھا کر ان کے واسطے دُعائے مغفرت کی۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور آپ دُعا کر رہے تھے۔ اچانک آپ دو تین قدم پیچھے کی طرف ہٹے اور آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا "حافظ محمد اسحاق کیا کر رہے ہو"۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "جو راحت ان کو نصیب ہوئی اس کی خوشی میں وہ پائے بوسی کر رہے تھے"۔ اس واقعہ کو ان کے فرزند اور دیگر افراد نے جو کہ اس وقت موجود تھے بیان کیا۔ اسی طرح کا واقعہ منشی عزیزالدین کی قبر پر میرٹھ میں ۱۳۲۹ھ میں پیش آیا تھا۔ وہ دربار والے دن فوت ہوئے تھے۔ اور دوسرے دن آپ اُن کی قبر پر گئے تھے۔ رَحِمَہُمَا اللہُ تعالیٰ۔

حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا اپریشن

آپ کی بائیں پنڈلی میں تکلیف اُس وقت شروع ہوئی جب آپ رامپور میں تھیں۔ اسی تکلیف کی حالت میں کوئٹہ جانا ہوا۔ وہاں چار مہینے ڈاکٹری کا علاج رہا۔ پھر دِلّی آمد ہوئی۔ اور یہاں برابر ڈاکٹر کا علاج ہوتا رہا۔ اسی دَوران میں حضرت برادرِ کلاں اور یہ عاجز کوئٹہ چلے گئے۔ حضرت سیدی الوالد نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو بُلایا اور انھوں نے گھر میں اپریشن کیا۔ ان کے ساتھ ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہڈّی کو بھی کھرچا۔ اور ان کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے حضرت والدہ صاحبہ کو ایک سال بعد شفا دی۔ حضرت سیدی الوالد نے ہم دونوں کو کوئٹہ خط لکھا۔ اس میں تحریر فرمایا: "تمہاری والدہ تکیہ لگائے بیٹھی رہیں۔ پردہ پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب

نے آپریشن کرلیا اور اُن کو خبر بھی نہ ہوئی" اواخر اپریل ۱۹۱۰ء میں آپ کوئٹہ تشریف لائے۔ حاجی عبدالغنی کو مرزا نیاز محمد خاں مع ایک دو لفر کے ایک دن پہلے بھیجا کرتے تھے۔ تاکہ وہ وہاں عمدہ چائے اور روغنی روٹی کا بندوبست کریں۔ اس سال حضرت برادرِ کلاں اور یہ عاجز بھی مُلّا خیراللہ اور مُلّا ولی محمد کے ساتھ حاجی عبدالغنی کے ہمراہ بھیج گئے۔ اور وہاں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا "ہم تمہاری تعلیم کے واسطے مولوی محمد عمر کو لائے ہیں" آپ محلہ ندا پور، گھوسی، ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا ذکر ان شاء اللہ "الباقیات الصالحات" میں آئے گا۔

حضرت برادرِ کلاں کی مونچھوں کا کونڈا اور ان کی امامت

کوئٹہ میں حضرت والدہ صاحبہ نے برادرِ کلاں کی مونچھوں کا کونڈا کیا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۱۰ء کا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی خدمت میں اس خوشی کی شیرینی پیش کی گئی۔ آپ نے نوش فرمائی اور مخلصین کو تقسیم کی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ ہمارے بیٹے کی مونچھیں نکل آئی ہیں۔ اسی دن عصر کو جب آپ تفریح کے واسطے بگھی میں تشریف لے جا رہے تھے تو برادر صاحب سے فرمایا "تمہارے جدِامجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب غصہ آتا تھا تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے" اس تقریب کے کچھ دن بعد آپ نے نماز پڑھانے کی خدمت حضرت برادرِ کلاں کے سپرد کی۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال اور تین چار مہینے کی تھی۔

منشی عبدالرحیم خان منشی ننّے خان

منشی ننّے خان کا نام کرم اللہ خان تھا اور وہ فرزند محمد شفیع خاں عرف منشی آغا جان کے تھے۔ منشی عبدالرحیم خان ان کے حقیقی چچا منشی محمد تقی خاں کے فرزند تھے۔ اگرچہ یہ دونوں اَبناءُ العَم تھے لیکن بمنزلہ حقیقی برادران کے تھے۔ ایک جا رہنا سہنا تھا۔ عام طور پر ان کو حقیقی بھائی سمجھا جاتا تھا۔ منشی ننّے خاں اور ان کی ہمشیرہ صاحبہ روشن آرا بیگم حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھیں۔ عبدالرحیم خاں اگرچہ بیعت نہ تھے لیکن مخلص و نیازمند تھے۔ املاک کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ وہ بیمار ہوئے، بیہوشی کے دَورے پڑنے لگے۔ چونکہ وہ رات دن دنیوی امور میں مصروف رہا کرتے تھے۔ لہٰذا جب بھی کچھ ہوش آتا تھا ان کی زبان پر بیساختہ "لاؤ حساب کتاب، لاؤ قلم دوات" آتا تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر منشی ننّے خاں آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ ان کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ عبدالرحیم خاں پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ان کے

پاس بیٹھے اور تھوڑی دیر اُن کو توجہ دی۔ جیسا کہ حضرات نقشبندیہ کا معمول ہے۔ پھر آپ نے اُن کو آہستہ جھنجھوڑ کر تین مرتبہ "خان صاحب" فرما کر آواز دی۔ تیسری آواز پر انھوں نے آنکھ کھولی آپ کو پہچان کر نیازمندی سے گفتگو کی۔ آپ نے اس وقت اُن کے ہاتھ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لے کر اُن سے توبہ کرائی اور پھر استغفار اور کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت کی تلقین فرمائی اور کچھ پڑھ کر اُن پر دَم کیا۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو عبدالرحیم خاں پر اتنا اثر ہو گیا تھا کہ انھوں نے آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دے کر کہا۔ حضرت آپ نے میری عاقبت سنوار دی۔ آپ وہاں سے خانقاہ شریف آئے اور خانقاہ شریف پہنچ کر یہ شعر پڑھا۔

سَو مُردۂ صد سالہ جِلا دیتے ہیں اب تک　　اِک آن میں دربانِ مسیحائے مدینہ

اور پھر آپ نے ایک خاص کیفیت سے اپنے یہ تین شعر پڑھے۔

جو دل سے پردۂ غفلت ہو دُور آپ سے آپ　　نصیبِ دل ہو دوامِ حضور آپ سے آپ
حبیبِ حضرتِ موسیٰ، مُحبِّ احمد ہے　　اُحد کو ڈھونڈتی ہے برقِ طور آپ سے آپ
یہ گھر چراغِ فیوضِ عُمَرؓ سے روشن ہے　　نہیں ہے خیرؔ کے سینے میں نور آپ سے آپ

آپ کی عیادت اور القائے نسبت کے بعد عبدالرحیم خاں چند روز حیات رہے۔ اور جب بھی اُن کو ہوش آتا تھا کہتے تھے "نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ لاؤ جائے نماز، لاؤ وضو کراؤ"۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِیْ یُقَلِّبُ قُلُوْبَ الْعِبَادِ کَیْفَ یَشَاءُ۔

جب عبدالرحیم خان کی رحلت ہوئی تو ننّے خان اُن کے جنازہ کو خانقاہ شریف لائے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اُن کے ایک صاحبزادے عبدالمجید خان خواجہ تھے۔ پُرانی وضع کے پابند نہایت نیک نفس۔ تقسیم ہند کے موقع پر لاہور چلے گئے اور دو تین سال بعد رحلت کر گئے۔ رَحِمَہُ اللّٰہ۔ وہ اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن عقیدت، محبت اور اخلاص میں نہایت راسخ تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے: "آپ کی یاد سے سَلفِ صالحین کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اور حضراتِ صحابہ کا دَور یاد آجاتا ہے"۔ اُن کی اہلیہ مبارک بیگم آپ سے بیعت تھیں۔ اکثر حضرت والدہ صاحبہ کے پاس آتی تھیں اور توجہات لیا کرتی تھیں۔ رَحِمَہُمَا اللّٰہ۔

منشی ننّے خان صاحب کا نام کرم اللہ خان اور تخلص کرم تھا۔ ع سچ مچ کرم اللہ خان اللہ کے کرم تم ہو۔

کرم اللہ خاں خدا کی قسم　　سچ مچ اللہ کے کرم تم تھے

حضرت سیدی الوالد کے مخلصین میں منشی صاحب خصوصی افراد میں سے تھے۔ مال و دولت اور دنیوی وجاہت کے ہوتے ہوئے خاکساری اور تواضع سے پوری طرح محلّی تھے۔ معاملہ کی صفائی اور حساب کتاب کی درستی میں یکتا تھے۔ خانقاہ شریف کی مسجد و عمارات و تسبیح خانہ اور حضرت سیدی الوالد کا خصوصی مکان آپ کی سرپرستی میں بنا۔ حساب کتاب ان کے سپرد تھا۔ ایک ایک پائی کا حساب درج تھا۔ یہ کاغذات اور رجسٹر اُن کے بھتیجے عبدالمجید خواجہ کے پاس ۱۹۴۷ء تک محفوظ تھے۔

حضرت سیدی الوالد جب بھی کوئٹہ سے دلّی یا دلّی سے کوئٹہ آتے یا جاتے تھے، خان صاحب اسٹیشن پر پہنچتے تھے۔ ۱۳۳۵ھ میں خان صاحب علیل تھے، اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ حضرت سیدی الوالد کوئٹہ تشریف لے جارہے تھے۔ وہ پینس میں اسٹیشن آئے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ خان صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے آپ کے مبارک ہاتھ کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اُن کے آنسو جاری تھے۔ آپ نے کچھ پڑھ کر اُن پر دم کیا اور خیر سے کوئٹہ روانہ ہوئے۔ مولوی بخش اللہ نے آپ کو کوئٹہ خاں صاحب کی علالت کا حال لکھا۔ آپ نے ۷ ار رمضان ۱۳۳۵ھ کو مولوی بخش اللہ کو تحریر فرمایا "خاں صاحب کا ضعیف ہونا اور بات بھی مشکل سے کرنا معلوم ہوا۔ رنج ہوا، قبلۂ عالم حضرت سید صاحب (سید نور محمد بدایونی) رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں جو اُن کی رائے ہے وہی میری رائے ہے۔ حاجی عبدالغنی و حافظ عبدالحکیم کو خبر کر دینا اور ے

وَكُنْ عَلَى الدَّهْرِ مِعْوَانًا لِذِي أَمَلٍ　　　يَرْجُوا نَدَاكَ فَإِنَّ الْحُرَّ مِعْوَانُ

(اُمیدوار کے لئے مصیبت میں مددگار بن جو تیری عطا کا اُمیدوار ہے۔ شریف انسان مددگار ہوتا ہے)

کوئی شخص اگر عامل اِس شعر کا ہے تو خان صاحب ہیں " اور جب خان صاحب کے انتقال کی خبر آپ کو کوئٹہ پہنچی تو آپ نے مولوی بدرالاسلام کو تحریر فرمایا "خان صاحب کے انتقال کا جو رنج ہم سب کو ہوا ہے اس کو ہم کیا لکھیں۔ اُن کا کوئی بیٹا نہیں۔ بیوی اور بہن اور بھتیجا (عبدالمجید خواجہ) ہے۔ ہماری طرف سے تم اور عبدالحکیم جا کر تعزیت کر دینا ہم سب کی طرف سے۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست　　　فردا است درین بزم ز ما ہم اثرے نیست

(آج اگر گزرے ہوئے عزیزوں کی خبر نہیں ہے کل کو اس محفل میں ہمارا نشان بھی نہ ہوگا)

اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے اور ان کے سب گناہوں کو معاف فرمائے اور جنت میں ان کو جگہ دے۔ والسلام پنجشنبہ ۳۰ ذوالحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ (۱۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء) یہ عاجز کہتا ہے خان صاحب کی وفات آپ کے خط لکھنے کی تاریخ سے پانچ سات دن پہلے ہوئی تھی۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَغَفَرَ لَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

آخوندجی شاہ محمد عمر

حکیم محمد شفیع معالج امراضِ چشم ساکن پہاڑ گنج، دلی نے آپ سے عرض کی کہ حضرت آخوندجی شاہ محمد عمر بہت علیل ہیں۔ یہ خبر سُن کر سہ شنبہ ۱۰ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء آپ ہم تینوں بھائیوں کو ساتھ لے کر حکیم محمد شفیع کے ساتھ بگھی میں فراش خانہ تشریف لے گئے۔ مسجد شریف سے متصل حجرہ میں آخوندجی پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر انھوں نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ مجھ کو بٹھاؤ۔ اگرچہ آپ نے منع کیا۔ لیکن وہ تکیوں کے سہارے بیٹھے۔ انھوں نے پہلی بات آپ سے یہ کہی کہ میرے جنازے کی نماز آپ پڑھائیے گے۔ آپ نے ان سے وعدہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے بھتیجے مختار احمد کو آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ سے کہا۔ حضرت یہ میرا بھتیجا ہے اور میں نے اس کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اس میں صلاحیت پیدا ہو اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے ہم تینوں بھائیوں کو اُن کے سامنے پیش کیا اور تینوں کے نام لے کر فرمایا: "یہ میرے بیٹے ہیں، آپ دعا کریں کہ اللہ ان کو صالح کرے"۔ آخوندجی نے ہم تینوں کے واسطے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ "کل رات خانقاہ شریف میں میلاد مبارک کی محفل منعقد ہوگی، آپ میاں مختار احمد کو وہاں بھیجئے" انھوں نے اسی وقت مختار احمد صاحب سے فرمایا: "تم خانقاہ شریف جانا اور سلام و نعت پڑھنا" اور جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو آخوندجی نے آپ کو عطر کی شیشی دی۔

دیکھو رُوح جارہی ہے

چہارشنبہ ۱۱ ربیع الاول کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو نمازِ عشا کے بعد ساڑھے نو، پونے دس بجے میلاد شریف کا بیان شروع ہوا۔ اِس سال آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ آپ نے سارا بیان کھڑے ہو کر پڑھا اور آپ جگہ بھی تبدیل فرماتے رہے۔ غالباً رات کے بارہ بجے ہوں گے کہ آپ جنوبی منارے کے قریب صحن مسجد سے باہر مبارک احوال بیان فرما رہے تھے۔ اور آپ کا مبارک چہرہ شمال کی طرف تھا کہ آپ ایک دم خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر فرمایا: "دیکھو یہ کس کی رُوح جا رہی ہے"۔ آپ نے یہ بات اتنی بلند آواز سے فرمائی کہ صدہا نفر نے سُنی۔ سب متحیر تھے کہ آپ نے یہ کیا فرمایا۔ پندرہ بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ آخوندجی کی وفات کی خبر پہنچی اور مختار احمد صاحب اسی وقت روانہ ہو گئے۔ آپ نے مولانا محمد اسماعیل پدرِ بزرگوار مولانا محمد میاں (بستی حضرت سلطان جی والے) کی وفات کے موقع پر حافظ منیر الدین منیر وغیرہ سے فرمایا تھا: "دیکھو کسی نیک بندہ کی رُوح کو فرشتے لے جا رہے ہیں"۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس وقت مولانا محمد اسماعیل کی

وفات ہوئی تھی۔ اور ایک مستری عبدالرحیم ساکن بھوجلہ پہاڑی دلی اور دوسرے مخلصین بیٹھے تھے۔ آپ نے ہاتھ اُٹھا کر اشارہ فرماتے ہوئے کہا "دیکھو فرشتے کسی نیک بندہ کی روح لے جا رہے ہیں" عبدالرحیم وغیرہ نے اٹھنے کے بعد معلوم کیا کہ اس وقت کس کی وفات ہوئی تھی۔ ان کو پتہ چلا کہ اس وقت ایک تیراک کی وفات ہوئی تھی۔ (یہ عاجز نام بھول گیا ہے) اُن کی عادت تھی کہ طغیانی کے دنوں میں پُل کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بہتے ہوئے لوگوں کو دریا سے نکالا کرتے تھے۔ صدہا افراد کی انھوں نے جانیں بچائی تھیں۔ رَحِمَہُ اللّٰہ۔

کوئٹہ میں آپ نے مُلّا عبدالحلیم اور مُلّا ایاز سے فرمایا کہ میاں عبدالحکیم تھل والے اور میاں فقیراللہ شکارپور والے کی رُوحیں ہر جمعہ کو سفید کبوتر کی شکل میں پرواز کرتی ہوئی آتی ہیں۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا۔

نمازِ جنازہ

پنجشنبہ ۱۲ ربیع الاوّل کو آپ قطب روڈ تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ کے قبرستان کے جہتِ سڑک املی کا درخت تھا۔ وہاں آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ تقریباً چالیس ہزار افراد کا اجتماع تھا۔

آخوندجی محمد عمر رَحِمَہُ اللّٰہ کو آپ سے محبت تھی۔ وہ کبیرالسن اور ضعیف تھے۔ ہر سال قدم شریف میں مبارک محفل کا انعقاد کرتے تھے۔ یہ اجتماع چند شب ہوتا تھا۔ دو مرتبہ حضرت سیّدی لوالد بھی وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک جوان نے عربی قصیدہ پڑھا۔ آپ خوش ہوئے اور احوالِ جذب نمودار ہوئے۔ مخلصین اور دوسرے لوگ آہ و بکا و نعرۂ و وجد میں مصروف تھے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

مولانا اسماعیل نقشبندی کاندھلوی

عاجز سے جناب محمد احسان، عبدالرحمٰن ٹین والے، منشی حسین علی، منشی احمد حسین، حافظ منیرالدین منیرؔ وغیرہم نے بیان کیا کہ مولانا اسماعیل کاندھلوی کا قیام بنگلہ والی مسجد، واقع بستی حضرت نظام الدین میں تھا۔ آپ متبع سنت تھے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں مولانا مظفر حسین کاندھلوی کے خلیفہ تھے۔ آپ علیل ہوئے اور ترا ہا بہرام خاں کی طرف کھجور والی مسجد تشریف لے آئے اور وہاں آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت حضرت صاحب خانقاہ شریف میں حلقہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اہلِ حلقہ سے فرمایا "دیکھو کسی نیک بندہ کی روح کو فرشتے لے جا رہے ہیں" حافظ منیرالدین حلقہ میں شریک تھے اور انھوں نے یہ بات سُنی۔ اس دن سے ان کو جناب مولانا اسماعیل اور ان کی اولاد سے محبت ہوئی۔

آپ کی وفات ۴ر شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ر فروری ۱۸۹۸ء میں ہوئی ہے۔ عاجز کے پاس تین سال پہلے ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء) مولانا محمد یامین پیش امام مسجد نواب والی، گلی قاسم جان اور محمد ادریس پسر رحیم بخش ساکن حویلی اعظم خان آئے اور محمد ادریس صاحب نے کہا۔ میں مولانا الیاس صاحب کا مُرید ہوں۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا۔

"جس وقت کھجور والی مسجد میں میرے والد مولانا اسماعیل کی وفات ہوئی۔ انھوں نے وفات سے کچھ پہلے حسن خان کو حضرت شاہ ابوالخیر کے پاس بھیجا کر میری تکفین اور تدفین کی سرپرستی آپ فرمائیں۔ حسن خاں نے شاہ ابوالخیر کو آپ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: ہم کو معلوم ہو گیا تھا کہ کسی نیک شخص کی رُوح کو فرشتے لے جا رہے ہیں"

مولانا سید محمد ثانی حسنی نے اپنی تالیف "سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی" کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے۔

• مولانا کے منجھلے صاحبزادے مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی فرماتے ہیں۔ میرے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب بڑے نرم مزاج اور متواضع بزرگ تھے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ کسی بزرگ کی تواضع فرمائیں اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو استادہ کر دیں اور دوسری جماعت کے لوگ اور اُن کے پیشوا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اس طرح اس موقع پر ایک نامناسب صورت پیش آئے۔ اِس لئے میں خود آگے بڑھ گیا اور میں نے کہا کہ میں خود نماز پڑھاؤں گا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ میرے پیچھے نماز پڑھی اور کوئی اختلاف و انتشار نہیں پیدا ہوا۔ مولانا الیاس اور اُن کی دینی دعوت"

اِس موقع پر حافظ منیر الدین منیر اور اُن کے رفقاء موجود تھے۔ انھوں نے عاجز سے بیان کیا کہ مولانا یحییٰ نے مقرر کردہ وقت سے کچھ پہلے نماز پڑھا دی۔ مولانا محمد میاں صاحب حضرت صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔

افسوس ہے مولانا یحییٰ نے نہ اپنے حضرت والد کی خواہش کا لحاظ کیا، نہ اپنے بڑے بھائی کی بزرگی کو خاطر میں لائے اور وہ اپنے فعل کے جواز کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"کسی بزرگ کی تواضع فرمائیں اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو استادہ کر دیں اور دوسری جماعت کے لوگ اور اُن کے پیشوا اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھیں"

کہاں مولانا یحییٰ کی یہ توجیہ بارِد اور کہاں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔

وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ

وَالصَّلٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔ (مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۹۳ از ابوداؤد)
"یعنی تم پر نماز واجب ہے ۔ ہر مسلم کے پیچھے چاہے وہ نیکوکار ہو یا بدکار ہو اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہو، اور نماز واجب ہے ہر مسلم پر نیک ہو یا بد اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہوا ہو"

مولانا اسماعیل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے اور حضرت سیدی الوالد بھی اسی سلسلۂ عالیہ کے باکمال فرد تھے۔ ان دونوں باکمال افراد کی اِس دنیا میں ملاقات ہوئی تھی یا نہیں، اِس کا علم عاجز کو نہیں، البتہ اس حدیث شریف کی رُو سے، ° اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ "یعنی روحیں فوج در فوج اکٹھی ہیں جن کا آپس میں تعارف ہوا، ان میں الفت ہوئی اور جن میں ناواقفیت رہی ان میں اختلاف رہا" یہ عاجز سمجھتا ہے کہ ان دونوں اصحابِ کمال کی ارواح میں تعارف ہوا تھا، لہٰذا دونوں کو ایک دوسرے سے اُنس تھا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر زانکہ ماند در نوشتن شیر شیر

خورجہ کو آپ کا جانا

۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ایک ہفتہ کے واسطے آپ مع متعلقین و چند مخلصین خورجہ تشریف لے گئے اور وہاں محلہ نصر اللہ خاں میں چودھری مولاداد خاں کے مکان میں قیام رہا۔ چودھری مولاداد خاں اور ان کی اہلیہ چودھرائن حنیفہ آپ سے بیعت تھیں۔ اور ہر سال چالیس دن کے واسطے ان کا سارا گھر خانقاہ شریف میں رہتا تھا۔ چودھرائن رئیس عظیم الدین خاں کی نواسی تھیں اور اُن کے دس بارہ گاؤں تھے۔

چودھری صاحب کے بیٹے احمد سعید خاں کی شادی تھی۔ اس سلسلہ میں وہ آپ کو لے گئے تھے۔ خورجہ میں آپ مولانا عبدالملک خاں خویشگی فرزند مولانا نصر اللہ خاں احمدی خویشگی قادری سے اُن کے گھر جا کر ملے۔ وہ بہت بوڑھے اور کمزور تھے۔ اُن سے مل کر آپ خوش ہوئے۔ اتفاق سے وہاں مرادآبادی بھرت کا اُگالدان آیا۔ اُس پر عبدالملک کندہ تھا۔ آپ نے مولانا عبدالملک سے فرمایا کہ "الملک" اللہ تعالیٰ کا پاک نام ہے اس کا احترام واجب ہے۔ مولانا عبدالملک کو اس کی خبر نہ تھی انھوں نے اسی وقت ریتی سے اس جگہ کو گھسوا دیا۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ۔

مولوی فرید احمد کو مغالطہ

مولوی فرید احمد نے اپنے پیر و مرشد مولانا نصر اللہ خاں احمدی خویشگی قادری کے احوال میں ایک مختصر کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام "جاں فزا" ہے۔ اس کے صفحہ ۱۶۴ اور ۱۷۱ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے متعلق اداخر محرم

۱۲۹۹ھ (۱۹ دسمبر ۱۸۸۱ء) میں رامپور سے خورجہ کو جانا لکھا ہے۔ حالانکہ آپ خورجہ نہیں گئے تھے۔ البتہ شیخ احمد ابوالخیر مکی ایک مرد سیاح تھے اور بیع تمتع زہر گوشۂ یافتم۔ ان کے حسب حال تھا۔ اس زمانے میں وہ رامپور آئے ہوئے تھے۔ مولانا نصراللہ سے اُن کے تعلقات تھے۔ اُن کو جب خبر ملی کہ مولانا چراغ سحری ہو گئے ہیں تو خورجہ گئے۔ ایک دو دن وہاں رہے تھے کہ مولانا رحلت کر گئے اور انھوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ تعجب اِس بات پر ہے کہ مولوی فرید احمد نے بعض جگہ احمد ابوالخیر بھی لکھا ہے اور بعض جگہ کی بھی ہے اور حضرت والد کا اسم گرامی عبداللہ ابوالخیر بھی لکھ گئے ہیں اور پھر احمد ابوالخیر بھی آپ ہی کو تصور کر لیا ہے۔ حضرت سیدی الوالد صرف چودھری مولا داد خاں کی خواہش پر ۱۳۳۶ھ میں خورجہ تشریف لے گئے تھے۔ نہ اس سے پہلے کبھی آپ کا وہاں جانا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد، چونکہ بعض افراد نے اس عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا تھا اس لئے اظہار امر کر دیا گیا۔ وَاللہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ۔

کوئٹہ کا سفر

آپ ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۱۸ء میں کوئٹہ روانہ ہوئے۔ ہر سال آپ ایک چھوٹی بوگی جس میں سیکنڈ کے دو ڈبے ہوتے تھے کوئٹہ تک ریزرو کرا لیتے تھے۔ چوں کہ اس سال بلوچستان کے مری قوم کے سردار نے کچھ شورش برپا کر رکھی تھی اس لئے چھوٹی بوگی دستیاب نہ ہوئی اور آپ نے بڑی بوگی کرایہ پر لی۔ دہلی کے مخلصین نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ اب کے سال فساد کی وجہ سے آپ کوئٹہ نہ جائیں۔ آپ نے کوئٹہ پہنچ کر مولوی عبدالعزیز بنگالی کو فارسی میں خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا ہے۔ بروز جمعہ وقت عصر بہ تاریخ ہشتم جمادی الآخرہ در کوئٹہ رسیدیم۔ ہزار روپیہ در گاری ریل خرچ شد۔ یک گاری را بہ تمام گرفتیم۔ دراں سرفسٹ و سہ سکنڈ۔ ہمہ گاری از ما بود و اینجا ہم بہ فضل الٰہی ہمہ امن و امان است۔ مردم دہلی مرا می ترسانیدند کہ بہ کوئٹہ فساد است و فتنہ است امسال آنجا تشریف نہ برید لیکن اینجا بہ فضل و کرم الٰہی ہیچ پریشانی و فساد نیافتیم۔"

مُلّا عبدالحلیم آخوندزادہ کی وفات

آپ کے مخلص بلکہ عاشق صادق کی کمر میں زخم ہوا۔ ہر چند علاج و معالجہ ہوا فائدہ نہ ہوا اور صاحبِ فراش ہو گئے۔ بچنے کی اُمید نہ رہی۔ وہ آپ کے دروازے کے سامنے مسجد شریف کی دیوار کے نیچے توشک ڈلوا کر دروازے کی طرف منہ کر کے لیٹ جاتے تھے۔ غالباً رمضان شریف کی چار یا پانچ تاریخ تھی کہ آپ نے اس عاجز سے کہا "جاؤ مُلّا عبدالحلیم سے ہمارا سلام کہو اور ہماری طرف سے ان سے یہ کہو۔ یہاں آپ کو تکلیف ہے آپ اپنے گھر چلے جائیں۔" یہ عاجز ان کے پاس گیا۔ پہلے حضرت کا سلام

پہنچایا اور پھر آپ کی بات کہی۔ وہ اس سلام و پیام کو سُن کر زار و قطار رونے لگے اور انھوں نے اس عاجز کے ہاتھ کو پکڑ کر بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور روتے ہوئے کہا کہ حضرت صاحب سے عرض کرو کہ میرا اب وقتِ آخر ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے دَر کے سامنے مروں۔ اس عاجز نے ان کی بات آپ سے جاکر عرض کی۔ آپ سُن کر دو تین منٹ خاموش رہے اور پھر آپ نے فرمایا "زید جاکر ہماری طرف سے یہ کہو ہماری خوشی اس میں ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں "۔ اس عاجز نے ان سے جاکر یہ بات کہی اور وہ رونے لگے۔ پھر انھوں نے کہا۔ میں اُن کی خوشی کے خلاف کیسے کر سکتا ہوں۔ اور وہ اپنے گھر چوہی کو چلے گئے۔ یوم پنجشنبہ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۷ر جون ۱۹۱۸ء میں راہی ملکِ بقا ہوئے اور ہر دو ہمشیر گان عثمانی و حیدری کے حظیرہ میں چہار دیواری کے اندر جہتِ شرق متصلِ دیوار دفن ہوئے۔ ؏ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

اس سال جناب مولوی محمد عمر صاحب کسی وجہ سے کوئٹہ نہ جاسکے تھے۔ آپ نے ان کو خط ارسال کیا اور اس میں تحریر فرمایا۔

"ہمارے دوست، ہمارے مزاج داں، ہمارے خیر خواہ، مولوی عبدالحلیم صاحب ۱۷ر رمضان کو راہی ملکِ بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ہم کو ایسا رفیقِ صالح دانا دوسرا آج تک نہیں ملا۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ والسلام۔ جمعہ ۹ر شوال ۱۳۳۶ھ "۔ آپ کے خلفا و مجازین کے بیان میں اُن کا کچھ ذکر آئیگا۔

بلند شہر کی نمائش

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ مطابق مارچ ۱۹۱۹ء میں چودھری مولا داد خاں نے آپ سے ہم تینوں بھائیوں کو بلند شہر کی نمائش دکھانے کی اجازت حاصل کی۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ وہاں میرا ایک خیمہ لگتا ہے۔ اس میں آرام سے ان کا قیام رہے گا۔ چنانچہ ہم تینوں بھائی مع تین پٹھانوں کے چودھری صاحب کے ساتھ بلند شہر کی نمائش دیکھنے گئے۔ تیسرے دن دوپہر کو تقریباً ایک بجے چودھری صاحب سے چند افراد نے آکر کہا کہ نمائش گاہ کے دروازہ پر ایک موٹر کھڑی ہے اور اس میں دہلی کے حضرت صاحب ہیں۔ چودھری صاحب دوڑتے ہوئے گئے اور آپ کو خیمہ میں لائے۔ آپ نے فرمایا "مولا داد خاں تم ہمارے بچوں کو لے کر آگئے۔ اُن سے ملنے کو ہمارا دل چاہا اور ہم موٹر کرایہ پر لے کر آگئے "۔ آپ نے ستر روپیہ پر موٹر کرایہ پر لی تھی اس طور پر کہ ایک شب قیام فرمائیں گے اور دوسرے دن دس بجے تک روانگی ہوگی۔

نواب احمد سعید خاں اور عبد العلی مختار

عصر کے قریب نواب احمد سعید خاں (چھتاری والے) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ عصر کی نماز آپ نے نمائش گاہ کی عارضی مسجد میں پڑھی۔ وہاں

کی صفائی اور سبزہ کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور دریافت کیا۔ اس کا انتظام کس نے کیا ہے۔
چودھری صاحب نے آپ سے حافظ عبدالعلی مختار کا ذکر کیا کہ یہ سب کام انھوں نے کیا ہے اور ہمیشہ وہ یہ خدمت بجالاتے ہیں۔ اور اب اُن پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ ماتحت کی عدالت پھانسی کی سزا کا حکم دے چکی ہے۔ عدالتِ عالیہ میں اپیل دائر کر رکھی ہے۔ اور وہ بیمار ہیں۔ عدالت نے گھر میں رہنے کی اجازت دیدی ہے۔ وہاں سپاہی نگرانی کرتا ہے۔ مسجد شریف کی خوبی نے آپ کو اتنا متاثر کیا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ سواری منگاؤ ہم اُن سے ملیں گے۔ چودھری صاحب نے سواری طلب کی۔ بگھی میں آپ اور ہم تینوں بھائی اور چودھری صاحب اور کوچوان کے پاس ایک پٹھان بیٹھا جس وقت آپ بگھی میں رونق افروز ہوئے خلقِ خدا مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑی۔ وہاں سے حافظ عبدالعلی کے گھر پہنچے۔ آپ کی آمد کا سُن کر حافظ عبدالعلی انتہائے مسرت سے رو پڑے اور انھوں نے کہا۔ میں کہاں اس لائق تھا جو حضور میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ وہاں دو آدمی بیٹھے تھے۔ حافظ عبدالعلی دو چار منٹ کے واسطے مستورات کی طرف گئے۔ اس عرصہ میں ان دو آدمیوں نے کہا۔ حضور ان کے بچنے کی امید بہت کم ہے۔ حافظ عبدالعلی گھر میں سے بہت جلدی باہر آئے اور انھوں نے چائے پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے مسجد میں نماز پڑھی وہاں کے انتظام اور صفائی کو دیکھ کر ہمارا دل خوش ہوا اور ہم تم سے ملنے آئے۔ تم ہمارے یہ دو شعر ہر نماز کے بعد عاجزی سے تین مرتبہ پڑھو۔ ہم کو اللہ سے امید ہے کہ تم بَری ہو جاؤ گے" اور آپ نے ایک کاغذ پر اپنے مبارک ہاتھ سے یہ دو شعر لکھ کر دیئے۔

حَسْبِیَ اللّٰہُ فِی الْحَیَاتِ وَفِیْ سَکَرَاتِ الْمَمَاتِ وَاللَّحَدِ[1]
وَھُوَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ یَکْلَؤُنِیْ فِیْ نَھَارِیْ وَلَیْلَتِیْ وَغَدِ

(میرے لئے اللہ کافی ہے زندگی میں۔ موت کے سکرات کے وقت اور لحد میں
وہ بہترین وکیل ہے وہ میری حفاظت کرتا ہے میرے دن میں میری راتیں کل آئندہ میں)
حافظ عبدالعلی نے آپ سے پرچہ لے کر آنکھوں سے لگایا۔ اور پھر تین اشرفیاں ہم تینوں بھائیوں کے نام سے پیش کیں اور انھوں نے کہا۔ حضرت! آپ کے لائق میرے پاس کچھ نہیں جو میں پیش کر سکوں۔ آپ نے ان کے حق میں دُعا فرمائی اور نمائش گاہ تشریف لائے۔ آپ اپریل ۱۹۱۹ء میں کوئٹہ تشریف

---

[1] اس عاجز نے ان دو شعروں کا ترجمہ فارسی میں اس طرح کیا ہے۔

اعتمادم ہست بر ذاتِ اَحَد درحیات و درممات و در لحد
کارساز و حافظم شد کردگار زاں برستم از غمِ لیل و نہار

لے گئے۔ وہاں حافظ عبدالعلی کا تار پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بری کر دیا اور تار کے ذریعہ سو روپے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ رحمہ اللہ و غفر لہ۔

چودھری خدابخش کا واقعہ

دوشنبہ ۲۷ رمضان ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۷۶ء دوپہر کے وقت چودھری خدابخش خانقاہ شریف میں اس عاجز سے ملے۔ اُن کی شکل اور جسم کی ساخت چودھری سولا داد خاں سے بہت ملتی تھی۔ وہ پہلے مزاراتِ شریف پر حاضر ہوئے اور پھر اس عاجز کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا کہ آج ستائیس سال کے بعد اللہ نے میری تمنا پوری کر دی۔ اور انھوں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا جو میں نے اسی وقت لکھ لیا تھا۔

خدابخش نے بتایا کہ میں بلند شہر کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ ہمارے گاؤں میں ایک سادھو رہتا تھا اور میں بچپنے سے اس کے پاس جاتا تھا۔ مجھ کو اس سے محبت ہو گئی اور میں ہندو ہو گیا۔ لیکن میرا نام خدابخش ہی تھا۔ میں اپنے گاؤں کے مسلمانوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتا تھا اور گالیاں دیا کرتا تھا۔ اب میں تیئیس چوبیس سال کا ہو گیا تھا اور اسی ارتداد کے زمانے میں بلند شہر کی نمائش دیکھنے کے واسطے گیا۔ وہاں میں نے بگھی میں ایک شخص کو دیکھا، ان کے ساتھ بچے بھی تھے اور ایک بڑے آدمی ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ کوچوان کے پاس ایک پٹھان بیٹھا تھا۔ خدابخش نے آپ کے لباس اور پگڑی اور شکل کی بالکل صحیح کیفیت بیان کی اور کہا کہ مجھ کو یہ محسوس ہوا کہ کوئی آسمانی فرشتہ بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان سے مصافحہ کر لوں لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکا اور آپ کی سواری روانہ ہو گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس بگھی میں کون صاحب تھے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ دلی کے حضرت شاہ ابوالخیر ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ جب دلی جاؤں گا تو ان کے پاس جاؤں گا۔ خدابخش نے کہا کہ اس دن سے میرے دل میں اسلام کا نور چمکا اور اللہ نے فضل کیا کہ میں پھر سے مسلمان ہو گیا۔ میں آج پہلی مرتبہ دلی آیا ہوں۔ جامع مسجد پر میں نے آپ کے متعلق معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ آپ رحلت کر چکے ہیں اور آپ کا مزار خانقاہ شریف میں ہے۔ چنانچہ میں آپ کے مزار شریف پر حاضر ہوا اور میں نے فاتحہ پڑھی، میں اگر اُن سے نہ مل سکا اُن کی قبر پر حاضر ہو گیا۔ یہ بیان خدابخش کا ہے۔ جس وقت وہ اس عاجز سے ملے تھے اُن کی عمر پچاس سال کی ہو گی۔

نمائش گاہ سے دہلی پھر کوئٹہ

نمائش گاہ میں ایک شب قیام فرما کر دوسرے دن آپ اور ہم تینوں بھائی دلی آ گئے اور پھر اپریل میں کوئٹہ جانا ہوا۔ بہ ظاہر بچوں کی محبت آپ کو نمائش گاہ لے گئی۔ لیکن اللہ کو آپ سے یہ خدمت لینی تھی کہ ایک

مرتد پھر دائرۂ اسلام میں آئے اور ایک خادمِ اسلام و معتقدِ اولیاء پھانسی سے نجات پا گئے ؎

فَکَمْ لِلّٰہِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیٍّ یَدِقُّ خِفَاءُهٗ عَنْ فَهْمِ الذَّکِیِّ

(اللہ کی بہت سی پوشیدہ مہربانیاں ہیں۔ سمجھدار کی سمجھ سے زیادہ پوشیدہ ہیں)

حضرت برادرِ کلاں کی علالت

حضرت برادرِ کلاں کو دردِ شقیقہ کی شکایت ہو گئی اور دو سال تک رہی۔ اس کی وجہ سے آپ کی پڑھائی میں بھی خلل آیا۔ کوئٹہ میں آپ کی نکسیر جلد جلد پھوٹنے لگی۔ اور آپ علیل بھی ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ آپ کچھ دن کے واسطے ہنہ جا کر رہیں۔ چنانچہ وہاں کے ڈاک بنگلہ میں آپ رہے۔ یہ مقام کوئٹہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور ٹھنڈا ہے۔ وہاں کا پانی بہت عمدہ ہے۔ دس بارہ دن کے بعد حضرت سیدی الوالدہم سب کو لے کر ہنہ تشریف لے گئے اور تقریباً تین ماہ وہاں قیام رہا۔ اتنے دن تک یہ ڈاک بنگلہ کسی کو نہیں ملتا تھا۔ لیکن کوئٹہ کے کمشنر نے جو کہ انگریز تھا کہہ دیا تھا کہ جب تک آپ قیام کرنا چاہیں کریں۔

ریل کا حادثہ

آپ کا معمول تھا کہ ایک چھوٹی بوگی دہلی سے کوئٹہ تک، اور کوئٹہ سے دہلی تک ریزرو کرا لیتے تھے۔ اس میں دو کمرے سیکنڈ کے ہوتے تھے اور ایک سرونٹ کا۔ چونکہ بوگی چھوٹی ہوتی تھی اس لئے پسنجر ٹرین سے اس کا الحاق ہوتا تھا اور راستہ میں سماسٹہ اور روہڑی میں، لے جانے والی ٹرین کے انتظار میں گھنٹوں ایک طرف یہ بوگی کھڑی رہتی تھی۔

پنجشنبہ ۲ صفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء آپ حسبِ معمول چھوٹی بوگی سے دہلی کے واسطے روانہ ہوئے۔ روہڑی پر حسبِ معمول ایک انجن اِس بوگی کو ایک طرف لے گیا اور وہاں ایک خالی لائن پر کھڑا کر دیا۔ بوگی پوری طرح کھڑی نہیں ہوئی تھی اور وہ حرکت کرنے لگی۔ قلیوں نے لائن پر چھوٹے چھوٹے پتھر رکھے وہ اُن کو چُورا کرتی ہوئی سمتِ شرق یعنی سماسٹہ کی طرف کچھ تیزی سے روانہ ہو گئی۔ یہ وقت تقریباً صبح صادق کا تھا۔ قلیوں نے انجن چلانے والے سے کہا۔ اس لئے انجن کو جو دوسری لائن پر تھا آگے لے جانا چاہا۔ چونکہ بوگی قینچی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے انجن کو تیز کیا، انجن تو نکل گیا لیکن بوگی کے شمال شرقی حصہ کی انجن سے ٹکر ہوئی اور یہ کونا ٹوٹ گیا اور بوگی کے سمتِ جنوبی کے دو پہیے زمین میں دھنس گئے اور سمتِ شمالی کے دو پہیے زمین سے پون گز اٹھ گئے۔ بوگی کے پہیے جس جگہ دھنسے تھے اس کے جنوب میں تقریباً پچیس تیس گز کا گہرا گڑھا تھا۔ اگر بوگی کچھ اور جھک جاتی تو گڑھے میں گر جاتی۔

جس وقت یہ حادثہ پیش آیا آپ بیٹھے ہوئے تھے (اُس طرف جو اوپر کو اُٹھ گیا تھا) اور اتفاق سے آپ کا رُخ قبلہ کی طرف تھا۔ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور زبان پر یہ مصرع جاری تھا ع "بڑی برکت خدا کے نام میں ہے" اور آپ اُسی جذبہ کی حالت میں اس پر مصرعے لگا رہے تھے۔ اسی حال میں اسٹیشن ماسٹر جو کہ ایک انگریز تھا، اپنے عملہ اور پندرہ بیس قلیوں اور آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ آیا، وہ متحیر رہ گیا کہ جنوب کی طرف گڑھے میں بوگی کیوں نہیں لُڑھکی اور اب تک دو پہیوں پر وہ کس طرح کھڑی ہے۔ آپ اُس وقت تبسّم فرما رہے تھے اور "بڑی برکت خدا کے نام میں ہے" فرما رہے تھے۔ وہ اسٹیشن ماسٹر آپ کا ایسا معتقد ہوا کہ اس کے بعد جب بھی کوئٹہ جاتے ہوئے یا آتے ہوئے آپ کی ریل اسٹیشن پر پہنچتی تھی وہ چائے بسکٹ پیش کرتا تھا اور آپ کے سلام کو آتا تھا۔ آپ نے جو مصرعے "بڑی برکت" الخ پر لگائے تھے وہ بعد میں آپ نے ایک پرچہ پر لکھ لئے تھے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) فلاحِ دو جہاں اسلام میں ہے (۲) بنا دیتا ہے خود بیں کو خدا بیں
(۳) یہی خود بیں کو کرتا ہے خدا بیں (۴) یہی قطرے کو کر دیتا ہے دریا
(۵) یہی لوہے کو کر دیتا ہے سونا (۶) اندھیرے کو یہ کرتا ہے اُجالا

اتنا عظیم حادثہ ہوا۔ انگریز اسٹیشن ماسٹر اور اس کے عملہ کے افسران کہہ رہے تھے۔ کیا بات ہے کہ بوگی کھڈ میں نہ گری اور آپ کے سکون اور تعلق الی اللہ میں بال برابر فرق نہ آیا۔ بلکہ آپ کا مُسکرا مُسکرا کر بار بار 'بڑی برکت خدا کے نام میں ہے' پڑھنا بتا رہا تھا کہ آپ پر احوالِ خصوصیہ طاری تھے انگریز اسٹیشن ماسٹر اس طرح آپ کی خدمت کر رہا تھا کہ اصحاب پندار مُرید اس کا دسواں نہیں کر سکتے۔ اور اس کے بعد جب بھی آپ کی ریل روہڑی پہنچتی تھی وہ چائے وغیرہ لے کر آپ کے سلام کو آیا کرتا تھا۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ۔

علی برادران کا اظہارِ عقیدت

۱۳۳۸ھ مطابق سنہ ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ آپ روشن آرا باغ حسبِ معمول برائے تفریح بگھی میں تشریف لے جاتے تھے۔ اس سال آپ کی سواری لال کنواں، کھاری باولی، قطب روڈ ہو کر جاتی اور آتی تھی۔ ایک دن جب آپ کی سواری لال کنواں پہنچی تو وہاں راستہ کے شرقی کنارے پر ایک بڑے اجتماع میں چار پانچ گز اونچے اسٹیج پر مولانا شوکت علی و محمد علی کھڑے تقریر کر رہے تھے۔ یہ دونوں دسمبر ۱۹۱۹ء میں قیدِ فرنگ سے رہا ہوئے تھے۔ یہ جلسہ اُن کے اعزاز میں کیا گیا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی نظر

جب آپ کی طلعتِ نورانی پر پڑی فوراً اسٹیج پر سے اُترے اور دوڑتے ہوئے آپ کی سواری کے پاس آئے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بڑی محبت سے بوسہ دیا۔ آپ نے ان کی خیریت دریافت کی۔ اور آپ کی سواری روانہ ہوئی۔ رَحْمَةُ اللہِ عَلَيْهِمَا وَغَفَرَ لَهُمَا۔

کوئٹہ آنا جانا براہِ لاہور

ریل کے حادثہ کے بعد حضرت برادرِ کلاں نے کوئٹہ آنے جانے کے واسطے لاہور کا راستہ تجویز فرمایا۔ اپریل ۱۹۲۰ء کو دلی سے عبدالحق اَپَن، پھاٹک حبش خاں والے اور حافظ اشفاق الٰہی میرٹھی لاہور تک ساتھ گئے۔ ایک رات مال روڈ میں قیام رہا اور پھر کوئٹہ روانگی ہوئی۔ اس کی خبر ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری کو ہوئی۔ انھوں نے آپ کی آمد پر جو ماہِ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ہوئی، آپ کے ٹھیرنے کے واسطے عبدالعزیز وکیل کے مکان میں بندوبست کیا۔ یہ مکان گلی دروازہ لاہوری میں واقع تھا۔ ایک ہفتہ آپ نے وہاں قیام فرمایا تھا۔ کوئٹہ سے مُلّا عبدالعزیز اور سیّد عبدالرحمٰن لاہور تک آئے تھے اور دہلی سے حافظ عبدالحکیم وغیرہ لاہور پہنچ گئے تھے۔ اہلِ لاہور بہ کثرت آپ کی زیارت کو اس عرصہ میں آئے۔

میاں شیر محمد شرقپوری، مولانا رؤف احمد شاہ

اس عرصہ میں میاں شیر محمد صاحب دو مرتبہ آپ سے ملنے آئے۔ جب پہلی مرتبہ وہ تشریف لائے تو آپ مکان کے صحن میں ایک مونڈھے پر تشریف فرما تھے۔ اور مکان کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میاں صاحب آئے اور آپ کے پاؤں کو پکڑ کر آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئے۔ آپ کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ میاں صاحب کے آنسو جاری تھے۔

نہ دانم چہ گفتی چہ انگیختی ۔۔۔ کہ از دیدہ ہایم تو خوں ریختی

(میں نہیں جانتا کہ تو نے کیا کہا اور کیا بھڑکایا، کہ میری آنکھوں سے تو نے خون بہا دیا)

جب میاں صاحب تشریف لے گئے آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ میاں شیر محمد پنجاب کے شیر ہیں۔ دو تین دن کے بعد میاں صاحب آپ سے ملنے پھر تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ قلعہ گوجر سنگھ، لاہور کی مسجد جامع کے امام مولانا رؤف احمد شاہ صاحب بھی تھے۔ آپ نے شاہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اور پھر فرمایا۔ شاہ صاحب عجب دل ہے۔ پھر آپ نے میاں صاحب سے فرمایا۔ شیر محمد آج کیا بات ہے۔ حضور سستی ہو گئی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا "پُرانے مشائخ عظام والی بات تو نہیں ہے لیکن اللہ کا شکر ہے، غنیمت ہے۔" پھر آپ نے محبت سے اُن پر ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی۔ اس کے بعد چار مرتبہ آپ کا قیام لاہور میں ہوا اور میاں صاحب آپ سے ملنے دو مرتبہ وہاں تشریف لے گئے۔ رَحْمَةُ اللہِ عَلَيْهِ وَعَلٰى رَفِيْقِهٖ رؤف احمد عَلَيْنَا مَعَهُمَا۔

حضرت طاہر بندگی

عصر کی نماز پڑھ کر عبدالعزیز وکیل کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ زائرین سے صحن خانہ بھرا ہوا تھا۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت مجدّد کے خلیفہ اور اُن کے صاحبزادوں کے اُستاد حضرت مولانا طاہر بندگی کا مزار شریف کہاں ہے۔ ڈاکٹر شوق محمد اور دوسرے افراد نے کہا۔ مزنگ میں ہے۔ زیادہ دُور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہاں حاضری دینی ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ حضرت اب مغرب کا وقت ہونے کو ہے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ نماز وہاں پڑھنی ہے۔ اور آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ اور آپ پیادہ روانہ ہوئے۔ ہم تینوں بھائی اور دلی کے حافظ عبدالحکیم، ڈاکٹر شوق محمد امرتسری اور بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے۔ ڈاکٹر اشفاق محمد آپ کو ایک رات کے واسطے امرتسر لے جانا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں انتظامات کرنے گئے ہوئے تھے۔ راستہ میں ایک ہندو اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے مکان کے باہر مونڈھوں پر بیٹھا تھا۔ آپ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے آپ کو بیٹھنے کے واسطے کہا۔ مخلصین نے کہا۔ سواری آ رہی ہے۔ اس وقت تک آپ تشریف رکھیں۔ چنانچہ پانچ سات منٹ آپ وہاں بیٹھے۔ وہ ہندو بڑے ادب سے آپ کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا رہا۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور آپ اپنے احوال میں تھے۔ دو چار منٹ میں بگھی آئی۔ آپ اور ہم تینوں بھائی اور حافظ عبدالحکیم اندر بیٹھے اور ایک پٹھان کوچوان کے پاس۔ بگھی روانہ ہوئی۔ ڈاکٹر شوق محمد وغیرہ اپنے واسطے سواریاں تلاش کرنے دوڑے۔ آپ کی آنکھیں بند تھیں اور اپنے احوال میں مستغرق تھے۔ شہر سے باہر بگھی جا رہی تھی۔ سورج چھپ چکا تھا۔ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ ایک جگہ چوراہا آیا۔ کوچوان شمال کی طرف بگھی لے چلا۔ آپ نے چلا کر فرمایا: "یہ کدھر لے جا رہا ہے۔ دیکھو دیکھو یہ حضرت کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ ہم اِدھر ہیں۔ صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو۔" اور آپ نے غرب کی طرف اشارہ فرمایا۔ حافظ عبدالحکیم نے گھبرا کر کوچوان سے کہا۔ کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ میں ٹھیک جا رہا ہوں۔ آپ خاموش بیٹھ گئے۔ تقریباً ایک فرلانگ بگھی گئی اور پھر کوچوان نے بگھی روکی اور اس نے کہا۔ میں اِدھر غلط آ گیا۔ اور بگھی موڑ کر اُس چوراہے پر آیا جہاں آپ نے فرمایا تھا "ہم اِدھر ہیں، صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو۔" جب بگھی چوراہے پر پہنچی آپ کے چہرۂ انور پر بشاشت کے آثار ظاہر ہوئے اور اتنے میں ڈاکٹر شوق محمد وغیرہ کی سواریاں بھی آ گئیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو یہ ہم کو غلط راستہ پر لے گیا اور حضرت کھڑے فرما رہے تھے ہم اِدھر ہیں صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو۔ پھر آپ نے پہلے مسجد شریف میں مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد

مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ آپ نے بلند آواز سے حسبِ معمول سورۂ یاسین تلاوت فرمائی۔ آخری ایام میں آپ کا یہ طریقہ تھا کہ برادرِ کلاں پہلے آیتِ شریفہ پڑھتے تھے اور پھر اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت آپ کیا کرتے تھے۔ تلاوتِ شریفہ کے بعد آپ نے بڑی نیاز مندی سے تُربتِ مبارکہ کو ہاتھ سے مسح کیا اور اپنے سر اور منہ پر ہاتھ کو پھیرا۔ اس وقت آپ پوری طرح مخمور تھے۔ چشمانِ مبارک سُرخ ہو رہی تھیں۔ کافی دیر تک آپ پر یہ کیفیت طاری رہی۔

۱۔ چوں بادۂ شوقِ تو کند برّاقی   گردد تن و روح جملہ مستِ ساقی

۲۔ تن مستِ شراب و روح مستِ ساقی   آن گردد فانی وایں گردد باقی

۱۔ تیرے عشق کی آگ جب چمک دکھاتی ہے جسم اور روح سب ساقی کے مست بنجاتے ہیں

۲۔ جسم شراب سے مست اور روح ساقی سے مست۔ وہ فانی بنجاتا ہے وہ باقی بن جاتی ہے۔

سورۂ یاسین کی تلاوت کے بعد آپ نے مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ حضرت ہم سے خوش ہیں اور فرماتے ہیں کہ اصحابِ ذکر و قلوب مفقود ہو گئے ہیں بہت کم اربابِ قلوب ہمارے پاس آتے ہیں۔

جہانگیر کا مقبرہ

۱۹۲۱ء میں جب آپ کا قیام میاں قمرالدین کی کوٹھی واقع فیروزپور روڈ اچھرہ میں تھا میاں قمرالدین آپ کو مقبرۂ جہانگیر لے گئے۔ مقبرہ کی کھلی چھت پر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اور پھر آپ وہاں تھوڑی دیر مصروفِ ذکرِ الٰہی رہے۔ اسی دوران میں مقبرہ کے باغیچہ کے جنوب مشرقی حصہ سے صدائے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ بلند ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ "ضرب" لگا رہا تھا۔ پانچ سات منٹ آپ اس مبارک صدا کی طرف ہمہ تن گوش بنے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ ضرب لگا رہا ہے اور یہ طریقہ قادریہ سے وابستہ ہے" اور آپ نے اس کے واسطے دُعائے خیر فرمائی۔ رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

امرتسر کا جانا

ڈاکٹر اشفاق محمد کی تمنا تھی کہ آپ کو امرتسر لے جائیں۔ چنانچہ اواخر اکتوبر ۱۹۲۰ء میں وہ آپ کو مع متعلقین اور چند مخلصین کے ایک رات کے واسطے لاہور سے موٹر کاروں میں امرتسر لے گئے اور وہاں خواجہ غلام صادق کی عالیشان کوٹھی میں آپ کو ٹھیرایا۔ یہ کوٹھی مال روڈ پر واقع ہے۔ اس کا نام "وڈلینڈز" تھا اور "ٹھنڈکھوی" کے نام سے مشہور تھی۔ خواجہ غلام صادق امرتسر کے ہر دلعزیز مشہور رئیس اور حضرت سیدی الوالد کے مخلصین صادقین میں سے تھے۔ بلکہ صحیح معنی میں عاشق تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اپنی بیٹی کا عقدِ نکاح میر مقبول محمود سے کر دیں۔ انھوں نے حضرت سیدی الوالد کے قدوم کو نعمتِ غیر مترقبہ سمجھا اور آپ نے اس کارِ خیر کو بہ اتمام پہنچایا۔ رحمۃ اللہ

ورضی عنہ۔ میر مقبول محمود کے برادرِ خورد میر انور سعید محمود سے یہ تفصیل عاجز کو معلوم ہوئی۔ جزاہ اللہ خیرا۔

دعوتِ قیام اچھرہ اچھرہ کے میاں برکت علی میاں قمرالدین آپ سے بیعت تھے۔ یہ دونوں عبدالعزیز وکیل کے مکان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ دین محمد ذیلدار اور کچھ لوگ اور بھی تھے اور ان سب نے آپ سے التماس کی کہ کوئٹہ کو جاتے اور وہاں سے آتے وقت آپ اچھرہ میں قیام فرمایا کریں۔ آپ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اور انیس سو اکیس و بائیس میں کوئٹہ جاتے آتے اچھرہ میں قیام رہا۔

بارِ دگر رامپور کا سفر ۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء آپ تین رات کے واسطے حضرت عمۂ محترمہ سے ملاقات کرنے رامپور تشریف لے گئے اور اُن کے پاس محلہ مدرسۂ کہنہ میں قیام فرمایا۔ علماء فضلاء اور خاندان کے تمام افراد سے ملے۔ جب آپ رامپور سے روانہ ہوئے تو مُوَدِّعین سے اسٹیشن بھرا ہوا تھا۔

دوسری نواسی رامپور سے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسری نواسی عنایت کی۔ آپ نے اُن کا نام امۃ الرحمٰن رکھا۔ یہ عاجز مصر میں تھا کہ حضرت والدہ صاحبہ محترمہ نے اُن کا نکاح عبدالوحید فرزند ڈاکٹر اشفاق محمد صاحب امرتسری سے شبِ دوشنبہ ۲۸ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۵ء میں کر دیا۔ خدا کے فضل و کرم سے بعافیت و اولاد و اولادِ اولاد والی ہیں اور اب لاہور میں رہتی ہیں۔ سلمہا اللہ وسلم اولادہا۔

محترمہ ہمشیرۂ وسطیٰ کا نکاح اُسی شان و شوکت سے کہ ۱۳۳۳ھ میں جناب ہمشیرۂ کلاں کا نکاح ہوا تھا، شب جمعہ ۱۲ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء میں محترمہ ہمشیرۂ وسطیٰ فاروقی صاحبہ کا عقدِ نکاح نواب زادہ لئیق احمد خاں فرزند نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب ایوبی انصاری پانی پتی سے ہوا۔ علماء فضلاء عمائدین اور مخلصین بکثرت آئے۔ خوب رونق رہی۔ البتہ جس شانِ جمالی کا ظہور ۱۳۳۳ھ میں ہوا تھا اس میں نمایاں فرق تھا۔ گویا کہ آپ بزبانِ حال فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ کَمَا کَانَ یَقُوْلُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فاخر احمد خاں صاحب اور اُن کے فرزند کا ذکر ان شاء اللہ بعد میں آئے گا۔

آہ قاری حافظ نیاز احمد قاری حافظ نیاز احمد فرزند شیخ عبدالرحمٰن ساکن سہارنپور سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ یا ۱۳۲۲ھ میں آپ کی خدمت

بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ کا مقولہ ان پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ باوجود کم عمری کے جو صدقِ کامل اور عزمِ راسخ اُن کو ملا تھا وہ ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ بھی کامل جوہر شناس تھے۔ لہٰذا آپ نے نیاز احمد صاحب کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں قاری عبدالغنی انطاکیہ (ملکِ شام) کے بہ اشارۂ غیبی اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کامل چار سال دِلّی و کوئٹہ میں آپ کی خدمت میں رہے۔ (اِن شاء اللہ ان کا ذکر بعد میں آئے گا) آپ نے حافظ نیاز احمد کو اُن کے سپرد کیا۔ اُن کی کوشش پوری طرح کامیاب ہوئی اور حافظ نیاز احمد کے مخارجِ حروف ایسے اعلیٰ ہوئے کہ باید و شاید۔ جب وہ فنِ تجوید میں ماہر ہو کر قاری نیاز احمد ہو گئے آپ نے اُن کو اُن اوقاف کی تعلیم دی جن کا بیان شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام شمس الدین جزری، امام ابو عمرو دانی نے اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ (اوقاف کا بیان اِن شاء اللہ بعد میں آئے گا) مخارجِ حروف کی صحت سے کلام پاک کی تلاوت میں لفظی حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اوقاف کی معرفت سے معنوی حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اور تلاوتِ مبارکہ کے وقت جو افراد معانی کی لذتوں سے مستفید ہوا کرتے ہیں اُن کو فہمِ معنی میں کوئی دِقّت پیش نہیں آتی۔ جب قاری نیاز احمد علمِ اوقاف سے بھی پوری طرح باخبر ہو گئے تو آپ نے اُن کو قراءاتِ سبعہ کی تعلیم دینی شروع کی۔ ۱۳۳۳ھ میں قاری نیاز احمد نے امام نافع کی قرأت بہ روایتِ قالون میں محراب سنائی اور دوسرے سال بہ روایتِ ورش۔ پھر ہر سال ایک امام کی قرأت سے تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ رمضان ۱۳۳۹ھ میں امام حمزہ کی قرارت پڑھی۔ اور اس کے تین ماہ دس دن بعد عین عالمِ شباب میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ آپ نے مولوی بخش اللہ کو حضرت برادرِ کلاں سے درج ذیل خط لکھوایا۔

خیرے کن اے فلان و غنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

قاری نیاز یکشنبہ، محرم کو وبائی مرض (ہیضہ) میں مبتلا ہوئے۔ آٹھ تاریخ کو اُن کو سرکاری آدمی کرانٹین میں لے گئے۔ جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی بہ سبب احتیاط کے کہ وبائی مرض زیادہ نہ پھیلے۔ نو تاریخ کو اُن کو ذرا ہوش آیا، مگر پیشاب بند ہو گیا تھا۔ چہار شنبہ دس تاریخ عاشورا کے دن بہ وقت نیمروز، ایک بجے ان کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جہاں میں تو کارِ نکوئی رہے گا — نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

غفر اللہ لنا ولہ۔ کیا اچھا وقت اور کیا اچھا دن انھوں نے پایا۔ حقیقت میں وہ لائق اسی کے تھے۔

چہار شنبہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ ۲۱ ستمبر ۱۹۲۱ء

حکومت نے جو اسپتال وبائی امراض والوں کے واسطے بنایا تھا وہ شہر سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ وہاں کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ قاری نیاز احمد کے جنازے کو اسپتال کی موٹر قبرستان لے گئی۔ وہاں کافی افراد پہنچ گئے۔ انھوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور ان کے جسدِ خاکی کو مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ وہاں سرکاری آدمی کھڑے تھے انھوں نے سب کے منہ اور ہاتھ پاؤں دوائی سے دھلوائے۔

قاری نیاز احمد کی آواز صاف و شیریں اور بلند تھی۔ صفائے باطن کا اثر اس میں ظاہر تھا۔ ۱۳۳۹ھ میں محفلِ مبارک میلاد شریف میں انھوں نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کا ایک رکوع پڑھا تھا۔ ان کا رُخ اپنے پیر و مرشدِ برحق کی طرف تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ جب وہ تلاوتِ شریفہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا "نیاز" یہ سُن کر اُن کے مُنہ سے بے اختیار ایک چیخ نکلی اور وہ آپ کے قدموں میں جا پڑے۔ آپ نے محبت سے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور غالباً پھر آپ نے ان سے علامہ نبہانی کی "اَلْمُزْدَوِجَةُ الْغَرَّاءُ فِي الْاِسْتِغَاثَةِ بِاَسْمَاءِ اللهِ الْحُسْنٰى" پڑھوائی تھی۔ خانقاہ شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ بلکہ دروازے کے باہر سڑک پر لوگ کھڑے تھے۔ اور خاموشی سے سُن رہے تھے۔ اہلِ باطن کچھ اور ہی لُطف اُٹھا رہے تھے۔

قاری نیاز احمد کشیدہ قامت، خوش اندام، شائستہ اخلاق، شیریں گفتار تھے۔ احیاناً شعر و سخن سے شوق کرتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ ان کا ایک شعر یاد ہے جو کہ اپنے پیر و مرشدِ برحق کے بارے میں کہا ہے اور وہ یہ ہے۔

لیتے ہی نامِ مرشد ہاں اے نیاز دیکھو کوسوں ہے بھاگی ظلمت وقتِ سحر سے پہلے

اُن کی نشانی ایک دودھ پیتی بچی تھی۔ صوفی ولی محمد صاحب (ساکن مجیٹھ ضلع امرتسر) نے رشتۂ ہمشیری اور اخوتِ اسلامی کو آخر وقت تک استوار رکھا اور خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو صاحبِ اولاد کیا۔

تراویح کے بیان میں قاری نیاز احمد کا کچھ ذکر آئے گا۔ رَحِمَهُ اللهُ وَرَحِمَ مَنْ رَبَّاهُ فَاَحْسَنَ تَرْبِيَتَهُ حَتّٰى جَعَلَهُ اللهُ اِمَامًا لِلْمُتَّقِيْنَ، هَنِيْئًا لَهُ ثُمَّ هَنِيْئًا لَهُ۔

دھوراجی کاٹھیاواڑ کا سفر

حضرت امام ربانی مجدد و منورِ الفِ ثانی قدس اللہ سرہٗ الأقدس کے عرس شریف کے سلسلہ میں کاٹھیاواڑ سے میمن سرہند شریف جایا کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض افراد آپ کی خدمت میں بھی حاضری دیتے

تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں حاجی ہاشم حاجی ولی پسران حسن دادا جب سرہند شریف سے اول ماہ مبارک میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت واز کی التحیات، میں دلی آئے تو رات کے نو بجے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔حاجی ہاشم نے کہا۔میرے بچوں کی شادی ماہ صفر ۱۳۴۰ھ میں ہوگی۔اس موقع پر آپ دھوراجی ایک ہفتہ کے واسطے تشریف لائیں۔آپ نے فرمایا۔ اس موسم میں ہم کوئٹہ میں ہوں گے۔ہمارا سفر دھوراجی کا کیسے ہوگا۔حاجی ہاشم نے کہا۔حضور! اس کا انتظام میں کروں گا۔ان شاء اللہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔آپ نے اُن کی محبت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ان کی دعوت قبول فرمائی۔حاجی ہاشم اور حاجی ولی کو آپ سے صرف محبت تھی۔مرید اوروں کے تھے۔

حاجی ہاشم نے تین سمجھدار افراد کو ۴ر صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۳ر اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم پنجشنبہ کوئٹہ بھیجا۔ اور انھوں نے صفر کا بندوبست کیا اور خیر سے آپ دوشنبہ ۸ر صفر کو کوئٹہ سے روانہ ہوئے۔ ۹ر کو بعد مغرب لاہور پہنچے اور ایک شب اچھرہ میں قیام فرما کر دس صفر کو دلی روانہ ہوئے اور پنجشنبہ ۱۱ر صفر ۱۳ر اکتوبر کو دلی پہنچے۔ دو دن دلی میں قیام رہا۔پانی پت سے ہمشیرہ صاحبہ اور نواب زادہ صاحب اور میرٹھ سے حافظ اشفاق الٰہی آئے۔ دلی سے مولوی بخش اللہ ساتھ ہوئے۔دو پٹھان بھی ساتھ تھے۔ان سب کا انتظام سفر میمنوں نے کیا۔شنبہ ۱۳ر صفر (۱۵ر اکتوبر) کو بعد مغرب دلی سے روانہ ہو کر دوشنبہ ۱۵ر صفر (۱۷ر اکتوبر) کو دن کے دس بجے دھوراجی پہنچے۔

یوم مشہود دھوراجی پہنچنے سے پانچ سات اسٹیشن پہلے سے میمنوں کا ہجوم شروع ہوا۔تمام ریل ایسی بھری کہ کسی کا ہلنا مشکل ہوگیا۔ہم تینوں بھائی جس ڈبے میں تھے جب وہ بھر گیا تو ہم تینوں آپ کے ڈبے میں آگئے۔ وہاں یہ تماشہ دیکھا کہ حضرت والدہ صاحبہ و ہمشیرگان ایک کونے میں سمٹی ہوئی بیٹھی ہیں اور میمن آپ کو گھیرے میں لئے بیٹھے ہیں۔کوئی آپ کے ہاتھ چوم رہا ہے اور کوئی آپ کو دبا رہا ہے۔غرض ہر ایک اپنی نیازمندی کا اظہار کر رہا ہے۔ لوگوں کی کثرت اور ریل کی چھت پر اُن کے بیٹھ جانے کی وجہ سے ریل بھی آہستہ چل رہی تھی۔ دھوراجی پر خلقِ خدا کا جو ازدحام تھا اس نے میزبانوں کو پریشان کر دیا۔آپ کو موٹر تک پہنچانا ان کے لئے مشکل ہوگیا۔آپ کہیں ہم کہیں، رفقا کہیں اس عاجز کو چند افراد گھیرے ہوئے تھے اور بہ ہزار دقت آپ کی موٹر تک لے گئے۔ لوگ کہتے تھے کہ ایک لاکھ سے زائد افراد کا مجمع تھا۔ اسٹیشن سے قیام گاہ تک سارے راستے موٹر پر پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ اور کوئی اپنے شوق میں دام و درم نچھاور کر رہا تھا۔

حاجی ہاشم نے آپ کے واسطے بہت بڑا دُو منزلہ عمدہ مکان مہیا کیا تھا۔ نیچے کی منزل میں ایک باورچی خانہ تھا، وہاں آپ کے اور آپ کے تمام رفقاء کے کھانے اور چائے کا بندوبست ہوتا تھا۔ ایک بڑا کمرہ تھا وہ آپ کی بیٹھک تھی۔ چار پانچ کمرے رفقاء کے لئے تھے اور اوپر کی منزل آپ کی رہائش کے لئے۔ پانچ چھ آدمی کام کرنے والے اور ایک منتظم رات دن رہتے تھے۔

محفلِ نکاح عقدِ نکاح کی محفل منعقد ہونے کے لئے ایک بہت بڑا پنڈال بنایا تھا اور طرح طرح سے اس کو آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔ ایک طرف بڑا تخت بچھایا تھا۔ اس پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ کے تخت کے سامنے تقریباً دس گز کے فاصلہ پر عروسان کے واسطے نشست گاہ بنائی تھی جس کی بلندی آپ کے تخت سے کم تھی۔ حاجی ہاشم کے دُو بیٹوں اور غالباً دُو ہی بیٹیوں کی شادی تھی۔ قاضی نے خطبۂ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔ آپ نے دُعائے خیر کی۔ پھر چودھری عبدالغنی نے آپ کی خدمت میں آٹھ ہزار روپے حاجی ہاشم کی طرف سے پیش کیا اور عرض کی کہ پانچ ہزار آپ کی نذر ہے اور ایک ایک ہزار تینوں صاحبزادوں کی۔ پھر چودھری عبدالغنی نے اعلان کیا کہ حضرت امام ربّانی قدّس سرّہٗ کے مزارِ پُر انوار پر سنگِ مرمر کا عالی شان گنبد بنوایا جائے گا۔ سر دست اِس کے واسطے پچاس ہزار روپیہ اور آپ کی درگاہ کے دروازے کے واسطے سر دست پچیس ہزار روپیہ حاجی ہاشم نے پیش کیا ہے۔ اگر مزید روپیہ کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی دیں گے اور دھوراجی میں ایک مسافرخانہ کے واسطے پچاس ہزار کا اور یتیم خانہ اور بعض مساجد شریفہ کے واسطے پچیس ہزار روپے کا اعلان کیا۔ حاجی ہاشم نے گنبد شریف پر ایک لاکھ روپے کے قریب خرچ کیا۔ اور دروازے پر بھی زائد رقم صرف ہوئی۔ جَزَاہُ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا۔

شیخ عیسیٰ مظہر آپ حضرت شاہ محمد مظہر کے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو کہ حضرت سیدی الوالد کے حقیقی عم اصغر تھے۔ ان کی وفات ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ میں ہوئی اور اس وقت شیخ عیسیٰ دودھ پیتے تھے۔ آپ ۱۳۰۵ھ کے اواخر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت شیخ عیسیٰ کو خوردسالی میں دیکھا تھا۔ اب پینتیس سال کے بعد دھوراجی میں ملاقات ہوئی اور آپ بہت خوش ہوئے۔ شیخ عیسیٰ کا قیام جامع مسجد کے عمدہ حجرے میں تھا۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ صاحبزادوں کو اجازت دیں کہ وہ مجھ سے آکر ملیں۔ آپ نے خوشی سے ہم تینوں بھائیوں کو اجازت دی اور فرمایا۔ "یہ تمہارے چچا ہیں ان سے جاکر ملو" چنانچہ دوسرے دن ہم تینوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے نفیس سبز چائے بنائی اور عمدہ بلوری پیالیوں میں پلائی۔ تقریباً ۷۵ سال کی

عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔ اولاد ذکور نہ تھی۔ دو تین صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بعافیت رکھے۔

جیت پور کا سفر

جیت پور دھوراجی سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے لوگوں کے اصرار پر ایک رات کے لئے آپ اور ہم سب موٹر کاروں میں جیت پور گئے۔ وہاں ندی کنارے عمدہ کوٹھی میں قیام ہوا۔ ندی پتھریلے حصہ میں بہہ رہی تھی۔ پانی نہایت صاف اور عمدہ تھا۔ رات کو اس پُر فضا مقام میں رہے۔ جب صبح سویرے آنکھ کھلی تو آپ کو ندی کی طرف سے آتا دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ بچو جاؤ وضو کرو، دیکھو ہم ندی پر سے آرہے ہیں۔ چنانچہ ہم تینوں وضو کرکے آئے۔ دو تین افراد اور بھی تھے۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ فَیَاللہِ مِنْ لَذَّۃِ الصَّلَاۃِ وَطِیْبِ الْھَوَاءِ وَحُسْنِ الْمَنْظَرِ۔ نماز کی حلاوت اور ہوا کی لطافت اور منظر کی شائستگی کا کیا کہنا۔

دِلّی کو مراجعت

آپ دھوراجی سے دوشنبہ ۲۲ر صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو روانہ ہوئے۔ آپ کی روانگی کا منظر رقت طاری کرنے والا تھا۔ خلقِ خدا متأسف تھی۔ کوئی رو رہا تھا۔ کوئی ریل کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ ریل بھی بہت آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ جب تک پلیٹ فارم گزر نہ گیا آہ و بُکا کی آوازیں آتی رہیں۔

راجہ کی دعوت

دھوراجی سے چار پانچ اسٹیشن ریل چلی تھی کہ ایک اسٹیشن پر ایک فوجی دستہ کھڑا ملا۔ اس دستہ نے آپ کو سلامی دی اور پھر ایک جوان خوش قامت و خوش لباس آپ کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ایک افسر تھا۔ دونوں نے آپ کو سلام کیا اور افسر نے آپ سے کہا کہ یہ (نوجوان) راجہ صاحب کے ولی عہد ہیں۔ ان کو راجہ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ راجہ صاحب کی دعوت قبول فرمالیں۔ آپ نے نوجوان سے فرمایا کہ راجہ صاحب سے آپ ہمارا سلام کہدیں۔ آپ دیکھیں کہ ہمارے ساتھ بیوی بچے ہیں اور دلّی تک یہ ڈبہ ریزرو ہے۔ اس صورت میں ہم کس طرح ٹھیر سکتے ہیں۔ اگر راجہ صاحب دھوراجی پیغام بھیجتے تو ہم وہاں سے ایک دن کے واسطے آجاتے۔" آپ نے یہ بات غالباً اس لئے فرمائی کہ ولیعہد نے آپ سے کہا تھا کہ میرے والد بیمار ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی زیارت کرلیں۔ آپ کے جواب کو سُن کر ولیعہد نے آپ سے مصافحہ کیا۔ فوجی دستہ نے سلامی دی اور آپ کی ریل روانہ ہوئی۔

دوسرے دن آپ خیر سے دلّی پہنچے۔

اِس ریاست کا نام غالباً ویرپور تھا۔

پانی پت کا سفر

غلام اکبر آپ کے پاس حضرت شرف الدین قلندر پانی پتی قدس سرہٗ کا پیام لائے کہ "خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیج دیتے ہیں۔" یہ سن کر آپ تین دن کے واسطے اواخرِ ماہِ ربیع الاوّل میں پانی پت تشریف لے گئے۔ وہاں آپ مزاراتِ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور تبرکات کی زیارت کی۔ تبرکات میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی کلاہ و تسبیح اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ کی ٹوپی اور وہ کرتہ جس میں آپ زخمی ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ کے تحریر کردہ خطوط شامل ہیں۔ آپ کا قیام نواب زادہ فاخر احمد خاں کے مکان میں تھا۔ یہ مکان حضرت قاضی ثناء اللہ کا ہے اور انہی کے وقت کا بنا ہوا ہے۔ ۱۲۷۲ھ میں آپ کے جدامجد ڈیرہ اسماعیل خاں جاتے وقت جب پانی پت پہنچے تھے تو حضرت قاضی صاحب کے احفاد و ابناالاحفاد نے آپ کو اسی مکان میں ٹھہرایا تھا۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر اس وقت دو سال کی تھی۔ اب جب آپ اس مکان میں داخل ہوئے تو آپ نے غور سے مکان کو دیکھا اور فرمایا "ہمارے بڑے حضرت (جدامجد) یہاں ٹھہرے تھے۔ اور ہم کو یاد ہے۔"

سعد آباد کا سفر

سعد آباد ضلع آگرہ کے رئیس لطافت علی خاں آپ سے بیعت تھے ان کو آپ سے حقیقی محبت تھی۔ ۱۳۳۹ھ میں اُن کی وفات ہوئی۔ مرنے سے کچھ پہلے انھوں نے اپنے فرزند کرامت علی خان سے کہا۔ تم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا اور جس طرح ہو سکے اُن کو ایک مرتبہ یہاں لانا۔ اگر میرے مرقد پر اُن کی نظر پڑ جائے ان شاء اللہ میرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ کرامت علی خان ۱۳۴۰ھ کی محفل مبارک میلاد شریف میں حاضر ہوئے۔ آپ اُن ہی دنوں دھوراجی سے تشریف لائے تھے۔ کرامت علی خان نے اپنی خواہش کا بیان چودھری مولاداد خان خورجوی سے کیا۔ اور پھر سعد آباد سے ایک عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے حسب معمول حلقہ کے وقت اس کا ذکر مخلصین سے کیا۔ چودھری مولاداد خان نے عرض کی کہ وہاں جانے سے ان شاء اللہ حضور کی طبیعت خوش ہو گی۔ چنانچہ آپ نے قصد فرمایا۔ اور سید امجد علی شاہ سرحنوی، چودھری مولاداد خان خورجوی، مولوی سردار احمد وکیل مجددی رامپوری، صاحبزادہ سید الزبیر مجددی ساکن مغل پورہ دلی، مولوی بخش اللہ دہلوی، رتن لال ساکن دریبۂ خورد دلی سے ساتھ چلنے کو فرمایا۔ تین پٹھان اور گھر کی ایک خادمہ اور اہل و عیال کو بھی ساتھ لیا۔ اور دو شنبہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو دن کے گیارہ بجے ریل سے روانہ ہوئے اور عصر کو سعد آباد پہنچے۔

جس وقت دلّی سے ریل روانہ ہوئی تو آپ نے ہم بچوں سے فرمایا "تم شعر بازی کرو" چونکہ ہم بھائی احیاناً آپ کے سامنے شعر بازی کیا کرتے تھے اور حضرت برادر کلاں ایک طرف اور یہ عاجز دوسری طرف ہوتا تھا۔ اور افغانستان کے علماء میں سے کچھ ان کی طرف اور کچھ اس عاجز کی طرف ہوا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ مولوی سردار احمد مجددی اور سعید الزبیر مجددی میں سے ایک ایک طرف اور ایک دوسری طرف ہو جائے۔ چنانچہ شعر بازی ہوئی اور ایک موقع ایسا آیا کہ حرف طا میں ایک فریق اٹک گیا۔ آپ کا طریقۂ مبارکہ یہ تھا کہ آپ کسی کے ساتھ نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ استماع فرماتے رہتے تھے احیاناً بہ وقت عجز مغلوب کی مدد فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ نے مغلوب کی مدد فرمائی اور آپ نے عربی کا یہ شعر پڑھا جو کہ اُسی وقت آپ نے نظم فرمایا۔

طٰہٰ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ خَیْرُ الْوَرٰی صَلَّی عَلَیْہِ اللہُ مَا سَارٍ سَرٰی

یعنی حضرت محمد۔ طٰہٰ اور اللہ کے نبی بہترین خلائق ہیں۔ جب تک کوئی چلنے والا چلتا رہے اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اُن پر نازل فرماتا رہے۔ یعنی قیامت تک اللہ کی رحمتیں ان پر متواتر نازل ہوتی رہیں۔

سعد آباد

سعد آباد مختصر بستی ہے۔ بستی کے کنارے پر کرامت علی خان کی کوٹھی واقع ہے۔ کوٹھی دو منزلہ ہے۔ لیکن اس طریقہ سے بنائی ہے۔ کہ محسوس ہوتا ہے' وہ پہلی منزل ہے۔ زمین کے ایک بڑے حصّہ کو مُسقّف کر دیا ہے۔ اور اس پر کوٹھی بنائی ہے۔ بڑے بڑے شاندار کمرے ہیں۔ دونوں طرف عمدہ دالان ہیں۔ شمال کی طرف کوٹھی کا خوب صورت باغیچہ ہے۔ اور جنوب کی طرف کوٹھی کی پہلی منزل کا صحن ہے۔ کوٹھی کا ایک حصہ مردانہ' دوسرا حصّہ زنانہ ہے۔ جس کمرے میں آپ کے واسطے فرش کیا تھا وہ شرقاً غرباً آٹھ نو گز اور شمالاً جنوباً چھ گز کا ہوگا۔ آٹھ دن آپ کا قیام وہاں رہا۔ کرامت علی خاں نے آپ کی خدمت و مدارات کرنے میں حد کر دی تھی۔ آپ کے پہنچنے پر رات کو آتش بازی چھوڑی اور ایک خادم کی طرح رات دن خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ہر وقت خائف رہتے تھے۔ چودھری مولاداد خان کے ہونے کی وجہ سے ان کو بہت سکون حاصل ہو گیا تھا۔

لطافت علی خان کی قبر

ان کے پدر بزرگوار کی قبر پائین باغ میں تھی۔ کرامت علی خان نے چودھری مولاداد خان سے کہا۔ کہ آپ کسی طرح سے حضرت

صاحب کو قبر تک نے جانے کی کوشش کریں۔ چودھری صاحب نہایت سمجھدار اور آپ کے طبیعت شناس تھے۔ آپ صبح کو دس بجے اپنے کمرہ سے باہر تشریف لائے تو کوٹھی کے حصّوں کو ملاحظہ فرمایا۔ پائیں باغ پر نظر پڑی۔ فرمایا۔ یہ باغ ہے؟ چودھری صاحب نے کہا۔ جی ہاں خوبصورت باغ ہے۔ اگر آپ تفریح فرمائیں تو مناسب ہے۔ چنانچہ آپ باغ کی سیر کو روانہ ہوئے۔ چودھری صاحب اُس راستہ سے آپ کو لے گئے جدھر لطافت علی خان کی قبر تھی' جب آپ قبر کے قریب پہنچے تو کسی نے آپ کو متوجہ کیا۔ آپ نے مبارک سر اٹھا کر فرمایا۔ کیا ہے۔ چودھری صاحب نے عرض کی حضور یہ لطافت علی خان کی قبر ہے۔ پہلے آپ نے قبر پر نظر ڈالی۔ پھر آپ نے کھڑے کھڑے سلام مسنون اور فاتحہ پڑھی اور پھر دعائے مغفرت فرمائی۔

بر سر خاک ما بیا نغمۂ عشق را سرا　　کز جذباتِ شوقِ تو نعرہ زخاک برزنم
بعدِ ہزار سال اگر بر قبرم گزر کنی　　مشک شود غبارِ من روح شود ہمہ تنم

(ہماری قبر پر آ عشق کا نغمہ گا تاکہ تیرے عشق کے جذبات کی وجہ سے قبر میں نعرہ لگاؤں
ایک ہزار سال کے بعد بھی اگر تو قبر پر سے گذرے میری مٹی مشک بن جائے میرا جسم روح بن جائے)

وہ پُر فضا مقام وہ سکوت کا عالم اور بارگاہِ بے نیاز میں آپ کی وہ نیاز مندی۔ حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔ اور اُن کے دلوں میں یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَہٗ وَیِلْتُ مَانَالَہٗ (اے کاش میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ سب کچھ جو ان کو ملا ہے مجھ کو ملتا) کی تڑپ موجیں مارنے لگی۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَغَفَرَلَہٗ۔ (اللہ ان پر رحم کرے اور ان کی مغفرت فرمائے)

آگرہ کی سیر کرامت علی خان نے تین موٹر کاروں کا بندوبست کیا۔ ایک میں مستورات اور دوسری میں آپ اور ہم تینوں بھائی اور رفقا اور خود کرامت علی خان۔ چار شنبہ ۲۷ ربیع الآخر ۲۸ دسمبر کو صبح روانگی ہوئی۔ تاج محل اور سکندرہ دیکھنے کے بعد حضرت ابوالعُلی قدس سرہٗ کے مزار شریف پر آپ حاضر ہوئے۔ وہاں سناٹا تھا۔ مجاوروں اور خدام میں سے کوئی نہ تھا۔ آپ نے چودھری مولا داد خاں وغیرہ سے فرمایا "کیا بات ہے حضرت نے ہماری خاطر نہیں کی"۔ چودھری صاحب اور کرامت علی خاں وغیرہما متحیّر ہوئے۔ آپ خاموش بیٹھے رہے۔ بہت ہی کم وقت گزرا تھا کہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی اور تقریباً پچاس ساٹھ افراد اکٹھے ہو گئے۔ مسرت آمیز لہجہ میں آپ نے فرمایا "دیکھو اب حضرت نے ہماری خاطر کی ہے"۔ اور آپ عصر تک وہاں سے سعد آباد کو روانہ ہوئے۔

محفلِ مبارک میلاد شریف

کرامت علی خاں نے آگرہ سے میلاد خوانوں کو بُلایا اور جمعرات کا دن تمام کر کے شبِ جمعہ کو بعد عشاء یہ مبارک محفل منعقد ہوئی۔ شرکا میں آپ اور ہم تین بھائی، چودھری مولاداد خاں، مولوی سردار احمد وکیل، صاحبزادہ سید الزبیر مولوی بخش اللہ، رتن لال، کرامت علی خاں اور ان کے تین رفقاء اور دو تین نفر میلاد خواں۔ اور پسِ پردہ متصل کمرے میں مستورات تھیں۔

میلاد خوانوں نے اچھے پیرائے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک احوال بیان کئے۔ آپ نہایت ادب سے دو زانو، جنوب رویہ، سر جھکائے، آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ اس وقت آپ کے مبارک بدن کا ایک حصہ بھی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ كَأَنَّ عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ کی کیفیت ظاہر و باہر تھی۔ جس وقت حضرت محبوبِ کبریا بِأَنْفُسِنَا هُوَ وَ بِآبَائِنَا وَ أُمَّهَاتِنَا وَ أَوْلَادِنَا صَلَوٰتُ اللهِ وَتَسْلِيْمَاتُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهٗ وَأَحَبَّهٗ کی ولادتِ شریفہ کا ذکر مبارک ہوا۔ سب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کرامت علی خاں کے رفیق نے گلاب پاشی کی۔ سب کے عطر لگایا۔ مجمر میں عود ڈالا، اگر کی بتیاں سُلگائیں اور میلاد خوانوں نے اس مقدس جناب میں سلام پیش کیا۔

جَزَاهُمُ اللهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَرَحِمَهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَحَشَرَهُمْ مَعَ مَنْ أَحَبَّهُمْ۔

آپ کی بےخودی

جس وقت میلاد خواں ہدیۂ سلام پیش کر رہے تھے آپ پر بیخودی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری تھا۔ ہاتھ ناف پر بندھے ہوئے تھے۔ بے اختیاری کے عالم میں آپ کے قدم حرکت کر رہے تھے اور آپ کا رُخ قبلہ کی طرف ہو چلا تھا۔ اگرچہ اس وقت سب پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک کیفیت طاری تھی لیکن آپ کی بے خودی و بے کلی نے سب کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا۔ مولوی سردار احمد، چودھری مولاداد خاں، حضرت برادرِ کلاں اور کرامت علی خان نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ ان لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ گر نہ پڑیں۔ جب اس کیفیت نے طول پکڑا تو مولوی سردار احمد نے میلاد خوانوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ بیٹھے اور خاصی دیر تک ایک خاص کیفیت میں رہے۔

بے خبر بودہ ز اخبارِ عیاں | باخبر بودہ ز اسرارِ جہاں

افسوس صد افسوس کہ ایسی مجلّیٰ و مزکّیٰ و مطہر محفلِ مبارک کو حجابِ علم نے بعض افراد کی نظر میں جامۂ قبیح پہنا دیا ہے۔ اور دنیا بھر کی خرابیاں اُن کو اس مبارک محفل میں نظر آنے لگی ہیں۔ ع

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

صبح کو کرامت علی خاں وغیرہ سے میلاد خواں کہہ رہے تھے۔ ہم نے محافلِ عمومیہ و خصوصیہ میں مولود شریف مدۃ العمر پڑھا لیکن جن کیفیات کا ظہور رات کو ہوا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ جو بیخودی آپ پر اس رات طاری ہوئی تھی مدۃ العمر کبھی اس عاجز نے آپ کو ایسے احوال میں نہیں دیکھا۔

شکار و مراجعتِ دلی

حضرت برادرِ کلاں کو شکار کا شوق تھا۔ وہ اپنی بندوق ساتھ لے گئے تھے۔ یکشنبہ ۲ر جمادی الاولیٰ پہلی جنوری کو کرامت علی خاں کے عزیز تفصیل علی خاں اور ان کے بیٹے تحسین علی خاں ان کو شکار کے واسطے لے گئے لیکن شکار نہ ملا اور شام تک واپسی ہوئی۔

دوشنبہ ۳ر جمادی الاولیٰ، دوم جنوری تقریباً ایک بجے اسٹیشن کو روانہ ہوئے۔ تھوڑی دُور جانا ہوا تھا کہ پانچ چھ ہرن ایک کھیت میں نظر آگئے۔ حضرت برادرِ کلاں اور سید امجد علی شاہ اپنی اپنی بندوق لے کر اُترے۔ آپ ہرنوں کو اور ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں دو طرف بٹ گئے۔ اور اتفاق سے ہرن دوڑ کر حضرت برادرِ کلاں کی طرف گئے اور انھوں نے ایک ہرن مار لیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس ہرن کو دلی لے چلو۔ سوا تین بجے ریل آئی اور اس سے دلی کو روانہ ہوئے۔ ساڑھے آٹھ بجے خیر سے دلی پہنچے۔

کرامت علی خاں نے آپ کے روانہ ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں دو ہزار روپیہ نذر پیش کیا۔ اس تفصیل سے کہ ایک ہزار آپ کی نذر۔ دو سو حضرت والدہ صاحبہ کی۔ تین سو تینوں بہنوں کی۔ ساڑھے چار سو ہم تینوں بھائیوں کی اور پچاس آپ کی نواسی محمدی کی اور مولوی سردار احمد اور سید الزبیر کو پچاس پچاس اور تینوں اغاغنہ کو تیس تیس اور بڑی بی کو پانچ اور مولوی بخش اللہ کو پچیس دیئے۔

جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَرَحِمَہٗ وَغَفَرَلَہٗ وَحَشَرَہٗ مَعَ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْن۔

کوئٹہ کا آخری سفر

چار شنبہ ۲۹ر رجب کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ یکم شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۹ر مارچ ۱۹۲۲ء رات کے نو بجے آپ لاہور کو روانہ ہوئے۔ ایک رات اچھرہ میں قیام فرما کر جمعہ ۲ر شعبان، ۳۱ر مارچ کو لاہور سے کوئٹہ روانہ ہوئے اور خیر سے پہلی اپریل کو کوئٹہ پہنچے۔

تراویح حافظ نور محمد صاحب نے پڑھائی۔ یہ ضلع میانوالی کے رہنے والے تھے۔ دو سال سے

اِس عاجز اور برادرِ خورد حضرت سالم ابوالسعد صاحب کو کلام پاک الٰہی حفظ کرانے پر مقرر تھے۔ آپ کے مخارج بہت اچھے تھے۔ سادے طریقہ پر روانی سے تلاوت فرماتے تھے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَاَدْخَلَہٗ فِیْ دَارِ النَّعِیْم۔

حضرت والدہ صاحبہ کی علالت

کوئٹہ پہنچنے پر حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ آپ کے آخری ایام تک تک جاری رہا۔ ابتدا میں "زنانہ مشن اسپتال" کی بڑی ڈاکٹرنی روز آتی رہیں اور علاج ہوتا رہا۔ لیکن مرض میں تخفیف نہ ہوئی اور خطرناک حالت پیدا ہو گئی۔ ڈاکٹرنی اُن کو اسپتال لے گئیں۔ چونکہ وہ زنانہ اسپتال تھا اس لئے ملاقات کے لئے یہ صورت رکھی کہ اتوار کے دن دس بجے اُن کے معائنہ کرنے والے کمرے میں نرسیں حضرت والدہ صاحبہ کا پلنگ لے آتی تھیں اور آپ اور ہم تینوں بھائی ان کو دیکھنے جاتے تھے۔ ڈاکٹرنی نے تاکید سے کہا تھا کہ کوئی بات ایسی نہ کہی جائے جس سے مریضہ کو رنج ہو۔ لہٰذا آپ خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ کی خواہش پر ہمشیرگان چائے بنا کر لاتی تھیں۔ آپ اور ہم تینوں بھائی وہاں چائے پیتے تھے۔

حضرت والدہ صاحبہ نے آپ سے کہا۔ مجھ میں بیٹھنے اور حرکت کرنے کی طاقت نہیں ہے نماز ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ لیٹے لیٹے تیمم کر کے اشارے سے نماز پڑھ لیا کرو۔

ہمشیرۂ کلاں کا مرضِ چشم

حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ جاری تھا کہ جناب بڑی آپا صدیقی صاحبہ کی آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی۔ ڈاکٹرنی نے ہر چند علاج کیا فائدہ نہ ہوا بلکہ بینائی زائل ہونے کا خطرہ ہو گیا۔ آپ نے حکیم محمد شفیع مشہور معالج چشم ساکن پہاڑ گنج، دلی کو بلایا۔ وہ تقریباً دو ماہ کوئٹہ میں رہے اور پھر آپ کے ساتھ دلی آئے۔ اُن کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے جناب بڑی ہمشیرہ صاحبہ کو شفا دی۔

حضرت برادرِ کلاں کا عقدِ نکاح

حضرت والدہ صاحبہ کی حالت نازک تھی۔ بظاہر احوال اُمیدِ حیات نہ رہی تھی۔ انھوں نے فرمایا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی بہو کو دیکھ لوں۔ اگرچہ آپ کی طبیعت پر حضرت والدہ صاحبہ اور ہمشیرۂ محترمہ کی علالت کا بہت اثر تھا اور خود آپ بھی ایک ہفتہ علیل ہو گئے تھے لیکن حضرت والدہ صاحبہ کی خواہش کو رد نہ فرمایا اور اجازت دیدی کہ جہاں ان کی مرضی ہو شادی کر دیں۔

حضرت والدہ صاحبہ نے ایک سال پہلے حضرت نور قوم نیازی ساکن ارغسان، افغانستان

کی بڑی بیٹی آمنہ صاحبہ کو حضرت برادرِ کلاں کے واسطے پسند فرمایا تھا۔ اور حضرت سیدی الوالد سے اجازت حاصل کر کے ایک انگوٹھی اور رومال دُلہن کے واسطے ارسال کیا تھا۔ اُن دنوں حضرت نور مع اہل وعیال کوئٹہ میں تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے غالباً[1] پنجشنبہ ۲۳ ذی الحجہ سن ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۴ اگست سن ۱۹۲۲ء مقرر فرمائی۔ اور اُس دن مغرب کے بعد حضرت سیدی الوالد نے نکاح باندھا اور خیر وخوبی سے یہ کام ہوا۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کا سلسلہ جاری تھا اِس لئے بہت سادہ طریقہ سے یہ کارِ خیر ہوا۔ دلی سے دو تین افراد، میرٹھ سے حافظ اشفاق الٰہی اور اچھرہ لاہور سے میاں قمر الدین وبرکت علی آئے۔ کھانے اور ولیمہ کا انتظام آپ نے میاں قمر الدین کے سپرد کیا تھا۔ چونکہ حضرت والدہ صاحبہ نہایت کمزور تھیں ڈاکٹرنی نے صرف دو رات کے واسطے گھر آنے دیا۔ ایک نرس ساتھ کر دی۔

آپ کی پژمردگی

جب سے حضرت والدہ صاحبہ محترمہ کی علالت شروع ہوئی تھی آپ کی صحت پر بڑا اثر پڑنے لگا تھا۔ آپ نے ایک دن مخلصین سے فرمایا: "آج کل مسلمان مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہ سب ہماری بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ ہم کو اس کا صدمہ ہے جس کو ہم بیان نہیں کرسکتے ہم کو جزع وفزع کی عادت نہیں ہے۔ ہمارے اعضائے رئیسہ پر اثر پڑتا ہے اور صحت میں فرق آتا ہے"۔ آپ نے ہم تینوں بھائیوں سے فرمایا: "اپنی امّاں کی صحت یابی کے واسطے ہر نماز فرض کے بعد متصل تین مرتبہ رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اے خدا میں مصیبت میں ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے)، پڑھا کرو۔ اور آپ نے عربی کے یہ دو شعر کہے۔

یَارَبِّ عَافِیَۃً لِاُمِّ بِلَالِ — بِمُحَمَّدٍ وَبِصَحْبِہٖ وَبِاٰلٖ

وَبِاِسْمِ الْاَعْظَمِ بَلْ بِکُلِّ اَسْمَائِیْ — لِلّٰہِ فِیْ تَنْزِیْلِہِ الْمُتَعَالِیْ

(اے خدا ہم بلال کی والدہ کے لئے صحت چاہتے ہیں آنحضور اور صحابہ اور اولاد کے طفیل اور اسم اعظم کے ذریعہ اور ہر اُس نام کے طفیل جو قرآن پاک میں اللہ کا آیا ہے۔)

تولہ باغ

آپ نے سریاب روڈ پر کوئٹہ سے چار میل کے فاصلہ پر حکیم تولہ کے باغ کو تفریح کے واسطے پسند کیا۔ یہ باغ پانی کے خشک ہو جانے کی وجہ سے اُجڑ گیا تھا اکثر درخت خشک ہو گئے تھے مٹی کی چار دیواری بھی کہیں سے سالم کہیں سے شکستہ تھی۔ حکیم تولہ قندھار کے ہندو تھے۔ وہ مر گئے تھے۔ اُن کی اولاد کے پاس آپ نے آدمی بھیجا اور باغ میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے بہ خوشی

---

[1] یہ تاریخ از رُوئے حافظہ عاجز نے لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دو دن کا فرق ہو۔ اس عاجز نے حضرت برادرِ کلاں سے دریافت کیا تھا اُن کو بھی صحیح تاریخ یاد نہیں رہی تھی۔

اجازت دی اور کہا یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت صاحب وہاں تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ اس باغ کو جایا کرتے تھے اور مغرب کی نماز وہاں پڑھ کر مراجعت فرماتے تھے۔

بعض اشعار کا پڑھنا

اس خشک اور اُجڑے ہوئے باغ میں دو سال آپ تشریف لے گئے اور آپ کو نہایت سکون ملا۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز کے بعد آپ نے اپنے حضرت والد قدس سرہٗ کے لبّیک ریختہ کے دو بند نہایت عاجزی سے پڑھے۔ اُس وقت جن کیفیات کا ظہور ہوا اس کے بیان سے یہ عاجز قاصر ہے۔ یہ بند حضرت جدِّ امجد کے اردو کلام میں عاجز لکھ چکا ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے مشفق اُستاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن ردولوی قدس سرہٗ کے خمسہ کے دو بند ایک خاص کیفیت سے پڑھے۔ حضرت مولانا نے امام شہید کی غزل پر مصرع لگا کر خمسہ کیا ہے۔ وہ دو بند یہ ہیں:-

محروم نہ تھے کوچۂ جاناں میں گزر سے　　حاضر درِ دولت پہ ہوا کرتے تھے سر سے
خوننا بہ فشاں رہتے ہیں اب دیدۂ تر سے　　قسمت یہ دکھاتی ہے کہ حسرت کی نظر سے
ہم دیکھتے ہیں اُن کو جو دیکھ آئے مدینہ

۱۔ اِنِّیْ لَحَبِیْبٌ وَ اَرَی الشَّوْقَ شَدِیْدًا　　مَنْ یَّدْنُ مِنَ الْحُبِّ یَرَا الصَّبْرَ بَعِیْدًا
۲۔ لَا سَلْوَةَ بَلْ اَطْلُبُ فِی الْوَصْلِ مَزِیْدًا　　اب خواب سے تسکین نہیں ہوتی ہے شہیدا
بیداری میں مولا مجھے دکھلائے مدینہ

۱۔ میں عاشق ہوں اور عشق سخت ہے۔ جو محبت کے قریب ہوجاتا ہے وہ صبر کو بعید سمجھتا ہے۔
۲۔ بے نیازی نہیں ہے بلکہ میں مزید وصل چاہتا ہوں۔

آپ کے تین شعر

ایک دن ایسی ہی کیفیات اور حالت میں آپ نے فی البدیہ یہ تین شعر کہے:-

۱۔ امامِ اہلِ دینی یا محمد　　سراج المرسلینی یا محمد
۲۔ طوافت می کنند اہلِ سماوات　　تو بر رُوئے زمینی یا محمد
۳۔ بہ درگاہت نیازِ اہلِ عالم　　تو بے شک نازنینی یا محمد

۱۔ اے محمد آپ دینداروں کے امام ہیں۔ اے محمد آپ رسولوں کے چراغ ہیں۔
۲۔ آسمان والے آپ کا طواف کرتے ہیں اور آپ زمین پر ہیں اے محمد!
۳۔ تمام جہان والوں کو آپ کی درگاہ سے نیازمندی ہے اے محمد آپ بے شک نازنین ہیں۔

جس وقت آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنے مبارک ہاتھوں کو آگے کی طرف بڑھا کر اشارہ فرما رہے تھے محسوس ہو رہا تھا کہ حجابات مرتفع ہو گئے ہیں اور آپ بارگاہِ نبوی میں بالمواجہہ عرض کر رہے ہیں۔ ان ہی کیفیات کا ظہور ہو رہا ہے۔ ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا " زید ایک چھوٹی بیاض اور قلم رکھا کرو۔ جو اشعار سنو ان کو لکھ لیا کرو۔ چنانچہ وہ چھوٹی بیاض اس وقت سامنے ہے اور یہ عاجز اس میں سے یہ اشعار لکھ رہا ہے۔

وہ خشک اور یکسر بے آب باغ جہاں ہوا کے جھونکے کے ساتھ گرد کا آنا لازمی تھا آپ کے لئے جائے مسرت بنا ہوا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک آپ معروفِ ذکر و مراقبہ رہتے تھے اور مغرب کی نماز کے بعد ہم تینوں بھائی اور ہمارے استاد جناب ملا امان اللہ اور ملا مظہر و ملا صاحب خاں و ملا نیک نظر آپ کی خدمت میں بیٹھتے تھے اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے تھے۔ ایک دن آپ نے درج ذیل پانچ اشعار پڑھے اور پھر آپ نے اس عاجز سے فرمایا کہ اپنی بیاض پر لکھ لو۔ چنانچہ لالٹین کی روشنی میں اس عاجز نے لکھ لئے۔

نانِ جویں

۱۔ نانِ جویں و خرقۂ پشمین و آب شور	سی پارۂ کلام و حدیثِ پیمبری
۲۔ ہم نسخۂ دو چار ز علمے کہ نافع است	در دین نہ لغوِ بو علی و ترّاہِ عنصری
۳۔ تاریک کلبۂ کہ پئے روشنی آں	بیہودہ منتے نہ برد شمعِ خاوری
۴۔ با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو	در پیشِ چشمِ ہمتِ شاں ملکِ سنجری

۵۔ ایں آں سعادت است کہ حسرت برد براں
جویائے تاجِ قیصر و ملکِ سکندری

۱۔ جو کی روٹی اور اُون کی کملی اور کھاری پانی۔ کلام اللہ کا سیپارہ اور پیغمبر کی حدیث میں
۲۔ نافع علم کے دو چار نسخے دین کے بارے میں۔ نہ بو علی کی لغو باتیں نہ عنصری کی بکواس
۳۔ اندھیری کوٹھڑی جس کی روشنی کے لئے مشرق کی شمع کا بیکار احسان نہیں جتاتی ہے
۴۔ دو ایک دوست کہ آدھے جو کی برابر بھی نہیں ہے انکی ہمت کی آنکھ کے سامنے سنجر کی سلطنت
۵۔ یہ وہ سعادت ہے کہ اس پر رشک کرتا ہے تاجِ قیصر اور ملکِ سکندر کو تلاش کرنے والا

ایک دن آپ نے اپنے مشفق و مہربان استاد حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن ردولوی رحمہ اللہ کے درج ذیل سات اشعار اس عاجز سے لکھوائے۔

حضرت مولانا کا قصیدہ

١۔ أَلَا لَيْتَ شِعْرِي كَيْفَ يَصْحُو فُؤَادٍ ۔ وَشُدَّ رِحَالُ الزَّائِرِيْنَ لِوَادِ

٢۔ تَأَلَّقَ بَرْقٌ مِنْ حِمَى مَنْ هَوِيْتُهُ ۔ فَلَمْ يُبْقِ لِي قَلْبًا فَكَيْفَ اتِّئَادِ

٣۔ وَمَعْذِرَةً مِنِّي إِلَى مَنْ يَلُوْمُنِي ۔ إِذَا طَارَ بِي شَوْقٌ لِأَرْضِ سُعَادِ

٤۔ أَتَحْسِبُ أَنَّ الصَّبَّ يَسْتَأْمِرُ الْحِجَى ۔ وَقَدْ قَادَهُ دَاعٍ وَأَطْرَبَ حَادِ

٥۔ وَهَلْ يَسْتَخِيْرُ الْمَرْءُ عِنْدَ ارْتِحَالِهِ ۔ إِلَى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ زَيْنِ الْعِبَادِ

٦۔ كَفَى شَرَفًا أَنِّي أَلُوْذُ بِحَضْرَةٍ ۔ مُقَدَّسَةِ الْأَعْتَابِ ذَاتِ عِمَادِ

٧۔ هِيَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى لِمَنْ ضَاقَ ذَرْعُهُ ۔ هِيَ السَّنَدُ الْأَوْفَى عَلَيْهَا اعْتِمَادِ

١۔ کاش میں جان جاتا دل کیسے ہوش میں آئیگا جبکہ زیارت کرنیوالوں کی سواریاں وادی کیجانب روانہ ہوگئیں
٢۔ محبوبہ کے جنگل سے بجلی کوندی میرا دل باقی نہ رہا تو صبر کیسا؟
٣۔ جو مجھے ملامت کرتا ہے اس سے معذرت خواہ ہوں جب میرا شوق مجھے سعاد کی سرزمین کیطرف اُڑا لیجائے
٤۔ کیا تو سمجھا ہے کہ عشق عقل سے مشورہ کرتا ہے جبکہ اسکی قیادت داعی کرے اور حدی خوان مست کردے۔
٥۔ اور کیا استخارہ کرتا ہے انسان اپنے کوچ کے وقت خیر خلق اللہ بندوں کے لئے زینت کی جانب۔
٦۔ یہ شرف کافی ہے کہ میں ایسے دربار کی پناہ پکڑتا ہوں جو مقدس چوکھٹ والا اور ستون والا ہے۔
٧۔ جس کا دل تنگ ہو اُس کے لئے وہ مضبوط مقبض ہے وہ باوفا ٹیک ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے۔

غازی انور پاشا

اُن دنوں اخبارات میں انور پاشا کی شہادت کی خبر چھپی۔ کسی اخبار میں اُن کا فوٹو بھی شائع ہوا تھا۔ آپ تو راباغ تشریف لے جا رہے تھے کہ ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ کو یہ خبر سُنائی اور وہ اخبار آپ کو دیا جس میں انور پاشا کا عکس تھا۔ عکس کو دیکھ کر آپ زار و قطار رونے لگے اور بڑی دیر تک انور پاشا اور حکومت ترکیہ کے واسطے دُعائے خیر فرماتے رہے۔ انور پاشا کی شہادت کا رنج آپ کو بہت ہوا۔ جب آپ کی دلی آمد ہوئی اور غلام حیدر خاں سفیر کابل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے اس خبر کے متعلق دریافت کیا۔ اور انھوں نے عرض کی کہ یہ خبر صحیح ہے۔ اور ان کی شہادت ہوگئی ہے۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

مُلّا نیک نظر ترکی

مُلّا نیک نظر چھ ماہ تک جناب قاری ولی محمد صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہے اور اُن سے تجوید کا فن سیکھا تھا۔ جو شخص فنِ تجوید

سیکھتا تھا اور کلامِ الٰہی کو صحیح طورسے پڑھتا تھا۔ آپ اُس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک رات جب تولہ باغ سے آپ واپس آرہے تھے مُلّا نیک نظر سے فرمایا۔ جو کہ اوپر کوچبان کے پاس بیٹھے تھے "تم نے ہمارے قاری صاحب سے مشق کی ہے، کچھ سُناؤ"۔ مُلّا نیک نظر نے تلاوت شروع کی اور بدمزگی سے دو تین آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کی۔ آپ نے اُن سے فرمایا "کیا بات ہے، یہ کس طرح پڑھ رہے ہو" انھوں نے کہا۔ حضور! کئی دن سے سینہ پر گرانی ہے۔ یہ سُن کر آپ خاموش ہوگئے۔ دوسرے دن حسبِ معمول جب مُلّا نیک نظر کوچبان کے پاس بیٹھنے لگے آپ نے ان سے فرمایا۔ تمہارے سینہ میں گرانی ہے تم بگھی کے آگے دوڑتے ہوئے چلو۔ چنانچہ ڈھائی میل تک وہ بگھی کے آگے دوڑتے رہے اور پھر راستہ میں جنگل باغ کی طرف مُڑ گئے۔ آپ تولہ باغ تشریف لے گئے۔ جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوچکے تو مُلّا نیک نظر پہنچے۔ اُن کو دیکھ کر آپ نے فرمایا "نیک نظر کیا بات ہے" انھوں نے کہا۔ حضور، مجھ کو بہت قے ہوئی اور بہت کچھ کالا کالا مواد نکلا۔ یہ سُن کر آپ کی مبارک زبان سے نکلا۔ الحمدللہ۔ اور پھر آپ نے اُن سے فرمایا۔ "اچھا۔ اب تم گھر جاؤ" مُلّا نیک نظر بیان کرتے تھے کہ جو گرانی میرے سینہ میں تھی وہ بالکل زائل ہوگئی اور پھر میں نے وہ تکلیف محسوس نہیں کی۔ وہ بڑی محبت سے آپ کا ذکر کرتے تھے۔ اور رو رو کر آپ کے واسطے دُعائیں کیا کرتے تھے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ۔

یہ واقعہ اور ایک روایت

مُلّا نیک نظر کے واقعہ کو دیکھ کر اس عاجز کو وہ روایت یاد آجاتی ہے جس کو علماءِ سیَر نے احمدؔ، دارمی، طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا۔ ایک عورت اپنے بچّہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لائی اور اس نے کہا کہ اس بچہ پر کھانے کے وقت دیوانگی کا دورہ پڑتا ہے۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ بچّہ کے سینہ پر پھیرا۔ بچّہ نے قے کی اور اس کے پیٹ میں سے ایک کالا کیڑا پلّے کی شکل کا نکلا اور بچّہ کا مرض جاتا رہا۔

مُلّا عبدالحنان ترکی

مُلّا عبدالحنان ذہین اور اچھے حافظہ والے تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں جب سیدی الوالد کوئٹہ تشریف لے گئے، مُلّا نیک نظر اور مُلّا عبدالحنان فنِ تجوید حاصل کرنے کے واسطے دلّی میں رہ گئے۔ مُلّا نیک نظر میرٹھ قاری ولی محمد صاحب کے پاس گئے۔ اور مُلّا عبدالحنان نے کسی پشاوری سے دلّی میں مشق کی۔ جب اواخر صفر ۱۳۴۰ھ میں آپ کوئٹہ سے آئے، مُلّا عبدالحنان حاضر ہوئے۔ آپ کو جب علم ہوا کہ انھوں نے تجوید پڑھی ہے تو بہت خوش

ہوئے اوران سے فرمایا کچھ سُناؤ۔ انھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی اور ضاد کو آواز کو ظا کی آواز میں نکالا۔ آپ اس وقت خاموش رہے اور اُٹھ کر حرم سرا چلے گئے اور خدمتگاروں کو کہلا بھیجا کہ عبدالحنان کو خانقاہ شریف میں داخل نہ ہونے دو۔ چنانچہ مُلّا عبدالحنان کا خانقاہ شریف میں داخلہ بند ہوا۔ چھ ماہ بعد آپ کوئٹہ تشریف لے گئے۔ ملا عبدالحنان بھی کوئٹہ پہنچے اور پورے دُو ماہ تک عاجزی کرتے رہے کہ آپ اُن سے خوش ہو جائیں۔ شعبان اور رمضان کا مہینہ گزر گیا اور عبدالحنان آپ کے مکان اور مسجد شریف کے قریب نہیں آسکتے تھے۔ ایک دن مُلّا عبدالحنان نے پرچہ پر ایک طرف غلام شما عبدالحنان ساکن تاوہ، مُقُر، افغانستان۔ اور دوسری طرف ترحّم یا حضوری ترحّم، لکھا اور یہ پرچہ عاجز کو دیا تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر دے۔ چنانچہ عاجز اس پرچہ کو آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے پڑھا اور دو چار منٹ کے بعد فرمایا۔ جاؤ عبدالحنان سے کہو تم نے جمہور کا مسلک چھوڑ کر روافض اور غیر مقلدین کا مسلک کیوں اختیار کیا۔ عاجز نے یہ بات عبدالحنان سے کہی وہ بولے میں اپنی غلطی پر نادم ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ حضور مجھ سے خوش ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قرآن مجید کی تحریف سے ہمارا دل رنجیدہ ہے۔ اگر تم اَیمانِ مُوثّقہ سے اقرار کرو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروگے تو ہم خوش ہو جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ آپ نے عبدالحنان سے آخر میں یہ الفاظ فرمائے: "اگر تم اپنے وعدہ پر قائم رہے تو ہم تم سے راضی ہیں ورنہ نہیں" اور پھر عبدالحنان رخصت لیکر وطن چلے گئے۔

آپ کی فراست

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ حدیث شریف ہے۔ اِس عاجز کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے کسی سے ایسے اَیمانِ مُوثّقہ لئے ہوں۔ آپ کو مُلّا عبدالحنان کے قول واقرار پر یقین نہیں تھا۔ وہ آپ کے بعد تیس سال تک زندہ رہے اور ضاد کو ظا کی آواز میں ادا کرتے رہے۔ اس عاجز نے ایک مُلّا صاحب کی معرفت ان کو پیغام بھیجا: "تمہارا پرچہ میں نے پیش کیا تھا۔ اور پھر تم نے میرے ہی سامنے حلف اُٹھایا اور قسمیں کھائیں افسوس ہے تم اس کو بُھلا بیٹھے ہو۔ حضرت صاحب کی خوشی مشروط تھی لہٰذا اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔" مُلّا صاحب نے پیام پہنچایا اور وہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ تَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْ عَثَرَاتِہٖ۔

خانِ قبیلۂ بختیار

یہ قبیلہ ایران میں ہے اور اس وقت انگریزوں کے زیر اثر تھا۔ یہ لوگ سُنّی ہیں۔ اِس قبیلہ کے بڑے خان چھ فوجی سپاہیوں کو لے کر آپ کی ملاقات کے واسطے آئے۔ آپ تفریح کے لئے بگھی میں سوار ہونے کو تھے۔ مُلّا نیک نظر نے عرض کی۔

حضور با خان بختیار برائے زیارت آمدہ۔ آپ نے نظر اُٹھا کر خان کی طرف دیکھا جو کہ تقریباً پندرہ گز کے فاصلہ پر دست بستہ کھڑے تھے۔ پھر آپ یہ فرماتے ہوئے بگھی میں سوار ہوئے "خان و سردار رانہ می شناسم من خود خانم و سردارم"۔

یہ خان چار پانچ مرتبہ آپ کی قدمبوسی کے لئے آئے۔ آخری مرتبہ جب آئے تو نہ اُن کے تن پر ان کا رسمی لباس تھا نہ کوئی آدمی ساتھ تھا۔ صرف ایک کرتہ اور ایک پاجامہ پہنے ہوئے تھے اور آپ کے دروازے کے باہر لب سڑک خاک پر بیٹھے تھے۔ لیکن آپ نے ان کو ملنے کا موقع نہیں دیا۔ ۱۳۴۳ھ میں یہ عاجز کوئٹہ میں تھا۔ حضرت برادر کلاں ایک کام سے دلی تشریف لے آئے تھے۔ خان بختیار آئے اور اس عاجز سے ملے۔ اِس عاجز نے اُن سے کہا۔ کیا بات تھی جو حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ تم سے نہ ملے۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خیالِ فاسد تو نہیں تھا۔ انھوں نے کہا۔ میں یہ خیال کر کے آیا تھا کہ میں ایک بڑے قبیلہ کا خان ہوں اور میرے ساتھ فوجی ہیں۔ آپ میری خاطر مدارات کریں گے۔ اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ میرے اس خیالِ فاسد کی وجہ سے آپ نے مجھ کو ٹھکرا دیا اور فرمایا "من خود خانم و سردارم"۔ خان جس وقت اِس عاجز سے یہ بات کہہ رہے تھے آبدیدہ تھے اور پھر انھوں نے کہا۔ میرے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ میں نے ان کو دیکھ لیا اور آج ان کے مکان میں ان کے صاحبزادے کی دستبوسی کر رہا ہوں اور پھر انھوں سے دستبوسی کی۔ اور رخصت ہوئے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَجَزَاہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَاَلْحَقَہٗ بِعِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ فِیْ دَارِ النَّعِیْمِ۔

دلی کے خطوط آپ نے اس سال دلی کے مخلصین کو اور خاص کر حافظ عبدالحکیم سوداگر جنت کو کئی خط لکھے کہ خانقاہ شریف میں ایک قبر بنانے کی اجازت حاصل کرلو۔ آپ نے بار بار لکھا لیکن ان لوگوں نے کوئی کوشش نہ کی اور آج کل پر معاملہ کو ٹالتے رہے۔ مخلصین کا یہ خیال تھا کہ آپ حضرت والدہ صاحبہ کے لئے لکھ رہے ہیں۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ایک تار کلکتہ سے ایک جوابی تار آیا کہ ہم نے حضرت صاحب کے انتقال کرنے کی خبر سنی ہے۔ صحیح خبر سے مطلع کریں۔ آپ نے فرمایا جواب بھیج دو۔ چنانچہ اُن کو تار دے دیا گیا کہ آپ خیریت سے ہیں۔

کوئٹہ سے روانگی کوئٹہ کی بڑی ڈاکٹرنی نے نئی دلی، لیڈی ہارڈنگ اسپتال سے خط و کتابت کی اور ایک خط لکھ کر دیا کہ مریضہ کو وہاں لے جاؤ۔ چنانچہ

حضرت برادرِ کلاں اوران کی اہلیہ اور حضرت والدہ صاحبہ وجناب ہمشیرۂ کلاں اور برادرِ خورد پنجشنبہ ۴ ماہ مبارک میلاد ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو کوئٹہ سے لاہور روانہ ہوئے اور ایک شب اچھرہ میں قیام کر کے یکشنبہ ۷ ماہ میلاد۔ ۲۹ اکتوبر کو دلّی پہنچے اور دوشنبہ ۳۰ اکتوبر کو حضرت والدہ صاحبہ کو اسپتال میں داخل کر دیا۔ ایک خصوصی کوارٹر میں حضرت والدہ صاحبہ اور جناب بڑی ہمشیرہ اور ایک بڑی بی کا قیام ہوا۔ کوارٹر کے باہر افتادہ زمین پر ایک چھوٹا خیمہ لگا دیا تھا تاکہ ایک دو پٹھان وہاں رہیں۔

آپ کوئٹہ سے شنبہ ۶ ماہ مبارک میلاد مطابق ۲۸ اکتوبر کو روانہ ہوئے۔ یہ عاجز آپ کے ساتھ تھا۔ یکشنبہ کو رات کے آٹھ بجے لاہور پہنچے۔ اچھرہ کے میاں قمرالدین اور امرتسر کے ڈاکٹر اشفاق محمد ایک جمِ غفیر کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ایک بگھی میں آپ اور یہ عاجز و ہمشیرہ صاحبہ خورد و محمدی (نواسی) سوار ہوئے۔ میاں قمرالدین کوچبان کے پاس بیٹھے اور اچھرہ پہنچے۔ حکیم محمد شفیع معالج چشم اور ڈاکٹر اشفاق محمد اور دو پٹھان ایک تانگہ میں آئے۔

تانگہ اُلٹ گیا

یہ عاجز رات کو کھانا کھا کر سو گیا۔ صبح نماز کے آخری وقت میں آنکھ کھلی۔ دیکھتا کیا ہے کہ آپ باہر سے تشریف لا رہے ہیں۔ اور پاندان کی ایک ڈبیہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے اس عاجز کو دیکھ کر فرمایا "زید دیکھو ہم اپنی ڈبیہ تلاش کر کے لے آئے۔ رات کو حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد کا تانگہ اُلٹ گیا تھا"

یہ عاجز تھوڑی دیر بعد باہر آیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حکیم جی اپنا اُونی انگرکھا اور ڈاکٹر صاحب اپنا کالا کوٹ جھاڑ رہے ہیں۔ حکیم جی نے کہا۔ رات ہمارا تانگہ بالکل اُلٹ گیا۔ خیر یہ ہوئی کہ اس جگہ سفید دُھول کا ڈھیر تھا اور ہم دُھول میں دھنس گئے۔ میں دھول کے اندر اور مجھ پر ڈھائی من کا بوجھ، یہ بات کہتے وقت حکیم جی نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب مُسکرا رہے تھے۔ وہاں دھول میں کسنہ میرے ہاتھ سے چُھٹ گیا۔ اور کسنے میں جو بڑا ڈبا (گول مراد آبادی) تھا وہ کُھل گیا۔ ہم کو پان کی ڈبیہ اور تین شیشیاں مل گئیں اور ایک چھوٹی ڈبیہ رہ گئی۔ صبح سویرے ابھی ہم نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا۔ ہماری ایک ڈبیہ نہیں ہے اور آپ اس مقام پر گئے جہاں تانگہ اُلٹ گیا تھا۔ ہم کئی آدمی ساتھ تھے۔ آپ نے ایک جگہ مٹی میں ہاتھ ڈالا اور ڈبیہ نکال لی۔ میاں قمرالدین، اشفاق محمد، محمد شفیع اور پٹھان تعجب کر رہے تھے، کہ آپ نے کس طرح ڈبیہ نکالی۔

پیر عبدالخالق ہوشیار پوری سے ملاقات

اس دن (دوشنبہ ۸ ربماہ مبارک میلاد۔ ۳۰ اکتوبر) ظہر کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔ یہ عاجز حکیم محمد شفیع کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ زید، کیا تم تفریح کے واسطے کہیں جانا چاہتے ہو۔ اس عاجز نے اثبات میں جواب دیا۔ میاں قمرالدین اور ڈاکٹر اشفاق محمد نے آپ سے کہا۔ پیر عبدالخالق صاحب بیمار ہیں اور علاج کی غرض سے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کے والد اور سائیں توکل شاہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں بہت باادب تھے اور ہمارے حضرات سے وابستہ ہیں۔ چلو ہم ان کی عیادت کریں۔ چنانچہ بگھی آئی اور اس میں حضرت سیدی الوالد روحی فداہ اور یہ عاجز اور حکیم محمد شفیع اور ڈاکٹر اشفاق محمد اندر اور میاں قمرالدین اُوپر کوچبان کے پاس بیٹھے۔ اور شہر سے باہر "راعی بلڈنگ" کو روانہ ہوئے۔

ڈاکٹر اشفاق محمد نے آپ کی ملاقات کے واقعہ کو کسی کاتب سے نہایت خوشخط لکھوایا ہے۔ وہ پرچہ اس وقت اس عاجز کے سامنے ہے۔ ڈاکٹر اشفاق محمد رحمہ اللہ کا اخلاص اس عاجز کو مجبور کر رہا ہے کہ اُن کی تحریر کو بجنسہٖ نقل کر دے۔ لہٰذا تحریر درج ذیل ہے۔

ڈاکٹر اشفاق محمد کی تحریر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیخ اشفاق ابوالخیر چہ اکمل بوداست
کہ قدم بر قدم احمدِ مرسل بوداست (گرامی)

حضرت پیر و مُرشد جناب مولانا و ہادینا و مرشدنا حافظ حاجی قاری شاہ ابوالخیر مجددی فارقی دہلوی رضی اللہ عنہ کوئٹہ سے واپسی پر لاہور کے عارضی قیام میں فرودگاہِ حضرت صاحبزادہ محمد عبدالخالق صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ "راعی بلڈنگ" پر تشریف لے گئے تو حضرت مؤخرالذکر نے حضرت صاحب قبلہؒ کی نہایت محبت و ادب سے قدم بوسی کی اور حضور مرحوم کو اپنی جگہ احترام سے بٹھلایا اور مریدانِ خوش اعتقاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے نصیب کہاں کہ ہمارے یہاں ہمارے پیر و مرشد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد کے قدم میمنت لزوم آدیں سُبحان اللہ کیا مبارک وقت ہے۔ جواباً حضرت صاحب قبلہ دہلوی نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اشفاق دیکھو، دیکھو، صاحبزادے کس محبت و خلوص کا اظہار کر رہے ہیں۔ خدائے پاک کا شکر ہے کہ صاحبزادہ سلوک کی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ طالبانِ حقیقت اُن سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ اِس کے بعد صاحبزادہ صاحب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو حرم میں لے گئے جہاں مائی صاحبہ

نے پردے سے سلام و نذرانہ بھیجا۔ پھر باہر تشریف لائے اور چائے آئی۔ آپ نے صاحبزادے صاحب سے صحت کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے جواباً فرمایا کہ ان کو عارضۂ کثرتِ بول یعنی ذیابیطس کی شکایت ہے۔ اور فرمایا۔ مجھے امید کامل ہے کہ حضور کے قدم کی برکت سے صحت ہو جائے گی۔ پھر حضور پرنور دہلوی علیہ الرحمۃ نے مجھے حکم دیا کہ تم صاحبزادے کے مرض کی حالت سمجھ کر کچھ تجویز کرو۔ میں نے مناسب پرہیز اغذیہ وغیرہ عرض کر دیئے۔ اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے تو صاحبزادے صاحب قدم پکڑ کر خوب روئے۔ حضرت صاحب قبلہ کو بھی بے حد رقت ہوئی میں بھی چشم پُرآب تھا اور معلوم ہو رہا تھا کہ اس وقت ہر در و دیوار و درختوں کے پتے گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ پھر چلتے وقت صاحبزادے نے حضرت صاحب علیہ الرحمہ کے قدم زور سے پکڑ کر چومے تو حضرت صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ لوگو! ادب ان سے سیکھو جن کے ہزاروں مُرید اور صدہا خلیفہ ہیں۔ اور وہی الفاظ فرمائے کہ دیکھو' دیکھو' صاحبزادے کس محبت و خلوص سے ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ ازاں بعد گاڑی میں سوار ہوئے تو کسی شخص نے حضرت قبلہ سے حزب البحر کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ میاں ٹھہرو ابھی تو صاحبزادے کی جُدائی کا قلق ہے۔ یکے از غلامان (ڈاکٹر) اشفاق محمد۔ امرتسر

ڈاکٹر اشفاق محمد رحمہ اللہ کی تحریر میں ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔ البتہ ایک دو باتیں ان کے لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ یہ عاجز ان کا ذکر کرتا ہے۔

مزید بیان

راعی بلڈنگ شہر سے کچھ فاصلہ پر کھیتوں میں تھی۔ باہر کا حصہ کوٹھی نما جہتِ شرق میں اور اس سے بارہ پندرہ گز کے فاصلہ پر حرم سرا تھی۔ جس وقت آپ کی بگھی پہنچی میاں قمرالدین اُتر کر پیر صاحب کے پاس گئے۔ وہ اس وقت صرف ایک نیلا تہبند باندھے پلنگ پر بیٹھے تھے نہ اُن کے سر پر ٹوپی تھی اور نہ بدن پر کُرتا۔ اُن کے پاس مونڈھے پر کوٹ پتلون پہنے ہوئے ایک جوان بیٹھے تھے' بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اُن کے معالج ڈاکٹر تھے۔ تقریباً تیس چالیس افراد جو اُن کے مُرید تھے ہلالی شکل میں زمین پر بیٹھے تھے۔ میاں قمرالدین نے جس وقت آپ کی آمد سے ان کو مطلع کیا وہ اُسی وقت اسی حالت میں برہنہ پا آپ کی طرف روانہ ہوئے جب اُن کی نظر آپ پر پڑی وہ اپنے اختیار میں نہیں رہے ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے سیلِ اشک جاری تھا۔ وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے اور بڑھ کر آپ کے پیر پکڑ لئے۔ آپ نے ان کو اُٹھایا۔ وہ آپ کے ساتھ پلنگ تک آئے اور آپ کو بٹھا کر دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ہاتھ

باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کے آنسو زمین پر ٹپک رہے تھے۔

صحرانشین ز سیل حذرکن کہ آستیں ترمی کنم بہ گریۂ وافشردہ می روم

(اے صحرا کے رہنے والے سیلاب سے اپنا بچاؤ کر کیونکہ میں اپنی آستین کو آنسوؤں سے بھگوتا ہوا اور نچوڑتا ہوا چلا جارہا ہوں)

پانچ سات منٹ اس کیفیت میں گزرے اور پھر آپ کے اصرار پر وہ آپ کے سامنے مونڈھے پر بیٹھے اور مراجعت کے وقت میاں قمرالدین اور پرکوچبان کے پاس سے اُن کو دیکھتے رہے اور آپ سے عرض کرتے رہے کہ صاحبزادے صاحب اب تک ہاتھ باندھے اور اس طرف منہ کئے کھڑے ہیں۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

آپ نے اچھرہ میں میاں قمرالدین اور ڈاکٹر اشفاق محمد سے پیر عبدالخالق کے پدرِ بزرگوار پیر قادر بخش جہاں خیلی اور سائیں توکل شاہ انبالوی کا ذکر فرمایا تھا کہ یہ دونوں بہت با ادب تھے۔ پیر عبدالخالق نے جو ادب کا طریقہ آپ کے ساتھ مرعی رکھا۔ اس عاجز کے نزدیک ان کے حضرت والد اور ان کے پیر صحبت کے ادب سے کم نہ ہوگا۔ یہ پاکیزہ نفوس از اصحابِ کمال تھے۔ اور اہلِ کمال کی قدر جانتے تھے۔ اِنَّمَا یَعْرِفُ الْفَضْلَ ذَوُوْهُ۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَ نَوَّرَ ضَرِیْحَهُمْ وَ اَکْرَمَهُمْ۔

آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

وُصُول بہ مَسْقَطِ رَأس

آپ سہ شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ (۳۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء) صبح کے سوا سات بجے دلی پہنچے۔ حضرت برادرِ کلاں برادرِ خورد اور دلی، میرٹھ، سرسہ وغیرہ کے مخلصین استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے اور آپ بخیر و خوبی خانقاہ شریف پہنچے۔ محفلِ مقدس میلاد شریف کے سلسلے میں اِن دنوں خانقاہ شریف کو بیت العروس بنایا جارہا تھا۔ کوئی مسجد شریف کے گنبدوں، مناروں اور در و دیوار پر سفیدی کا ہاتھ پھیر رہا تھا۔ کوئی دروازوں پر رنگ و روغن کر رہا تھا۔ کوئی بلیوں کا مضبوط جال بنا رہا تھا تاکہ اُن پر قیمتی جھاڑ اور فانوس لٹکائے جائیں۔ جب آپ خانقاہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ نے ان انتظامات کو دیکھا تو آپ کا مبارک چہرہ مسرت سے کھل اُٹھا اور آپ نے بلند آواز سے واہ واہ فرمایا۔ اِس پاک محفل کے انعقاد کی کیفیت اِن شاء اللہ "میلاد شریف" کے بیان میں آئے گی۔

ایامِ آخریں

آپ کا پیمانۂ عمر شریف لبریز ہو چلا تھا اور اب چھلکنے کے دن آگئے تھے۔ چند ماہ سے آپ وَکَانَ دَائِمَ الْحُزْنِ کی مثال بنے ہوئے تھے۔ آپ کے ایک جاں نثار مخلص صادق رحمہ اللہ، بار بار رو کر کہا کرتے تھے کہ آپ بتاشے کی طرح ایک دم بیٹھ گئے۔

ارادۂ حج اور تعمیر مسجد

آپ کوئٹہ سے روانہ ہوتے وقت وہاں تیرہ ہزار روپے مخلصین کے پاس امانت رکھ آئے۔ یہ عاجز اس وقت موجود تھا جب کہ آپ نے اُن مخلصین سے فرمایا۔ اگر حیات رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بچّوں کو لے کر حجازِ مقدس جائیں گے۔ دلی پہنچ کر آپ نے حافظ غلام محمد باغ والے سے فرمایا کہ رامپور میں ہمارے جدِّ امجد کلاں حضرت شاہ ابوسعید کے نانا حضرت محمد مرشد قدس اللہ اسرارہما کی مسجد شریف منہدم ہو گئی ہے تم جاؤ اور اس مسجد شریف کو از سرِ نو پختہ اینٹ اور مصالحے سے بنواؤ۔ مسجد شریف کے تین گنبد ہوں اور اُن پر عمدہ کلس چڑھاؤ اور مسجد شریف کے قریب جدِّ امجد کی حضرتِ والدۂ محترمہ رحمہا اللہ کی قبر ہے اس کو بھی دُرست کرا دینا۔ چنانچہ حافظ غلام محمد رامپور گئے اور مسجد شریف کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ آپ کے مرض الموت کے تیسرے دن وہ گنبدوں کے کلس خرید کر لائے۔ آپ نے دیکھے تو بہت خوش ہوئے اور اُن کو دعائیں دیں۔ چونکہ دوسرے دن سے آپ کی حالت نازک ہو چلی تھی۔ اس لئے حافظ غلام محمد رامپور نہ گئے اور مسجد شریف کی تکمیل اواخرِ شعبان میں ہوئی۔

اسپتال کو جانا

آپ کا معمول تھا کہ ہر روز دن کے دس گیارہ بجے اسپتال تشریف لے جاتے تھے اور پھولداری میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نماز وہاں پڑھتے تھے اور رات کے آٹھ بجے پانچ منٹ کے واسطے حضرت والدہ صاحبہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے پھر خانقاہ شریف میں آمد ہوتی تھی اور عشاء کی نماز کے بعد حلقہ ہوتا تھا۔ ہم بہن بھائیوں کا معمول تھا کہ دن رات میں ایک مرتبہ آپ کے پاس آداب واحترام عرض کرنے جاتے تھے۔ چونکہ ہم تینوں بھائی صبح مدرسہ عبد الرب پڑھنے کے واسطے چلے جاتے تھے اور ہمارے آنے سے پہلے آپ اسپتال تشریف لے جا چکے ہوتے تھے اس لئے ہم تینوں عصر کو چار بجے آپ کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ جب ہم پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ دریافت فرماتے کہ آج تم نے کیا پڑھا ہے اور ہم کو اپنے دروس کا خلاصہ زبانی عرض کرنا ہوتا تھا۔ ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ ایک ایک مُلّا مقرر تھا اور ہم اساتذۂ کرام سے سبق لینے کے بعد ان مُلّا صاحب کے ساتھ اپنے اسباق کا مذاکرہ کرتے تھے اور شواہد کو یاد کر کے مدرسہ سے روانہ ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ

اکثر کچھ دریافت فرمایا کرتے تھے اور اس کے متعلق ہم کو جواب دینا ہوتا تھا۔ دورانِ قیام اسپتال میں ہماری حاضری عصر کو ہوا کرتی تھی اور اس وقت اسباق کا خلاصہ بیان کرنا ہوتا تھا۔ پھر حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں پانچ منٹ کے لئے حاضر ہو کر ہم تینوں خانقاہ شریف آجاتے تھے۔

آپ کا کشف ایک دن جب ہم تینوں بھائی روانہ ہونے لگے تو آپ نے اس عاجز کو آواز دی اور فرمایا "اگر تمہاری خوشی ہو تو ٹھہر جاؤ۔ ہمارے ساتھ چلنا" یہ عاجز ٹھہر گیا۔ ساڑھے سات یا پونے آٹھ بجے اس عاجز کی طبیعت پر گرانی ہوئی۔ اور کوارٹر کے صحن میں آہستہ آہستہ چکر لگاتے ہوئے دل میں خیال کرتا رہا کہ ناحق رُک کر اپنے کو پریشان کیا۔ دو چار منٹ اس کیفیت میں گزرے ہوں گے کہ آپ باہر سے برہنہ پا تشریف لائے اور اس عاجز کے پاس آکر نہایت شفقت و محبت سے اپنے دونوں مبارک ہاتھ عاجز کے کندھوں پر رکھ کر بہ آہستگی فرمایا "زیدتم پریشان نہ ہو، تمہاری والدہ نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ معاوضہ ادا کریں۔ اُن پر رات کے آٹھ بجے دورہ پڑتا ہے۔ اس وقت عیادت کرنی بہتر ہے۔ ہم اس واسطے اس وقت تک رُکتے ہیں۔ اب آٹھ بجنے کو ہیں ہم ان کی عیادت کر کے گھر چلتے ہیں" اس عاجز نے کہا "جی حضرت بہتر ہے" ہم بہن بھائی آپ کو جی حضرت کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ عاجز کے جواب کو سُن کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ اور عاجز کو بہت انفعال ہوا کہ کیوں پریشانی پیدا کی اور کیوں آپ کو تکلیف دی۔

پیر جی عبدالصمد ایک دن اسپتال میں پیر جی عبدالصمد کالے صاحب والے آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کو خانقاہ عبدالسلام بانس کوہلی لے گئے جو کہ اب اسپتال کے حدود میں آگئی ہے۔ آپ اُن کے ساتھ اس عاجز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے سر پر سفید ٹوپی اور تن پر کُرتہ پاجامہ تھا۔ ایک پٹھان پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ ہمارے دوست مولوی عبدالسلام کا نقشہ ہو بہو ہمارے سامنے آگیا۔ ہم پر جو مہربانی اور محبت کرتے تھے وہ یاد آگئیں۔ اور پھر پیر جی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اَلْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ" کا یہی مطلب ہے" پیر جی عبدالصمد کو آپ سے بہت نیازمندی اور محبت تھی۔ احیاناً میلاد شریف کی مبارک محفل میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کی وفات بدھ کے دن ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ کو اور آپ کے حضرت والد مولانا عبدالسلام کی وفات ۱۳۱۳ھ کو ہوئی۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا۔

شاہ گلشن

ایک دن آپ حافظ عبدالحکیم کو لے کر حضرت شاہ گلشن کے مزار پر حاضر ہوئے پٹھان ساتھ نہ تھا۔ آپ نے اس عاجز کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ مزار شریف پہنچ کر آپ نے حافظ عبدالحکیم سے فرمایا "ہم کو مزار شریف کا چبوترہ بنوانے کی اجازت مل گئی ہے" پھر آپ نے حضرت کی بزرگی کا کچھ ذکر فرمایا اور مراجعت فرمائی۔

پیر ابوالخیر غازی پوری

پیر ابوالخیر غازی پوری مع اپنے فرزند ابواللیث کے رات کو خانقاہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرے دن حضرت والدہ صاحبہ کی عیادت کے لئے اسپتال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کافی دیر تک وہ آپ کی خدمت میں رہے۔ جب جانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ آج رات کو نو بجے ہمارے ساتھ خانقاہ شریف میں کھانا کھاؤ۔ چنانچہ وہ مع اپنے فرزند کے رات کو نو بجے خانقاہ شریف آئے اور آپ کے ساتھ ماحضر تناول کیا۔ جب کھانے کے لئے سب اُٹھے تو پیر ابوالخیر نے آفتابہ و لگن اٹھا کر آپ کے مبارک ہاتھ دُھلوائے اور نہایت شوق و محبت سے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے کہ آج یہ خدمت میں نے کی۔

مثالِ نعل مُبارک

آپ کی نشستگاہ میں آپکے مبارک سر کے محاذ پر مثالِ نعل المصطفیٰ علی صاحبہا اطیب الصلوات وازکی التحیات آویزاں تھی۔ آپ نے پیر ابوالخیر سے فرمایا کہ یہ نقشہ اس واسطے ہم نے یہاں لٹکایا ہے کہ ہر وقت ہمارے سر پر رہے۔ اور اس طرح سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہماری غلامی کا اظہار ہوتا رہے۔ پھر آپ نے مولانا جامی قدس سرہٗ کا یہ شعر پڑھا۔

اُدیم طائفی نعلین پاکن   شراک از رشتۂ جانہائے ماکن

دورانِ طعام میں پیر ابوالخیر نے آپ سے کہا۔ حضور فیض کی کل کثرت تھی آج کچھ کمی محسوس ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ برکات و فیوضات میں کوئی کمی نہیں ہے۔ کھانے کی وجہ سے احساس میں کمی ہے" اس کے بعد انھوں نے عرض کی۔ حضور آپ میرے لطائف کا معائنہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "بہتر ہے" چنانچہ دونوں حضرات آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے۔ اور پانچ سات منٹ مصروفِ کار رہے۔ پھر آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا "پروردگار کا شکر ہے کچھ نور ہے" یہ سُن کر انھوں نے شوق میں یہ شعر پڑھا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی   تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(میں تو بن گیا تو میں بن گیا میں جسم بنا تو روح بن گیا تاکہ کوئی بعد میں یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے)

اور پھر انھوں نے مثنوی شریف کے کچھ اشعار پڑھے۔ وہ مثنوی کے مبارک اشعار ایک خاص لَے میں پڑھا کرتے تھے۔ انداز مؤثر تھا۔ آپ محظوظ ہوئے اور ان کو دُعائیں دیں۔ جب وہ رخصت ہونے لگے نیازمندی سے عرض کی۔ حضرت مجھ کو اجازت عنایت کردیں۔ آپ ہمارے بزرگ اور بزرگ زادے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اچھا ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔"

۱۔ اگر خواہی شود مکشوف ایں راز — حجاب ہستی از جانت برانداز
۲۔ بہ ذکرِ دوست گویا کن زباں را — بکش کحل حضوری چشم جاں را

۱۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ راز کھلے جسم کا پردہ رُوح سے اُتار پھینک۔
۲۔ دوست کے ذکر سے زبان کو گویا بنادے حضوری کا سُرمہ رُوح کی آنکھ میں لگائے۔

ایک مزار کی اجازت

آپ نے کوئٹہ سے چند بار مخلصین کو لکھا کہ خانقاہ شریف میں ایک قبر بنانے کی اجازت حکومت سے حاصل کرلو لیکن ان لوگوں نے کوئی کوشش نہیں کی۔ آپ جمعہ ۲۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۳۳ء کو اسپتال تشریف نہیں لے گئے اور عصر کو آپ نے سواری طلب فرمائی۔ مخلصین نے اس سال وزیر خاں کا تانگہ آپ کے واسطے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ اس تانگہ میں آپ اور ہم تینوں بھائی بیٹھے اور کشمیری دروازے کے باہر وائسرلے کے دفتر گئے۔

امین الاسلام

اسمبلی کے ممبر امین الاسلام کلکتہ والے آپ کے انتظار میں کھڑے تھے۔ غالباً کل وہ ہسپتال گئے ہوں گے اور آپ کو اپنی قیام گاہ کا پتہ بتایا ہوگا۔ یہ صاحبِ نسبت تھے۔ ان کے لطائف مبارکہ ذاکر و شاغل تھے۔ دو دو گھنٹے آپ کے سامنے بیٹھ کر ذکر شریف کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی توجہات سے مخمور ہو کر اُٹھا کرتے تھے۔ امین الاسلام آپ کو دیکھ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ تانگے میں بیٹھے رہے اور اُن کے کندھے پر دستِ مبارک رکھ کر فرمایا "ہمارا ایک کام ہے۔ اگر تم دل سے وعدہ کرتے ہو کہ ہمارا کام کرو گے تو ہم تانگے سے اُترتے ہیں، ورنہ ہم جاتے ہیں۔" امین الاسلام نے کہا۔ حضرت میں جان و دل سے کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا "خانقاہ شریف میں ایک قبر کے واسطے اجازت حاصل کرلو۔" امین الاسلام نے وعدہ کیا اور آپ تانگے سے اُترے اور سبزہ زار پر بیٹھ کر ذکر شریف میں مصروف ہوئے۔

مزمل اللہ خاں

آپ مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ یہاں راستہ میں کسی جگہ نواب پہاسو کی کوٹھی ہے وہاں چلو۔ ہم نواب

داؤد احمد خاں کی عیادت کرلیں۔ وزیر خاں کو یہ کوٹھی معلوم تھی۔ وہ سیدھے اس کوٹھی پر پہنچے۔ یہ کوٹھی میڈین ہوٹل کے سامنے علی پور روڈ پر واقع ہے۔ کوٹھی کے پھاٹک پر آپ نے تانگہ رکوایا۔ اور حضرت برادر کلاں سے فرمایا۔ جاؤ معلوم کرو کہ مزمل اللہ خاں ہیں یا نہیں۔ ہم بھائیوں کو مزمل اللہ خاں سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ لہٰذا حضرت برادرِ کلاں اندر گئے۔ وہاں دالان میں چند افراد بیٹھے تھے۔ انہی میں مزمل اللہ خاں بھی تھے۔ برادرِ کلاں نے دریافت کیا: کیا یہاں مزمل اللہ خاں ہیں؟ ایک صاحب نے کہا۔ آپ فرمائیں کیا بات ہے۔ آپ نے کہا حضرت صاحب تشریف لائے ہیں اور وہ دریافت کرارہے ہیں۔ یہ سنتے ہی مزمل اللہ خاں نے رفیقوں سے کہا۔ لالٹین لے کر چلو۔ وہ سب دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مزمل اللہ خاں گرم کوٹ، برجیس اور اونی جرابیں پہنے ہوئے تھے۔ سر پر گرم ٹوپی تھی۔ اور آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دے کر کہا۔ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارا ایک کام ہے اگر تم اقرار کرتے ہو کہ وہ کام کرو گے تو ہم آتے ہیں۔ مزمل اللہ خاں نے بڑے شوق سے اقرار کیا اور آپ نے خانقاہ شریف میں ایک قبر کی اجازت حاصل کرنے کو کہا۔ پھر داؤد احمد خان کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔

داؤد احمد خاں

داؤد احمد خاں مزمل اللہ خان کے صاحبزادے تھے اور آپ سے بیعت تھے۔ وہ بیمار تھے آپ اُن کے پاس گئے۔ نہایت شفقت سے آپ نے اُن کے سر پر ہاتھ رکھا اور ادعیۂ ماثورہ پڑھ کر اُن پر دم کیا۔ مزمل اللہ خاں نے ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ وہاں سے خانقاہ شریف آئے۔ یہ آپ کی آخری تفریح تھی جیسا کہ بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے وصال وارتحال کے حالات میں ذکر آئے گا۔

آپ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد داؤد احمد خان اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ کہتے ہوئے اپنے پیر و مرشد سے جاملے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَحَشَرَهٗ مَعَ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ۔

زاہدہ خاتون شروانیہ نزہت

زاہدہ نام تھا اور نزہت تخلص۔ مزمل اللہ خاں صاحب کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے بیعت تھیں۔ وہ جب عریضۂ نیاز اپنے پیر و مرشد کو ارسال کرتی تھیں تو بہ شکل لآلی منظوم ہوا کرتا تھا۔ اس عاجز نے ایک منظوم عریضہ پڑھا تھا۔ ان کا کلام شیریں اور پختہ تھا۔ یہ منظوم عریضہ اس وقت پیشِ نظر نہیں ورنہ نقل کیا جاتا۔ وہ بھی عالمِ شباب میں اپنے پیر و مرشد کی حیات میں ماہِ مئی ۱۹۲۲ء میں اپنے پدرِ بزرگوار کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهَا وَعَلٰى اَبِيْهَا وَاَخِيْهَا كُلَّمَا

حَتَّ الْحَمَامُ وَبَکَی الْغَمَامُ۔ ان کا مجموعۂ کلام "فردوسِ تخیل" کے نام سے پنجاب میں قبل از تقسیم چھپا ہے۔

میلاد خوانوں کا بلانا

آپ کو اَوَاسطِ جمادی الآخرہ، اوائل فروری میں پتہ چلا کہ حضرت والدہ صاحبہ کا مرض زائل ہو گیا ہے اور اب کمزوری باقی ہے۔ اِن شاء اللہ مہینہ چالیس دن میں وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی۔ اِس خبر سے آپ کو بڑی مسرت ہوئی اور آپ نے سعد آباد کنور کرامت علی خاں کے پاس آدمی بھیجا کہ آگرہ کے میلاد خوانوں کو لے کر آؤ۔ تاکہ شکرانۂ شفایابی میں محفلِ مبارک میلاد شریف منعقد کی جائے۔ کرامت علی خاں چار پانچ دن میں میلاد خوانوں کو لے کر آئے۔ اور وہ اس وقت پہنچے جب آپ خود علیل ہو گئے تھے۔ اور الرَّحِیْل اَلرَّحِیْل کی آواز بلند ہونے والی تھی۔ لہٰذا ایک شب کرامت علی خاں اور میلاد خواں رہ کر چلے گئے۔

امیر امان اللہ خاں

امیر امان اللہ خاں کی شاہزادگی کا آخری دَور تھا اور وہ علاقہ کابل کے حاکم اعلیٰ تھے۔ انھوں نے اپنے آدمی کو بھیج کر آپ کے پُرانے مخلصین میں سے چار اصحابِ اجازت افراد کو کابل بُلایا۔ اور وہ، یار محمد خرد ٹی سروزہ کے، حاجی مُلّا احمد خان متاخیل کٹواز کے سیّد احمد جان خیر کوٹ کے، مُلّا خیر اللہ انڈڑی خِلگر کے تھے۔ امان اللہ خاں عشاء کے بعد ان چار افراد سے تین رات تک ملے۔ آپ کے احوال دریافت کرتے رہے۔ وہ ان چار افراد سے قالین کے فرش پر بیٹھ کر ملے میز کرسی پر نہیں بیٹھے۔ انھوں نے کابل کے کارخانہ کا اُونی کپڑا اور ایک عمدہ پٹّو (دُھسّہ) مع ایک عریضہ کے اپنے آدمی کے ہاتھ کو نٹہ بھیجا اور ان چاروں مخلصین سے کہا کہ میری نیازمندی کا اظہار آپ کی خدمت میں کردیں۔

کابل کی دعوت

امیر امان اللہ خاں جب کابل کے تخت پر بیٹھے تو انھوں نے آپ کی خدمت میں ایک جیبی گھڑی مع زنجیر و قطب نما اور ایک عریضہ حاجی ملا احمد خاں کے ہاتھ ارسال کیا۔ یہ واقعہ آپ کی وفات سے ڈھائی ماہ پہلے کا ہے۔ اور اپنے سفیر غلام حیدر خاں مقیم دِلّی کو ہدایت کی کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو کابل تشریف لانے کی دعوت دیں۔ امیر امان اللہ خاں نے حاجی مُلّا احمد خاں سے زبانی بھی کہا تھا اور اپنے عریضہ میں بھی کابل تشریف لانے کے متعلق لکھا تھا۔ آپ نے مخلصین سے اس کا ذکر فرمایا۔ اُن لوگوں نے مشورہ کابل تشریف لے جانے کا دیا۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ خیر سے آپ اپریل ۱۹۲۳ء میں کابل کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں۔

آپ نے خورجہ کے چودھری مولا داد خاں، ہانسی کے شیخ غلام احمد میرٹھ کے حافظ اشفاق الٰہی دِلّی کے حافظ عبد الحکیم اور دو تین افراد سے ساتھ چلنے کو فرمایا اور امیر امان اللہ خاں کے سفیر سردار

غلام حیدر خاں کو اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیا۔
غلام حیدر خاں نے امیر صاحب کو آپ کے ارادہ سے مطلع کیا۔ وہ اس خبر کو سن کر نہایت خوش ہوئے۔ افغانستان کے طول و عرض میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی اور مخلصین پاک نہاد کے گھرانوں میں شادمانی کے گیت گائے جانے لگے۔ غلام حیدر خاں چند بار اس سلسلہ میں حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے اور اپنے انتظامات میں مصروف ہوئے۔
یہ عاجز کہتا ہے کہ اگر آپ کا جانا اس علاقہ میں ہو جاتا تو لاکھوں شیدائیوں کا ایسا اجتماع ہوتا کہ تاریخِ عالم میں ایک یادگار ہوتا لیکن ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ اور وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا کا ظہور رہوا۔

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال　　کارے کہ خدا کرد مارا چہ مجال
(ہم کس خیال میں ہیں اور آسمان کس خیال میں۔ وہ کام جو خدا نے کیا ہمارا اس میں کیا دخل ہے)

وہ ہوا جس کا خیال نہ تھا

کابل تشریف لے جانے کے لئے جو تاریخ مقرر ہوئی تھی اس سے دو ماہ پہلے آپ نے "یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" کا مبارک پیام سُنا اور راہی ملکِ بقا ہوئے۔ وَكَانَ ذٰلِكَ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ امیر امان اللہ خاں کو جب اس واقعہ مؤلمہ کی خبر پہنچی تو انھوں نے تعزیت کا خطِ دستی ارسال کیا۔ اس میں اپنے رنج و الم کا اظہار کرنے کے بعد تحریر کیا کہ میں کابل کا نیا شہر "دارالامان" کے نام سے بسا رہا ہوں اس شہرِ نو میں جامع مسجد تیار ہوگی۔ اور یہ مسجد شریف آپ کے نام پر "خیر المساجد" کے نام سے موسوم ہوگی۔ جو بھی اس مسجد شریف میں نماز پڑھے گا آپ کو ثواب ملے گا۔
جس طرح بہ حکمِ قضا و قدر آپ کا ارادہ کابل تشریف لے جانے کا پورا نہ ہو سکا' اسی طرح امیر امان اللہ خان کا ارادہ "دارالامان" اور "خیر المساجد" بنانے کا اتمام تک نہ پہنچ سکا۔ نہ وہ کابل میں رہے اور نہ اُن کے سر پر تاجِ خسروی باقی رہا۔ اٹلی میں غربت کے ایّام بسر کئے۔ حج و زیارت سے مشرف ہو کر آخرت کا سفر اختیار کیا۔ غفر اللہ لہ و رحمہ۔

تو بہ علمِ ازل مرا دیدی　　دیدی آنگہ بہ عیب بخریدی
تو بہ علم آن و من بعیب ہماں　　رد مکن آنچہ خود پسندیدی

حالاتِ مشائخ نقشبندیہ

محمد حسن خان۔ کوٹلہ متصل کرت پور بجنور کے سن تیرہ سو بندرہ یا اس سے ایک سال پہلے یا بعد آپ سے ملے تھے۔ وہ

آپ کے متعلق اپنی کتاب "حالات مشائخ نقشبندیہ" میں لکھتے ہیں۔

"فی الحال دہلی خانقاہ شریف میں مقیم ہیں۔ نہایت انزوا و انقطاع اختیار کر رکھا ہے۔ دنیا و اہلِ دنیا کا وہاں گزر نہیں۔ ورع و تقویٰ میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ آدابِ طریقت و شریعت کے نہایت پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے" یہ کتاب غالباً تیرہ سو بیس۔ اکیس میں لکھی گئی ہے۔ رحمہ اللہ و اکرمہ۔

مُقدمۃ الکتاب محمد امان الرحمٰن دِلی کے رہنے والے، اپنے بھائی جمیل الرحمٰن راشد قادری چشتی دہلوی سے بیعت تھے۔ ۲۱ محرم ۱۳۴۳ھ میں اُن کے بھائی کی وفات ہوئی۔ انھوں نے اپنے برادر صاحب کی یاد میں ایک رسالہ "وِصَالِ الجَمِیل" ۱۳۴۳ھ میں لکھا۔ اور پھر اس کا ضمیمہ "مقدمۃ الکتاب" کے نام سے ۱۳۴۵ھ میں لکھا۔ مقدمہ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا ذکر خیر ان الفاظ سے کیا ہے "حضرت شاہ ابوالخیر صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ مزاج اقدس میں امارت و نفاست ضرور تھی۔ مگر وہ بڑے باوضع، پابند اوقات، حق گو بزرگ تھے۔ تجدید عمارات خانقاہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوئی اور اکثر بندگانِ خدا کی کایا پلٹ" الخ

آثارِ رحمت مولانا امداد صابری نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے احوال میں "آثارِ رحمت" نام کی کتاب لکھی۔ حضرت مولانا رحمت اللہ حضرت سیدی الوالد کے استاد تھے۔ اس مناسبت سے آپ کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ ہر سال بارہ ربیع الاول کی شب کو (گیارہ بارہ کی درمیانی شب کو) میلاد شریف منعقد کرتے تھے۔ خود مولود شریف پڑھتے، انوار و برکات کی یہ کثرت ہوتی کہ برابر آنکھوں سے اشک رواں ہوتے، بیان کی تاثیر دلوں پر چھریاں چلاتی، آہ و فغاں کی صدائیں بلند ہونے لگتیں۔ اس محفل میں لوگ کثرت کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ خانقاہ شریف میں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی اور سڑک کی بھی آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔

شاہ ابوالخیر صاحب نماز بڑی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔ نماز میں جب کسی آیت کے فہم معنی کی وجہ سے حلاوت پیدا ہوتی تو رقت طاری ہوتی اور تمام نمازی بھی بے چین ہو جاتے اور زار و قطار رونے لگتے۔"

بہارِ باغ مجلس قاری حافظ محمد رفیق واعظ نے گلزار اکبر کے جواب میں "بہار باغ مجلس" منظوم رسالہ ۱۳۴۳ھ میں لکھا ہے (نام تاریخی ہے) اس میں لکھا ہے۔

کھلا ہے باب احسانِ ابوالخیر　　　رواں ہے بحرِ فیضانِ ابوالخیر

معطر ہے مشام خلق اب تک | تر و تازہ ہے بستانِ ابوالخیر
معارف کی کتب ہوں جس کو ازبر | وہ ہے طفلِ دبستانِ ابوالخیر
فریب نفس بد سے بچ گیا وہ | جو آیا زیرِ دامانِ ابوالخیر
کوئی باقی ہے قریہ اور نہ قصبہ | بچھا ہے ہر طرف خوانِ ابوالخیر
ہے سرچشمہ خدا کی رحمتوں کا | مزارِ پاک ذی شانِ ابوالخیر
جسے حاصل نہ ہو عرفان جب تک | سمجھ سکتا نہیں شانِ ابوالخیر
ہے دورِ بایزید اس کی نظر میں | کہ دیکھا جس نے دورانِ ابوالخیر
یہاں کیا کچھ کمی ہے فضلِ حق سے | خدا ہے میسر سامانِ ابوالخیر
خبردارِ رموزِ معرفت ہے | جو ہے مدہوشِ چشمانِ ابوالخیر
یقیناً حضرتِ جلّ و علا کے | مقرب ہیں بزرگانِ ابوالخیر
طفیلِ خواجگانِ نقشبنداں | نہ چھوٹے ہم سے دامانِ ابوالخیر
کرے روشن دلِ ظلمت کدہ کو | خیالِ روئے تابانِ ابوالخیر
ہے ہر دم آستانہ مبدءِ فیض | ہے نسبت زیرِ فرمانِ ابوالخیر
رہیں محفوظ و ایمن ہر بلا سے | ہمیشہ جانشینانِ ابوالخیر

جلالی میرٹھی

سید محمد علاء الدین جلالی میرٹھی ۲۹ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ کو آپ کے پہلے عرس میں آئے۔ جیسا کہ انھوں نے کہا ہے۔

الغرض وہ آج پہلا عرس ہے | صاف ظاہر جس سے شانِ قدس ہے

اس موقع پر انھوں نے پُر درد انداز سے ۲۷ شعر کا ایک قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر لکھا گیا ہے۔ اس قصیدے کے ابتدائی تیرہ شعر یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

مولوی شاہ ابوالخیر آپ کی | شانِ اعلیٰ اور بڑی توقیر تھی
سچ ہے اچھے ہوتے ہیں جو مردِ دیں | جانتے ہیں اُن کو عارف کاملیں
آپ تھے اچھوں سے بھی اچھے حضور | اس لئے چہرے پہ تھا خالق کا نور
ایسا درویش آج تک دیکھا نہیں | آپ تھے جیسے فقیرِ کاملیں
جان کر بس تم کو شیدائے رسولؐ | شاہ کابل نے بھی کی بیعت قبول
کس کو تھی دہلی میں تابِ ہمسری | کون رکھتا تھا یہ شانِ برتری

پر اجل سے ہر بشر ناچار ہے	گرم اس کا رات دن بازار ہے
آپ بھی اس موت سے مجبور تھے	اس لئے سوئے عدم رخصت ہوئے
لیکن اتنا جانتا ہوں میں ضرور	ہوں گے زیرِ قبر بھی زندہ حضور
کیونکہ جتنے اولیاء اللہ ہیں	ہیں وہ زندہ اور فنافی اللہ ہیں
اہلِ دنیا کے لئے وہ مُردہ ہیں	چشمِ بینا کے لئے وہ زندہ ہیں
ہے بہ ظاہر واسطے اُن کے اجل	اور بہ باطن اَن تَمُوتُوا پر عمل
آپ کا روضہ بھی ہے گلزارِ فیض	ہیں ہویدا دیکھ لو انوارِ فیض

سید جلالی رحمہ اللہ نے شاہ کابل کی بیعت قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ امیر امان اللہ خان نے شاہزادگی کے دور میں جب آپ کے چار صاحب نسبت پُرانے مخلصین کو بلایا تھا اور اُن سے تین رات ملاقات کی تو اُن سے یہ بات کہی کہ "من خادمِ حضرت صاحب ستم" میں حضرت صاحب کا مرید ہوں۔ افغانستان میں بجائے مرید کے خادم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ہوا تھا کہ آپ کے مبارک احوال سُن کر ان پر یک گونہ اثر ہوا تھا اور وہ آپ کی زیارت کے مشتاق ہو گئے تھے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ انھوں نے آپ کو کابل کی جو دعوت دی تھی غالباً اسی لئے دی تھی کہ وہ آپ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کریں۔ مقصودِ بیعت ارتباط و نیازمندی وانسلاک دررشتۂ کاملین ہے۔ اور یہ بات بہ وجہ اتم اُن کو حاصل ہو گئی تھی۔ فَهَنِيئًا لَهُ ثُمَّ هَنِيئًا لَهُ۔

حیف بیند چشمِ گیتی مقتدائے کاملے
چوں ابوالخیر ولی قطبِ جہاں فخرِ زمن

(ظلم ہے کہ دنیا کی آنکھ کسی کامل مقتدا کو جیسا کہ ابوالخیر ولی قطبِ عالم فخر زمانہ ہیں، دیکھے)

معمولات

آپ کے معمولات نہایت منضبط اور باقاعدہ تھے۔ سفر ہو یا حضر کبھی اُن میں فرق نہیں آتا تھا ہر چیز اور ہر کام کا وقت مقرر تھا۔ حتیٰ کہ حوائج ضروریہ کے بھی اوقات مقرر تھے، اُن ہی اوقات میں آپ اپنے مکان سے حرم سرا تشریف لاتے تھے۔ آپ پان زردہ کا استعمال فرماتے تھے لیکن دن رات میں آٹھ ٹکڑوں سے زائد کبھی استعمال نہیں کئے۔ پانی پینے کے بھی اوقات مقرر تھے۔ اُن ہی اوقات میں آپ پانی نوش جاں فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے تفریح گاہ کو جاتے وقت آپ کے ساتھ صراحی جاتی تھی۔ صبح کی چائے نو بجے نوش فرماتے تھے۔ اس دوران میں پانچ پارے تلاوت فرماتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ یا ہمشیرگان میں سے کسی ہمشیرہ کے سامنے مصحف شریف ہوتا تھا۔ اور وہ استماع فرماتی تھیں۔ اور اسی دوران میں آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کو حصن حصین حزب اعظم اور دفتچیہ دلائل الخیرات اور شجرۂ شریفہ کی تعلیم دی اور حصن حصین اور شجرۂ شریفہ اور "تواریخ حبیب الٰہ" ہمشیرگان کو بھی پڑھائی۔ عصر کی چائے پانچ بجے نوش فرماتے تھے، آخر کے چند سالوں میں عصر کی چائے بین العشائین نوش فرمانے لگے تھے۔

بسم اللہ کا پڑھنا آپ کا معمول تھا کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور مخلصین کو ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی کام کریں۔ بسم اللہ پڑھ کر کریں اور جب بھی آپ کے پاس آئیں۔ بسم اللہ پڑھتے ہوئے آئیں۔ چنانچہ جو بھی آپ کے پاس آتا تھا۔ بسم اللہ پڑھتا ہوا آتا تھا، وہ اتنی بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتا تھا کہ آپ اس کی آواز سُن لیں، اور وہ بسم اللہ پڑھتے وقت اپنے قلب کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ جہاں بھی آپ ہوتے تھے بسم اللہ کی مبارک صدا کانوں میں آتی رہتی تھی۔ اس کی برکت سے اہل غفلت کی غفلت کا ازالہ ہوا کرتا تھا اور قلب کو اللہ سے لگاؤ پیدا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" کشف الأسرار میں حضرت پیر ہرات کا بیان لکھا ہے۔ "وبہ خانہا کہ درآئید از در در آئید و آرزم اللہ نگہ دارید واز خشم او بپرہیزید تا بہ نیکی دو جہاں رسید" اور لکھا ہے "ای اُطْلُبُوا الْمَعْرُوفَ مِنْ أَهْلِهِ ہر معروفے را جائے ہست و ہر کارے را ردے و ہر بریے را محلّے وَاَصْلے چوں نہ بہ جائے خویش و نہ از اہلِ خویش طلب کنی بر نہ باشد بر آں است کہ از خویش طلب کنی" یعنی ہر کام طور طریقہ سے اللہ کی رضامندی کے لئے ہو۔

تناول غذا

دن کی غذا ایک بجے اور رات کی نو بجے تناول فرماتے تھے چھ سات انچ بلند پتائی پر کھانے کے صینی ہوتی تھی' آپ چار زانو بیٹھ کر، سر جھکا کر، حضور وخشوع سے ماحضر تناول فرماتے تھے' ہم بچے آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے. شاید سال بھر میں ایک دو موقع ایسے آتے ہوں کہ گھر میں ہم نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا ہو۔ ایک مرتبہ یہ عاجز اور برادر خورد آپ کے شریکِ طعام ہوئے۔ اتفاق سے اس دن چاول پکے تھے۔ ہم دونوں سے چاول کے کچھ دانے صینی پر گرے' آپ سر مبارک جھکائے بحضورِ قلب غذا تناول فرماتے رہے۔ جب آپ فارغ ہوئے اور آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ تو صینی پر چاول کے دانوں کو دیکھ کر فرمایا "بچو تم نے چاول گرا دیئے۔" اور پھر آپ نے اُن دانوں کو اکٹھا کیا اور نوالہ بنا کر خود تناول فرمایا۔ آپ نے کبھی کھانے میں کوئی خرابی نہیں نکالی۔ حمد و شکر کے ساتھ ہر چیز تناول فرماتے۔ اگر غذا لذیذ ہوئی واہ وا فرماتے' خصوصی دعوت قبول فرماتے۔ لیکن اُسی شخص کی کہ جس کی آمدنی پاک ہوتی تھی اور وہاں سب کے ساتھ دسترخوان پر غذا تناول فرماتے تھے۔ اور شروع میں آپ فرمایا کرتے تھے "کوئی ہم کو نہ دیکھے" اب اگر کسی بے وقوف نے آپ کو گھورا تو وہ فوراً نکلوا دیا جاتا تھا' چاہے وہ کوئی ہو' اس عاجز نے آپ کے تناولِ غذا کے طریقہ کو حضرت مجدد قدس سرہٗ کے طریقہ کے موافق پایا' جیسا کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ آپ حضور و خشوع سے طعام تناول فرماتے تھے۔ اور یارانِ طریقت کو اس کی تاکید کرتے تھے" آپ کو مٹھاس سے رغبت تھی۔ اگر ہوئی تو آخر میں تناول فرمائی۔

لباس

سرِ مبارک پر پنجگوشی سفید عرق چین' تن پر سیدھی آستین کا سفید چھوٹا کرتا' اتنا چھوٹا کہ اکڑوں بیٹھتے وقت زمین سے نہیں لگتا تھا۔ کرتے کے سینہ پر چاک بغیر بٹی کے' اسی میں کپڑے کے تین تکمہ (گھنڈیاں) اور اُن کے بند موٹے تاگے کے' پاجامہ شرعی' ٹخنوں سے تین چار انگل اونچا' سردیوں میں روئی کی صدری چھینٹ کی۔ اور باہر جاتے وقت عرق چین پر پنبہ دار نرم کلاہ اور اس پر دستارِ مُدَوَّر مختصر' اور روئی کا انگرکھا نصفِ ساق تک اور دو گز لٹھے کی ایک چادر' عیدین میں جُبَّہ یا عَبا استعمال فرماتے تھے۔ اَحیاناً عطر استعمال فرماتے تھے۔ شمامۃُ العنبر زیادہ پسند تھا' پیروں میں پشاوری یا ڈیرہ کی بنی ہوئی جوتی۔ اس عاجز کی یاد میں آپ نے دو جوڑے جوتی کے استعمال فرمائے ہیں۔ پہلی پشاوری تھی دوسری ڈیرہ کی۔

استنجا اور وضو

پانی سے استنجا فرمانے کے بعد ایک کپڑے سے اعضا خشک فرماتے تھے چھوٹے استنجا کے بعد ایک چھوٹی تھیلی استعمال فرماتے تھے۔ ہر نماز کے واسطے تازہ

وضو نہیں کرتے تھے۔ عام طور پر ظہر کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔ وضو کرنے سے پہلے کرتا اور ٹوپی اتار دیتے تھے تاکہ مستعمل قطرے اُن پر نہ پڑیں۔ ایک لوٹے سے بہ کمالِ احتیاط وضو فرماتے تھے۔ ہر عضو کو تین بار مَل کر دھوتے تھے۔ اگرچہ دانت نہ تھے لیکن مسواک تین مرتبہ مسوڑوں پر ضرور پھیرتے تھے۔ آپ کی مسواک از شاخِ نیم ہوا کرتی تھی۔ کوئی دس منٹ میں آپ کا وضو ہوا کرتا تھا۔ آپ وضو میں ادعیۂ مروجہ نہیں پڑھتے تھے۔ وضو کے بعد سفید لٹھے کے رومال سے ہاتھ منہ خشک کرتے تھے۔ جس وقت آپ وضو سے فارغ ہوتے تھے آپ کے چہرۂ انور پر نظر نہیں ٹھیرتی تھی اور یہ یقین ہوتا تھا کہ آپ ظاہر و باطن، دونوں میں مجلّٰی و مصفّٰی ہو گئے ہیں اور "مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهٖ" (جس نے وضو کیا اور عمدہ طریقہ پر کیا اس کے گناہ اس کے بدن سے جھڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخن کے نیچے سے بھی جھڑ جاتے ہیں) کما رواہ الشیخان کا کامل نمونہ ہوتے تھے۔

نماز با نیاز حضرت بابائے دوم کی اولاد کے ذکر میں حضرت امۃ الجمیل کی نماز کے بیان میں عاجز نے لکھا ہے کہ اُن کو خاشعین کی نماز میں سے کامل حصہ ملا تھا۔ یہی کیفیت حضرت سیّدی الوالد کے نماز کی تھی۔ آپ رکوع و قومہ و سجدہ و جلسہ و قعدۂ اخیرہ میں جس شوق و محبت سے ادعیۂ ماثورہ پڑھتے تھے، اس کے بیان سے عاجز قاصر ہے۔ چوں کہ آپ کی آہستہ قرأت ایسی ہوتی تھی کہ آپ اپنی آواز سُن لیں اور یہ عاجز ہمیشہ آپ کے بائیں جانب نماز میں رہتا تھا، آپ کے ہمس کو پوری طرح سنتا تھا اس لئے اُن ادعیۂ مبارکہ کا ذکر کرتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اختتام پر رَبِّ اغْفِرْلِيْ آمِيْن۔ رکوع میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پڑھ کر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تین بار اور احیاناً اس کے بعد "اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَظْمِيْ وَعَصَبِيْ (اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا ہے اور تیرے اوپر ایمان لایا ہوں اور تیرے لئے مسلمان ہوا ہوں۔ اور عاجزی کرتا ہے تیرے لئے میرا کان اور میری نگاہ اور میری ہڈیوں کا گودا اور میری ہڈیاں اور میرے پٹھے) اور احیاناً سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کے بعد "رَكَعَ لَكَ سَوَادِيْ وَخَيَالِيْ وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَإِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ"۔ اور قومہ میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. اور اسی طرح دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى سے پہلے اور بعد میں یہی مبارک دعائیں، فرق اتنا کہ لَكَ رَكَعْتُ اور

رَکَعَ لَکَ کی جگہ لَکَ سَجَدْتُ اور سَجَدَ لَکَ ہوتا تھا۔ اور جلسہ بین السجدتین میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ پڑھتے تھے اور التحیات میں جس وقت آپ اِلَّا اللّٰہُ کہتے تھے تو دائیں ہاتھ کی چھنگلیا اور اس سے متصل انگلی کو بند کرتے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا دائرہ بناتے اور شہادت کی انگلی کو بشکلِ ابرو رکھتے ہوئے اشارہ کرتے اور اشارہ کے بعد حسب سابق انگلیوں کو قبلہ رُو کر کے پھیلا دیتے۔ اس عاجز کا بھی یہی طریقہ ہے اور از رُوئے قاعدہ یہی انسب واولیٰ معلوم ہوتا ہے۔ اور قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کے بعد اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور رَبَّنَا آتِنَا پڑھنے کے بعد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ پڑھتے تھے اور وتر میں حنفی دعائے قنوت کے بعد شافعی دُعائے قنوت بھی پڑھتے تھے اور سلام وتر کے بعد سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ تین بار کہتے تھے۔ تیسری بار اَلْقُدُّوْس کو بلند آواز سے کھینچ کر کہتے تھے۔ مغرب اور فجر کے فرض کے بعد اُسی قعدہ کی حالت میں سلام سے متصل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ دس بار اور پھر بلند آواز سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور ظہر و عصر و عشاء کی نماز کے بعد سلام سے متصل تین بار استغفار کرتے تھے۔ کبھی ان الفاظِ مبارکہ سے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اور کبھی ان الفاظِ طیبہ سے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اور پھر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس طرح پر کہ بازو پسلیوں سے الگ اور ہتھیلیاں مبارک چہرے کے سامنے اور بکمال عاجزی و مذلت یہ دعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ جُیُوْشَ الْمُوَحِّدِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اَھْلِکِ الْکَفَرَۃَ وَالْمُشْرِکِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ دَمِّرْ اَعْدَاءَ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔ اور بعض مواقع پر اس کے بعد یہ دعا بھی فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ

وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَدُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَنَعُوْذُبِكَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا اَوْ اَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْنَا وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ نَعْمَلْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنَا اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ - اور احیاناً اس کے بعد قنوتِ نازلہ بھی پڑھتے تھے جس کا ذکر ذیل میں ہے۔

قنوتِ نازلہ

جنگِ طرابلس، جنگِ بلقان، جنگِ عظیم اوّل کے دوران فرائض میں آخری رکوع کے بعد کبھی بہ صورتِ ارسال اور کبھی دونوں ہاتھ اٹھا کر بہ صورتِ دعا یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ اَهْلَ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْحَدُوْنَ اٰيَاتِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيَتَعَدَّوْنَ حُدُوْدَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ اَللّٰهُمَّ زَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمِ الْكُفَّارَ وَانْصُرِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

حضورِ قلب

جب تک آپ کو حضورِ قلب نہیں ہوتا تھا آپ نماز کے لئے نہیں کھڑے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس مولوی سیف الرحمٰن، مفتی مظہر اللہ، مولوی شمس الدین صاحبان مع دو تین افراد کے بیٹھے تھے۔ مغرب کی اذان ہوئی، دو چار منٹ گزرے۔ مولوی صاحبان کو خیال آیا کہ نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا "مولوی مظہر جاؤ تم لوگ نماز پڑھ لو تمہاری نماز کو دیر ہو رہی ہے" آپ دس پندرہ منٹ بیٹھے رہے اور پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اس واقعہ کو مفتی مظہر اللہ صاحب نے آٹھ دس سال پہلے اس عاجز سے بیان کیا تھا۔

حسناتُ الابرار

یہ عاجز کہتا ہے مشہور مقولہ ہے۔ "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ" یعنی نیک و صالح افراد کی نیکی اور ان کا حسنہ مقربین بارگاہِ الٰہی کا گناہ اور

سَیِّئہ ہوا کرتا ہے۔ جہاں نماز کا وقت ہوا اللہ کے فرماں بردار نیک بندے فوراً اپنا کام چھوڑ کر بارگاہِ بے نیاز میں اپنا ماتھا عاجزی سے رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی غفلت کی وجہ سے رب العزت کے انوار و تجلیات کے دیکھنے سے اگرچہ قاصر ہیں لیکن رب العزت ہم کو دیکھ رہا ہے۔ یہ نماز درجہ احسان کا آخری درجہ ہے جو ابرار کے حصہ میں آیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے یہ نماز بے شک حسنات میں سے ایک حسنہ ہے۔ لیکن وہ افراد جو مقرب بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اور جن کو احسان کا اعلیٰ درجہ مل چکا ہے اور جو کہ "اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" کی لذت سے آشنا ہو چکے ہیں اگر درجۂ احسان کے اعلیٰ درجہ کی کیفیت سے نماز ادا نہ کریں گے تو گویا سَیِّئہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان سے اس کوتاہی پر گرفت ہوگی۔ اور بالکل یہی صورت ابرار کی ہے جو کہ احسان کے ادنیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ اگر وہ اہلِ غفلت کے درجہ کی نماز ادا کریں گے یعنی برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر، تو سَیِّئہ کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ پاکیزہ نفوس جن کو بلند مراتب ملے ہیں ہر لحظ خطرے میں رہتے ہیں۔ اُن کے لئے ادنیٰ سی غفلت بھی ایک بڑا جرم ہے۔ ؏ عَلٰی قَدْرِ اَھْلِ الْعَزْمِ تَاْتِی الْعَزَائِمُ۔ (اہلِ عزم کو عزیمتیں پیش آتی ہیں)

خشوع

احسان کا درجہ پانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ۔ یعنی یقیناً ایمان لانے والے فلاح پاگئے جو کہ اپنی نماز میں خاشع ہیں۔ خشوع کا اصل تعلق قلب سے ہے۔ جب دل پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو اس پر اپنے مولیٰ جل شانہٗ کی عظمت اور کبریائی کا ظہور ہوگا۔ جب قلب کو یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو بدن بھی اس کے تابع ہو جاتا ہے اور خوف و ہیبت کے آثار بدن پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ قلب میں جتنا خشوع ہوگا بدن پر اسی قدر خوف و ہیبت کے آثار ظاہر ہوں گے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ رسالہ تفسیر پنج آیات از اوّل سورۂ بقرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"انقیادِ باطن عبارت از رسوخ قلب خالص با جمیع لطائف بہ ذاتِ خالصِ حق است۔ کہ ازاں مرتبہ حق تعالیٰ خبر می دہد۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ (جان لو اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان آڑے آتا ہے) و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز ازیں معنی اشارتے می فرماید۔ لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ و ایں انقیادِ باطنی نیز ہفت درجہ دارد کہ ہر درجہ از درجات ہفتگانہ شانے و کمالے جدا دارد۔ و ازیں

مراتبِ سبعہ ہر یک ہفت ہفت مرتبۂ دیگر دارد کہ در خواص و شیونِ خود از یک دیگر جدا و ممتاز است۔ بعد طے جمیع مراتبِ انقیادِ باطن نیز ملکۂ عنایت خواہند فرمود کہ جمیع مراتبِ تحتانی در ضمنِ آن ملکہ مندرج خواہند بود۔ صاحبِ این ملکۂ انقیادِ باطن معبّر بہ مومنِ کامل و مقربِ خاص خواہد شد معاملہ با این کس از دیگران جدا است۔ الخ"

یہ عاجز قیامِ میرٹھ کے بیان میں چھ احادیثِ شریفہ لکھ چکا ہے۔ ان احادیثِ مبارکہ سے پوری طرح ثابت ہے کہ جن پاک نہاد افراد کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ اصلی مرتبہ عنایت کیا ہے اُن پر اہلِ فسق و بدعت اور بدعقیدہ افراد کا اثر پڑتا ہے۔ شیخ عبدالحق نے خوب تحریر کیا ہے "ایں جا محل عبرت و تذکار است مر عاقل را در اثر صحبت کہ سیدِ رسل صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ بہ آن مرتبہ وجلالتِ شان در حالت قرائت قرآن در نماز کہ اعظم حالات واقرب اوقات است در قرب حضرت رب العالمین از صحبت یکے از آحاد امت بہ ترکِ سنن و بعض آداب وضو کہ نہ عبادت مقصود لذاتہ است متاثر گردد چہ جائے دیگران کہ بہ مصاحبت و مخالطتِ اہلِ فسق و بدعت گرفتار باشند و شب و روز بہ ایشان باشند۔" (یہاں پر عقلمند کے لئے یہ بات عبرت حاصل کرنے کی اور یاد رکھنے کی ہے کہ سردارِ کل انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس شان اور رتبہ کے، نماز میں تلاوتِ قرآن کے دوران میں جو کہ پروردگار سے تقرب اور حضوری کا اعظم حالات اور اقربِ اوقات ہے اپنی اُمت کے ایک شخص سے جس نے وضو کی بعض سنتوں اور آداب کو چھوڑ دیا تھا، حالاں کہ وضو اپنی ذات سے کوئی عبادت نہیں ہے بلکہ وہ عبادت کرنے کا ذریعہ بنتی ہے تو پھر اوروں کا کیا مقام ہے جو کہ اہلِ فسق اور اہلِ بدعت سے اختلاط رکھتے ہیں اور دن رات ان کی صحبت میں رہتے ہیں۔) پروردگار جل شانہ نے اس دولتِ عظمیٰ سے سیدی الوالد کو کامل نصیبہ دیا تھا۔ اور اہلِ بصیرت واصحابِ قلوب اس کی قدر کرتے تھے۔

اربابِ کمال کی قدر

یہ عاجز ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں جب پہلی مرتبہ حجازِ مقدس گیا تو وہاں حضرت سیدی الوالد کے ایک بخاری مخلص نے آپ کی نمازِ بانیاز کے دو واقعات بیان کئے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ آپ مغرب کو ایک مرتبہ کچھ تاخیر سے حرم شریف پہنچے۔ جماعت ہو چکی تھی۔ آپ نے جماعتِ ثانیہ کی۔ نماز میں آپ نے سورۂ قریش پڑھی۔ جس وقت آپ نے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ پڑھا تو انوار وتجلیات کا ایسا ظہور ہوا کہ اکثر مقتدی اس کی تاب نہ لاکر سر بسجود ہو گئے۔

بخاری صاحب نے اِس عاجز کو وہ جگہ بھی بتائی جہاں آپ نے جماعتِ ثانیہ کی تھی۔ اب تک اس عاجز کو وہ جگہ یاد ہے جو باب العمرہ کے محاذات میں ہے۔

۲۔ آپ کسی محفل میں شریک ہوئے۔ وہاں حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن، حضرت مولانا رحمت اللہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ نماز کا وقت آیا اور ان حضرات نے اصرار کر کے آپ کو امام بنایا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر لطف اندوز ہوئے۔

جماعت ۱۳۳۵ھ تک آپ خود نماز پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد یہ خدمتِ جلیلہ اَلْمُشِیْرَۃُ اِلَی الْخِلَافَۃِ الْعُظْمٰی۔ حضرت برادرِ کلاں کے سپرد ہوئی۔ آپ کا معمول تھا کہ سنن راتبہ گھر میں پڑھ کر برائے امامت نہایت خشوع اور سکینہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے۔ صحیحین کی حدیث شریف اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ اِلَّا الصلاۃ لم یخط خطوۃ اِلَّا رفعت لہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئۃ الخ (جب وضو کیا اور عمدہ طریقہ پر وضو کیا پھر مسجد کے لئے نکلا اور اس کے نکلنے کا سبب صرف نماز ہو تو اس کے ہر قدم پر اس کا مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے) کی رُو سے ہر قدم پر آپ کا ایک گناہ جھڑتا تھا اور ایک درجہ بڑھتا تھا۔ اور آپ پاکیزہ اور صاحبِ درجات ہو کر مصلی پر قدم رکھتے تھے۔ آپ جس وقت جاتے یا لوٹتے تھے آپ کی نظریں قدم پر ہوتی تھیں۔ آپ کے پُر ہیبت اور باجلال چہرے پر انوار و تجلیات کا پورا ظہور ہوتا تھا۔ اس عاجز نے متعدد اصحابِ نسبت کو دیکھا ہے کہ وہ آپ کو دیکھ کر فوراً نظریں جھکا لیتے تھے۔ بعض افراد پر ظاہر ہوتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تھے مقتدیوں کے دلوں پر جلالِ کبریائی کا اثر چھا جاتا تھا۔ آپ جب تلاوت شروع کرتے تھے پاک باطن افراد برکاتِ سلسلۃ الجرس سے بیخود ہو جاتے تھے۔ قاری عبد الغنی شامی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ بعض افراد کے منہ سے بے ساختہ لفظ مبارک اللہ نکلتا تھا۔ بعض افراد بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ بعض افراد اپنی بے خودی میں پہلے ہی قیام کی حالت میں کھڑے رہ جاتے تھے اور نماز ختم ہو جاتی تھی۔ دوسرے مقتدی چلے جاتے تھے۔ اور وہ انوارِ الٰہیہ میں مستغرق کھڑے رہتے تھے۔

مقتدیوں کا پرکھنا آپ کا معمول تھا کہ نماز کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے مقتدیوں کو پرکھ لیتے تھے۔ اور پرکھنے کی خدمت آپ کسی صاحبِ نسبت مخلص کے سپرد بھی کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً سید حسن مشاخیل کہ انھوں نے کئی سال یہ خدمت انجام

دی۔ وہ ہر اس شخص کو جو تشتتِ افکار کا شکار رہوا کرتا تھا الگ کر دیا کرتے تھے۔ اُن کے کام میں کبھی خرابی واقع نہ ہوئی۔ اور آپ کے پرکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ آپ صف کے پیچھے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہستہ آہستہ جاتے تھے۔ ایک پٹھان آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ جس شخص میں کدورت ہوئی آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ اور پٹھان نے اس کو رخصت کر دیا۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ آپ آکر محراب میں صف کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ اور ایک پٹھان صف کے پیچھے ہر شخص پر اپنی انگلی رکھتا تھا اور آپ کے "ہوں" فرمانے پر دوسرے شخص پر انگلی رکھتا تھا۔ جس میں پریشانی ہوئی، اس کے متعلق آپ نے فرمادیا اس کو ہٹاؤ۔ یہ سُن کر وہ شخص چلا جاتا تھا۔

از عنفوانِ شباب تا اوّل روزِ مرض الموت آپ کا یہی طریقہ رہا۔ آپ نے کسی وقت بھی کسی کے اعتراض اور قیل وقال کی پروا نہیں کی۔ اپنے کام اور اپنے طریقہ پر قائم رہے۔ ہمیشہ اس بات کی سعی فرمائی کہ آپ کی نماز پر اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن صادق آسکے۔

حضرات القدس کی عبارت

اِس عاجز نے سالہا سال آپ کی نماز کو دیکھا۔ تنہا پڑھتے بھی دیکھا اور جماعت سے بھی، گھر میں بھی، اور تفریح گاہ میں بھی۔ ہمیشہ باخشوع و باخضوع پڑھتے دیکھا۔ شیخ بدرالدین سرہندی رحمہ اللہ نے "حضرات القدس" کے "الحضرۃ الخامسۃ" کے اواخر میں حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کی نماز کی کیفیت لکھی ہے۔ ان کی عبارت فارسی میں ہے۔ یہ عاجز اُردو میں اس کو بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"یہ حقیر آپ کے مُریدوں کے زُمرے میں شامل ہونے سے پہلے جمعہ کے دن آپ کی مسجد شریف جایا کرتا تھا اور آپ کے نماز پڑھنے کو دیکھتا تھا تو یقین ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں اور آنحضرت کے نماز پڑھنے کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور اُسی طریقہ پر نماز ادا فرماتے ہیں"

شیخ بدرالدین کی اس عبارت کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ یہ سعادتِ عظمیٰ آپ کو وراثۃً ملی ہے۔ آپ کا رُواں رُواں اِن کیفیات کا حامل تھا۔ آپ پر فیضانِ الٰہی کا ورود ہر آن ہو رہا تھا آورد اور تصنع کا سوال ہی نہ تھا۔

فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں ۔۔۔ اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

نماز میں تلاوت

نماز پڑھ کر جب آپ فارغ ہوتے تھے مسرت اور سرور کے آثار آپ پر ظاہر ہوتے تھے۔ آپ کی نماز قدرے طویل ہوتی تھی۔ دتی کی پہاڑی فتح گڑھ پر مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں آپ نے سورۂ صافات اور دوسری میں سورۂ ص تلاوت فرمائی۔ آپ کے پیچھے ہم تین بھائی اور ایک پٹھان تھے۔ آپ کی قرات رواں تھی۔ اوقافِ صحیحہ کی مراعات فرماتے تھے۔ (اوقاف کا بیان بعد میں آئے گا) آپ کی قرات نہر جاری کی طرح تھی جو ایک ہی حالت میں روانی سے بہتی ہے۔ آیاتِ وعید پر آپ کے خضوع وخشوع میں اضافہ ہوتا تھا اور آپ استعاذہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کی نماز کیا ہوتی تھی گویا کہ رب العزت سے مناجات ہوتی تھی۔ ایک دن ترکمان دروازے کے باہر اجمیری دروازے تک ٹہلنے تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں یہ حصہ بالکل غیر آباد تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا۔ شاہ جی کے تالاب کے شرقی حصہ کے قریب ایک چبوترہ تھا جس پر راستہ چلنے والے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے اس چبوترے پر نماز پڑھی۔ سورۂ نجم کے دو رکوع پہلی رکعت میں اور تیسرا رکوع اور سورۂ قمر کا پہلا رکوع دوسری رکعت میں پڑھے۔ نماز میں آپ کو خوب حلاوت حاصل ہوئی۔ وہاں سے خانقاہ شریف آئے اور دروازہ میں مونڈھے پر جلوہ افروز ہوئے۔ منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں دتی ادب سے آپ کے پاؤں دبانے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا "احمد حسین ہم نے نماز میں سورۂ والنجم پڑھی اور خوب لطف حاصل کیا۔" احمد حسین نے اس عاجز سے بیان کیا کہ میں نے جب آپ کے پاؤں کو دبایا تو مجھ کو پوری طرح محسوس ہوا کہ ہر رگ ذکر پاک پروردگار میں مصروف ہے۔ آپ نماز میں قرآن مجید از اول تا آخر ترتیب کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جب ختم کرتے تو کھانا پکوا کر سب کو کھلاتے۔

جمعہ کی نماز

کوئٹہ میں آپ جمعہ کی نماز "قندھاری جامع مسجد" میں پڑھتے تھے اور دتی میں کالی مسجد نزد ترکمان دروازہ، مدرسہ حسین بخش، جامع مسجد، مدرسہ عبدالرب میں۔ جب آپ رامپور سے کوئٹہ گئے اور آپ سے انگریز افسر بی ٹی صاحب نے کہا کہ مجمع عام میں آپ نہ جائیں تو آپ نے مہرولی جانا شروع کر دیا۔ اور دو سال تک حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی درگاہ کی مسجد شریف میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب شائقین کو اس کا علم ہوا تو فرادیٰ وجماعات کی صورت میں پہنچنے لگے۔ رحمہم اللہ ورضی عنہ۔

کالی مسجد

یہ دتی شہر کی سب سے قدیم مسجد شریف ہے۔ اس کو جونان شہ نے ۷۸۹ھ میں بنوایا تھا۔ یہ فیروز شاہ کے وزیر تھے اور ان کا خطاب خان جہان تھا اور ان کے

والد جانِ جہاں تھے۔ مسجد شریف بلندی پر ہے۔ اس کی بتیس سیڑھیاں ہیں۔ مسجد کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ شمال کی طرف ایک گز کا دالان ہے اور سامنے تین گز ہیں۔ ہر گز میں پانچ در ہیں۔ اُس کے صحن میں دو بڑی قبریں تھیں۔ ایک خان جہاں کی دوسری جانِ جہاں کی۔

عاجز سے حافظ منیر الدین منیر اور منشی احمد حسین ساکنان چھتہ لال میاں اور منشی حسین علی نے بیان کیا کہ اس مسجد شریف کے دیکھنے کو آپ تشریف لے گئے۔ مولوی عبد السبحان صاحب بھی ساتھ تھے۔ مسجد شریف میں آپ کو برکات و انوار نظر آئے۔ آپ نے دیواروں اور ستونوں کو ہاتھ لگایا اور برکات حاصل کئے اور پھر آپ جمعہ کی نماز پڑھنے وہاں تشریف لے جاتے تھے۔

عاجز کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ پہلی مرتبہ کب تشریف لے گئے۔ البتہ عاجز کی عمر تقریباً سات سال کی رہی ہوگی کہ دو تین مرتبہ آپ کی انگلی پکڑ کر جمعہ کے دن آپ کے ساتھ یہ عاجز گیا ہے اور یہ بھی خوب یاد ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر حضرت سیدی الوالد نے بلند آواز سے امام صاحب کو خطاب کیا۔ تلاوت خراب کر کے تم نے ہماری نماز خراب کی۔ اور پھر آپ وہاں سے چلے آئے۔ دوسرے دن امام صاحب کا مکتوب آیا۔ آپ نے مولوی عبد السبحان کو وہ خط دیا اور پھر وہاں تشریف نہیں لے گئے۔ مسجد کے صحن میں دو اونچی اونچی قبریں عاجز کو یاد ہیں۔ غالباً یہ واقعہ ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء) کا ہے اور ۱۹۴۷ء کے بعد یہ عاجز اس مسجد کو گیا اور قبروں کا نام و نشان نہ پایا ع

مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

عید کی نماز کوئٹہ میں عید کی نماز پٹھانوں کی عید گاہ میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پنجابیوں کی خواہش پر پنجابیوں کی عید گاہ میں بھی عید کی نماز پڑھی۔ دلی میں ہمیشہ محمد شاہی عید گاہ میں نماز ادا کی۔ عید گاہ کو جاتے وقت راستہ میں تکبیرات پڑھتے تھے۔ عید الفطر میں آہستہ اور عید الاضحیٰ میں جہر سے۔ آپ جب نماز کو جاتے تھے پُر وقار ہوتے تھے۔ میرٹھ میں عید کی نماز آپ کے پہنچنے سے پہلے ہو گئی۔ اور بھی بہت سے لوگ رہ گئے۔ آپ سے لوگوں نے خواہش کی کہ نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مسجد شریف میں نماز پڑھائی۔

تراویح اس عاجز کی یاد میں تراویح پڑھانے کی خدمت قاری نیاز احمد رحمہ اللہ کے سپرد رہی۔ ابتدا کی چار راتوں میں سوا سوا پارہ اور پھر آخر ماہ تک ایک ایک پارہ پڑھتے تھے۔ کوئٹہ کا غروب دلی سے آدھ گھنٹہ بعد ہوتا ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ تقریباً پونے دس بجے نماز شروع ہوتی تھی اور دو ڈھائی بجے تک فراغت ہوتی تھی۔ افغانستان کے دور دراز علاقوں

سے پاپیادہ اہل نسبت آتے تھے اور پشین کے علاقہ سے بھی کچھ لوگ آتے تھے۔ ستر اسی پاک باطن افراد کا اجتماع ہوتا تھا۔ کوئٹہ میں مولوی منیر احمد، ماسٹر عبدالصمد، مولانا خلیل احمد سے بیعت تھے، تراویح میں آتے تھے اور لطف حاصل کرتے تھے۔ قاری نیاز احمد رحمہ اللہ کی تلاوت میں عجیب شیرینی اور کیف ہوا کرتا تھا۔ تمام مقتدی کلام پاک کی حلاوت میں محو ہوتے تھے۔ اس عاجز نے کبھی نہیں سنا کہ کسی نے گلا صاف کیا ہو یا کھنکارا ہو جیسا کہ یہاں اہلِ غفلت نمازیں کرتے رہتے ہیں۔ البتہ بے خودی کے عالم میں کسی کے منہ سے اللہ کی صدا نکلتی تھی اور کوئی گر کر بے ہوش ہو جاتا تھا۔ پشین کے سید کرم شاہ بے خودی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو پیٹتے تھے۔ جب تک نماز میں رہتے تھے، ان کی مستی آناً فاناً بڑھتی جاتی تھی اور نماز کے بعد نڈھال ہو کر رہ جاتے تھے۔ پھر جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے وہی مستی اور وہی بے خودی کا عالم ہوتا تھا۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

قاری نیاز کی قرات

آپ کو ان سرشاران مئے معرفت کی آہ و بکا اور مستی و شور سے کبھی تکلیف نہیں پہنچی اور نہ قاری نیاز احمد کی قرارت میں کبھی کوئی خلل واقع ہوا۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے از اصحابِ بصیرت تھے۔ جنت اور دوزخ کا جہاں ذکر آتا تھا وہ "کَاَنَّا رَأْیَ عَیْنٍ" (گویا جنت اور دوزخ مشاہدہ میں ہیں) ان کے حسبِ حال تھا۔ اور حضراتِ انبیاء عَلٰی نَبِیِّنَا عَلَیْهِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کا جہاں ذکر آتا تھا اُن کو پوری طرح محسوس ہوتا تھا کہ یہ حضرات تشریف فرما ہیں اور کلام پاک کا استماع فرما رہے ہیں۔

نماز سے جب فارغ ہوتے تھے تو خود آپ کی اور آپ کے پاک باطن مخلصین کی آنکھیں سُرخ ہوتی تھیں۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے تھے۔ بارہا اس عاجز نے دیکھا کہ اس بڑی جماعت میں اگر کوئی نااہل آگیا تو آپ ہاتھ کے اشارے سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے دیکھو یہ کون آگیا ہے۔ اور پٹھان جاتا تھا۔ اور اس پر انگلی رکھتا تھا۔ آپ فرماتے تھے ہاں یہی ہے۔ اور اگر پٹھان نے کسی دوسرے پر انگلی رکھ دی تو آپ فرماتے تھے۔ یہ نہیں۔ تا آنکہ وہ اس نااہل پر انگلی رکھ دیتا تھا اور وہ نکال دیا جاتا تھا۔ آپ کو وہ شخص قطعاً نظر نہیں آتا۔ آپ دالان میں ہوتے تھے۔ اور وہ صحن کے باغیچہ میں دور کسی جگہ ہوتا تھا۔

مشکات کی حدیث

مشکات شریف کے باب صفۃ الصلاۃ کے فصل ثالث کی آخری حدیث امام احمد کے مسند شریف کی ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر وفی مؤخر الصفوف رجل فأساء الصلوٰۃ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاہ رَسُوْلُ اللہ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہ اَلَا تری کیف تصلی انکم ترون اَنَّہ یخفی عَلَیَّ شیٔ مما تصنعون واللہ انی لأری من خلفی کما أری من بین یَدَیَّ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی اور آخری صفوں میں ایک شخص نے نماز کے آداب کے منافی کچھ کیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اس کو آواز دے کر فرمایا۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ تم نہیں دیکھتے کہ تم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ تم لوگ خیال کرتے ہوگے کہ تم جو کچھ کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم ہے میں اپنی پشت کی چیز کو اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں۔"

آپ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عاشق و شیدا تھے۔ غلامی کی یہی نسبت نے عرفان کی دولتِ لازوال آپ کو عنایت کردی تھی اور اس فراست میں سے آپ کو کامل نصیبہ ملا تھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ ینظر بنُوْرِ اللّٰہِ عزوجل۔ یعنی مومنِ کامل کی فراست و بینش سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔

پنجاب کے حافظ

آپ قاری نیاز احمد صاحب کو ۱۳۳۳ھ سے قراءاتِ سبعہ کی تعلیم دیتے تھے اور جس سال جس قرارت کی تعلیم دی جاتی تھی اسی قرارت سے وہ تراویح میں کلام پاک تلاوت کرتے تھے۔ چونکہ موسم گرمی کا تھا اور پنجاب سے کافی افراد کو سٹہ آجاتے تھے۔ اور آنے والوں میں جن کو علوم دینیہ اور قرآن مجید سے لگاؤ ہوتا تھا۔ وہ قاری نیاز احمد کی قرارت کا چرچا سن کر بصد شوق حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے مکان کے وسط صحن میں ایک بڑا دروازہ تھا۔ ڈیوڑھی نہ تھی۔ دروازہ کھلا ہوتا تو راستہ پر سے سارا صحن اور دالان کا غربی حصہ نظر آتا تھا۔ اگر صحن میں باغیچہ نہ ہوتا تو تین سو افراد بہ آرام صحن میں نماز پڑھتے لیکن باغیچہ کی وجہ سے ستر اسی آدمیوں کی گنجائش تھی اور کچھ لوگ دروازے کے باہر کھڑے ہوتے تھے۔ پنجاب کے شائق بھی آکر ان کے ساتھ شریکِ نماز ہوجاتے تھے۔ قاری صاحب کی آواز بہت صاف سنائی دیتی تھی۔ ایک رات جو کہ جمعہ کی شب تھی قاری صاحب اپنے امام کی قرارت سے تلاوت فرمارہے تھے۔ ایک جگہ انھوں نے تَعْلَمُوْنَ تا سے پڑھا اور حفص کی روایت میں یَعْلَمُوْنَ یا سے ہے۔ پنجاب کے حافظ صاحب کو خیال ہوا کہ قاری صاحب کو متشابہ ہوا ہے لہٰذا انھوں نے بلند آواز سے یعلمون کہہ کر لقمہ دیا۔ جب دو

رکعت پوری ہوئیں تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ ہماری نماز کس نے خراب کی لاؤ اس کو۔" آپ کی آواز سُن کر وہ حافظ صاحب فوراً بھاگ گئے۔

عجیب کشف

آپ کا معمول تھا کہ ہر روز دس بجے سے دو ڈھائی بجے تک قاری صاحب کو تعلیم دیا کرتے تھے اور جمعہ کے دن درس کا سلسلہ بارہ بجے تک رہتا۔ اور درس کی تکمیل جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں ہوتی۔ چنانچہ دوسرے دن جب جامع مسجد میں قاری صاحب پڑھنے کو بیٹھے اور شائقین حلقہ بنا کر بیٹھ گئے تو آپ نے ایک جوان پنجابی کی طرف غور سے دیکھا اور صدہا حاضرین کے درمیان اس سے کہا "تم نے ہماری نماز رات کیوں خراب کی تھی" وہ آپ کی بات سُن کر لرزہ براندام ہوگیا۔ آپ نے فرمایا "تم کو معلوم نہیں کہ کتنی متواتر قراتیں ہیں اور پھر کتنی روایتیں ہیں" اور پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عشقت رسد بہ فریاد گر تو بہ سانِ حافظ — قرآن ز بر بخوانی با چار دہ روایت

(تیرا عشق فریاد تک پہنچ جائے اگر تو حافظ کی طرح بہ چودہ قرارت میں قرآن پڑھے)

اس پنجابی کی کالی داڑھی یک مُشت، کانوں تک پٹھے، سر پر کلاہ و دستار تھی۔ اس کی ہیئت سے ظاہر تھا کہ وہ عالم بھی ہے۔ وہ بہ صد عاجزی آپ کے پاس آیا دست بوسی کی اور اپنی لاعلمی و ناواقفی کا اظہار کیا۔ وہ آپ کی اس کرامتِ باہرہ کو دیکھ کر بہ جان و دل آپ کا گرویدہ ہوا۔

نگاہِ مست تو آں را کہ مستفید کند — ہزار پیر خرابات را مرید کند

(تیری مست نگاہ جس کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنا دے وہ ہزاروں خراباتیوں کو مرید بنا دے)

گلدستہ

ایک جمعہ کو مفتی عبیداللہ صاحب نے آپ کے بیٹھنے کی جگہ میں نہایت عمدہ بڑا گلدستہ رکھا تھا۔ آپ تشریف لائے اور غور سے گلدستہ کی طرف دیکھ کر مفتی صاحب سے کہا۔ عبیداللہ اس کو کہاں سے لائے ہو۔ انھوں نے کہا۔ حضور، یہ گلدستہ دلاور لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا "دُور کُن دُور کُن" یعنی اس کو ہٹاؤ ہٹاؤ۔

دلاور آپ کے قدیمی مخلصین میں سے تھے۔ سالہا آپ کے حلقہ میں شامل رہے اور حضرت برادر کلاں کی خورد سالی میں خوب خدمت کی۔ آپ نے دوسری رمضان ۱۳۱۸ھ کو ایک خط حاجی عبداللہ عمر کو بمبئی لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ سردی کی شدت ہے۔ صبح کی نماز ہم نے مسجد شریف میں ادا کی۔ سکندر خاں اور دلاور خاں دو شخص نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اسی وضو سے ہم بیٹھے ہیں

محرابِ مسجد میں اور چند شخص وظیفہ کر رہے ہیں ہمارے حضور میں۔ مولوی سید شرف الدین خراسانی ۔۔۔ سراج الدین خاں، مرزا خان، سکندر خان، زمورائے خان، گلزار خان، عبدالحنان خان، اختر خاں۔ امید ہے ان لوگوں کا وظیفہ اچھا ہوگا۔ اب ساڑھے گیارہ بجنے کا وقت ہے۔ اُمید ہے کہ وضوئے صبح سے ظہر کی نماز ہم ادا کریں۔ یہ سب حالات واسطے ازدیادِ شوق کے تحریر کیئے "وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى مَن اتبع الهُدىٰ والتزمَ متابعة المصطفیٰ صلی اللہُ علیہ وعلیٰ جمیع الأنبياءِ والمرسلين وَعَلَىٰ آلِهِم وَاصحابهم اجمعين وعلىٰ عبادِ اللهِ الصالحين والحمد للهِ رَبِّ العالمين" (آپ پر سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور آنحضور کی پیروی کو مضبوط پکڑا اور آنحضور پر اور تمام انبیاء پر اور ان کی اولاد پر اور اصحاب پر درود ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر)

مکتوبِ گرامی میں آپ نے جس دلاور کا ذکر کیا ہے وہ یہی دلاور ہے جو گلدستہ لایا تھا خدا جانے کہ اس کو چرس پینے کی عادت کیسے پڑ گئی۔ جب سے اس کو یہ عادت پڑی آپ نے اس کو نکال دیا، لیکن وہ آپ کا سچا عاشق تھا۔ جب آپ کا قیام دلّی میں ہوتا وہ دلّی آجاتا۔ اور جب آپ کوئٹہ جاتے تو وہ بھی کوئٹہ چلا جاتا۔ اور جدھر سے آپ کی سواری برائے تفریح جایا کرتی کہیں چھپ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور آپ کو ایک نظر دیکھ لیتا تھا، یہی دید اور دادید اُس کا متاعِ عزیز اور مقصدِ حیات ہو کر رہ گیا تھا۔ رحمہ اللہ وغفر لہٗ۔

جس وقت آپ نے مفتی عبیداللہ سے دریافت کیا تھا اور گلدستہ کو ہٹوایا تھا۔ جامع مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب متحیر تھے کہ گلدستہ سے آپ کو بوئے کثافت کیسے پہنچی۔ اور آپ نے صد ہا نفر میں پنجاب کے جوان حافظ کو کیسے پہچانا کہ رات کو اسی نے فتحہ دیا تھا۔

۱۔ مقامِ خواجہ برتر از گمان است	بروں از حدِّ تقریر و بیان است
۲۔ دلش بحریست ز اسرارِ الٰہی	کز و یک قطرہ از مہ تا بہ ماہی

۱۔ خواجہ کا مقام گمان سے بالاتر ہے۔ تقریر اور بیان سے باہر ہے۔
۲۔ اس کا دل خدائی بھیدوں کا سمندر ہے۔ اس کا ایک قطرہ چاند سے مچھلی تک ہے۔

بقیہ از اخبار تراویح بارہ رکعت کے بعد ان تمام افراد کو جو نماز میں شریک ہوتے تھے دو دو پیالی عمدہ چائے پلاتے تھے۔ بعض افراد چار میل اور بعض پانچ میل کے فاصلہ سے تراویح میں آکر شریک ہوتے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ سائیکل پر جاتے تھے لیکن سحور کا وقت بہت کم ملتا تھا اور کسی دن تو کوئٹہ ہی میں سحور کرنا پڑتا تھا۔

اِس مبارک مہینہ میں آپ کی طبیعت بہت خوش ہوتی تھی۔ آپ بار بار کھانا پکوا کر نمازیوں کو کھلایا کرتے تھے۔ آپ نے شنبہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۱ء مولوی بخش اللہ کو دتی خط لکھا ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں "۱۲ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۹ کو شیرِ خدا علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ، ۲۳ رنتو (آپ کی نواسی محمدی) کی سالگرہ، ۲۵ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم، ۲۷ ایضاً حضورِ انور، ۲۹ ایضاً حضورِ انور، اِن تاریخوں میں سترّاسی تراویح پڑھنے والوں کو قورمہ روٹی، چائے، افطاری۔ الحمد للہ رب العالمین"

صلوٰۃ التسبیح یہ نہایت بابرکت نماز ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو تعلیم کی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا سے فرماتے ہیں۔ اے چچا کیا میں تم سے صلہ نہ کروں، کیا میں تم کو ایک نعمت عطا نہ کروں، کیا میں تم کو نفع نہ پہنچاؤں۔ حضرت عباس نے کہا۔ جی ہاں پہنچائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا چار رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ پندرہ مرتبہ پڑھو اور پھر رکوع کرو اور رکوع میں دس مرتبہ اور پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ اور پھر سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر سجدہ سے اُٹھ کر دس مرتبہ اور پھر سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر سجدہ کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے دس مرتبہ۔ اور یہ سب ۷۵ مرتبہ ہر رکعت میں اور چار رکعات میں تین سو مرتبہ ہوا۔ اگر تمہاری خطائیں ریت کے ذرات کے برابر ہوں گی تو اللہ ان کو معاف کر دے گا۔ حضرت عباس نے کہا۔ یارسول اللہ ہر روز اس نماز کو پڑھنے کی کس میں طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر ہر روز نہیں پڑھ سکتے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ——— سال میں ایک بار۔ اور ترمذی نے امام عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ مرتبہ اور پھر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد دس مرتبہ پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تین مرتبہ کہنے کے بعد دس مرتبہ اور پھر قومہ میں دس مرتبہ اور پھر پہلے سجدہ میں دس مرتبہ اور پھر دو سجدوں کے مابین دس مرتبہ اور پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ۔ اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ اور چار رکعت میں تین سو مرتبہ پڑھنا ہے اور چار رکعت کو ایک سلام سے بھی پڑھ سکتا ہے اور دو سلام سے بھی۔ اگر نماز میں سجدۂ سہو کرنا پڑے تو اس میں تسبیحات دس دس مرتبہ نہ پڑھے۔ کیونکہ تسبیحات کا پڑھنا تین سو مرتبہ ہے اور وہ پوری ہو چکیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ہر جمعہ کے دن زوال کے قریب

اِس مبارک نماز کو پڑھا کرتے تھے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ اگر تسبیحات کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا اضافہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ تسبیحات کے بعد لاحول اور پھر عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ پڑھا کرتے تھے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔ چار رکعت بہ یک سلام میں تین سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

صلوٰۃ التسبیح بہ جماعت حضرات حنفیہ کے نزدیک بجز تراویح کے دوسرے نوافل کا بہ جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ اواخرِ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق اوائلِ جون ۱۹۱۵ء سید یوسف زَوَاوِی مدینہ منورہ سے مع اپنے جوان صاحبزادے اور ایک رفیق کے آپ سے بیعت ہونے کوئٹہ بلوچستان آئے۔ ۲۷ رجب (۹ جون) کو بعد نماز مغرب انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا کہ اگر صلوٰۃ التسبیح جماعت سے پڑھ لی جائے تو بہتر ہو۔ سب مخلصین جو ساٹھ ستر کے قریب تھے پڑھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ حنفیہ کے نزدیک نوافل کا جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ انھوں نے کہا کتنے ہی مسائل ہیں کہ اُن میں ایک امام کے اتباع دوسرے امام کے قول پر عمل کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مسئلۂ اُجرت گرفتن بر طاعت، کہ اس میں احناف نے امام شافعی کے قول کو لیا ہے۔ آپ بھی اس نماز کو باجماعت پڑھنے میں امام شافعی کے قول کو لے لیں اور اس وقت میرے رفیق کو امام کر دیں وہ شافعی المذہب ہیں۔ ہم سب ان کی اقتدا کر لیں گے اور پھر آپ اس پر عمل کرتے رہیں۔ چنانچہ اُن کے ساتھی نے نماز پڑھائی اور آپ نے اور سب مخلصین نے اور ہم تینوں بھائیوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور اس کے بعد سے آپ اس مبارک نماز کو جماعت کے ساتھ مبارک راتوں میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ ہزارہا افراد اس نماز سے واقف ہوئے اور وہ اس کو پڑھنے لگے۔ دلّی کی خانقاہ شریف میں یہ نماز پڑھنے کے لئے بکثرت لوگ آنے لگے۔ نواب سراج الدین سائلؔ، پیرزادہ محمد حسین جج، پیرزادہ مظفر احمد، حاجی قدرت اللہ، حاجی ظفیر الدین، قاری فضل الرحمٰن وغیرہم بھی شریک ہوتے تھے۔ آپ اس مبارک نماز کی فضیلت پہلے بیان کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حاجی ظفیر الدین نے آپ سے نماز کے بعد کہا۔ ہمارے سب گناہ معاف ہوگئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہم کو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ ہمارے سب گناہ معاف کر دے۔ با کریماں کارہا دشوار نیست۔

خدا کا فضل ہے یہ مبارک نماز اب بھی ہوتی ہے۔ یہ عاجز سال میں تین مرتبہ یہ نماز پڑھاتا

تھا۔ لیکن اب چند سال سے نصف شعبان کی شب کو ہوتی ہے۔ بلا تداعی اپنے شوق سے مخلوق آتی ہے۔ یہ عاجز سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنے پر اکتفا کرتا ہے اور سورۂ زُلزِلَ وعَادِیَات وقَارِعَہ وتکاثر پڑھتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا پڑھا کرتے تھے اور امامت حضرت برادر کلاں فرماتے تھے۔

مطالعہ

طالب علمی کے دور میں آپ نے مروجہ علوم وفنون پڑھے اور خوب تحقیق سے پڑھے آپ نے تاریخ وادب وفقہ وتصوف کی اعلیٰ کتابوں کا مطالعہ خوب دقیق نظر سے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو اور کمالات دیئے تھے وہاں آپ کو اعلیٰ درجہ کی قوتِ حافظہ بھی دی تھی۔ لہٰذا جو بھی آپ نے پڑھا اور مطالعہ کیا وہ آپ کے ذہن ودماغ میں محفوظ تھا۔ جب سے طریقت کا کام آپ کے سپرد ہوا آپ کا شغف وانہماک قرآن مجید واحادیثِ مبارکہ کی طرف مرکوز ہوگیا۔ تصوف یا کسی دوسرے فن کی کتاب کا مطالعہ بہت کم کرتے تھے "دنیا اور اہلِ دنیا سے انقطاع" کے بیان میں آپ کا وہ خط نقل کیا جاچکا ہے جو اسماعیل بن عبدالرحمٰن کو ارسال کیا ہے۔ سالہاسال قرآن مجید کے فہم معانی کے سلسلہ میں آپ مشغول رہے اور ائمۂ قرارت کی کتب سے اوقاف کا بیان کیا جس کا ذکر تفصیل سے آنے والا ہے۔ آپ اکثر احادیثِ طیبہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ مسند شریف حضرت امام احمد بن حنبل اور اس کے حاشیہ پر کنز العُمّال سے آپ کو بہت شغف تھا۔ گھنٹوں آپ اس کا مطالعہ فرماتے تھے۔ جو نسخہ آپ کے مطالعہ میں رہا ہے' اُس پر آپ نے جابجا سُرخ روشنائی سے خطوط کھینچ رکھے ہیں۔ یہ خطوط مسند اور کنز العمال کی احادیث مختارہ پر کئے ہیں۔

بعض احادیث کا لکھنا

آپ کسی کاغذ یا کسی مجلّد کے سادے ورق پر احادیث مختارہ لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ محمد اعلیٰ میرٹھی کے رسالہ "صبح صادق" تالیف ۱۳۱۴ھ کی جلد پر مسند شریف کے مجلد رابع کی احادیثِ مبارکہ لکھی ہیں۔ اور ایک چوورقہ پر آپ نے اکسٹھ احادیثِ مبارکہ نقل کی ہیں۔ اور ایک کاغذ پر ایک حدیث شریف تحریر فرمائی ہے جو تبرکاً نقل کی جاتی ہے۔

ایک حدیث شریف

"حدثنا یحیی بن حبیب الحارثی قال حدثنا خالد بن الحارث قال حدثنا ابن جریج قال حدثنی یونس بن یوسف عن سلیمان بن یسار قال تفرق الناس عن ابی هریرة فقال له ناقلُ اهلِ الشام ایها الشیخ حدّثنی

حدیثاً سمعتہ من رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال نعم۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اِنّ اوّل الناس یقضی یوم القیامۃ علیہ رجل استشھد فاتی بہ فعرّفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا قال قاتلت فیك حتّٰی استشھدت قال کذبت ولکنك قاتلت لان یقال جرئ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتیٰ القی فی النار ورجل تعلّم العلم وعلمہ وقرأ القرآن فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا قال تعلمت العلم وعلمتہ وقرأت فیك القرآن قال کذبت ولکنك تعلمت العلم لیقال عالم وقرأت القرآن لیقال ھو قاری فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتیٰ القی فی النار ورجل وسع اللہ علیہ واعطاہ من اصناف المال کلہ فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا قال ما ترکت من سبیل تحب ان ینفق فیہا الا انفقت فیہا لك قال کذبت ولکنك فعلت لیقال ھو جواد فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ ثم القی فی النارؒ

(مطلب) حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن شہید کا فیصلہ پہلے کیا جائیگا۔ شہید کو لایا جائے گا اور اس کو وہ نعمتیں یاد دلائی جائیں گی جو اس کو دی گئی ہیں۔ وہ ان کا اعتراف کرے گا تو اس سے کہا جائیگا۔ ان نعمتوں کو پاکر تونے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں تیرے لئے لڑا اور شہید ہوا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تُو تو اس واسطے لڑا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو بہادر کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا اور قرآن مجید پڑھا۔ اس کو وہ نعمتیں یاد دلائی جائیں گی جو اس کو دی گئی ہیں وہ ان کا اعتراف کرے گا تو اس سے کہا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پاکر تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا۔ میں نے تیرے واسطے علم سیکھا اور سکھایا اور کلام پاک پڑھا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو نے علم اس واسطے پڑھا کہ عالم کہلایا جائے۔ اور قرآن اس واسطے پڑھا کہ قاری کہلایا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے تجھ کو عالم اور قاری کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر وہ شخص لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے فارغ البالی اور ہر طرح کا مال ومتاع دے رکھا ہے۔ اس کو وہ نعمتیں یاد دلائی جائیں گی جو اس کو دی گئی ہیں، وہ ان کا اعتراف کرے گا تو اس سے کہا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پاکر تُو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا میں نے تیری پسندیدہ راہوں میں اس کو خرچ کیا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا۔ تو جھوٹ کہتا ہے تُو نے اپنی دولت اس واسطے خرچ کی کہ جواد کہلایا جائے چنانچہ لوگوں نے تجھ کو جواد کہا۔ اور پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کو دوزخ میں

ڈال دیا جائے اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔"

پانچ مرتبہ مسند کا مطالعہ

اِس عاجز نے آپ کو کہتے سُنا ہے کہ ہم نے مسند امام احمد کا مطالعہ از اول تا آخر پانچ مرتبہ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ یورپ میں طبقات ابن سعد چھپی ہے تو آپ نے حاجی عبداللہ عمر کو یکم ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۶ر ستمبر ۱۹۱۱ء بمبئی خط تحریر کیا۔ اس میں لکھا ہے۔

"طبقاتِ ابن سعد عمدہ کتاب ہے۔ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے حالات اس میں مرقوم ہیں۔ کتب خانۂ شیخ الاسلام میں یہ کتاب نہیں ملتی۔ یورپ میں یہ کتاب بے شک طبع ہوئی ہے۔ جو طبع ہو گئی ہے بس یہی ہے، اور کہیں اس کا وجود نہیں ہے۔ اور کتاب فروش کے پاس بھی اگر ملے گا تو بس ایسا ہی نسخہ ملے گا۔ اس سے بہتر کہیں طبع نہیں ہوا۔ بخاری شریف سے بھی یہ کتاب پہلے تصنیف ہوئی ہے۔ گیارہ سو برس سے پہلے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ اس واسطے ہم تم کو بار بار لکھتے ہیں کہ یہ کتاب خرید کر بھیجدو۔ الخ۔"

طبقات اور بخاری کا مطالعہ

چنانچہ اس مبارک کتاب کے جو اجزا چھپ گئے تھے، وہ آپ کے پاس آگئے اور پھر جنگِ عظیم کی وجہ سے باقی اجزاء کا آنا بند ہو گیا۔ آپ سے عبیدالرحمٰن خاں صاحب فرزند صدر یار جنگ جناب حبیب الرحمٰن خاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۱۶ء میں بیعت ہوئے۔ اُن سے اِس کتاب کا ذکر آیا اور انھوں نے آپ سے اپنے حضرت والد کے متعلق بتایا کہ انھوں نے بھی یہ کتاب منگوائی ہے۔ اس عاجز سے ابھی کچھ دن پہلے جناب عبیدالرحمٰن خاں صاحب نے کہا۔ کہ آپ نے ان سے دریافت کیا۔ کیا تمہارے پاس اِس کتاب کے کامل اجزاء آگئے ہیں؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا "جو اجزاء ہمارے پاس آگئے ہیں ہم سات مرتبہ ان کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور امام بخاری کی صحیح بارہ مرتبہ مطالعہ کر چکے ہیں۔"

مطالعہ کا طریقہ

عام طور پر آپ کی نشست چار زانو ہوتی تھی۔ البتہ میلاد مبارک کی پاک محفل میں اور بزرگانِ دین کے مزارات شریفہ کے سامنے آپ دو زانو بیٹھتے تھے۔ جب چار زانو نشست ہوتی تھی تو آپ تقریباً ڈھائی تین انچ موٹا تکیہ گھٹنوں کے اوپر رکھتے تھے اور اس پر کُہنیاں ٹیک کر دونوں ہاتھ سے کتاب کو پکڑ کر گھنٹوں مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی آپ نے لیٹ کر یا دائیں یا بائیں تکیہ کر کے کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ آپ نے زمین پر کتاب کبھی نہیں رکھی بلکہ ایک

تپائی پر کتاب رکھتے تھے۔

کتب اَوراد و وظائف

آپ کو حصنِ حصین اور حزبِ اعظم سے خاص لگاؤ تھا۔ اَورادِ فتحیہ بھی پسند تھی۔ اگر مخلصین میں سے کوئی ان کتابوں میں سے کسی کتاب کو یا دلائل الخیرات کو آپ سے پڑھنا چاہتا تھا تو آپ نہایت شفقت سے اس کو پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ دلی کے مخلصین میں سے کسی نے مناجات مقبول پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: "نہیں، ہم نہیں جانتے کہ یہ کتاب کس نے لکھی ہے اور کیسی دعائیں جمع کی ہیں۔ ہمارے ائمہ نے حصنِ حصین اور حزبِ اعظم لکھی ہے، ان کو پڑھو۔"

اِس عاجز نے مناجاتِ مقبول تو دیکھی نہیں ہے۔ البتہ اس دَور کے بعض دوسرے رسائل دیکھے ہیں۔ وہی دعائیں جو حصنِ حصین یا حزبِ اعظم میں ہیں لکھی ہیں۔ البتہ وہ مبارک دعائیں جو اُن کے مسلک کے خلاف ہیں نہیں لکھی ہیں۔ اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کیا حنفی اُن احادیثِ شریفہ کو نہیں لکھوگا جو رفع یدین یا آمین بالجہر کے متعلق وارد ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک ہر وہ مبارک دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت ضعیف طریقہ سے ہوا ہو اور وہ موضوعی نہ ہو، ہمارے عقل و فکر اور ہمارے علم و خیال سے کہیں بالا و برتر اور مبارک و اطیب ہے۔ آنجناب کی طرف نسبت نے اُس کو اوجِ رفعت پر پہنچا دیا ہے۔

"آپ کے کسب سلوک" کے بیان میں آپ کی تحریر نقل کی جا چکی ہے کہ اسبوعہ دلائل الخیرات اور حزبِ اعظم بہ کمالِ خشوع آپ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو حصنِ حصین سے بہت شغف تھا۔ حصن حصین اور حزبِ اعظم کی بیشتر دعائیں ازبر یاد تھیں اور آپ ان کو پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف میں آپ کو اس درود شریف سے زیادہ لگاؤ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

قصائدِ مبارکہ

آپ کو قصیدۂ ہمزیہ، قصیدۂ بردہ، قصیدۂ منفرجہ بہت پسند تھے۔ آپ نے ۱۳۲۹ھ قصیدۂ منفرجہ کے فضائل بیان فرمائے اور ہم تینوں بھائیوں نے یہ مبارک قصیدہ آپ سے پڑھا۔

مالقی سہیلی کے اشعار

آپ نے شیخ عبدالرحمٰن مالقی سہیلی کے سات شعر پڑھے اور ارشاد فرمایا۔ اگر حضورِ قلب سے اِن اشعار کو پڑھ کر دُعا کی جائے تو اِن شاء اللہ مقبول ہوگی۔ وہ اشعار یہ ہیں :-

يَا مَنْ يَرَىٰ مَا فِي الضَّمِيرِ وَيَسْمَعُ　　أَنْتَ الْمُعَدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ

يَا مَنْ يُرَجّٰى لِلشَّدَائِدِ كُلِّهَا — يَا مَنْ إِلَيْهِ الْمُشْتَكٰى وَالْمَفْزَعُ
يَا مَنْ خَزَائِنُ رِزْقِهٖ فِيْ قَوْلِ كُنْ — اُمْنُنْ فَاِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ اَجْمَعُ
مَالِيْ سِوَاكَ فَقْرِيْ اِلَيْكَ وَسِيْلَةً — فَبِالْاِفْتِقَارِ اِلَيْكَ فَقْرِيْ اَدْفَعُ
مَالِيْ سِوٰى قَرْعِيْ لِبَابِكَ حِيْلَةٌ — فَلَئِنْ رَدَدْتَ فَاَيَّ بَابٍ اَقْرَعُ
وَمَنِ الَّذِيْ اَدْعُوْ وَاَهْتِفُ بِاسْمِهٖ — اِنْ كَانَ فَضْلُكَ عَنْ فَقِيْرِكَ يُمْنَعُ
حَاشَا لِجُوْدِكَ اَنْ تُقَنِّطَ عَاصِيًا — فَالْفَضْلُ اَجْزَلُ وَالْمَوَاهِبُ اَوْسَعُ

اشعار کا مفہوم

اس عاجز نے ہنگامۂ زد و خورد ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں ان اشعار کے مفہوم کو فارسی میں بیان کیا اور دعا کی۔ اور اس کا تاریخی نام "نوائے رنج و غم" رکھا جو درج ذیل ہے:۔

اے کہ دانی حالِ دل را از نہاں — بشنوی صوتِ خفی از جانِ جاں
اے کہ بہرِ دردِ درماں ذات تو — وے کہ باشی در مصائب مستعاں
اے کہ داری گنجہا در قولِ کُن — منتے کن بر فقیرِ زیدہاں
نیست مارا چارۂ از فقرِ تو — خاک ایں فقر است تاجِ قدسیاں
مستمندم بر درت دستک زنم — گرچہ در دستم بود ملکِ جہاں
بندہ پرور، گر تو رانی از درت — کو درے باشد بگردم گردِ آں
کوست نامِ پاکِ وے بر لب رود — راحتِ دلہا بود، لطفِ زباں
دستگیرِ بےکساں لطفت بود — درگہت باشد ملاذِ عاجزاں
در عتابت جنتم دوزخ بود — در رضایت بہرِ من دوزخ جناں
نا امید از رحمتت کافر بود — خود تو فرمودی کہ لطفم بےکراں
لطفِ تو بیش است از فکر و خیال — فضل و جودت بے حساب و بے گماں
بندگانت را خطاہا اگرچہ بیش — لیک تا کے در فشارِ کافراں
تا بہ کے بربادیٔ مسلم بود — تا بہ کے از خونِ وے دریا رواں
سینہا از درد تا کے چاک چاک — چشمہا از سوز تا کے خوں فشاں
بہرِ طفلاں شیرِ مادر خوں شدہ — عصمتِ زنہا بہ دستِ جابراں
تا بہ کے از دشمناں اسلام را — صدمہائے جاں گداز و دل ستاں

جائے مسجد تا بہ کے بُت خانہا	جائے منبر تا بہ کے رقصِ بُتاں
تا بہ کے اوراقِ مصحف منتشر	ہمچو برگِ گُل بہ ایامِ خزاں
جنگِ اسلام است با کفر و فساد	با محمد در جدل طاغوتیاں
بہرِ قتل و نہب یکسر آمدند	با تفنگ و خنجر و تیغ و سناں
یا الٰہی گشت افزوں از حساب	ظلم و عدوان و جفائے دشمناں
بندگانت عاجزند و بیکس اند	انتقامِ شان بگیر از ظالماں
بیکساں در انتظارِ نصرت اند	بیکساں را از بلاہا وارہاں
بارِ مولیٰ حافظ و ناصر توئی	بہرِ مظلوماں توئی حرز و اماں
شَتِّتِ اللّٰهُمَّ شَمْلَ الْمُشْرِكِيْن	وَانْصُرِ الْاِسْلَامَ نَصْرَ الْاَمْتِحَان
تا بہ کے ایں ذلت و خواری بود	بارے بنگر سوئے حالِ زارِ شاں
مدتے بگزشت در درد و کرب	مرہمے نہ بر دلِ افسردگاں
عفو فرما جملہ تقصیرات را	یک نگاہِ لطف فرما یک زماں
بہرِ لطفت بندگانت را مدام	دست بر رو چشم سوئے آسماں
يَا خَفِيَّ اللُّطْفِ اِدْرِكْ حَالَنَا	كُنْ لَنَا عَوْنًا فَاَنْتَ الْمُسْتَعَان
دور فرما ظلم و عدوان و ستم	دور فرما رنج و اندوہ و زیاں
دور فرما جملہ آلام و محن	دور فرما ہر بلائے ناگہاں
رحم فرما بر فقیرِ بے نوا	رحم فرما اے خدائے مہرباں
يَا مَلِيْكَ الْكَوْنِ جَلَّتْ قُدْرَتُكْ	اِرْفَعِ الْاَوْزَارَ عَنَّا بِالْحَنَان
هَبْ لَنَا بِاللُّطْفِ مِنْكَ الْمَغْفِرَه	وَاسْتَجِبْ مِنَّا فَقَدْ آنَ الْاَوَان

بعض اشعار آپ نے علامہ دمیری کی کتاب "حیات الحیوان" کے بعض لطیف قصائد کی نشان دہی فرمائی۔ خود بھی آپ نے پڑھا اور حضرت برادرِ کلاں نے نہایت اعلیٰ طریقہ پر پڑھ کر سنایا اور آپ خوب متلذذ ہوئے۔

آپ نے حضرت برادرِ کلاں کو کسی کتاب میں سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یاد کرائے تھے۔ ابتدا کے دو شعر اس عاجز کو یاد ہیں۔ لکھتا ہے۔

لَكَ الْحَمْدُ يَا مَنْ فَضْلُهُ مُتَوَاتِرٌ	وَيَا مَنْ لَهُ جُوْدٌ عَمِيْمٌ وَعَامِرٌ

لَكَ الْحَمْدُ مِنِّيْ مَا قَبِلَ الْحَمْدَ امْتِنِيْ   لِجُوْدِكَ وَالْاِحْسَانِ وَالْفَضْلِ ذَاكِرٌ

عجب وقت عجب دور تھا۔ غافل سے غافل دل بھی تھوڑے ہی دنوں میں لذتِ ایمان کی حلاوت سے سرشار نظر آنے لگتا تھا۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی مَنْ رَبَّاہُ فَاَحْسَنَ تَرْبِیَتَہٗ۔

قرآن مجید کا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر رحمہما اللہ کے تراجم آپ کو پسند تھے۔ جو بھی آپ سے ترجمہ کے متعلق دریافت کرتا تھا آپ ان دو حضرات کے تراجم میں سے کسی ایک کے ترجمہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ آپ نے ہمشیرگان کو بھی حضرت شاہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھایا۔

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور آپ کے پاس ایک نسخہ ارسال فرمایا کہ آپ اصلاح فرما دیں۔ شیخ فضل عمر دہلوی نے اوّل سے آخر تک آپ کو ترجمہ سنایا۔ آپ نے جہاں مناسب سمجھا اصلاح کی۔ اور شیخ فضل عمر کے ہاتھ وہ نسخہ ڈپٹی صاحب کو بھیج دیا۔ آپ نے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۳۰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کے ترجمہ کی اصلاح فرمائی۔ ڈپٹی صاحب نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: "مسلمانو سود (در سود) نہ کھاؤ (کہ اصل میں مل جل کر دگنا چوگنا (ہوتا چلا جائے)" ڈپٹی صاحب نے آپ کی اصلاحات کو دیکھا سب کو تسلیم کیا اور سود کے متعلق فضل عمر سے کہا کہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ ترجمہ کیا ہے اور اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ آپ نے فضل عمر کی معرفت ان کو کہلا بھیجا "ہم جب خانقاہ شریف آئے تھے تو ہمارے پاس پانچ روپے بھی نہ تھے۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے۔ مسلمانوں کا معاملہ اللہ سے صاف ہونا چاہیئے۔ ان کو دینے والا اللہ کافی ہے جو سب کا مالک ہے۔" یہ سن کر ڈپٹی صاحب خاموش ہو گئے۔ اور پھر انھوں نے فضل عمر صاحب سے کہا "میرے ترجمہ کی اگر کسی نے قدردانی کی ہے تو بس حضرت شاہ صاحب نے کی ہے۔"

صبح کا حلقہ آپ سن تیرہ سو تینتیس چونتیس تک باقاعدہ دو وقت حلقہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح کو نو ساڑھے نو بجے سے دن کے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک اور رات کو نو بجے سے دو ڈھائی بجے تک۔

درسِ حدیث صبح کے حلقہ میں آپ اصحابِ نسبت علماء کو صحیح بخاری یا صحیح مسلم کا درس دیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے آپ عبارت کی صحت فرماتے تھے۔ اور

پھر حدیث شریف کا صحیح ترجمہ اور مطابقۃ الباب کا بیان۔ اگر اسناد میں کوئی بات ہے تو اس کو بیان فرما دیا حضرت شاہ عبدالغنی محدث دارالہجرہ قدس سرہٗ کا مسلک آپ کا مسلک تھا۔ بیکار کی لمبی چوڑی تقریریں آپ کو پسند نہ تھیں۔ آپ کی سعی اس پر مرکوز رہتی تھی کہ ارشاداتِ نبویہ عَلیٰ صَاحِبِهَا أَلْفُ أَلْفِ صَلَاةٍ وَتَحِيَّةٍ کی حلاوت سے رُوح متلذذ ہو۔

اس عاجز کے نزدیک لمبی چوڑی تقریروں سے حدیثِ مبارک کی حلاوت سے غفلت اور بیکار کی الجھنوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

وہ علماء جو آپ سے پڑھتے تھے اگلی صف میں ہوتے تھے اور ان کے پیچھے سالکانِ راہِ طریقت آنکھیں بند کئے، سر جھکائے ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ بہ ظاہر آپ کی توجہ حدیث شریف پڑھنے والوں کی طرف ہوتی، لیکن سالکانِ راہِ طریقت پر بھی ابوابِ فیض کھلے رہتے تھے۔ اور وہ منازلِ سلوک طے کرتے تھے۔ اگر کسی میں غفلت آتی تو فوراً آپ تنبیہ فرماتے۔ اور وہ اپنے کام میں لگ جاتا۔ حکیم عبدالعزیز صاحب بریلوی، حکیم عبدالمجید خاں سے فنِ طب پڑھتے تھے اور آپ سے راہِ سلوک کے لطائف حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے اس عاجز سے کہا۔ جس وقت آپ حدیث شریف پڑھاتے تھے، میں ذکر شریف میں مصروف ہوتا تھا۔ فیوضاتِ رحمانیہ کا اثر تمام بدن میں محسوس کرتا تھا۔ ڈھائی تین گھنٹے گزر جاتے تھے اور مجھ کو کچھ خبر نہ رہتی تھی۔ تقریباً بیس سال ہوئے کہ اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔ جس محبت اور ذوق وشوق کے اس وقت کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اس کا اثر اس عاجز پر اب تک ہے۔ جب بھی وہ یاد آتے ہیں، دُعائے خیر دل سے نکلتی ہے۔ اللہ اُن پر اپنی خاص رحمتیں نازل کرے اور ان کی قبر کو نُور سے بھر دے۔

قرآن مجید کے اوقاف

صبح کے حلقہ میں آپ نے کئی سال تک ائمۂ فن کی کتابوں سے قرآن مجید کے اوقاف کا بیان کیا۔ اور مصاحف شریفہ پر اُن کو لال روشنائی سے خود بھی لکھا اور علماء کی جماعت سے بھی لکھوایا۔ آپ نے دوشنبہ ۹ ماہِ میلاد ۱۳۲۸ھ کو ایک تحریر مولوی حکیم غلام محی الدین زینت رقم لاہوری کو دی ہے۔ اس تحریر سے اوقاف کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس لئے یہ عاجز اس کا اردو ترجمہ لکھتا ہے۔ اصل تحریر فارسی میں ہے۔

آپ کی تحریر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اما بعد۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے سلسلۂ قرأت میں جو اساتذہ گزرے ہیں اور جن کے ذریعہ ہم تک قرآن مجید پہنچا ہے، اُن میں شیخ الاسلام زکریا انصاری، امام جزری، امام ابو عمرو دانی، اُن اوقاف پر متفق ہیں، جن کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ اور وہ اوقافِ تامہ، کافیہ الاکثر ہیں۔ ہم نے ان تین اماموں کی تحقیق کے مطابق اوقاف کو لکھا ہے۔ اور ان کے اصول و قواعد پر قیاس کرتے ہوئے وقفِ جائز کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ۔ پر ہم نے وقف جائز لکھا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ ہے۔ اور یہ جملہ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ کا زجاجہ یا کوکبٌ دُرِّیٌّ کی نہ صفت ہے اور نہ حال ہے اور نہ ان سے متعلق ہے۔ لہٰذا کوکبٌ دُرِّیٌّ کو یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ سے ملا کر پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اور کوکبٌ دُرِّیٌّ پر وقف کرنا جائز ہے، جبکہ ہمارے مشائخ نہ وقفِ لازم کا ذکر کریں اور نہ وقفِ مطلق کا، بلکہ وہ اس کے خلاف کہتے ہیں۔

وَلَیْسَ فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ وَقْفٍ وَجَبْ وَلَاحَرَامٌ غَیْرُ مَالَہٗ مِنْ سَبَبْ

یعنی قرآن میں نہ کوئی وقف واجب ہے اور نہ کوئی وقف حرام ہے (بجز اس کے کہ کسی سبب سے حرمت آئے۔ مثلاً کوئی قصداً لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْا پر وقف کرے اور پھر اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ کہے تو یہ قباحت اس کی بدنیتی سے آئی ہے) اور انھوں نے اوقافِ تامہ، اوقافِ کافیہ، اوقافِ حسنہ کا اثبات کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ لہٰذا ہم شاگردوں کو مناسب نہیں ہے کہ اُن کی مخالفت کرتے ہوئے وقوفِ لازمہ اور مطلقہ کا استعمال کریں اور ان کے بیان کردہ اوقافِ تامہ، کافیہ، حسنہ کو چھوڑیں۔ ان حضرات کی خدمتِ قرآنیہ سے جو شخص واقف ہے اور شیخ الاسلام کے رسالے اور منار الہدیٰ کو سمجھتا ہے۔ وہ ہماری تحقیق کو جو ہم نے اوقاف کے سلسلہ میں کی ہے پسند کرے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

اَمَرَ بِکَتْبِہٖ الْعَبْدُ الطَّالِبُ مِنْ رَبِّہٖ اَنْ یُّدْخِلَہٗ فِیْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ

عبداللہ ابوالخیر الفاروقی النقشبندی الحنفی غفر اللہ ذنوبہ و ذنوب ابویہ

آپ کی اس تحریر سے اُن مساعی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو آپ نے اس سلسلہ میں کی ہیں۔ وقف جائز کا استنباط آپ نے کیا ہے۔ یہ استنباط کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وہی شخص اس کو کر سکتا ہے جو فنِ نحو سے پوری طرح واقف ہو۔ اور اس نے قرآن مجید کا از اول تا آخر خوب دقیق نظر سے مطالعہ کیا ہو۔

رات کا حلقہ رات کا حلقہ عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ پہلے حلقہ میں شریک ہونے والوں کے احوال کو دیکھتے تھے۔ آپ نے ایک دن فرمایا "جب تم آتے ہو تو ہماری نظر تمہارے قلب پر ہوتی ہے۔ اگر قلب کو اچھے حال میں پایا تو دل خوش ہوتا ہے اور اگر اس میں خرابی نظر آئی تو غصہ آتا ہے۔ ہم کیا کریں۔ تمہاری بھلائی کے واسطے ہم کو یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے" آپ جس میں خرابی پاتے تھے اس کو اس کے احوال کے مطابق زجر و توبیخ فرماتے یا نکلوا دیتے تھے۔ تقریباً گھنٹہ سوا گھنٹہ یہ جلالی دور چلتا اور اس کے بعد نفحاتِ فیوضاتِ رحمانیہ سے دلوں میں ایک نئی جان پڑنی شروع ہوتی۔ اِنَّ لِیْ مَعَ اللّٰہِ سَاعَۃً کی صدا کانوں میں گونجنے لگتی اور مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا کی کیفیات کو عیاناً دیکھتا۔ یہی وہ مبارک وقت اور مبارک دولت تھی جس کو حاصل کرنے کے لئے پاک نہاد افراد دُور دراز علاقوں سے آیا کرتے تھے اور آپ کی زجر و توبیخ اور مار کو خوشی سے برداشت کرتے تھے اور بزبانِ حال عرض کرتے تھے۔ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ کَمَا اَخْبَرَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اس وقت شرابِ معرفت کا دَور اپنا رنگ دکھاتا تھا۔ کوئی پتھروں کے فرش پر لوٹتا تھا۔ کوئی نعرہ اللہ لگا کر بے ہوش ہوتا تھا اور کوئی اشکِ محبت بہا کر گوہرِ مراد حاصل کرتا تھا۔ اس وقت آپ کا مبارک سر بھی خود بخود جھک جاتا تھا اور سب پر بے خودی اور استغراق کا عالم چھا جاتا تھا۔

چوں بادۂ شوق تو کند براقی — گردد تن و روح جملہ مستِ ساقی
تن مستِ شرابِ روح مستِ ساقی — آں گردد فانی و ایں گردد باقی

تحفۃ الاخبار برادرِ طریقت صاحبِ علم و نسبت صاحبزادہ ملا غلام احرار اندڑی قندہاری رحمہ اللہ نے مولانا جامی قدس سرہ کی کتاب تحفۃ الاحرار کے طرز پر اپنے پیر و مرشدِ برحق کے بیان میں تحفۃ الاخیار لکھی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

زد بہمیں دورِ سمک تا سماک — دمدمۂ فقرِ ابوالخیرِ پاک
خیز ز غفلت و طلبگار شو — در طلبِ خیر چو احرار بو
ترک ہمہ شر و ہمہ ضیر کن — فاستبقوا خواں طلبِ خیر کن

خیر چو خور نورِ زمین و سماست　　آئینۂ نورِ حقیقت نماست
آمدہ از قدس یکے طیبِ پاک　　جائے گرفتست دریں دیرِ خاک
باز پس از گلخنِ ایں خاکداں　　گشتہ سوئے قدس مبارک رواں
از رہِ جاں رفتہ بہ جاناں شدہ　　طوفِ حرم کردہ و لمعاں شدہ
در سفرِ عشق سوئے گلستاں　　رفتہ قدم بر قدم دلستاں
دائرہ بر دائرہ رفتہ چنیں　　تا بہ درِ دائرۂ لاتعیں
گشتہ طفیلش چہ حقائق شناس　　تا بہ صلاۃ است دقائق شناس
کارِ صلاتش بہ حقیقت مدام　　رفتہ بریں خواجۂ خیر الانام
مشربِ او مشربِ احمد شدہ　　بر قدمِ پاک محمد شدہ
نسبتِ او محو کنِ ہر خیال　　دُور کنِ زمزمۂ قیل وقال
نفی کنِ عالمِ امکاں شدہ　　نسبتِ او نورِ دل و جاں شدہ
گشتہ سیراب زکاسِ کرم　　نور گرفتست ز شمسِ حرم
پاک دلش آئینہ ساں باصفا است　　شرع شعار است وشہ با وفا است
قطبِ رُشاد است بہ عین الیقیں　　دیدہ کشاد است بہ حق الیقیں
رطبِ لساں است بہ شیریں کلام　　از دہنش یافتہ تمکیں کلام
دل ببرد در حرکت از سکوں　　راہ نما می شودت از دروں
نسبتِ او قوتِ ایماں شدہ　　قوتِ او مثبتِ ایقاں شدہ
قولِ مبارک ہمگی پُر اثر　　لذتِ آں کے بود اندر شکر
رُوئے مبارک چو تجلی کند　　بیندش آں کس کہ تُولّی کند
دیدۂ ناکس نہ تواند چنیں　　تا ز سرِ غور بہ بیند بہ ایں
رُخ بنماید ز یکے سرِ ہزار　　نکتہ اگر دانی ازیں سر برار
دور و نزدیک ازو نور یاب　　غمزدگاں گشتہ ازو سوریاب
دستِ درازش کہ کشد می کشد　　خنجرِ نازش کہ کشد می کشد
دیدۂ دل از ہمگی دوختہ　　آیتِ لاتلہکم اندوختہ
قُرۃُ عینی فی الصلاتش قدم　　مقتبس نور ز خور دمبدم

سِرِّ اَتَی اللہَ بِقَلبٍ سلیم | حاصلِ اُو ہست من ربِّ علیم
راہ روشِ راہِ محمد شدہ | سِرِّ دلش نسبتِ احمد شدہ
احمدی است خواجہ بہ نسبت دوبار | کارِ تخلّص تو بہ حکمت برار
زَجر دہِ زمرۂ جَدَل است او | وارثِ آں دُرّۂ عدل است او
روشنی و نورِ دل از ضربِ او | ہر بہ شیاطیں کند از حربِ او
گفت یکے روز کہ ایں خوش بکوب | تاکہ صفا خوش شود از ضربِ چوب
تازہ ز ضربم دل و ایماں شوند | مردم ازیں در بہ گلستاں شوند
پاک رواں بر درِ او صف بہ صف | چاشنی گیرند ازو کف بہ کف
تیر دعائش کہ رہاند ز کف | حق بَرِ تیرش برساند ہدف
پیرِ شریعت و طریقت وے است | مرشدِ قانونِ حقیقت وے است
جملگی احرار ازو دل خوش اند | عاشقِ او سید کہ کال وش اند
در ہمہ اقطار زوے بام و بوم | خاکِ درش بادشہِ شام و روم
بادشہِ کشورِ افلاکِ دل | قطب دریں کرۂ اَفلاک گِل
پیرِ وفا گنج دہِ ناقصاں | زو ببرد نور سرِ کاملاں
نے صفتش موے بہ مو گفتہ ام | یک ز صدش خوے ہمو گفتہ ام
ہر نفس از صدق تجلّی کند | وفقِ شریعت رہِ مولیٰ کند
از سرِ جمعیت دل با حضور | در سخن و کار رود با سرور
ہر دمش از نفس خلاف است و جنگ | بر سرِ شیطاں چہ کشاد است چنگ
دود دروغ ہم نہ شدہ در دروں | مشعلِ صدق است درون و بروں
راست بود ہر سخن راستاں | کامدہ از صدق بود داستاں
ہر سخنش راست بہ میزاں شدہ | زاں کہ چنیں کارِ عزیزاں شدہ
باطنِ اُو صاف سرِ مستنیر | بہ کہ نگہ دارمش اندر ضمیر
ہیچ نہ باید کہ شوم موشگاف | تاکہ نہ ریزد ہمگی خوں ز ناف
ورنہ مقامات زجاں برترش | برتر ازاں چار قدم کشورش
خواجۂ من اوست غلامش منم | کف بہ سر استادہ سلامش کنم

تا مگرم خواجہ وفائے کند
بہر من از رحم دُعائے کند

کز ضررِ نفس و شیاطین رہم
خاتمہ بالخیر شود جاں دہم

ہمرہ او بودہ بہ جاناں رسم
تا وسطِ خلد بہ احساں رسم

مقصدِ خود یابم و شاداں شوم
یار ببینم و خنداں شوم

رسم وفا منزلِ خیر است و بس
خیر چہ گویم آب خیر است و بس

پر ز معانی لب خیر است ایں
ہاں بہ جہاں دبدب خیر است ایں

بر قدمش ہر کہ بہ سیر است بہ
کار کہ پیوستہ بہ خیر است بہ

منقبتِ غوث دہلوی

آپ کے مخلصین میں سے مُلّا فیض اللہ آخوند ولد مُلّا دُر محمد قوم وَرْدَگ ساکن قریہ شنکی نے یکشنبہ ۱۹ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۶ھ میں "منقبت غوث دہلوی" لکھی ہے۔ اس کا کچھ حصّہ نقل کیا جاتا ہے۔

بیا اے کامل و مردِ خردمند
کہ گویم پیش تو پیرانہ یک پند

ازیں دنیا تو حُبِ خویش بردار
ز اموال و منالش دل جدا دار

بہ زاری رُو بہ درگاہِ خدا را
کہ گردی بر درش از اہلِ ابرار

شرارِ عشق او در جان افگن
تعلقہائے غیرش را بہم زن

دلے باید نخست از بہرِ عشقش
گزیں پیرے، شوی بندہ بہ صدقش

کہ در شہراہِ عشقش پُر دہا ہست
بجز مرشد ترا وصلش کجا ہست

اگر یک جرعہ از جامش چشیدی
مجاباتِ جہاں را بس دریدی

یگانہ پیر دارم من بہ دہلی
عجب بحرے است از فیضِ الٰہی

ز فیضش بہرہ می گیرند مردم
بہ مُردہ دل دہد اکسیرِ اعظم

کراماتش بروں از عدّ کلکم
صفاتش بیشتر از حدّ عقلم

کمالاتش چو بیش از بیش آمد
یکے از نعت، فیض اللہ نگارد

کہ شاہِ دہلوی غوثِ زمان است
ز فیضش پُر زمین و آسمان است

بہ صدقِ دل غلام خاک او شو
پسِ او بستۂ فتراکِ او شو

کہ خادم را بہ راہِ راست آرد
درِ اوصاف نکو ثانی نہ دارد

موافق دال با مدلول یک جا
ابوالخیر آمدہ تاریخ شربا

به علمِ ظاهر و باطن محلّی — ز نورِ پاکِ سبحانی مجلّی

کلامِ پاک را از بهرِ توشه — ز اوّل تا به آخر یاد کرده

به مثلِ کوه ثابت بر شریعت — رسیده تا به پایانِ طریقت

ز اشغالِ جهانی بس نفور است — مگر در آنچه کز بهرش ضرور است

مجدّدِ الفِ ثانی جدِّ او بود — که در عرفاں کسے بروے نیفزود

ز رویش آنچناں انوار تابد — که در شمس و قمر هرگز نه باشد

اگر خورشید در روز است تاباں — جمالش روز و شب بنگر فروزاں

گزر تا دارد ایّام و لیالی — نباشد از فیوضِ خواجه خالی

فیوضِ عامِ او هر جا رسیده — به جانِ ارجمنداں آرمیده

گزشته پایه اش زیں طاقِ اخضر — به رویش نورِ بیچوں است اظهر

مبارک ذاتِ او از فضلِ بیچوں — یکے گنجے است از انوارِ مکنوں

طفیلش عاجزان و بے نوایاں — چشیده جرعها از جامِ عرفاں

به راهِ راست آورده هزاراں — رهانیده ز دستِ نفس و شیطاں

به وقتِ کشف براں خواجه عالی — هویدا باشد از مه تا به ماهی

چو در اسرارِ حق مجذوب گشتے — عوائق از دلش مسلوب گشتے

نگاهے گر به مردم افگناند — همه پیر و جواں در رقص آید

مراقب چوں شود آں خواجهٔ ما — شود در لحظهٔ از عرش بالا

رود تا لامکاں در طرفة العین — شود تازه به نورِ ربِّ کونین

چو واصل می شود در کُنهِ پاکش — همه تن محو در کُنهِ جلالش

به جائے می رسد آں جانِ جاناں — نه یابد ره بدانجا عقلِ انساں

چو بر حالش کرم کرده الٰهی — نه دارد وے به عصرِ خویش ثانی

وجودش موردِ انوارِ سبحاں — به روز و شب بود دائم درخشاں

مقامِ غوثیت دارد جنابش — بسے ابدال و قطب آیند پیشش

خدا بخشیده برتر پایه او را — الٰهی کم مگرداں سایه او را

اگر یک جرعه اندازد به جامت — شوی مخمور تا روزِ قیامت

به رحمت کن نظر اے خواجۂ دیں
به حالِ زارِ ایں دل ریش و غمگیں
منم کمتر غلام از خادمانت
مرانم از جناب بارگاہت
اگر در آستانت جائے یابم
میانِ خلق سرافراز باشم
رَنا و گلفن تو تاجِ من یاد
برادجِ وصلتت معراجِ من باد
برائے بیکساں روزِ قیامت
توئی حبل المتیں جانم فدایت
قبولم کن ز مہرت بر غلامی
غُلامیّت مراشد پادشاہی
بود از صدق فیض اللہ غلامت
نگاہے لطف کن برخاکسارت

اشعار محمد شاہ افغانی

آپ کے ایک مخلص مُلا محمد شاہ افغانی تھے وہ خوب بلند آواز تھے اور نہایت ذوق و شوق سے کوئٹہ میں اپنے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ان کے کچھ اشعار یہ عاجز نقل کرتا ہے۔

اے محمد شاہ زحق غافل مباش
طاعتے کن روز و شب کاہل مباش
لاف کم زن از دروغ و مکر و کید
منصرف شو از گنہ چوں عمر و زید
گر تو خواہی تا شوی بدرِ منیر
خاک شو در زیر پائے ایں فقیر
عُرْوَةِ وُثقیٰ زکانِ معنوی
بحرِ معنی بادشاہِ دہلوی
نے کرانتہا جن و آدم با جماد
ہر چہ درامراست درحکمِ تو باد
زادۂ خود را بہ رحمت دار شاد
اے ستونِ دہلوی ذات العماد
تازمین و آسماں دارد قرار
نام نیکت باد باقی پائدار
سگِ کوچۂ او زشیراں خوش است
زباغِ ارم خاکِ او دلکش است
بنہ سر بریں خاک اے خاکسار
کہ فردا زعصیاں نہ سوزی بہ نار
شدہ ضرب او ہمچو سوطِ عمر
کند نقش دردل زایماں اثر
طریقش بود مسلکِ حق پسند
برو فخر دارد شہِ نقشبند
دلیلِ ہمہ اہلِ برہاں از واست
فروغِ ہمہ اہلِ عرفاں از واست
دلاں را بہ انوار آراستہ
بہ چوب انتقام از لعیں خواستہ
دل پیر ما صنعِ ربِّ جلیل
اگر بیت باشد ز صنعِ خلیل
یکے صنعِ خالق یکے از بشر
کدامش بود خوب اے خوش سیر

دل عارفاں عرشِ یزداں بود	کجا عرش با فرش یکساں بود
چو دوراں رقم خیر زد در نگیں	شدہ خیر در خیر تا یوم دیں
بریں خیر ہر کس کہ دل بستہ شد	زِ شرّ دو عالم ہماں رستہ شد

نغمۂ ہجراں ۱۳۵۴ھ

اس عاجز نے کوئٹہ کی بربادی پر جو کہ ۱۳۵۴ھ کے ماہ صفر کی ۲۷ تاریخ کی شب کو ہوئی اور یہ شب جمعہ کی تھی، یہ نظم کہی۔ یہ بربادی زلزلۂ عظیم سے ہوئی۔ اس واقعہ الیمہ میں حضرت والدہ صاحبہ اور حضرت برادرِ کلاں کے فرزندِ اکبر ابوالمجد عبدالرحمٰن اور دو صاحبزادیاں عائشہ و زینب اور مخلصین میں سے احمد نواز سَر بُرِیدہ اور سلیمان خروٹی شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ چونکہ کوئٹہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا مَصِیف تھا۔ اس لئے شروع میں آپ کا ذکر خیر آیا ہے۔ اِس حصّہ کو یہ عاجز لکھتا ہے۔

اے صبا بشنو ز محزونے کلام	یک زماں بگزار ایں ناز و خرام
تا بہ کے در لہو باشی بے خبر	چشم وا کن تا کہ بینی صد عبر
رُو بہ سُوئے کوئٹہ کن کاں مقام	جائے عبرت گشتہ بہرِ خاص و عام
بود شہرے با ہوائے بے مثیل	ہم زلالش در لطافت بے عدیل
بود شہرے با خلائق مذدخر	ہم بہ تہذیب و جمالش مفتخر
ہمچو لولو قصرہا در عمدگی	مثلِ تارِ عِقدرا ہا مستوی
درمیانِ ہند و افغاں آں مکاں	ہمچو عقدے وَسْطِ جِید و صدر داں
داشت از ہا رو ثمار بے شمار	ہم خزائنش در طراوت چوں بہار
عیش و عشرت گرچہ بودہ بیشتر	داشت ہم جمعے ز اربابِ ہنر
بود شیخ نقشبنداں را مَصِیف	کُو بہ عرفاں مُجدِّد را رَدِیف
قبلۂ عالم ابوالخیر کبیر	ذُخرِ دیں عبداللہ آں قطبِ شہیر
داشت از گردوں محی الدیں لقب	مولدش دہلی و فاروقی نسب
باکمال و مُدِ عَرِیق اندر کمال	چوں مجدّد داشت جذبِ بے مثال
ہر چہ گویم در کمالش کمتر است	وز گمانِ من مقامش برتر است
یک نگاہش زندہ کردے صد قلوب	یک دمش از مذنباں شستے ذنوب

چوں نہ دارد تاب وصفش را زباں ۔۔۔ زاں نویسم خادمانش را بیاں
طالباں را ہر چہ باشد از کمال ۔۔۔ بر علوّ کعب[1] استاذ است دال
خادمانِ شاں بہ سوز و دردِ دل ۔۔۔ ہمچو پروانہ بہ شمع مشتعل
آہ و زاری بود ایشاں را شعار ۔۔۔ عشق حق می داشت شاں را بیقرار
از شرابِ معرفت بیہش مُدند ۔۔۔ رُبَّ[2] اَشْعَث را مثالِ خوش بُدند
گر یکے از سوز آہے می کشید ۔۔۔ دیگرے را مرغِ جانش می پرید
گر یکے را چشم بودے اشکبار ۔۔۔ دیگرے را سینہ بودے ہمچو نار
گر یکے از شوق و جذبہ می تپید ۔۔۔ دیگرے از وجد جامہ می درید
چوں بہ حلقہ می نشستے پیشِ پیر ۔۔۔ ہمچو ہالہ گردِ آں ماہِ منیر
ہر یکے مبہوت گشتے از جمال ۔۔۔ محو اندر ذاتِ پاک ذوالجلال
بے خبر گشتے ز اخبارِ عیاں ۔۔۔ باخبر گشتے ز اسرارِ نہاں
گر تو می دیدی جمالِ انجمن ۔۔۔ کلکِ حیرت می گزیدی در دہن
می گزشت اندر دلت چندیں سوال ۔۔۔ بر زبانِ حال رفتے ایں مقال
ایں گروہِ انس بینم یا ملک ۔۔۔ یا قمر را با نجوم اندر فلک
قرن چوں رابع عشر شد اوّلیں ۔۔۔ یا منم در قرنِ اوّل چیست ایں
یا کہ مستِ خوابِ شیریں گشتہ ام ۔۔۔ یا کہ در سودا خیالے پختہ ام
جذبۂ اصحاب چوں بینم نہاں ۔۔۔ برکتِ خیر القروں چوں شد عیاں
از ملائک ہمچو بینم ایں صفا ۔۔۔ وز کواکب ہمچو بینم ایں ضیا
ہیچ گاہے من نہ دیدم مردماں ۔۔۔ زیں نمط با ایں صفت اندر جہاں
گفتہ[3] پیغمبر کہ مردانِ خدا ۔۔۔ دیدنِ شاں یادِ حق بخشد ترا
بس ہمیں تعریفِ نیکاں آمدہ ۔۔۔ بس ہمیں توصیفِ مرداں آمدہ
ختم سازم وصفِ شاں بر ایں کلام ۔۔۔ تا کہ قولِ مصطفےٰ یا بد ختام

---

[1] علوِ کعب کنایت از جہارتِ زائدہ۔

[2] امام مسلم ایں حدیث از ابوہریرہ روایت کردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ [3] ابن ماجہ نے اسماء بنت یزید سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔

بقیۂ احوالِ حلقہ یہ مبارک حلقہ دو ڈھائی بجے سے پہلے کبھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اس عاجز کے مشفق و مہربان استاد جناب حکیم جی مولوی منظر اللہ مدرس مدرسۂ مولوی عبدالرب۔ ابھی کوئی دس سال پہلے اس عاجز سے آکر ملے تھے۔ بڑی دیر تک آپ کا ذکرِ خیر فرماتے رہے۔ مولوی صاحب اور شیخ محمد عابد عثمانی ڈھابیلی اس عاجز کی ولادت کے ایک سال بعد ۱۳۲۵ھ میں بیعت ہوئے تھے آپ نے بیان فرمایا کہ حلقۂ شریفہ کی لذت کا بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ جب ہم حلقے میں بیٹھتے تھے عجیب احوال و برکات کا ظہور ہوتا کہ کسی شے کی خبر نہیں رہتی تھی۔ ایک قسم کا سُکر سب پر چھا جاتا۔ اکثر ایسا ہوا کہ حلقہ سے فارغ ہو کر میں اور مولوی محمد عابد جامع مسجد تک پہنچتے تھے تو صبح کی اذان ہو جاتی تھی۔ جو لذت حاصل ہوتی تھی وہ دوسری شب مجبور کرتی تھی کہ پھر حاضر ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کا کشف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپ نے ہم کو چوبیس ہزار مرتبہ ذکرِ شریف کی ہدایت کی تھی۔ جس دن یہ تعداد پوری نہیں ہوتی تھی اور ہماری حاضری ہو جاتی تھی۔ آپ کو دربان اطلاع دیتا تھا۔ لیکن آپ کی طرف سے طلبی نہیں ہوتی تھی اور ہم صحنچی میں بیٹھ کر ذکرِ شریف میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جہاں ہم نے چوبیس ہزار کی مقدار پوری کی آپ ہم کو طلب فرمایا کرتے تھے۔" یہ الفاظ حضرت استادی رحمہ اللہ کے ہیں۔ [1]

محمد عابد محمد عابد فرزند حبیب اللہ عثمانی ڈھابیلی دو تین سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انھوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان میں صلاحیت تھی۔ اگر وہ کچھ عرصہ اور حاضر ہوتے مراتبِ عالیہ حاصل کرتے۔ وہ دِلّی سے اپنے وطن اور پھر وہاں سے لیڈی سمتھ۔ ناٹال۔ جنوبی افریقہ چلے گئے انھوں نے چند کتابیں وعظ و نصیحت میں لکھی ہیں۔ جیسے بستانُ العارفین، بستانِ فاطمہ، بستانِ عائشہ، معراجُ المومنین، انوارُ العارفین۔ ان میں سے پہلی دو کتابیں حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی خدمت میں ۱۳۳۰ھ میں کوئٹہ ارسال کی تھیں۔ محمد عابد نے بستان العارفین میں شجرۂ شریفہ نظم کیا ہے۔ لیکن سلسلۂ طریقت کے بارہ مشائخ کے نام مختلف مقامات سے رہ گئے ہیں اور انھوں نے اپنا دادا پیر محدّث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کو لکھا ہے۔ اگرچہ حضرت سیدی الوالد کو حضرت شاہ عبدالغنی سے اجازت تھی لیکن آپ کے حقیقی مربّی و مرشد آپ کے حضرت والد قدس سرہ تھے اور انہی کا اسمِ گرامی شجرہ شریفہ میں لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محمد عابد سے آپ کا عنایت کردہ شجرہ ضائع ہوگیا اور جو اسمائے گرامی ان کو یاد رہے اُن کو نظم کر دیا ہے۔ اپنے پیر و مرشد کا نام اس

---

[1] اس سلسلہ میں مولوی عبدالشکور کا بیان اولادِ معنوی میں مولوی عبدالعزیز کے خلفاء کے بیان کو ملاحظہ کریں۔

طرح نظم کیا ہے۔

چار جانب شہر ہی شر کو دیکھتا ہوں ہر زماں	تجھ سوا ہے خیر کس جا میرے رب مستعاں
گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہ زماں	پر ترا در خیر کا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں

شاہ شہ ابوالخیر زماں پیر ہدیٰ کے واسطے

انوار العارفین کے صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے: "سرچشمۂ توحید مولائی و مرشدی حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بھی لطیفۂ قلب ہی پر زیادہ تر نگاہ رکھنے کو ضروری فرماتے تھے۔"

محمد ابراہیم فانی اس مبارک محفل میں جو بھی شریک ہوا وہ آپ کا گرویدہ ہوا۔ اور مرتے دم تک اس حلاوت کو نہ بھولا۔ مولوی محمد ابراہیم فانی آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جو مقدر میں تھا استفادہ کیا۔ پھر وہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہاں سے انھوں نے فارسی میں عریضہ ارسال کیا۔ اس میں انھوں نے اپنے چند اشعار لکھے ہیں۔ یہ عاجزان اشعار کو لکھتا ہے۔

با آنکہ وردم شد قوی خواہم فغانم نشنوی	ترسم کہ بہرِ من شوی اندیشہ ناک اے نازنین
نہ شادی می دہد ساماں نہ غم آرد ہی نقصان	بہ پیشِ ہمت او ہر کہ آید ہست چوں مہمان
گرز تو عمرے بہ بینم جور و بے مہری جفا	من نہ گویم اے فدایت جز رہ صدق و صفا
سخت باشد تیرِ فرقت بر دلِ مہجورِ زار	سہل گردد تیر آہن بر جگر روز ہجا
جاں بہ لب اینک رسیدہ اے مسیحِ چارہ ساز	روے بنما، لب بجنباں، بخش از رنجم شفا
کے شود یارب کہ خاکِ آں درِ والا بہ چشم	نور افزا باشدم سر بر فرازِ پشت پا
چوں بہ بینم روئے زیبا جاں دہم فرہاد وار	بس ہمیں از بخت نافر جام می دارم رجا
آرزویم سوئے دیدارت بسے کامل فتاد	زار روئے مفلس و قلاش سوئے کیمیا
چوں بود مائل بہ خورد آب تشنہ دشتبان	میل فانی بیش ازاں بینی تو اے بحرِ عطا
می زند نشتر بہ پہلو رشکِ یارانِ طریق	کاں ہمہ دردید و مارا دیدہ بر دوختہ
خلق عالم در طوافِ بیتِ او لبیک گو	بخت من کنجِ قفس بال و پرم در سوختہ

مولانا مشتاق احمدؒ ۱۳۵۶ھ میں مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمہ اللہ سے شملہ، سرہل میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۸۲ سال کی تھی۔ ان کے ساتھ ان کے خلیفہ مولوی حافظ عبدالغنی پیش امام مسجد کشمیریاں بھی تھے۔ تقریباً سوا گھنٹے اُن سے

ملاقات رہی۔ جس زمانے میں یہ عاجز پیدا ہوا تھا۔ جناب مولانا عربک اسکول اجمیری دروازہ' دلی میں پڑھاتے تھے۔ سالہا سال اُن کا قیام دلی میں رہا اور وہ پابندی کے ساتھ حضرت سیدی الوالد کے حلقہ میں شریک ہوتے رہے۔ تقریباً بیس بائیس سال کے بعد مولانا صاحب نے آپ کا ذکر خیر کیا اور بیاختہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ حضرت سیدی الوالد کو یاد کر کے بار بار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے تھے۔ ان کے خلیفہ حافظ صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کن کا ذکر خیر فرما رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "جناب مولانا حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ میں سالہا سال اُن کی خدمت میں گیا۔ اللہ نے جو کمال اور کشف ان کو دیا تھا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب دولت ان کے اخلاص کی وجہ سے ان کو دی تھی" جس وقت مولانا صاحب اس عاجز سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے خلیفہ سے حضرت سیدی الوالد کا ذکر کر رہے تھے' افغانستان کے جنرل قونصل صلاح الدین خاں سلجوقی موجود تھے اور وہ نہایت غور سے حضرت سیدی الوالد کا ذکر سُن رہے تھے۔ صلاح الدین خاں اگرچہ آپ سے ملے نہیں تھے لیکن دل وجان سے آپ کے معتقد تھے۔ رحمہ اللہ

مُفتی مظہر اللہ رح جناب مفتی مظہر اللہ امام مسجد فتحپوری سالہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۳۸۵ھ میں اِس عاجز سے حضرت سیدی الوالد کے کچھ حالات بیان کئے اور کہا "میں کئی سال تک برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری یہ کیفیت ہو گئی کہ بجائے اپنے پیر و مرشد کے آپ کا تصور کرنے لگا۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔ اُسی زمانہ میں آپ نے ایک دن تبسم فرما کر ارشاد کیا "مولوی مظہر تم مانو یا نہ مانو ہم تمہارے پیر ہو گئے ہیں"۔ یہ واقعہ بیان کر کے مفتی صاحب کے آنسو نکل آئے۔ اور اس وقت کی لذّت کا کچھ بیان کیا۔

حکیم فرید احمد ایک دن آپ تفریح کو جا رہے تھے چتلی قبر کے چوراہے پر حکیم فرید احمد عباسی آپ سے ملے۔ انھوں نے بہت محبت سے آپ کے ہاتھ کو چوما۔ اور عرض کی۔ اگر آپ اجازت دیں تو رات کو حاضر ہوں۔ آپ نے خوشی سے اجازت دی اور وہ حاضر ہوئے۔ یہ حاضری دائمی وابستگی کی بنیاد ثابت ہوئی۔ جب تک حضرت سیدی الوالد حیات رہے وہ برابر حاضر ہوئے۔ اور جب تک وہ خود حیات رہے نہایت محبت سے آپ کا ذکر کرتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ کسب سلوک کے بیان میں جو تحریر آپ کی نقل کی جا چکی ہے وہ حکیم صاحب ہی کے استفسار پر معرضِ وجود میں آئی ہے۔ حکیم صاحب کا معاملہ باطن خدا کے فضل وکرم

سے بہت اچھا تھا اور حضرت سیدی الوالد کو اُن سے محبت تھی ۔ رحمہ اللہ ۔

سید احمد امام مسجد جامع

دلی کی جامع مسجد کے امام جناب سید احمد صاحب مولانا فضل رحمٰن قدس سرہ سے بیعت تھے اور اُن کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالغنی سے بیعت تھے ۔ ابتدا میں امام صاحب کو آپ سے کچھ ارتباط نہ تھا بلکہ احیاناً کچھ اعتراضات کرتے تھے ۔ اس کی وجہ معاندین کی غلط بیانیاں تھیں جو اُن سے بیان کی گئی تھیں ۔ آخر کے تین چار سال میں امام صاحب کی حالت بالکل بدل گئی تھی اور وہ اکثر رات کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے چونکہ امام صاحب نسباً سید تھے اس لئے آپ اُن کو اپنے مسند کے قریب دائیں طرف بٹھاتے تھے ۔ امام صاحب نے آپ کے احوال عالیہ کو دیکھا تو دل سے آپ کے معتقد ہو گئے ۔ اور بعد میں ہم بھائیوں کے ساتھ جو محبت فرماتے تھے اس سے اُن کی سچی محبت کا پتہ چلتا تھا ۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ ۔

اس عاجز نے کتنے ہی افراد کو دیکھا ہے کہ وہ آپ سے برگشتہ تھے ۔ اُن کی برگشتگی اُسی وقت تک رہی کہ آپ کی خدمت میں نہیں پہنچے تھے ۔ پہنچنے کے بعد وہ دل وجان سے آپ کو چاہنے لگے ۔

کوئٹہ میں اس مبارک حلقہ کا اثر نمایاں تر ہوتا تھا ۔ افغانستان کے علماء بڑی تعداد میں ابتدائے موسم بہار میں چالیس دن کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سرگرم عمل رہتی تھی اور فوائد حاصل کر کے جاتی تھی ۔ اپنے پیر و مرشد سے صحیح معنی میں وہی شخص استفادہ کرتا ہے جس کا عمل

دل اندر زلف لیلیٰ بند و کار از عقل مجنوں کن   کہ سالک را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

پر ہوتا ہے ۔ ہندوستان کے لوگوں میں اس کی بہت کمی ہے ۔ یہاں مرید اپنے پیر کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے ۔ مرید کو اپنے علم و دانش پر ناز ہوتا ہے ۔ وہ اپنے پیر کو ہر بات میں مشورہ دیتا ہے ۔ اور امید رکھتا ہے کہ پیر و مرشد اس کے بتائے ہوئے رستہ پر چلیں ۔ وہ اپنے پیر سے "من ترا حاجی بگویم تو مرا مُلّا بگو" پر عمل کرانا چاہتا ہے ۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے پاس اس خرافات کی کہاں گنجائش تھی ۔ مولوی برکت اللہ ہانسوی کو آپ نے ایک خط لکھا ہے ۔ اس میں تحریر فرمایا ہے ۔

"جس روز تم رخصت ہوئے اس دن وقتِ عصر تم سے دل کو بے مزگی حاصل ہوئی ۔ تم کو ہم نے تلاش کروایا ۔ معلوم ہوا تم چلے گئے ۔ نذرانہ تمہارا ہم واپس کرتے ہیں کیونکہ تمہاری حالت مشکوک ہو گئی ۔ اگر تم صاف ہوتے تو عصر کو تم سے کیوں ہمارے دل کو بے مزگی حاصل ہوتی ۔ ہر شخص کا نذرانہ ہم نہیں لے سکتے ، نہ ہم سے ہر شخص بہرہ مند ہو سکے ۔ دیکھو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ دل کی بے ایمانی سے توبہ کرو ۔"

مولوی عبدالسبحان

ایک دن آپ ہندوستانی مخلصین کو جھڑک رہے تھے مولوی عبدالسبحان طالب آپ کے صادق مخلص تھے۔ وہ اس وقت حاضر تھے۔ انھوں نے عاجزی سے عرض کی حضور کی نظرِعنایت پٹھانوں پر ہے۔ کبھی ہمارے بھی دن پھریں گے۔ آپ نے بجواب ارشاد کیا۔ مصرع۔ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا۔ اس مصرع کو سُن کر مخلصین کے دلوں پر ایک بجلی سی کوندگئی۔ اور صدائے ہائے ہو ہر طرف سے بلند ہوئی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مولانا حفظ الرحمٰن

آپ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ نہ آپ نے مدۃ العمر کسی کی غیبت کی اور نہ بُرائی سے کبھی کسی کا ذکر کیا۔ نہ آپ کسی پر اعتراض کرتے تھے اور نہ آپ کو کسی کے اعتراض کی سہار تھی۔ جو شخص محبت لے کر آیا۔ وہ مستفید ہوا اور جو دیکھنے اور پرکھنے کو آیا وہ دیکھ کر چلا گیا۔ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ ورضی عنہ اس عاجز سے آکر ملے۔ اور یہ واقعہ بیان کیا کہ میری جوانی اور طالب علمی کا دور تھا۔ ایک دن خیال آیا کہ آپ کو دیکھوں کیسے ہیں چنانچہ ایک دوورفقار کے ساتھ آیا۔ اطلاع ہوئی۔ آپ نے بلایا۔ پانچ سات منٹ کے بعد فرمایا۔ "اچھا میاں تم نے دیکھ لیا اب جاؤ۔ اللہ تم کو خیریت سے رکھے" رحمہ اللہ تعالیٰ۔

محفلِ مبارک میلاد شریف

آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ تمام کر کے بارہ کی شب کو اپنے حضرت جدامجد شاہ احمد سعید قدس سرہ کی تالیف لطیف "سعید البیان" عشار کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ مخلصاتِ صالحات کے واسطے مسجد شریف کے دالان کے شمالی حصہ میں پردہ ڈال دیا جاتا تھا۔ اور مخلصین کی جماعت آپ کے سامنے رہتی تھی۔ سب کی آنکھیں بند ہوتی تھیں اور متوجہ بہ قلب رہتے تھے۔ آپ کیفیات سے معمور انداز میں ذکر شریف پڑھتے تھے۔ انوار وبرکات وفیوضات کی وہ کثرت ہوتی تھی کہ ہر ایک محمود نظر آتا تھا۔ قاری فضل الرحمٰن صاحب پانی پتی کلام پاک کا رکوع پڑھتے تھے اور احیاناً عربی کا کوئی قصیدہ پڑھتے تھے سالہا سال آپ کا یہ معمول رہا۔

مخلصین نے آپ سے کہا اگر اس مبارک محفل میں عام اجازت ہو اور اس کا اعلان کر دیا جائے تو خلق خدا کو فائدہ پہنچے گا اور بہ کثرت مردوزن آکر مستفید ہوں گے۔ آپ نے بہ خوشی اس کی اجازت دی اور ماہِ مبارکِ میلادِ مکرم کی گیارہ تاریخ ختم کر کے بارہ کی شب کو عشار کے بعد یہ مبارک محفل منعقد ہوتی تھی۔

اس عاجز نے یہ دیکھا کہ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں اور بڑے صاحبزادے کی شادیاں کیں۔

لیکن جو شغف جو شوق اور محبت اس مبارک محفل سے آپ کو تھی اس کا دسواں بھی شادیوں میں نہیں تھا۔ دن کے دس بجے سید امجد علی شاہ اور ایک دوسرے شخص میرٹھ سے آئے۔ آپ اپنے مکان میں تھے۔ ماہ مبارک کی آٹھ نو تاریخ تھی۔ ان دونوں کو اپنے مکان میں بلایا اور دورانِ گفتگو میں آپ نے فرمایا۔ اس مبارک مہینہ کی پہلی تاریخ سے انوار و برکات کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہم کو کسی بات کا خیال نہیں رہتا۔

میلاد مبارک کے سلسلہ میں آپ نے ایک مرتبہ فرمایا "بعض علما کے نزدیک شبِ قدر سے شبِ ولادتِ باسعادت بہتر ہے۔" یہ بات محمود علی نے آپ سے سُنی اور انھوں نے مولوی اسحاق سے جا کر کہی جو کہ مولوی نذیر حسین کے شاگرد تھے اور معقولی تھے۔ قیام کوچہ چیلان میں تھا مولوی صاحب نے کہا حضرت صاحب عاشقِ رسول ہیں۔ میں اُن کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

۱۳۲۲ھ میں ایک جواں سال مولوی صاحب کو مولوی بخش اللہ حضرت برادرِ کلاں کے پاس لائے اور بیعت کرایا۔ ان کا واقعہ اس طرح پر ہے۔ جو کہ انھوں نے بیان کیا۔

۱۳۲۱ھ میں خانقاہ شریف کے دروازہ پر آ کر میں کھڑا ہوا۔ خانقاہ شریف میں آرائش محفل میلاد شریف میں لوگ مصروف تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ کیا بدعت اور اسرافِ بیجا ہے۔ اسی دوران میں حضور انور اندر سے باہر تشریف لائے اور مجھ کو سنانے کے لئے کام کرنے والوں سے فرمایا۔ آج کل غفلت اور بے دینی کا غلبہ ہے لوگوں کے شوق بڑھانے کے واسطے یہ سب کیا جا رہا ہے اور مقصد اظہارِ خوشی بھی ہے۔ لوگ دنیوی تقریبوں میں کس طرح سے اظہارِ خوشی کرتے ہیں۔ اگر ہم جناب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے یومِ ولادت پر اظہارِ خوشی کے لئے یہ آرائش وغیرہ کریں تو کیا حرج ہے۔ یہ سُن کر میرے دل میں دوسرا اعتراض وارد ہوا۔ دوسرے اعتراض کے وارد ہوتے ہی آپ نے فرمایا "جن لوگوں کے دلوں میں سختی ہے اللہ ان کو نیک توفیق دے۔" یہ فرما کر آپ اندر تشریف لے گئے۔

آپ نے اگرچہ مجھ سے کوئی بات نہیں کی لیکن میں سمجھ گیا کہ آپ نے یہ سب کچھ مجھ سے کہا ہے۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور میں مخبوط الحواس ہو گیا۔ میرے والدین نے علماء وصلحاء سے مشورہ کیا اور ان کو معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی شان میں بے ادبی ہوئی ہے۔ یہ اس کا اثر ہے۔ چنانچہ میرے والدین مجھ کو اجمیر شریف لے گئے اور وہاں حضرت خواجہ کے مزار کے سامنے مجھ کو ڈال دیا۔ میں وہاں چالیس دن تک رہا۔ میرے احوال کچھ درست ہوئے اور پھر مجھ سے واقعہ دریافت کیا

گیا۔ میں نے ساری بات ان کو بتادی۔ پھر انھوں نے علمار وصلحار سے مشورہ کیا اور انھوں نے بتایا کہ جس بزرگ سے بے ادبی کی ہے اُن سے جاکر مرید ہو جائیں۔ جب معلوم ہوا کہ وہ رحلت فرما چکے ہیں تو علمار وصلحار نے کہا کہ اُن کے جانشین سے جاکر بیعت ہوں۔

میں نے جناب مفتی کفایت اللہ کو دِلّی خط لکھا۔ اور اُن سے دریافت کیا کہ حضرت کے جانشین کون ہیں اور اُن کا قیام آج کل کہاں ہے۔ تو انھوں نے لکھا کہ اُن کے جانشین ان کے بڑے صاحبزادہ حضرت بلال صاحب ہیں اور وہ آج کل خانقاہ شریف میں ہیں۔ اس شخص نے مفتی صاحب کا خط بھی دکھایا۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ جو شخص میلاد شریف نہیں کرتا تھا۔ یا اس مبارک محفل میں شریک نہیں ہوتا تھا۔ آپ کو اس سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ایسے افراد بہ کثرت آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن سے بہ محبت ملتے تھے۔ البتہ آپ کو اُن لوگوں سے نفرت تھی جو محفل مبارک کے انعقاد کو بُرا کہتے تھے۔ آپ ان لوگوں کو "بدعقیدہ" فرماتے تھے اور ایسے افراد سے آپ نہیں ملتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین ہیں۔ آپ کی ولادت شریف مصدر جمیع خیرات وحسنات ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا یعنی اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہیئے۔ خوشی کے اظہار کا جو طریقہ مروّج ہو اس طریقہ کو اختیار کیا جائے بہ شرطیکہ وہ ناجائز نہ ہو۔

آپ فرماتے تھے کہ حدیث شریف "لَا یؤمن احدکم حتّٰی اکون اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" آپ کی محبت سب کی محبت سے بیشتر ہونی لازم ہے۔ اپنے باپ بیٹے کے ساتھ اظہارِ محبت کا جو طریقہ مسلمانوں میں رائج ہو۔ آپ کی ولادت شریف میں اس سے زیادہ کیا جائے۔

آپ نے جو کچھ فرمایا۔ اس پر عمل کیا۔ اور اہل دنیا کو بتادیا۔ کہ حضرت رحمۃ للعالمین سید الانبیار والمرسلین کی ولادت باسعادت کی خوشی کا اظہار کس طرح کرنا چاہیئے اور محفل شریف کے کیا آداب ہیں۔

آرائش پھول پتوں کا ایک عمدہ دروازہ چلی قبر پر بنوایا جاتا تھا اور دوسرا دروازہ خانقاہ شریف کے دروازہ کے باہر اور ان دونوں دروازوں کے مابین خوبصورت جھنڈیوں کا جال خانقاہ شریف کے اندر، کھلے حصہ میں بلّیوں کا جال۔ ایک بَلّی دوسری بَلّی سے چھ فٹ سے کچھ کم فاصلہ پر رہتی تھی۔ بلّیوں پر رنگین کپڑا لپیٹا جاتا تھا۔ ایک پر سُرخ۔ ایک پر سبز۔ اور پھران پر عمدہ لچکا۔ سبز پر سنہری اور سُرخ پر روپہلی۔ اور بلّیوں میں نہایت عمدہ قیمتی بلوری جھاڑ آویزاں ہوتے تھے۔ ہر جھاڑ میں

عمدہ موم کی تبیاں چھوٹے بڑے تقریباً پچاس جھاڑ ہوتے تھے۔ اور ان کے مابین رنگ برنگ کے عمدہ قمقمے۔ اور دیواروں پر نہایت سلیقے سے عمدہ پھول پتے آویزاں ہوتے تھے۔ گیارہ ماہ مبارک کی صبح سے تقریباً آٹھ مالی اس کام کو شام تک بہ انجام پہنچاتے تھے۔ دلّی کے حافظ عبدالحکیم۔ حافظ غلام محمد حکیم محمد شفیع۔ حافظ سلطان۔ منشی حسین علی۔ شیخ عبدالباری جوہری (نومسلم) مولوی بدرالاسلام۔ مولوی بخش اللہ۔ عبدالرحیم مستری۔ محمد شفیع مستری۔ محمد رفیع۔ انیس الرحمٰن۔ عمرالٰہی۔ نواب عبدالستار۔ حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے اور پھر ان کے پسر شیخ محمد الیاس۔ فضل حق۔ اور میرٹھ کے حافظ حفیظ الدین۔ حافظ اشفاق الٰہی۔ حافظ سعید الٰہی۔ بصیر الدین۔ محمد یاسین۔ حاجی عبدالکریم۔ شیخ علیم الدین۔ رفیق الٰہی۔ سید امجد علی شاہ۔ سید معظم علی شاہ۔ بلند شہر کے فرخ علی شاہ۔ خورجہ کے چودھری مولیٰ داد خاں، رہتک کے حاجی تاج الدین۔ پانی پت کے نواب زادہ فاخر احمد خاں ریواڑی کے وزیر خاں۔ سرسہ کے حاجی فیض اللہ، ہانسی کے شیخ غلام احمد اس کام میں پورا حصہ لیتے تھے۔ بارہ من نہایت عمدہ موتی چور کے لڈو حاجی شہاب الدین اور ان کے بیٹے عبدالغفور اور شمس الدین کی نگرانی میں بنوائے جاتے تھے۔ ایک سیر کے سولہ لڈو ہوتے تھے۔ ایک من کے ۶۴۰ لڈو ہوئے اور بارہ من کے ۷۶۸۰۔ تاکہ محفل مبارک کے اختتام پر ہر شخص کو از ذکور و اناث دو دو لڈو دیئے جائیں۔ خانقاہ شریف کا صدر دروازہ ذکور کے لئے اور گلی کا دروازہ اُناث کے لئے ہوتا تھا۔ اناث کو شیرینی تقسیم کرنے کے واسطے نہایت معتبر اور نیک افراد کو معیّن کیا جاتا تھا۔ میلاد مبارک کا بیان عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا اور دوسرے دن دوپہر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کی خوشی میں تقریباً چھ سو (۶۰۰) افراد کو نہایت مکلّف کھانا کھلایا جاتا۔ اور میلاد شریف کے بیان کے وسط میں تقریباً پون گھنٹہ کا وقفہ ہوتا تھا۔ اور اس عرصہ میں تمام سامعین و سامعات کو عمدہ شیر چائے کی دو دو بڑی پیالیاں دی جاتی تھیں۔ مستورات کو چائے تقسیم کرنے کے لئے نساءِ صالحات کی جماعت مقرر تھی۔ ہر شخص۔ کیا مرد، کیا عورت ایسے ذوق و شوق سے یہ خدمت سرانجام دیتا تھا۔ کہ لَامَزِیْدَ عَلَیْہِ۔ نواب عبدالستار مع چار پانچ رفیقوں کے مٹی پر بیٹھے چائے کی پیالیوں کو دھو رہے تھے۔ ان کی برادری کے کچھ جوان آگئے۔ دیکھ کر بولے "اجی نواب صاحب، آپ یہ کیا کر رہے ہیں" انھوں نے نہایت سکون سے فرمایا۔ اور کیا خوب فرمایا "یہاں تو ہم اسی واسطے آتے ہیں اور اسی میں ہماری سعادت ہے۔"

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ　　　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(بہاروں کے موسم میں پتھر کب سرسبز ہوا ہے۔ مٹی بنجا تا کہ رنگ برنگ کے پھول کھلیں)

بلّیوں کے جال پر جھاڑ فانوس سے پانچ فٹ بلند عمدہ شامیانے تنے ہوتے تھے اور فرش عمدہ دری اور چاندنی کا ہوتا تھا۔ جو بھی خانقاہ شریف میں داخل ہوتا تھا، آرائش وزیبائش کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاتا تھا۔

بعض مُفسد ۱۳۳۹ھ یا ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ کسی مفسد نے آپ کو گمنام خط ارسال کیا کہ "ترکِ موالات" کی تحریک میں آپ شریک ہوجائیں ورنہ ہم تمام جھاڑ فانوس کو توڑ دیں گے۔ آپ نے مفسد کی تحریر کو حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری کے پاس بھیجدیا اور یہ پیغام بھی بھیجا: "ہم تو سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریف کی خوشی کرتے ہیں۔ اگر مفسد لوگ آمادۂ فساد ہیں، ہم اجتماعِ عام نہیں کریں گے" حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے کہا۔ آپ عام اجتماع کریں۔ ہم پورا انتظام کریں گے۔ اور ہم دونوں از اوّل تا آخر حاضر رہیں گے۔ چنانچہ انھوں نے پورا انتظام کیا اور از اول تا آخر محفل مبارک میں شریک رہے جَزَاهُمَا اللهُ خَيْرًا۔

محفلِ مُبارک ۱۳۴۱ھ

ادب سے یہاں بیٹھو اب سر جھکا کے
فضائل سُنو دل سے خیرالوریٰ کے

یہ محفل ہے میلاد کی تم یہاں سے
خدا کی رضا لے کے جاؤ کما کے

محبّت کا جذبہ کرو دل سے پیدا
رہے چشمِ تر ذکر میں مُصطفیٰ کے

سنو نام نامی کرو نذر تحفے
مزے خوب لے لے کے صَلِّ عَلٰی کے

یہ آداب اس محفلِ پاک کے ہیں
سنو دل سے غفلت کے پردے ہٹا کے

آپ کے واسطے ایک بڑے تخت پر دوسرا تخت رکھ کر تقریباً ساڑھے تین چار فٹ بلند جگہ بنائی جاتی تھی۔ آپ اس پر بیٹھ کر ذکر شریف بیان فرماتے تھے۔ ہم تینوں بھائی آپ کے تخت کے پاس بیٹھتے تھے اور آپ کے اصحاب نسبت مُخلصِ یاراں: "ہمچو ہالہ گردِ آں ماہِ مُنیر" حلقہ بہ حلقہ بیٹھے تھے۔ یہ عاجز ۱۳۴۱ھ کے میلاد شریف کا حال لکھتا ہے۔ یہ سال ذکر شریف میلاد اور آپ کی حیاتِ طیبہ کا آخری سال تھا۔

آپ کا تخت مسجد شریف کے صحن کے باہر سمتِ جنوب مزارات شریفہ کے قریب بچھایا گیا تھا، اس طرح پر کہ آپ کی پشت جنوب کی طرف اور روئے مبارک شمال کی طرف رہے۔ نومبر ۱۹۲۲ء

کی دوسری تاریخ تھی عشاء کی نماز سے ساڑھے آٹھ بجے تک فارغ ہوئے اور تقریباً سوا نو بجے آپ تخت پر رونق افروز ہوئے۔ دو زانو بہ کمال ادب وخشوع دو چار منٹ آنکھیں بند کرکے بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ خانقاہ شریف لوگوں سے بھر گئی تھی۔ بعض حصوں میں لوگ کھڑے تھے۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دُرُودِ کبریتِ اَحمر پڑھی۔ جو شخص عربی سے واقف ہے صَلَوٰاتِ ماثورہ کے بعد درودِ کبریتِ اَحمر پر کسی درود کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ تقریباً نصف ساعت میں آپ نے از اول تا آخر اس کو پڑھا۔ آپ جِسْمًا وَرُوْحًا وَقَلْبًا وَخَیَالًا بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ تھے۔ اہلِ نسبت پر صاف طور سے انکشاف ہو رہا تھا کہ آپ یہ ہدیۂ صلاۃ و سلام سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر رہے ہیں۔ اور جن کی چشمِ باطن وا نہ تھی وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے آپ کو دیکھ رہے تھے اور اُن کی زبانوں پر سبحان اللہ بار بار آ رہا تھا۔ آپ کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی اس دوران میں بے اختیار اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے بہ صد جذب و درد دونوں ہاتھ آپ کی طرف اُٹھا کر کہتے تھے۔ دیکھو، دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حضرت کے پاس آئے ہیں اور یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو بھینچ کر زار و قطار رونے لگتے تھے۔ دوسرے اہلِ نسبت عالمِ کیف و سرشاری میں غلطان و پیچان، افتان و خیزان آپ کی طرف بڑھتے تھے۔ اس موقع پر آپ خاموش ہو جاتے۔ اور آپ کی بند آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ آپ کے مخلص قدیم، رِیوا ڑھی کے بابو وزیر خان نے مسجد شریف کی بیچ کی محراب میں کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک کا بیان ہوتا ہے ۔۔۔ ایسے موقع پہ ہمیں ہوش کہاں ہوتا ہے

اور پھر وہ مرد پیر وَجد میں دیر تک جھومتے رہے۔

اشفاق الرحمن درود کبریت احمر کے بعد آپ نے اپنے جدّ امجد کی کتاب "سعید البیان" کے قلمی نسخہ سے احوال مبارکہ پڑھنے شروع کئے۔ وہی احوال مبارکہ ہیں جن کو خلق خدا پڑھتی اور سنتی ہے لیکن آپ کے پڑھنے میں وہ کیفیت تھی کہ مرد و زن ہمہ تن گوش بنے تھے۔ خانقاہ شریف کے پاس صوفی اسماعیل رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ مولوی اشفاق الرحمن بھی اس مبارک محفل میں آ گئے۔ مولوی اشفاق الرحمن مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی اشفاق الرحمن کا بیان ہے۔ کہ میں از ابتدائے محفل تا انتہائے محفل شریک رہا۔ کوئی نیا اور خاص مضمون نہ تھا، لیکن مجھ پر اوّل سے آخر تک رقّت طاری رہی اور میرا دل اللہ سے لگا رہا۔ میں بعد

میں مولوی اشرف علی صاحب کے پاس گیا اور اُن سے یہ کیفیت بیان کی۔ انھوں نے فرمایا" وہ مغلوب الحال ہیں"

یہ عاجز کہتا ہے۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست۔ ابن ماجہ میں اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخِیَارِکُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ خِیَارُکُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے۔ ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

ایک اہلِ حدیث کا نذرانۂ عقیدت

دلّی صدر بازار سے ایک اہلِ حدیث آگئے۔ اُن کا اپنا یہ بیان ہے۔ کہ آپ کی محفل میلاد کا بہت چرچا سُنا تھا۔ خیال آیا کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے۔ ارادہ یہ تھا کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر لوٹ آؤں گا۔ لیکن جب آپ نے درود کبریت احمر پڑھا اور پھر احوالِ مبارکہ بیان کئے۔ تو دل لگتا چلا گیا اور میں آخر تک شریک رہا۔ یہ صاحب دیکھنے اور پرکھنے کے لئے آئے تھے لیکن

نذر دل اپنا کیا سرکار میں — جو بھی آیا حُسن کے دربار میں
ہر ادا تیغِ ہلالی ہو گئی — ایسے جوہر ہیں کہاں تلوار میں
داغِ دل داغِ جگر ہیں نو بہ نو — رنگ برنگ کے گل کھلے گلزار میں
شاید اب بختِ سیہ پھرنے کو ہے — مل گئی جا سایۂ دیوار میں
آفریں اے زیدؔ یہ لطفِ سخن — درد ہے پنہاں ترے اشعار میں

یہ سی سالہ جوان اہلِ حدیث نہ صرف محفلِ مبارک اور قیام میں شریک ہوئے بلکہ محفلِ شریف کے اختتام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بوسی کے بعد ایک سو روپیہ آپ کی خدمت میں بہ عاجزی پیش کیا کہ میلاد مبارک کے خرچہ میں مجھ کو شریک کر لیں۔ آپ نے وہ رقم قبول فرمائی اور اُن سے کہا کہ صبح کو گیارہ بجے تک آجانا اور میلاد مبارک کی خوشی کے کھانے میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ صبح کو آئے۔ آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے اور کھانا کھا کر رخصت ہوئے

مردِ پیر کا بیان

ایک ضعیف العمر نے جو فراش خانہ دلّی میں رہتے تھے (ان کا نام ذہن سے اتر گیا ہے) دو تین بار اس عاجز سے یہ بات کہی کہ جس وقت آپ نے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کا بیان فرمایا۔ کہ۔ تمہارا رب تم پر ایسی عنایت فرمائے گا۔ کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ اور پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بیان کیا۔" اگر ایک شخص بھی

میری اُمّت میں سے دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔" اس وقت جو کیفیت مجھ پر طاری ہوئی اور دل پر سے جو پردے اُٹھے میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ جس وقت ضعیف العمر اپنا یہ بیان عاجز سے بیان کیا کرتے تھے روتے تھے اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں مولانا احمد سعید کا ترجمہ باقاعدہ سنتا ہوں۔ میں نے ایک دن مولانا سے کہا جناب آپ ترجمہ کرتے ہیں اور آپ کا بیان اچھا ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کا بیان ایک مرتبہ میں نے سنا ہے اور اس کی لذت و حلاوت آج تک تڑپا رہی ہے۔ اور آپ کے ترجمہ میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ میری اس بات کو مولانا نے سُن کر فرمایا۔" بھئی تم کن کا ذکر کر رہے ہو کہاں وہ اور کہاں میں" یہ بجنسہٖ یہی الفاظ ان ضعیف العمر نے کہے ہیں۔ رحمہ اللہ ورحم احمد سعید وغفر لہما۔

قیامِ میلاد

آپ قیام میں عربی کے سولہ اشعار پڑھتے تھے۔ پہلا اور بارہواں شعر درج ذیل ہے۔

وُلِدَ الْحَبِيْبُ وَمِثْلُهٗ لَا يُوْلَدُ ۔۔۔ وُلِدَ الْحَبِيْبُ وَخَدُّهٗ يَتَوَرَّدُ

يَا عَاشِقِيْنَ تَوَلَّهُوْا فِيْ حُبِّهٖ ۔۔۔ هٰذَا هُوَ الْحُسْنُ الْجَمِيْلُ الْمُفْرَدُ

۱۔ پیدا ہوئے حبیب اور ان کا مثل پیدا نہ ہوگا پیدا ہوئے حبیب اور ان کے رخسار گلابی ہیں۔

۲۔ اے عُشّاق ان کی محبت میں فریفتہ ہو جاؤ، یہی وہ یکتا عمدہ حُسن ہے

قیام کے وقت تمام حاضرین و حاضرات کے عمدہ عطر لگایا جاتا اور اس کام کے لئے پہلے سے مخلصین و مخلصات کا انتظام ہوتا تھا۔ عرق پاشوں سے عرق پاشی کی جاتی تھی۔ عود و اگر کی خوشبو سونے پر سہاگے کا کام دیتی تھی۔ حافظ عبدالحکیم دہلوی نہایت ذوق و شوق سے درود شریف پڑھتے ہوئے سب سے پہلے آپ کے عطر لگاتے تھے جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا وَرَحِمَهٗ۔ آپ نے اس سال حضرت برادر کلاں سے بھی میلاد شریف کا کچھ حصہ پڑھوایا۔ گویا اشارۃً آپ نے فرما دیا کہ اب اس کارِ خیر کو یہ انجام دیا کریں گے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سب کو دُو دُو پیالی چائے دی گئی، رات کے ڈھائی بجے یہ مبارک محفل ختم ہوئی۔ اور لوگوں کو شیرینی تقسیم ہونی شروع ہوئی۔ صدر دروازہ پر مذکور کو اور گلی کے دروازہ پر اُناث کو۔ آپ تقریباً چھ گھنٹے بہ یک انداز و بہ یک کیفیت دوزانو بیٹھے رہے۔ اب محفل تمام ہونے پر آپ نے گاؤ تکیہ سے کمر لگا کر پائے مبارک پھیلا دیئے۔ مخلصین پاک نہاد آپ کو دبانے لگے۔ چند افراد نے اس عاجز سے کہا کہ آپ کے مبارک بدن کو ہاتھ لگاتے ہی ہم نے ایک برقی لہر اپنے بدن میں دوڑتی ہوئی محسوس کی اور ہمارے لطائف مبارکہ از خود بہ اسم پاک اللہ گویا ہوئے۔

ہُوا خود بہ خود تن کا ہر ہر رُواں | بہ ذکرِ خداوند رَطبُ اللّسان
ہر اک ذرّہ کہتا تھا رَبُّ الْمَلِیْک | تری ذات ہے وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک

اختتام محفلِ مُبارک تھوڑی دیر کے بعد آپ چار زانو بیٹھے۔ایک پان کھایا اور خصوصی محفل کا آغاز ہوا۔کوئی عربی کے اشعار سناتا تھا۔کوئی حضرت جامیؒ یا کسی اور بزرگ کی نعتیہ غزل پڑھتا تھا۔آپ کے عاشق صادق شیخ غلام احمد ہانسوی فارسی قصیدہ کہہ کر لائے تھے۔ انھوں نے وہ قصیدہ بہ کمال عقیدت پیش کیا۔خود بھی آہ و بُکا میں مصروف رہے اور اپنے برادرانِ طریقت کو بھی اپنا شاملِ حال بنایا۔اس طرح قندِ مکرر کا دَور فجر تک چلتا رہا۔صرف ذکور ہی اِس فیض سے مستفید نہیں ہو رہے تھے۔بلکہ قانات کے پیچھے قانِتات تائِبات عابِدات کی جماعت بھی فیض و برکت سے دامنِ مراد بھر رہی تھی۔

عوام پر اثر جب آپ میلاد شریف پڑھا کرتے تھے اہلِ نسبت اور اصحابِ باطن پر عجیب و غریب کشوفات ہوتے تھے۔جو اہلِ بصیرت کے لئے محلِ استعجاب نہ تھے۔ جیسے مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی بے اختیاری کے عالم میں کھڑے ہو جاتے تھے۔اور خوب بلند آواز سے بے قراری کے ساتھ اپنے کشوفات کا اظہار کرتے تھے۔اور آپ اس وقت خاموش ہو جاتے تھے۔البتہ اُن افراد کا بیان محلِ استعجاب ہوتا تھا جن کو امورِ باطنی سے لگاؤ نہ تھا اور وہ بہ چشمِ سَر بعض عجائباتِ عالمِ ملکوت دیکھنے کا اظہار کرتے تھے۔اس قسم کے چند افراد نے بیان کیا کہ جب آپ نے معراج شریف میں حضرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے آسمان پر تشریف لے جانے کا بیان فرماتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کیا تو ہماری نظریں بھی اوپر کو اٹھ گئیں اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ عجائبات دیکھے کہ ہم اُن کا بیان نہیں کر سکتے۔اس قسم کے واقعات ہر سال اس مبارک محفل میں عوام کو پیش آتے رہتے تھے۔گویا ان سعادت مند افراد پر سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ کا اظہار ہوتا تھا۔یعنی ہم اُن کو اپنی نشانیاں عنقریب آفاق میں دکھائیں گے۔ هَنِیْئًا لَهُمْ ثُمَّ هَنِیْئًا لَهُمْ۔ مبارک ہوں اُن کو اور پھر مبارک ہوں اُن کو۔

میلاد شریف کے مخالف اور اس کو کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کہنے والے افراد جیسے مولوی اشفاق الرحمٰن اور صدر بازار دلّی کے اہلِ حدیث جو اچانک آزمائش کے لئے اس مبارک محفل میں آ گئے تھے اور یہی کہتے ہوئے گئے کہ بڑی بابرکت محفل تھی تو پھر نیک دل افراد پر اگر بعض حقائق کا اظہار ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

گر میل کند سوئے بلالی عجبے نیست　　شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

(اگر وہ بلالی کی جانب مائل ہو تو تعجب نہیں ہے۔ کیا تعجب ہے اگر شاہ ایک فقیر کو نوازے)

آواز کا حاضرین تک پہنچنا

جائے تعجب یہ ہے کہ تقریباً چار ہزار کے عظیم مجمع میں آپ کی آواز سب کو سنائی دیتی تھی بلکہ خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے شائقین کا جمگٹھا رہتا تھا اور وہ بھی آپ کی مبارک آواز سنتے تھے۔ اس عاجز کو بارہا اس پر تعجب ہوتا تھا۔ سال گزشتہ طبقات ابن سعد کا خلاصہ اَلْمُنْتَقَاتُ مِنَ الطَّبَقَاتِ لکھ رہا تھا۔ جلد ثانی کے صفحہ ۱۷ میں یہ حدیث شریف نظر آئی "عن عبد الرحمٰن بن معاذ التیمی وکان من صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن بمنی قال فَفُتِحَتْ اسماعنا حتّٰی اِنْ کُنّا لَنَسْمَعُ مایقولُ ونحنُ فی منازلنا۔ قال فَطَفِقَ یُعلِّمُھُمْ مناسِکَھُم حتّٰی بلغ الجمار" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ پڑھا اور ہم کو مسائل کی تعلیم دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے کانوں کو کھول دیا اور ہم اپنے جھونپڑوں اور قیام گاہوں میں آپ کی مبارک آواز سنتے تھے۔ اس مبارک روایت سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خوانِ نعمتہائے نبویہ علی صاحبہ الصلاۃ والتحیہ سے آپ کے غلاموں اور پروردوں کو پروردگار کچھ نصیبہ دیتا ہے جس کا ذکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ جابجا اپنے مکاتیب شریفہ میں کر رہے ہیں چونکہ آپ بھی از نعومت اظفار تا انتقال بہ دار القرار اسی جذبہ میں سرشار تھے۔ پروردگارِ عالم عَمَّ اِحسانُہٗ نے آپ کو بھی نعمتہائے خوانِ نبویّہ سے نوازا تھا۔ علی صاحبہ اَلفُ اَلفِ صَلٰوۃٍ وَتَحِیَّۃٍ۔

ایک مخلص کے مدحیہ اشعار

دلی کو جائے طالبِ مولیٰ جو جا سکے　　ہے اس جگہ وہ شخص جو حق سے ملا سکے

بے حد بزرگیاں ہیں اُس عالی جناب میں　　کیا کوئی اُن کے لکھنے کو خامہ اُٹھا سکے

سینوں کو تو نے نور سے لبریز کر دیا　　ابرِ بہار کب تیری بخشش کو پا سکے

پہنچی تجھے ولایتِ علیا وراثتہً　　کب فہم میں کوئی تیری عظمت کو لا سکے

کالشمسِ فی النہار ترا فضل ہے عیاں　　کس طرح کوئی تیرا یہ رُتبہ چھپا سکے

قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر　　یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آ سکے

روشن جہاں میں نام ہے اس خانقاہ کا　　محروم جو یہاں ہو، کہاں پھر وہ جا سکے

در ہے تمہارا در، کوئی اس کے بغیر آج ممکن نہیں کہ منزلِ مقصود پا سکے
ممدوح میرے خیر سے زندہ رہیں مدام اور اُن سے اپنے کام زمانہ بنا سکے

یہ پاکیزہ اشعار مبارک احتفال کے بعد کسی مخلص نے پڑھ کر سنائے تھے اور وہ پرچہ بھی دے گئے تھے جس پر یہ اشعار لکھے تھے۔ وہ پرچہ تو اس عاجز کے سامنے ہے لیکن پیش کنندہ نے اپنا نام نہیں لکھا اس لئے ان کا نام نہیں لکھا گیا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَيًّا كَانَ وَغَفَرَ لَهُ وَحَشَرَهُ مَعَ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ۔

میلاد مبارک کے سلسلہ میں آپ کی ایک مردِ دِلی، شیفتۂ کلامِ نبوی، دلدادۂ سنتِ مصطفوی سے گفتگو اور بعض دوسرے افراد کے سوالات اور آپ کے ارشادات کا بیان ان شاء اللہ آپ کے ملفوظات و تحریرات میں آئے گا۔

یہ مبارک پُرازانوار محفل شب جمعہ میں منعقد ہوئی۔ جمعہ ۱۲ ماہ میلاد ۱۳۴۱ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۲۲ء دن کے دس بجے آپ باہر تشریف لائے، آپ کے مبارک چہرے پر عجیب برکات و انوار کے آثار پائے جا رہے تھے، دِلّی اور بیرون دِلّی کے آئے ہوئے تمام مخلصین اور شہر کے عمائدین کا اجتماع تھا۔ دن کے بارہ بجے تک اُن کے ساتھ مصروف کلام رہے۔ آپ کی شگفتگی سے سب کے چہرے کِھل گئے تھے، آپ نے سب کو عمدہ بریانی اور زردہ کھلایا۔ خود ایک طرف رونق افروز رہے، اور کام کرنے والے مخلصین ذوق و شوق سے کام کرتے رہے۔ ہر ایک اتنی خوشی سے کام کر رہا تھا گویا کہ یہ اُن کی اپنی خوشی تھی، افسوس صد افسوس کہ پندرہویں جمعہ کو اس وقت آپ کا جنازہ یہ لوگ باچشمِ گریان و دلِ بریان اٹھائے ہوئے جامع مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ آپ شہیدی کا یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقیّد کا

اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی تمنا پوری کی ہوگی۔ وہ پاکیزہ نفوس جو آپ کے گرد جمع تھے ایک ایک کر کے آپ سے جا ملے اور یہ عاجزِ دلفگار اُن کا ذکر کر کے اپنے قلبِ حزیں کو بہلا رہا ہے۔ ؎

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

هُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ۔

(وہ ہمارے اسلاف ہیں اور ہم پیچھے پیچھے ہیں خدا ہمارے اگلے پچھلوں پر رحم فرما دے)

فاتحہ و عُرس

بزرگانِ دین اور حضراتِ صحابہ کی فاتحہ آپ کرتے تھے۔ البتہ یہ بات نہیں تھی کہ اگر کسی سال کسی بزرگ کی فاتحہ کر لی تو سال آئندہ بھی ضرور کریں۔ آپ نے حضرت

ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسین، حضرت امام ربانی، حضرت سید نور محمد بدایونی، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابوسعید، حضرت شاہ احمد سعید، والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر اور حضرت والدۂ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اوران حضرات کے علاوہ دیگر حضرات کی بھی فاتحہ کی ہے۔ فاتحہ اُسی تاریخ میں ہوتی جس تاریخ میں اُن بزرگ کی وفات ہوئی۔ البتہ آپ اپنے حضرت والد اور حضرت والدہ اور دس محرم کی فاتحہ اکثر کرتے تھے۔ شاید کبھی ناغہ ہوئی ہو۔ پیرانِ طریقت کی فاتحہ جب آپ کرتے تھے اور دلی میں ہوتے تھے تو پنج آیت و شجرہ اور درود تاج بھی پڑھا جاتا تھا۔ آپ سنتے تھے۔ منع نہیں فرماتے تھے اور کوئٹہ میں نہ قرآن مجید کا ختم نہ پنج آیت اور نہ درود تاج۔ افغانستان کی طرف دعا کا طریقہ مروج ہے لہٰذا وہاں دعا کی جاتی تھی۔

عاشورا دسویں محرم کو آپ پر کآبت اور رنج کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ کوئٹہ میں آپ کے گھر کے پاس ارباب جان محمد ہزارہ کا گھر تھا۔ ہزارہ قوم کی ناک چپٹی ہوتی ہے یہ فارسی بولتے ہیں اور ساری قوم کٹر شیعہ ہے۔ حضراتِ شیخین اور جمیع صحابہ کرام کو گالی دینی اور بُرا کہنا ان کے نزدیک بہت نیک عمل ہے۔ افغانستان میں گاؤں کے پدھان کو ملک کہتے ہیں اور ایک برادری کے سرکردہ کو ارباب۔ ارباب جان محمد جب بھی آپ کو دیکھتے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ غالباً ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ دس محرم کو خلاف معمول آپ صرف کرتہ، پاجامہ اور عرق چین میں دن کے دس بجے باہر تشریف لے آئے اور مسجد شریف حضرت بلال کی سیڑھیوں پر جو کہ چکنے پتھر کی بنی ہوئی تھیں، بیٹھ گئے۔ آپ کا رخ غرب کی طرف تھا۔ اس وقت بجز دربان کے کوئی نہ تھا۔ یہ عاجز ایک طرف کھڑا تھا۔ لوگ تو آپ کی زیارت کو ترستے تھے اب جب انھوں نے دیکھا کہ "جلوہ مفت است اگر شوقِ تماشا داری" تو آہستہ آہستہ جمع ہوتے گئے اور "شارع پیر ابوالخیر" میں بر روئے خاک نہایت سکون سے بیٹھتے گئے۔ نہ کسی کو گرد کا خیال تھا، نہ اپنے کپڑوں کا، نہ کوئی السلام علیکم کی صدا بلند کرتا تھا۔ نہ گلا صاف کرتا تھا۔ جو بھی آتا تھا۔ نہایت ادب سے دوزانو سر جھکا کر بیٹھ جاتا تھا۔ آپ فارسی میں گفتگو فرما رہے تھے اور حضرات حسنین رضوان اللہ علیہما کے فضائل بیان فرمارہے تھے اور اپنی آنکھوں سے عقیدت کے موتی اُن پر نچھاور کر رہے تھے۔ اسی دوران میں ارباب جان محمد آگئے اور آپ کے قریب مٹی پر بیٹھ کر آپ کا مبارک بیان سننے لگے۔ اس عاجز نے دیکھا کہ ارباب جان محمد آپ کے بیان کو سُن کر زار و قطار رو رہا تھا اور کبھی شدت غم سے بل کھا جاتا تھا۔ آپ اپنے احوال میں مستغرق۔ ارباب آہ و بکا میں مصروف

اسی کیفیت میں دن کے بارہ بج گئے۔ سب پر دھوپ آگئی تھی۔ آپ نے آخر میں یہ شعر پڑھا ؎

جامی از قافلہ سالارِ رہِ عشق ترا　　گر بپرسند کہ آں کیست علی گوے علی

(اے جامی تیرے عشق کے سالارِ قافلہ کو اگر معلوم کریں کہ کون ہے تو کہہ دے علیؑ ہیں)

ایک خاص کیفیت

آپ نے یہ شعر ایک خاص جذبہ کے تحت پڑھا اور علی گوے علیؑ کا اعادہ اس وقت تک کیا کہ سانس نے آپ کا ساتھ دیا۔ یہ شعر پڑھ کر ایک کیفیت کے عالم میں خود آپ آگے کو جھک گئے اور تمام حاضرین تڑپ اٹھے۔ کوئی لوٹنے لگا۔ کوئی اللہ کی صدا لگا کر وجد میں آگیا۔ پانچ سات منٹ کے بعد آپ نے ارباب جان محمد سے فرمایا "ما ذکرِ حضرات خود را بہ ایں طوری کنیم"۔ یعنی ہم اپنے حضرات کا ذکر اس طرح پر کیا کرتے ہیں۔ یہ سُن کر ارباب نے کہا۔ قربانت شوم۔ اور اس نے انتہائی عقیدت سے آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اوروں نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ بھی ادب سے ایک ایک کرکے آگے بڑھے اور دست بوسی کی۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ عصر کو تفریح جاتے ہوئے ہم تینوں بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے کہا۔ جی حضرت، یہ سبیل حبیب اللہ نے لگائی ہے۔ آپ نے سبیل کی طرف دیکھا اور خوش ہو کر حبیب اللہ کے واسطے دعا کی۔ آپ احیاناً شیخ شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن سعید الدلاصی المعروف بہ اَبُوصیری قدس سرہٗ کے قصیدہ ہمزیہ کے درجِ ذیل اشعار پڑھتے تھے۔

قصیدہ ہمزیہ

۱۔ مَارَعَیٰ فِیْھِمَا ذِمَامَکَ مَرْؤُ　　سٌ وَقَدْ خَانَ عَھْدَکَ الرُّؤَسَاءُ

۲۔ اَبْدَلُوا الْوُدَّ وَالْحَفِیْظَۃَ فِی الْقُرْ　　بٰی وَاَبْدَتْ ضِبَابَھَا النَّافِقَاءُ

۳۔ وَقَسَتْ مِنْھُمْ قُلُوْبٌ عَلٰی مَنْ　　بَکَتِ الْاَرْضُ فَقْدَھُمْ وَالسَّمَاءُ

۴۔ فَابْکِھِمْ مَا اسْتَطَعْتَ اِنَّ قَلِیْلاً　　فِیْ عَظِیْمٍ مِنَ الْمُصَابِ الْبُکَاءُ

۵۔ کُلَّ یَوْمٍ وَکُلَّ اَرْضٍ لِکَرْبِیْ　　مِنْھُمْ کَرْبَلَا وَعَاشُوْرَاءُ

۶۔ آلَ بَیْتِ النَّبِیِّ اِنَّ فُؤَادِیْ　　لَیْسَ یُسْلِیْہِ عَنْکُمُ التَّاَسَاءُ

۷۔ غَیْرَ اَنِّیْ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰـــــہِ وَتَفْوِیْضِیَ الْاُمُوْرَ بَرَاءُ

۱۔ ان دونوں (حسن و حسین) کے بارے میں آپ کے عہد کی رعایت نہ رعایا نے کی نہ سرداروں نے

۲۔ قربیٰ کے بارے میں دوستی اور حمایت کو تبدیل کردیا

۳۔ اوران کے دل سخت ہوگئے ان لوگوں کے بارے میں جن کے گم کر دینے پر آسمان اور زمین روئے۔
۴۔ جس قدر ممکن ہو اُن پر روؤ۔ بڑی معیبت پر رونا کم درجہ ہے۔
۵۔ ہر دن اور ہر زمین اُن پر میرے غم کی وجہ سے کربلا اور عاشورا ہے۔
۶۔ اے حضور کے اہلِ بیت میرے قلب کو لوگوں کے تسلی دلانے سے تسلی نہیں حاصل ہوتی ہے۔
۷۔ سوائے اس کے کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا اور معالموں کو سپرد کرنا بری کر دیتا ہے۔

علامہ ابوصیری کے یہ ابیات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور خاص کر آخر کے دو شعر تو جواب ہی نہیں رکھتے۔ آپ کا مزار پُر انوار اسکندریہ میں ہے۔ یہ عاجز اواسطِ ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق اواخر اگست سنہ ۱۹۳۱ء میں مزارِ مبارک پر حاضر ہوا تھا۔ مبارک مقام ہے۔ خلقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ رحمہ اللہ۔

مزاراتِ مُبارکہ پر حاضری

اِس عاجز کی یاد میں آپ درج ذیل حضرات کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضر ہوئے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ میں سے حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ باقی باللہ حضرت سید السادات سید نور محمد بدایونی، حضرت سعد اللہ، حضرت شاہ گلشن، حضرت شاہ عبد العدل، حضرت شاہ محمد آفاق، حضرت شاہ عبد الرحیم و اولاد مبارک ایشان (مہندیان) حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیب و خواجہ میر درد قدس اللہ اسرارہم۔

اور مشائخ چشتیہ میں سے حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین والاولیا، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود روشن چراغ دلی حضرت سید محمود بحار، حضرت شاہ کلیم اللہ قدس اللہ اسرارہم اور پہاڑی پر حضرت بندۂ عالم الغیب مشہور بہ پیر غیب قدس سرہٗ۔

آپ کا طریقہ اور ادب

آپ نہایت ادب سے احاطے کے باہر جوتی اُتار کر، سر جھکا کر، ہاتھ باندھ کر، ہمہ تن متوجہ ہو کر حاضر ہوتے تھے۔ اور سلام مسنون بر اموات عرض کرنے کے بعد اکثر سورۂ یاسین، احیاناً سورہ تبارک بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کے وقت اپنی چادر سر پر ڈال لیتے تھے۔ اور بعد از تلاوت تھوڑی دیر مراقب رہتے تھے۔ جب آپ فارغ ہو کر اُٹھتے تھے تو چہرۂ مبارک پر ایک نور اور آنکھیں مخمور ہوا کرتی تھیں اور تھوڑی دیر آپ خاموش رہتے تھے۔

حضرت خواجۂ خواجگاں کے مزار شریف پر چار پانچ مرتبہ عرس شریف کے موقع پر شب کو حاضری ہوئی۔ حضرت سید السادات و حضرت سعد اللہ و حضرت شاہ گلشن کے مزارات پر حاضری کا بیان گزر چکا ہے۔

شاہ عبدالعدل

حضرت شاہ عبدالعدل کا مزارِ مبارک حضرت خواجۂ خواجگاں اور حضرت خواجۂ خورد کے مزاراتِ شریفہ کے مابین واقع ہے۔ آپ کے مزار شریف کا تعویذ ایک قطعۂ سنگِ سفید کا ہے۔ قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ اور حضرت شاہ عبدالقادر کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ یکشنبہ ۲۰ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء کو حضرت کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ قریب ہی ایک جھاڑی کے تنکے اور کچھ کوڑا تعویذ پر پڑا تھا۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو صاف کیا۔ سورۂ فاتحہ و چہار قل بعد سلام پڑھے اور پھر اپنے اور اپنے تینوں بیٹوں کے واسطے آپ سے طالبِ دُعا ہوئے۔ آپ نے یہ الفاظ بھی عرض کئے "میں آپ کے پیر و مرشد کے بھائی کا پوتا ہوں۔ آپ میرے اور میرے بچوں کے واسطے دعائے خیر فرمائیں"۔ پھر آپ نے پائنتی کی مٹی پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ہاتھ کو اپنے سر اور چہرے پر مَلا۔

حضرت کے مزار شریف سے متصل قبروں کے بننے اور تدفین کی وجہ سے آپ کے قبر کے تعویذ پر مٹی اور سنگِ خارا کا ڈھیر لگ گیا تھا۔ اِس عاجز نے حضرت سیدی الوالد کے طریقۂ زیارت کو دیکھا تھا اور رفقا میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے نے دن اور تاریخ لکھ کر محفوظ کر لی تھی بعد میں اس عاجز کو بتائی۔ اس عاجز نے جب آپ کے مزار مبارک کو اس حال میں دیکھا کہ تعویذ چھپ گیا ہے اور اس پر ملبہ پڑا ہوا ہے۔ تو پہلے ملبہ ہٹوایا پھر بندھانیوں سے تعویذ اُٹھوایا اور چبوترے کو اونچا کروا کر حسبِ سابق اس کے مقام پر رکھوایا۔ اور اس کام سے شنبہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۴۷ء کو فارغ ہوا۔

سہ بیت مفتخر کا بیان

روز خوش بود و مبارک عہد بود　　چوں شنیدم من سہ[1] بیتِ مفتخر

---

[1] کوئٹہ میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے یہ تین شعر سُنے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ قَصْرِیْ حُفْرَۃٌ　　غَبْرَاءُ یَحْمِلُنِیْ اِلَیْھَا شَرْجَعُ

فَبَکَتْ بَنَاتِیْ شَجْوَھُنَّ وَزَوْجَتِیْ　　وَالْاَقْرَبُوْنَ اِلَیَّ ثُمَّ تَصَدَّعُوْا

وَتُرِکْتُ فِیْ غَبْرَاءَ یُکْرَہُ وِرْدُھَا　　یَسْفِیْ عَلَیَّ الرِّیْحُ حِیْنَ اُوَدَّعُ

یاد دارم ہر سہ بیتِ بے عدیل | از زبانِ مُرشدِ والا گہر
مَرحمت فرمود اِنشادش نمود | ہم بیاں کردش بہ الفاظِ غُرَر
نقش بر لوحِ دلم گشت آں بیاں | بہرِ یاراں نظم سازم آں دُرَر
نیک دانم از مآلِ ایں سفر | جائے من باشد بہ آخر در حُفَر
بر سریرے نعشِ من انداختہ | سُوئے صحرا می برد چندیں نفر
جسمِ خاکی را نہادہ زیرِ خاک | باز گردد ہر یکش با چشمِ تر
زن بنالد، دخترم گریہ کند | چند آہِ سَرد بر آرد پسر
مسکنم جائے شود کانجا دُرُود | دوستش دارند کمتر از بَشر
نے رفیق و نے انیس و نے جلیس | جز نسیمے کاں دَمَد وقتِ سَحَر
رفتہ رفتہ جسم گردد خاکِ گور | رفتہ رفتہ گور گردد بے اثر
رفتہ رفتہ محو گردد ایں جہاں | کس نہ ماند جز خدائے بحر و بر

حضرت شاہ محمد آفاق مجددی

حضرت کا مزارِ مبارک دِلّی میں قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کی مسجد شریف کے عقب میں اس راستہ پر مغلپورہ میں واقع ہے جو برف خانہ سے روشن آرا باغ کو جا رہا ہے۔ اس جگہ صاحبزادہ سعید الزبیر از اولادِ قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر آباد تھے۔ حضرت سیّدی الوالد احیاناً جمعہ کے دن ظہر کے بعد ہم سب کو لے کر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اور ہم تینوں بھائی مسجد شریف میں سعید الزبیر صاحب کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت والدہ اور ہمشیرگان اُن کی اہلیہ صاحبہ کے پاس چلی جاتی تھیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ محمد آفاقؒ نہایت صاحبِ کمال اور قوی النسبت تھے۔ بڑے حضرت یعنی حضرت شاہ احمد سعیدؒ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جب وہ چلم کا کش لے کر صدائے ھُو کے ساتھ دُھواں منتشر کرتے تھے تو اس وقت حضرت شاہ غلام علی کی توجہ کی کیفیت بڑے حضرت محسوس کرتے تھے۔

آپ کا مزار شریف تکونی زمین پر واقع تھا۔ شرق کی طرف ز مسجد شریف کے عقب میں) شمالاً جنوباً دس گز چوڑی زمین ہو گی اور کوئی پندرہ گز کی درازی پر غرب کی طرف صرف دو دیواروں کا اتصالی کونہ تھا۔ مزار شریف پر کوئی عمارت نہ تھی۔ آپ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی

کے مرشد تھے اور وہ صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن شروانی کے مرشد تھے۔ یہ عاجز جن دنوں مصر میں تھا مولانا حبیب الرحمن نے مزار شریف پر غالباً پانچ گز سے پانچ گز کا ایک کمرہ بنوا دیا تھا۔ (از ۱۳۴۹ھ سنہ ۱۹۳۱ء تا ۱۳۵۴ھ سنہ ۱۹۳۶ء کے دوران میں)۔

تخت شریف مسجد شریف کی عقب کی دیوار سے متصل سنگِ باسی کا چھ فٹ لمبا چار فٹ چوڑا اور دو انچ موٹا مسطح ٹکڑا تھا۔ اس پتھر پر قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر کو غسل دیا گیا تھا اور اس کو حضرت شاہ احمد سعید اور آپ کی مبارک اولاد تخت کہا کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت عمۂ محترمہ اور حضرت سیدی الوالدبھی یہی کہتے تھے۔ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء کے مصائب میں سے ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ قبلۂ عالم کی مسجد شریف اغیار کا مسکن بنی۔ تخت شریف ضائع ہوا۔ حضرت کے مزار شریف کو توڑ کر دوکان بنالی۔

۱ تَبْكِي الْحَنِيفِيَّةُ الْبَيْضَاءُ مِنْ أَسَفٍ	كَمَا بَكَى لِفِرَاقِ الْإِلْفِ هَيْمَانُ
۲ عَلَى دِيَارٍ مِنَ الْإِسْلَامِ خَالِيَةٍ	قَدْ أَقْفَرَتْ وَلَهَا بِالْكُفْرِ عُمْرَانُ
۳ حَيْثُ الْمَسَاجِدُ قَدْ صَارَتْ كَنَائِسَ مَا	فِيهِنَّ إِلَّا نَوَاقِيسٌ وَصُلْبَانُ
۴ حَتَّى الْمَحَارِيبُ تَبْكِي وَهِيَ جَامِدَةٌ	حَتَّى الْمَنَابِرُ تَرْثِي وَهِيَ عِيدَانُ

۱۔ روشن ملّتِ حنیفیہ روتی ہے۔ جس طرح کوئی سرگشتہ دوست کے فراق پر روئے۔

۲۔ مسلمان ملکوں کی آبادیوں پر جو خالی ہیں اور ان کی کفر سے آبادانی ہے۔

۳۔ مسجدوں کی جگہ گرجا گھر ہیں۔ اُن میں ناقوس اور صلیبیں ہیں۔

۴۔ حتّٰی کہ محراب نوحہ کرتے ہیں حالانکہ وہ جماد ہیں حتّٰی کہ منبر روتے ہیں حالانکہ وہ لکڑیاں ہیں۔

پچیس ۲۵ سال ہو چکے ہیں کہ وہ مسجد شریف دو تین افراد کا مسکن قرار پا گئی ہے۔ البتہ مزار شریف کی واپسی عجیب طریقہ سے ہوئی جو درج ذیل ہے۔

کرامتِ باہرہ پنجشنبہ یکم محرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء کو مولانا اخلاق حسین دہلوی، ان کے بھائی حکیم سید حسین اور نگرانِ مساجد (اوقاف کمیٹی) دن کے تین بجے اس عاجز کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ حضرت شاہ آفاق رح کے مزار شریف پر اوقاف کا تصرف ہو گیا ہے۔ عبدالغفار صاحب سکریٹری وقف بورڈ کی خواہش ہے کہ آپ کا مزار شریف نمایاں کر دیا جائے۔ لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں اور نشان دہی کرا دیں تاکہ سات محرم کو آپ کا عرس شریف کیا جا سکے۔ حضرت کی محبت اور سالہا سال حضرت

سیدی الوالد کی رفاقت میں وہاں کی حاضری کی یاد نے مجبور کیا کہ اس شدید گرمی میں ان تینوں افراد کے ساتھ اس مبارک مقام کو فوراً جایا جائے۔ چنانچہ یہ عاجز گیا پہلے مزار شریف پر حاضر ہونے کا راستہ مسجد شریف کے شمالی حصّہ کی طرف سے تھا۔ اب وہ تمام حصص مکانات کی شکل میں تبدیل ہو گئے ہیں اور اب اس سڑک سے جو برف خانہ سے روشن آرا باغ کو جاتی ہے' تین فٹ چوڑا راستہ بنایا ہے۔ یہ عاجز وہاں حاضر ہوا اور آپ کے تعویذ کی جگہ بتائی۔ راج اور مزدور بھی اوقاف والے ساتھ لے گئے تھے۔ انھوں نے اس جگہ کا فرش توڑا۔ اس وقت وہاں کے رہنے والے ہندو اور سکھ بھی آگئے۔ وہ بھی اس کام میں مدد کر رہے تھے۔ پانچ چھ انچ زمین کھودی گئی کہ حضرت کی قبر ظاہر ہو گئی۔ توڑنے والے نے صرف تعویذ توڑا تھا اور مٹی ڈال کر فرش بنا لیا تھا۔

یہ عاجز چار شنبہ ، محرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۴ء کو عرس شریف میں بھی گیا۔ مولانا اخلاق حسین، حکیم سید حسین، مولانا مشرف احمد برادر طریقت عبدالرحیم مستری، عبدالغفار وقف بورڈ کے سکریٹری، مولانا محمد میاں فاروقی الہ آبادی اور دس بارہ افراد تھے۔ وہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ عاجز حضرت کے خاندان میں سے ہے تو بڑی محبت و عقیدت سے پیش آئے اور انھوں نے سب کے سامنے اس عاجز سے یہ حقیقت بیان کی۔

جس شخص نے قبر کو توڑا تھا وہ بیمار ہوا اور اس کے ہاتھوں میں تکلیف شروع ہوئی۔ اس نے کئی سال علاج کیا لیکن تکلیف میں کچھ کمی نہ ہوئی بلکہ ہاتھوں میں زخم پڑ گئے۔ وہ روتا تھا اور کہتا تھا۔ مجھ پر اس قبر توڑنے کا عذاب آیا ہے۔ اُس کے ہاتھ گل کر جھڑ گئے اور وہ مر گیا۔ اب ہم لوگوں نے یہ جگہ خالی کی ہے اور آپ کے سپرد کر دی ہے۔ جو خدمت ہمارے لائق ہو ہم کو بتائیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم پر کوئی تکلیف نہ آئے۔ صَدَقَ اللہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ۔ (اعراف - ۱۴۶)

(ترجمہ) میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو غرور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق، اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں یقین نہ کریں اُن کو اور اگر دیکھیں ہدایت کی راہ نہ بنائیں اس کو اپنی راہ، اور اگر دیکھیں گمراہی کی راہ بنائیں اس کو اپنی راہ' اور یہ اس لئے کہ انھوں نے جھٹلایا

ہماری آیتوں کو اور اُن سے غفلت برتتے رہے۔

مہندیوں کو جانا آپ ایک مرتبہ حضرات محدثینِ دہلویہ حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ رفیع الدین حضرت شاہ عبدالقادر قدس اللہ اسرارہم کے مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہوئے۔ مخلصین میں سے تقریباً پچیس تیس افراد ساتھ تھے۔ ہم تینوں بھائی بھی آپ کے ساتھ تھے مخلصین میں اصحابِ نسبت و اجازت و خلافت بھی جیسے حاجی ملا احمد مٹاخیل اور مولوی عبدالعزیز کھلنوی بنگالی۔

آواز کا پست رہنا آپ نے پہلے سلام مسنون بلند آواز سے پڑھا اور پھر بیٹھ کر سورۂ یاسین تلاوت کرنی شروع کی۔ آپ حسبِ معمول بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے لیکن آواز بلند نہیں ہو رہی تھی بلکہ گھٹی گھٹی تھی۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا تم لوگ باہر جاؤ۔ چنانچہ وہ سب مسجد شریف کی شمالی مختصر دیوار کے عقب میں بیٹھ گئے۔ آپ نے پھر تلاوتِ شریفہ شروع کی لیکن آواز پھر بھی بلند نہ ہوئی۔ آپ نے اس دوران میں سر مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر تلاوت میں مصروف ہوگئے۔ اس وقت کے فیوضات و برکات کا کیا بیان ہو۔ بھلا احوال جامۂ اقوال میں کہاں آسکتے ہیں۔ احادیثِ نبویہ کی جو خدمت اِن پاکیزہ نفوس نے کی ہے اس کی برکت کا ظہور بوجہ اتم ہو رہا تھا۔ فاتحہ سے جب آپ فارغ ہوئے تو مخلصین سے فرمایا "میں نے تلاوت شروع کی۔ اور میری آواز بلند نہیں ہو رہی تھی مجھ کو خیال آیا کہ شاید یہ تم لوگوں کی کدورت کا اثر ہے۔ اس لئے تم کو وہاں سے ہٹایا۔ تم لوگوں کے جانے پر بھی آواز بلند نہ ہوئی تو میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دیکھا کہ ملائکہ کرام از بالائے سر تا آسمان تمام فضا کو گھیرے ہوئے ہیں اور اُن کے دباؤ کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہو رہی ہے۔ یہ فرشتے از جماعتِ سکینہ ہیں۔

حضرت اُسید کا واقعہ یہ عاجز جب آپ کی آواز بلند نہ ہونے کے واقعہ کو اور آپ کے ارشادِ گرامی کو یاد کرتا ہے تو صحیحین کی یہ حدیث شریف یاد آجاتی ہے "عن ابی سعید الخدری انّ اُسید بن حُضَیر قال بینما ھو یقرأ من اللَّیلِ سُورۃ البقرۃِ وَ فَرسُہ مربوطۃٌ عندہٗ اِذْ جالتِ الفرسُ فَسکتَ فَسکنَتْ، فَقرَأَ فَجالَتْ فَسَکَتَ فَسَکنَتْ ثُمّ قَرَأَ فَجالَتِ الفَرسُ، فَانصَرفَ وَکَانَ ابنہ یحییٰ قَرِیبًا مِنھا فَاَشْفَقَ اَنْ تُصِیْبَہٗ وَلَمَّا اَخّرَہٗ رَفَعَ رَاسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ فَاِذَا مِثْلُ الظُّلّۃِ فیھا امثالُ المصابیحِ فَلَمَّا اَصْبَحَ حَدَّثَ النبیَّ صلی اللہ

علیہ وسلم فقال اقرأ یا ابنَ حضیر اقرأ یا ابن حضیرٍ قال فاشفقت یا رسول اللہ ان تطأ یحییٰ وکان منہا قریباً فانصرفتُ الیہ ورفعتُ رأسی الی السماء فاذا مثل الظلۃ فیہا امثال المصابیح فخرجت حتیٰ لا اَراہا قال وتدری ما ذاک؟ قال لا، قال تلک الملائکۃ دَنَتْ لِصَوْتِکَ وَلَوْ قرأتَ لَاَصْبَحَتْ ینظر الناسُ الیہا لا تَتَوَارٰی مِنْہُمْ۔ اھ۔ اللفظ للبخاری کما فی المشکات۔

یعنی ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ ایک رات اُسید بن حُضَیر سورہ بقرہ تلاوت کر رہے تھے اور اُن کی گھوڑی اُن کے پاس بندھی ہوئی تھی۔ اچانک وہ پائے کوبی کرنے لگی۔ اُسید خاموش ہوگئے اور گھوڑی بھی ساکن ہوگئی۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی اور گھوڑی پھر پائے کوبی کرنے لگی۔ وہ پھر خاموش ہوگئے اور گھوڑی بھی ساکن ہوگئی۔ انھوں نے پھر تلاوت شروع کی۔ اور گھوڑی پھر پائے کوبی کرنے لگی۔ انھوں نے قرأت بند کی۔ ان کا بچہ یحییٰ گھوڑی کے قریب تھا اُن کو کھٹکا ہوا کہیں گھوڑی کے لات چلانے سے بچے کو آزار نہ پہنچ جائے لہٰذا انھوں نے بچے کو وہاں سے ہٹایا اور پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھا۔ اُن کو ایک شے سائبان کی طرح نظر آئی اور اس میں چراغ کی طرح روشنیاں تھیں۔ جب صبح ہوئی اُسید نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ اے حضیر کے بیٹے پڑھ۔ اے حضیر کے بیٹے پڑھ (یعنی پڑھتے رہتے) اُسید نے عرض کی۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو کھٹکا ہوا کہ کہیں (میرے بچے) یحییٰ کو آزار نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ وہ گھوڑی کے قریب تھا۔ میں یحییٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھ کو سائبان جیسی ایک شے نظر آئی اور اس میں روشنیاں چراغ کی طرح تھیں۔ یہ دیکھ کر میں اپنے گھر سے نکل گیا تاکہ مجھ کو وہ نظر نہ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ جانتے بھی ہو وہ کیا تھا۔ میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ تو ملائکہ تھے اور تمہاری تلاوت کرنے کی آواز پر آئے تھے۔ اگر تم تلاوت کرتے رہتے تو صبح کو ان کی طرف لوگوں کو دیکھتا ہوا پاتے۔

فتح اللہ کی قبر یہ واقعہ مغرب کی نماز کے بعد کا ہے۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے اس عاجز نے آپ سے کہا۔ جی حضرت، وہ فتح اللہ کی قبر ہے۔ (فتح اللہ کا بیان ان شاء اللہ مخلصینِ پاک نہاد کے ذکر میں آئے گا) آپ نے نظریں اُٹھا کر فتح اللہ کی قبر کی طرف دیکھا۔ اس وقت حاضرین میں سے اکثر افراد نے بہ چشم ظاہر دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے فتح اللہ کی تُربت تک روشنی کی دو لہریں دوڑ رہی ہیں بعض

افراد اس کیفیت کو دیکھ کر نعرہ اللہ اکبر لگا کر گر پڑے۔

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا — نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے — یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

حضرات عندلیب و درد

آپ ایک مرتبہ خواجہ ناصر عندلیب اور خواجہ میر درد کے مزارات شریفہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے کھڑے کھڑے مختصر فاتحہ پڑھی۔ اور روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دور آپ آئے تھے کہ چند اونٹوں کی قطار جا رہی تھی۔ آپ کھڑے ہو کر اونٹوں کو دیکھنے لگے۔ ایک بچۂ شتر آپ کو دیکھ کر آواز نکالتا اور چھلانگیں لگاتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے واہ وا، واہ وا فرمایا اور اپنا مبارک ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ شتر بچہ آپ کے مبارک ہاتھ پر اپنا منہ اور سر ملنے لگا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

ناقہ جب بھاگا تو بھاگا نجد سے قبلہ کی سمت — دُم کے پیچھے قیس تھا آگے خدا کا نام تھا

اس وقت آپ کا تبسم فرمانا اور مسرت سے آپ کے مبارک چہرے کا شگفتہ ہو جانا اور یہ شعر پڑھنا، پھر بچۂ شتر پر محبت سے ہاتھ پھیرنا عجیب کیفیات کا حال تھا۔ مخلصین کی جماعت متحیر تھی۔ مرد پاک نفس حاجی مُلا احمد خاں رحمہ اللہ ضبط نہ کر سکے اور سبحان اللہ کہتے ہوئے وجد میں آ گئے۔

کسانے کہ یزداں پرستی کنند — بہ آواز دولاب مستی کنند
(وہ لوگ جو خدا پرستی کرتے ہیں رہٹ کی آواز پر مست ہو جاتے ہیں)

حضرت قطبُ الاقطابؒ

آپ ۱۳۳۵-۳۶ھ میں ہر جمعہ کو مہرولی جاتے تھے۔ حکیم محمد شفیع معالج چشم ساکن پہاڑ گنج ساتھ ہوا کرتے تھے۔ راستہ میں صفدر جنگ پر کچھ توقف فرماتے اور چہل قدمی کرتے۔ آپ نے ایک مرتبہ وہ جگہ بتائی جہاں آپ ۱۸۵۷ء میں کھڑے تھے اور انگریز نے آپ کی کمر سے اپنی چھڑی چھوائی تھی۔ اور وہاں سے آپ مہرولی تشریف لے جاتے۔ آپ درگاہ شریف کے غربی شاہی دروازے پر بگھی سے اترتے۔ دروازے کے باہر جوتی اُتار کر سر جھکا کر، دست بستہ نہایت ادب کے ساتھ مسجد شریف جاتے۔ مسجد شریف کے امام صاحب آپ سے بیعت تھے، ان کے اور باقی صاحبزادگان کے کہنے سے جمعہ کی امامت آپ فرماتے تھے۔ نماز کے بعد مزار پرانوار پر حاضر ہوتے۔ مزار شریف سے جہت غرب مائل بہ جنوب کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے اور پھر مزار شریف کی طرف متوجہ ہو کر دوزانو بیٹھ کر

اپنے سر اور چہرے پر کپڑا ڈال کر بلند آواز سے سورۂ یاسین تلاوت کرتے۔ احیاناً ذوق و شوق کی حالت میں ترجمہ بھی بیان فرماتے۔ دلی کے پاک باطن افراد کو آپ کے مہرولی جانے کا علم ہوا اور وہ بھی کافی تعداد میں پہنچنے لگے۔ لوگوں کی اتنی کثرت ہونے لگی تھی کہ مزار شریف کا احاطہ اور وہ گلی جو مسجد شریف اور مزار شریف کے احاطہ کے مابین واقع ہے لوگوں سے بھر جاتی تھی۔ فاتحہ سے فارغ ہو کر آپ قطب لاٹھ تشریف لے جاتے اور وہاں چمن میں ہم تینوں بھائیوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوتے۔

ایک سال مخلصانِ پاک نہاد گل خان ضخیل اور ملا صاحب خان قمرانی دلی سے مہرولی تک آپ کی بگھی کے ساتھ دوڑتے ہوئے جاتے اور آتے تھے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو خوش کرنے کے لئے راستہ بھر اچھل کود بھی کرتے تھے۔ ان کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ آپ کا دل خوش ہو جائے۔ اور ان کے احوال پر عنایت کی نظر فرمادیں۔ رحمہما اللہ و رضی عنہما۔

گر میل کند سوئے بلائی عجبے نیست   شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

(کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اگر بلائی کی طرف ان کا خیال مائل ہو جائے۔ کیا عجب ہے اگر بادشاہ بھکاری پر نوازش کردیں)

نواب خضر

دلی کے نواب خضر شاہ ولی النبی قدس سرہٗ سے بیعت تھے جو کہ آپ کے جدِ امجد کے خلیفہ تھے اور آپ سے پہلے خانقاہ شریف میں مقیم تھے۔ نہایت نیک اور صاحبِ نسبت تھے۔ وہ سارا مہینہ حضرت سلطان جی یا حضرت قطب الاقطاب کی درگاہ میں رہتے تھے اور صرف ایک دن کے واسطے اپنے گھر آتے تھے۔ پنشن وصول کر کے دوسرے دن چلے جاتے تھے۔ اس سال وہ مہرولی میں حضرت کی درگاہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک جمعہ کو فاتحہ شریف کے دوران میں فیوضات و برکات کا عجیب عالم تھا۔ دورانِ تلاوت میں دو تین مرتبہ فرطِ جوش میں آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ اس وقت اہلِ نسبت افراد کے دلوں پر بجلیاں کوند گئیں، کوئی رو رہا تھا، کوئی تڑپ رہا تھا۔ فاتحہ کے بعد آپ نے حضرت کے مزارِ مبارک کے پائنتی اپنے مبارک ہاتھوں سے مسح کر کے اپنے سر اور چہرے پر پھیرا اور دروازے تک اُلٹے پیروں چل کر آئے۔ نواب خضر کی بانہہ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ خضر تم نے دیکھا کہ آج حضرت نے کیسی مہربانی فرمائی۔ انھوں نے کہا۔ جی حضور میں نے دیکھا۔ اور یہ کہہ کر وہ رونے

لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا "حضر یک دَرگیر محکم گیر" یعنی ایک در کے ہو رہو۔ یہ کیا کہ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد نواب خضر حضرت سلطان جی میں رہنے لگے۔ رحمۃ اللہ۔

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است　　　تعلیم کن اگر ترا دسترس است

(دل نے کہا مجھ کو علم لدنی کی خواہش ہے۔ اگر تمہاری پہنچ ہے مجھ کو تعلیم کرو)

گفتم کہ الِفْ، گفت دگر، گفتم ہیچ　　　درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

(میں نے کہا الف (یعنی اللہ) دل نے کہا اور، میں نے کہا، اور کچھ نہیں، اگر گھر میں (خانۂ دل میں) کوئی ہے، ایک حرف کافی ہے)

حضرت سُلطان المشائخ

اس عاجز کی یاد میں حضرت کے مزارِ پرُانوار پر آپ دو مرتبہ حاضر ہوئے، لیکن ہم تین بھائیوں کی ولادت سے پہلے آپ نے حضرت کے مزار شریف پر حاضری دی ہے جس کا بیان عنقریب کیا جائے گا۔

پہلی مرتبہ حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ عشاء کی نماز کے بعد حسبِ معمول آپ خانقاہ شریف کی ڈیوڑھی میں تشریف لائے۔ صحنچی میں مخلصین کی جماعت تھی۔ دروازہ جو سڑک پر کھلتا ہے بھڑا ہوا تھا۔ آپ نے سڑک پر لوگوں کی چہل پہل کی آواز سُنی، دریافت فرمایا۔ آج خلافِ معمول چہل پہل کی آواز کیسی آرہی ہے۔ مولوی بدرالاسلام اور مولوی بخش اللہ نے کہا آج سترھویں ہے۔ اور لوگ سلطان جی جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہم بھی چلتے ہیں۔ چنانچہ آپ اور ہم تین بھائی اور حاجی ملا احمد خان اور ایک دوسرا پٹھان بگھی میں روانہ ہوئے۔ درگاہ شریف کے صدر دروازے کے باہر آپ نے جوتیاں اُتاریں اور نہایت ادب سے دست بستہ سر جھکائے احاطۂ درگاہ شریف پہنچے۔ مخلصین کی ایک جماعت پہلے پہنچ گئی تھی وہ بھی ساتھ ہولی۔ آپ گنبد شریف کے اندر داخل ہوئے۔ ہم تین بھائی آپ کے ساتھ رہے۔ باقی سب افراد گنبد کے باہر رہے۔ آپ نے بعد از عرض سلام سورۂ مُلک تلاوت فرمائی۔ آپ کی تلاوت کے دوران میں برکات و فیوضات کی نہریں جاری تھیں اور سب پر ایک کیفیت طاری تھی۔ مولوی بخش اللہ مولوی بدرالاسلام باہر دالان میں جالیوں کے پاس کھڑے تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ دلّی کے مشہور واعظ مولوی دلھن آپ کی پشت پر جالی سے متصل دست بستہ کھڑے رہے۔ بعد میں مولوی دلہن نے کہا۔ ایسی برکات و فیوضات آج تک میں نے نہ دیکھی تھیں۔

حضرت سلطانجی سے آپ کی گفتگو

اس رات جن کیفیات کا ظہور ہوا اپنی نوعیت کے اعتبار سے یکتا تھیں۔ آپ کے مبارک سر اور چہرے پر کپڑا پڑا تھا۔ آپ دوزانو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ تلاوت کے بعد آپ مراقب ہوئے اور کبھی آپ کا سرِ مبارک بہت جھک جاتا تھا۔ اسی دوران میں آپ کی مبارک زبان پر چند بار "جی" کا لفظ آیا اور پھر آپ نے فرمایا: "جی حضرت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور میں نے اولادِ نرینہ کے واسطے عرض کی تھی۔ اللہ نے آپ کی دعا کی برکت سے مجھ کو تین بیٹے عنایت کئے۔ ایک بلال ہے دوسرا زید اور تیسرا سالم، اب آپ سے یہ عرض ہے کہ آپ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اِن تینوں کو نیک اور صالح فرمائے۔" یہاں تک آپ نے حضرت سے بات کی تھی اور بات بھی اس طرح کہ کبھی مبارک ہاتھ اُٹھاتے تھے اور کبھی "جی" کہتے ہوئے سرِ مبارک کو جھکاتے تھے کہ اس مبارک مکالمہ کو ایک کرخت آواز نے درہم برہم کر دیا اور وہ آواز یہ تھی۔ "اب آپ لوگ اندر سے باہر آئیں تاکہ دوسرے لوگوں کو حاضری کا موقع ملے۔" اس کرخت آواز کو سن کر آپ چونک پڑے اور آپ نے فرمایا: "یہ لوگ ناراض ہو رہے ہیں۔ آؤ بچو ہم چلیں۔" اور آپ کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں اُس کرخت آواز والے کی یہ آواز سُنائی دی۔ ارے مجھے مار ڈالا۔ کچھ لوگ اس کی طرف ملتفت ہوئے اور ان کو معلوم ہوا کہ کسی منچلے نے اس کی توند پر زور سے گھونسہ مارا تھا اور وہ اپنا پیٹ پکڑے چلّا رہا تھا۔

دردِ ما از یار است و درماں نیز ہم ۔۔۔ دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

(میرا درد بھی یار کی جانب سے ہے اور دوا بھی، دل اس پر فدا ہے اور جان بھی)

آپ جب گنبد شریف سے باہر تشریف لائے تو خلقِ خدا نے گھیر لیا تاکہ دستبوسی کی سعادت حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ مخلصینِ پاک نہاد کی جماعت کو اجر دے کہ انھوں نے آپ کے گرد حلقہ ڈال لیا اور آپ کو آرام کے ساتھ بگھی تک پہنچایا۔

حضرت سلطان جی سے جو گفتگو آپ کی اس رات ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ ہم تینوں بھائیوں کی ولادت سے پہلے آپ حضرت کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے تھے یعنی ۱۳۱۸ھ سے پہلے، جو کہ حضرت برادرِ کلاں کا سالِ ولادت ہے۔ اور پھر تقریباً بیس۲۰ سال کے بعد آپ کی حاضری ہوئی ہے۔

دوسری حاضری

دوسری مرتبہ آپ دوسرے سال تشریف لے گئے اور وہ بھی عرس شریف کی رات کو۔ اس مرتبہ رامپور کے مولوی سردار احمد وکیل

مجددی بھی ساتھ تھے۔ غالباً رات کے دس بجے آپ آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے حسبِ معمول سلام مسنون برائے اموات پیش کیا اور پھر آپ عند القبر الشریف دو زانو بہ ادب بیٹھے۔ تاکہ سورۂ یاسین یا سورۂ مُلک تلاوت فرمائیں لیکن آپ نے تلاوت شروع نہیں کی۔ گھبرا کر اُٹھے اور فرمایا: "چلو بچو، چلو بچو" اور بگھی میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔ آپ نہایت رنجیدہ نظر آ رہے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ البتہ آپ نے مولوی سردار احمد کا نام لے کر یہ بات بگھی میں بیٹھتے وقت فرمائی تھی: "کیا بات ہے آج حضرت کا مزار فیوض و برکات سے ہم کو خالی نظر آیا۔ ہم سے تو کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے" جب آپ کی بگھی پرانے قلعہ کے پاس مٹکے شاہ کے مزار کے ٹیلے کے پاس پہنچی تو آپ ایک دم بلند آواز سے بولے: "دیکھو دیکھو حضرت یہاں کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں، تم ہمارے مزار پر گئے اور لوگوں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے ہم یہاں آ گئے ہیں" آپ نے جس وقت "یہاں کھڑے ہیں" فرمایا سڑک کی جہتِ غرب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور جس وقت آپ نے یہ بات فرمائی آپ کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا اور نسبتِ شریفہ کا اثر بے محسوس کیا۔

حضرت چراغ دلّی

آپ دو مرتبہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دلّی قدس سرہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے ہیں پہلی مرتبہ اوکھلے تک ریل میں تشریف لے گئے اور وہاں سے پینس میں۔ ہم بھائیوں کے واسطے بیل گاڑی کا انتظام تھا اور دوسری مرتبہ مہر دلی کے راستہ میں "بیوی باندی" تک بگھی میں اور وہاں سے آپ پینس میں گئے۔ دونوں مرتبہ مخلصین کی بڑی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ اب یہ تفصیل یاد نہیں رہی کہ قابل ذکر افراد میں سے پہلی مرتبہ کون کون تھے اور دوسری مرتبہ کون کون تھے۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ مرید پیر محمد احسان، سید احمد حسین انوپ شہری، مولوی عبدالعزیز بنگالی مع اپنے چند مخلصین کے، عبدالرحمٰن ٹین والے، شیخ عبدالباری جوہری نومسلم، مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام اور افغانستان کے کافی مخلصین ساتھ تھے۔ محمد احسان آپ کے جدامجد سے بیعت تھے اور انھوں نے غدر سے پہلے آپ کو گودیوں میں پھرایا تھا وہ آپ کے نہایت مخلص بلکہ عاشق تھے۔ مولوی عبدالعزیز پر وہاں کیفیات کا ظہور ہوا، وہ ضبط نہ کر سکے اور بلند آواز سے بیان کرنے لگے۔ سید احمد حسین کا واقعہ انشاء اللہ اُن کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔

حضرت سیّد محمود بحّار

بعض افراد نے آپ کے سامنے حضرت کا ذکر کیا اور کہا کہ ان کو بحّار اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت زبردست عالم تھے۔

آپ ایک مرتبہ اُن کے مزار پر حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ حضرت کے مزار شریف کے متولی دن کے دس بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے کسی کاغذ پر آپ سے دستخط کرائے۔ اور آپ نے اس کاغذ پر اپنی مُہر بھی لگائی۔ آپ نے اس عاجز سے وہ صندوقچہ منگوایا جس میں مُہر تھی۔ آپ کے مُہر لگانے کے طریقے کو اس عاجز نے اسی دن دیکھا۔ جب آپ مُہر لگا چکے تو متولی صاحب نے آپ سے عرس شریف میں شریک ہونے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ عشار کے بعد حضرت کے مزار شریف پر حاضر ہوئے آپ نے بعد از سلام مختصر فاتحہ پڑھی۔ اور حاضرین کو کچھ نصیحت فرما کر وہاں سے مراجعت فرمائی۔ جب تک آپ وہاں رہے متولی صاحب نے قوالی بند رکھی جزاہ اللہ خیرا۔

بندۂ عالم الغیب دلی کی پہاڑی فتح گڑھ پر سنگ خارا کی محکم دو منزلہ عمارت ہے اس پر چونے کی پتائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُوپر کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا ہے آپ برف خانہ کے پاس سے پتھر کی لاٹھ یا پوبرجے تک پیادہ جاتے اور آتے تھے۔ راستہ میں یہ عمارت واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پیر غیب کا مزار ہے۔ نیچے کوئی تعویز یا مزار کا نشان نہیں ہے۔ البتہ اوپر ایک تعویذ بنا ہوا تھا جو کہ غرباً و شرقاً تھا۔ اور اس کے متعلق بھی لوگ کچھ حکایتیں بیان کیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ عاجز ایک مرتبہ گیا تھا تو بالاخانہ پر جو غرباً شرقاً تعویذ تھا وہ بھی غائب پایا۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ آپ جاتے وقت جب اس عمارت کے قریب پہنچتے تھے تو سڑک کے کنارہ جوتیوں میں سے پیر نکال کر جوتیوں پر رکھ لیتے تھے۔ کیونکہ وہاں جھاڑیاں اور کانٹے تھے اور کھڑے کھڑے پست آواز سے مختصر فاتحہ پڑھ کر روئے مبارک پر ہاتھ پھیر کر روانہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے کوئی نیک بندے ہیں۔" اور آپ اُن کو "بندۂ عالم غیب" فرماتے تھے۔ آپ نے پیر غیب کبھی نہیں فرمایا۔

چتلی قبر ایک دن بگھی میں تفریح کو جاتے ہوئے چتلی قبر کے پاس پہنچ کر آپ نے ارشاد کیا۔ "یہاں کوئی نسبت نہیں ہے۔" آپ کے ارشاد گرامی سے اس روایت کی تقویت ہوتی ہے کہ کسی امیرزادے کی چتلی بکری تھی۔ اس نے بہت شوق سے پالی تھی۔ وہ مر گئی اس کو یہاں دفن کر دیا۔ اور قبر بھی بنا دی، قبر پر بھی چتلے نشانات بنائے جو کہ خورد سالی میں اس عاجز نے دیکھے تھے۔

بعض افراد جو اس جگہ کی تولیت کے مُدعی ہوئے تھے اور جنھوں نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کی وفات کے چند سال بعد ایک جوان صالح کو قتل بھی کر دیا تھا۔ اس عاجز سے ملے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قبر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے فرزند کی ہے اور ان کا نام مجد الدین

ہے۔ تعجب ہے، لوگ کس خوب صورتی سے ایک نام گھڑ کر اکابر میں سے کسی ایک سے اسکا نسب بھی ملا دیتے ہیں اور یہ سب کچھ دنیائے دنیّہ کے لئے۔ نہ ان لوگوں کو حضرت مجدالدین سے کوئی لگاؤ ہے نہ حضرت شہاب الدین سے۔ ان کا لگاؤ تو دنیوی حُطام سے ہے۔ حضرت سیدی الوالد سے عاجز نے یہ شعر سنا تھا۔ کیا ہی اچھا شعر ہے۔

زالِ دنیا ہے عجب طرح کی عَلّامہ دہر ۔۔۔ مردِ دیندار کو بھی دہریہ کردیتی ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰی اَعْقَابِنَا اَوْ اَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِیْنِنَا۔

حضرت شرف الدین قلندر

وَلیِ پروردگار غلام اکبر معروف بہ آکرو ولد محمد ایاز قوم اُتخیل طیزی ساکن کٹواز۔ افغانستان آپ کے خصوصی افراد میں سے تھے۔ ان کا ذکر بعد میں آئے گا۔ یہ صاحبِ نسبت اور صاحبِ کشف تھے۔ اولیاء اللہ کے مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہوتے تھے اور اُن سے ہم کلام ہوتے تھے۔ آپ بھی اُن کو اولیاء اللہ کے مزارات پر بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اُن کو ۱۳۴۰ھ میں حضرت قلندر صاحب کے پاس پانی پت بھیجا تو وہ حضرت کا یہ پیام لائے۔ "خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیجدیتے ہیں"۔ یہ سُن کر آپ پانی پت تین دن کے واسطے تشریف لے گئے اور حضرت سے مستفید ہوئے۔ آپ نے حضرت کی درگاہ کے مجاورین کو دو سو روپیہ بھی دیئے۔

پانی پت میں آپ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی، حضرت شمس الدین ترک اور حضرت قاضی ثناء اللہ قدس اللہ اسرارہم کے مزاراتِ مقدسہ پر بھی حاضر ہوئے اور مستفید ہوئے۔

داتا گنج بخش اور سرہند شریف

صفر ۱۳۲۹ھ میں آپ کا قیام ایک ہفتہ لاہور میں رہا۔ اس وقت آپ ایک مرتبہ حضرت علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے۔ اور فیوض و برکات سے پوری طرح لطف اندوز ہوئے۔ حضرت کی وفات پانچویں صدی کے اواخر میں ہوئی ہے۔ آپ اولیائے کاملین میں سے ہیں۔ آپ کی کتاب "کشف المحجوب" تصوف کی اعلیٰ ترکتابوں میں سے ہے۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں یہ کتاب اعلیٰ پیمانہ پر لاہور میں چھپی ہے۔ اس عاجز کے پاس کتاب کے دو قلمی نسخے ہیں۔ دونوں کا خط نہایت پاکیزہ، صاف اور عمدہ ہے۔ ایک نسخہ ۱۱۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے اور اس کے ۳۰۴ صفحے ہیں۔ اہم امور کو کاتب نے شنگرف سے لکھا ہے۔ خط پختہ ہے۔ دوسرا نسخہ ۱۲۸۱ھ میں لکھا گیا ہے اور اس کے ۶۹۰ صفحے ہیں۔ صرف ابواب اور کشف الحجاب کی سرخیوں کو شنگرف

سے لکھا گیا ہے۔

آپ جب پہلی مرتبہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ دومرتبہ سرہند شریف گئے تھے اور وہاں کافی دن قیام فرمایا تھا پھر آپ کا جانا نہ ہوسکا۔ البتہ وفات سے دو تین سال پہلے مخلصین میں سے کسی نے اواخر صفر میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے عرس شریف کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر وہاں ٹھیرنے کی جگہ ہو تو ہم بھی چلتے ہیں۔ آپ کی اس بات سے مخلصین میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور ان میں سے ایک شخص سرہند شریف کو روانہ ہوا۔ وہاں خلیفہ سید محمد حسن عرف سوندھے شاہ سے ملا۔ وہ حضرت سے تقریباً چالیس سال پہلے بیعت ہوئے تھے۔ ان کو آپ کی طبیعت اور احوال کا علم تھا۔ ان کے پاس کوئی جگہ خالی نہ تھی جہاں وہ آپ کے قیام کا بندوبست کرتے لہٰذا انھوں نے تار ارسال کیا کہ اس وقت آپ کے لائق کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس تار کے ملنے پر آپ نے اپنا ارادہ فسخ کیا۔ وَکَانَ ذٰلِکَ قَدَرًا مَقْدُوْرًا۔ یہ اللہ کی جانب سے ایک مقدر تقدیر تھی۔

فطرہ اور اُضحیہ

آپ سب کی طرف سے فطرہ دیا کرتے تھے حتیٰ کہ نواسیوں کی طرف سے بھی عیدگاہ جانے سے پہلے غریبوں کو فطرہ دیدیا کرتے تھے۔ آپ قربانی بھی سب کی طرف سے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور اپنے حضرتِ والد کی طرف سے قربانی ضرور کرتے تھے۔ احیاناً اپنی حضرت والدہ صاحبہ کی طرف سے بھی کرتے تھے۔ قربانی کے وقت آپ تشریف لاتے تھے۔ تین دن تک برابر قربانی ہوتی تھی۔ تیسرے دن کی قربانی عصر کو کراتے تھے اور پھر بارہ ذی الحجہ کو عمدہ قورمہ پکوا کر تقریباً ڈیڑھ سو افراد کو کھانا کھلاتے تھے۔ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صلاۃ فجر سے تیرہ تاریخ کی صلاۃ عصر تک ہر نماز مکتوبہ کے بعد تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ پڑھا کرتے تھے۔ عیدین کے دنوں میں آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ اُسی طرح تفریح کو جانا اور اُسی طرح حلقہ کا ہونا۔ عیدگاہ سے واپسی پر آپ باہر رونق افروز ہوتے تھے اور دن کے ایک بجے تک عام طور پر ملاقات فرماتے تھے۔ عیدگاہ سے جب آپ تشریف لاتے تھے تو ہم بھائی بہنیں آپ کے پاس جاکر آداب عرض کرتے تھے اور آپ اپنا دست شفقت پُر از رحمت سر پر پھیرتے تھے اور دُعا دے کر عیدی عنایت فرماتے تھے۔ اگر عید کے سلسلہ میں کچھ شیرینی یا کوئی لطیف شے گھر میں تیار کی جاتی تھی تو ہم بچے لے جاکر آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ بہت خوشی سے حسبِ رغبت تناول فرماتے تھے۔ حضرتِ برادر کلاں آم کی آئس کریم قلفی میں جماتے تھے اور آپ کو پیش کرتے تھے، آپ بہت رغبت سے تناول فرماتے تھے اور احیاناً "واہ وا"

فرماتے تھے۔ آپ کا مکان الگ تھا آپ اُسی میں اپنے احوال میں رہا کرتے تھے۔ اور احادیث مبارکہ کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

ہردم از یارانِ دیرین یادمی آید مرا — کوہ کن از جوئے شیرین یادمی آید مرا
نام برگ گل مبر مظہر کہ دل خوں می شود — ہمناخنِ پائے نگارین یادمی آید مرا

(ہر وقت پُرانے دوست مجھے یاد آتے ہیں۔ شیریں کی نہر کی وجہ سے مجھے فرہاد یاد آتا ہے اے مظہر پھول کی پتّی کا نام نہ لے۔ میرے محبوب کے پاؤں کا ناخن مجھے یاد آتا ہے۔)

زکات

آپ زکات کا حساب نہایت احتیاط سے کیا کرتے تھے، زکات کی رقم الگ تھیلی میں ہوا کرتی تھی آپ زکات میں سے سادات کرام کو بھی دیا کرتے تھے، آپ نے فرمایا کہ زکات کے عوض سادات کرام کو خُمس میں سے ایک حصہ ملا کرتا تھا۔ اب خُمس سے ان کی معاونت نہیں کی جاتی اس لئے زکات دے کر ان کی پریشانی رفع کرنی بہتر ہے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ ردّالمحتار، جلد دوسری، صفحہ ۷۲ میں ہے۔ روی ابو عِصمۃ عن الامام انہ یجوز الدفع الی بنی ھاشم فی زمانہ لأن عوضھا وھو خُمس الخُمس لم یصل الیھم لاھمال الناس امر الغنائم وایصالھا الی مستحقیھا واذا لم یصل الیھم العوض عادوا الی المعوض۔ کذا فی البحر۔

ابو عِصمہ حضرت امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بنو ہاشم کو زکات کا دینا جائز تھا، کیونکہ اس کا بدل جو کہ خُمس کا پانچواں حصہ تھا ان کو نہیں پہنچتا تھا کیونکہ مالِ غنیمت کے سلسلہ میں اور مستحقوں تک اس کے پہنچانے میں لوگ تغافل کرتے ہیں، اور جب سادات کرام کو عوض اور بدلہ نہ ملے تو وہ معوض کی طرف لوٹینگے یعنی زکات لینگے۔

حضرت امام کا قول اَوفق و اَرفق ہے حضرات سادات کرام زیادہ مستحق عنایت ہیں۔

بچّوں کی علالت

بچوں کی علالت پر آپ دن رات میں دو تین مرتبہ مریض کے پاس جاتے تھے اور ادعیۂ ماثورہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔ یہ دُعا ضرور پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۳ بار۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۳ بار۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۳ بار — اور یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ۔ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ۔ اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اگر مریض پر غفلت طاری ہوتی یا نیند میں ہوتا تو آپ دم فرماتے اور نہایت خاموشی کے ساتھ پانچ سات منٹ بیٹھتے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ حضرات مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم

کے طریقہ پر ازالۂ مرض کے لئے متوجہ ہوا کرتے تھے۔ رات کو دو بجے کے قریب حلقہ سے فارغ ہو کر آپ نہایت خاموشی کے ساتھ مریض کے پاس آتے۔ آپ کے ہاتھ میں لالٹین ہوتی۔ اس کی روشنی سے مریض کو دیکھتے' دَم کرتے اور کچھ دیر کھڑے رہتے۔ آپ اتنی خاموشی سے یہ کام کرتے تھے کہ حضرت والدہ صاحبہ جیسی ہوشیار نیند والی خاتون کی آنکھ بھی نہیں کھلتی تھی۔ مریض کے لئے خیرات یا صدقہ کے سلسلہ میں حضرت والدہ صاحبہ جو کچھ آپ سے فرماتی تھیں آپ وہ مصارف خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ چنانچہ رات کو مریض کے تکیہ کے نیچے پانچ پیسے رکھے جاتے تھے اور احیاناً بکرا یا دُنبہ صدقہ کیا جاتا تھا بلکہ اس جانور کو مریض کے پلنگ کے پاس لایا جاتا تھا اور مریض اس پر ہاتھ پھیر دیتا تھا۔ یہ اکثر ہوا کرتا تھا۔ اور آپ کے سامنے ہوا کرتا تھا۔ آپ نے کبھی منع نہیں فرمایا اور نہ کبھی کراہت کا اظہار کیا۔ مریض کے شفا پانے پر اظہاراً للشکر کبھی کھانا پکوا کر کھلاتے تھے۔ کبھی رامپور کے عزیزوں میں سے کسی تنگدست عزیز کو روپیہ ارسال کر دیتے تھے۔ اولاد کی علالت کے دَوران میں آپ پر رنج والم کے آثار ہوتے تھے لیکن زبان پر کسی وقت بھی کوئی جزع و فزع کا کلمہ نہیں آیا۔ آپ کا عمل ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد پر رہا جس کی بخاری و مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں)

تربیتِ بنات آپ نے ہمشیرگان کو مفتاح الجنۃ اور راہِ نجات پڑھائی۔ آپ مستورات سے فرماتے تھے حرام سے بچو' فرض پر قائم رہو' نماز روزے کی پابندی کرو۔ اس کے سوا آپ حلال و حرام اور مستحبات و مکروہات کے مسائل اُن کے سامنے نہیں رکھتے تھے۔ نہ آپ نے کبھی ہمشیرگان کو ہنسی مذاق کرنے سے روکا۔ آپ احیاناً اُن کو تفریح کے واسطے لے جاتے تھے۔ فاتحہ پڑھنے کے لئے بزرگانِ دین کے مزارات پر بھی لے گئے۔ آپ فرماتے تھے کہ "زُوْرُوا الْقُبُوْرَ سے جو استحباب حاصل ہوا ہے وہ نساء کے واسطے بھی ہے۔" جو تعلیم آپ ہمشیرگان کو دیتے تھے اسی کی تلقین مخلصات کو کرتے تھے۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا پر آپ کا عمل تھا۔ مجالسِ وعظ میں جانے سے آپ منع فرماتے تھے۔ کیا مخلصات کو اور کیا مخلصین کو۔

واعظوں کی افراط یہ عاجز کہتا ہے جب سے گلی گلی میں واعظوں کی افراط ہوئی' بداخلاقی اور بے ادبی کی کثرت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَقَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ (اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو مفید نہ ہو اور اس دل سے جس میں عاجزی نہ ہو) صحیحین کی حدیث شریف کا ظہور ہو رہا ہے۔ اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ (اور جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے پھر اُن سے مسئلے پوچھیں گے۔ وہ بغیر علم کے فتوے دینگے۔ خود گمراہ ہونگے دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کی جو بلا وجہ مسائل دریافت کرتا تھا دُرّے سے خبر لیتے تھے۔ آپ کی ذاتِ گرامی قدر اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ (میرے بعد والوں کی اقتدا کرو۔ ابوبکر و عمر کی) سے ہے۔ اگر آپ کے مسلک پر عمل رہتا تو پیشہ ور واعظین و واعظات کے فساد سے خلقِ خدا محفوظ رہتی۔

ختمِ خواجگان

آپ مخلصین کو تاکید فرماتے تھے کہ ختم خواجگان پڑھا کرو۔ چنانچہ خانقاہ شریف میں ہر روز بلاناغہ یہ ختم شریف پڑھا جاتا تھا۔

پہلے سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار۔ پھر درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ ایک سو بار۔ پھر سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ مع بسم اللہ اناسی بار۔ پھر سورۂ اخلاص مع بسم اللہ ایک ہزار بار۔ پھر سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار اور پھر درود شریف جو لکھا گیا سو بار۔

حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم تو یہ ہے جو اوپر لکھا گیا۔ حضرات مشائخ کرام کا معمول رہا ہے کہ وہ اس کے بعد ان سات اسمائے مبارکہ کو ایک ایک سو بار پڑھتے ہیں۔

(۱) یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ (۲) یَا کَافِیَ الْمُهِمَّاتِ (۳) یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ (۴) یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ۔ (۵) یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ (۶) یَا مُجِیْبَ الدَّعَوَاتِ (۷) یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ اور پھر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے ہیں۔

اہلِ عرب یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ کو یَا شَافِیَ الْمَرْضٰی سے بدل کر پڑھتے ہیں۔ یعنی اے مریضوں کو شفا دینے والے۔ اور شافی الامراض میں شافی کے بعد حرف جر (عَنْ) محذوف ہے۔ اور اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ اے شفا دینے والے امراض سے۔ دونوں روایتیں ٹھیک ہیں۔

مُسَبَّعَاتِ عَشَر

یعنی سات سات بار پڑھی جانے والی دس چیزیں۔ آپ ہر روز ایک مرتبہ مسبعات عشر پڑھتے تھے۔ اور ہم تینوں بھائی اور جو بھی اس وقت موجود ہوتا تھا آپ کے ساتھ قدرے بلند آواز سے پڑھتا تھا۔ آپ مخلصین سے مسبعاتِ عشر پڑھنے کو فرمایا

کرتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ طلوع آفتاب و غروب آفتاب سے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ وہ دس چیزیں جو سات بار پڑھی جاتی ہیں درج ذیل ہیں۔

(۱) سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ (۲) سورۃ الناس مع بسم اللہ (۳) سورۃ الفلق مع بسم اللہ (۴) سورہ الاخلاص مع بسم اللہ (۵) سورۃ الکافرون مع بسم اللہ (۶) آیۃ الکرسی (۷) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (۸) درود شریف۔ آپ درج ذیل درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ اس میں حضرات امہات المومنین اور آپ کی ذریت کا ذکر ہے اور ذریت کے معنی میں بہت عموم ہے اس واسطے مجھ کو یہ درود شریف زیادہ پسند ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى (سَيِّدِنَا) اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ (سَيِّدِنَا) اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى (سَيِّدِنَا) اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ (سَيِّدِنَا) اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(۱۰) اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ افْعَلْ بِيْ وَبِهِمْ عَاجِلًا وَّآجِلًا فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَا اَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

مسبعات عشر یہی ہے جس کا بیان ہوا۔ لیکن آپ اس کے بعد سات بار سید الاستغفار بھی پڑھتے تھے جو درج ذیل ہے۔

سَیِّدُ الاستغفار اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اسمارِ حسنیٰ آپ جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مبارک ناموں کو پڑھتے تھے۔ یہ عاجز اس طریقہ پر لکھتا ہے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۳ بار۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ

اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۳ بار۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۳ بار۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ، هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْكَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَكِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِی الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِی الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِی الْمُتَعَالِی الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِی الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِی الْبَدِیْعُ الْبَاقِی الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ[1]۔ دس بار۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ـــ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ.... وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَوْلِیٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ

[1] یعنی لا الٰہ الا انت الخ۔

اَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ، قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ سورہ اخلاص ۳ بار، سورہ فلق ۳ بار، سورہ ناس ۳ بار۔

صلاۃِ حاجت

آپ نے کسی کو اس قسم کے وظائف اور اعمال نہیں بتلائے۔ ماثورہ دعائیں جو کہ حصن حصین میں ہیں یا احادیثِ مبارکہ کی کتابوں میں آپ دیکھتے تھے۔ احیانًا بتادیا کرتے تھے۔ لیکن آپ نے ایک دن مولوی بخش اللہ ساکن چھتہ لال میاں دلی کو صلاۃِ حاجت تعلیم کی اور ارشاد فرمایا کہ نہایت مصیبت کے وقت پڑھو۔ اور اس کی ترکیب اور پڑھنے کا طریقہ اس طرح پر ہے۔

تہجد کے وقت حضورِ دل سے وضو کیا جائے۔ پھر پانچ یا سات مرتبہ عاجزی اور صدق دل سے استغفار و توبہ کرے۔

سب گناہوں کی معافی عاجزی اُرْدُو کے ساتھ مانگ ربّ العالمیں سے خیر چشم تر کے ساتھ

اور پھر بارہ رکعت نفل کی نیت بہ یک سلام کرے۔ از اول نماز تا آخر نماز یہ سمجھتا رہے کہ میں اپنے مالک و مولیٰ کے سامنے کھڑا ہوں میں اپنے گناہوں کی ظلمت و کثافت کی وجہ سے اس کے انوار و تجلیات کو نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اس کو سن رہا ہے۔ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنے کے واسطے بیٹھے۔ صرف التحیات پڑھے۔ اور بارھویں رکعت کے آخر میں جب قعدہ کرے تو پہلے التحیات پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور بہتر یہ ہے کہ ان مبارک الفاظ سے ثنا کرے۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ پھر درود شریف حضورِ قلب سے پڑھے۔ پھر رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ کر سلام پھیرے اور پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ کے ۷ بار اور آیۃ الکرسی ۷ بار اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ دس بار۔ اور اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَاسْمِكَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّكَ الْاَعْلٰى وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ، بار نہایت عاجزی وزاری سے پڑھے اور اپنے مالک کے حضور میں دُعا مانگے اور تکبیر کہہ کر سر اٹھائے۔

مزید ارشاد آپ نے فرمایا کہ مبارک دعا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ۔ تا۔ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ جو کہ چند سطر پہلے لکھی گئی ہے۔ وضو کر کے حضورِ دل سے اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ ایک سو بار صبح کو اور رات کو سونے سے کچھ پہلے پڑھنا بہت مفید ہے۔

دفعِ مرضِ صُرَاع دلائل الخیرات کے شروع میں سادے ورق پر آپ نے فارسی میں تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ اُردو میں لکھا جاتا ہے۔

پہلے ایک فراخ کرتا سیا جائے اور آٹھ تعویذ لکھے جائیں۔ ان تعویذوں کو اس طریقہ پر کرتے میں ٹانکا جائے کہ دو تعویذ سامنے کی طرف سینہ پر دو تعویذ پشت پر شانوں کے نیچے۔ دو تعویذ دونوں بازوں پر اور دو زیرِ ہر دو بغل رہیں۔ تعویذ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔

دفعِ اثرِ چشمِ بَد سید احمد حسین نے آپ کو خط ارسال کیا کہ لڑکا علیل ہے۔ غالباً چشمِ بد کا اثر ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا۔ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر دم کرو چشمِ بد کے اثر کے لئے مفید ہے۔ سید احمد حسین نے عمل کیا۔ اور لڑکا اللہ کے فضل سے شفایاب ہوا

برائے اوجاع خصوصاً وجع چشم امام ثعالبی کی تفسیر الجواہر الحسان قلمی نصف آخر کے شروع میں سادہ ورق پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ قلت ومن فوائد سورة الفاتحة واسرارها ومنافعها انما تقرأ احدی واربعین مرةً مابین صلاة رکعتی الفجر وصلاة فریضة الصبح لکل وجعٍ عامةً ولوجع العین خاصةً فیبرأ الوجع باذن الله تعالی۔ حدثنی بذلک بعض اولیاء الله تعالی من اهل الهند وهو یعقوب بن خضر رحمه الله ۱۲۔ یعنی سورۂ فاتحہ کے فوائد اور اسرار میں سے یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں دو رکعت سنت اور فرض کے ما بین اکتالیس بار

سورۂ فاتحہ تمام بیماریوں کے لئے اور خاص کر آنکھ کی بیماری کے واسطے پڑھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفایاب ہوگا۔ یہ بات ہندوستان کے بعض اولیاء اللہ نے مجھ سے کہی ہے۔ اور وہ یعقوب فرزند خضر ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

سالِ نو کی دُعا

آپ نے مخلص صادق حکیم مسیح الزماں کو ۱۳۹۰ھ کا ماہِ محرم کا چاند دیکھ کر کرنے میں دعا تعلیم کی۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَبَدُ الْقَدِیْمُ وَھٰذِہٖ سَنَۃٌ جَدِیْدَۃٌ۔ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ فِیْھَا الْعِصْمَۃَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَاَوْلِیَاءِ الشَّیْطَانِ وَالْاَمَانَ مِنَ السُّلْطَانِ الْجَائِرِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ ذِیْ شَرٍّ وَّمِنَ الْبَلَایَا وَالْاٰفَاتِ وَاَسْئَلُکَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰی ھٰذِہِ النَّفْسِ الْاَمَّارَۃِ بِالسُّوْءِ وَالْاِشْتِغَالَ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ آپ نے مسیح الزماں سے فرمایا کہ تم دو رکعت نفل پڑھو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے تم کو یہ مبارک دعا سکھائی۔

تعویذ

پہلی محرم کا چاند دیکھ کر آپ نے ہم بچوں سے فرمایا کہ تم ایک سو تیرہ بار "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے گلے میں ڈال لو اور ہر سال اسی طرح پہلی محرم کا چاند دیکھ کر کیا کرو۔ چنانچہ ہم بھائیوں نے بسم اللہ حسب ہدایت ایک سو تیرہ بار لکھی۔ آپ نے اس عاجز اور برادرِ خورد کی تحریر کو دیکھا۔ ایک دو جگہ اصلاح فرمائی اور ارشاد کیا "اپنی اماں کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ تعویذ بنا دیں اور پھر تم گلے میں پہن لو، ان شاء اللہ سارے سال محفوظ رہو گے"۔ سالہا سال تک اس عاجز نے اس پر عمل کیا۔

ماہِ نو دیکھنے کی دُعا

جب آپ ماہِ نو دیکھتے تو یہ دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے اور دُعا ختم کرنے پر رُوئے مبارک پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔ ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ۔

راہِ نجات از بلیات

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے ایک قطعۂ کاغذ پر راہِ نجات از بلیات معلوم کرنے کا طریقہ عربی میں تحریر کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اگر کوئی کسی آفت میں مبتلا ہو اور وہ چاہے کہ خواب میں اس آفت سے نجات پانے کا طریقہ اس کو دکھایا جائے تو وہ وضو کر کے پاک کپڑوں میں بائیں کروٹ پر لیٹے۔ پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ سورۂ والشمس، سورۂ واللیل، سورۂ قل ہو اللہ سات سات مرتبہ پڑھے۔ پھر سات مرتبہ یہ دعا کرے۔

"اے میرے اللہ، مجھ کو خواب میں اِس آفت سے (آفت کا بیان کرے) نجات پانے کا طریقہ دکھا اور اس آفت سے نجات پانے کی سبیل میرے لئے مہیا کر اور میری دُعا کے قبول ہونے کے آثار خواب میں مجھ پر ظاہر کر دے۔"

اگر پہلی رات اس پر ظاہر ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ مسلسل سات رات تک یہ عمل کرنا ہوگا۔ اِس مدت میں اِن شاء اللہ اس پر نجات حاصل کرنے کا طریقہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور آپ نے تحریر فرمایا ہے " وَقَدْ جُرِّبَ غَيْرَ مَرَّةٍ " اور بارہا اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔

ازالہ رَمَد کے لئے

غلام محی الدین پسر صالح محمد خوگیانی ساکن ارغنداب قندہار، مکہ مکرمہ میں ۱۳۴۰ھ میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے۔ آپ نے رَمَد یعنی آشوبِ چشم کے ازالہ کی دُعا ان کو بتائی، وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) میں یہ عاجز حج کو گیا وہاں غلام محی الدین سے ملاقات ہوئی۔ پھر وہ حجاز سے جلال آباد (افغانستان) میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ حجازِ مقدس میں وہ عبدالرحیم کے نام سے مشہور تھے۔ اب ان کے بیٹے مُلّا نور محمد سے کوئٹہ بلوچستان میں ۱۴۰۷ھ (۱۹۸۶ء) میں ملاقات ہوئی۔ ان کو یہ دُعا ان الفاظ سے یاد ہے۔

۱۔ یا نَاظِرَیْ بِیَعْقُوبَ اُعِیْذُکُمَا ۔۔۔ بِمَا یُسْتَعَاذُ بِهٖ اِذْ مَسَّهُ الْکَمَدُ

۲۔ بِقَمِیْصِ یُوْسُفَ اِذْ جَاءَهُ ۔۔۔ بَشِیْرٌ اِذْهَبْ اَیُّهَا الرَّمَدُ

اِس کا ترجمہ اس طرح ہے۔

۱۔ اے میرے دونوں دِیدو! میں یعقوب کے توسّل سے تم دونوں کو پناہ میں دیتا ہوں بیماری اور تکلیف سے۔ ۲۔ یوسف کی قمیص کی برکت سے جس کو بشارت دینے والا لایا تھا، اے آشوبِ چشم اے رَمَد تو زائل ہو۔

قولِ جمیل وظفرِ جلیل

ادعیہ کے سلسلہ میں آپ کو یہ دو کتابیں پسند تھیں۔ اور حضرت والدہ صاحبہ کو بھی پڑھائی تھیں اور فرمایا تھا۔ ان مبارک ادعیہ سے دعا کیا کرو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

آپ کی تحریر کردہ دُعائیں

مجموعہ دلائل الخیرات کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے۔

۱۔ وَکَمْ لِلّٰهِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیٍّ ۔۔۔ یَدِقُّ خَفَاهُ عَنْ فَهْمِ الزَّکِیِّ

۲۔ وَکَمْ یُسْرٍ اَتٰی مِنْ بَعْدِ عُسْرٍ	وَفَرَّجَ کُرْبَةَ الْقَلْبِ الشَّجِیِّ
۳۔ وَکَمْ اَمْرٍ تُسَاءُ بِهٖ صَبَاحًا	وَتَاتِیْكَ الْمَسَرَّةُ بِالْعَشِیِّ
۴۔ اِذَا ضَاقَتْ بِكَ الْاَحْوَالُ یَوْمًا	فَثِقْ بِالْوَاحِدِ الْفَرْدِ الْعَلِیِّ
۵۔ تَمَسَّكْ بِالنَّبِیِّ فَکُلُّ خَطْبٍ	یَهُوْنُ لِمَنْ تَمَسَّكَ بِالنَّبِیِّ
۶۔ وَلَا تَجْزَعْ اِذَا مَا ضَاقَ صَدْرٌ	فَکَمْ لِلّٰهِ مِنْ لُطْفٍ خَفِیِّ

۱۔ اللہ کی بہت سی چھپی ہوئی مہربانیاں ہیں ان کا سمجھنا ذہین شخص کی سمجھ سے بھی باہر ہے۔

۲۔ بہت سی سہولتیں ہیں جو تنگی کے بعد آئیں اور دردمندوں کی مصیبت کو دور کر دیا۔

۳۔ بہت سی باتیں ہیں جو صبح کو ناگوار ہوئیں۔ تیرے پاس شام کو خوشی آگئی۔

۴۔ اگر تیرے احوال کسی وقت تنگ ہوں تو اللہ پر بھروسہ کر لے۔

۵۔ نبی کا دامن پکڑ لے جس نے نبیؐ کا دامن تھاما اس پر سب مصیبتیں آسان ہیں۔

۶۔ جب دل تنگ ہو نہ گھبرا۔ اس لئے کہ اللہ کی بہت سی چھپی ہوئی مہربانیاں ہیں۔

سَرَی الْبَرْقُ

نوادر الاصول کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے۔ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِیْثُكَ غَوْثِیْ وَاعْتِصَامِیْ بِبَابِكَ وَالْتِجَائِیْ اِلٰی جَنَابِكَ

(بجلی چمکی) صلاۃ وسلام آپ پر یا رسول اللہ۔ اے اللہ کے رسول میرا غوث آپ کی حدیث ہے اور میرا مسک آپ کا مبارک دروازہ ہے اور میری التجا آپ کی جناب میں ہے۔

۱۔ سَرَی الْبَرْقُ مِنْ نَجْدٍ فَجَدَّدَ تَذْکَارِیْ	عُهُوْدًا بِحُزْوٰی وَالْعُذَیْبِ وَذِیْ قَارٍ
۲۔ وَهَیَّجَ مِنْ اَشْوَاقِنَا کُلَّ کَامِنٍ	وَاَجَّجَ فِیْ اَحْشَائِنَا لَاعِجَ النَّارِ

۱۔ نجد سے بجلی چمکی اس نے میری یاد تازہ کردی ان ایام کی جو مقام حزویٰ اور عذیب اور ذی قار کے تھے۔

۲۔ اور اس نے ہمارے چھپے ہوئے شوقوں کو بھڑکا دیا۔ اور ہمارے باطن میں آگ کی لپٹیں پیدا کردیں۔

حضرت عمرؓ کے اقوال

عقد اللآلی در مناقب حضرت شاہ ابو المعالی کے سرورق پر تحریر فرمایا ہے۔ قال عمر (رضی اللہ عنہ) زِنُوْا انفسکم قبلَ اَنْ توزَنوا وحاسِبُوا قبلَ ان تُحاسَبوا فانّہ اَهوَن علیکم فِی الحِسابِ غدًا، اَنْ تحاسِبُوا انفسکم وتزینوا للعرض الاکبر یومئذٍ تعرضُون لاتخفیٰ منکم خافیة، وَیلی وَوَیْلُ اُمّی اِنْ لم یرحمنی ربّی۔ قال عمر۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تَاخُذَنِیْ عَلٰی غِرَّةٍ اَوْ تَذَرَنِیْ فِیْ غَفْلَةٍ اَوْ تَجْعَلَنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنَا بِحَبْلِكَ وَثَبِّتْنَا عَلٰی اَمْرِكَ۔ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ رَفَعَهٗ مُنَاوَلَةُ الْمِسْکِیْنِ تَقِیْ مِیْتَةِ

السوء یا حازم أکثر من لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم فانہا کنز من کنوز الجنة۔ حازم بن حرملة الأسلمی رفعہ عن عمر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قل۔ اللّٰھم اجعل سریرتی خیراً من علانیتی واجعل علانیتی حسنة۔ قال عمر۔ نظرت فی ھذا الأمر فجعلتُ اذا اردت الدنیا اَضَرَّ بالآخرة واذا اردتُ الآخرة اضر بالدنیا فاذا کان الأمر ھکذا فاضروا بالفانیة۔ مَن خَلَصَت نیتہ کفاہ اللہ عزوجل ما بَینَہ وبین النّاس ومن تزین للناس بغیر ما یعلم اللہ من قلبہ شانَہُ اللہُ وجالسوا التوابین فانہم اَرَقّ شیءٍ افئِدةً وصَلَّیتُ خلفَ عمر فسمعتُ حَنِینَہ من وراء ثلاثة صفوفٍ۔ قال مَسرُوق کفی بالمرء علماً ان یخشی اللہَ وکفی بالمرء جہلاً ان یعجب بعلمہ۔ وَللمرءُ لحقیق ان یکون لہ مجالس یخلو فیہا یتذکر ذنوبَہُ ویستغفر عنہا۔ لا تعترض فیما لا یعنیك واعتزل عدوّك واحتفظ من خلیلك الأمین فان الأمین من القوم لا یعادلہ شیءٌ، ولا تصحب الفاجر فیعلمك من فجورہ ولا تفش الیہ سرکَ، واستشر فی امرك الّذین یخشون اللہَ عزوجل۔ قال عبد اللہ ما منکم الا ضَیفٌ ومالہ عَارِیَةٌ فالضَّیفُ مُرتَحِلٌ وَالعَارِیَةُ مُؤَدَّاةٌ الی اَھلِھَا وَالّذی لا الٰہ الا ھُوَ مَا عَلیٰ ظَھرِ الأرضِ شیءٌ اَحوَجَ الی طُولِ سِجنٍ مِنْ لِسَانٍ۔ ان للقلوب شھوةً واقبالاً وان للقلوب فترةً وادباراً فاغتنموھا عند شھوتھا واقبالھا ودعوھا عند فترتھا وادبارھا۔

(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ تم اپنے نفسوں کو تول لو اس سے پہلے کہ تم تولے جاؤ، اور اپنے نفسوں سے حساب لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ تمہارا یہ عمل آسان کرے گا تمہارے کل کے حساب کو۔ تم اگر اپنے نفوس سے حساب لوگے اور اپنے کو بڑی پیشی کے دن کے لئے مزیّن کرلوگے، وہ دن جس میں تم پیش کئے جاؤگے اور تمہاری کوئی بات چھپی نہ رہے گی، ہلاکت ہے میری اور میری ماں کی اگر رحم نہ فرمائے مجھ پر میرا پروردگار۔ اور آپ نے فرمایا۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو بے خبری میں میری گرفت کرے، یا تو غفلت میں مجھے رہنے دے۔ اور مجھ کو غفلت کرنے والوں میں سے بنادے۔ اے میرے اللہ! اپنی رسّی سے ہماری حفاظت فرما اور اپنے حکم پر ثابت رکھ۔

حارثہ بن نعمان نے مرفوع کرکے بیان کیا۔ مسکین کو دینا بُری موت سے بچاؤ ہے۔ اے حازم کثرت سے کہا کرو۔ بجز عظیم اور برتر اللہ کی مدد کے نہ کوئی قوت ہے نہ طاقت، یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ حازم بن حرملة السلمی نے رفع کرکے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہو، اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے

بہتر بنا دے اور میرے ظاہر کو اچھا کر دے۔ اور حضرت عمر نے فرمایا۔ میں نے اس امر میں غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا اگر دنیا کی طلب رہی تو آخرت کا نقصان رہے گا۔ اور اگر آخرت کی طلب رہی تو دنیا کا نقصان ہے۔ جب کیفیت یہ ہے تو تم فانی کا نقصان برداشت کرو۔ جس کی نیت خاص اللہ کے لئے رہے گی تو اللہ کفایت کرے گا ان امور میں جو اس کے اور لوگوں کے درمیان پیدا ہوں گے۔ اور جو اپنے کو لوگوں کی نظر میں اچھا بنائے گا جو اللہ کے علم کے غیر ہے تو اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔ تم توبہ کرنے والوں کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ لوگ بہت نرم دل ہوتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر کے پیچھے نماز پڑھی اور ان کے رونے کی آواز تین صفوں کے پیچھے میں نے سُنی۔ مسروق نے کہا کافی ہے انسان کو یہ علم کہ وہ اللہ کے ڈرے اور کافی ہے انسان کو یہ جہل کہ اس کو اپنے علم پر گھمنڈ ہو۔ چاہیئے کہ انسان کی ایسی نشستیں تخلیہ کی بھی ہوں۔ جن میں وہ اپنی خطاؤں کو یاد کرے اور ان کی مغفرت چاہے۔ جو چیز اس سے غیر متعلق ہو اس کے درپے نہ ہو۔ اپنے دشمن سے بچ اور اپنے امانت دار دوست کی قدر کر، کیونکہ قوم میں جو امین ہوتا ہے اس کا مساوی کوئی نہیں۔ فاجر کی صحبت سے دُور رہ کیونکہ وہ تجھ کو اپنی بدکاری سکھلائے گا اور اس سے اپنا بھید نہ کہہ۔ اپنے معاملہ میں اُن لوگوں سے مشورہ کر جن کو اللہ کا خوف ہے۔ عبداللہ نے کہا۔ تم سب مہمان ہو اور تمہارا مال عاریت ہے، مہمان کو سفر کرنا ہے اور عاریت مال اس کے مالک کو دینا ہے۔ قسم اس پاک ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ رُوئے زمین پر کوئی چیز اتنی لمبی قید کرنے کے قابل نہیں ہے جتنی کہ زبان ہے۔ دلوں میں کسی وقت اُمنگیں اُٹھتی ہیں اور وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں اور کسی وقت اُن پر سُستی چھا جاتی ہے تم اُمنگوں کے وقت کو غنیمت جانو اور سُستی کے وقت ان کو چھوڑ دو۔

اور عقد اللآلی کے صفحۂ آخر پر تحریر فرمایا ہے۔

ابو عبیدہ کے اقوال

قال ابو عبیدہ۔ آلَا رُبَّ مبیض لثیابہ مدنس لدینہٖ آلَا رُبَّ مکرم لنفسہ وھو لھا مھین، اِدْرَأُوا السَّیِّئَاتِ الْقَدِیْمَاتِ بِالْحَسَنَاتِ الْحَدِیْثَاتِ فلو ان احدکم عمل من السیئات ما بینہ وبین السماء ثم عمل حسنۃ لَعَلَتْ فوقَ سیئاتہٖ حتی تقھرھن۔ مثل قلب المومن مثل العصفورِ یتقلب کل یوم کذا وکذا مرۃ۔ قال عبد اللّٰہ بن مسعود من استطاع منکم ان یجعل کنزہ فی السماءِ لا تاکلہ السوس ولا تنالہ السراقُ فلیفعل فان قلب الرجل مع کنزہ۔ لِیَسَعْکَ بَیْتُکَ واکفف لسانک وابکِ علی ذکر خطیئتک۔ انتم اکثر صیاماً واکثر صلاۃً واکثر اجتھاداً من اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم کانوا خیرا منکم قالوا لمَ یا ابا عبد الرحمٰن قال ھم کانوا ازھد فی الدنیا وارغب فی الآخرۃ۔ ثلاث احلف علیھن والرابعۃ لو حلفت علیھا لبررت۔ لا یجعل اللہ عزوجل من لہ سھم فی الاسلام کمن لا سھم لہ۔ ولا یتولی اللہ عبداً فی الدنیا فولاہ غیرہ یوم القیامۃ۔ ولا یحب رجل قوما الا جاء معھم۔ والرابعۃ التی لو حلفت علیھا لبررت۔ لا یستر اللہ علی عبد فی الدنیا الا ستر علیہ فی الآخرۃ۔

(ترجمہ) ابو عبیدہ نے کہا۔ بہت ہیں براق شفاف کپڑے پہننے والے جو اپنے دین کو گندہ رکھتے ہیں، بہت ہیں جو اپنے کو بڑا بناتے ہیں حالانکہ وہ اپنے کو ذلیل کرتے ہیں۔ تم اپنی پرانی برائیوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ۔ اگر تم میں سے کوئی اتنی برائیاں کرے جو زمین سے آسمان تک پہنچیں اور پھر وہ نیکی کرے، اس کی نیکی تمام برائیوں پر غالب آئے گی۔ یہاں تک کہ وہ ان سب کو پست کر دے گی۔ مومن کے دل کی مثال چڑے کی ہے جو ایک دن میں کتنے ہی مرتبہ پلٹیاں کھاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ جو اپنے خزانے کو آسمان میں لے جا سکے کہ جس کو نہ سرسری کھا سکے اور نہ چور اس تک پہنچ سکے، تو کر لے۔ آپ نے فرمایا کہ انسان کا دل اس کے خزانے کے ساتھ ہوتا ہے، چاہیئے کہ تیرا گھر تیرے واسطے وسیع ہو اور روک اپنی زبان کو اور اپنی خطا کو یاد کر کے رو۔ تم لوگ روزے رکھنے میں اور نماز پڑھنے میں اور محنت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بڑھے ہوتے ہو، حالانکہ وہ تم سے اچھے تھے۔ کسی نے پوچھا۔ اے ابو عبدالرحمٰن یہ کیوں۔ آپ نے فرمایا صحابہ دنیا سے زیادہ بے رغبت تھے اور وہ آخرت کی طرف زیادہ راغب تھے۔ فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن کے متعلق میں حلف سے بیان کرتا ہوں اور چوتھی قسم ہے۔ اگر اس کو بھی حلفیہ بیان کر دوں مجھ کو اُمید ہے کہ میں قسم میں سچا رہوں گا اور وہ اقسام یہ ہیں:

۱۔ پروردگار اس شخص کو کہ جس کا حصہ اسلام میں ہے اس کے برابر نہیں رکھے گا جس کا حصہ اسلام میں نہیں ہے۔

۲۔ اللہ اپنے کسی بندے کو کسی کام پر دنیا میں لگائے تو آخرت میں اس کام پر کسی دوسرے کو نہیں لگائے گا۔

۳۔ جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے وہ اسی قوم کے ساتھ رہے گا۔

۴۔ جس کا بیان اگر حلف سے کروں، سچا رہوں گا، یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس

کی پردہ پوشی کرتا ہے وہ آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

مُہلِکات و مُنجیات

آپ نے ایک پرچہ پر پہلے دس مہلکات لکھی ہیں اور پھر دس مُنجیات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ عاجز ان کو نقل کرتا ہے۔

مُہلِکات: البخلُ۔ الکبرُ۔ العُجبُ۔ الرِّیاء۔ الحَسَدُ۔ شِدّۃُ الغَضب۔ شَرۃُ الطّعام۔ شَرۃ الوِقاعِ۔ حُبُّ المَال۔ حُبُّ الجاہِ۔

ترجمہ۔ اسبابِ ہلاکت: ۱۔ بخل ۲۔ تکبر ۳۔ گھمنڈ ۴۔ ریاکاری ۵۔ حسد ۶۔ شدت سے غصہ ۷۔ کھانے کی حرص ۸۔ ہمبستری کی حرص ۹۔ مال کی محبت ۱۰۔ حُبِّ جاہ۔

مُنجیات: الندمُ علی الذنوب۔ الصبرُ علَی البَلاء۔ الرضا بالقضاء۔ الشُّکرُ علی النَّعماء۔ اعتدالُ الخوف والرّجاءِ۔ الزُّھدُ فی الدنیا۔ الاِخلاصُ فِی الاَعمال۔ حُسْنُ الخُلقِ۔ حُبُّ اللہِ۔ الخشوع لہٗ۔

(ترجمہ) اسبابِ نجات: ۱۔ گناہ پر ندامت ۲۔ آفت پر صبر ۳۔ اللہ کے حکم پر راضی رہنا ۴۔ نعمت پر شکر ۵۔ اللہ سے ڈرنے میں اور اُمید رکھنے میں اعتدال ۶۔ دنیا سے بے رغبتی ۷۔ عمل میں اخلاص ۸۔ اچھے اخلاق ۹۔ اللہ کے لئے محبت کرنی ۱۰۔ عاجزی۔

ادعیہ

آپ نے مثنوی فیض المدینہ فی حال السکینہ کے سرورق پر تحریر فرمایا ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اغفِرلِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُحِلُّ النِّقَمَ، تُغَیِّرُ النِّعَمَ، تُورِثُ النَّدَمَ تَحبِسُ القِسَمَ، تُنزِلُ البَلاءَ، تَھتِکُ العِصَمَ، تُعَجِّلُ الفَنَاءَ، تُدِیلُ الاَعدَاءَ، تَقطَعُ الرَّجَاءَ، تَرُدُّ الدُّعَاءَ، تُمسِکُ غَیثَ السَّمَاءِ، تُظلِمُ الھَوَاءَ تَکشِفُ الغِطَاءَ، اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی لَا یَنسٰی مَن ذَکَرَہٗ، لَا یُخَیِّبُ مَن رَجَاہُ، لَا یَکِلُ مَن تَوَکَّلَ عَلَیہِ اِلٰی غَیرِہٖ، ھُوَ ثِقَتُنَا حِینَ تَنقَطِعُ عَنَّا الحِیَلُ، ھُوَ رَجَاؤُنَا حِینَ تَسُوءُ ظُنُونُنَا بِاَعمَالِنَا، یَکشِفُ ضُرَّنَا عِندَ کَربِنَا یَجزِی بِالاِحسَانِ اِحسَانًا، یَجزِی بِالصَّبرِ نَجَاۃً۔

(ترجمہ) اے اللہ تو میرے ان گناہوں کو معاف کردے جو سزاؤں کو نازل کریں، نعمتوں کو بدل دیں، ندامت کو طاری کریں۔ جو اللہ کی رحمتوں کی تقسیم کو روکیں، بلاؤں کو نازل کریں، پاک دامنوں کی پردہ دری کریں، تباہی کو جلد لائیں، دشمنوں کو مسلّط کریں، امید کو منقطع کریں، دعا کو لوٹادیں

آسمان کی بارش کو روک دیں، فضا کو تاریک کر دیں، پردہ دری کردیں، اُس خدا کی تعریف ہے جو اُس شخص کو نہیں بھولتا جو اس کو یاد کرے جو اس شخص کو محروم نہیں کرتا جو اس سے امید لگائے جو اس شخص کو جو اس پر بھروسہ کرے، غیر کو نہیں سونپتا ہے، اُسی پر ہمارا بھروسہ ہے جب کہ ہماری تدبیریں منقطع ہو جائیں، وہی ہماری امید ہے جب کہ اپنے عملوں پر ہماری بدگمانیاں ہوں وہ ہماری مصیبت کے وقت ہمارے ضرر کو دفع کر دیتا ہے احسان کا بدلہ احسان سے دیتا ہے، صبر کا بدلہ نجات سے دیتا ہے۔

نصیحت آپ نے شیخ عبدالکریم میرٹھی کو خط کے آخر میں تحریر فرمایا "ہم اگرچہ غفلت میں ہیں مگر لائق ہم کو یہی ہے کہ اپنے مالک پر ہی بھروسہ کریں اور اُسی پر تکیہ کریں اور اُسی کو یاد کریں اور اُسی کی نزدیکی طلب کریں اور اُسی کو پکاریں۔ افسوس کہ اتنی دینداری بھی ہم میں نہ ہوا اور اس پر بھی اپنے کو خاص بندہ خدا کا سمجھیں۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا مددگار ہے۔

اَعُوْذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ مِمَّا جَنَيْتُهُ وَمِمَّا عَصَيْتُ الْاَمْرَ قَوْلًا وَمَفْعَلًا

(اے اللہ جو کچھ میں نے گناہ کئے ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اُن نافرمانیوں سے جو میں نے قول اور فعل میں کی ہیں)

شجرہ پر تحریر آپ کا معمول تھا کہ جب کسی کو شجرۂ شریفہ عنایت فرماتے تھے اگر وہ دائرۂ ولایت میں داخل ہو گیا ہے تو اس کا ذکر فرمادیا کرتے تھے۔ اور آپ پہلے اپنا اسمِ گرامی تحریر فرماتے تھے اور پھر اُس مخلص کا جس کو شجرۂ شریفہ دیا جاتا تھا۔ عام طور پر فارسی میں یا اُردو میں یہ عبارت تحریر فرماتے تھے۔ الٰہی تو اپنے عاجز بندے عبداللہ ابوالخیر پر اور اس عاجز (نام ولدیت) پر اپنا رحم و کرم فرما اور اپنے خشم اور غضب سے محفوظ رکھ۔ اور اپنی محبت اور معرفت عنایت کر۔

جب ہم تینوں بھائی عالمِ وجود میں آگئے تو آپ اپنے اسمِ گرامی کے بعد ہم تینوں کا نام بھی تحریر فرماتے تھے۔ آپ لکھتے تھے۔ الٰہی تو اپنے عاجز بندے عبداللہ ابوالخیر اور بلال بن عبداللہ بن عمر، و زید بن عبداللہ بن عمر و سالم بن عبداللہ بن عمر پر اور اس عاجز پر الخ

آپ اس کے بعد کبھی کوئی دعائے ماثورہ، کبھی کوئی دعائیہ شعر تحریر فرماتے تھے۔ ایک شجرۂ شریفہ میں آپ نے یہ دو شعر لکھے تھے۔

۱۔ چشم دارم کز گنہ پاکم کنی پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی

۲۔اندر آندم کز بدن جانم بری	از جہاں با نورِ ایمانم بری

۱۔مجھے امید ہے کہ تو مجھے گناہ سے پاک کردیگا۔اس سے پہلے کہ لحد میں خاک بنائے۔

۲۔جس وقت تو میری جان نکالے۔دنیا سے مجھے ایمان کے ساتھ لے جانا۔

ایک شجرہ شریف پر آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

عُبَيْدٌ لِعَاصٍ وَمَاسِوَاىَ هُوَ الْعَا	صِیْ وَلٰکِنْ تَنْکِرِیْ اسْتِحْیَاءُ

الٰہی برین بندہ شرمندہ عبداللہ ابوالخیر فاروقی و برا ولادش بلال بن عبداللہ و زید بن عبداللہ و سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم و غفرلہم و رحمہم و بارک فی ایمانہم و صلاہم و ملہم و علمہم و عمرہم و بر دین محمد ولد شجاع شاہ توری مہربانی در حم کن واز خشم و غضب خود ہمہ مایاں رانگاہ دار و بہ رضامندی خود ہمہ مایان را مشرف کن، آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔ دوشنبہ ۲۱ رجادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ۔

عربی کا تحریر کردہ شعر امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کا ہے۔اور وَمَاسِوَاىَ هُوَ الْعَاصِیْ میں مانافیہ ہے۔یعنی اے پروردگار گنہگار کو تو بخش اور گنہگار میرے سوا کوئی نہیں۔آپ نے شرمندگی کی بناپر تنکیر سے تعبیر کی ہے۔اور عُبَيْدٌ لِعَاصٍ۔فرمایا ہے۔

اور ایک شجرہ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

ابوالخیرِ عبدُ اللہِ عبدُکَ وَابْنُ عَبْ	دِکَ المذنبُ الراجی مع الحلَلِ الحُلا

بنُوہٗ بِلَالٌ ثُمَّ زَیْدٌ وَسَالِمٌ	فیارَبِّ بارِکْ فِیْھِمُوْ مُتَفَضِّلاً

وَفِیْ وَالِدَیْھِمْ ثُمَّ فِیْ اَخَوَاتِھِمْ	وَعَافِ جَمِیْعًا واعفُ عَنْھُمْ وَافْضِلاً

وَزِدْھُمُوْ لِلدِّیْنِ وَالْعِلْمِ وَالتُّقٰی	وَاَوْرِثْھُمُ الْقُرْآنَ وَالْکُتُبَ الْعُلا

ملا عصام الدین ولد ملا نور محمد علی خیل را شجرہ شریفہ دادہ شد۔یکشنبہ ۴ رجادی الآخرہ ۱۳۲۸ھ

اجازت اوراد و صلوات آپ مخلصین کو اوراد و صلوات کی کتابوں کی اجازت دیا کرتے تھے۔حصن حصین، حزب اعظم، اوراد فتحیہ اور دلائل الخیرات کی اجازت آپ نے دی ہے۔کتاب پر اپنی سند لکھ دیا کرتے تھے۔آپ اپنے حضرت والد سے، وہ اپنے حضرت والد سے وہ شاہ عبدالعزیز سے اور وہ اپنے حضرت والد شاہ ولی اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم۔

احمد پر تنوین اس عاجز نے افغانستان میں دلائل الخیرات کا ایک نسخہ دیکھا۔حضرت سیدی لوالد نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔اور اپنی سند و اجازت تحریر کی ہے۔آپ نے

اسمار مبارکہ نبویہ میں اسم مکرم احمدؐ کو منون فرمایا ہے۔ یعنی اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی مَنْ اسْمُہٗ سَیِّدُنَا اَحْمَدُ پر دو پیش لگائے ہیں۔ عاجز نے اس مسئلہ کا ذکر مولانا قاضی سجاد حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دلی سے کیا، موصوف نے چند روز پہلے امام قسطلانی کی ارشاد الساری کی طرف متوجہ کیا۔ جزاہ اللہ خیرا۔ اس کتاب کے جزء سابع کے صفحہ ۲۸۲ میں لکھا ہے۔

قسطلانی کی عبارت

(اسم احمد) قال فی الدر یحتمل النقل من الفعل المضارع او من افعل التفضیل والظاهر الثانی وعلی کلا الوجهین فمنعه من الصرف للعلمیة والوزن الغالب إلا انه علی الاول یمتنع معرفة وینصرف نکرة وعلی الثانی یمتنع تعریفا وتنکیرا لانه تخلف العلمیة الصفة واذا نکر بعد کونه علما جری فیه خلاف سیبویه والاخفش، وهی مسئلة مشهورة عند النحاة وانشد حسانٌ یمدحه علیه الصلاة والسلام وصرفه۔

صَلَّی الْاِلٰهُ وَمَنْ یَحُفُّ بِعَرْشِهٖ   وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ اَحْمَدٍ

فاحمد بدل او بیان للمبارک الخ۔ یقول العاجز الشعر فی دیوانه وهو یرثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعوت کا قبول کرنا

اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو آپ معلوم فرماتے تھے کہ داعی کا مال پاک ہے یا مشتبہ۔ اگر مشتبہ ہوتا تھا آپ نہیں جاتے تھے۔ اور پاک مال کی صورت میں آپ داعی کے شوق و محبت کو دیکھتے تھے اور پھر تشریف لے جاتے تھے عمومی دعوت میں اگر آپ کی نشست کے لئے الگ جگہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ تو آپ تشریف لے جاتے تھے۔ اموات کے کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ فرماتے تھے اس کھانے سے باطن میں ثقل پیدا ہوتا ہے یہی ہدایات ہم بچوں کو تھی۔ بزرگانِ دین کی فاتحہ کے کھانے کو تناول فرماتے تھے۔

محفلِ نکاح میں شرکت

بعض افراد نے عقد نکاح کی محفل میں آپ کو مدعو کیا اور آپ تشریف لے گئے البتہ اتنا ہوتا تھا کہ آپ کی جائے نشست کسی گوشہ میں ہوتی تھی اور آپ کے پاس کچھ افراد ہوتے تھے۔ حکیم حافظ محمد اجمل خاں نے اپنی صاحبزادی کے نکاح میں آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے آپ کو نفیس چائے پلائی۔ بعض افراد سے آپ نے ملاقات کی اور خوش ہوئے۔

بعض جگہ آپ نے خطبہ بھی پڑھا اور ایجاب و قبول بھی کرایا۔ چنانچہ حاجی حافظ حفیظ الدین میرٹھی آپ کو میرٹھ لے گئے۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور چند مخلصین تھے۔ ایک کوٹھی میں آپکا قیام

تین رات رہا۔ جمعہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۲۰ء دن کے ساڑھے گیارہ بجے مدرسہ امدادالاسلام میں امۃ النعیم بنت حافظ حفیظ الدین کا عقد نکاح حافظ محمد اسحاق خواہرزادہ حافظ حفیظ الدین سے ہوا۔ خطبہ آپ نے پڑھا اور ایجاب وقبول کرایا۔ اس کے بعد مولانا اختر شاہ خان مدرس مدرسہ امدادالاسلام نے فارسی کا قصیدۂ مدحیہ پڑھا۔ نہایت عمدہ قصیدہ تھا۔ افسوس عاجز کو وہ دستیاب نہ ہوا ورنہ نقل کرتا۔ اور ۱۳۳۰ھ میں حافظ اشفاق الٰہی کے دوسرے عقدِ نکاح میں آپ تشریف لے گئے جو کہ بیری باغ دلی میں تھا۔ آپ نے خطبہ پڑھا اور ایجاب وقبول کرایا۔

عقد نکاح کے موقع پر جو خطبہ آپ پڑھتے تھے وہ درج ذیل ہے

خطبۂ نکاح

ان الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئاتِ اعمالنا من یھدی اللہ فلا مضلّ لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ و اشھد ان لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہٗ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃٍ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الّا وانتم مسلمون۔ یا ایھا الّذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً وّنذیرًا بینَ یَدَیِ السّاعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رَشَدَ وَمَنْ یَعْصِہِمَا فانہ لا یضر الا نفسہ ولا یضر اللہ شیئاً ونسأل اللہ ان یجعلنا ممن یطیعہ ویطیع رسولہ ویتبع رضوانہ ویجتنب سخطہ فانما نحن بہ ولہ۔

امام جزری نے حصن حصین میں اس خطبہ کو نقل کیا ہے۔ خطبہ میں حمدلہ کے بعد آیات شریفہ پڑھنے سے پہلے نہ استعاذہ ہے نہ بسملہ۔ اور نہ النکاح من سنتی فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی ہے۔ ان الفاظ سے یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تین افراد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جنھوں نے آپ کے مبارک طریقہ کو چھوڑنے کا قصد کیا تھا۔ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ کہاں وہ شخص جو آپ کی سنت کو چھوڑنے کا قصد کرے اور کہاں وہ شخص جو آپ کی سنت پر عمل کر رہا ہو۔

بعض افراد مَنْ تَرَکَ سُنَّتِی لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِی پڑھتے ہیں۔ مشکات، جمع الفوائد، الجامع الصغیر اور کنوز الحقائق۔ میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور نہ احادیث شریفہ کی مروج کتابوں میں ہے۔ واللہ اعلم ان

لوگوں نے کہاں سے اس وعید کو نقل کیا ہے۔

شارع عام پر چلنا جب آپ شارع عام پر چلتے تھے تو بائیں جانب رہتے تھے ہم تینوں کو آپ کا قاعدہ معلوم تھا۔ لہٰذا آپ کے آگے راستہ کے بائیں جانب رہتے تھے۔ اور اگر آپ کے ساتھ مخلصین ہوتے تھے تو آپ بلند آواز سے فرمایا کرتے تھے۔ دستِ چپ۔ ہمیشہ مخلصین کی جماعت کو اپنے آگے رکھتے تھے۔ چاہے وہ ایک شخص ہو۔ چاہے جماعت۔ آپ کے پیچھے صرف ایک خادم رہتا تھا جو آپ کے استعمال کی چیزوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آپ کی نظر ہمیشہ قدم پر رہتی تھی۔ راستہ میں آپ کسی سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے اور نہ کھڑے ہو کر کبھی کسی سے گفتگو فرمائی۔ اگر کوئی شخص مصافحہ کا ارادہ کرتا تھا تو وہ خادم جو پیچھے رہتا تھا فوراً اس کو روک دیتا تھا۔ راستہ چلتے وقت آپ نہ کسی کو دیکھتے تھے اور نہ کسی کو سلام کرتے تھے۔ اگر راستہ میں کوئی شے قابلِ دید آجاتی تھی تو ہم بھائیوں میں سے کوئی آپ کو اس کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اور جب آپ اس کو دیکھنے کا ارادہ فرماتے تھے تو رُک جاتے تھے۔ اور سر اُٹھا کر دیکھتے تھے۔ جب تک آپ اس کو دیکھتے تھے اپنی جگہ پر کھڑے رہتے تھے البتہ چلتے وقت آپ احیاناً مخلصین سے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی رفاقت میں جتنے مخلصین ہوتے تھے نہایت ادب سے نظر بر قدم چلتے تھے۔ جدھر سے بھی اس مبارک جماعت کا گزر ہوتا تھا لوگ ایک طرف کو ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس کیفیت کو دیکھ کر متحیر رہتے تھے۔ اس عاجز نے یہ بات اکثر ملاحظہ کی ہے کہ آپ کو دیکھ کر سواری پر جانے والے افراد سواری روک کر ادب سے ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے۔ خانقاہ شریف سے جامع مسجد تک جتنے غیر مسلم دوکاندار تھے وہ اپنی دوکان پر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب تک آپ ان کی دوکان سے گزر نہ جاتے تھے وہ کھڑے رہتے تھے۔ آپ جس وقار و تمکنت اور عاجزی کے ساتھ راستہ پر چلتے تھے اس عاجز نے کسی دوسرے میں یہ بات نہیں دیکھی۔ یہ بات اور دسیوں افراد نے بھی اس عاجز سے کہی ہے۔ کہ اس کیفیت کے ساتھ چلنا ہم نے کسی کا نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہیبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ وِراثتہً وہ آپ کو بھی ملی تھی۔

واقعۂ سلام اس عاجز نے آپ کو چلتے وقت ہمیشہ نَظَر بَر قَدَم پایا۔ کیا گھر میں اور کیا باہر ہمیشہ یہی محسوس ہوا کہ آپ "ہوش در دم" پر عامل ہیں۔ ایک مرتبہ آپ خانقاہ شریف میں حرم سرا سے صدر دروازہ کو جا رہے تھے (بجز آخر کے تین سال کے آپ کی بیٹھک دروازہ کی ڈیوڑھی تھی) مولوی سید جعفر علی نے بلند آواز سے آپ کو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کہا۔ یہ عاجز آپ کے پیچھے تھا۔ آپ چونک پڑے اور اُسی جگہ ٹھہرے ہو گئے پھر آپ نے مولوی سید جعفر علی کو نہایت قہر

میں فرمایا "خبیث۔ تم سے سلام کرنے کو کس نے کہا۔ یہاں کون تمہارا نوکر بیٹھا ہے جو تمہارے سلام کا جواب دے" مولوی سید جعفر علی کئی سال کے آنے والے تھے۔ کبھی انھوں نے یہ حرکت نہ کی تھی۔ واللہ اعلم اس رات اُن کو کیا خیال آیا جو یہ حرکت کر بیٹھے۔ اس عاجز کو یقین ہے کہ حضرت سیدی الوالد نے اُن کی سیادت کا خیال کیا۔ اُن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً سزایاب ہوتا۔ سلام ایک تحیّہ ہے۔ تحیّہ کا بھی موقع و محل ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ بم کے گولے کی طرح سلام دے مارے، دوسرے کو ڈرادے اور تکلیف پہنچا دے، جاہل سلامیوں سے جو تکلیف یہ عاجز اٹھا رہا ہے اس کے پیش نظر آپ کے طور طریقوں کی قدر دن بدن اس عاجز کی نظر میں بڑھتی ہے اور بے ساختہ دل سے آپ کے واسطے دُعائے خیر نکلتی ہے۔ جزاہ اللہ ورحمہٗ ورضی اللہ عنہ۔

مُریدوں کی تربیت

آپ کی خدمت میں مکۂ مکرمہ، مدینۂ منورہ، ملکِ شام، برما، بنگال، بہار، ریاست حیدرآباد، یوپی، بمبئی، گجرات، پنجاب، بلوچستان اور افغانستان سے خلق خدا آئی اور مستفید ہوئی۔ ان میں افغانستان کے لوگوں کی کثرت تھی۔ افغانستان کا ایک بڑا علاقہ کنواز ہے۔ ساٹھ ستر سال پہلے اس علاقہ کی حالت دَورِ جاہلیت کی حالت سے کسی طرح کم نہ تھی، قتل کرنا معمولی بات تھی، اپنے طور طریقوں کے پابند تھے، چاہے وہ شریعت مطہرہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ نے اس جاہل اور سرکش قوم کے افراد کی جس طرح اصلاح فرمائی، جائے صد استعجاب ہے

۱۳۳۱ھ میں آپ کا قیام رامپور میں تھا۔ ایک مرتبہ کسی کام سے نواب صاحب کے چیف سکریٹری عبدالصمد خاں مع ایک نفر کے دن کے دس گیارہ بجے حاضر ہوئے۔ آپ حرم سرا میں تھے۔ وہ مردانے میں انتظار کر رہے تھے۔ اُن کے دورانِ انتظار میں ایک شخص سلسلۂ شریفہ میں داخل ہونے کے واسطے آیا۔ آپ نے خان فقیر قوم احمد خیل ساکن وازخواہ، کنواز سے فرمایا جاؤ اس شخص کو داخل سلسلہ کرلو، چنانچہ خان فقیر نے اس کو داخل سلسلہ کیا۔ عبدالصمد خان، خان فقیر کو دیکھ رہے تھے اور جب خان فقیر فارغ ہوگئے، عبدالصمد خان نے اپنے رفیق سے کہا "حضرت شاہ صاحب نے جس طرح وحشی پٹھانوں کی اصلاح کی ہے حیرت کا مقام ہے۔ دیکھو اس جاہل پٹھان نے کتنے اعلیٰ طریقہ پر خوب سمجھا کر اس شخص کو بیعت کیا ہے۔ اور بیعت کرنے کے بعد پھر کس طرح توجہ دی ہے" جس وقت چیف سکریٹری صاحب یہ بات کہہ رہے تھے یہ عاجز وہاں موجود تھا۔ وہ یہ بات کہہ کر عاجز کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر محبت کی باتیں کرتے رہے۔

واقعۂ حافظ عبد الحکیم

دِلی کے حافظ عبدالحکیم آپ کے نہایت مخلص خادم تھے، ایک مرتبہ اُن کے دل میں کسی وجہ سے کچھ اعتراض پیدا ہوا، اور وہ جڑ پکڑتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وَسَاوِس کی گرفت میں بے مثل کمال عنایت کیا تھا۔ آپ نے حافظ عبدالحکیم کے وسوسہ کو پکڑا۔ رات کو جب حلقۂ مبارکہ میں شریک ہونے کے واسطے حافظ عبدالحکیم آئے اور دربان نے اطلاع کی آپ خاموش رہے۔ اور حافظ عبدالحکیم کچھ دیر انتظار کر کے اپنے گھر چلے گئے تین رات تک یہی کیفیت رہی، چوتھی رات کو وہ گھر سے یہ نیّت کر کے چلے کہ جب تک آپ سے خطا معاف کرالوں گا گھر واپس نہ آؤنگا چنانچہ وہ آئے اور ان کی اطلاع دربان نے دی اور آپ حسبِ سابق خاموش رہے اور رات کے دو ڈھائی بجے تک حافظ عبدالحکیم دروازہ میں بیٹھے رہے۔ جب حلقہ تمام ہوا اور آپ آرام گاہ تشریف لے گئے حاجی ملّا احمد خاں نے حافظ صاحب سے کہا حضور پُرنور آرام گاہ تشریف لے گئے لہٰذا اب جاؤ۔ حافظ صاحب نے کہا، جب تک حضور میری خطا معاف نہ فرمائینگے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا تم ایک مرتبہ پھر میری اطلاع کردو چنانچہ حاجی ملّا احمد چھت کے راستہ سے بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے گئے اور آپ سے حافظ عبدالحکیم کی عاجزی اور زاری کا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا "اچھا یہاں لے آؤ" چنانچہ ملا صاحب حافظ صاحب کو لے کر بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے پہنچے۔ آپ دالان سے باہر تشریف لائے اور زینہ کی کنڈی کھولی۔ حافظ صاحب آپ کے مبارک قدموں پر گر کر روئے۔ اور عفو تقصیر کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا "عبدالحکیم، کئی دن سے تمہارے دل میں ٹیڑھ تھی اس وجہ سے ہم نے تم کو اجازت نہ دی۔ حکیم اجمل خان کو تم جانتے ہو۔ جس طرح وہ بدن کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں ہم خدا کے فضل سے اسی طرح دل کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں۔ دیکھو تمہارے دل کی ٹیڑھ کیسی نکلی۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا" یہ فرما کر آپ نے دعا دی اور مرخص کیا۔

اس واقعہ کو عاجز سے خود حافظ عبدالحکیم رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ وہ چند روز کے واسطے کراچی سے دلّی آئے تھے۔ مزار شریف کے پاس بیٹھ کر یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اور ان کی آنکھیں نذرِ عقیدت میں گوہرِ غلطاں بہا رہی تھیں۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

واقعۂ مولانا سیف الرحمن

مولانا سیف الرحمن مدرسۂ عالیہ فتحپوری دِلّی کے صدر مدرس اور آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ جب تک ترکِ موالات کے سلسلہ میں ہجرت کر کے کابل نہ گئے ہر روز آپ کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے۔ اس عاجز سے آپ کی ملاقات ۱۳۵۰ھ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوئی حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کو یاد فرما کے آنسو بہا رہے تھے اور آپ کے واسطے اس مبارک مقام میں دعائے خیر فرما رہے

تھے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولانا سیف الرحمٰن کو حضرت سیدی الوالد سے کامل عقیدت تھی اور آپ کو بھی اُن سے محبت تھی۔ اور آپ اُن کا پاس ولحاظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا سیف الرحمٰن آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لائے، اور اس نے بارہ ہزار روپیہ از مدِ زکات آپ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ آپ مساکین کو تقسیم فرمادیں۔ مولانا نے اس شخص کی کچھ سفارش کی۔ آپ کو اس شخص کے احوال پسند نہ آئے اور اس کا روپیہ واپس کر دیا ساتھ ہی مولانا صاحب سے اس کی سفارش کرنے پر ناراض ہوئے اور اُن کو نکال دیا۔ چند روز تک مولانا صاحب کو خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی چونکہ مولانا صاحب سالہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے اس لئے ان کی سفارش کرنی آپ کو ناگوار گزری اور آپ نے اُن کو تنبیہ فرمائی۔

مولانا سیف الرحمٰن نے اس واقعہ کو مولوی حافظ محمد عبد الکریم فرزند مولوی عبد اللہ قندہاری حقانی سے بیان کیا اور حقانی صاحب نے عاجز سے ذکر کیا۔

واقعۂ مُلّا عبد اللہ ملا عبد اللہ ولد مُلّا زرداد قوم علی زی صاحب نسبت اور مخلص قدیم تھے کسی لغزش کی بنا پر اُن کے کارخانۂ باطن میں خلل آگیا تھا۔ آپ نے اُن کے واسطے پانچ ضرب چوب تجویز فرمائیں، دوسرے پٹھان نے تعمیل ارشاد کی، جس وقت ملا عبد اللہ کو یہ سزا مل رہی تھی حافظ منیر الدین منیرؔ دہلوی موجود تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پہلی ضرب پر ملا عبد اللہ نے الحمد للہ کہا اور مارنے والے سے کہا۔ زور سے مارو۔ اور سزا پوری ہونے پر بہ حالتِ وجد رقصاں اٹھے۔ منیر الدین نے بعد میں ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ انھوں نے کہا یہ پانچ ضربیں میرے لئے فتحِ ابوابِ برکات کا ذریعہ بنی ہیں۔ مجھ سے ایک لغزش ہو گئی تھی اور حلاوت باطنی کھو بیٹھا تھا۔ ہر ضرب پر ظلمت کے پردے چاک ہوتے گئے اور سابقہ کیفیت عود کر آئی۔ یہ واقعہ حافظ منیر الدین نے عاجز سے بیان کیا۔

واقعۂ مُلّا عبد الحلیم ملا عبد الحلیم آخوندزادہ کا بیان آپ کی اولاد معنوی میں آئے گا۔ نہایت صاحبِ نسبت اور باکمال فرد تھے۔ ایک دن بلا وجہ انھوں نے محمد عمر نورزی کو بُرا بھلا کہہ دیا۔ آپ کو اطلاع ہوئی اور آپ نے دو چار جوتے اُن کے سر پر لگوائے۔ اس عاجز نے دیکھا کہ مُلّا صاحب صاحب تھوڑی دیر بیٹھے روتے رہے۔ اور پھر حضرت سیدی الوالد کے مکان کے دروازہ پر آکر آہ و فغاں میں مصروف ہوئے۔ آپ کو مُلّا صاحب سے محبت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اُن کے پاس آئے اور دستِ شفقت اُن کے سر پر رکھا۔ مُلّا صاحب پر فرطِ مسرت سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

واقعۂ مُلّا احمد کوئٹہ میں آپ دن کو حلقہ فرمارہے تھے۔ افغانستان کے چالیس پچاس علماء حاضر تھے۔ اتفاق سے افغانستان کا ذکر آیا۔ حاجی مُلّا احمد نے کہا۔ افغانستان میں عورت کو میراث نہیں دیتے اور خاوند کے مرنے پر خاوند کی برادری میں سے کوئی شخص زبردستی اس عورت سے نکاح کر لیتا ہے۔ یہ سن کر آپ کو رنج ہوا اور آپ استغفار پڑھتے ہوئے گھر تشریف لے گئے۔ علماء کو بہت افسوس ہوا اور انھوں نے مُلّا احمد سے کہا۔ تم کو یہ بات نہ کہنی چاہیئے تھی۔ تم نے کیسی مبارک محفل کو درہم برہم کیا۔ تقریباً پانچ سات منٹ کے بعد آپ ننگے سر ننگے پیر دروازہ پر آئے اور فرمایا "تم میں سے جس جس کو احمد کی بات ناگوار گزری ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے کو پاک کرے تو پانچ ضرب چوب برداشت کرے" یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ اور حاضرین حلقہ میں سے ہر ایک نے اپنے کو ضرب کے واسطے پیش کیا۔ لیکن ایک مُلّا صاحب نے اپنے کو پیش نہیں کیا۔ وہ بہت ظریف اور خوش طبع تھے۔ ان کا نام غالباً مُلّا باز تھا۔ اُن کے رفقاء نے اُن سے کہا۔ تم مذاق سمجھ رہے ہو اور کہیں تم کو نقصان نہ پہنچے لیکن وہ ہنستے رہے اور اپنی بات پر قائم رہے۔ کچھ دنوں کے بعد سے ان کے دماغ میں خلل آنا شروع ہوا اپنے رفقاء کے ساتھ افغانستان گئے۔ دیوانے ہوئے اور رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ۔

واقعۂ محمد رفیع حاجی محمد رفیع بیری باغ دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے قدیم مخلص تھے پہلی مرتبہ حج کو گئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ردولوی سے ملنے گئے، وہ نہ ملے، دوسرے دن پھر گئے اور اطلاع کرائی کہ شاہ ابوالخیر کا غلام ہوں ان کا سلام لے کر حاضر ہوا ہوں تو حضرت مولانا نے اُن کو بلا لیا اور محبت سے ملے اور آخر میں یہ الفاظ فرمائے "خود ملنے کو نہیں آتے اور لوگوں کے ہاتھ سلام کہلا بھیجتے ہیں۔ اچھا ہمارا سلام ان کو پہنچا دینا" حاجی محمد رفیع صاحب اس عاجز سے کہتے تھے۔ کہ میں نے حضرت مولانا کی طبیعت کو حضرت صاحب کی طبیعت کے مشابہ پایا۔ حاجی محمد رفیع صاحب بعد میں دوسری مرتبہ حج کو گئے۔ جب وہاں سے آئے تو آپ کے پاس حاضری دی۔ دربان نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا "حج پر حج کرنے کا کیا گھمنڈ کرتا ہے اور ہم پر کیا احسان ہے" دربان نے محمد رفیع سے یہ بات کہی۔ وہ دروازہ میں بیٹھ کر توبہ واستغفار میں مصروف ہوئے۔ اس وقت مولوی سراج الدین صاحب موجود تھے۔ وہ پھاٹک مفتی والان، ترا با بہرام خاں، دلی میں رہتے تھے، نہایت نیک شخص تھے۔ انھوں نے تھوڑی دیر کے بعد آپ سے بہ عاجزی کہا۔ "آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں" مولوی صاحب نے یہ بات اس محبت اور خلوص سے کہی کہ آپ کا قہر لطف و مہربانی سے بدل گیا اور آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا۔ "ہماری تو اُن کے حق میں یہی دعائیں ہیں" جس وقت آپ نے "دعائیں ہیں" کے الفاظ فرمائے مخلصین

پر عجیب اثر ہوا اور وجد کی کیفیت کا ظہور ہوا۔

خلاصۃ القول اس قسم کے صدہا واقعات ہیں۔ عاجز نے بطور نمونہ چند واقعات لکھے ہیں اور آپ کا ارشادِ گرامی لکھ دیا کہ "ہماری تو اُن کے حق میں یہی دعائیں ہیں"۔ آپ کا یہ ارشادِ گرامی جب بھی یاد آتا ہے امام بخاری کی روایت کردہ حدیث یاد آجاتی ہے۔ وہ اپنی صحیح میں ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُهٗ، شَتَمْتُهٗ، لَعَنْتُهٗ، جَلَدْتُهٗ، فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكٰوةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَیْكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ یعنی اے میرے اللہ میرا تجھ سے ایک عہد ہو چکا ہے تو اپنے کرم سے میرے اس عہد کو پورا کر، میں ایک بشر ہوں، اگر ایمانداروں میں سے کسی کو میں تکلیف پہنچاؤں، اس کو گالی دوں، اس پر لعنت کروں، اس کو ماروں تو میرے اس تکلیف پہنچانے کو تو اس کے حق میں رحمت اور پاکی اور قرب کا ایسا ذریعہ بنا کہ قیامت کے دن اس کو تیرا قرب حاصل ہو۔"

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ مخلصین کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے صرف اُن کی بھلائی کے لئے کرتے تھے۔ عاجز نے صدہا افراد کو آپ کے بعد دیکھا کہ وہ زجر و توبیخ کے واقعات یاد کر کے رویا کرتے تھے اور آپ کے واسطے دُعائے خیر کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن الجوازی نے "سیرۃ عمر بن الخطاب" رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۲۱۶ میں لکھا ہے۔ قالت الشفاءُ بنت عبد اللہ وَرَاَتْ فِتْیَانًا یَقْصِدُوْنَ فِی الْمَشْیِ وَیَتَكَلَّمُوْنَ رُوَیْدًا فَقَالَتْ مَا هٰؤُلَاءِ قَالُوْا نُسَّاكٌ۔ قالت كَانَ وَاللهِ عُمَرُ اِذَا تَكَلَّمَ اَسْمَعَ وَاِذَا مَشٰى اَسْرَعَ وَاِذَا ضَرَبَ اَوْجَعَ وَهُوَ النَّاسِكُ حَقًّا۔ کہ شفاءؓ بنت عبد اللہ نے چند جوانوں کو دیکھا کہ ان کی رفتار و گفتار میں آہستگی پائی جاتی تھی۔ شفاءؓ نے دریافت کیا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ عبّاد ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اللہ کی، عمر جب بات کرتے تھے سُناتے تھے یعنی بلند آواز سے بات کرتے تھے۔ اور جب چلتے تھے تیز چلتے تھے۔ اور جب مارتے تھے چوٹ لگتی تھی اور وہی حقیقت میں ناسک و عابد تھے۔" یہ عاجز حضرت شفاءؓ کے اس ارشاد کو حضرت سیدی الوالد کے مطابقِ حال پاتا ہے۔ آپ بیعت کرتے وقت حرام سے اجتناب اور فرائض کی ادائگی کا اقرار لیتے تھے اور وظیفہ شریفہ میں مشغول کرتے تھے۔ ہر وقت بہ چشم باطن اس کے احوال پر نظر رکھتے تھے۔ ایک دن آپ حلقہ فرما رہے تھے ایک صاحب مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہوئے اور فاتحہ پڑھ کر چلے گئے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ "اس شخص کو دیکھو انار کی طرح سُرخ اور پاک دل لئے ہوئے ہے۔ اگر ہمارے پاس ایسے پاک دل افراد آئیں تو ہم کیوں کسی کو بُرا کہیں یا ماریں یا نکالیں"۔ آپ کے پاس صدہا افراد ایسے آتے تھے کہ آپ سے بیعت نہ تھے۔ گھنٹوں آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور کبھی

ایک جھڑکی تک نہ سُنی کیونکہ یہ لوگ اپنے کو عناد اور اعتراضات سے دُور رکھتے تھے، وہ صرف سکونِ قلب حاصل کرنے کے واسطے آتے تھے، اس لئے وہ آپ سے خوش رہے اور آپ اُن سے خوش رہے رحمہم اللہ۔

کامل بندہ اللہ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ جتنا کامل تر ہو گا اتنا ہی زائد صفات کا مظہر ہو گا۔ آپ پر اللہ نے اپنی بے نیازی کا پرتو ڈالا تھا۔ آپ کی نیازمندی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تھی۔ کسی اور کے نہ آپ تمنائی تھے نہ منتظر۔ اکثر آپ فارسی کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔

ع مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت۔ ہم کو اس قصہ سے کیا غرض کہ گائے آئی اور گدھا گیا۔

یہ عاجز تین مخلصین کے واقعات کو بیان کرتا ہے تاکہ آپ کی تربیت کا اندازہ ہو سکے۔

مُلّا جمعہ خاں اولادِ معنوی میں بھی ان کا ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔ یہ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ آپ نے ان کو اجازت عنایت کی۔ ہزارہا افراد ان سے بیعت ہوئے۔ غالباً ۱۳۳۷ھ کا واقعہ ہے کہ ملا جمعہ کوئٹہ میں حاضر ہوئے۔ چونکہ صاحبِ نسبت اور مردِ ذاکر و شاغل تھے آپ خوش ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات حلقہ میں مُلّا صاحب نے آپ سے کہا۔ حضور، اب اللہ کے کرم سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے بلا واسطہ فیضیاب ہوتا ہوں۔ آپ نے مُلّا صاحب کے فیض حاصل کرنے کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ نے خوش ہو کر فرمایا "اے عزیز ہر چہ می یابی ازیں سوراخ می یابی"۔ یعنی اے عزیز جو نعمت مل رہی ہے وہ اس سُوراخ سے مل رہی ہے۔ اور آپ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ مُلّا صاحب نے اس ارشاد کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا "اب یہاں آنے کی تم کو کیا ضرورت ہے"۔ اور ان سے فرمایا "تم جاؤ"۔ مُلّا صاحب اس کے بعد پندرہ بیس دن کوئٹہ میں رہے لیکن آپ اُن سے نہ ملے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ "مُلّا صاحب عَفَی اللہُ عَنہٗ" سے اس ضمن میں غلطی ہوئی۔ حضرت شاہ ابو سعید قدس سرہٗ نے رسالۂ ہدایۃ الطالبین اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی حیات میں تحریر فرمایا اور شاہ صاحب نے اس کا مطالعہ فرمایا اور تحریر کیا "آنچہ دریں رسالہ مذکور است بسیار محظوظ و مسرور گردانیدہ"۔ اس رسالہ میں جوابِ چہارم کے تحت حضرت شاہ ابو سعید نے لکھا ہے "قلوبِ مشائخ کرام را کہ تا بہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وسائط فیض اند مانندِ عینک باید داشت"۔ عینک کا شیشہ اپنی صفائی کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ لیکن کمزور نگاہ کے لئے سببِ تقویت بنا ہے۔ دیکھنے والا جو کچھ دیکھ رہا ہے رہینِ منتِ شیشۂ عینک ہے۔ وہ شیشہ خود نظر نہیں آرہا ہے لیکن سب چیزوں کو دکھا رہا ہے قلوب حضراتِ مشائخ نے سالکین کو مقاماتِ عالیہ سے اس طرح مستفید کیا ہے جس طرح دوربین کے مصفا شیشے

چشمِ ظاہر کو مقاماتِ بلند و دور کی سیر کراتے ہیں۔ سالک کے لئے یہ قلوبِ مبارکہ بمنزلہ اکسیرِ اعظم ہیں۔
مُلّا جمعہ خاں سے لغزش ہوئی اور آپ نے اب یہاں آنے کی تم کو کیا ضرورت ہے" کے سوا کچھ
نہ فرمایا۔ وہ پندرہ بیس دن رہ کر وطن چلے گئے اور آپ اپنے وقت پر دلّی آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد مُلّا صاحب
دلّی آئے اور اصطبل کی عمارت میں ٹھیرے۔ یہ خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے آپ کی ایک
عمارت تھی۔ اس میں مخلصین قیام کیا کرتے۔ مُلّا صاحب اس عمارت میں رہے۔ لیکن خانقاہ شریف میں
داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ اتفاق کی بات ہے۔ مُلّا صاحب دلّی کی فصیل پر چڑھے اور تُرکمان
دروازہ کے اوپر گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے دسیوں بار جا چکے تھے لیکن اس دن ان کو غلطی کی سزا
ملنی تھی۔ وہ ترکمان دروازہ کی چھت سے جو تقریباً آٹھ گز بلند ہے نیچے آکر گرے۔ اللہ نے فضل کیا کہ
کوئی ہڈی نہ ٹوٹی۔ لوگ ان کو اُٹھا کر اصطبل لائے۔ عصر کو جب آپ تفریح کے لئے بگھی میں جارہے
تھے ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے مُلّا جمعہ خاں کے گرنے کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے غور سے
سُنا اور آخر میں فرمایا "اچھا ہُوا"۔

اِس عاجز نے حضرات مشائخ کرام کے احوال و ملفوظات میں دیکھا ہے کہ اولیائے کاملین کی
مخالفت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوا کرتی ہے جو کہ بعض اوقات مہلک ہوتی ہے۔ مُلّا جمعہ کو
تنبیہ ہوگئی اور وہ مہلک نہ ہوئی۔ نہ جسم کے کسی حصہ کو نقصان پہنچا۔ لہٰذا آپ نے فرمایا "اچھا ہوا"۔

مُلّا جمعہ دو تین دن صاحبِ فراش رہے۔ اگرچہ وہ خانقاہ شریف میں داخل نہ ہوسکے۔
لیکن وطن جانے کی اجازت مل گئی اور وہ واپس چلے گئے۔

مولوی محمد اسحاق و سیّد زاہد حسین

مولانا محمد اسحاق میرٹھی آپ کے نہایت مخلص مرید تھے۔ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں پڑھاتے تھے۔
حضرت برادرِ کلاں کو خورد سالی میں کچھ پڑھایا تھا اور اس عاجز نے چند روز ان کی اہلیہ محترمہ کا
دودھ پیا تھا۔ سیّد زاہد حسین امروہہ کے باشندے تھے اور مولوی صاحب کے شاگرد تھے۔ یہ
دونوں صاحبان حضرت سیّدی الوالد قدس سرّہٗ سے بیعت ہوئے۔ تقریباً دس بارہ سال آتے
رہے اور فیض یاب ہوتے رہے۔ زاہد حسین صاحب نے آپ کے کچھ مکاتیب شریفہ کو جمع کیا۔
ان کو پڑھتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ مولوی صاحب حلقہ میں احیاناً وجد میں آجاتے تھے اور
ان پر کیفیات طاری ہوتی تھیں۔ ہر سال یہ دونوں صاحبان میلاد شریف میں آکر شریک ہوتے
تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

جب حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے میلاد شریف کی مبارک محفل کو خوب آراستہ پیراستہ کیا۔ یہ دونوں صاحبان دوپہر کو آئے اور عصر کو خاموشی سے واپس ہوگئے۔ دونوں کے دلوں میں کچھ اعتراضات پیدا ہوگئے۔ آپ کو علم ہوا تو زبانِ مبارک سے کچھ نہ کہا۔ البتہ ان دونوں صاحبان کی نسبتِ مبارک سلب کرلی۔ دو سال تک یہ دونوں حاضر ہوتے رہے لیکن آپ نے اجازت نہ دی اور وہ خانقاہ شریف میں داخل نہ ہو سکے۔ اُن کی باطنی حالت متغیر ہوگئی۔ اس کی اصلاح کے لئے دوسری جگہ جاکر بیعت ہوگئے میرٹھ شہر میں جناب مولانا قاری ولی محمد صاحب رحمہ اللہ آپ کے خاص مخلصین میں سے تھے۔ ایک دن یہ دونوں صاحبان اُن سے ملے۔ قاری صاحب نے ان سے فرمایا اور کیا خوب فرمایا "میں کچھ اور تو نہیں جانتا البتہ سالہا سال میں نے تم دونوں کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا تم دونوں پر کیفیات کا ظہور ہوتا تھا اور تم وجد میں آجاتے تھے۔ تم کو اللہ نے نعمت عطا کی تھی پھر تم دونوں دوسری جگہ چلے گئے اور کیفیاتِ سابقہ کا نام و نشان تک تم میں نہیں رہا۔ تم نے کفرانِ نعمت کیا ہے۔ اور اگر سابقہ کیفیات مصنوعی تھیں تو تم دونوں نعمتِ الٰہی کے مستحق نہ تھے اور تم کو اس کی سزا ملی"

تقریباً چونتیس پینتیس سال کے بعد، پاکستان کی تشکیل سے ایک سال پہلے جناب مولوی صاحب خانقاہ شریف میں دو تین مرتبہ آئے۔ اپنی حرماں نصیبی پر رویا کرتے تھے۔ خود انھوں نے اعتراف کیا کہ دوسری جگہ ان کو کچھ بھی نہ ملا۔ نہ وہ دَرد، نہ وہ سُوز، نہ وہ آہ، نہ وہ گِریہ، نہ وہ حَلاوت، نہ وہ حُضُورِ قَلب۔ آخر مرتبہ جب وہ تشریف لے جارہے تھے تو اس عاجز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا "میں حضورِ مبارک کا اسی طرح ایک ادنیٰ غلام ہوں جس طرح پر پہلے تھا" اور حضورِ مبارک کہتے وقت آپ کے مزارِ پُرانوار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور بے اختیار مصروفِ گریہ ہوگئے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَغَفَرَلَہٗ وَرَضِیَ عَنہُ۔

ان کے علاوہ آپ نے دلاور پٹھان اور ایک ہندوستانی کو بھی نکالا۔ آپ نے جس کو بھی نکالا نہ صرف خانقاہ شریف سے نکالا بلکہ اپنے خانۂ دل اور خیال شریف سے نکال دیا۔ پھر کبھی اُن کا نام تک آپ کی زبانِ مبارک پر نہ آیا۔ میرٹھ میں مولوی اشرف علی صاحب کی ملاقات کا واقعہ پیش آیا۔ آپ نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ مفتی مظہر اللہ صاحب امام مسجد فتحپوری اس عاجز سے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرمارہے تھے۔ مجھ سے میرٹھ کے واقعہ کو ایک صاحب نے بیان کیا۔ میں نے ایک دن آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا "مولوی اشرف علی ہم سے اچھی طرح ملے"

اس کے علاوہ آپ نے ایک لفظ نہ فرمایا۔ آپ کے تعلق کی اساس صرف للّٰہیت پر تھی۔ جہاں آپ نے اس میں فرق پایا، فرمادیا۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ۔ نہ آپ کو کسی امیر و وزیر سے تعلق تھا، نہ کسی مولوی اور محقق سے۔ اگر کوئی آیا تو فبہا اور اگر نہ آیا تو کوئی رنج و ملال نہیں، جو کچھ بھی کہنا ہوا سامنے کہدیا۔ غیبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطعاً محفوظ کر دیا تھا۔ مخلصین میں سے کسی کے نادرست فعل پر رعایت نہیں کرتے تھے۔ اولاد کے ساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مخلصین میں انانیت اور پندار کی بُو تک نہ تھی۔ چاہے کوئی برمی ہو یا ہندی یا بلوچی یا افغانی سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ عاجز جس وقت بھی اس حالت پر نظر ڈالتا ہے آپ کی عظمت دل میں مستحکم تر ہو جاتی ہے۔ افغانستان کے نہایت جاہل اور سرکش افراد کو آپ نے صرف وظیفۂ شریفہ پر لگا کر اعلیٰ درجہ کا مؤدب اور فرشتہ صفت بنایا۔ یہ آپ ہی کا کام تھا۔ محمد امان الرحمٰن صاحب کی عبارت "مقدمۃ الکتاب" کی یہ عاجز نقل کر چکا ہے۔ انھوں نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ "اکثر بندگانِ خدا کی کایا پلٹ" رحمہ اللہ۔

مُلّا حبیب اللہ ملا حبیب اللہ ولد زُنگ صوبۂ سرحد کے رہنے والے تھے۔ اُن سے ایک دن کچھ غلطی ہوئی۔ آپ اپنی قیام گاہ میں تھے۔ آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ حبیب اللہ سے کہو تم نے یہ غلطی کی ہے۔ دو روپیہ جرمانہ ادا کرو۔ اس عاجز نے مُلّا حبیب اللہ سے آپ کی بات کہی۔ انھوں نے کہا۔ میں جرمانہ نہیں دوں گا۔ عاجز نے ان کی بات آپ سے کہی۔ آپ سُن کر دو چار منٹ خاموش رہے اور پھر مبارک سر اٹھا کر فرمایا "جاؤ ملا حبیب اللہ سے کہو ہم تم کو بُلانے نہیں گئے تھے تم خود آئے اور تم نے ہم سے اقرار کیا کہ نافرمانی نہیں کروگے۔ اب تم نے نافرمانی کی اور تم جرمانہ نہیں دیتے۔ لہٰذا تم اپنے گھر جاؤ۔ ہم سے تعلق نہ رکھو" اس عاجز نے مُلّا حبیب اللہ سے یہ بات کہی۔ وہ زار و قطار رونے لگے۔ آنکھیں بند کر کے آپ کی قیام گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تھوڑی دیر اُن پر جذب کی کیفیت طاری رہی اور پھر روتے ہوئے عاجز سے کہا۔ میں جرمانہ ادا کرتا ہوں۔ اور انھوں نے دو روپے دیئے۔ عاجز نے جا کر آپ کے سامنے وہ دو روپے رکھے۔ آپ نے سر اٹھا کر اس عاجز سے فرمایا "زید، تم نے دیکھا"

تصرف باطنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے دلوں کی حکمرانی عطا کی تھی۔ لہٰذا مخلصین خوشی سے سزا برداشت کرتے تھے لیکن جدائی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اور جب سزا کا کھٹکا ہر ایک کو رہے گا کسی کو ہمت نہ ہوگی کہ مخالفت کرے۔

قہر و عتاب میں ترے رحمت ہے مستتر　　یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے

اس عاجز نے صدہا افراد کو آپ کے بعد دیکھا جو آپ کی زجر و تنبیہ برداشت کر چکے تھے کہ آپ کو یاد کر کے بیساختہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری آنکھیں آپ نے کھول دی ہیں۔ اللہ آپ کو اجر دے۔ افغانستان کے مخلصین نہایت محبت سے آپ کا ذکر کر کے اپنی بولی کا یہ مقولہ نہایت خوشی کے پیرایہ میں کہا کرتے تھے "بے نہ دِی دَبْ نہ بہ وِی اَدَبْ" یعنی اگر دَب (ضرب) نہ ہو تو ادب نہ ہوگا۔ آپ کا اور آپ کے مخلصین کا باہم یہ ارتباط تھا۔ اور یہ آپ کی تربیت تھی۔ آپ اُن سے خوش تھے اور وہ آپ سے خوش تھے۔ اور فضولیوں کی جماعت بُرا کہنے اور غیبت کرنے میں مصروف تھی۔

سفیر گُل محمد و سردار امیر احمد

امیر امان اللہ خاں کے پہلے سفیر سردار گُل محمد خاں والد سردار فیض محمد خاں وزیرِ خارجہ تھے۔ روشن آرا باغ کے پاس کوٹھی میں رہتے تھے۔ اُن دنوں آپ روشن آرا باغ تفریح کے واسطے جایا کرتے تھے۔ ایک دن سردار گُل محمد خاں اپنے سمدھی سردار امیر احمد خاں کے ساتھ آپ سے ملنے پہنچے۔ ان دونوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ امیر احمد بغداد کے نقیب پیر سر سید عبدالرحمٰن کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے پیر کا ذکر کیا۔ آپ خاموش رہے۔ پھر انھوں نے اپنے پیر کی تعریف شروع کی۔ آپ نے مبارک سر اٹھا کر غصہ میں امیر احمد سے فرمایا "اے خبیث پیش من تعریف کدام شخص می کنی۔ آن شخص کہ از سلطان المسلمین بغاوت کردہ رفیق انگلیسہا شدہ ملکِ اسلام را بہ دستِ کفار سپردہ۔ ہوش کن بارِ دگر ذکر چنیں خائنانِ اسلام پیش ما نہ کنی" اس وقت امیر احمد اور گُل محمد کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ دونوں نے معافی طلب کی اور آپ کا غصہ فرو ہوا۔ آپ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ اے خبیث تم میرے سامنے کس کا ذکر کر رہے ہو۔ اُس شخص کا جس نے سلطان المسلمین سے بغاوت کی اور انگریزوں کا ساتھ دے کر اسلامی ملک کو انگریزوں کے تصرف میں دے دیا۔ خبردار ایسے غداروں کا ذکر ہمارے سامنے پھر نہ کرنا۔

گُل محمد اور امیر احمد پر آپ کا ایسا اثر ہوا کہ یہ دونوں پھر ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں ان دونوں صاحبان سے اس عاجز کی ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا ذکر کر کے دونوں صاحبان رو رہے تھے۔ اور امیر احمد خاں نے کہا کہ اُن کی وہ نگاہِ خشمگیں جب یاد آتی ہے کانپ جاتا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے

نیک بندوں کی زیارت کی ہے لیکن آپ کی بات کہیں نہیں پائی۔ سردار امیر احمد نے اپنے پیر و مرشد کی تعریف کی تھی اور آپ کی جھڑکی سُنی۔ چونکہ آپ کی جھڑکی مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ کے زمرے میں سے تھی' اس نے اپنا اثر دکھایا اور امیر احمد کی آنکھیں کُھلیں۔ جس شخص کو سردار صاحب' سردار صاحب کہہ کر لوگوں کے مُنہ خشک ہوتے تھے، آپ نے صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خبیث کہہ کر خطاب کیا اور اس نے اپنا وہ اثر دکھایا کہ ہزار وعظ و پند اس پر قربان ہیں۔ امیر احمد کے واقعہ کو دیکھ کر شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ یاد آگیا، اور وہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت خرقانی اور حکیم ابو علی سینا

اتفاق سے حکیم ابو علی سینا' حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت اس وقت اسم ذاتِ تعالیٰ و تقدس کا ذکر فرما رہے تھے۔ حکیم ابو علی سینا کو تعجب ہوا کہ اسم ذات میں یہ اثر کیسے ہوگیا کہ بیمار شفا پالے' مشکل آسان ہو جائے' آفت ٹل جائے۔ اور وہ اس بات کو حضرت سے پوچھ بیٹھے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے کامل بصیرت عطا کی تھی سمجھ گئے کہ حکیم صاحب حکمت اور فلسفہ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو اس طرح پر سمجھایا جائے کہ پوری طرح سمجھ لیں۔ لہٰذا آپ نے فرمایا: "اے خر تو چہ دانی" یعنی اے گدھے تم کیا جانو۔ حکیم صاحب کی آؤ بھگت اُمراء وُزراء کرتے تھے۔ اور آج انھوں نے صدہا افراد کے سامنے حضرت سے "خر" کا خطاب پایا اور "چہ دانی" کے الفاظ سُنے۔ اس کا اُن پر فوراً یہ اثر ہوا کہ سر سے پیر تک پسینہ آگیا۔ حضرت نے جب دیکھ لیا کہ حکیم صاحب پر اُن کے نسخہ کا پورا اثر ہوگیا ہے تو حکیم صاحب سے فرمایا۔ حکیم صاحب نہ میں نے تم کو مارا ہے' نہ کوئی دوا پلائی ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ صرف لفظِ خر سُن کر تم پسینے پسینے ہوگئے تمہاری رنگت زرد پڑ گئی۔ اب تم ذرا خیال کرو کہ ایک معمولی حیوان کے نام میں تو یہ اثر ہو اور خالقِ کُل کائنات کے نام میں کچھ اثر نہ ہو۔ حضرت کی بات سُن کر حکیم صاحب کی آنکھیں کھلیں۔ اور حضرت کے معتقد ہوئے۔ حکیم صاحب اور امیر احمد خاں کے حسبِ حال یہ شعر ہے۔

بحمد اللہ کہ چشم باز کردی | مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

ایک انگریز کا احترام

آپ دلّی کی پہاڑی پر چو بُرجہ کے سامنے چبوترے پر تنہا قبلہ رُو بیٹھے اللہ کی یاد میں مصروف تھے۔ اس زمانے میں وہ حصّہ انگریزوں کی تفریح گاہ تھی۔ چو بُرجہ سے غرب کی طرف وائسرائے کا قیام تھا۔ اہلِ شہر اس طرف بہت کم جاتے

تھے۔ آپ برف خانہ سبزی منڈی کے پاس بگھی سے اُتر کر چو بُرجہ تک "آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدمت ہزار جان است" پر عمل کرتے ہوئے نہایت سکون کے ساتھ ذکر الٰہی کرتے ہوئے جاتے اور آتے تھے۔ آپ چبوترے پر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے اور ہم تینوں بھائی اور پٹھان اپنی تفریح میں مصروف رہتے۔ ایک دن اس عاجز نے چبوترے سے تقریباً پندرہ گز جہتِ جنوب ایک جھاڑی کے پیچھے ایک انگریز کو رُکتے دیکھا۔ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہوا کہ آپ کو دیکھ سکے۔ اس نے ٹوپی اتاری اور ہاتھ باندھ کر آپ کی طرف سر جھکایا اور پھر دس پندرہ منٹ تک آپ کو دیکھتا رہا۔ جب وہاں سے روانہ ہوا پہلے دو تین مرتبہ اپنا سر جھکایا اور چند قدم اُلٹے قدموں گیا اور پھر اپنی راہ لی یہ عاجز اور ملّا صاحب خاں تعجب سے انگریز کو دیکھتے رہے۔

ایک پادری اور اُس کی میم

روشن آرا باغ کی بارہ دری کے چبوترے پر جنوب کی طرف آپ مصروف ذکر تھے۔ ہم لوگ چمن میں گیند کھیل رہے تھے۔ آپ سے چار پانچ گز کے فاصلے پر چبوترے کے نیچے ایک انگریز اور ایک میم آ کھڑے ہوئے۔ انگریز ٹوپی اُتار کر آپ کی طرف احتراماً جھکا۔ آپ کو کچھ خبر نہ تھی۔ وہ دونوں ادب سے پانچ سات منٹ کھڑے رہے۔ اس عاجز نے جب یہ کیفیت دیکھی دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا۔ دوڑنے کی وجہ سے پیروں کی آواز ہوئی۔ آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا "زید کیا بات ہے" عاجز نے کہا۔ جی حضرت ایک انگریز اور ایک میم تھوڑی دیر سے کھڑے ہیں۔ آپ نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ اور انھوں نے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا "صاحب کیا بات ہے۔ انگریز نے کہا۔ کیا ہم آپ کے پاس آسکتے ہیں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ وہ دونوں آپ کے پاس آئے، گھٹنے ٹیک کر جھکے اور پھر ادب سے بیٹھ گئے۔ انگریز نے پوچھا۔ آپ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے ان الفاظ مبارکہ سے ان کو جواب دیا۔ "ہم اللہ کے بندوں کو اللہ کا نام بتاتے ہیں" انگریز اور میم کچھ نہ سمجھے۔ انھوں نے عاجز کی طرف دیکھا۔ اس عاجز نے اُن سے کہا "ہی از اے گریٹ پادری آف مسلمز" یہ سُن کر وہ دونوں آپ کے سامنے پھر احتراماً جھکے۔ انگریز نے کہا کہ میں پروٹسٹنٹوں کا پادری ہوں اور یہ میری میم ہے۔ دو چار منٹ بیٹھ کر یہ دونوں چبوترے کے کنارے تک اُلٹے قدموں گئے اور چبوترے سے اُتر کر آپ کو جھک کر سلام کیا اور روانہ ہوئے۔

دَروازہ پر ایک مخلص کی صَدا

مولوی بخش اللہ نے لکھا ہے۔ ایک خادم نے خانقاہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک خاص حالت میں ذیل کے اشعار پڑھے تھے۔

خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے … بیا گر نہ باشد گاہ گاہے

۲- نگاہے کن بہ اُمیدے کہ دارم کہ دارم از تو امیدِ نگاہے

۳- شاہم امروز کہ سنگ درِ تو یافتہ ام گرچہ مورم مگر اورنگ سلیماں دارم

۱- خدا کے لئے مشتاقوں کی طرف نگاہ کیجئے۔ پے در پے نہ سہی کبھی کبھی۔

۲- ایک نگاہ کیجئے وہ امید جو میں رکھتا ہوں یہ ہے کہ ایک نگاہ کا امیدوار ہوں۔

۳- آج کے دن میں شاہ ہوں کہ مجھے تیرے دروازہ کا پتھر مل گیا ہے۔ اگرچہ میں چیونٹی ہوں لیکن سلیمانی تخت رکھتا ہوں۔

قصیدۂ منیر

حاجی منیرالدین منیر چشتہ لال میاں دلی میں رہتے تھے۔ حضرت برادرِ کلاں کی ولادت سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ نہایت پاک دل اور صاف نفس شخص تھے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی وفات سے ایک مہینہ چالیس دن پہلے پیر ابوالخیر غازی پوری آئے تھے۔ جن کا حال یہ عاجز "ذکرِ خیر" کے اواخر میں (معمولات سے کچھ قبل) لکھ چکا ہے۔ حاجی منیرالدین رحمۃ اللہ نے یہ قصیدہ اس وقت آپ کو سُنایا تھا۔ پیر ابوالخیر اور سب مہمان و حاضرین خوش ہوئے اور حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے یہ فرما کر داد دی "آج تو منیر بلبل بنا ہوا ہے"۔

باغِ عرفاں میں ابوالخیر ہیں کیا خوب منیر — طالبو آؤ بتا دیں گے یہ عمدہ تدبیر

حق سے ملتا ہے اگر ان کے ذریعہ سے ملو — خضرِ منزلِ جاناں ہیں یہ بے مثل و نظیر

یوسفِ مصرِ ولایت ہیں یہ ماشاءاللہ — ہیں سلاطینِ جہاں آپ کی نظروں میں حقیر

جس نے دیکھا نہ ہو اگلوں کو وہ دیکھے انکو — ہیں یہ دنیا میں بزرگانِ سلف کی تصویر

غوث الاعظم کے لقب کے ہیں یہ شایاں اب تو — عہد میں اپنے یہ گویا کہ ہیں پیرانِ پیر

دستگیر ایسا زمانے میں نہ پاؤ گے کہیں — میری نظروں میں ہیں ہر شہر کے اربابِ ضمیر

کس طرح آپ سے دوں اور کسی کو نسبت — نظر آتا نہیں عالم میں کوئی عُشرِ عَشیر

تختِ شاہی ہے یہی تاجِ حکومت ہے یہی — آپ کے در کا گدا، آپ کے در کا ہوں فقیر

صورتِ ماہیِ بے آب ہے ہر حلقہ بگوش — ایسی دیکھی نہ سُنی ہم نے بیاں میں تاثیر

دیکھئے سیر یہاں آکے جنابِ واعظ — اسے کہتے ہیں بیاں، کہتے ہیں اس کو تقریر

مضطرب حال کو ہو جاتا ہے تو ذرا ہی سکون — خدمتِ حضرتِ اقدس میں ہے شاداں دلگیر

خوابِ غفلت میں پڑے سوتے ہیں دلی والے — سچ ہے یہ، ہوتی نہیں شمع کے نیچے تنویر

چشمۂ فیض سے سیراب ہیں باہر والے — ان کی قسمت ہے بُری اُنکی ہے اچھی تقدیر

یہ اسی میں رہے بے فیض ہیں دیتے کیا ہیں — کیا ملے خاک انھیں دل میں نہیں جب توقیر

کبھی حاضر بھی ہوئے طالبِ صادق بنکر — لب پہ شکوہ ہے، نہیں دیکھتے اپنی تقصیر
وہ کریم ابنِ کریم ابنِ کریم ابنِ کریم — اُن کا شیوہ ہے عطا، اُن کی عنایت ہے کثیر

یہی نسبت ہے بہت، ہوں میں اسی پہ نازاں
سگِ دیرینہ وہ اپنا مجھے کہتے ہیں منیر

حاجی حافظ منیر الدین منیر کو اگر کہیں کی بادشاہت مل جاتی تو ان کے قلب کو وہ مسرت حاصل نہ ہوتی جو آپ کے فرمانے "آج تو منیر بلبل بنا ہوا ہے" سے حاصل ہوئی۔ جب بھی اِس کا ذکر کرتے تھے عِقدِ گوہرِ غلطاں کی نذر ضرور پیش کرتے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ وَاَکْرَمَ نُزُلَہٗ۔

قصیدۂ برقؔ اعظمی

رحمت الٰہی برقؔ صدیقی اعظمی نے تیرہ سال پہلے یہ قصیدہ ارسال کیا۔ وَفَّقَہُ اللّٰہُ لِمَا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ۔

اللہ غنی رُتبۂ ذی شانِ ابوالخیر — مخدوم زمانہ ہیں غلامانِ ابوالخیر
بجھ بجھ گئے اعدا کے دِیے بادِ فنا سے — روشن ہے مگر شمعِ شبستانِ ابوالخیر
پروانۂ شمعِ رخِ احمد ہیں یہ بے شک — کہتا ہے یہ سوزِ غمِ پنہانِ ابوالخیر
نازاں نہ ہو کیوں خوبیٔ قسمت پہ وہ اپنی — جس شخص کے ہاتھوں میں ہو دامانِ ابوالخیر
عرفان کی دولت سے ہوئے کتنے مشرف — از فیضِ ابوالخیر و بزرگانِ ابوالخیر
جامِ مئے تسنیم کے حقدار نہ ہوں کیوں — مستِ مئے توحید ہیں رندانِ ابوالخیر
سُکّانِ زمیں کیوں نہ ہوں مدّاح سب اُن کے — گردوں پہ ملائک ہیں ثنا خوانِ ابوالخیر
توحید کی خوشبو سے دو عالم ہو معطّر — لہرائے اگر زُلفِ پریشانِ ابوالخیر
پھیرا ہے سوئے حق رخِ رفتارِ زمانہ — گردن پہ زمانے کی ہے احسانِ ابوالخیر
خادم سے ابوالخیر کے رضواں یہ کہے گا — ہو خُلد مبارک، تجھے دربانِ ابوالخیر
پاسنگ ہوں سب اُمتِ احمد کے معاصی — میزان میں رکھ دیں اگر ایمانِ ابوالخیر
ہے جرعہ کشِ دردِ محبت مری ہستی — پیوست مرے دل میں ہے پیکانِ ابوالخیر
یارب اسی حالت میں مجھے موت بھی آئے — چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ ابوالخیر

صد شکر کہ اے برقؔ وسیلہ سے عمر[1] کے
روشن ہے مرا دل بھی بہ فیضانِ ابوالخیر

---

[1] برقؔ اعظمی حضرت استاذی مولانا مولوی محمد عمر رحمہ اللہ سے بیعت ہیں۔ یہاں "عمر" سے وہی مراد ہیں۔

اکراماتِ الٰہیہ

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسماں | ہیں سب اس کے زیرِ فرماں ایک ہے وہ حکمراں
پالتا ہے ماہ سے ماہی تلک ہر چیز کو | ریزہ چیں ہے اس کے خوانِ فضل کا سارا جہاں
پھول کو دیتا ہے خوشبو پھل کو دیتا ہے مزا | سیپ کو دیتا ہے موتی جسم کو دیتا ہے جاں
رحمتیں اور برکتیں اپنی الٰہی اور سلام | بھیج ختم المرسلیں پر با ہمہ پیغمبراں

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم احسانہٗ اپنے بندوں پر ہر وقت اور ہر آن اکرامات کرتا رہتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ تم اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنی چاہو تو نہیں کر سکتے۔ اس کی ان نعمتوں کی تخصیص کسی فرد سے نہیں ہے۔ صالح ہو یا طالح، مومن ہو یا منکر، سب پر وہ کرم کر رہا ہے۔

۱۔ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند | تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری
۲۔ ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار | شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

۱۔ ابر اور ہوا اور چاند اور سورج اور آسمان کام میں لگے ہیں تاکہ تو روٹی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے۔
۲۔ سب تیرے لئے پریشان ہیں اور فرمانبردار ہیں۔ انصاف کی بات نہ ہوگی اگر تو فرمانبرداری نہ کرے۔

البتہ جو بندہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ اس پر وہ مزید مہربانیاں کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ اِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ سپاس داری میں جتنی بیشی ہوگی بندہ نوازی میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اس مبارک مقام کو حاصل کر لیتا ہے جس کا بیان امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے کیا ہے "وَمَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِىْ اَعْطَيْتُهٗ وَلَئِنْ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ۔ یعنی بندہ عبادت گزاری کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے، اپنا نہیں رہتا۔ وہ اپنی روح، اپنے جسم، اپنے اعضاء سے اللہ کا مطیع و منقاد بن جاتا ہے۔ اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے فرمان پر وہ سنتا ہے۔ اسی کے نور سے وہ دیکھتا ہے۔ اسی کی قدرت سے وہ گرفت کرتا ہے۔ اور

اسی کے امر برده اِقدام کرتا ہے۔ یہ مبارک بندہ اگر اللہ کا محب ہے تو اس کا محبوب بھی ہے۔ اگر اس کا مُرید ہے تو اس کا مُراد بھی ہے۔ وہ آن واحد میں عاشق بھی ہے معشوق بھی ہے، طالب بھی ہے مطلوب بھی ہے۔ اُس کی اپنی کوئی خواہش نہیں رہتی۔ اللہ کی خواہش اس کی خواہش ہو جاتی ہے۔ لہٰذا تکلیف و راحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہ ظاہر جن اُمور کو آلام و محن سمجھا جاتا ہے اس کے واسطے ان میں رُوحانی مسرت ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرت محبوب جَلَّ سُلطانُہٗ کا عَطِیّہ ہے۔ اور محبوب کا عطیہ یقیناً دل پسند بلکہ محبُوب ہوتا ہے۔ جو خوش نصیب بندہ اللہ کا محبوب بنتا ہے اس کی کیفیت اس طرح پر ہوتی ہے۔ مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ اِنَّ اللہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ اِنَّ اللہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔ کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل سے فرماتا ہے۔ فلاں بندہ سے مجھ کو محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمانوں میں منادی کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ کو محبت ہے اے آسمان والو تم اُس سے محبت کرو۔ اور تمام اہلِ آسمان اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر زمین پر اس بندہ کی قبولیت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے بندوں کے دل خود بخود اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

وہ برگزیدہ بندہ جو اس مقام کو پالیتا ہے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ تمام عالم کا قیام اُس کی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔ امام المحققین بُرہان المتقدمین، حجۃ المتاخرین حضرت ابوبکر محمد محی الدین الحاتمی الطائی المعروف بہ ابن عربی قدس سرّہٗ ایسے فردِ اکمل کو قطب الأقطاب کہتے ہیں اور حضرت امامِ ربّانی مجدّد و منوّرِ اَلفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرّہٗ اُس کو قیوّم فرماتے ہیں۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہے کہ انسان اللہ کی صفات کا مظہر ہے۔ اور چونکہ یہ فردِ اکمل اللہ کی صفت قیُّومیّت کا مظہر ہوا ہے لہٰذا اس کے لئے قیوّم کا لقب اَنسب و اَولیٰ ہے۔

راہِ اجتبا ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچنا محض اللہ کے لطف و کرم سے ہوا کرتا ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ کے مبارک احوال تفصیل کے ساتھ از اوّل روزِ ولادت تا یوم جمعہ ۲۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ جو کہ آپ کی صحت کا آخری اور علالت کا پہلا دن تھا۔ یہ عاجز پوری تحقیق اور صحت کے ساتھ لکھ چکا ہے۔ پہلے دن سے جو اسبابِ سعادت آپ کے واسطے مہیا ہوئے اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں، بلکہ حضرتِ وَاھِبُ الْعَطَایَا جَلَّ سُلْطَانُہٗ وَعَمَّ اِحْسَانُہٗ نے پہلے ہی دن سے

آپ پر ابوابِ سعادت کھول دیئے تھے۔ مختصر طور پر چند سعادات کا بیان یہ عاجز کرتا ہے۔

آپ کو یہ سعادت از پدر و پدرِ کلاں و کلانِ کلاں حضرت مخدوم عبدالاحد بلکہ از بابائے پانزدہم حضرت امام رفیع الدین قدس اللہ أسرارہم العلیّۃ سے ورثہ میں ملی ہے۔

آپ کی ولادت ایک ولیِ کامل کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

آپ کی تحنیک ولیِ کامل نے کی۔

آپ کے کانوں میں اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ولیِ کامل نے پہنچایا۔

علومِ شریعت اور علومِ طریقت اور اسرارِ حقیقت کی بسم اللہ چار سال کی مبارک عمر میں مسجدِ نبوی جیسے مقدس و منوّر مقام میں ولیِ کامل نے کی۔

اولیائے کبار سے علمِ ظاہر پڑھا۔ جیسے حضرت شاہ عبدالغنی، حضرت سید حبیب الرحمٰن، حضرت سید احمد دہان قطبِ مکہ، حضرت سید احمد دحلان شیخ الاسلام۔ ان میں سے ہر ایک سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق تھا۔ ان عاشقانِ پاک طینت نے عشقِ نبوی سے آپ کے صدرِ مبارک کو بھر دیا اور ایسا بھرا کہ آپ کے تن کا رواں رواں بمنزلہ جامِ بادۂ عشقِ نبوی ہو گیا۔ اور پھر آپ کو مرشد ملا تو ایسا مشفق و مہربان و عیسوی المشرب کہ جس نے اپنا سب کچھ آپ کے حوالہ کر دیا اور کہہ دیا ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را　　　تو دانی حسابِ کم و بیش را

یُوضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ از راہِ اجتبا آپ مدارجِ عالیہ پر پہنچے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور محبّت کی بدولت محبوبیّت کا مقام آپ کو ملا اور وہ وقت بھی آگیا کہ جدِّ امجد کی خلافتِ خاصّہ کا ظہور ہوا۔ بارگاہِ نبوت سے آپ کو حکم ملا کہ ہندوستان جائیں اور بارگاہِ خداوندی سے ثُمَّ یُوضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْأَرْضِ کا ظہور ہوا۔

یہ ہے مقبولیّت آپ اہل و عیال اور ایک خادم کو لے کر حجازِ مقدس سے دلّی کو روانہ ہوئے، بمبئی میں اُترے۔ لوگوں کے دل خود بخود آپ کی طرف مائل ہوئے۔ محبوبیت کے آثار پوری طرح آپ پر ظاہر ہوئے تھے۔ مزاج نازک، بدن نازک، بدتمیزی کی برداشت قطعاً نہیں۔ کسی نے بھی دائرۂ ادب کے باہر قدم رکھا اور آپ نے اس کو حسبِ احوال تنبیہ فرمائی۔ مع ہذا لوگوں کے دل آپ کی طرف کھنچ رہے تھے۔ آپ کے احوال کو دیکھ کر اس عاجز کو

آپ کے بابائے ہفتم یاد آجاتے ہیں۔ پروردگار جل شانہٗ نے ان کو انہی اوصاف سے متصف فرمایا تھا وہ اپنے حضرت والد ماجد کی حیاتِ مبارکہ میں دلی تشریف لائے اور ان ہی دنوں میں حضرت عبدالاحد وحدت فرزند حضرت محمد سعید بھی دلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ جو شیریں گفتاری اور کمالِ باطنی میں مشہور تھے لیکن آپ کی طرف خلائق کا رجوع ہوا۔ عالمگیر اور شاہزادہ محمد اعظم بیعت ہوئے۔ قیوم زماں حضرت خواجہ محمد معصوم نے اِس کیفیت کو دیکھ کر فرمایا "سبحان اللہ عبدالاحد بہ ایں شیرینیٔ کلام موصوف است وسیف الدین بہ ایں تمکین ووقار معروف وقبولیت بہ ایں نصیب گشتہ" خوش گفت۔

بہ مقبولی کسے را دست رس نیست قبولِ خاطر اندر دستِ کس نیست

آپ دلی تشریف لائے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ بعض اوقات اپنی کتاب یا کوئی دوسری شئے فروخت کی اور گزارہ کیا لیکن نہ عوام کے واسطے دروازہ کھولا۔ نہ کسی کے در پر گئے۔ کسی کا مشتبہ مال بھی قبول نہ کیا۔ نہ آنے والوں کی آؤ بھگت کی۔ بلکہ ان سب کو زجر و توبیخ کے دائرے میں رکھا۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ خلافِ امر کچھ کر سکے اور اس کے واسطے اپنے جدِّ اکبر امام الاعدلین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دُرّہ کی یاد تازہ کر دی۔ مع ہٰذا خلقِ خدا پروانہ نمط آپ پر گرتی تھی۔ نظام حیدرآباد آئے۔ امیر حبیب اللہ خان عاجزی کرتے رہے، نواب رامپور حامد علی خاں آپ کی خوشنودی کے لئے ساعی رہے۔ امیر امان اللہ خان اپنی نیازمندی کا اظہار کرتے رہے۔ خان بختیار آپ کی خدمت میں بار بار آتے رہے۔ جاگیردار اپنی عاجزی کا طرح طرح سے اظہار کرتے رہے لیکن جو توکل اور استغنا آپ کو ملا تھا اس کے پیشِ نظر آپ نے ان سب کو پرِ کاہ کے برابر نہ سمجھا اور نہ ان افراد کا ہدیہ قبول کیا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ دنیاداروں کا دُرُود یک گونہ ابتلاء و آزمائش تھی۔ اللہ نے آپ کو اس مقام پر جو کہ بڑے بڑوں کے لئے "مَزَلَّۃُ الْاَقْدَام" ثابت ہوئی ہے۔ پوری طرح ثابت قدم رکھا۔ یہی وہ استقامت ہے جو فَوْقُ الْکَرَامَت کہلاتی ہے۔

اصحابِ کمال کا اعتراف

یہ عاجز اولیائے پروردگار سائیں توکل شاہ، مولانا شیر محمد شرقپوری، شاہ رؤف احمد امام جامع قلعۂ گوجر سنگھ لاہور، پیر عبدالخالق، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، پیر ابوالخیر غازی پوری کا حال لکھ چکا ہے۔ اب چند دیگر حضرات کا ذکر کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے دل آپ کی طرف کس طرح مائل تھے اور وہ آپ کا احترام کس طرح کرتے تھے۔

حضرت استادی مولانا عبد العلی

اس عاجز نے آپ سے پڑھا ہے۔ آپ عاشقِ صادقِ بارگاہِ نبوی اور دلدادۂ کمال حضرت محمد قاسم نانوتوی تھے۔ جمعہ کے دن مدرسہ عبد الرب میں صدہا افراد کے سامنے آپ کے انگرکھے کے دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے۔ مجھ کو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔ اور آپ نے ایک مرتبہ اپنا خواب لکھ کر حضرت سیدی الوالد کو ارسال کیا خواب یہ ہے "مدرسہ میں آپ ٹہل رہے ہیں اور ٹہلتے ٹہلتے اچانک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آپ تبدیل ہو گئے"۔ یہ عبارت آپ ہی کی ہے۔

آپ نے ۱۹ ر شعبان ۱۳۱۱ھ میں اس عاجز کو سند عنایت فرمائی۔ دو دن پہلے جب کاتب سے اس عاجز کا نام لکھوا رہے تھے تو یہ الفاظ لکھوائے "اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَخَانَا فِي الدِّيْنِ الْمَوْلَوِي اَبَا الْحَسَنِ زَيْدَ ابْنَ الْعَالِمِ الرَّبَّانِي الْجَامِعِ بَيْنَ الشَّرِيْعَةِ وَالطَّرِيْقَةِ مَوْلَانَا عَبْدِ اللّٰهِ شَاهِ اَبِي الْخَيْرِ نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ الخ"۔ آپ نے جس وقت حضرت سیدی الوالد کا اسم گرامی لیا زار و قطار رونے لگے۔ اس عاجز نے آپ کی یہ کیفیت دو حضرات کے ساتھ ہمیشہ دیکھی۔ ایک سیدی الوالد اور دوسرے مولانا نانوتوی قدس اللہ اسرارہم۔

حضرت سیدی الوالد کے پاس اگر کبھی کوئی عمدہ میوہ یا شیرینی آتی تھی یا حضرت برادر کلاں ہرن شکار کر کے لاتے تھے تو حضرت مولانا کو بھی ارسال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا۔ رسید کا پرچہ ارسال کرتے تھے اور اس کی پشت پر آپ کا اسم گرامی اس طرح لکھتے تھے "حضرتِ مخدوم الانام مرشدِ خاص و عام حضرت مولانا عبد اللہ شاہ ابی الخیر صاحب دام ظلہم"۔

معمولات میں مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کا بیان گزر چکا ہے۔ مولانا خدا کے فضل و کرم سے صاحبِ علم اور صاحبِ بصیرت تھے اور آخر وقت تک آپ ذکرِ خیر چشم تر سے کیا کرتے تھے۔ اس عاجز کے بہنوئی نواب زادہ لیئق احمد خان صاحب انصاری پانی پتی احیاناً اُن کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور اُن کی محبت بھری گفتگو سے عاجز کو مطلع کیا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز اُن مبارک افراد کا ذکر کرتا ہے جو بہ اشارۂ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دور دراز ممالک سے آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے سلسلہ شریفہ میں بیعت ہوئے۔

سید یوسف زواوی

سید یوسف زواوی مع اپنے جوان فرزند اور ایک رفیق کے مدینہ منورہ سے کوئٹہ ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں آئے۔ کوئٹہ کے اسٹیشن کے پاس قیام کیا۔ اور آپ سے بیعت ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار سید عبد اللہ زواوی حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ کے خلیفہ

تھے۔ سید یوسف مع فرزند و خادم ۲۷ رجب (۹ جون) کی شب کو آپ کے پاس بیٹھے تھے باتوں باتوں میں سید یوسف اور اُن کے خادم نے صلاۃ التسبیح کا ذکر کیا اور کہا کہ آج مبارک شب ہے اگر جماعت سے صلاۃ التسبیح ہو جائے بہتر ہے تاکہ ان تمام مخلصین کو اس نماز کا طریقہ معلوم ہو جائے آپ کو سید یوسف کی بات پسند آئی اور ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔ کہ حنفیہ کے ہاں نفل کا جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ سید یوسف نے کہا اگر آپ اس مسئلہ میں امام شافعی کا مسلک اختیار فرمالیں تو جائز ہے۔ کتنے ہی مسائل میں حنفیہ نے دوسرے ائمہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ میرے رفیق شافعی المذہب میں آج رات وہ نماز پڑھادینگے آپ اُن کی اقتدا کرلیں اور پھر آپ پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت اچھی صورت ہے۔ چنانچہ اُن کے شافعی المذہب رفیق نے یہ مبارک نماز جماعت سے پڑھائی۔ افغانستان سے آئے ہوئے ساٹھ ستر مخلصین اور کوئٹہ کے مخلصین موجود تھے انھوں نے اور ہم نے سب نے یہ نماز جماعت سے پڑھی اور اس کے بعد امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے آپ اس مبارک نماز کو احیاناً با جماعت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں نجدیوں نے طائف پر حملہ کیا اور خلق خدا کو بلاوجہ شہید کیا۔ اس واقعۂ الیمہ میں سید یوسف زواوی بھی شہید ہوئے رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔ سید یوسف زواوی کے ابن العم سید علی زواوی یکشنبہ ۷ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۲۲ء میں دلی آئے اور آپ سے بیعت ہوئے۔

سید عبداللہ دحلان آپ کے استاد مکرم شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سید احمد دحلان مکی کے پوتے جناب سید عبداللہ دحلان غالباً ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء مکہ مکرمہ سے آپ کی خدمت میں دلی پہنچے۔ اور انھوں نے آپ سے کہا۔ "میں مدینہ منورہ روضۂ مقدسہ و مطہرہ و منورہ کی زیارت کو گیا۔ وہاں خواب میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا "ہمارا خادم ابوالخیر عبداللہ دلی میں ہے تم اس سے جاکر بیعت ہو" چنانچہ میں وہاں سے صرف آپ سے بیعت ہونے کو آیا ہوں" آپ نے ان کو بیعت کیا۔ چوں کہ وہ آپ کے نہایت مشفق استاد کی اولاد میں سے اور حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ تھے اس لئے حدیث شریف اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اُن کی مکلف دعوت کی، شہر کے عمائدین کو بلایا جن میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خان، حاجی محمد اسماعیل، حاجی محمد رفیع پٹنہ والے اور آپ کے خصوصی مخلصین بھی تھے سب سے سید عبداللہ دحلان کا تعارف کرایا۔ پھر حافظ عبدالحکیم نے چوڑی والان میں، ڈاکٹر انصاری نے موری دروازے اور کشمیری دروازے کے درمیان فصیل کے اندر اور حاجی محمد اسماعیل و حاجی محمد رفیع نے بیری باغ میں اُن کی دعوت کی، آپ بھی سب جگہ تشریف لے گئے۔ حکیم اجمل خاں صاحب تغلق آباد سب

کوٹلے گئے اور وہاں تغلق کا مقبرہ اور قلعہ دکھایا پھر مکلف کھانا کھلایا۔

آپ نے سید عبداللہ کی خوب خاطر و مدارات کی اور مخلصین میں سے اربابِ استطاعت نے آپ کی خدمت میں کچھ نقد روپیہ پیش کیا (چار پانچ سو کے درمیان) یہ رقم بھی آپ نے اُن کو دی رحمہ اللہ۔

قاری عبدالغنی شامی

آپ انطاکیہ شام کے رہنے والے تھے۔ ان کو اشارۂ غیبی ہوا۔ ع۔ بہ دہلی رَوْ اگر در جستجوئے آبِ حیوانی۔ اور آپ حضرت مخدوم الانام قبلۂ خاص و عام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ بیعت ہوئے۔ سلوکِ مجددیہ طے کیا۔ حقیقتِ صلاۃ سے اچھا نصیبہ حاصل کیا۔ حضرت برادر کلاں اور قاری نیاز احمد مرحوم کے مخارجِ حروف کی اصلاح انہی کی مساعی کا ثمرہ تھی۔ مسلسل چار سال دِلی اور کوئٹہ میں آپ کے ساتھ رہے۔ اسی دوران میں افغانستان کے مخلصین سے اُن کا خوب تعارف ہوا۔ اور اُن کے اصرار پر آپ افغانستان تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ رخصت ہو رہے تھے حضرت سیدی الوالد نے اُن کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ سن تیرہ سو تینتالیس یا چوالیس میں حج کو جاتے ہوئے دِلی آئے۔ اس عاجز کی مُلاقات اُن سے اس وقت ہوئی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مَردِ ولی و حق آگاہ فتح اللہ

فتح اللہ اندڑی افغانستان کے فردِ اکمل تھے۔ ۲۴ر شعبان ۱۳۴۲ھ کو انھوں نے کسی سے ایک عریضہ فارسی میں لکھوا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں لکھا ہے "سہ شبانروز پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام را در خواب دیدہ ام" سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تین دن اُن سے فرمایا کہ حضرت کی خدمت میں دِلی جاؤ۔ اور انھوں نے خواب میں حضرت سیدی الوالد کو بھی دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں "آمدہ خدمت مرا بکنید" اور پھر اپنے عریضہ میں لکھوا رہے ہیں "نمی دانم تعبیر خواب چیست" اور لکھوایا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی خدمت میں رہوں اور آپ فرمائیں تو بیت اللہ چلا جاؤں "بہ دنیا داری ہیچ خاطرم متوجہ نمی گردد، غیر از درس کلام اللہ و خدمتِ پیر صاحب دامت برکاتہ دیگر مطلب بہ دنیا نہ دارم۔

اس عاشق بارگاہِ نبوی و سرشارِ بادۂ خیری نے جو لکھا تھا اس کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر کے دکھادیا۔ کامل گیارہ سال دِلی اور کوئٹہ میں آپ کے خادم خصوصی رہے اصحابِ غفلت کے لئے فتح اللہ رحمہ اللہ میں قطعاً کوئی کشش نہ تھی۔ اُن کے کپڑے میلے صدہا پیوند لگے۔ اور پیوند بھی اُن کے اپنے ہاتھ کے جس کا ایک ایک ٹانکا دانۂ برنج کی درازی سے کم نہ ہوتا تھا۔ سر پر تار تار دستار۔ پاؤں میں کسی کی پھٹی پُرانی جوتی۔ ایک بوسیدہ صدری۔ خانقاہ شریف کی مسجد مبارک کے گنبد اُن کے صندوق تھے۔ دن رات میں چار پانچ مرتبہ جاتے تھے اور چھاپا کی ڈلی لے آتے تھے۔ پتھر سے اس کے دو تین ٹکڑے کئے اور

اُن کو چبانے لگے۔ ہر وقت مدہوشی اور خود فراموشی کا اثر اُن پر رہتا تھا۔حضرت سیدی الوالد قدس سرہ اگر کسی کو زجر و توبیخ فرماتے تھے تو وہ خوش ہو کر کہتے تھے "تَن ہِی بیا غُوا جُوز گڑی دا" (آج پھر تماشا بنا رکھا ہے)۔ جہاں حضرت سیدی الوالد باہر تشریف لائے۔ اور وہ دو چار گز کے فاصلہ پر آکر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ بھی مشغول کار ہوتے اور وہ بھی۔ اس عاجز نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے فتح اللہ کو جھڑکا ہو۔ اپنے پیر و مرشد کا استغنا ان میں بہ درجۂ اتم موجود تھا۔ کوئی بھی آئے۔ گدا ہو، پیر ہو، خان ہو، سردار ہو، مولوی ہو، مُلّا ہو۔ اُن کو کسی کی پروا نہیں، نہ وہ کبھی کسی کے لئے کھڑے ہوئے۔ غالباً ۱۳۳۵ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد کی معیّت میں کوئٹہ سے دلّی آ رہے تھے۔ سماسٹہ پر آپ کی بوگی ایک طرف کھڑی کر دی گئی۔ یہ ملازموں کے چھوٹے کمرہ سے نکل کر پلیٹ فارم پر بیٹھ کر روٹی کھانے لگے۔ محویّت تو ہمہ وقت رہتی تھی، اُن کو کچھ خبر نہ ہوئی اور ایک کتّا اُس کپڑے کو جو اُن کے سامنے دسترخوان کا کام دے رہا تھا۔ منہ میں دبا کے لے چلا۔ یہ اس کے پیچھے چلے۔ کپڑا لے کر لوٹ رہے تھے کہ انجن نے سیٹی دی۔ یہ جلدی سے پلیٹ فارم پر چڑھ رہے تھے کہ انجن پہنچ گیا اور اُن کا نچلا حصّہ کچل گیا۔ دلّی تک سانس چل رہی تھی۔ یہاں آ کر اُن کی وفات ہوئی۔ مہندیوں میں حضراتِ محدّثین رحمہم اللہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ "معمولات" میں مہندیوں کو جانے کے بیان میں اُن کی قبر کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ۔

اکبر توخی فتح اللہ کے ذکر نے اُن کے ہم مشرب اکبر تُوخی کی یاد دلا دی۔ انھوں نے چند سال مسلسل کوئٹہ میں آپ کی خدمت کی۔ جب آپ دلّی تشریف لاتے تھے یہ مکانات کی حفاظت کرتے تھے۔ حرم سرا کے دروازے کی خدمت اُن کے سپرد تھی۔ ہر وقت محویّت میں رہتے تھے۔ اچانک اگر کسی نے اُن کے پاس آواز بلند کی تو ذکر قلبی، ذکر لسانی ہو جاتا تھا اور وہ اللہ اللہ کہتے ہوئے اُٹھتے اور دوڑ لگاتے۔ جو چیز ملتی تھی اس کو آسمان کی طرف اُچھالتے تھے۔ چنانچہ دسیوں افراد کی پگڑیوں کو اُچھال دیا کرتے تھے۔ اُن پر بھی حضرت سیدی الوالد کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ اس عاجز سے چند معتبر افراد نے کہا کہ ایک مدّت تک اُن کی قبر پر رات کو نُور کا شعلہ لوگوں نے دیکھا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

اختر مُشکی اختر مُشکی کا کوئی کام نہیں ہو رہا تھا۔ انھوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام ہو گیا تو حضرت امام ربّانی قدس سرہ کے خادموں کو ایک دُنبہ ذبح کر کے کھلاؤں گا۔ اُن کا وہ کام ہو گیا اور وہ افغانستان سے ایک دُنبہ لے کر سرہند شریف کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے پر حضرت امام ربّانی کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے اختر سے کہا "اختر اس دُنبہ کو دِلّی لے جاؤ۔ وہاں خانقاہ شریف میں میرے بچّے کے مُرید ہیں اور حقیقی معنوں میں وہ میرے خادم ہیں۔ اُن کو کھلاؤ"۔ اختر دوسرے دن دلّی کو روانہ ہوئے

اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا خواب بیان کیا۔ اس خواب کو سُن کر آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے یہ شعر پڑھا۔

گر میل کند سوئے بلا کی عجب نیست — شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

یہ واقعہ اس عاجز کی یاد سے پہلے کا ہے۔ غلام احرار صاحبزادہ اور دوسرے افراد موجود تھے، انھوں نے اس عاجز سے بیان کیا ہے۔ رحمہم اللہ جمیعا۔

شاہ محمد شعیب فرزند حکیم راحت علی۔ قلندر پور ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے، جن کی وفات ابھی تین سال پہلے ۱۳۸۹ھ میں ہوئی ہے انھوں نے یہ بیان لکھوایا۔

میرا آغاز شباب تھا۔ ڈاڑھی منڈواتا تھا۔ علم حاصل کرنے کے واسطے دلی گیا۔ اور تمنا تھی کہ حضرت شاہ صاحب کی زیارت کروں۔ سلطانجی میں کوئی صاحب شاہ عبدالصمد تھے۔ اُن سے میں نے کہا کہ آپ مجھ کو شاہ صاحب کے پاس لے جائیں۔ انھوں نے کہا "ہم لوگ اُن سے ملنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ وہ شمشیر برہنہ بزرگ ہیں"۔ ان کا جواب سُن کر میں نے اپنے دل میں کہا۔ مجھ کو ضرور حاضری دینی ہے، جو بھی پیش آئے۔ اگر نکال دیا گیا سمجھوں گا کہ آپ کے در کا نکالا ہوا ہوں۔ میں پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ اور اتفاق سے اس وقت چند طالب علم بھی آ گئے۔ دربان نے اطلاع کی۔ آپ نے طالبانِ علم کے متعلق فرمایا "فقیر کو اتنی فرصت کہاں کو کسی کے کامیاب ہونے کے واسطے دعا کرے۔ اور بھی پیر ہیں اُن کے پاس جاؤ"۔ اور آپ نے مجھ کو اجازت دی۔ میں بہ ادب حاضر ہوا اور سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ استغراقی کیفیت میں ہیں۔ آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ ایسا نور میں نے کہیں نہیں دیکھا، مجھ کو محسوس ہو رہا تھا کہ آفتاب کا عکس پڑ رہا ہے۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور میں بیٹھ گیا، دربان نے مجھے اشارہ کیا کہ اٹھ جاؤں۔ لیکن میں بیٹھا رہا۔ تقریباً ایک منٹ کے بعد آپ نے فرمایا۔

ع "جان بہ جاناں بدہ ورنہ بستاند اجل میاں صاحب زادے رخصت"۔ چنانچہ میں رخصت ہوا اور آپ کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ میں سلسلۂ قلندریہ سے وابستہ ہوا۔

آپ کے ساتویں دادا کا نام شاہ فتح قلندر تھا، آپ کی وفات ہوئی اور اُن کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

مولوی جعفر شاہ سائیں توکل شاہ کے خصوصی مخلصین میں سے تھے۔ انھوں نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں چراغ دلی میں تھا۔ میں نے دیکھا ایک مبارک محفل ہے۔ سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر رونق افروز ہیں اور چاروں طرف کرسیاں رکھی ہیں اُن پر علماء وصلحاء بیٹھے

ہیں۔ایک کرسی پر حضرت شاہ ابوالخیر بیٹھے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

پیر سید جماعت علی شاہ دلی میں آپ کے پاس آئے اور آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے پیر سید جماعت علی شاہ صاحب سے فرمایا: "دیکھو جماعت علی شاہ اللہ کو اللہ کے رتبہ میں رکھو اور نبی کو ان کے مرتبہ پر رکھو یہ نہ کرو کہ نبی کو بڑھا کر خدائی کے مرتبہ میں پہنچاؤ اور کہیں ساری محنت برباد نہ ہو" پیر سید جماعت علی شاہ صاحب پھر کوئٹہ میں آپ کے پاس آئے ور اپنے فرزند کلاں سید محمد حسین کو تبرکاً آپ سے بیعت کرایا۔ آپ کی وفات کے بعد جہلم پر آئے اور فاتحہ میں شریک ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولوی بخش اللہ نے اپنی تالیف "سوانح حیات حصہ اول" مطبوعہ ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۵ء) کے صا۱۳ میں لکھا ہے۔

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کی حاضری۔ چوں کہ حضرت کے فیض کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا اس لئے اکثر علماء و صلحاء و مشاہیر روزگار تشریف لاکر ممنون فرمانے لگے چنانچہ انہی ایام میں جناب حضرت سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری دامت فیوضہم بھی ملاقات کو تشریف لائے اور کچھ نذرانہ بھی پیش کیا۔ اس کے بعد آپ کوئٹہ میں بھی ملاقات کو تشریف لاتے اور آپ نے اپنے صاحبزادہ صاحب کو بھی بغرض حصول فیض روحانی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ فرماتے تھے کہ جناب پیر سید جماعت علی شاہ صاحب ہمارا بہت ادب ولحاظ کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی اولاد سمجھتے ہیں، آپ کا کوئٹہ میں ایک حجام خادم ہے، جس سے ہم بہتیرا اصرار کرتے ہیں مگر وہ اصلاح بنانے کی اجرت نہیں لیتا اور کہتا ہے کہ میرے پیر نے مجھ کو منع کر دیا ہے۔ آپ نے تبرکاً حضرت مرحوم سے سلسلۂ عالیہ کی اجازت بھی حاصل کی، آپ حضرت کے جہلم میں بھی تشریف لائے تھے اور جناب حضور قبلہ حضرت آغا بلال جان صاحب سلمہ کے فرق مبارک پہ دستار باندھی اور نذرانہ بھی پیش کیا۔"

ایک کامل کی آمد آپ کے پاس صرف تین دن کے واسطے چند سال تک برابر ایک مرد کامل آیا کرتے تھے۔ ان کا لباس مسنون ہوتا تھا۔ سر پر دستار۔ بدن پر ایک چادر اور ایک تہبند۔ پیروں میں چمڑے کے چپل۔ بغل میں مسند شریف کی ایک جلد۔ سر پر بال۔ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ کی اعلیٰ مثال۔ کبھی جانماز یا دری یا کسی کپڑے پر نماز نہیں پڑھی۔ اس عاجز کو وہ دن۔ وہ وقت اور پہاڑی کی وہ جگہ یاد ہے جہاں حضرت سیدی الوالد اور ہم تین بھائی اور ایک پٹھان اور یہ مرد کامل۔ اَلَّذِیْ لَایُشَارُ اِلَیْہِ بِالْبَنَانِ تھے، نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے دری کا کونہ پلٹ کر حضرت سیدی الوالد سے

کہا: شما ایں چہ بدعت اختیار کردہ اید؟ یعنی آپ نے یہ کیا بدعت اختیار کی ہے۔ حضرت سیدی الوالد نے اُن کی یہ بات سنی اور تبسم فرما کر نماز کی نیت باندھ لی۔

دونوں حضرات کا ایک مسلک ایک مشرب تھا۔ دونوں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے، دونوں کا مطمحِ نظر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنی تھی۔ لہٰذا اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ ایک کی بات دوسرے کو ناگوار گزرے۔ ایک دن کسی حدیث شریف کے متعلق دونوں میں اختلاف ہوا۔ یہ واقعہ تفریح سے واپسی کے وقت پیش آیا۔ خانقاہ شریف آکر آپ نے وہ حدیث شریف اُن کو دکھائی اور وہ خوش ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ جو الفاظ آپ نے بیان کئے تھے وہی الفاظ کتاب میں تھے۔

ایک دن انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ آپ میلاد شریف کی مبارک محفل قائم کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا قیام نہیں ہوا اور نہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی ایسی محفل قائم کی۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا۔ یہ درست ہے۔ اس وقت ان حضرات کے سامنے فریضہ جہاد تھا۔ مستحبات و مندوبات پر عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ فرائض پورے ہو گئے ہوں اگر فریضہ باقی رہے تو مستحبات کی طرف التفات کب جائز ہے۔ بخلاف اس وقت کے کہ مسلمان لہو ولعب اور فسق و فجور میں وقت صرف کرتے ہیں۔ ہم یہ مبارک محفل اس لئے منعقد کرتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو۔ آپ کی محبت اصلِ ایمان ہے۔ اس اصل ہی کو حاصل کرنے کے لئے اس مبارک محفل کا قیام کیا جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کلامِ پاک میں فرماتا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ، وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ۔ اور حضرت یحییٰ کے متعلق فرماتا ہے: "وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ اور حضرت عیسیٰ کا قول نقل کرتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت اور یوم وفات اور یوم بعثت قابلِ تذکر ہیں۔ لہٰذا میلادِ مبارک سرورِ کائنات عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَأَزْكَى التَّحِيَّاتِ کا ذکر شریف منشاءِ خداوندی کے عین مطابق ہے۔

آپ کی بات کو سُن کر وہ مردِ کامل کچھ نہ بولے، بلکہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی ولایت اور صفائے باطن کے دل سے معتقد رہے اور آپ ان کی پاک باطنی اور صلاح و تقویٰ کے قائل رہے۔

ایک رات عشاء کی نماز کے بعد وہ کوچہ چیلان کی مسجد شریف میں چلے گئے۔ اور اندر کے دالان

میں شمال سے جنوب کو اور جنوب سے شمال کو جذب وذُرُد کے عالم میں دنیا وما فیہا سے بے خبر ٹہل رہے تھے۔ اتفاق سے مفتی کفایت اللہ صاحب مسجد شریف میں آگئے۔ اُن کی وارفتگی اور جذبہ ومستی دیکھ کر متحیر ہوئے اور کافی دیر تک دیکھتے رہے۔ بعد میں انھوں نے اپنے سمدھی مولوی بدرالاسلام سے اُن کے متعلق دریافت کیا۔ مولوی بدرالاسلام نے کہا کہ وہ تو صرف تین دن کے واسطے ہر سال آتے ہیں۔ البتہ خانقاہ شریف میں آپ کو ایسے عاشقانِ صادق کتنے ہی ملیں گے۔ رحمہم اللہ۔

سربرآر از کاشفِ تحقیق تا در کوئے خیر   کشتگانِ زندہ بینی انجمن در انجمن

پیرجی مظفر علی خاں حصاری

آپ حاجی محمود جالندھری کے اَجل خلفا میں سے ایک فردِ کامل تھے۔ انھوں نے اپنے پیر ومرشد سے حضرت سیدی الوالد کی بہت تعریف سُنی تھی اور شوق دامنگیر تھا کہ آپ کی زیارت کریں۔ چونکہ آپ کے متعلق مشہور تھا کہ کسی سے نہیں ملتے۔ اس واسطے انھوں نے مردِ پاک باطن مخلصِ صادق حاجی فیض اللہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حاجی صاحب نے آپ سے ذکر کیا اور آپ نے بخوشی منظور فرمالیا۔ چنانچہ وہ آپ سے ملنے آئے۔ آپ سے ملنے پر 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ' کی حقیقت ان پر ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد وہ حضرت سیدی الوالد سے طالبِ اجازت سلسلۂ شریفہ ہوئے اور آپ نے اُن کو اجازت عنایت فرمائی۔

منشی احمد حسین، چھتہ لال میاں، دہلی میں رہتے تھے۔ ابھی ایک سال ہوا تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت سیدی الوالد کے قدیم مخلص تھے۔ پیرجی صاحب دِلّی آئے اور نواب ابوالحسن خاں کے گھر میں قیام کیا۔ منشی احمد حسین اُن سے ملنے گئے اور جب پیرجی کو معلوم ہوا کہ منشی احمد حسین حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہیں تو مزید محبت کا اظہار کیا اور منشی احمد حسین سے کہا "میاں دیکھو، حضرت صاحب کے دروازے کی گدائی شاہی سے بہتر ہے۔" رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ سلیمان کنگن پوری

آپ سائیں توکّل شاہ کے خلیفہ ہیں۔ حکیم کرم الدین معالجِ چشم کے فرزند کا عقدِ نکاح تھا۔ حکیم جی نے شاہ سلیمان کو بُلایا تھا کیونکہ وہ اُن کے پیر ومرشد تھے۔ حکیم جی کو حضرت سیدی الوالد سے بھی انتہائی خلوص وعقیدت تھی۔ لہٰذا آپ کو بھی بُلایا۔ آپ نے فرمایا عام لوگوں سے ہم کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر کوئی جگہ الگ ہو تو ہم شریک ہوں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ایک چھوٹے کمرے میں آپ بیٹھے۔ حکیم جی نے آپ سے آکر کہا کہ شاہ سلیمان آپ کی ملاقات کے متمنی ہیں۔ آپ نے اجازت دی اور شاہ سلیمان آکر آپ سے ملے۔ تھوڑی دیر دونوں صاحبان مراقبہ میں رہے۔

نہ دانم چہ گفتی چہ انگیختی　　　کہ از دیدہایم تو خوں ریختی

(مجھے معلوم نہیں آپ نے کیا کہا کیا بھڑکایا کہ میری آنکھوں سے آپ نے خون بہادیا)

پھر شاہ سلیمان نے نہایت خلوص سے عرض کی حضور آپ مجھ کو طریقہ سہروردیہ میں بیعت کرلیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو سلسلۂ سہروردیہ میں داخل کر کے فرمایا۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ شاہ سلیمان نے کچھ نذر غالباً پانچ روپے پیش کئے اور دعائیں لیتے ہوئے رخصت ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سید ابوالخیرات آپ سید عبدالحلیم کے صاحبزادے تھے اور وہ جناب محمد رضا بنارسی کے خلیفہ تھے جو کہ حضرت سیدی الوالد کے جدامجد حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے۔

سید ابوالخیرات ابھی اپنے والد ماجد سے بیعت نہیں ہوئے تھے کہ ان کی آمد دتی میں ہوئی اور وہ خانقاہ شریف فاتحہ پڑھنے آئے، اتفاق سے اُس وقت حضرت سیدی الوالد مسجد شریف سے نماز پڑھ کر نکلے اور آپ کی نظر سید ابوالخیرات پر پڑی۔ آپ نے پٹھان سے فرمایا۔ "اِس جوان سے بُوئے اُنس آرہی ہے، اس کو بلاؤ" چنانچہ سید ابوالخیرات آپ کے پاس پہنچے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ کہاں سے آئے ہو، کون ہو۔ سید ابوالخیرات نے اپنے والد بزرگوار کا ذکر کیا اور پھر عرض کی کہ آپ مجھ کو بیعت کرلیں۔ آپ نے ارشاد کیا: "تمہارا حصہ تمہارے والد کے پاس ہے جاؤ اُن سے بیعت ہو اور پھر کچھ دن کے واسطے یہاں آجانا" چنانچہ وہ اپنے گھر گئے اور اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے، کسب سلوک کیا، خلافت حاصل کی۔ ۲۷ر صفر ۱۳۳۰ھ میں اُن کے والد ماجد کی وفات ہوئی۔ اُن کی وفات کے چھ ماہ بعد وہ حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اُن کو سترہ دن رکھا اور پھر اجازتِ طریقت دے کر رخصت کیا۔

سید ابوالخیرات اس واقعہ کا ذکر اپنے مخلصین سے کیا کرتے تھے۔ اُن کے خلیفہ سید غلام محمد ساکن موضع کمال پور، ڈاکخانہ نرائن پور، ضلع مرزاپور، یو۔پی، نے عاجز سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ سید ابوالخیرات کی وفات ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ میں مقام سیوان ضلع سارن میں ہوئی۔ اور آٹھ دس ماہ پہلے سید غلام محمد کے کچھ مرید عاجز سے آکر ملے اور معلوم ہوا کہ سید غلام محمد بھی رحلت فرما چکے ہیں۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ شَيْخِهٖ۔

سید ظہور الحسن نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے سرہند شریف میں ملے تھے۔ آپ کے صفائے باطن اور کمال کے دل سے معترف تھے۔ شیخ عبدالباری اور اُن کے برادرِ کلاں ہزاری لال سے آپ کی تعریف بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے فرزند سید نور الحسن

بھی آپ کے دلدادہ اور مداح تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

محمد حسن خان رامپوری

آپ جناب فاروقی حسن خاں رامپوری کے فرزند تھے۔ طریقۂ چشتیہ میں شیخِ طریقت تھے۔ اُن کے فرزندِ پاک طینت جناب صابر حسن خاں صاحب نے اِس عاجز سے بیان کیا کہ جس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب کا قیام رامپور میں تھا، ایک شخص نے میرے والدِ بزرگوار سے کہا کہ حضرت شاہ صاحب کوئی صاحبِ کمال نہیں ہیں نواب صاحب کے مہمان بن گئے ہیں۔ میرے والدِ بزرگوار نے اس شخص کے مُنہ پر زور کا چانٹا مارا اور فرمایا کہ اللہ کے ولی کی توہین کرتا ہے۔ رحمہ اللہ و جزاہ خیراً۔

مولانا رکن الدین الوری

آپ مولانا مفتی مسعود احمد صاحب امام مسجد فتحپوری کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ حجاز مقدس کو جانے سے پہلے حضرت مفتی صاحب سے ملا کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ مفتی صاحب بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد مولانا رکن الدین صاحب الوری کئی سال تک آپ کی خدمت میں آئے اور ترقیات حاصل کیں۔

اُن کے فرزند مفتی محمود صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آرہے تھے۔ راستہ میں سید احمد صاحب امام جامع مسجد مل گئے (اس وقت وہ کچھ برگشتہ تھے) انھوں نے کچھ اعتراضات کیے۔ والد صاحب حضرت کے پاس آئے، اطلاع ہوئی، آپ نے بُلایا۔ اس وقت آپ ایک کتاب ہاتھ میں لئے کچھ لکھوا رہے تھے۔ لکھوانے کے دَوران میں بلند آواز سے فرمایا "یہ امام جامع مسجد کا اعتراض کرتا ہے اور بلا وجہ غیبت کرتا ہے" یہ فرما کر بہ دستورِ سابق کتاب لکھوانے میں مصروف ہو گئے۔ مفتی محمود سے یہ واقعہ اُن کے والدِ بزرگوار نے بیان کیا۔ رحمہُ اللہُ وَ رضی عنہُ۔

مُفتی مظہر اللہ امام فتحپوری

آپ مفتی مسعود احمد صاحب کے پوتے اور مسجد فتحپوری کے امام تھے۔ اپنے حضرتِ جدِّ امجد کے پیرزادے سے بیعت تھے اور مولانا رکن الدین الوری کے خلیفہ تھے۔ آپ کئی سال حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوکِ مجدّدیہ طے کیا۔ اس عاجز سے فرماتے تھے کہ آپ کی محبت کا غلبہ یہاں تک ہوا کہ بجائے پیر و مرشد کے آپ کا خیالِ شریف وظیفہ میں ساتھ رہتا تھا۔ اس زمانہ میں حضرت سیدی الوالد نے تبسم فرما کر مفتی صاحب سے کہا۔ مولوی مظہر تم مانو یا نہ مانو

ہم تمہارے پیر ہیں ۔ آپ کی یہ بات مفتی صاحب بیان کرکے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے ۔

مفتی صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ میں حاضر ہوا۔ اسی وقت ایک دوسرا شخص بھی حاضر ہوا آپ نے اس دوسرے شخص کی تقصیرات کا بیان کرکے فرمایا ۔ گھر میں یہ کرتا ہے اور اب مجھ سے ملنے آیا ہے ۔ یہ سنکر میرے دل میں خیال آیا کہ آپ نے اس کے عیوب کیوں ظاہر فرما دیئے اور پھر خیال آیا کہ اب لوٹ جانا چاہیئے ۔ اس دوسرے خیال کے آنے پر آپ نے مجھ کو بلایا اور جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا ۔ مولوی منظر سب ایک طرح کے نہیں ہوتے ۔ کسی سے نرمی کسی سے سختی کرنی پڑتی ہے ۔ میں کیا کروں یہ نا اہل اسی قابل تھا ۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ ۔

سید محمد شاہ قصوری

مولانا عبد الرسول قصوری کے نواسہ اور جانشین تھے اور وہ اپنے والد محی الدین کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے ۔ سید محمد شاہ نے باقاعدہ سلوک مجددیہ آپ سے طے کیا اور سالہا سال آپ کی خدمت میں آتے رہے ۔ آپ کے صفائے قلب اور استشراف بر خواطر کے معترف تھے اور بعض واقعات کا بیان کیا کرتے تھے ۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ ۔

پیر جی سید ممتاز علی شاہ

آپ محلہ گڑھیا، فیروز آباد کے رہنے والے ہیں اور سائیں توکل شاہ کے خلیفہ مولوی سرفراز علی سے بیعت اور اُن کے خلیفہ ہیں ۔ آپ نے عاجز سے بیان کیا کہ راہِ سلوک میں ایک مقام پر میں اٹک گیا ۔ میں نے ۱۳۲۶ھ یا ۲۷ میں (یہ بقول عاجز سے ہوئی ہے) ایک عریضہ آپ کی خدمت میں کوئٹہ بلوچستان ارسال کیا ۔ آپ نے تحریر فرمایا " اس کا حصول صحبت پر متوقف ہے " لہٰذا میں کوئٹہ گیا ۔ چند روز آپ کے حلقہ میں بیٹھا اور اس مقام سے بحمد اللہ عبور حاصل ہوا ۔ ان دنوں مولانا سید عبد الجلیل آپ کی خدمت میں حاضر تھے ۔

پیر جی سید ممتاز علی شاہ، مولانا سید عبد الجلیل اور حاجی فیض اللہ سرسہ والے کے کمال و بزرگی کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے ۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

مولوی حافظ امداد اللہ خان رامپوری

آپ حافظ عنایت اللہ خاں صاحب کے بڑے بیٹے اور عالم و صاحب نسبت تھے ۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ارشاد حسین کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے ۔

مولوی امداد اللہ خاں صاحب، باقر رضا خاں رامپوری کے ساتھ سرہند شریف گئے تھے ۔ وہاں سے واپسی پر حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے ملنے دلی آئے ۔ خانقاہ شریف پہنچ کر دروازہ میں بیٹھ گئے ۔ ابھی اُن کی اطلاع دربان نے نہیں کی تھی کہ آپ نے دربان سے دریافت کرایا کہ رامپور

سے کون آیا ہے اور پھر آپ نے مولوی امداد اللہ خاں کو بلوایا اور ان سے ملاقات کی اور اُن کے عرض کرنے پر باقر رضا خاں سے ملاقات کی۔ باقر رضا خاں کا قیام اب کراچی میں ہے۔ عاجز سے انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

خلیفۂ طریقہ میاں عبدالحکیم بلوچستان میں رہتے تھے۔ نہایت سن رسیدہ تھے۔ دائرۂ ارشاد وسیع تھا۔ اس عاجز کے تولّد سے پہلے انھوں نے اپنا ایک مُرید ملا عبدالحلیم آخوندزادہ کے پاس بھیجا کہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تا کہ اُن سے اجازت حاصل کروں۔ ملا عبدالحلیم نے آپ سے کہا اور آپ نے اجازت دی۔ یہ خبر اُن پیر مرد کو پہنچی وہ مع اپنے مُریدوں کے روانہ ہونے کو تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

صاحبزادہ مُلا پیر محمد اپنے والد صاحبزادہ امیر محمد کہ وہ اپنے والد صاحبزادہ مرزا محمد مشکیل کٹوازی کے خلیفہ تھے اور وہ دوست محمد صاحبزادہ کے جو کُرَّم میں رہتے تھے۔ اور وہ صوفی زبردست لُوگیری کے اور وہ حضرت شاہ آفاق مجددی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ ملا پیر محمد مع دس پندرہ مریدوں کے ۱۳۲۰ھ یا اس سے ایک دو سال پہلے یا بعد حج کو گئے وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا کہ اس زمانے کے صاحبِ ارشاد آپ ہی ہیں۔ آپ امامِ طریقہ ہیں۔ آپ میرے احوالِ باطن کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر میں قابلِ ارشاد نہیں ہوں تو آپ مجھ سے فرمادیں میں مشیخت ترک کر کے آپ کے در کی غلامی اختیار کروں گا۔ حضرت سیدی الوالدان کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے فرمایا۔ بحمد اللہ تم میں ارشاد کی صلاحیت ہے۔ انھوں نے کہا۔ آپ مجھ کو اجازت عنایت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت وخلافت عنایت کی۔ رَحِمَہُ اللہُ وَحَشَرَہُ مَعَ عِبَادِہِ الشَّاکِرِیْنَ۔

مقبولیتِ تامّہ معمولات میں مخلصِ صادق صاحبِ نسبت وبصیرت محمد شاہ افغانی کے اشعار نقل کیے جا چکے ہیں۔ انھوں نے خوب کہا ہے اور درست کہا ہے۔

نے کے تنہا جن وآدم با جماد | ہر چہ در اَمر است در حکمِ تو باد

صرف انسانوں ہی کے دل آپ کی طرف مائل نہ تھے بلکہ طیور وحیوانات تک آپ سے محبت کرتے تھے۔ ذکرِ خیر میں "بے نظیر سے واپسی اور ایک حال" کے تحت یہ عاجز لکھ چکا ہے کہ آپ نے اشجار واحجار وزمین کو خطاب کیا۔ اور چند سال کے بعد آپ نے کوئٹہ میں فرمایا "خدا کے فضل سے اب بھی وہ کیفیت ظاہر ہے" اور معمولات میں حضرات عندلیب و درد کے مزارات پر حاضری کے

کے واقعہ میں بچہ شتر کا بیان گزر چکا ہے۔ اب دو واقعات ہرن کے اور پھر طیور کے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

کالا ہرن

حافظ محمد یوسف دہلوی ایک ہرن کا بچہ حضرت برادر کلاں کے واسطے لائے وہ مانوس ہوگیا اور اس کے سینگ تقریباً بارہ گرہ کے ہوگئے۔ یہ نہایت خوبصورت کالا ہرن تھا۔ چونکہ اس کے سینگ نوکیلے تھے۔ مخلصین میں سے کسی نے بہت خوبصورت پیتل کے لٹو اُن پر لگوادیئے۔ اُن دنوں آپ روشن آرا باغ تشریف لے جاتے تھے۔ گل محمد محمود خیل اس ہرن کو روشن آرا باغ لے جاکر کھول دیا کرتے تھے۔ وہ آپ کے پاس آتا تھا اور آپ کا دل خوش کرتا تھا۔ آپ اس پر ہاتھ پھیرتے تھے اور واہ واہ فرمایا کرتے تھے۔

مُلا حبیب اللہ، مُلا خیر اللہ اور تین چار پٹھان اور بھی روشن آرا باغ پہنچا کرتے تھے۔ یہ سب وہاں ہم بھائیوں کے ساتھ مصروفِ تفریح ہوا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے دو بجے اس عاجز سے کہا کہ جاؤ ملا حبیب اللہ وغیرہ سے کہہ دو کہ آج ہم کچھ دیر سے پہنچیں گے، مگر عصر کی نماز روشن آرا باغ ہی میں پڑھیں گے۔ آپ تقریباً تین بجے بگھی میں سوار ہو کر پہلے حضرت شاہ آفاق قدس سرہٗ کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے اور وہاں صاحبزادہ سید الزبیر مجددی رحمہ اللہ سے ملے، پھر روشن آرا باغ تشریف لے گئے۔ آفتاب اُفق سے غالباً ایک نیزہ بلند ہوگا کہ آپ جنوب شرقی دروازے سے باغ میں داخل ہوئے۔ آپ کا رُخ بارہ دری کی طرف تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بچو دیکھو ملا حبیب اللہ نے کچھ توقف نہ کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں۔ جب آپ کی بگھی وہاں پہنچی ابھی آپ بگھی سے اُترے نہیں تھے کہ ہرن چھلانگیں مارتا ہوا پہنچا۔ ملا حبیب اللہ رکوع میں گئے، اُن کے پیچھے چار پٹھان تھے ہرن نے ملا حبیب اللہ کے پیروں کے بیچ میں پُشت کی طرف سے سر گھُسایا اور ملا حبیب اللہ کو لیا جھٹکا دیا کہ وہ دائیں طرف جا پڑے۔ حضرت سیدی الوالد متبسم ہوئے اور فرمایا۔ دیکھو حبیب اللہ تم سے زید نے ہمارا پیام کہہ دیا تھا کہ ہم عصر کی نماز روشن آرا باغ میں پڑھیں گے تم نے ہمارا انتظار نہ کیا اور ہمارے ہرن نے تم کو سزا دے دی۔ ہرن اُن کو گرا کر آپ کے پاس آیا۔ ملا حبیب اللہ پر نسبت شریفہ کا غلبہ ہوا اور وجد میں جھومنے لگے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ۔

ہرن کا بچہ

کوئٹہ بلوچستان میں ایک پٹھان ہرن کا بچہ لایا۔ آپ کے مکان کا صحن خام تھا۔ اس میں کچھ پودے، انگور کی بیلیں اور پھول تھے۔ یہ بچہ وہاں بند رہتا تھا اور نظر اندڑی اس کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے ساٹھ ستر مخلصین کی جماعت افغانستان سے آگئی۔ آپ دن کے دس گیارہ بجے اپنے مکان کے دروازے پر آئے اور اس

جماعت کو دیکھ کر فرمایا۔ "تم لوگ سڑک کے جانب پر آدھے ایک طرف اور آدھے دوسری طرف کھڑے ہوجاؤ اور ہرن کے بچہ کو کھول دو تاکہ وہ کچھ بھاگ دوڑ کرے۔ چنانچہ وہ جماعت سڑک کے دونوں پہلو پر کھڑی ہو گئی اور نظر اندڑی نے ہرن کے بچہ کو کھول دیا۔ وہ ایک دو مرتبہ اِدھر اُدھر اُچھلا کودا اور پھر سمتِ جنوب کی جماعت کو پار کر کے باہر نکل گیا۔ آپ نے فرمایا "افسوس تم نے ہمارے ہرن کے بچے کو نکل جانے دیا" کوئٹہ شہر میں عمدہ سڑکوں کا جال بنا ہوا ہے۔ پانچ منٹ نہ گزرے تھے کہ شمال کی طرف سے ہرن کا بچہ اُچھلتا کودتا آیا اور آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ کے کپڑوں سے اس کا سر لگ رہا تھا۔ آپ اُس کے سر پر دا وا کہتے ہوئے ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اور مخلصین کی جماعت متعجب تھی کہ یہ وحشی بچہ کیسے لوٹ کر آیا اور پھر آپ کے پاس آکر کیسے کھڑا ہو گیا۔

کبوتر حضرت برادرِ کلاں نے خورد سالی میں دو تین جوڑے کبوتروں کے پالے تھے۔ ایک دو سال میں وہ کافی زیادہ ہو گئے۔ کتب خانہ سے متصل حجرے میں جالی کا دروازہ لگا دیا تھا۔ کبوتر اُس کے اندر اپنے کابکوں میں رہتے تھے۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجے آپ کوئٹہ تشریف لے جا رہے تھے۔ جب کبوتروں کے حجرے کے سامنے پہنچے تو کبوتروں نے یَا ھُوْ یَا مَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ کہنا شروع کیا۔ (یعنی غٹرغوں شروع کی) آپ دو تین منٹ بالکل خاموش وہیں کھڑے رہے۔ مخلصین کی جماعت بھی کھڑی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا "دیکھو یہ کبوتر ہمارے جانے پر افسوس کر رہے ہیں" منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں اس وقت موجود تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ کئی مرتبہ اس عاجز سے بیان کیا۔ رحمہ اللہ۔ ۱۳۳۳ھ تک یہ کبوتر رہے۔ خواہرِ کلاں کی شادی کے موقع پر آپ نے عبدالحق ساکن چوڑی والاں سے فرمایا۔ ان کو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ ان کبوتروں کو لے گئے۔

طوطے اور چڑیا گھر میں دو طوطے اور ایک زرد رنگ کی بہت خوبصورت چڑیا تھی۔ آپ اُس کو "مُرغِ زرّیں" کہا کرتے تھے۔ صبح کو نو بجے کے قریب جب آپ اپنے مکان سے تشریف لاتے تھے تو تھوڑی دیر اُن کے پنجروں کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ پرندے اُس وقت خوب چہچہاتے، چڑیا خوب پھدکتی۔ جب تک آپ وہاں رہتے، اُن کی یہی کیفیت رہتی۔

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطا است سخن شناس نہ ئی دلبرا خطا اینجا است

اکرامات و کرامات اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم احسانہٗ اپنے نیک بندوں پر بعض ایسے اکرامات فرماتا ہے جو عام بندوں پر نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ کے دوران فرمایا۔ یَا سَارِیَۃَ بْنَ زُنَیْمٍ اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ

پر کئی سو میل دور کے واقعہ کو ظاہر کر دیا۔ آپ نے اسلامی فوج کو خطرے میں دیکھا اور بے ساختہ آپ کے منہ سے یہ جملہ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آپ کی آواز حضرت ساریہ کو سُنا دی۔ وہ اور اُن کے ساتھی جو جہاد میں مصروف تھے دشمنوں کے دام فریب میں پھنسنے سے بچ گئے۔ اس قسم کے واقعات اولیائے اُمت سے قیام قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔

۱۔ فَاِذَا کُنْتَ فِی الْمَدَارِجِ غِرًّا ثُمَّ اَبْصَرْتَ حَاذِقًا لَا تُمَارِ

۲۔ لَاتَکُنْ مُنْکِرًا فَثَمَّ اُمُوْرٌ لِطُوَالِ الرِّجَالِ لَا لِلْقِصَارِ

۳۔ فَاِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ لِاُنَاسٍ رَاَوْهُ بِالْاَبْصَارِ

۱۔ اگر تم مدارج سے بے خبر ہو اور پھر کسی ماہر کو دیکھ لو تو اُس سے معارضہ نہ کرو۔

۲۔ تم انکار کرنے والے نہ بنو کیونکہ ایسے امور بھی ہیں جو بلند مراتب افراد کے لئے ہیں نہ کوتاہ بینوں کے لئے۔

۳۔ اگر تم نے چاند نہیں دیکھا ہے تو تسلیم کرو ان کی بات جنھوں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

قاری فضل الرحمٰن

۲۰ ماہ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کو امام عیدگاہ دلی جناب سید محمد کی وفات ہوئی۔ اُن کے فرزند طاہر حسن کی دستار بندی تیسرے دن مدرسہ حسین بخش، بازار مٹیا محل، دلی میں ہوئی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں پنج آیت بھی پڑھی گئی۔ کسی نے کوئی رکوع پڑھا اور قواعد تجوید کے اعتبار سے غلط پڑھا۔ دن کے گیارہ سوا گیارہ بجے کا وقت تھا۔ آپ نے اُن کو پڑھنے سے روکا۔ اور بلند آواز سے فضل الرحمٰن فرمایا۔ قاری صاحب اس وقت اپنے وطن پانی پت میں تھے۔ کچھ کام کر کے تھک گئے تھے۔ وہ سستانے کے لئے لیٹے اور آنکھ لگ گئی۔ خواب میں انھوں نے آپ کی آواز سُنی اور دلی کی راہ لی۔ عشاء کو خانقاہ شریف حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ اور امام الاعدلین رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد دلا دیا۔

۱۔ وَاَبِیْ حَفْصٍ وَکَرَامَتِهٖ فِیْ قِصَّةِ سَارِیَةَ الْخَلْجِ

۲۔ وَمَنْ یُّشَابِهْ اَبَهٗ فَمَا ظَلَمَ۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَحِمَ الْقَارِیَ وَرَضِیَ عَنْهُمَا

۱۔ اور حضرت ابو حفص عمر پر جن کی کرامت ساریہ خلجی کے قصہ سے ظاہر ہے۔

۲۔ اور جو اپنے باپ کا مشابہ ہوتا ہے اس نے کچھ بُرا نہیں کیا ہے۔ اللہ اُن پر اور پڑھنے والے پر رحم کرے اور دونوں سے راضی ہوئے۔

مُلّا طیّب کٹواڑی

مُلّا طیب آپ کے نہایت مخلص مُرید تھے۔ آپ کے لہجہ پر قرآن مجید پڑھنے کی کوشش کرتے تھے اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے تھے۔

خط بھی اچھا پاکیزہ تھا۔ وہ اپنے وطن میں تھے۔ آپ رات کا حلقہ خانقاہ شریف میں کر رہے تھے۔ آپ نے اچانک حاضرین سے دریافت فرمایا "کیا طیب کا انتقال ہوگیا" حاضرین نے کہا۔ حضور ہم نے نہیں سُنا چونکہ آپ نے خلافِ معمول یہ بات کہی تھی۔ حاضرین نے اس کو یاد رکھا۔ دس بارہ دن کے بعد خبر آئی کہ مُلّا طیب کی اسی وقت اور اسی دن وفات ہوئی تھی۔ اِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ قدس اللہ سرّہٗ وَ سِرَّ مُخْلِصِهٖ طَیِّبًا۔ (نیک بندہ کے متعلق وارد ہے کہ) وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اللہ مقدس کرے اُن کے اور اُن کے مخلص طیب کے سِر کو۔

منیٰ میں قربانی

ایک دفعہ ۹ ذی الحجہ کے دن مولوی عبدالسبحان سے فرمایا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج منیٰ میں قربانی ہو رہی ہے" مولوی عبدالسبحان نے وہ دن یاد رکھا اور جب حجاج واپس آئے تو اُن سے آپ کے ارشاد کی تصدیق کی گئی۔

حکیم نورالدین قادیانی

نورالدین مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور مکہ مکرمہ میں حضرت جدامجد اور آپ سے ملے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ نورالدین نے گوجرانوالہ سے ہم کو خط لکھا۔ اس میں مکہ معظمہ کی صحبتیں یاد دلا کر لکھا تھا۔ حضور مجھے پہچان لیں گے اور ان شاء اللہ بھولے نہ ہوں گے۔ یہ فرما کر آپ نے ارشاد کیا۔ "وہ قادیانی ہو چکے تھے اس واسطے ہم نے اُن کے خط کا جواب نہیں دیا" پھر آپ نے فرمایا: "اللہ علم کے شر سے بچائے نورالدین جیسا عالم اور سمجھدار کیسا گمراہ ہوگیا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ۔ (اے اللہ ہم تجھ سے اُس علم کی پناہ چاہتے ہیں جو نفع نہ پہنچائے)

اس زمانے میں آپ جمعہ کی نماز مدرسہ عبدالرب میں پڑھا کرتے تھے اور نماز کے بعد حضرت مولانا عبدالعلی سے کافی دیر تک صحبت رہتی تھی۔ لہٰذا اکثر مخلصین اور اصحابِ نسبت بھی مدرسہ پہنچ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز کے بعد ڈھائی بجے بیساختہ آپ کی زبان سے نکلا "اب بھی اگر توبہ کرلے تو اس کے واسطے بہتر ہے" مسجد شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ سب نے یہ بات سُنی۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی، مولوی عبدالسبحان طالب، شیخ عبدالباری نومسلم وغیرہم نے یہ بات سنی لیکن آپ سے کوئی دریافت نہ کرسکا۔ دوسرے جمعہ کو نماز کے بعد جب پاک محفل جمی اور حضرت مولانا سے مصروفِ کلام تھے تو مولوی عبدالسبحان کچھ آگے بڑھے۔ آپ نے فرمایا "کہو عبدالسبحان کیا بات ہے" مولوی عبدالسبحان نے کہا۔ حضور گزشتہ جمعہ کو آپ نے فرمایا تھا "اب بھی اگر توبہ کرلے تو اس کے واسطے بہتر ہے" اس وقت حکیم نورالدین سکرات کی حالت میں تھا۔ سب حاضرین اور علماء یہ سُن کر متحیر ہوئے۔

آپ نے دو چار منٹ کے بعد فرمایا "یہ تار برقی خداوند کریم کا ہے"

مولوی عبدالسبحان

مولوی عبدالسبحان طالب دیوبند کے فارغ التحصیل نہایت نیک نفس انسان تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ دن علم کے لم و لا کے چکر میں پھنسے رہے۔ رفتہ رفتہ پندارِ علم رو بزوال ہوئی اور چشمِ باطن کھلنی شروع ہوئی۔ اور آخر میں زمرۂ عشاق میں داخل ہوگئے۔

نگاہِ مستِ تو آں را کہ مستفید کند ہزار پیرِ خرابات را مرید کند

(تیری مست نگاہ جس کو فیض پہنچا دے۔ وہ خراباتی ہزاروں پیروں کو مرید کرے)

عبداللہ گدھے والے کا واقعہ

ایک دن آپ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ سلیمان پسر عبدالرحمٰن ٹین والے اور مولوی عبدالسبحان وغیرہ بیٹھے تھے۔ آپ نے جہتِ غرب اشارہ کرکے فرمایا "دیکھو یہ عبداللہ گدھے والا کھڑا کہہ رہا ہے۔ حضور آپ میرے جنازے کی نماز پڑھائیں" عبداللہ ترکمان دروازے کی طرف رہتے تھے۔ مخلصین نے آپ کے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھا اُن کو کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ مولوی عبدالسبحان نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ کفن پہنے ہوئے نظر آئے۔ ابھی مولوی عبدالسبحان خانقاہ شریف میں تھے کہ ایک آدمی آیا جو عبداللہ کے انتقال کی خبر اور حضرت سیدی الوالد سے نماز پڑھانے کی التجا لے کر آیا تھا۔ چنانچہ آپ کو خبر دی گئی اور آپ نے عبداللہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محمد یونس

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے سن تیرہ سو سولہ یا سترہ میں طالب علمی کے زمانے میں بیعت ہوئے تھے۔ اپنی وفات سے دو سال پہلے اِس عاجز سے ملے۔ عاجز نے اُن سے اُس مبارک دَور کے کچھ احوال دریافت کئے۔ انھوں نے ذیل کے چار واقعات بیان کئے جو اُن کے سامنے پیش آئے اور عاجز نے اُن کے سامنے بیاض پر لکھ لئے۔

۱۔ ایک ہندو مسلمان ہوکر آپ سے بیعت ہوا۔ اس کا نام رحیم اللہ تھا۔ مسائل سے واقف نہ تھا۔ کچھ بیچ کر گزارہ کرتا تھا۔ ایک رات حلقہ میں حاضر ہوا۔ جب حلقہ ختم ہوگیا تو آپ نے رحیم اللہ سے فرمایا "اب تو تم کو کیمیا بنانی آگئی ہے" (اس نے ایک پیسہ کو کسی چیز سے سفید کرکے اٹھنی کے عوض صَرف کیا تھا) پھر آپ نے اس کے دو چار چانٹے لگائے اور فرمایا۔ تم جاہل ہو۔ جاؤ پہلے کچھ مسائل سیکھو پھر ہمارے پاس آنا۔ رحیم اللہ نے سات آٹھ سال محنت سے پڑھا اور اللہ

نے اُن کو مولوی کر دیا۔

۲۔ حکیم حبیب اللہ اور مولوی عزیز اللہ (یہ پٹیالہ کے سکھ تھے) یہ دونوں مسلمان ہوئے۔ امام عیدگاہ سید محمد حسن صاحب کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور داخلِ سلسلہ ہوئے۔ یہ دونوں کہتے تھے کہ ہماری نئی شادی ہوئی تھی۔ رات کے دو بجے تک حلقہ میں بیٹھتے تھے اور گھر کا خیال قطعاً نہیں آتا تھا۔

خانقاہ شریف کی مسجد بوسیدہ ہوگئی تھی وہ شہید کر دی گئی تھی (۱۳۰۸ھ) ایک دن عشاء کی نماز آپ نے پڑھائی۔ چھ سات مرتبہ تکبیر تحریمہ کے واسطے ہاتھ اُٹھائے اور رُک رُک گئے۔ پھر آپ نے حبیب اللہ سے فرمایا۔ ہائے ہائے حبیب اللہ آج حضورِ قلب نہیں ہے ہم کیا کریں' ہائے یہ کیا ہوا" تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو حضورِ قلب حاصل ہوا تو آپ نے نماز پڑھائی۔

۳۔ حبیب اللہ اور عزیز اللہ حلقہ میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا پریشانی کس میں ہے۔ سب خاموش رہے۔ پھر آپ نے صاحبِ نسبت پٹھان سے فرمایا۔ دیکھو کس میں پریشانی ہے۔ اس نے ہر ایک پر توجہ ڈالی اور حبیب اللہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ حضور اس میں پریشانی ہے۔ چنانچہ وہ نکال دیئے گئے۔ پھر پٹھان نے عزیز اللہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ اس میں تھوڑی پریشانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خیر اس کو رہنے دو۔

۴۔ مولوی محمد یونس حلقہ میں بیٹھے تھے۔ عطا محمد آیا۔ دربان نے اطلاع کی۔ آپ نے کچھ توقف فرما کر کہا "اس سے پوچھو تم نے بدفعلی کب کی ہے" اس نے چند روز پیشتر کا اقرار کیا۔ آپ نے دربان سے کہا۔ جاؤ چار تھپڑ اس کے زور سے مارو۔ چنانچہ چار تھپڑ اس کے لگے اور وہ دروازہ کے باہر بیٹھا رہا۔ رات کے دو بجے حلقہ تمام ہونے پر آپ نے اس کو بلوایا۔ وہ مولوی محمد یونس کے پاس آکر بیٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ کمبخت اللہ نے تجھ کو بیوی بچے دیئے اور تو لڑکوں کے پیچھے پھرتا ہے۔ (آپ اس زمانے میں عصا ہاتھ میں رکھا کرتے تھے) پھر آپ نے اپنی عصا سے پانچ سات مرتبہ اس کو مارا اور فرمایا۔ جو بیعت تم نے کی تھی وہ ٹوٹ گئی۔ اب تم جاؤ۔ وہ بہت رویا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کبھی ایسا فعل تو نہیں کرے گا۔ اس نے صدق دل سے اقرار کیا اور آپ نے اس کو بیعت کیا۔

سیّد بشیر علی

سید بشیر علی گوالیاری چند سال پہلے اس عاجز سے ملے اور بیان کیا کہ میں میلاد شریف کی محفل میں شریک ہوا۔ اختتام پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے غور سے میری طرف دیکھا اور بیٹھنے کو فرمایا اور پھر مجھ کو دوہرا حصّہ دیا۔ سید بشیر علی نے کہا۔ میں بہت سے افراد

سے ملا ہوں کوئی میری سیادت کو معلوم نہ کر سکا یہ کام صرف آپ نے کیا اور آپ نے سیادت کی وجہ سے مجھ کو عزت دی۔ یہ کہہ کر وہ آبدیدہ ہوئے اور آپ کے واسطے دعائے خیر فرماتے رہے۔

گلستاں میں جاکے ہر اک گل کو دیکھا ۔۔۔ نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے

کوئٹہ کے قلعہ میری کے پاس دو قبریں

قلعہ میری کی کھائی کے پاس جنوب مشرق کی طرف دو قبریں ہیں اس کے قریب چھوٹا چبوترہ ہے۔ راہ گیر وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ کوئٹہ کے مفتی عبیداللہ کے بڑے بیٹے مفتی محمد گل (سیدی الوالد احمد گل سے یاد کرتے تھے) اور ان کا لڑکا اسحاق اور ان کا داماد ملّا عبدالغفور ولد ملّا عبدالکبیر شہر کوئٹہ سے اپنے گھر قریہ شابو جارہے تھے۔ راستہ میں یہ دونوں قبریں واقع ہیں۔ ملّا عبدالغفور نے ان قبروں پر فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اسحاق نے کہا۔ لوگ ہر جگہ قبر بنادیتے ہیں۔ ان پر جھنڈا لگادیتے اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر یہ تینوں گھر کو روانہ ہوگئے۔ رات کو حضرت سیدی الوالد پر یہ دونوں قبروں والے ظاہر ہوئے اور اسحاق کے متعلق شکایت کی کہ اس نے ہماری بے ادبی کی ہے، ہم اس کو سزا دیتے لیکن وہ آپ کے مخلصین میں سے ہے ہم نے چھوڑ دیا۔ دوسرے دن صبح کو حضرت سیدی الوالد نے مفتی عبیداللہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ اپنے پوتے اسحاق کو لے کر آئیں۔ چنانچہ مفتی صاحب اپنے پوتے کو لے کر حاضر ہوئے۔ پوتے کو دربان کے پاس بٹھا اور خود حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے مفتی صاحب سے واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے اپنے پوتے سے پوچھا اور اس نے صحیح طور پر واقعہ بیان کردیا۔ مفتی صاحب نے واقعہ آپ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا اسحاق سے کہو وہاں دو رکعت نفل پڑھے اور اصحابِ قبور کے لئے دعا کرے۔

یہ واقعہ مفتی محمد گل کے دوسرے داماد ملک فیض محمد پسر ملک داد محمد اور برادر زادہ ملک وزیر محمد نے بیان کیا۔ وہ بھی مفتی محمد گل کے داماد ہیں اور اسحاق آخوند زادہ بھی بہ حیات ہیں۔ حَفِظَهُمَا اللّٰهُ مِنْ كُلِّ مَكْرُوْهٍ۔

مولوی بدرالاسلام

حلقہ میں بیٹھے جوشِ محبت سے اپنے دل میں کہہ رہے تھے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت۔ یہی آرزو ہے

ایک منٹ بھی نہ گزرا تھا کہ آپ نے فرمایا "بدر" اور پھر آپ نے یہی شعر پڑھا اور مولوی بدرالاسلام پر کیفیت طاری ہوگئی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

سیّد احمد حسین اندوپ شہر کے رہنے والے تھے پونا میں بسلسلۂ ملازمت چلے گئے۔ وہاں ایک مولوی صاحب کی صحبت میں بیٹھنے لگے۔ آپ نے کوئٹہ سے اُن کو لکھا "تمہارے وظیفہ میں کدورت نظر آرہی ہے۔ کیا تم بدعقیدہ افراد کے پاس بیٹھنے لگے ہو" احمد حسین متحیّر ہوئے اور وہ حسبِ معمول مولوی صاحب کے پاس گئے۔ اتفاق سے اس وقت مولوی صاحب کے پاس ایک شخص شیرینی لایا کہ بڑے پیر صاحب کی فاتحہ کی شیرینی ہے آپ ایصالِ ثواب کردیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ یہ سب بیکار ہے اور ہم یہ نہیں کرتے۔ سید احمد حسین نے کہا۔ یہ سُن کر میری آنکھیں کھلیں اور میں نے مولوی صاحب کے پاس جانا بند کیا اور حلاوت باطنی میں ترقی محسوس کی۔ سید احمد حسین کراچی میں ہیں حفظہ اللہ۔

مُلّا سبزل بلوچستان میں کوئی خاص قسم کا عمل اس وقت کرتے ہیں جب کوئی نکاح کرتا ہے۔ اس عمل کے بعد وہ شخص اپنی اہلیہ کے کام کا نہیں رہتا۔ اور یہ کیفیت برسوں رہتی ہے۔ مُلّا سبزل پر کسی دشمن نے یہی عمل کر دیا تھا۔ وہ کئی سال ناکارہ رہے۔ ایک دن آپ کوئٹہ میں حلقہ فرما رہے تھے، آپ کے مخلصِ صادق اور خلیفہ قاضی لعل محمد حاضر تھے۔ مُلّا سبزل آئے۔ قاضی صاحب نے آپ سے مُلّا سبزل کی کیفیت بیان کی۔ آپ نے سبزل کو بُلایا اور پھر اُن سے فرمایا۔ تم اپنے گھر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گاؤں کو جو کہ پانچ میل کے فاصلہ پر ہے روانہ ہوئے۔ مُلّا سبزل کا بیان ہے۔ راستہ میں میرے بدن میں گرمی کا اثر پیدا ہوا۔ گھر پہنچ کر اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اولاد عنایت کی۔ ان کی اہلیہ نے چند روز برادرِ خورد کو دودھ پلایا ہے۔

شاکر احمد خان نواب زادہ شاکر احمد خاں انصاری برادرِ خوردِ فاخر احمد خاں آپ کے مخلص صادق تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے ساتھ حبیب اللہ پانی پتی بھی تھے۔ آپ اس وقت دوشالہ اوڑھے تخت پر تشریف فرما تھے۔ حبیب اللہ کے دل میں خیال آیا کہ پیر دوشالہ اوڑھ کر تخت پر کب بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ تو امیروں کا طریقہ ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا "اگر کسی کا پیر کمبل اوڑھ کر ریت پر بیٹھے اور اپنے کو کچھ سمجھے تو کچھ نہیں اور اگر کسی کا پیر دوشالہ اوڑھ کر تخت پر بیٹھے اور اپنے کو ہیچ سمجھے تو کچھ ہے"

جمعہ ۹ محرم ۱۳۸۱ھ ۲۳ جون ۱۹۶۱ء کو ہمشیرہ محترمہ کے مکان میں جو کہ لاہور میں ہے حبیب اللہ اس عاجز سے ملے اور یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ دل کی بات کو اس طرح پکڑنا انہی کا کام تھا۔ رحمہ اللہ۔

فرخ علی شاہ بلند شہر میں آپ کا قیام ان کی کوٹھی میں رہا تھا۔ ان کی عمر اس وقت چودہ پندرہ سال کی تھی۔ ان کی والدہ اور بہنوں نے ہمشیرہ کلاں کی خوب تیمارداری اور خدمت کی تھی۔

فرخ شاہ ایک رفیق کے ساتھ محفلِ میلاد مبارک میلاد میں شریک ہوئے اور پھر صبح کو میلادِ مبارک کی مٹھائی کے کھانے میں شریک ہوئے۔ شریک ہونے سے پہلے اپنے رفیق سے کہا۔ دیکھو اپنے دل کو قابو میں رکھنا اور حضرت صاحب کی کسی بات پر اعتراض دکرنا۔ فرخ شاہ اور ان کے رفیق حاضر ہوئے۔ آپ نے محبت سے فرخ شاہ کو اپنے پاس بلایا اور خیریت دریافت کی اور ان کی والدہ اور ان کی دونوں بہنوں گوگو جان' بو بو جان کی خیریت دریافت کی۔ اس وقت ان کے ساتھی کے دل میں خیال گزرا۔ یہ کیسے پیر ہیں جو ماں بہنوں کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ آپ نے اسی وقت اس شخص کی طرف منہ موڑا اور نہایت غضب کی حالت میں فرمایا۔ اے خبیث اور گالیاں دے لے۔"

یہ واقعہ فرخ شاہ نے ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں بیان کیا اور یہ کہا کہ خانقاہ شریف سے نکلنے کے بعد میری اور میرے رفیق کی حالت درست ہوئی اور اُن کے رفیق نے اپنی حماقت کا ذکر اُن سے کیا۔ اور کہا۔ مجھ کو تمہاری بات پر یقین نہیں آیا تھا۔ تجربہ کرنے کے لئے دل میں یہ خیال لایا تھا۔

فرخ شاہ کے ساتھ اُن کے جوان بیٹے فوجی لباس میں تھے۔ انھوں نے عاجز سے کہا کہ میرے والد اور خاندان کے دوسرے افراد (سرہندہ والے) اکثر حضرت صاحب کی اس کرامت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور میں سُنتا ہوں لیکن میری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ آپ مجھ کو سمجھائیں۔ عاجز نے ان سے کہا تم کو رُوحانیت سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ مادیت کے ماحول میں پڑھا اور مادی افراد سے تعلق رہا لہٰذا روحانیت کی بات تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ کیا کسی شخص کے خیال میں اب سے سو سوا سو سال پہلے یہ بات آتی تھی کہ آواز کو بند کر کے محفوظ کر لیا جائے گا۔ کیا کوئی اس کا تصور کر سکتا تھا کہ جسم کے اندر کے زخم وغیرہ کا نقشہ شیشہ پر اور کاغذ پر اُتر آئے گا۔ جو شخص نظر بندی کے عمل کا ماہر ہو جاتا ہے کیا تھوڑی دیر میں دوسرے شخص کو بیہوش کر کے اس کے اسرار اس سے نہیں معلوم کر لیتا۔ کیا چند شیشوں کی مدد سے کواکب کو صاف طور سے نہیں دیکھا جا رہا ہے۔ جب یہ سب محیّر العقول کام ہو رہے ہیں اور ہم اُن کو تسلیم کر رہے ہیں تو پھر صفائے قلب اور اس کے عمل کا انکار کس وجہ سے کیا جا رہا ہے۔ اگر تم ایک شیشہ کی مدد سے جسمانی امراض اور کواکب کے احوال دیکھ سکتے ہو تو صاحب قلبِ سلیم کے مشاہدہ کا جو وہ اللہ کے نُور سے دیکھ رہا ہے کیوں انکار کرتے ہو۔ نظر بندی کی تمرین تو اثر انداز ہو اور قلب کی صفائی اور سالہا سال کی محنت بے اثر رہے۔ اس کے کیا معنی؟۔

چھپائے سے نہیں چھپتے کسی کے جوہر ذاتی ‏ ‏ ‏ بہر صورت مہ کامل نمایاں ہو کے رہتا ہے

خودکشی کرنے والے کو زجر

اواخر محرم سنہ ۱۳۹۰ھ میں یہ عاجز گھوسی گیا۔ وہاں حضرت استاذی مولانا محمد عمر سے ملا۔ آپ نے جَرول سے مولانا سید عبدالجلیل کو بھی موٹر بھیج کر بُلا لیا۔ اس عاجز نے ان دونوں حضرات سے حضرت سیدی الوالد کے کچھ احوال دریافت کئے۔ مولانا عبدالجلیل نے فرمایا۔ جن دنوں میں کوئٹہ میں آپ کی خدمت میں تھا ایک پٹھان تنگدستی سے پریشان ہوکر کاسیان کے پہاڑ پر چڑھ گیا تاکہ اپنے کو گرا کر خودکشی کرے۔ جب وہ کودنے کو ہوا تو کسی نے اس کی کمر پکڑ لی۔ اس نے دیکھا تو جناب حضرت صاحب کو کھڑا پایا۔ آپ نے اس سے کہا۔ اے خبیث تجھ کو شرم نہیں آتی کہ عورتوں سے بھی بدتر کام کرتا ہے۔ پھر آپ نے اس کو کچھ پیسے دیئے اور فرمایا جا اس سے کلہاڑی خرید اور لکڑی کاٹ کر اپنا گزارہ کر۔ یہ واقعہ جناب مولوی صاحب سے خودکشی کرنے والے پٹھان نے خود بیان کیا۔

مُلّا صاحب خان

مُلّا صاحب خان اس عاجز کے برادرِ رضاعی تھے۔ آپ نے ان کو قصور بھیجا تاکہ ہمشیرہ صاحبہ کی خدمت کریں۔ وہاں شہر کے باہر کوئی عرس ہو رہا تھا۔ مُلّا صاحب خان وہاں پہنچ گئے اور شام تک فسق و فجور دیکھتے رہے تیسرے دن صاحب خان کو آپ کا رڈ ملا۔ تحریر فرمایا تھا "کیا ہم نے تم کو وہاں خباثت اور فسق و فجور کے واسطے بھیجا ہے"۔ مُلّا صاحب رحمہ اللہ بار بار اس کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کو یاد کرکے رویا کرتے تھے۔ رَحِمَهُ اللهُ وَرَحِمَ أَبَوَيْهِ وَأَخَوَيْهِ وَأُخْتَهُ وَرَضِيَ عَنْهُمْ۔

مُلّا کمال دہلوی

مولوی عبدالرحیم پسر مولوی عبدالحق عرف مُلّا کمال نے اپنے والد سے یہ دو واقعات سنے اور اس عاجز سے چار سال پہلے بیان کئے۔

۱۔ میرے والد مُلّا کمال جناب مولانا محمد میاں صاحب (بستی حضرت سلطان جی والے) کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مُلّا کمال تنہا آجاتے اور خوف کی وجہ سے دروازے کے باہر رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ دروازے کے باہر تھے۔ آپ کو اُن کی آمد کی خبر ہوئی اور آپ نے ان کو بُلا کر فرمایا۔ میاں تم آیا کرو، تم ہمارے مولوی صاحب کے شاگرد ہو۔ ہم نے اہلِ دنیا کے واسطے بندش کر رکھی ہے۔

۲۔ مُلّا کمال آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو کیسی اچھی خوشبو آرہی ہے۔ کیا اچھی رُوح ہے۔ چلو اس کی زیارت کرو۔ چنانچہ مُلّا کمال اور دوسرے حاضرین باہر نکلے۔ ایک جنازہ آرہا تھا اور ان لوگوں نے کندھا دیا۔

ڈاکٹر احمد اللہ خان شیرکوٹ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے۔ سرکاری فوج میں ملازم تھے۔ اُن کا دفتر دریا گنج دلّی میں تھا۔ آپ کے قدیم مخلص تھے۔ آپ خانقاہ شریف سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس سے آپ کی صحت پر بُرا اثر پڑا۔ حکیم عبدالمجید خاں کو آپ سے تعلق تھا۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ آپ کے لئے تفریح اور چہل قدمی کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے تفریح کرنی شروع کی۔ آپ خانقاہ شریف سے ترکمان دروازے اور وہاں سے فصیل فصیل دلی دروازے اور پھر زینت المساجد تک تشریف لے جاتے۔ ڈاکٹر احمد اللہ خاں کی قیام گاہ میں تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ وہاں فوجی افسر آکر دست بوسی کرتے۔ ڈاکٹر احمد اللہ خاں اور خلیفہ انعام اللہ خاں آپ کی پوری خدمت کرتے۔ اور آپ کا دل خوش کرکے دُعائیں حاصل کرتے اور دریا گنج سے فیض بازار ہوتے ہوئے جامع مسجد کے واسطہ خانقاہ شریف تشریف لاتے۔

آپ کی اس تفریح میں حافظ منیر الدین منیر دہلوی، مولوی عبدالسبحان اور ایک پٹھان ساتھ ہوتے تھے۔ پٹھان آپ سے ایک قدم پیچھے رہتا تھا۔ وہ پوری طرح خیال رکھتا تھا کہ کوئی آپ سے مصافحہ نہ کرے۔ دَوران گشت میں آپ کی مبارک نظر قدم پر رہا کرتی تھی۔ نہ کسی کی طرف ملتفت ہوتے تھے اور نہ کسی سے مصافحہ کرتے تھے۔ آپ کسی کو دیکھتے بھی نہ تھے۔ لہٰذا سلام کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ کے رفیق کو ہدایت تھی کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب دیدیا کرو۔ چنانچہ وہ بہ ادب وآوازِ پست سلام کا جواب دے دیا کرتا تھا۔ آپ ہوش دردم، نظر بر قدم کی کیفیت میں رہتے۔ سر مبارک پر اپنی مختصر چادر ڈال کر اس کے دائیں پلّے کو بائیں مونڈھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ چادر کا کنارہ قدرے آنکھوں کے اوپر رہا کرتا تھا۔ یہ اہتمام اِس لئے ہوا کرتا تھا کہ آپ کی نظر لوگوں پر نہ پڑے۔ عوام الناس اس کو نقاب سے تعبیر کرتے تھے اور عام طور پر کہتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب نقاب ڈال کر نکلا کرتے تھے۔ چنانچہ اس عاجز سے چندسال پیشتر تک چند افراد اس سلسلے میں دریافت کرچکے ہیں۔ آپ نے بعض مخلصین سے فرمایا تھا۔ ہم کو بعض صورتیں مسخ شدہ نظر آتی ہیں۔ اس لئے ہماری کوشش رہتی ہے کہ کسی کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔

حافظ منیر الدین اور مولوی عبدالسبحان اور ان دونوں کے علاوہ جو بھی ہوتا آپ کے آگے رہتا تھا۔ اور یہ معمول آپ کا آخر ایامِ حیات تک رہا کہ صرف ایک پٹھان ایک قدم پیچھے باقی سب آپ کے آگے۔ حافظ منیر الدین بلند آواز سے قرآن مجید سُناتے ہوئے چلتے تھے۔ آیاتِ رحمت پر آپ دعا کرتے تھے اور آیاتِ عذاب پر استغفار و توبہ۔ ایک دن اس تلاوتِ مبارک کے دَوران میں

قوم لوط کی بداعمالیوں کا ذکر آیا۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے اِن آیاتِ مبارکہ کا تفصیل سے بیان کیا۔ مولوی عبدالسبحان آپ کی کیفیات اور آپ کے بیان کو سُن کر محوِ حیرت ہوگئے۔ اور صدق دل سے آپ کی بزرگی و طہارتِ نفس وصفائی باطن و تبحرِ علمی کے معترف ہوئے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ کے اس بیان کو کسی نے قلمبند نہ کیا۔ مولوی عبدالسبحان اور حاجی منیر الدین جب اس کا ذکر کیا کرتے تھے اُن پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ حیف صد حیف۔ آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند۔

بعد میں ڈاکٹر صاحب کا معمول رہا کہ چند روز کے واسطے ہر سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی اجازت سے رخصت ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ خاموش رہے اور میں حلقہ میں بیٹھا رہا۔ جس ریل سے روانہ ہونے کا قصد تھا اس کا وقت گذر گیا تو آپ نے فرمایا۔" ہاں اب تم جاسکتے ہو" ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ اس ریل کو حادثہ پیش آیا تھا اور کافی افراد ہلاک ہوئے تھے۔ میں نے یہ بات آپ سے کہی۔ اس وقت چریا کوٹ کے صوفی محمد حافر تھے۔ انھوں نے از رُوئے جذبہ کہا۔ واہ حضرت آپ اپنے مُریدوں کو اس طرح بچاتے ہیں۔ رَحِمَهُمَا اللهُ وَرَضِيَ عَنْهُمَا۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ

اِس عاجز نے عیاناً دیکھا کہ آپ کو دنیوی کام کسی قسم کا قطعاً نہیں آتا تھا۔ پان بھی نہ لگا سکتے تھے۔ نہ لالٹین جلا سکتے تھے۔ حتیٰ کہ کتابوں کو بھی ترتیب سے نہیں رکھ سکتے تھے۔ باوجود اس کے آپ کے دنیوی کام اعلیٰ تر طریقہ پر انجام پا رہے تھے۔ خانقاہ شریف اعلیٰ طریقہ پر بنی۔ آپ کو بجز اس کے کچھ خبر نہ ہوتی تھی کہ اب روپیہ نہیں رہا۔ اور آپ روپیہ عنایت کر دیتے تھے۔ ایک دن آپ اپنے ذاتی مکان کو جس کا ذکر حرم سرائے جدید کے عنوان سے ذکرِ خیر میں گزر چکا ہے، دیکھنے تشریف لے گئے۔ راج نے آپ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ منشی ننھے خاں کے پاس اور اُن سے دریافت کرو۔ چنانچہ اس کو جانا پڑا اور منشی صاحب نے اس کو ڈانٹا کہ تو نے حضرت صاحب کو کیوں پریشان کیا اور بلا وجہ اتنا وقت آنے جانے میں کیوں خرچ کیا۔ جیسا کام آپ کا ہوتا اس کے لائق افراد مہیا ہو جاتے تھے۔ وفات سے ایک سال پہلے کوئی قانونی بات درپیش تھی۔ اس وقت ایک بڑے بیرسٹر آگئے۔ وہ دلی سے باہر کے تھے۔ تین دن تک آتے رہے اور اس کام کو پورا کر کے واپس گئے۔ کیا دلی اور کیا کوئٹہ دونوں جگہ یہی کیفیت تھی۔

بار ہا یہ بات دیکھنے میں آئی کہ کوئی مولوی صاحب رام ولا تسلم کا ارادہ کر کے آئے اور اسی وقت پروردگار جلّ شانہٗ نے ایسے شخص کو بھیج دیا کہ اس نے مولوی صاحب کو دلیل سے خاموش کر دیا۔ ایک مرتبہ دو مولوی صاحبان آگئے اور انھوں نے بیان کیا کہ وہ مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد ہیں۔ اسی وقت جناب مولوی سردار احمد صاحب مجددی رامپوری وکیل تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ "سردار احمد دیکھو یہ کیا کہہ رہے ہیں"۔ وکیل صاحب کی ظاہری کیفیت کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایسے بلند پایہ عالم ہوں گے چہ جائے کہ کوئی اُن کو اصحابِ نسبت میں سے شمار کرے۔ داڑھی اور سر بالکل گُھٹا ہوا، مونچھیں خوب بڑی، آڑا چوڑی دار پاجامہ۔ چونکہ ابتدائے عمر میں پہلوانی کی تھی۔ سینہ چکلا، رفتار میں پہلوانی کی جھلک۔ مولوی صاحبان ان کو دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ یہ کوئی مولوی ہیں۔ لہٰذا انھوں نے اپنی حد سے آگے بڑھ کر بات کی۔ وکیل صاحب تبسم فرماتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو وکیل صاحب نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور آخر میں یہ الفاظ کہے "آپ صاحبان نے مولانا عبدالحق کا صرف نام سنا ہے۔ اور اُن کی طرف اپنی شاگردی کی نسبت کر دی۔ میں نے سالوں ان کی شاگردی کی ہے۔ آپ اُن کو بدنام نہ کریں"۔ وہ دونوں صاحبان بہت شرمندہ ہوئے۔ اور معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

میرٹھ میں اچانک جناب مولوی اشرف علی صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اِس ملاقات کا ذکر تفصیل کے ساتھ "ذکرِ خیر" میں گزر چکا ہے۔ مولوی صاحب نے آپ سے کہا "بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے آپ سے کسی نے غلط بات کہدی ہے"۔ آپ سے یہ بات مولوی شمس الدین صاحب نے کہی تھی۔ وہ صدر بازار سے وقت پر پہنچ گئے اور بر وقت مولوی اشرف علی صاحب کے رُوبرو حقیقت کا اظہار کیا۔

اِس کیفیت کو دیکھتے ہوئے یہی خیال دل میں آتا ہے کہ آپ از گروہِ مرادان و محبُوبان تھے اور پروردگار جلّ شانہٗ کا آپ پر خاص کرم تھا۔ لاغیرٗ۔

ایک معاند آپ خانقاہ شریف کے دروازے میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ سی آئی ڈی کا ایک پشاوری افسر سڑک پر سے گزرا اور آپ کا استخفاف کرتا ہوا گیا۔ آپ نے اپنا مُنہ موڑ لیا۔ دوسرے دن بھی یہی ہوا۔ تیسرے دن خانقاہ شریف کے دروازے کے سامنے اس کو ایک شخص نے خوب مارا اور جب وہ گر گیا تو اس کے سینہ پر بیٹھ کر اس کے مُنہ پر گھونسے مارے اور تھوک کر اُٹھ گیا۔ اس دن کے بعد سے وہ پشاوری نظر نہ آیا۔ اگر اس کی پٹائی آپ کے

اشارے پر ہوتی تو کوئی جائے تعجب نہیں۔ لیکن جو کچھ ہوا بہ حکمِ قضا و قدر ہوا اور اس کی افسری اس کو بچا نہ سکی۔

تتمہ۔ بعض زائرین کا بیان

آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کسی سے نہیں ملتے تھے۔ بے شک ابتدا کے پانچ چھ سال آپ اہلِ دنیا سے بالکل الگ رہے۔ اس زمانے میں صرف مخلصین ہی کی آپ تک رسائی ہوتی تھی۔ اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ آپ باہر رونق افروز تھے۔ ایک مردِ پیر اللہ کے ولی آپ سے ملے اور بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے آپ کو دعائیں دیں اور فرمایا۔ کچھ دن کے بعد آپ سے اہلِ دنیا بھی استفادہ کریں گے۔ اس وقت مولوی سیف الرحمٰن اور دو چار افراد بیٹھے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو یہ کیا کہتے ہیں۔ مردِ پیر نے جو بات کہی اس کا ظہور رہا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اہلِ دنیا سے تھوڑی دیر مل کر ان کو رخصت فرما دیتے تھے اور اہلِ نسبت رات کے دو تین بجے تک بلکہ احیاناً تا فجر بیٹھے رہتے تھے اور بادیدۂ گریاں و دلِ بریاں رخصت ہوا کرتے تھے۔ از منیر۔

وہ تو بیٹھے ہیں جمائے حلقہ ہائے معرفت — تم بھٹکتے پھرتے ہو چاروں طرف واحسرتا
آستانے پر ذرا گردن جھکا کر دیکھئے — ہے اگر منظورِ قدرت کا تماشا دیکھنا
اہلِ باطن کے لئے سیرِ گلستاں ہے یہی — تو بھی دیکھ آکر اگر کچھ ہے حقیقت آشنا
آپ کی خدمت میں مٹ جاتے تھے سارے وسوسے — اب کہاں جاکر کریں آئینۂ دل کی جلا

حضرت شاہ محمد معصوم

آپ کے بڑے چچا کے صاحبزادے آپ سے نو سال بڑے تھے۔ اور پہلی اہلیہ محترمہ کے پدرِ بزرگوار تھے۔ آپ اُن کو بھائی صاحب کہتے تھے۔ دونوں حضرات میں برادرِ حقیقی سے زیادہ مؤدت و محبت تھی۔ باوجود اس مؤدت و محبت کے بزرگوں کے آداب کی مراعات میں دونوں حضرات اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آپ کا قیام رامپور میں تھا احیاناً دلی تشریف لاتے تھے اور حکیم واصل خاں کے مکان میں قیام فرماتے تھے۔ خانقاہ شریف میں حضراتِ کرام کی فاتحہ پڑھنے اور آپ سے ملاقات کرنے تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ نے دربان سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے بھائی صاحب اور ان کے رفقا جس وقت آیا کریں ان کو آنے دیا کرو اور ہم کو اسی وقت خبر کر دیا کرو۔

ایک شخص جناب وارث علی شاہ رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ملنے کا بہت شوق رکھتے تھے لیکن آپ کی طبیعت کے پیشِ نظر آنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ چچا حضرت سے

اکثر ملا کرتے تھے۔ ان سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں اُن کے معاملات میں دخل نہیں دیتا اور جو طبیعت اُن کی ہے اس سے تم واقف ہو۔ لہٰذا میں پرچہ دے کر یا تم کو کسی کے ساتھ کر کے اُن کے پاس نہیں بھیج سکتا۔ ہاں یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلو اور اس بات کا خیال رکھو کہ مجھ سے الگ نہ ہو اور تم خود اپنا تعارف اُن سے نہ کراؤ۔ چنانچہ ایک دن چچا حضرت اور محمد یوسف صاحب مجددی (ان کے برادر نسبتی) خانقاہ شریف آ رہے تھے کہ یہ مشتاقِ ملاقات بھی اُن کے ساتھ ہو لئے۔ چچا حضرت اور محمد یوسف صاحب حجرہ شریف میں فاتحہ پڑھنے گئے اور یہ مشتاقِ ملاقات مسجد شریف کو دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ اور اس شخص کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو۔ وہ گھبرا گیا اور اس نے آپ سے کہا "میں وارث علی شاہ صاحب کا مرید ہوں۔ آپ کی زیارت کے واسطے آیا ہوں" آپ نے فرمایا "ایک بے نمازی کا مُرید ہوا ہے اور مجھ سے ملنے آیا ہے۔ او پٹھان، اس کو باہر نکالو" چنانچہ پٹھان نے اس کو باہر نکالا۔ اور جب چچا حضرت آپ سے مل کر اپنی قیام گاہ پہنچے تو وہ شخص وہاں بیٹھا تھا۔ چچا حضرت نے تبسم فرما کے اس سے کہا۔ تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا اور تم نکالے گئے۔ اب میں تم کو ساتھ لے کر بھی نہیں جا سکتا۔ اس واقعہ کو شیخ محمد یوسف صاحب نے اس عاجز سے بیان کیا۔

حضرت شاہ ولی النبی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے شیخ خلیل النبی چچا حضرت کے داماد تھے وہ چچا حضرت کے ساتھ آئے۔ بلکہ سب متعلقین بھی ساتھ تھے۔ قیام واصل خاں کے گھر میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد ہر روز عصر کو پا پیادہ اُن سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اُن سے فرمایا "بھائی صاحب آپ نے یہاں قیام کیا ہے اور اہلِ دنیا کا کھانا آپ تناول کرتے ہیں۔ ان کے کھانے سے دل پر غفلت آ جاتی ہے۔ آپ کے واسطے میں کھانا لایا کروں گا" چنانچہ صبح کو پٹھان کے ہاتھ اور شام کو اپنے ہمراہ ان کے واسطے کھانا لے جاتے تھے۔ شیخ خلیل النبی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ بیان کیا۔

حضرت شاہ ابو احمد آپ شاہ خطیب احمد فرزند حضرت شاہ رؤف احمد رافت کے صاحبزادے تھے۔ سلوک مجددیہ مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبد الغنی سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ بھوپال میں مرجع خلائق ہوئے۔ دلی تشریف لاتے تھے تو حضرت سیدی الوالد سے ملتے تھے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

حضرت غلام قیوم فرزند حضرت غلام صدیق فرزند حضرت عبد الباقی مجددی۔ آپ زیب دِہ مسندِ ارشادِ کابل تھے۔ حج کو تشریف لے جاتے ہوئے دلی آئے۔

ان کے ساتھ ان کے بڑے صاحبزادے حضرت فضل محمد اور منجھلے صاحبزادے کے بیٹے فضل عثمان تھے۔ کہ جن کی عمر سات آٹھ سال کی تھی۔ دلی میں حضرت سیدی الوالد سے ملے۔ آپ نے اُن کی اور اُن کے مریدوں کی دعوت کی۔ اُن کے بڑے صاحبزادے نے بیان کیا کہ دورانِ طعام میں دونوں حضرات آپس گفتگو بھی فرما رہے تھے۔ اور یہ صورت پیش آئی کہ حضرت سیدی الوالد نے نوالہ بنایا۔ ابھی آپ کا ہاتھ رکابی میں تھا کہ آپ پر وردِ فیض ہوا اور تقریباً دو تین منٹ اسی حال میں گزرے۔ کابل کے حضرت صاحب اور اُن کے سب رفقاء بالکل خاموش رہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے اُن کو اپنے چند اشعار سُنائے جو کہ یہ عاجز لکھتا ہے

۱۔ حرفے کہ ازاں دہن برآید — دُرّے است کہ از عَدَن برآید

۲۔ بدمست چو آن سَمَن برآید — فریاد ز انجمن برآید

۳۔ در دل نگہِ تو مستِ خواب است — دز دیدہ نفس زتن برآید

۴۔ مُردیم و نہ مُرد آتشِ عشق — دودِ دلم از کفن برآید

۱۔ وہ حرف جو اس دہن سے نکلے وہ موتی ہے جو عدن سے نکلا ہے۔

۲۔ وہ نازنین مست ہو کر اگر نکل آئے۔ محفل سے فریاد بلند ہو جائے۔

۳۔ دل میں تیری نظر مستِ خواب ہے۔ جسم کی جان آنکھوں سے نکلے گی۔

۴۔ ہم مر گئے عشق کی آگ نہ بجھی۔ میرے دل کا دھواں کفن سے نکلے گا۔

جب آپ نے چوتھا شعر پڑھا آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس سے کابل کے حضرت صاحب بھی متاثر ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد نے ان کو اپنا کتب خانہ دکھایا اور فرمایا۔ جو کتاب آپ کو پسند ہو لے لیں۔ چنانچہ انھوں نے مولوی حیدر علی صاحب کی کتاب اِزَالَۃُ الْغَیْنِ عَنْ بَصَارَۃِ الْعَیْن در اثبات شہادتِ حسین، در ردِّ شیعہ پسند فرمائی۔ اور آپ نے اُن کو یہ کتاب دی جو کہ لکھنؤ کے مطبع ثمر ہند میں چھپی ہے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

حضرت محمد حسن مُجدّدی

آپ کا قیام ٹنڈہ سائیں داد نزد ٹنڈہ محمد خاں حیدرآباد سندھ میں ہے اور اس علاقہ میں آپ کا دائرۂ ارشاد وسیع ہے۔ دلی تشریف لائے۔ اور حضرت سیدی الوالد نے ان کی دعوت کی۔ دونوں حضرات مل کر بہت خوش ہوئے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

محمد یعقوب مُجدّدی

آپ پانی پت میں رہتے تھے۔ حضرت شاہ محمد معصوم سے بیعت تھے۔ نہایت صاف منش و پاک روش شخص تھے۔ حضرت شاہ عبد الغنی

قدس سرہٗ کے مبارک خطوط کو جمع کیا تھا اور حضرت سیدی الوالد کو وہ خطوط سُنائے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ۔

محمد امیر خان آپ کوچہ میر ہاشم دلّی کے رہنے والے تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت تھے۔ حضرت سیدی الوالد اُن کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خاں صاحب کے گزارے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرت نے پانچ پیسے روزینہ مقرر کر دیا تھا۔ دربان ہر روز جا کر اُن کو پانچ پیسے دیتا تھا۔ اسی میں انھوں نے گزر کی۔ کبھی کسی دوسرے شخص سے کچھ نہ لیا۔ خط نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے حزب البحر نہایت عمدہ لکھ کر حضرت سیدی الوالد کو پیش کی تھی۔ وہ نسخہ برادرِ عزیز (حفظہ اللہ وسلمہٗ) کے پاس ہے اس میں انھوں نے اپنا نام محمد امیر الدین خاں تحریر کیا ہے۔ مگر شہرت محمد امیر خاں کے نام سے تھی۔

ایک دن آپ سے خاں صاحب نے کہا۔ حضرت مسلمان بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خاں صاحب آپ نے ہمارے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے۔ آپ غدر سے پہلے کے لوگوں کا اور اس وقت کے لوگوں کا موازنہ کریں۔ آج کل کی بے شرمی اور بے حیائی اُس وقت کب تھی۔ سب سے بڑی بات یہ ہوگئی ہے کہ آخرت پر ایمان اور یقین کامل جو ہونا چاہیے اس میں کمی ہے۔ اگر اس وقت بھی چھ سو آدمی ذاکر و شاغل فنا فی اللہ پیدا ہو جائیں تو اُمید ہے مالک اُن کے ذکر شریف کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے گا۔ ہم تمام دن خانقاہ شریف کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ اپنے دل کی اصلاح کے واسطے آئے۔ لیکن جو آتا ہے دنیوی مقاصد کے لئے آتا ہے۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کے واسطے بہت کم آتے ہیں۔

ایک دن خاں صاحب آپ کے حلقہ میں بیٹھے چشمۂ فیض سے سیراب ہو رہے تھے اور مخمورانِ بادۂ وحدت کو دیکھ رہے تھے کہ وہ صحن مسجد و خانقاہ میں لوٹ رہے ہیں۔ اس وقت انھوں نے نہایت جوش سے یہ شعر پڑھا۔

درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق | ہر ہوسناکے چہ داند جام و سنداں باختن

ایک دن حضرت سیدی الوالد نے مخلصین سے فرمایا: "خاں صاحب کا ایک ناخن تم سب سے ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ وہ ایسے نیک اور ایمان میں پختہ اور یقین رکھنے والے شخص ہیں کہ اگر اُن کا ایک ناخن بھی تمہارے کفن میں رکھ دیا جائے تو ہم کو اللہ سے امید ہے کہ اس کی برکت سے تمہارے گناہ بخش دے گا۔" رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُ وَحَشَرَهُ مَعَ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ۔

محمد احسان انھوں نے غدر سے پہلے حضرت سیدی الوالد کو اپنی گود میں پھرایا تھا وہ محبت

اُن کے دل میں پوری طرح موجزن تھی۔ باوجود پیرانہ سالی کے جب حضرت سیدی الوالدؒ بیوی باندیؒ کے پاس سے روشن چراغ دلّی بینس میں تشریف لے گئے تو وہ پینس کے ساتھ رہے اور راستہ بھر آپ کو پُرلطف باتیں سُناتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدی الوالد نے میلادِ مبارک کا بیان از اوّل تا آخر کھڑے ہوکر اور مقام بدل بدل کر پڑھا۔ اتفاق سے آپ اس جگہ پر بھی پہنچے جہاں محمد احسان بیٹھے تھے۔ وہ اپنی محبت سے آپ کے پاؤں دبانے لگے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا نہیں لیکن فرمایا۔ "احسان، اِن پیروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں تھکنے دو۔" محمد احسان آپ کی زبان سے اپنا نام سُن کر جذب میں آگئے اور بے اختیاری کے عالم میں خوب زور سے دبانے لگے۔ لوگ حیران تھے کہ آپ نے محمد احسان کا نام کیسے لیا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مولانا کرامت اللہ خاں

مولانا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ تھے اور حضرت حاجی صاحب کے طریقہ پر قائم تھے۔ کوچہ قابل عطار والے پہلی ربیع الاوّل سے بارہ ربیع الاوّل تک سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کی محفل قائم کیا کرتے تھے۔ حاجی شہاب الدین سوداگرِ کلاہ آپ کو ایک رات وہاں لے جاتے تھے اور آپ ذکرِ مبارک سُنا کرتے تھے۔ جناب مولانا کرامت اللہ خاں صاحب پوری عقیدت اور محبت سے ذکرِ مبارک کا بیان کرتے تھے۔ خود بھی روتے تھے، لوگوں کو بھی رُلاتے تھے۔ مولوی صاحب سے جس وقت کہا گیا کہ کرسی پر رونق افروز ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب نیچے بیٹھے ہوں اور میں کرسی پر بیٹھوں یہ بے ادبی نہیں کرسکتا۔ حضرت سیدی الوالد نے فرمایا۔ مولوی صاحب یہ آپ کا احترام نہیں کیا جارہا ہے، بلکہ یہ اس مبارک ذکر کا احترام ہے جس کو اللہ نے رفعت دی ہے اور فرمایا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور اونچا کیا تمہارا ذکر) یہ سُن کر مولوی صاحب کرسی پر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے برگزیدہ بندے تھے، کس ادب سے ذکرِ مبارک کیا کرتے تھے۔ اُن کے مبارک بیان سے "وَلَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" (اپنی آوازوں کو نبی اللہ کی آواز سے بلند نہ کرو) کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ افسوس صد افسوس اِن مبارک ہستیوں سے دنیا خالی ہوتی جارہی ہے۔ رحمہ اللہ۔

مولانا محمد یعقوب

آپ قاضی حوض، دلّی کی مسجد شریف کے امام اور نہایت پاک طینت تھے ایک مرتبہ ہلالِ عید کے سلسلہ میں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں دلّی والے آئے۔

آپ نے فرمایا۔ مولوی یعقوب صاحب سے دریافت کرلو اور اُن کے قول پر عمل کرو۔ رحمہ اللہ۔

مولانا محمد میاں کاندھلوی

آپ مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی کے صاحبزادے تھے اور بستی حضرت سلطانجی میں قیام تھا۔ حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ جمعرات کو عصر تک دِلّی تشریف لاتے اور شبِ جمعہ کو آپ کے مبارک حلقہ میں شریک ہوتے۔ مولوی بخش اللہ نے ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۵ء) میں سوانح حیات حصہ اوّل لکھ کر چھاپی تھی۔ اس کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں۔

"جناب حضرت مولوی محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی نیک بزرگ گزرے ہیں دنیا جہان کے جھگڑوں وبکھیڑوں سے الگ بستی نظام الدین میں مقیم تھے اور مدت العمر تعلیم وتعلم میں معروف رہے۔ آپ نے حضرت سے بیعت کی اور ہمیشہ بہ پابندی وضع ایک قاعدہ کے ساتھ ہر شب جمعہ کو حاضر ہوتے تھے۔"

حضرت سیدی الوالد کو حضرت مولانا سے بہت محبت تھی۔ ۱۳۳۶ھ کو ہماری چھٹی کے دن آپ ہم کو اوکھلے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اوکھلے سے واپسی کے وقت بستی نظام الدین میں پولس چوکی کے پاس آپ نے بگھی رُکوائی اور ہم بھائیوں سے فرمایا۔ "ہمارے دوست مولانا محمد میاں علیل ہیں آؤ بچو ان کی عیادت کریں۔" چنانچہ آپ مسجد شریف میں داخل ہوئے۔ حضرت مولانا مسجد شریف کے شمالی حجرے میں ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ دو افراد اُن کے پاس موجود تھے۔ حضرت سیدی الوالد کو دیکھ کر وہ بیٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ لیٹے رہیں۔ لیکن مولوی صاحب کی محبت نے ان کو مجبور کیا اور وہ اپنے آدمیوں کے سہارے بیٹھ گئے۔ تقریباً پندرہ منٹ تک دونوں حضرات آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔

چشم بند وگوش بند ولب بہ بند   گر نہ بینی نورِ حق بر من بخند

(آنکھ بند، کان بند، لب بند۔ اگر تو حق کے نور کو نہ دیکھے مجھ پر ہنس)

حضرت مولانا محمد میاں کی وفات شبِ جمعہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔

حافظ سید محمد امام جامع مسجد دلّی

آپ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ نہایت نیک نفس اور پاکیزہ خصلت تھے۔ ابتدائے احوال میں حضرت سیدی الوالد بہ نفسِ نفیس تراویح میں قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ پہلی چار رات کو

سوا سوا پارہ اور پھر ہر رات ایک پارہ۔ جو کچھ تلاوت فرماتے ہر چار رکعت کے بعد اس کا مختصر بیان فرماتے تھے۔ جناب سید محمد صاحب حاضر ہو کر حقیقتِ صلاۃ و حقیقتِ قرآن و حقیقتِ کعبہ کے انوار اور تجلیات بیچون و بیچگوں سے ساحتِ سینہ کو معمور و منوّر فرماتے تھے۔ امام صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جو فوائد حاصل کئے تھے اب اُن کے دَورِ آخر میں اُس پر چلا ہوئی۔ هَنِيْئًا لَهٗ ثُمَّ هَنِيْئًا لَهٗ۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُ۔

حافظ سید محمد شاہی امام عیدگاہ اور حافظ محمد آفاق

ان دونوں صاحبان کو آپ سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی اور آپ کی اقتدا میں تراویح پڑھنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ یقیناً یہ ان حضرات کی خوش نصیبی تھی کہ گھر بیٹھے اُس دولتِ لازوال سے دامنِ مراد بھر رہے تھے، جس کی تلاش میں صدہا میل کا فاصلہ طے کر کے اللہ کے نیک بندے آیا کرتے تھے۔ امام عیدگاہ سید محمد کی وفات ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ و علیٰ محمد آفاق۔

مولانا عبدالرحمٰن راسخ اور مولانا حبیب الرحمٰن

یہ دونوں مولانا محمد حسین فقیر کے فرزند تھے۔ ان دونوں کو آپ سے محبت اور عقیدت تھی۔ حافظ منیر الدین منیر مولانا راسخ کے شاگرد تھے۔ وہ ان دونوں صاحبان کی محبت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مولانا راسخ نے مسجد شریف واقع گلی قاسم جان دلی میں قرآن مجید کا ترجمہ بیان کیا۔ ختم کے موقع پر آپ سے شرکتِ جلسہ کی درخواست کی۔ ان کی محبت کو دیکھتے ہوئے آپ تشریف لے گئے اور جلسہ میں شریک ہوئے اور آپ وہاں سے خوش آئے۔ رحمہ اللہ و رحم اخاہ حبیب الرحمٰن۔

خواجہ حسن نظامی اور مولانا ظفر علی خاں

جنگ بلقان کے زمانہ میں یہ دونوں صاحبان آپ سے ملنے آئے مسلمانانِ عالم کی پریشانی کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی چند روز ہوئے ہم خورجہ میں اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے مزار پر حاضر ہوئے (یہ بزرگ حضرت مرزا عبدالغفور خلیفہ حضرت شاہ غلام علی اور پیر صحبتِ شاہ عبدالغنی مجددی ہیں۔ قدس اللہ اسرارہم) ہم پر ظاہر ہوا کہ حضرت ننگے سر ننگے پاؤں مسلمانوں کی بہتری کے واسطے ان الفاظ سے دُعا کر رہے ہیں: "الٰہی تو ہم غریبوں پر رحم فرما اور مسلمانوں کی مصیبت دُور کر دے"۔ مولانا ظفر علی خاں دو تین دن کے بعد پھر آپ سے آکر ملے اور آپ کی محبت لے کر گئے۔ خواجہ صاحب احیاناً آپ سے ملا کرتے تھے۔ حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ کے عرس میں بھی شریک ہوئے۔ آپ اُن

سے مل کر خوش ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ

مولانا عبدالباری فرنگی محلی آپ سے خانقاہ شریف میں ملے اور بہت خوش ہوئے۔ آپ بھی ان سے بہ محبت ملے۔ رحمہ اللہ۔

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی آپ کی ذاتِ گرامی مجمعِ اوصافِ حسنہ تھی۔ خاندانی امارت اور وجاہت وراثۃً ملی تھی۔ پاکیزہ صورت، شائستہ اخلاق اور إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ "(اللہ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندہ پر دیکھے) کے مصداق تھے۔ علمِ ظاہر، دینی و دنیوی سے پوری طرح آراستہ اور علمِ باطن سے ساحتِ سینہ پیراستہ تھا۔ عربی کا یہ مصرع "مَا أَحْسَنَ الدِّيْنَ وَالدُّنْيَا إِذَا اجْتَمَعَا" (کیا ہی اچھا ہو اگر دین اور دنیا کا اجتماع ہو) آپ کے حسبِ احوال تھا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی آپ کے اساتذۂ کرام میں سے تھے۔ اور حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ آپ کے پیر و مرشد تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے قلبی تعلق اور محبت تھی اور آپ بھی اُن کی قدر کرتے تھے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو مولانا نے قطعۂ تاریخ وفات کہا جو کہ قطعاتِ تاریخ میں ان شاء اللہ نقل کیا جائے گا۔ میر عثمان علی خاں نظام حیدرآباد رحمہ اللہ وغفر لہٗ جوہر شناس تھے۔ انھوں نے آپ کو بلا کر "صدر الصدور امور مذہبی" کا عہدہ اور صدر یار جنگ کا خطاب دیا۔ سالہا سال آپ اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

مولانا کے صاحبزادے عبید الرحمٰن خاں و مسعود الرحمٰن خاں آپ سے بیعت ہوئے۔

مولانا جیسا جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی، دنیوی و اخروی ہزارہا اصحابِ کمال میں بمشکل کوئی ایک ہوتا ہے۔ ع بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَأَكْرَمَ نُزُلَهُ اَللّٰهُمَّ كَمَا جَعَلْتَهُ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا فَاجْعَلْهُ بِفَضْلِكَ الْعَظِيْمِ وَجِيْهًا فِي الْآخِرَةِ۔ (اللہ اُن پر رحم فرمائے اور مبارک کرے اُن کی منزل، اے اللہ جس طرح تو نے اُن کو دنیا میں عزت سے رکھا، ان کو اپنے فضل عظیم سے آخرت میں بھی عزت سے رکھ)

مولانا عبید الرحمٰن شروانی آپ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں بیعت ہوئے۔ ہر سال میلادِ مبارک کی محفل میں شریک ہوتے تھے اور آپ کے حلقہ میں پابندی سے آتے تھے۔ آپ اُن پر کمال شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کے دو بجے آپ نے عبید الرحمٰن خاں سے فرمایا۔ دیکھو کیسا اللہ کا فضل ہے۔ اور پھر آپ نے ہُوں فرمائی۔ آپ کے ہُوں کرنے سے مخلصینِ پاک نہاد کے قلوب پر بجلی کی طرح انوار و تجلیات کا ظہور رہا۔ کوئی وجد

میں آگیا کوئی مصروفِ آہ وبُکا ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ عبدالرحمٰن دیکھو کیسی خیر و برکت ہے۔ لوگ اس وقت غفلت میں ہیں اور یہاں اللہ کے بندے اس کی یاد میں مصروف ہیں۔ ایک رات عبدالرحمٰن خاں حلقہ میں شریک تھے۔ آپ نے اہلِ حلقہ کو خطاب کر کے فرمایا "جب سے تم مر کر گڑنے لگے ہو ہم نے اپنے پیرانِ عظام کے پاس جانا چھوڑ دیا ہے۔ ہم کو تمہاری قبریں انگاروں سے بھری نظر آتی ہیں۔ اور تم زندہ جب ہمارے پاس آتے ہو تو ایسا تکدر ہوتا ہے کہ ہم اپنے وظائف کو پورا نہیں کر سکتے اور جنگل جا کر تنہائی میں اپنے اوراد و وظائف کو پورا کرتے ہیں" ۱۳۸۱ھ کے میلاد شریف کے موقع پر آپ نے عبدالرحمٰن خاں سے فرمایا "عبدالرحمٰن، انوار کو دیکھو جو اس وقت نازل ہو رہے ہیں۔ دیکھ لو اچھی طرح دیکھ لو پھر تمہاری آنکھیں یہ نور جو اس وقت ہے نہ دیکھیں گی" عبدالرحمٰن خاں نے جب اس عاجز سے آپ کے اس مبارک ارشاد کو بیان کیا تو کہا کہ "خیال آیا کہ آپ کا سفرِ آخرت قریب آچکا ہے"

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ افراد میں سے اب صرف آپ کا وجود باقی رہ گیا ہے۔ جب آپ کا دلّی آنا ہوتا ہے تو اس عاجز سے ملتے ہیں۔ کچھ دیر کے لئے عہدِ زریں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں بہ عافیت رکھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کے فرزند حکیم جی

مولانا حکیم محمد مسعود صاحب مع چند رفقا کے آپ سے ملنے آئے۔ آپ بڑی محبت سے ملے، سب کی خاطر شیر چائے سے کی۔ آپ کی محبت بھری باتیں سُن کر حکیم جی اور ان کے رفقا متاثر ہوئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر میں آپ نے فرمایا "مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم اُن کے دوست تھے" رحمہم اللہ۔

مولوی عبدالاحد

مطبع مجتبائی دلّی کے مالک تھے۔ احیاناً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کوئٹہ میں بھی سیٹھ عبداللہ ہارون اور حاجی صالح میمن کے ساتھ آپ سے ملنے آئے۔ آپ نے رات کی دعوت کی۔ جب کھانے پر بیٹھے آپ کو اپنے مکان کے باغیچہ کا شفتالو (آڑو) یاد آیا۔ آپ جا کر تین دانے لائے اور تینوں کو دیئے۔ مولوی صاحب نے اس وقت بڑا پُر لطف مذاق حاجی صالح سے کیا۔ وہ آپ سے باتوں میں مصروف تھے۔ مولوی صاحب نے اُن کا شفتالو چھپا دیا۔ جب حاجی صاحب نے اپنا شفتالو غائب پایا تو بیساختہ اُن کی زبان پر آیا "یا حضرت زَلُود" (اے حضرت اُڑا لیا) اُن کے کہنے کا ڈھب کچھ ایسا تھا کہ سب کو ہنسی آگئی اور حضرت سیدی الوالد بھی مسکرائے۔ رات کے گیارہ بجے تینوں صاحبان رخصت ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ وغفرلہم۔

سید محمد میر وکیل کوچہ پنڈت دلی کے رہنے والے دلی کے شرفاء میں سے تھے۔ غالباً حضرت سیدی الوالد سے ایک یا دو سال عمر میں بڑے تھے۔ وہ اور ان کی والدہ صاحبہ اور دونوں خواہران آپ سے بیعت تھیں۔ اُن کی والدہ کی شہرت سید صاحب کی بیٹی سے تھی۔ اور وہ سید احمد خاں کے بڑے بھائی سید محمد کی صاحبزادی تھیں۔ جب اُن کی وفات ہوئی تو آپ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مولانا عبدالشکور کاکوروی حضرت شاہ ابو احمد مجددی بھوپالی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ اِس عاجز سے دو تین مرتبہ ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ میری اہلیہ حضرت شاہ صاحب سے بیعت تھیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا۔

مولانا عبد الحلیم شرر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کافی دیر بیٹھے۔ آپ ان سے بمحبت ملے اور وہ آپ کی محبت لے کر رخصت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

والدۂ شوکت علی محمد علی آبادی بانو والدۂ مولانا محمد علی شوکت علی حضرت مولانا شاہ ولی النبی مجددی رامپوری قدس سرہٗ سے بیعت تھیں۔ ذکرِ خیر میں مولوی عبدالغفار صاحب کے بیان میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ آپ اکثر آیا کرتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ کے پاس کافی دیر بیٹھا کرتی تھیں۔ جن دنوں مولانا محمد علی رحمہ اللہ اسیر فرنگ تھے (خذلہم اللہ، رسوا کرے ان کو اللہ) اُن کی اہلیہ سخت علیل ہوئیں۔ بی اماں ان کی دختر کو لے کر خانقاہ شریف آئیں۔ یہ دختر نو دس سال کی بچی تھی۔ اس بچی نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے اپنی والدہ صاحبہ کی صحت کے واسطے دُعا کرنے کو کہا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ بچی کی بات میں کیا اثر تھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تاثیر و تأثر کے اس عالم میں آپ نے مبارک ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی۔ حاضرین نے آمین کہی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور مولانا کی اہلیہ کو شفا ہوئی۔

دعا کے بعد آپ نے فرمایا۔ اس گردش و مصیبت کے وقت ہم نے اچھے اچھوں کے وظیفہ میں تغیر پایا۔ مگر والدۂ محمد علی کے وظیفہ میں باوجود پیرانہ سالی اور ہر طرح کے مصائب کے ذرہ بھر تغیر نہ آیا۔ یہ اپنے ایمان پر اُسی پختہ یقین کے ساتھ قائم ہیں جس طرح کہ روزِ اوّل تھیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔ (اللہ اُن پر رحم کرے اور اُن سے راضی ہو)

نواب سراج الدین خاں سائل سائل مرحوم کو آپ سے قلبی تعلق تھا۔ قاضی حوض کی مسجد شریف میں آپ تشریف لے گئے تو سائل صاحب

نے اپنا کلام سُنا کر آپ کو خوش کیا۔ دو تین مرتبہ صلاۃ التسبیح پڑھنے بھی خانقاہ شریف آئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

استاد بیخود دہلوی سید وحید الدین احمد بیخودؔ منشی ننھے خاں کی منجھلی بہن کے فرزند اور چھوٹی بہن روشن آرا بیگم کے داماد تھے۔ اواخر عمر میں حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکیم محمد احمد خان آپ حکیم عبدالمجید خاں مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے کامل اخلاص رکھتے تھے۔ اگرچہ حاضر کم ہوتے تھے۔ لیکن جہاں آپ کو دیکھتے جُھک کر دونوں ہاتھوں سے سلام و احترام پیش کرتے۔ روشن آرا باغ میں کئی مرتبہ اپنی چلتی سواری میں کھڑے ہو کر جُھک کر حسبِ معمول احترام پیش کیا۔ رحمہ اللہ و غفرلہٗ۔

خواجہ عبدالمجید منشی عبدالرحیم خاں کے صاحبزادے اور آپ کے نہایت مخلص تھے۔ مولوی بخش اللہ و مستری عبدالرحیم وغیرہما سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے حضراتِ صحابہ کے جو حالات سُنے ہیں اُس کے پیشِ نظر اتنا جانتے ہیں کہ اگر اُن مبارک احوال کی جھلک دیکھنی ہے تو خانقاہ شریف میں جا کر دیکھ لو۔ وہ باوجود اس اخلاص و عقیدت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں کیا مُنہ لے کر جاؤں۔ وہ بھی حکیم محمد احمد خاں کی طرح جب آپ کو دیکھتے فرشی سلام کیا کرتے تھے۔ اُن کی اہلیہ مبارک بیگم آپ سے بیعت تھیں اور خانقاہ شریف اکثر آیا کرتی تھیں۔ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِمَا۔

ڈاکٹر مختار احمد انصاری ذکرِ خیر میں "حیاتِ اجمل" سے ڈاکٹر صاحب کی عبارت اس عاجز نے نقل کر دی ہے۔ اُس دن سے ڈاکٹر صاحب صدقِ دل سے آپ کے معتقد ہوئے اور بڑی نیازمندی سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موری دروازے اور کشمیری دروازے کے درمیان فصیل سے متصل ایک کوٹھی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن پہاڑی سے آتے ہوئے آپ اُن کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ ان کے آدمیوں نے آپ کو کمرے میں بٹھایا۔ آپ کے تشریف لے جانے کے پانچ منٹ بعد ڈاکٹر صاحب موٹر میں آئے۔ یہ عاجز باہر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ وہ کوٹ پتلون اور انگریزی ٹوپی میں تھے۔ اُن کے ملازم نے آپ کی آمد سے اُن کو خبر دی۔ وہ پیچھے کے راستے سے بہت جلدی میں گھر کے اندر گئے اور وہاں سے چوڑی دار پاجامہ، شیروانی اور ٹوپی میں ملبوس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت والدہ صاحبہ کے پاؤں کا اپریشن انھوں نے اپنے ہاتھ سے خانقاہ شریف میں کیا۔

اور پھر کئی مرتبہ دیکھنے آئے۔ اُن کے ساتھ ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن آیا کرتے تھے اور ہر روز وہ آکر پٹی کرتے تھے۔ رحمہا اللہ علیہما۔

حکیم محمد اجمل خاں آپ کو حضرت سیدی الوالد سے قلبی تعلق تھا۔ باوجود اپنے مشاغل کے آپ کے پاس احیاناً آتے تھے۔ جب آپ رامپور تشریف لے گئے تو اُن کو معلوم ہو گیا کہ آپ نظر بند ہو گئے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے حافظ عبدالحکیم کو بُلا کر کہا کہ جاؤ اور حضرت صاحب سے کہو دو کہ رامپور سے باہر جانے کا قصد نہ فرمائیں۔ حکیم صاحب نے اپنے صاحبزادے اور صاحبزادی کی شادی میں آپ کو بُلایا اور آپ تشریف لے گئے۔

جمعہ ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۰ر جنوری ۱۹۲۳ء کو حکیم صاحب اور ڈاکٹر انصاری صاحب اور حاجی عبدالغفار (حاجی علی جان والے) حکومتِ ترکیہ کے انگورہ فنڈ میں چندہ لینے کے واسطے آپ کے پاس دن کے دس بجے آئے۔ آپ نے ڈیڑھ ہزار روپیہ ان کو دیا اور جناب ہمشیرہ وسطیٰ نے بھی دس روپے اُن کو ارسال کئے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَجَزَاهُمْ خَيْرًا عَلٰى خِدْمَةِ الْاِسْلَامِ وَرَضِيَ عَنْهُمْ۔

ڈپٹی محبوب عالم ڈپٹی صاحب کو دل کی بے کلی تھی۔ حصولِ اطمینانِ قلب کے لئے صوفیہ اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن گوہرِ مراد کہیں ہاتھ نہ آیا۔ آخر سید احمد شاہ قصوری کے ساتھ آپ کی خدمت حاضر ہوئے۔ آپ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی۔ اُن کے قلب کو سکون ملا اور پھر آپ سے بیعت ہوئے۔ ایک دن انھوں نے آپ سے کہا۔ رُوسیوں نے مشہد میں ظلم و تعدی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ کے رنج و افسوس کو دیکھ کر حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ حضور وہاں تو شیعہ رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "آخر کلمہ گو تو ہیں۔ ان کا نقصان ہمارا نقصان ان کی راحت ہماری راحت ہے۔ افسوس کہ اسی اختلاف نے مسلمانوں کو یہ روزِ بد دکھایا۔"

وہ افراد جو تفسیق و تضلیل و تکفیر کا حربہ اُٹھائے پھرتے ہیں آپ کے اس ارشادِ گرامی کو غور سے پڑھیں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضَاهُ۔

شرف الدین الکتبی سورت کے رہنے والے ہیں۔ بمبئی میں کتابوں کی تجارت ہے۔ سن تیرہ سو بائیس تیئس میں آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کے اتباعِ سُنّت و اجتناب از بدعت سے متاثر ہوئے۔ بعد میں حجازِ مقدس گئے۔ اور اہلِ نجد کے مسلک پر ہو گئے۔ مع ہذا حضرت سیدی الوالد کی محبت آخر تک اُن کے دل میں رہی اور انھوں نے اپنے ایک فرزند کی کنیت ابوالخیر رکھی۔ یہ بات ان کے فرزند عبدالصمد نے اس عاجز سے بمبئی میں بیان کی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

علی رضا زینل زینل صاحب کی وفات دو تین سال پہلے بمبئی میں ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے بیعت ہونے کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا: "میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی۔ اس زمانے میں میری مالی حالت کمزور تھی۔ سن تیرہ سو بیس بائیس کا واقعہ ہے میں خانقاہ شریف میں حاضر ہوا۔ اس دن وہاں کوئی محفل تھی۔ مسجد شریف لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں لوگوں کے پیچھے جوتیاں اُتارنے کی جگہ سے قریب بیٹھ گیا۔ محفل کے اختتام پر آپ نے ایک پٹھان سے کہا کہ جاؤ جہاں جوتیاں اُتارتے ہیں اسی کے قریب ایک شخص بیٹھا ہے اس کو لے آؤ۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے مجھ کو بیعت کیا۔"

یہ واقعہ ابھی چند ماہ پیشتر دو افراد نے بیان کیا جو حاجی زینل کے پاس اکثر بیٹھتے تھے۔ اور اُن سے کئی مرتبہ حاجی زینل نے خود بیان کیا۔ سنہ ۱۳۴۶ھ میں یہ عاجز حضرت برادرِ کلاں اور رفقا کے ساتھ جدّہ پہنچا۔ حاجی زینل نے اپنے مکان پر تھوڑی دیر ٹھیرایا اور قہوہ سے خاطر کی۔ اس کے بعد عاجز نے ان کو نہیں دیکھا۔ رحمہ اللہ۔

حسن علی بحرینی بحرین کے شیخ حسن علی عبدالرحمٰن آلِ تقی بدھ کے دن ۲۰ رجب سنہ ۱۴۰۰ ہجری مطابق ۴ جون سنہ ۱۹۸۰ء کو خانقاہ شریف آئے اور عاجز سے ملے۔ اُنھوں نے دیوانہ وار حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے مزار شریف کی جگہ دریافت کی اور فاتحہ پڑھ کر عاجز سے ملے۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ عاجز اُن کا بیٹا ہے تو عاجز کے ہاتھ کو اور سر کو بار بار چُوما۔ اور یہ کہا کہ میرے والد کے رشتہ دار عبدالعزیز الحنبی العوضی، ستر سال پہلے علی رضا زینل کے ساتھ حضرت شاہ ابوالخیر سے ملنے اس خانقاہ شریف میں آئے تھے۔ وہ حضرت کے چہرہ کی نورانیت کا بیان کیا کرتے تھے، مجھ کو آپ کے مزار شریف کی زیارت کی تمنا ہوئی اور آج میں حاضر ہوا اور پھر جلتے وقت سر کو اور ہاتھ کو بار بار چُوما اور رخصت ہوئے۔ جَعَلَہُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْن۔

لالہ پیارے لال دلّی کے جوہری تھے۔ کلکتہ میں کاروبار کرتے تھے۔ چوڑی دار پاجامہ، ململ کا انگرکھا، کندھے پر سفید پٹکا، سر پر مختصر پگڑی ہوتی تھی۔ سعادتِ ازلی نے ان کا ساتھ دیا۔ آستانۂ خیر پر حاضر ہوئے اور سیدی الوالد کے گرویدہ ہوئے۔ اُن کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام ہزاری لال اور چھوٹے کا رامچندر، رامچندر کی عمر نو دس سال کی تھی۔ یہ تینوں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ البتہ پیارے صاحب اور ہزاری صاحب نے اسلام کا اظہار نہ کیا۔ چھوٹے بیٹے نے اظہار کیا اور آپ نے اُن کا نام شیخ عبدالباری رکھا۔ پیارے صاحب نے مرتے

وقت عبدالباری سے کہا کہ حضرت صاحب کو میرا سلام پہنچا کر عرض کرنا کہ جو اقرار آپ کے ہاتھ پر میں نے کیا تھا اس پر قائم ہوں۔ ابھی چند سال پہلے ہزاری صاحب کی وفات ہوئی۔ سورہ یاسین سنی۔ اس عاجز کو سلام کے بعد کہلوایا کہ اللہ کے فضل سے اپنے قول و قرار پر قائم ہوں۔ عبدالباری کی بصارت عنفوانِ شباب سے زائل ہو گئی تھی۔ اللہ نے اُن کو بصیرت عنایت کی۔ اصحابِ نسبت میں سے تھے اور ذکر شریف کرتے ہوئے واصلِ حق ہوئے۔ هَنِيئًا لَهُ ثُمَّ هَنِيئًا لَهُ۔ جنازہ کی نماز عاجز نے پڑھائی۔ وَرَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَحِمَ آبَاءَهُ وَاِخْوَانَهُ وَغَفَرَ لَهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ۔

مِصباحُ الدین حقّی ذکرِ خیر میں جناب مصباح الدین صاحب کا ذکر آچکا ہے۔ یہ سرکاری ملازمت میں رہ چکے تھے اور اُن کے صاحبزادے اچھے عہدوں پر تھے۔ اس مجبوری کی بنا پر وہ ایک افسر سی۔ آئی۔ ڈی کو لے کر ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں آپ کے پاس آئے۔ مصباح الدین صاحب آپ کی رشتہ کی خالہ کے فرزند تھے۔ اور آپ اِس تعلق سے اُن کی خاطر کرتے تھے۔ اُن کے اس رویہ سے جو تکلیف آپ کو پہنچی اس کا رنج مصباح الدین صاحب کو بھی تھا اور اس کی وجہ سے انھوں نے اخیر تک آپ کو اپنا منہ نہ دکھایا۔ ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ اُن کے کسی فرزند یا دختر کی شادی تھی۔ اس موقع پر انھوں نے اپنے کسی عزیز کے ہاتھ آپ کو دعوتی رقعہ ارسال کیا۔ چنانچہ عصر کو آپ تفریح کو جاتے ہوئے اُن کے گھر پھاٹک مفتی والان تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور جناب مولوی سردار احمد مجددی رامپوری اور ایک پٹھان تھا۔ جس وقت آپ وہاں پہنچے عزیزوں اور مہمانوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ مصباح الدین صاحب خود ایک کمرے میں تشریف لے گئے اور اپنے صاجزادوں سے کہا کہ حضرت کی خاطر و مدارات کریں۔ چنانچہ آپ کو ان کے صاجزادوں نے چبوترے پر بٹھایا اور چائے بسکٹ وغیرہ سے تواضع کی۔ آپ نے فرمایا "ہمارے بھائی مصباح الدین کہاں ہیں؟" وہ آپ کی پشت پر کمرے میں کھڑے سُن رہے تھے۔ اُن کے بچّوں نے کہا۔ حضرت وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہمارے ساتھ بھائی مصباح الدین نے جو کچھ کیا وہ معلوم ہے۔ اب ان کے گھر میں خوشی ہے۔ انھوں نے ہم کو بُلایا۔ دیکھو ہم آگئے۔ اچھا اُن سے ہمارا سلام کہہ دینا" اور آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بگھی تک اُن کے صاجزادے وغیرہ آئے اور آپ کو احترام سے سوار کرایا۔ جناب مصباح الدین صاحب آپ کے جنازے میں شریک ہوئے۔ اُن کی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری تھا۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَغَفَرَ لَهُ وَرَضِيَ عَنْهُ۔

سعیدالزبیر فرزند محمد زہیر بن سراج الزبیر بن احمد بخش بن عبدالقدوس بن عبدالقادر بن

قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر قدس اللہ اسرارہم، مغلپورہ، دہلی میں رہتے تھے۔ دلّی میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اولاد میں حضرت سیدی الوالد کے علاوہ صرف ان کی ذات تھی۔ قبلۂ عالم کی مسجد شریف اُن کے دم سے آباد تھی اور حضرت شاہ آفاق کے مزارِ پُرانوار کی حفاظت بھی وہی کرتے تھے۔ مسجد شریف کے پاس کھپریل کی چھت کے آٹھ دس مکان ان کے تھے۔ تنگی معاش کی وجہ سے سب مکان کسی بنیے کے پاس گروی تھے۔ آپ کو علم ہوا تو منشی حسین علی وغیرہ کو بیچ میں ڈالا اور بنیے کو روپیہ دے کر کاغذات سعید الزبیر صاحب کو دلوائے۔ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ بلکہ حضرت والدہ صاحبہ اور ہمشیرگان کو بھی لے جاتے تھے۔ وہ اُن کی اہلیہ صاحبہ سے ملتی تھیں۔ سعید الزبیر صاحب اکثر آپ کی خدمت میں آتے تھے۔

اِس عاجز کی آخری ملاقات اُن سے شنبہ ۹ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق یکم فروری سنہ ۱۹۴۷ء کو ہوئی اور سہ شنبہ کی صبح کو سوا نو بجے ۲۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۴۷ء ان کی وفات ہوئی۔ اور چار ماہ بعد جب دلّی میں کشت و خون کا بازار گرم ہوا تو اُن کے بڑے صاحبزادے رشید الزبیر شہید ہوئے۔ اُن کے بھائی حمید الزبیر و حفیظ الزبیر اس ہنگامۂ زد و خورد میں اپنے اور مرحوم برادر کے اہل و عیال کو لے کر پنجاب چلے گئے۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُمَا وَحَفِظَ مَنْ لَاذَ بِبَاكِسْتَانَ وَالْتَجَا إِلَيْهِ مِنْ أَوْلَادِهٖ۔

بمبئی کے میمن

حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے عرس شریف کے سلسلہ میں بمبئی کے میمن سرہند شریف جاتے اور آتے ہوئے دلّی آتے تھے۔ اُن میں سے بعض افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ غالباً ۱۳۳۹ھ کا واقعہ ہے کہ چار پانچ میمن آپ سے ملنے آئے اور انھوں نے التجا کی کہ چائے کی دعوت عصر کے وقت قبول فرمائیں۔ آپ نے اُن کی التجا منظور کی۔ انھوں نے کہا کہ آپ سب مخلصین کو بھی ساتھ لائیں۔ چنانچہ چالیس پچاس دلّی کے اور اسی قدر افغانستان کے مخلصین عصر کے وقت چار بجے فتحپوری کے پاس کورونیشن ہوٹل پہنچ گئے۔ اس کی پہلی منزل میمنوں نے آپ کی دعوت کے لئے مخصوص کرائی تھی۔ آپ عصر کو وہاں پہنچے۔ بیٹھنے کے بعد حسبِ معمول آپ نے آنکھیں بند کیں اور دو تین منٹ کے بعد گھبرا کر حافظ عبد الحکیم اور حاجی ملا احمد خان سے فرمایا "یہ کیا بات ہے یہاں آکر ہماری طبیعت میں انقباض پیدا ہوا ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے"۔ پھر آپ نے میمنوں کو بُلایا اور اُن سے دریافت کیا کہ دعوت کس نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ حضور، دعوت میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو جھوٹ نہ بولو، کیا تم سُودی کاروبار بھی کرتے ہو۔ اس نے اقرار کیا۔ اقرار کرنے پر آپ کے مبارک چہرے پر شگفتگی کے آثار پیدا ہوئے اور آپ نے اس سے

کیا۔ دیکھو اللہ کے عذاب سے اپنے کو بچاؤ۔ ہم ناپاک مال کا استعمال نہیں کرسکتے۔ لہٰذا ہم جاتے ہیں۔ اس میمن کے پاس ایک دوسرا میمن بیٹھا تھا۔ اس نے آپ سے کہا حضرت یہ دعوت آپ میری طرف سے قبول فرمائیں میرا پاک مال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ دعوت دینے والے اس پر راضی ہو جائیں اور ابھی ہمارے سامنے تم سے وہ سارا خرچہ لے لیں جو انھوں نے کیا ہے تو ہم تمہاری دعوت قبول کرلیں گے۔ داعی نے دو سو روپے ہوٹل کا کرایہ دیا تھا اور تقریباً تین سو روپے کے پھل، بسکٹ، چائے، عطر، پان وغیرہ تھے۔ اس نے یہ ساری رقم دوسرے میمن سے لی۔ پھر آپ نے داعی اوّل سے فرمایا۔ اب تم بھی ہمارے خادموں کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہو۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر ہوا کہ آپکے مبارک ہاتھ پر سود سے توبہ کی اور آپ کے خادموں میں شامل ہوا۔ دو سال پہلے اس کا بیٹا اس عاجز سے ملا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اللہ کا فضل ہے اس دن سے ہم لوگ سود کے کاروبار سے بالکل الگ ہیں۔ رحمہ اللہ و غفرلہٗ۔

زبدۃ الکلام آپ نے جب سے ہوش سنبھالا اور جب تک آپ کی رحلت ہوئی، حرام و مکروہ اور مشتبہ مال سے اجتناب کیا۔ جس سے بھی ملے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ملے اور جس کو بھی نکالا صرف اس کے لئے نکالا۔ اگر کسی سے محبت کی تو اُسی کے لئے اور اگر نفرت کی تو اُسی کے لئے۔ جس سے بھی آپ کو نفرت ہوئی کبھی آپ نے اس کا ذکر نہ کیا۔ ہندوستان کے بعض افراد نے جناب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف، میلاد شریف، علم شریف اور نماز میں التحیات پڑھتے وقت آپ کے خیال مبارک کے متعلق جو کہ موصل الی اللہ جل شانہٗ ہے قبیح اور نہایت کریہہ الفاظ لکھ دیئے ہیں۔ آپ اُن سے اور ان کی تحریرات سے متنفر تھے۔ آپ فرماتے تھے ہر وہ تعبیر جس کے سننے سے دل کو رنج پہنچے اللہ تعالیٰ کے لعن کی مستوجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

مولوی ریاست علی آپ خانقاہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ مولانا سیف الرحمٰن، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی اور چند دوسرے علماء اور اہلِ حلقہ بیٹھے تھے کہ شاہجہانپور کے مولانا ریاست علی تشریف لائے۔ یہ حضرت مولانا ارشاد حسین مجددی رامپوری کے شاگرد و مرید تھے۔ انھوں نے التحیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تصوّر کے متعلق ایک اشتہار کی گندی عبارت پڑھ کر سنائی۔ اشتہار کی عبارت اردو میں تھی۔ اور کہا۔ حضرت، یہ لوگ ایسی عبارتیں

لکھ رہے ہیں۔ آپ کو نہایت ملال ہوا اور آیت مذکورہ بالا پڑھ کر فرمایا۔ ایسے افراد پر لعنت ہے۔ اور انتہائی رنج والم کی وجہ سے آپ اٹھ کر حرم سرا میں چلے گئے۔ مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے مولوی ریاست علی صاحب سے کہا۔ آپ نے یہ ذکر کیوں چھیڑ دیا۔ کیا مبارک مجلس تھی اور وہ درہم برہم ہوئی۔ انھوں نے فرمایا۔ میرے دل کو بڑا رنج پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ یہ عبارت اُردو کی جو میں نے پڑھی ہے بعض افراد اس کی تحسین کرتے ہوئے چھپوا رہے ہیں۔

مسجودلہٗ اور مسجود الیہ یہ عاجز کہتا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس اللہ سرّہٗ الاقدس وَنَوّرَ ضَرِیْحَہٗ وَرَوَّحَ رُوْحَہٗ کا مسلک نہایت احتیاط پر مبنی تھا۔ ڈپٹی محبوب عالم کے ذکر میں "مشہد" کا بیان گزر چکا ہے۔ آپ نے فرقہ شیعہ کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ کسی کلمہ گو کو آپ نے کبھی کافر نہیں کہا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان پر عامل تھے

فطوبیٰ له ثم طوبیٰ له وله ان شاء الله عند الله لَزُلْفٰی وَحُسْنُ مَآبٍ۔

اِس عاجز کو تعجب ہوتا ہے کہ ایسی گندی عبارات لکھنے والوں کو یہ خیال نہ آیا کہ حضرت دُرّہ بنت ابی لہب سے کسی نے کہہ دیا۔ تم اُس شخص کی لڑکی ہو جس کے بارے میں تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی ہے۔ حضرت دُرّہ کو رنج ہوا اور وہ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور واقعہ عرض کیا۔ آپ کو نہایت ملال ہوا اور آپ باہر تشریف لائے اور سب کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا۔ "یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَالِیْ اُوْذٰی فِیْ اَھْلِیْ فَوَاللّٰہِ اِنَّ شَفَاعَتِیْ لَتَنَالُ بِقَرَابَتِیْ" یعنی مجھ کو میرے عزیزوں اور قرابت داروں کی وجہ سے کیوں رنج پہنچایا جاتا ہے" کیا سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کوئی ایسی گندی عبارتیں کہہ سکتا ہے۔ کیا مسئلہ کے بیان کرنے کے لئے یہی تعبیر اَدا رہ گئی ہے افسوس صد افسوس۔

احیاء العلوم اگر یہ افراد مسجود لہٗ اور مسجود الیہ کے فرق کو سمجھتے تو ایسی عبارت کسی حال میں نہ لکھتے۔ کعبۃ اللہ مسجود الیہ ہے۔ اس کی طرف سجدہ کیا جا رہا ہے مسجود لہٗ نہیں ہے کیونکہ سجدہ صرف اللہ جلّ شانہٗ کے لئے ہے۔ کعبۃ اللہ کو بہ کمال تعظیم مسجود الیہ بنایا جا رہا ہے اور ایمان میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہی کیفیت التحیات میں آپ کے خیال شریف کی ہے جس کا بیان حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرّہٗ نے اِن الفاظ سے "الاحیاء" میں کیا۔ وَاحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ لِیَصْدُقْ اَمَلُكَ فِیْ اَنَّہٗ یَبْلُغُہٗ وَیَرُدُّ عَلَیْكَ مَا ھُوَ اَوْفٰی مِنْہُ۔ الخ۔ سبحان اللہ کیا موصل الی اللہ

بیان ہے۔ حضرت مولانا محمد احسن نانوتوی قدس اللہ سرہٗ ورفع مکانہٗ نے "مذاق العارفین" میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے۔ (دیکھو ج ۱ ص ۱۵۱) "اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود با وجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ (اے نبیؐ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں) اور اپنے دل میں بھی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کے کامل تر عنایت فرماویں گے۔" اگر یہ مدعیانِ علم اور "تحقیق" "الاحیاء" اور "مکتوبات" "قدسی آیات" کا مطالعہ کر لیتے تو ایسی ایمان سوز عبارت سے بمراحل دور رہتے۔ حضرت سعدی رحمہ اللہ کیا خوب کہتے ہیں۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز ۔۔۔ کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند ۔۔۔ کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

حضرت سیدی الوالد نے امام حجۃ الاسلام، مخدوم عبدالاحد امام ربانی قدس اللہ اسرارہم کی ہدایات پر عمل کیا اور یہی جذبۂ محبت اپنے مخلصین میں اللہ کے فضل وکرم سے پیدا کر کے اس حدیث شریف کا مصداق بنایا جس کو بخاری ومسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی السَّاعَةُ قَالَ وَیْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا۔ تم نے اس کے واسطے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے اس کے واسطے کوئی تیاری نہیں کی ہے مگر میں اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس حدیث شریف کے مستحق ہیں جس کو بخاری نے روایت کی ہے۔ اِنَّ رَجُلًا اسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ یُلَقَّبُ حِمَارًا کَانَ یُضْحِكُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهٗ فِی الشَّرَابِ فَاُتِیَ بِهٖ یَوْمًا فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا اَکْثَرَ مَا یُؤْتٰی بِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهٗ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (ایک شخص کا نام عبد اللہ تھا اور شہرت حمار کے نام سے تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور شراب کے سلسلہ میں اس کو کوڑے لگ چکے تھے۔ ایک دن وہ لایا گیا اور آنحضرت نے اس کے کوڑے لگوائے۔ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ تو اس پر لعنت کر، کس کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس پر لعنت نہ کرو۔ قسم ہے اللہ کی مجھ کو یہ معلوم ہے کہ وہ اللہ سے اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

ہوا جو گرفتارِ عشقِ نبی ۔۔۔ وہ دوزخ سے بے شک ہوا ہے بری

جو نارِ محبت کا ہو سوختہ | نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
محبت سے جو سینہ افگار ہو | اُسے کس طرح خطرۂ نار ہو
قتیلِ وفا پر ہو رحمت مدام | بہشتِ بریں ہوگا اس کا مقام
نہ اس میں خفا ہے نہ تنکیر ہے | مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی یہ تفسیر ہے

شیخ فریدالدین عطّار

چونکہ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ کے اشعار اس عاجز کے مذاق پر ہیں اس لئے ان کو لکھتا ہے۔

درود از حضرتش بر جانِ آں کس | کہ نامد مثلِ او اندر جہاں کس
بہین و برترینِ آفرینش | سرو چشمِ خرد را تاج بینش
خرد بینا بہ نورِ روئے او شد | معطّر از نسیمِ کوئے او شد
زمین و آسماں و عرش و کرسی | بہشت و دوزخ و جنّی و انسی
ز بہرِ اوست بشنو از دلِ پاک | بدیں روشن دلیلے ہست لولاک
مُرَفَّہ انبیا در زیرِ جاہش | مشرّف اولیا از خاکِ راہش
بہ جودش انبیا گشتند محتاج | ز لطفش اولیا بر سر نہند تاج
دریں عالم ہر آں کو برتری یافت | ز خاکِ درگہِ او سروری یافت
بہ معنی بُد مقدّم بر ہمہ کس | اگرچہ صورتِ او آمد از پس
بہ صورت آدم او را گر پدر بود | بہ معنی او، پدر آدم پسر بود
عملہا را بہ حضرت رابطہ اوست | اگر مقبول گردد واسطہ اوست
محمد در شریعت نامِ او داں | ولیکن در حقیقت احمدش خواں
بیفگن میمِ احمد از طریقت | کہ تا نامش بدانی در حقیقت
خدا را در الٰہیت اَحد خواں | نبی را در عُبُودِیّت یکے داں
چو حق اندر خدائی فرد و داناست | نبی در بندگی بے مثل و ہمتاست
یقین داں تاکہ نشناسی خدا را | نہ دانی قدر و جاہِ مصطفا را
تو او را چوں بدانستی تمام است | ترا کارِ دو عالم با نظام است

حضرت سیدی الوالد ہر اس شخص سے ملتے تھے جو محبت لے کر آتا تھا۔ قاری محمد ابراہیم قنوجی قاری محمد، قاری بابو بشیر احمد، حاجی قدرت اللہ، حاجی ظفیر الدین، حکیم محمد شفیع، حکیم قیام الدین، حکیم اکرم الدین، اور

ابوالحسن خاں، پیرجی کرار حسین، پیرزادہ محمد حسین جج، پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد وغیرہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ اُن سے ملتے تھے۔ رحمہم اللہ وغفرلہم۔

پیرزادہ مظفر احمد

ان کا مکان سبزی منڈی میں تھا۔ ایک دن جب آپ روشن آرا باغ تشریف لے جارہے تھے۔ وہ آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ اس سال ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کا "شکوہ" چھپا تھا۔ مظفر احمد صاحب کو شعر سے لگاؤ تھا۔ انھوں نے شکوہ کا جواب لکھا تھا۔ وہ آپ کو سنایا اور پھر آپ سے کہا۔ مجھ کو شعر کہنے کا شوق تھا، لیکن کہہ نہیں سکتا تھا۔ مجھ سے ایک دوست نے ایک بزرگ کا بیان کیا۔ (ڈپٹی صاحب نے اُن کا نام لیا اور جائے رہائش بتائی جو کہ یہ عاجز "صَاحِبُ الْخَطَأِ وَالنِّسْیَان" بھول گیا ہے) کہ وہ کچھ پڑھ کر اپنا لعابِ دہن جس کے منہ میں لگادیں وہ شعر کہنے لگتا ہے۔ لہٰذا میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے اپنا لعاب دہن میری زبان پر لگایا اور اس دن سے میں روانی کے ساتھ شعر کہتا ہوں۔ یہ واقعہ بیان کرکے انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو اُن کے پاس لے جاؤں۔ اور ڈپٹی صاحب نے حضرت برادرِ کلاں کی طرف اشارہ کیا۔

ایک کایستھ

حضرت سیدی الوالد سے ملنے کی خواہش اکثر افراد کو تھی لیکن آپ کے احوال کے پیشِ نظر آنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ غیر مسلم افراد آپ کے پاس آتے تھے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ جیسے ڈاکٹر موہن لال، رتن لال، شام لال اور ایک شخص گیروا لباس پہنے دراز زلفوں والے اور ایک کایستھ جو ترکمان دروازے کی طرف رہتے تھے۔ کایستھ صاحب کی دراز ریش تھی اور وہ کارچوب (زری کا کام) میں ماہر تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے کام کا نادر نمونہ آپ کے پاس لائے۔ اِس میں انھوں نے پہاڑ کا نقشہ بنایا تھا جس پر دو تین درخت بھی تھے۔ اس کے دامن میں ایک شخص ہتھوڑا لئے کھڑا ہے جس نے پہاڑ کے ایک حصّہ کو توڑ کر نالا بنا لیا ہے اور دُور ایک ہرن چھلانگ لگا رہا ہے۔ آپ نے اس کام کو دیکھا اور حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر قدس اللہ سرہ الاقدس کا یہ شعر بار بار پڑھا۔

ہر دم از یارانِ دیرین یاد می آید مرا　　کوہ کن از جوئے شیریں یاد می آید مرا

(ہر وقت مجھے پُرانے دوستوں کی یاد آتی ہے۔ جوئے شیریں کی وجہ سے کوہ کن یاد آتا ہے)

اِس شعر کو پڑھتے پڑھتے آپ نے آنکھیں بند فرمالیں اور تقریباً دس منٹ ایک کیفیت میں رہے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَیَا نَوَاس مَا اَحْسَنَ مَا قَالَہٗ۔

تَأَمَّلْ فِیْ نَبَاتِ الْاَرْضِ وَانْظُرْ　　اِلٰی آثَارِ مَا صَنَعَ الْمَلِیْکُ

۲۔ عُیُوْنٌ مِنْ لُجَیْنٍ شَاخِصَاتٌ　　بِاَبْصَارٍ ھِیَ الذَّھَبُ السَّبِیْکُ
۳۔ عَلٰی قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاھِدَاتٌ　　بِاَنَّ اللّٰہَ لَیْسَ لَہٗ شَرِیْکُ

۱۔ زمین کی نباتات پر غور کر اور دیکھ اُن آثار کو جو خدا نے بنائے۔
۲۔ کہ رُوپہلی آنکھیں سونے سے ڈھلی ہوئی پتلیوں سے دیکھ رہی ہیں۔
۳۔ زبرجد کی شاخوں پر گواہ ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

آپ نے اُن کالیتھ کو دو روپے انعام دیا اور جب تک آپ حیات رہے ہر سال یہ انعام دیتے رہے۔

اہلِ حدیث

دلی کے وہ افراد جو اہلِ حدیث کہلاتے ہیں آپ کے پاس آتے تھے اور آپ اُن سے ملتے تھے۔ مولانا نذیر حسین محدث پھاٹک حبش خاں دلی میں رہتے تھے۔ اُن کی سمدھن نے اُن سے کہا کہ میں حضرت شاہ ابوالخیر سے بیعت ہونا چاہتی ہوں آپ کی کیا رائے ہے۔ مولانا نے اُن سے کہا۔ وہ پابندِ شریعت بزرگ ہیں، اُن سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ عفیفہ آپ سے بیعت ہوئیں مولانا کے نواسے مولوی ابوالحسن بارہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تسکین قلب حاصل کی۔

ایک دن آپ روشن آرا باغ کو چاندنی چوک کے راستہ سے گئے۔ اس زمانے میں حاجی علی جان والوں کی دوکان چاندنی چوک میں سنہری مسجد اور گھنٹہ گھر کے مابین سمتِ جنوب بالاخانہ پر تھی۔ وہاں صحن میں ان کی جماعت ہو رہی تھی۔ یہ لوگ رکوع میں تھے کہ آپ کی نظر اُن پر پڑی۔ وہ رکوع ہی میں رہے کہ آپ کی بگھی آگے بڑھ گئی۔ آپ نے احترام کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا اور کہا کہ یہ لوگ حدیث شریف پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے واسطے دُعائے خیر کی۔

حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے کا ذکر "ذکرِ خیر" میں گزر چکا ہے۔ شیخ عطاء الرحمٰن سگرٹ والے اُن کے سمدھی تھے۔ وہ سخت علیل ہوئے۔ بہ ظاہر امیدِ حیات نہیں رہی تھی۔ انھوں نے حافظ محمد اسحاق سے کہا حضرت شاہ صاحب سے آپ دعا کرائیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ ان کی دُعا سے مجھ کو صحت ہوگی۔ حافظ محمد اسحاق نے آپ سے کہا۔ آپ نے فرمایا: "ہم نے سنا ہے وہ وہابی ہیں اور وہابی ہمارے ائمہ اور بزرگانِ دین کو بُرا کہتے ہیں اور اُن کی توہین کرتے ہیں۔" حافظ محمد اسحاق نے کہا: "وہ وہابی نہیں ہیں بلکہ اہلِ حدیث کی جماعت سے ہیں، ائمہ و بزرگانِ دین کو بُرا نہیں کہتے۔" یہ سُن کر آپ نے فرمایا: "پھر تو وہ ہمارے ہیں" یہ فرما کر آپ نے شیخ عطاء الرحمٰن کے لئے دعا کی۔ اہلِ حلقہ نے آمین کہی۔ اور ارشادِ نبوی عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ظہور ہوا۔ دَعْوَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ بِظَہْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَۃٌ، عِنْدَ رَاْسِہٖ مَلَکٌ مُوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْہِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِہٖ آمِیْن وَلَکَ بِمِثْلٍ۔ رواہ مسلم کتاب الدعوات من المشکوٰۃ۔

عطاء الرحمٰن کو اللہ نے شفا دی۔

شیعانِ علی

ارباب جان محمد کا واقعہ "ایک خاص کیفیت" کے تحت معمولات میں گزر چکا ہے۔ انہی دنوں کوئٹہ میں محرم کی دسویں شب کو ایک ہزارہ نوحہ خوانی اور سینہ کوبی کرتا ہوا مر گیا۔ جب آپ تفریح کے واسطے بگھی میں روانہ ہوئے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر آپ خاموش رہے اور پھر فرمایا:۔ اس کو بُرا نہ کہو۔ اگر اس نے اہلِ بیتِ اطہار رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ کی محبت میں یہ کام کیا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ کی رحمت اس کے شاملِ حال ہو۔"

جن دنوں آپ کا قیام میرٹھ میں تھا چند ایرانی آپ سے ملنے آئے۔ وہ سب شیعہ تھے۔ آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ آپ کی کوٹھی کے قریب انھوں نے قیام کیا تھا۔ اتفاق سے اُن کی اشرفیاں گُم ہو گئیں۔ ہر چند تلاش کی لیکن دستیاب نہ ہوئیں۔ انھوں نے نیت کی کہ خدایا اگر یہ اشرفیاں مل گئیں تو ہم حضرت صاحب کی خدمت میں کچھ پیش کریں گے۔ صبح کو وہ اشرفیاں مل گئیں۔ اور وہ نذر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے عذر کیا۔ اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ حضراتِ صحابہؓ کو بُرا نہیں کہتے بلکہ تفضیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ نے ان کی نذر قبول فرمائی۔

ایران کے ایک مجتہد سیاہ جُبّہ پہنے آپ کی خدمت میں ایران سے آئے۔ جو خیال لے کر اور جو تعریف سُن کر آئے تھے اس سے کہیں زیادہ آپ کو پایا اور شنیدہ کے بُود مانند دیدہ کی حقیقت اُن پر واضح ہوئی۔ کئی دن تک برابر آتے رہے اور بالآخر آپ کی مُریدی کا اظہار کیا۔ انھوں نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں شیعہ ہوں اور قلب کی طہارت و صفائی کے لئے آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اُن سے اقرار لیا کہ وہ حضرات صحابہ میں سے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کسی کو بُرا نہیں کہیں گے اور اُن کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کر لیا۔

مولوی بخش اللہ کی کتاب

مولوی بخش اللہ چھتہ لال میاں دلّی میں رہتے تھے۔ آپ کے جاں نثار اور قدیم مخلصوں میں سے تھے جو واقعہ اُن کے سامنے پیش آتا تھا اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی وفات کے بعد انھوں نے باوجود تنگدستی و قرضداری و کم فرصتی کے آپ کے حالاتِ زندگی لکھے۔ اس میں جو واقعہ اپنا چشم دید لکھا ہے وہ دُرست ہے اور جو سماعی ہے وہ از قسم رطب و یابس ہے۔ وہ خود بھی صفحہ ۲۵۹ پر اس کا اظہار کر رہے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت برادرِ کلاں اور قدیم برادرانِ طریقت نے اس کو پسند نہ کیا۔ بنا بریں اس کی اشاعت نہ ہوئی اور نہ وہ اس کا دوسرا حصہ چھپا سکے جیسا کہ اُن کا ارادہ تھا۔ پنجشنبہ ۲۷ صفر ۱۳۷۲ھ مطابق ۵ نومبر

۱۹۵۲ء دن کے ساڑھے نو بجے رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ وحشرہ مع من احبہ۔

چو وے از محبانِ آں حضرت است — زما ہر نمط لائقِ مدحت است

(چونکہ وہ آں حضرت کے دوستوں میں سے ہے۔ بہر نوع وہ ہماری جانب سے لائقِ تحسین ہے)

وہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں "جو ایک دفعہ اس آستانۂ عالیہ میں داخل ہوگیا اس نے وہ حظ اُٹھایا کہ پھر مر کر ہی نکلا۔ حالت یہ تھی کہ جب کسی کو اس کی بداعمالی پر تنبیہ ہوتی اور نفس کی انانیت سے مغلوب ہو کر دل میں خیال کرتا کہ کل میں نہیں آؤں گا۔ مگر دوسرے دن پھر کشش ہوتی، آتا اور پھر آتا۔ ہر چند دھتکارتے مگر وہ شخص آتا اور پھر آتا۔ جس کی یہ حالت ہوئی سمجھ لو کہ اس کو کھل گیا اور جو بگڑ کر چل دیا محروم رہا۔ اور یہ حالت وسوسے کی کسی نازک مزاج ہندوستانی کو ہی ہوتی تھی۔ افغان طالبانِ حق اس بیہودہ خیال سے بالاتر تھے۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ وہ آستانے پر ہی پڑے ہوئے ہیں۔ کسی یورپین سیاح نے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کی شانِ عالی میں کہا ہے کہ ہندوستان میں ایک بزرگ اپنے مزار کے اندر سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ وہ سیاح اگر حضرت سے ملتے اور یہ حالت دیکھتے تو بے اختیار بول اُٹھتے کہ آپ بھی ایک پیر ہیں جو افغانوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور افغانی قوم آپ کی کوڑیا غلام ہے۔ یہ گمانِ غالب ہے کہ اگر دیگر مشائخ زمانہ اپنے مریدوں پر حضور کے جلال کا دسواں بھی ظاہر کریں تو سب مرید کبوتر بن کر اُڑ جائیں مگر یہ کمال بہ فضلِ خدا حضرت ہی کو حاصل تھا کہ خدام باوجود سخت و سست سننے کے اپنی جگہ پر جمے رہے اور آپ ہی کا کلمہ پڑھتے رہے۔ اگر حضرت فقیر تھے تو بادشاہ بھی تھے اور اگر بادشاہ تھے تو فقیر بھی تھے۔ دونوں صفتیں بدرجۂ کمال آپ میں جمع تھیں جن کو دیکھ کر حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ بے دیکھے یاد آجاتا تھا۔ الخ

بُلبُلِ گلزارِ خیر

حافظ منیرالدین منیرؔ کا ذکر معمولات کے آخر میں گزر چکا ہے، وہ مولوی بخش اللہ کے رفیق و ہمسایہ تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کو یہ قصیدہ سُنایا تھا۔ اِس قصیدہ میں آپ کے اُن اوصاف و محاسن کا ذکر ہے جو کہ از انعامات و اکراماتِ الٰہیہ ہیں اور حضرت حق نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔

ابوالخیر دو عالم تاجدارِ اصفیا تم ہو — وقارِ صُوفیا، شانِ گروہ اولیا، تم ہو
ہماری آرزو تم ہو، ہمارے مُدّعا تم ہو — ہمارے یوسفِ ثانی، ہمارے دلرُبا تم ہو
کوئی دیکھے ہماری آنکھ سے تم کو کہ کیا تم ہو — سکونِ جان و دل ہو قُرّۃ عینِ ضیا تم ہو
تمہیں چشمِ حقیقت بیں سے جو دیکھے تو کچھ سُوجھے — تماشائے جہاں ہو قدرتِ ربُّ العُلا تم ہو

نہیں موجود تم جس بزم میں دل کیا لگے اس میں
وہی مجلس ہے اک مجلس جہاں رونق فزا تم ہو

جہاں تم ہو وہیں ہم ہیں جہاں ہم ہیں وہیں ہو تم
تمہارا اک پتا ہم ہیں، ہمارا اک پتا تم ہو

علالت آپ کی فرقت ہے، قربت آپ کی صحت
اتو کیا بات ہے تم ہیں مرض تم ہو دوا تم ہو

جہاں ہو ذکر کی محفل نہ داخل ہو کوئی شیطاں
وہاں یا تم ہو یا ہم ہوں فقط یا ہم ہوں یا تم ہو

جسے سیراب کر دو تم حیاتِ جاوداں پائے
اثر اس میں کہاں یہ چشمۂ آبِ بقا تم ہو

جسے تم دیکھ لو چشمِ عنایت سے بنے کندن
نہ کیوں پھر قلزمِ عرفاں کے دُرِّ بے بہا تم ہو

فرشتوں نے ندا دی ہے قبولِ حق ہوئے حضرت
نہ ہو مقبولِ خلقت کیوں کہ مقبولِ خدا تم ہو

مالِ عرض ابراہیمؑ ہے ذاتِ رسول اللہ
زہے نسبت کہ اپنے جد کے انجامِ دعا تم ہو

عجم میں آپ کی شہرت، عرب میں آپ کا چرچا
خدا کے فضل سے گھر بیٹھے بیٹھے جا بہ جا تم ہو

جہاں تم جاتے ہو رہتا نہیں شر اس جگہ باقی
سراپا خیر، اسمِ بامسمّٰی، مرحبا تم ہو

یہ مانا واقفیت کی ضرورت ہے زمانے میں
اُسے کیا فکر جس کے منزلِ مقصد نما تم ہو

پتا اُس کا چلایا، طالبوں نے تم کو جب پایا
یہ کیا کم مرتبہ ہے اُس کے گویا نقشِ پا تم ہو

جب آتا ہے کوئی غمگیں تو ہو جاتے ہو تم غمگیں
حقیقت میں تمہیں ہمدرد ہو، درد آشنا تم ہو

مزا آتا ہے خوش ہونے کا تقریباً بگڑنے میں
کبھی راضی ہو ہم سے تم، کبھی ہم پر خفا تم ہو

قصیدہ یہ سنا جس نے کہا یوں کر کے چار آنکھیں
منیرؔ اس پیرِ کامل کے عجب مدحت سرا تم ہو

قصیدۂ حافظ حافظ محمد وزیر خاں حافظ دریبۂ کلاں دلی میں رہتے تھے۔ استاد غلام رسول حیراں کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ ہی ۱۲۹۹ھ میں بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں یہ قصیدہ لکھ کر ۱۳۲۷ھ میں کوئٹہ ارسال کیا تھا۔

تعالیٰ اللہ کیسا مرتبہ ہے میرے مرشد کا
ملائک کی زباں پر تذکرہ ہے میرے مرشد کا

بحمد فضلِ الٰہی سے ہے خُلق احمدی اُن میں
فقیری میں وہیں سے سلسلہ ہے میرے مرشد کا

ولی اللہ کہہ دینا تو ہے اک بات معمولی
کہ اس سے بھی کہیں درجہ سوا ہے میرے مرشد کا

بجا ہے قطبِ عالم اک زمانہ گر کہے اُن کو
جہاں میں چار جانب غلغلہ ہے میرے مرشد کا

نمازِ ہشت گانہ ہے، وظائف میں تلاوت ہے
شبانہ روز یہ ہی مشغلہ ہے میرے مرشد کا

نہیں تابِ بشر جو اس جلالی آنکھ کو دیکھے
اجنہ ڈرتے ہیں وہ دبدبہ ہے میرے مرشد کا

بہ ظاہر چھوڑ کر خدام کو گر چہ گئے کوٹے — مگر باطن میں سب پر پر تَوا ہے میرے مرشد کا
مرے دل میں سمائے ہیں مری آنکھوں میں رہتے ہیں — تصور میں مرے نقشہ جما ہے میرے مرشد کا

بتا دیتا ہوں مولانا ابوالخیر اس کو اے حافظ
جو نام پاک کوئی پوچھتا ہے میرے مرشد کا

مولوی اکرام الحق کی نذرِ عقیدت

مولوی اکرام الحق حضرت استادی مولانا مولوی محمد عمر رحمہ اللہ کے خلیفہ اور ابن العم ہیں اور محلہ مداپور گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں رہتے ہیں۔ انھوں نے یہ نظم ارسال کی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مرشد کے محبوب مرشد گرامی — ابوالخیر غواصِ بحرِ معانی
حریمِ ولایت کے شمع جمالی — گلستانِ عرفاں کے گل بے مثالی

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی خوبیوں سے خدا نے نوازا

نبیِ مکرم کے تم ہو فدائی — مجسم صفا ہو، کہ بدر المعالی
خدا کے پیارے خدا میں ہو فانی — خدا نے تمہیں شان بخشی نرالی

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی رحمتوں سے خدا نے نوازا

صداقت کے جوہر ہو صدیق دوراں — عمر کے خلف ہو جلالت بداماں
غنی کی سخاوت کے ہو ابرِ باراں — علی کی ولایت کے خورشید تاباں

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی برکتوں سے خدا نے نوازا

تری ضو فشانی سے دنیا ہے روشن — تری پاک نسبت ہے خوشبوئے گلشن
تری ذاتِ اقدس ہے عرفاں کا مخزن — ہے صحرائے وحدت ترا پاک مسکن

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی رفعتوں سے خدا نے نوازا

لہ مرشد اول سے مراد حضرت استادی اور مرشد دوم سے مراد حضرت سیدی الوالدہیں قدس اللہ اسرارہما۔

نمونہ صحابہ کے، قطب زمانہ مبارک زمانے میں اپنے یگانہ
تھے اعمال تیرے سبھی مخلصانہ عجب تیرے ارشاد ہیں عارفانہ

کرم کی نظر ہے غلاموں پہ آقا
بڑی نعمتوں سے خدا نے نوازا

نمازیں تمہاری نیازیں تھیں آقا رواں نورِ قرآں کا ہوتا تھا دریا
خدا سے شرف ہمکلامی کا ہوتا حضوری کا ہر مقتدی ذوق پاتا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی عظمتوں سے خدا نے نوازا

کوئی بحرِ انوار میں تیرتا تھا کوئی محو دبے خود بنا بس کھڑا تھا
کوئی ذاتِ حق میں سراپا فنا تھا کوئی لُطف احسان کا لوٹتا تھا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی قربتوں سے خدا نے نوازا

عجب بارگہ تھی عجب وہ مکاں تھا بڑا روح پرور وہاں کا سماں تھا
جہاں نورِ وحدت کا دریا رواں تھا خدا و نبی کا وہاں پر نشاں تھا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی زینتوں سے خدا نے نوازا

کبھی زجر و توبیخ سے تم ڈراتے کبھی ضرب و اخراج سے تم رُلاتے
کبھی لُطف پیہم کو تم کام لاتے غرض ہر طرح سے تھے کندن بناتے

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی حکمتوں سے خدا نے نوازا

کہاں ایسے مرشد کہاں ایسے آقا زمانہ ہے خالی، نہیں آپ جیسا
ہزاروں ہی مُردہ دِلوں کو جِلایا بہت غافلوں کو خدا سے مِلایا

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی قوتوں سے خدا نے نوازا

سگِ آستانہ ہے اکرامِ بے کس | نہیں کوئی ہمدم، نہیں کوئی مونس
نہیں کچھ بھی ساماں سراسر ہے بے بس | بھروسا خدا کا ہے تیری نظر بس

کرم کی نظر ہو غلاموں پہ آقا
بڑی خوبیوں سے خدا نے نوازا

نذرِ شمس محمد شمس الضحیٰ شمس ذہبی بنارسی حضرت استادی مولانا محمد عمر سے بیعت ہیں۔ انھوں نے یہ قصیدہ ارسال کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ غنی منزلِ عرفانِ ابوالخیر | اے صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ شانِ ابوالخیر
دیکھے تو کوئی سوئے گلستانِ ابوالخیر | جنت نظر آتی ہے بہ دامانِ ابوالخیر
بے خیر ہیں بے خیر حریفانِ ابوالخیر | باخیر ہیں باخیر، محبانِ ابوالخیر
اک پل میں سنبھل جائیں مریضانِ ابوالخیر | دے دے جو ہوا جنبشِ دامانِ ابوالخیر
قسمت سے ہے اک ہاتھ میں دامانِ محمدؐ | اِک ہاتھ میں ہے خیر سے دامانِ ابوالخیر
ہو جائے مرا خواب میں بیدار مقدر | دکھلا دے خدایا رُخِ تابانِ ابوالخیر
ہے ناز بجا دامنِ مرشد کی بدولت | ہم کو بھی ملی دولتِ دامانِ ابوالخیر
سیراب زمانہ ہو نہ کیوں جب ہُوا ہر سُو | دہلی سے رواں چشمۂ فیضانِ ابوالخیر
ہوں تشنہ لب اِک جام عنایت ہو اِدھر بھی | اے ساقیِ میخانۂ عرفانِ ابوالخیر
تھا ذرۂ ناچیز مگر شمس بنا ہے | از فیضِ حضور اور بہ فیضانِ ابوالخیر

بے شبہ ترے سب ابھی دُھل جائیں معاصی
اے شمس برس جائے جو بارانِ ابوالخیر

ملفوظات

آپ کے مبارک اقوال اور ملفوظات کو کبھی باقاعدہ طریق سے کسی نے جمع نہیں کیا۔ حاجی رضا نے پندرہ سال تک قاعدے کے ساتھ ہر سال ڈائری لکھی۔ آپ کی خدمت کی سعادت تھی لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا بڑی مشکل سے انہوں نے الف سے لے کر یا تک حروف مفردہ کا لکھنا سیکھ لیا تھا اور حرکات کو بھی پہچاننے لگے تھے۔ یہ محنت انہوں نے صرف اس واسطے کی تھی کہ جو کچھ اپنے پیرو مرشد سے سنیں اس کو قلمبند کر لیں۔ چنانچہ ہر سال بڑی تقطیع کا ایک موٹا رجسٹر خریدتے تھے اور اس میں مسموعات کو لکھتے تھے۔ ان کی تحریر کو کوئی دوسرا شخص نہیں پڑھ سکتا تھا۔ البتہ حضرت برادر کلاں کو محاورہ ہو گیا تھا' وہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ یہ عاجز بھی بروقت کچھ پڑھ لیتا تھا۔ یہ چودہ پندرہ رجسٹر ان کے وطن میں اخیر وقت تک اُن کی تسکین قلب کا ذریعہ بنے رہے۔ وہ باقاعدہ ان کو پڑھا کرتے تھے اگر وہ رجسٹر اس وقت موجود ہوتے تو کام کی بہت سی باتیں معلوم ہوتیں۔ اس عاجز نے جو کچھ اپنی بیاضوں پر لکھا ہے اسی کو نقل کرتا ہے۔ واللّٰہ ولی التوفیق

۱۔ فرمایا کہ جسم کی صحت کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ اچھی غذا' مادۂ فاسدہ سے جسم کا پاک ہونا اور نقصان دہ اشیاء سے پرہیز۔ اسی طرح قلب کا مدار تین چیزوں پر ہے اول نیک اعمال جو دل کی غذا ہیں' دوم اخلاق رذیلہ بغض وکبر وغیرہ سے پاک ہونا جو بمنزلہ مادۂ فاسدہ کے ہیں اور سوم گناہوں سے اجتناب۔

۲۔ غلام اکبر پانی پت میں حضرت قلندر کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان سے کابل کی ترقی کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کل آنا۔ اور دوسرے دن غلام اکبر سے فرمایا۔ ان شاء اللہ ترقی ہوگی جب غلام اکبر نے یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا جب امام مہدی آئیں گے۔ اور پھر غلام اکبر سے کہا کیا قلندر صاحب نے یہ قید نہیں لگائی تھی۔ آپ کے اس ارشاد پر غلام اکبر پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ دائرہ قیل و قال سے دائرہ جذب و احوال میں پہنچ گئے اور بات یہیں رہ گئی۔

۳۔ غلام اکبر موضع حصار شادمان گئے وہاں حضرت یعقوب چرخی کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کو اَللّٰہُ الصَّمَد پڑھنے کو کہا۔ وہ جب آپ کی خدمت میں آئے اپنا مکشوف آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ مجد شریف میں حضرات سے دریافت کرو۔ حضرات کرام نے بھی یہی ارشاد کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ تم سورۂ اخلاص پڑھا کرو۔

۴۔ منشی عبدالرحیم خاں کا جنازہ خانقاہ شریف لائے۔ آپ پندرہ بیس منٹ تک تشریف فرما رہے

اور ان کا جنازہ رکھا رہا۔ پھر آپ نے نماز پڑھانے سے پہلے فرمایا۔ یہ تاخیر کرنی منشی صاحب کے واسطے بہتر تھی۔

۵۔ فضل عمر کے مزار پر آپ گئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ دیکھو ہمارے فضل عمر کی قبر کے ہر ذرّہ سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔

۶۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے انتقال کی خبر سُن کر فرمایا "یہ وہ زخم ہے جس کا مرہم نہیں"۔

۷۔ مولانا رشید احمد کے صاحبزادے آپ سے ملنے آئے۔ آپ اُن سے بہ محبّت ملے۔ سب حاضرین کو شیر چائے پلائی اور آخر میں فرمایا "مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست"۔

۸۔ کسی نے علماء دیوبند کی کچھ شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "مگر یہ لوگ ہیں اہل علم"۔

۹۔ کسی نے مولوی محمد ابراہیم اور مولانا کرامت اللہ خاں کے اختلافات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: "میاں ان پرانی ہانڈیوں کو آپس میں ٹکرا کر کیوں توڑتے ہو۔ پھر تم کو ایسے لوگ بھی نہ ملیں گے"۔

۱۰۔ سلطان عبدالحمید خان کی معزولی کے وقت آپ نے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں جیسے کہ آپ کو رنج ہو۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِدَاكَ رُوْحِیْ ملال خاطر کا کیا سبب ہے۔ ارشاد فرمایا "آج عبدالحمید خان کو تخت سے اتار دیا گیا اور ہم کو اس کا صدمہ ہوا"۔ اس خواب کو بیان کر کے فرمایا "اُن جیسا متقی سلطان اس صدی میں کوئی نہیں ہوا۔ ہم بہ قسم کہہ سکتے ہیں کہ شراب پینی درکنار انھوں نے اس کو چھوا تک نہیں۔ وہ ہمدرد قوم اور خیر خواہِ ملّت متقی اور علم دوست تھے۔ ہمارے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ کو انھوں نے بلایا۔ ان کی بہت خاطر کی۔ اُن کے واسطے اپنے ہاتھ سے جائے نماز بچھاتے اور کھانے پر کہتے۔ بابا یہ تو کھاؤ۔ آپ نے یہ چیز تو کھائی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آج سے ترکی قوم تباہی کے غار میں جا رہی ہے۔

۱۱۔ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں سلطان عبدالحمید خان کی وفات ہوئی۔ حاجی منیر الدین نے آپ کو یہ تاریخیں سُنائیں۔

چل بسے آہ اس جہاں سے منیر ۔۔۔ والیِ روم حکمراں افسوس
سر دردِ جگر سے سن تاریخ ۔۔۔ شہ عبدالحمید خاں افسوس
۱۳۳۶ھ

ایضاً

ہائے سلطان المعظم حضرت عبدالحمید ۔۔۔ چل دیئے دنیا سے رنج و غم اٹھا کر بے شمار
کیا اُداسی چھا رہی ہے آج استنبول پر ۔۔۔ آہ قسطنطنیہ کی وہ کیا ہوئی اگلی بہار
جب ہوئے معزول وہ رُوحِ نبی کو غم ہوا ۔۔۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثابت کروں اُنکا وقار

اولیائے وقت تھے تعریف میں رطب اللسان — شان میں لکھے بزرگوں نے قصیدے شاندار
جب نہیں اگلوں میں اُن کا دُور تک مثل و نظیر — بعد میں کیا ہوگا کوئی ایسا شاہِ نام دار
بلنا گر ابرو تو پھر خنجر کے جوہر دیکھتے — خون کی نہروں سے ہوتا روم سارا لالہ زار
جانتے ہیں سب یہ مضموں کوئی پوشیدہ نہیں — کس طرح اس نے دیا اپنے زمانے کو گزار
حسنِ عقل و فہم و شانِ قابلیت دیکھنا — اُس نے ہونے ہی دیا فتنہ نہ کوئی آشکار
از سرِ جنت تو سال عیسوی بھی سن منیر — اٹھ گیا دُنیا سے ٹرکی کا انوکھا تاجدار

۱۹۱۸ء

اس تاریخ کو سُن کر آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ منیرالدین کو شاباشی دیتے ہوئے ایسی توجہ دی کہ وہ چیخ مار کر لوٹنے لگے۔ اور پھر آپ نے منیرالدین کے متعلق فرمایا "آخر تربیت یافتہ تو ہے"۔ یعنی نسبت شریفہ اور حلاوتِ باطنی کی لذّت پا چکے ہیں۔

۱۲۔ فرمایا۔ پانچ افراد کی صحبت سے اجتناب کرو۔ عورت۔ امرد۔ امیر۔ بدعتی۔ فاسق

۱۳۔ مولانا سیف الرحمٰن نے منشی احمد حسین سے کہا کہ پیر کی محبت اور ان کے رضامند ہو جانے سے اُن کے قلب کا عکس پڑتا ہے اور کام بن جاتا ہے۔ یہ خیال منشی احمد حسین کے دل میں جم گیا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جب میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا "احمد حسین خالی محبت سے کام نہیں چلتا عمل کی ضرورت ہے۔ پیر تو سہارا ہوتا ہے۔ جیسے اندھے کے لئے لکڑی سہارا ہوتی ہے"۔

۱۴۔ منشی احمد حسین نے اپنے گھر میں وظیفۂ شریفہ سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھ پر میرے پیر کو مہربان کر دے۔ اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر محبت سے فرمایا "آؤ میاں احمد حسین"۔

۱۵۔ منشی احمد حسین نے خیال کیا کہ وظیفۂ قلبی کے ناغہ ہونے سے بے مزگی پیدا ہوتی ہے اور وظیفۂ لسانی کے ناغہ ہونے سے یہ بات نہیں ہوتی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا "احمد حسین تم کچھ آتیں پڑھتے ہو"۔ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا "سُناؤ"۔ چنانچہ احمد حسین نے کچھ پڑھا۔ آپ سبحان اللہ، سبحان اللہ اور واہ واہ فرماتے رہے۔ احمد حسین کہتے تھے کہ آپ نے اس طرح میرے وسوسے کو نکال دیا۔

۱۶۔ ایک دن مولوی بخش اللہ سے فرمایا۔ اب تو دل میں کوئی آرزو باقی نہیں۔؟ مولوی بخش اللہ نے کہا۔ صرف ایک آرزو ہے کہ رہائش کا ذاتی مکان ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "چار گز دیوار کی آرزو کیا،

جس کو کتّا بھی پھلانگ جاتا ہے۔ مولوی بخش اللہ کا ذاتی مکان آخر وقت نہ ہوا۔ رحمہ اللہ۔

۱۷۔ ایک شخص نے درودِ تاج کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو ہم چائے پی رہے ہیں (آپ اس وقت فی الواقع چائے پی رہے تھے) اور ایک پیالی بھر کر تم کو دیدیں۔ تو ہم نے تمہارا کام کیا اور خادم ہوئے۔ اگر تم وَجِبْرِیْلُ خَادِمُہٗ سے یہ معنی مراد لیتے ہو تو اس میں قباحت نہیں اور اگر خادم سے مراد نوکر چاکر ہے۔ تو یہ بُری بات ہے۔ ملائکہ مکرّم ہیں۔ ہم اُن پر ایمان لائے ہیں۔ ان کی اہانت کرنی کفر ہے۔ اور تم۔ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ۔ سے اگر یہ سمجھے کہ آپ کی ولادتِ باسعادت سے وہ قحط و بیماری وغیرہ جو اس وقت تھی اللہ تعالیٰ نے رفع کردی تو ٹھیک ہے۔ اور اگر یہ سمجھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تکالیف کو دُور کرتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں۔ آپ کی برکت اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ تکالیف کو دُور کرتا ہے۔

۱۸۔ ایک شخص نے بعض افراد کے نام لے کر کہا کہ وہ قیام نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہم اپنے ذوق و محبت میں قیام کرتے ہیں۔ اگر کسی کو ذوق و محبت نہ ہو اور وہ قیام نہ کرے تو تمہاری ناک تو نہیں کٹتی۔ تم اُن سے کیوں تعرض کرتے ہو۔

۱۹۔ ایک شخص نے کہا حضور آپ قیام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ہمارا دل خوش ہوتا ہے ہم قیام کرتے ہیں۔ تمہارا دل خوش نہیں ہوتا، تم لیٹ جاؤ، تم سے کون کہتا ہے کہ قیام کرو"۔

۲۰۔ فرمایا۔ یہ انحطاط کا زمانہ ہے۔ ایمان کا محفوظ رکھنا جلتے ہوئے کوئلہ کو ہاتھ میں لینے کی طرح ہے۔ پہلے لوگ ریاضتیں اور چلّہ کشی کرتے تھے۔ اب فرضِ خدا پر قائم رہنا اور حرامِ خدا سے بچنا اور مخلوقِ خدا کے ساتھ صحیح معاملہ رکھنا موجب نجات ہے۔

۲۱۔ ایک شخص نے پوچھا۔ کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میلاد شریف کی محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے۔ اس کی شعاعیں چاروں طرف پھیلتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار اہل نسبت کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں۔

۲۲۔ آپ نے فرمایا۔ اہل حال کے لئے قیام کرنا مستحسن ہے۔

۲۳۔ مُلا گل محمد مشہور بہ مُلا گل خانقاہ شریف میں بیٹھے اللہ کی یاد کر رہے تھے۔ آپ اُنکے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا مُلا گل۔ کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا۔ کہ خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہی محوِ تجلیات ہو جاتا ہوں۔ مجھ کو اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا۔ مُلا گل اگر خانقاہ شریف میں یہ بات حاصل ہوئی تو کیا بڑی بات ہوئی۔ اگر چاوڑی بازار میں (دِلّی میں طوائفوں کا بازار) سے گزرتے وقت یہ

کیفیت رہے تو کمال ہے۔

۲۴۔ مُلا حاجی گل کی وفات ہوئی۔ آپ کو رنج ہوا اور فرمایا۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست　　　　فرداست وریں بزم زما ہم اثرے نیست

۲۵۔ آپ نے مُلا گل اور مُلا حاجی گل کے واسطے لحاف بنوائے۔ منشی احمد حسین شال اوڑھے ہوئے تھے۔ لحاف لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ کو کھول کر دکھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ احمد حسین تم جانتے ہو کہ یہ لحاف مُلا گل اور حاجی گل کے واسطے بنوائے ہیں اور تم ان کو اس طرح بے خیالی سے زمین پر پھیلا رہے ہو۔ ادب کرو۔ احمد حسین نے اپنا شال بچھایا۔ اور ان پر لحاف رکھے۔ آپ خوش ہوئے اور انکو دعا دی۔

۲۶۔ مولوی سید احمد نے آپ سے کچھ کہا۔ آپ نے فرمایا "زور سے بات کرو تاکہ سمجھ میں آئے" انھوں نے کہا حضور کے خوف سے آواز نہیں نکلتی۔ ارشاد کیا "اُس سے ڈرو جو میرا اور تیرا، دونوں کا پیدا کرنے والا ہے"

۲۷۔ کسی نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص کسی کامل کی توجہ لئے بغیر ولی ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ اور آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے مزار شریف پر حاضر ہونے کا واقعہ بیان فرمایا جس کو ذکر خیر میں یہ عاجز لکھ چکا ہے۔ اور ارشاد کیا جب ہم نماز پڑھ کر باہر نکلے تو ایک سفید ریش افغانی وضع کا میرے پاس آیا اُس نے کہا۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔ میں نے کہا حق بات سے دل ملول نہیں ہوتا۔ اس نے کہا۔ تکبیر افتتاح کے وقت آپ کندھوں کے محاذات تک ہاتھوں کو لے جاتے ہیں اگر آپ کان کی لَو تک ہاتھ لے جایا کریں تو بہتر ہو۔ اللہ نے آپ کو مقتدا بنایا ہے۔ لوگ آپ کی پیروی کریں گے۔ یہ بیان کر کے آپ نے فرمایا۔ جب بھی تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں اس شخص کی صورت سامنے آجاتی ہے۔ اگر وہ شخص اللہ کا ولی نہ ہوتا تو اس کا خیال کیوں آتا۔

۲۸۔ سی، آئی، ڈی کا افسر آپ کے پاس سے ناکام لوٹا اور آپ رامپور میں نظر بند ہوئے حکومت کے اشارے پر کسی نے آخوندجی شاہ محمد عمر اور مفتی مظہر اللہ امام فتحپوری کے نام سے فتویٰ شائع کر دیا کہ انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنی جائز ہے۔ جب آپ کوئٹہ سے دلی آئے تو مفتی مظہر اللہ صاحب آپ سے ملے اور آپ سے اس جعلی فتویٰ کا ذکر کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا۔ مفتی مظہر تم دونوں اچھے رہے مفتی صاحب نے کہا۔ کیا ہم اس کا رد لکھیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی کیا ضرورت ہے تم دونوں طرف سے اچھے رہے۔

۲۹۔ حاجی حافظ محمد اسماعیل پسر جیون بخش حزب البحر پڑھا کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا۔

یہ دعا حضرت شاذلیؒ نے لکھی ہے مبارک دعا ہے۔ اس میں آیات شریفہ اور ادعیۂ ماثورہ بھی ہیں۔ اگر تم صرف اللہ کی رضامندی کے لئے پڑھو گے اور اس کے ضمن میں تم کو فتوحات دنیویہ ہوجائیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر دنیوی مقاصد سے پڑھو گے تو ثواب سے محروم رہو گے۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ "لواقح الانوار القدسیہ" میں شعرانیؒ نے مسند امام حنبل کی یہ حدیث شریف نقل کی ہے "مَنْ عَمِلَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَمَلَ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا فَلَيْسَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ"۔ آپ نے اس مبارک حدیث کے مضمون سے اُن کو آگاہ کردیا۔

۳۰۔ آپ روشن آرا باغ میں مصروفِ یادِ الٰہی تھے۔ مُلّا حبیب اللہ کچھ فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص ڈاڑھی مونچھ صاف آپ کی طرف چلا۔ مُلّا حبیب اللہ نے اس کو روکا۔ وہ چلّا کر بولا میں جاؤں گا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور اس شخص کو دیکھ کر مُلّا حبیب اللہ سے فرمایا۔ مُلّا حبیب اللہ ان کو آنے دو ورنہ یہ پردہ فاش کردیں گے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور آپ نے دستِ شفقت ان کے سر پر پھیرا اور وہ سلام کرکے روانہ ہوگئے۔

۳۱۔ آپ کے سامنے ایک بدعقیدہ آکر کھڑا ہوا۔ آپ نے حاجی مُلّا احمد خاں سے فرمایا بے نمازی سے ہم کو اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی بدعقیدہ شخص سے ہوتی ہے۔ جاؤ اس کو ہمارے سامنے سے ہٹادو۔

۳۲۔ سید احمد حسین اَنُوپ شہر کے رہنے والے حضرت روشن چراغ دِلیؒ آپ کے ساتھ گئے۔ وہاں کے فیوضات و برکات سے خوب مستفید اور سرشار ہوئے۔ جب حضرتِ سیدی الوالد وہاں سے روانہ ہوئے تو سید احمد حسین آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔ محبت نے غلبہ کیا اور انھوں نے آپ کے مبارک نقشِ پا کی کچھ خاک اٹھالی۔ گھر جاکر سُرمہ کے ساتھ پیس کر محفوظ کرلیا اور اس کو استعمال کرتے تھے (خدا کے فضل سے کراچی میں باحیات ہیں۔ نوّے سال سے متجاوز ہوچلے ہیں۔ بینائی اچھوں سے اچھی ہے) اُن سے پونا میں ایک شخص نے کہا۔ میری بینائی زائل ہورہی ہے۔ ہر چند علاج کیا فائدہ نہ ہوا۔ انھوں نے اُسی مبارک سُرمہ میں سے کچھ اُن کو دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے تھوڑے دنوں میں بینائی پوری طرح عود کر آئی اور وہ سید احمد حسین کو دعائیں دیتے رہے۔

یہ عاجز کہتا ہے۔ امام نووی نے صحیح امام مسلم کی شرح کے۔ باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر میں حضرت عتبان بن مالک کی حدیث کے بیان میں لکھا ہے "وفی حدیث عتبان هذا فوائد كثيرة منها انه يستحب لمن قال سأفعل كذا أن يقول ان شاء الله للآية والحديث ومنها التبرك بالصالحين وآثارهم والصلاة فی المواضع التی صلوا بها وطلب التبرك منهم۔ الخ۔ قَبْضُ السَّيِّدُ الشَّوِيْدُ قَبْضَةً

مِنْ اَثَرِ الْمُرْشِدِ الْکَامِلِ وَانْتَفَعَ بِھَا۔ حَفِظَہُ اللہُ وَسَلَّمَہٗ۔

۲۳۔ سید احمد حسین نے آپ سے دلائل الخیرات حرفاً حرفاً از اوّل تا آخر پڑھی۔ اِس دوران میں فیوضات و برکات سے خوب مستفید ہوئے۔ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ذکر شریف کر رہے تھے اور محبت سے آپ کے مبارک جسم کو دبا بھی رہے تھے۔ اس دوران میں ان کی آنکھوں سے محبت کے آنسو نکلے آپ کی نظر اُن پر پڑی تو اپنے مبارک ہاتھ سے ان کے قطرات چشم کو صاف کیا۔ سید احمد حسین کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ حضور آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری عبادت اور نماز سے ایک سید کا فعلِ بد ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ سید احمد حسین نے گھبرا کر کہا۔ حضور یہ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا۔ میں اپنا خیال ظاہر کر رہا ہوں جو میرے دل میں ہے کوئی مسئلہ بیان نہیں کر رہا ہوں۔

یہ عاجز کہتا ہے "وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا" کی تفسیر میں علماء اعلام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے "قِیْلَ اِسْمُہٗ ابوھما باشرۃ وقیل ھو الأب السابع وقیل العاشر وھذہ العنایۃ مِنَ الرَّبِّ الرَّحِیْمِ باولادِ صالحٍ مِنَ الصَّالِحِیْنَ فَمَا بَالُ بِاَوْلَادِ حبیبِ رَبِّ العالمین منفی ھو وبآبائی وامھاتی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۴۔ مولوی عبدالرشید بلند شہر سے میلاد شریف میں شریک ہونے کے واسطے آئے ان کے ساتھ دو رفیق بھی تھے۔ انھوں نے اپنے رفیقوں سے کہا چلو کھانا کھالیں۔ ابھی یہ لوگ روانہ نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے ملا لعل محمد کو ان کے پاس بھیجا کہ کھانے کی فکر نہ کرو۔ ان شاء اللہ تم کو کھانا مل جائے گا۔ تم لوگ وظیفہ شریف میں مشغول رہو۔ خود مولوی عبدالرشید نے ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ کو یہ بات اس عاجز سے کہی۔

۲۵۔ آپ کے سامنے ذکر آیا کہ فلاں شہر میں تبرکات ہیں۔ آپ نے فرمایا "میاں خوبی یہ ہے کہ خود تبرک بن جاؤ"۔

۲۶۔ آپ نے دعوت کی۔ حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا محمد علی وغیرہ ہم کھانا کھا رہے تھے۔ کسی نے امیر کابل کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا "ہمارے بغل میں جو امیر بیٹھا ہوا ہے وہ اب تک قابو میں نہیں آیا ہے ہم کابل کے امیر کو کیا کریں"۔

۲۷۔ ارشاد کیا۔ تم لوگوں نے پیری مریدی کر رکھی ہے کہ کوئی چشتی ہے کوئی قادری ہے کوئی نقشبندی ہے۔ کوئی سہروردی، اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہو تو تم سب کچھ ہو ورنہ کچھ بھی نہیں۔

۲۸۔ ایک دن مخلصین کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے عزیزو! ہماری تمہاری اطمینان کی ملاقات ان شاء اللہ جنت میں ہوگی۔

۳۹۔ایک دن فرمایا،بچوں کی علالت پر دل میں خیال آتا ہے کہ دعا کروں۔اس پر ہم کو اپنے مالک تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے۔

۴۰۔وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ آٹھ پہر غیر کا وسوسہ نہ آئے۔

۴۱۔آپ نے مولوی امام الدین سے فرمایا۔تصوف اس کو کہتے ہیں کہ مکروہات شرعیہ بمنزلہ مکروہاتِ طبیعیّہ کے ہوجائیں۔

۴۲۔پہلی مرتبہ جب آپ نے میلاد شریف پڑھا تو فرمایا کہ دائیں جانب کوئی نہ بیٹھے۔

۴۳۔ایک دن آپ نے اہل حلقہ سے فرمایا۔تم اپنے دل کو زور سے اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہو۔ہمارے بلال کا دل از خود اللہ کی طرف متوجہ ہے۔

۴۴۔فرمایا:"رات کے بعد دن کا ظہور یقینی ہے۔اسی طرح وظیفہ شریفہ سے وسوسوں کا دور ہونا اور دل کو اطمینان ہونا یقینی ہے"۔اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

۴۵۔فرمایا۔چالیس دن طالب کا ہمارے پاس رہنا ضروری ہے اور جو چھ ماہ رہ جائے۔اس پر راہِ ہدایت کھل جانے کی اُمید ہے۔

۴۶۔فرماتے تھے وظیفہ شریفہ کرتے وقت دل پر زور نہ دو۔ورنہ دل سخت ہوگا۔

۴۷۔رنگون کے ایک تاجر حاضر ہوئے۔تجارت میں نقصان کا ذکر کیا۔آپ نے فرمایا۔سو بار درود شریف اوّل اور سو بار آخر اور درمیان میں پانسو بار حسبی اللہ و نعم الوکیل پڑھو۔

۴۸۔فرمایا۔بھوک پیاس اور خواہش نفسانی کے غلبہ کے وقت وظیفہ شریفہ کرنا بے ادبی ہے۔اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسے وقت وظیفہ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔

۴۹۔حاجی حافظ منیر الدین نے آپ سے کہا۔حضور فسق کا زور ہوگیا ہے۔آپ نے اہلِ حلقہ سے فرمایا:"منیر الدین بیٹھا فسق کو رو رہا ہے اور ہم کو کفر کے ظلمت کے بادل اُفق سے اُٹھتے نظر آرہے ہیں"۔آپ شمال رویہ بیٹھے تھے جس وقت آپ نے اُفق سے اُٹھتے نظر آرہے ہیں' فرمایا۔تو آپ کے دست مبارک مشرقی پنجاب کی سمت تھے' اور اس سمت میں جو کچھ ظہور میں آیا وہ ہم سب کے پیش نظر ہے۔لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ۔

۵۰۔اصغر درزی آپ کا روئی دار انگرکھا اور ہم بھائیوں کی شیروانیاں سی کرلائے۔آپ نے تھوڑی دیر اُن سے باتیں کیں۔پھر فرمایا۔اب معاملہ (لین دین) خراب ہوگیا ہے۔دیکھو اگر جماعت کھڑی ہوگی

ہے اور تم کو کسی کا پیسہ دینا ہے تو پہلے اس کو پیسے دو۔ اور پھر جماعت میں شریک ہو۔

۵۱۔ ایک دن حافظ منیرالدین نے عرض کیا۔ حضور آج کل عمل قوم لوط کی کثرت ہے۔ مولوی سید عبدالجلیل بھی اس وقت حاضر تھے۔ انھوں نے کہا۔ یقیناً یہ عمل بڑا گناہ ہے اور زنا اس سے بھی بدتر ہے وہ فاحشہ بھی ہے اور اس میں غیر کی امانت میں خیانت بھی ہوتی ہے اور آج کل اس کی کثرت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم دونوں کی نظر لوگوں کے عمل پر ہے اور ہماری نظر ان کے ایمان پر ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایمان میں دن بدن کمزوری آ رہی ہے۔ گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جا رہا ہے۔

۵۲۔ فرمایا' راہ طریقت میں سب سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک بات یہ ہے کہ اپنے زندہ پیر کو چھوڑ کر کسی دوسرے پیر کے پاس جائے۔

۵۳۔ فرمایا' جس طرح میلے کپڑے پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ اسی طرح غیر کے خادم کے دل کو درست کرنا مشکل ہے۔

۵۴۔ نقشبندیہ سلسلے سے اگر کوئی شخص وابستہ ہوتا تھا اور وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ اس سے فرماتے تھے۔ ہم سب ایک ہیں' اسی بیعت پر قائم رہو اور کام شروع کر دو۔

۵۵۔ فرمایا۔ بھوک پیاس اور خواہش نفسانی کے غلبہ کے وقت وظیفہ شریفہ کرنا بے ادبی ہے اور ہمارا تجربہ ہے کہ ایسے وقت میں وظیفہ کرنے سے فائدہ تو درکنار اُلٹا نقصان ہو جاتا ہے' اور بُرے وسوسے آنے لگتے ہیں۔ وظیفہ شریفہ کے لئے یکسوئی اور اطمینان کی ضرورت ہے' ذہن پوری طرح وظیفہ کی طرف متوجہ ہو۔

۵۶۔ فرمایا' عمل کے قبول ہونے کا مدار اخلاص پر ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ ارشاد نبوی ہے۔

۵۷۔ فرمایا۔ وظیفہ شریف شروع کرنے سے پہلے بہ عاجزی کہو۔ اے میرے مولیٰ میرا مقصود تو ہے۔ میں تیری رضا چاہتا ہوں' تو اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

۵۸۔ فرمایا۔ مراقبۂ اقربیت شروع کرنے سے پہلے یہ شعر پڑھنا مفید ہے۔

نزدیک ہے وہ میری رگِ جاں سے زیادہ   اقرب نہیں مجھ سے کوئی رحمان سے زیادہ

۵۹۔ فرمایا۔ ہم لوگوں کو عمل کرنا سکھاتے ہیں اور بہ تدریج سمجھاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے رفتہ رفتہ لوگ عامل بن جاتے ہیں اور نیک باتیں ان کی طبیعتِ ثانیہ ہو جاتی ہیں۔ اور واعظ کہتے بہت ہیں اور کرتے کچھ نہیں۔ لہٰذا ان کی بات کا اثر نہیں ہوتا اور ہم کہتے کم ہیں اور عمل زیادہ کرتے ہیں۔

واعظاں کیں جلوہ برمحراب و منبر می کنند   چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر می کنند

۶۰۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور اگر آپ اس شخص سے فرمادیں کہ وہ ڈاڑھی نہ کتروائے تو وہ شخص ڈاڑھی کتروانا چھوڑ دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ بَرمَلا کہنے سے اس پر اثر نہ ہوگا۔ بلکہ آدمی کے افعال واعمال ایسے ہوں کہ اُن کو دیکھ کر خود بہ خود انسان کا دل متاثر ہو اور اس کے دل میں خود یہ خیال پیدا ہو کہ میں بُرا کر رہا ہوں۔

۶۱۔ فرمایا۔ غفلت اور تاریکی کا زمانہ ہے اور مسلمانوں کی بدقسمتی سے نیک اور صالح لوگ دنیا سے اُٹھتے چلے جا رہے ہیں اور ہم کو آئندہ اور بھی غفلت اور تاریکی نظر آرہی ہے اس پُر آشوب وقت میں جبکہ لوگ خود ہم کو خاطر میں نہیں لاتے تو ہمارے بعد کون کس کو خطرے میں لائے گا۔ خدانخواستہ دل کا مسئلہ کہیں نَسیاً مَنسِیّا نہ ہو جائے۔ آئندہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دن کو تم میں رہ کر نماز پڑھے گا اور رات کو تماشے دیکھے گا اور خرافات میں مبتلا رہے گا، تم اُسی کو اپنی غفلت اور کم فہمی سے ولی سمجھو گے۔

اضافہ برادر کلاں حضرت شاہ ابوالفیض بلال کی وفات ۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸ء) میں ہوئی، عاجز تعزیت کے لئے کوئٹہ بلوچستان پاکستان گیا۔ وہاں آپ کے کتب خانہ میں آپ کی ایک مختصر یادداشت عاجز نے دیکھی۔ آپ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے چند ملفوظ لکھے ہیں، بعض ملفوظ خود آپ نے سنے ہیں اور بعض نہایت معتبر افراد سے سنے ہیں اور ان کے نام آپ نے لکھ دیئے ہیں۔ آپ کی تحریر فارسی میں ہے، عاجز اردو میں اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

(۱) مولوی عبدالعزیز بنگالی نے جو حضرت قبلہ وکعبہ کے مجاز ہیں اور نواب فاخر احمد خاں پانی پتی نے جو کہ حضرت قبلہ کعبہ کے معتبر ارادت مندوں میں سے ہیں اور منجھلی بہن کے خسر ہیں۔ بیان کیا کہ نماز کے بعد حضرت قبلہ وکعبہ مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ اثنائے توجہ میں آپ نے فرمایا، جب حلقہ شروع ہوتا ہے، ہم اپنی نسبت کی گرمی اور تیزی کو ٹھنڈا اور کُند کرتے ہیں جس طرح کہ چُھرے کی تیزی کو کند اور بیکار کر دیا جائے اور پھر القائے نسبت اور توجہ تم پر کرتے ہیں تاکہ تم اس کا تحمل کر سکو، نسبت کاملہ کے اِلقا سے اندیشہ ہے کہ تم اس کو برداشت نہ کر سکو اور تم کو نقصان پہنچ جائے۔

یہ عاجز کہتا ہے ایک دن آپ مصروف ذکر وفکر تھے۔ دن کے گیارہ بجے آپ اپنی جگہ سے اٹھے صحن میں آئے اور پھر دروازہ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کا چہرہ ایک خاص کیفیت سے چمک رہا تھا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ملا حاجی احمد خان مَتاخیل نے محمد صادق اَدِن خیل اور ان کے دو رفقاء کی آمد سے آپ کو مطلع کیا، آپ خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ محمد صادق آگئے۔ جس وقت آپ نے لفظ صادق کہا، وہ اللہ کا نعرہ لگا کر بہت زور سے منہ کے بل گرا اور بیہوش ہو گیا۔ کافی دیر تک بیہوش

رہا اور وہ کہتا تھا۔ مجھ کو ایک طاقت نے اچھالا اور میں بیہوش ہوگیا۔ عاجز کہتا ہے یہی غیبی طاقت مُرشدِ کامل کی توجہ ہے۔

(۲) حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کے احاطے کی دیوار بن جانے کے بعد (غالباً ۱۳۳۰ھ میں احاطے کی دیوار بنی ہے) آپ نے فرمایا۔ اگر ہماری تدفین خانقاہ شریف میں نہ ہو سکے تو ہم کو حضرت سید قدس سرہ کے پائین میں دفن کرنا۔

(۳) حضر ہو یا سفر۔ حدیث شریف کی ایک کتاب آپ کے پاس رہا کرتی تھی۔ ایک دن آپ نے فرمایا۔ اللہ کے فضل سے مسند امام احمد حنبل کا مطالعہ حرفاً حرفاً از اول تا آخر چھ مرتبہ کر چکا ہوں۔ اور حصن حصین کا ایک حزب آپ کا وِرد تھا۔

(۴) ملا ایاز کاکڑی حضرت قبلہ وکعبہ کے معتبر مرید تھے انھوں نے بیان کیا کہ بمبئی کے ایک میمن آپ کی زیارت کے واسطے آئے۔ کچھ نذرانہ بھی ساتھ لائے، وہ حاجی مرزا نیاز محمد خان قندھاری تاجر کے پاس ٹھیرے، مرزا نیاز محمد خان آپ کے بانسبت معتبر مرید تھے۔ یہ میمن کئی دن تک حاضر ہوتا رہا اور اپنا ہدیہ پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا، وہ مرزا نیاز محمد خان کو ایک دن اپنے ساتھ لایا اور مرزا نیاز محمد خان نے آپ سے عرض کی کہ اس کا ہدیہ قبول کر لیا جائے۔ حضرت صاحب نے میری طرف توجہ فرما کر کہا۔ "اے ایاز یہ احمق مرزا کیا کہتا ہے۔ یہ ایک نجاست بھرے ظرف کو پیش کرتا ہے کہ ہم قبول کر لیں۔ بھلا اس کو کون قبول کرے گا۔"

عاجز کہتا ہے، مرزا نیاز محمد خان اللہ کے فضل وکرم سے اچھے صاحب نسبت تھے وہ ہدیہ کی قباحت معلوم کر سکتے تھے، انھوں نے تغافل کیا لہٰذا اس جھڑکی کے مستحق بنے۔

(۵) ملا ایاز نے بیان کیا، شام کا حلقہ ہو رہا تھا اور محمد زائیوں میں سے چند نفر آپ کے معتبر خدام تین چار گز کے فاصلہ پر بیٹھے تھے (افغانستان کے بادشاہ کی برادری کو محمد زی کہتے ہیں) جیسے سردار محمد اسحاق خان، سردار امین اللہ خاں، سردار عطاء اللہ جان، سردار محمد علی خان، اور ان کے پیچھے کچھ فاصلہ پر افغانستان کے مخلصین بیٹھے تھے، آپ نے سرداروں سے خطاب کر کے فرمایا، تم پلاؤ خور سردار یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا قریب بیٹھنا تمہارے قدر کی بلندی اور مرتبہ کی وجہ سے ہے، یہ مساکین جو تمہارے پیچھے بیٹھے ہیں، تمہارا مرتبہ ان کے مساوی نہیں ہے۔ یہ سن کر سردار عطاء اللہ جان نے کہا، حضرت مبارک نے درست فرمایا ہے، ہم عیش وعشرت میں پڑے ہوئے ہیں، صبح، شام پلاؤ اور قورمہ ہماری غذا ہے اور یہ مساکین کی جماعت جو ہمارے پیچھے بیٹھی ہے، اہل وعیال کو چھوڑ کر، پیادہ پا منزلیں طے کر کے دور دراز علاقوں سے آئے

ہیں۔ یہ لوگ سالوں آپ کی خدمت میں رہتے ہیں۔ ہمارے احوال ہرگز ان کے مساوی نہیں ہو سکتے، ہمارے لئے یہی بڑی نعمت ہے کہ ہم نے آپ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا، یہ سن کر جناب حضرت صاحب نے سردار عطاء اللہ جان سے فرمایا "تم لوگوں کی یہ نیازمندی تمہارے لئے نعمت ہے"۔

حضرت صاحب مُریدوں کے نفوس کی سرکوبی حسب احوال کیا کرتے تھے۔

(۶) دہلی میں ایک دن ہندوستانیوں سے فرمایا، یہ خیال نہ کرو کہ تمہارا مرتبہ اور افغانیوں کا مرتبہ برابر ہے، یہ لوگ اپنا گھر چھوڑ کر، مسافتیں طے کر کے، زحمتیں برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے رات دن خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور تم لوگ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے ہو، ہفتہ میں، یا مہینہ میں ایک مرتبہ سلام کرنے کو آجاتے ہو۔ تمہارا احال افغانیوں کے حال کے مساوی کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (توبہ آیت)

کیا تم نے ٹھہرایا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا، برابر اس کے، جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں، نہیں برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

(۷) شیخ غلام احمد ہانسوی قریشی جو کہ آپ کے معتبر اور اصحاب نسبت مخلصین سے تھے، بیان کرتے تھے کہ ایک دن میں حلقہ شریف میں ذکر نفی و اثبات کر رہا تھا جس کی تعلیم آپ نے ان دنوں میں فرمائی تھی، ناگاہ آپ نے فرمایا، اے غلام احمد دیکھو، میں نے سر اُٹھا کر آپ کی طرف نظر کی لیکن آپ کو نہ پایا اور میں ذکر شریف میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے تین بار فرمایا "دیکھا تم نے" میں نے سر اُٹھا کر آپ کو دیکھا کہ آپ مسند پر کالا چادرا اوڑھے بیٹھے ہیں، میں متحیر ہوا، ناگاہ آپ نے تبسم فرمایا، اور ارشاد کیا۔ اے غلام احمد، پیر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ نے کبھی کالی چادر نہیں استعمال کی ہے، البتہ اونی عمدہ کالا پٹو استعمال فرمایا ہے، جس کو کشمیری دُھسہ کہتے ہیں۔

(۸) ایک دن آپ نے فرمایا۔ افسوس دنیا کی حالت کیسی پلٹی ہے کہ نہ مُریدں میں ذوق و شوق رہا اور نہ پیروں میں پرہیزگاری اور تقویٰ۔ تم بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے، ایسے قابل اور لائق افراد ہوا کرتے تھے کہ ہم اُن میں سے کسی کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مزار شریف بھیجتے تھے کہ جاؤ یہ بات عرض کرو اور جواب لاؤ، چنانچہ وہ شخص جاتا تھا اور وہاں سے جواب لے کر آتا تھا، ایسا جواب کہ اس میں بال برابر فرق نہیں ہوتا تھا، یہ فرما کر آپ نے خاں فقیر احمد خیل، یار محمد خروئی اور غلام اکبر ملیزی کے نام لئے جو جواب

لایا کرتے تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

(۹) دھوراجی، کاٹھیاواڑ میں ایک دن تقریباً ایک سو افراد کا اجتماع تھا، آپ نے حاضرین سے کہا۔ تم میں کوئی شخص ایسا ہے جو بغیر کسی وسوسہ وخطرہ کے ہمارے سامنے پانچ منٹ بیٹھ کر وظیفہ کرے! حاضرین خاموش رہے۔ اس محفل میں جناب شیخ عیسیٰ مظہر بھی بیٹھے ہوئے تھے، وہ آپ کے چھوٹے چچا حضرت شاہ محمد مظہر قدس سرہ کے چھوٹے بیٹے تھے، انھوں نے آپ سے کہا۔ "اللہ تعالیٰ کی قوت اور مدد سے پندرہ منٹ تک میں اس کیفیت سے وظیفہ شریفہ کر سکتا ہوں" شیخ عیسیٰ مظہر کی اس بات سے آپ بہت خوش ہوئے آپ نے کہا الحمد للہ اور فرمایا اللہ تم کو جزائے خیر دے۔

(۱۰) چودھری مولا داد خان اپنے بیٹے احمد سعید خان کی شادی کے سلسلہ میں ایک ہفتہ کیلئے آپ کو مع اہل وعیال اور اٹھ دس مخلصین کے ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) میں خورجہ لے گئے۔ خورجہ دہلی سے تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر شرق کی طرف واقع ہے، خورجہ میں ہر روز علی گڑھ جانے والی سڑک پر تقریباً ایک میل یا کچھ زیادہ پاپیادہ تشریف لے جاتے تھے وہاں راستہ پر ایک چبوترہ تھا، اس پر آپ تھوڑی دیر بیٹھتے تھے اور پھر آپ کی مراجعت ہوتی تھی۔ آپ کے ساتھ ہم تینوں بھائی اور دہلی سے ساتھ آئے ہوئے مخلصین سب ہوتے تھے اور خورجہ کے بھی کافی افراد ساتھ ہوتے تھے، آمد و رفت کے دوران میں حسب معمول ایک طرف میں اسمائے حُسنیٰ مع چند آیات مبارکہ و سورۂ اخلاص و معوذتین اور دوسری طرف میں مُسبّعاتِ عَشر مع سَیّدُ الاستغفار کے کچھ بلند آواز سے ہم تینوں بھائی اور آپ پڑھتے تھے اور خورجہ کے اکثر افراد بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ ایک دن جب آپ چبوترے پر تشریف فرما ہوئے، چند افراد نے خواہش ظاہر کی کہ ان کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کر لیا جائے۔ آپ نے مبارک ہاتھوں سے ان کو سلسلہ شریفہ میں داخل کیا، بیعت کرنے کے دوران میں خود آپ پر اور تمام حاضرین پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ کوئی رو رہا تھا اور کوئی مستانہ وار اللہ اللہ کہہ رہا تھا اور کوئی وجد میں تڑپ رہا تھا۔ بعض افراد نے اردو کے اشعار اور بعض نے فارسی اشعار پڑھے اور حضرت قبلہ وکعبہ رُوحی فِداہُ (میری روح ان پر فدا ہو) نے چند اشعار عربی کے پڑھے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی جان نکلنے کے وقت اس حال کی یاد کرے گا۔ مجھ کو اپنے رحیم وکریم مولیٰ سے اُمید ہے کہ وہ شخص شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور خاتمہ خوبی کے ساتھ ہو گا۔

یہ عاجز ابوالحسن زید عرض کرتا ہے کہ حضرت برادر نے واقعہ بہت خوب لکھا ہے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ مذکورۂ نے عربی کے یہ تین اشعار پڑھے تھے جو یہ عاجز لکھ رہا ہے اور آپ نے ان کا بیان اردو میں کیا تھا۔ کاش اس وقت آپ کا بیان کوئی قلمبند کر لیتا اب یہ عاجز ان کا ترجمہ پیش کرتا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ قَصْرِیْ حُفْرَةٌ   غَبْرَاءُ یَحْمِلُنِیْ اِلَیْهَا شَرْجَعٌ

اور بے شک میں جان گیا کہ میرا محل ایک گڑھا ہے۔ غبار آلودہ، مجھے وہاں لے جائے گا جنازہ۔

فَبَکَتْ بَنَاتِیْ شَجْوُهُنَّ وَزَوْجَتِیْ   وَالْاَقْرَبُوْنَ اِلَیَّ ثُمَّ تَصَدَّعُوْا

میری لڑکیاں اپنے غم کی وجہ سے روئیں میری بیوی۔ اور رشتہ دار میرے پاس آئے پھر متفرق ہو گئے۔

وَتُرِکْتُ فِیْ غَبْرَاءَ یُکْرَهُ وِرْدُهَا   یَسْفِیْ عَلَیَّ الرِّیْحُ حِیْنَ اُوَدَّعُ

اور ہمیں ایسی زمین میں چھوڑ دیا گیا جس میں اترنا ناپسندیدہ ہے، مجھ پر ہوائیں خاک اڑائیں گی جب رخصت کر دیا جاؤں گا۔

(۱۱) قمرالدین ساکن اچھرہ، لاہور نے بیان کیا کہ آخری سال ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء) میں جب حضرت اقدس کوئٹہ سے تشریف لائے (اس سال آپ کے ساتھ یہ عاجز تھا) اور تفریح کے واسطے شالامار باغ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مجھ سے فرمایا، قمرالدین ہم نے اپنے پروردگار سے دو سوال کئے تھے۔ ایک یہ کہ اپنی زندگی میں اسلام کی شوکت دیکھیں دوسری یہ کہ مجھ کو صالح اولاد عنایت کرے، میرے پروردگار نے اپنے کرم اور بندہ پروری سے میرے دونوں سوال قبول کر لئے ہیں، انہی دنوں میں ہم نے سنا ہے کہ پروردگار نے ترکوں کو عظیم فتح دی ہے (فتح سمرنا) اور اللہ کا فضل ہے کہ میرے تینوں فرزند نیک اور صالح ہیں۔

(۱۲) قمرالدین نے بیان کیا کہ ایک دن حضور اقدس نے فرمایا۔ جانتے ہو کہ تم لوگ ہماری عزت اور مدارات کیوں کرتے ہو، میں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد کریں، فرمایا: "اَبُوْهُمَا صَالِحًا" کی وجہ سے حضرت موسیٰ اور خضر کا واقعہ سورہ کہف میں ہے، اس میں ہے کہ دو یتیم بچوں کی دیوار کو درست کیا، کیونکہ ان کے باپ نیک آدمی تھے، چونکہ ہمارے باپ دادا نیک لوگ گزرے ہیں، اس واسطے تم لوگ ہمارا احترام اور عزت کرتے ہو۔

(۱۳) ایک دن حضرت قبلہ و کعبہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ذکر شریف سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے کہ وہ دل میں بس جائے، اگر کسی کا لطیفہ قلبی ذاکر و شاغل ہو جائے، اس کو آگاہی اور حضور دوام حاصل ہو گیا ہے اور اس کے تمام لطائف جاری و شاغل ہو جائیں گے، کیوں کہ لطیفہ قلب تمام لطائف کی بنیاد اور اصل ہے، اگر عمارت کی بنیاد محکم اور درست ہے عمارت کو کوئی خطرہ نہیں ہے، اور اگر بنیاد بودی اور کمزور ہے عمارت مستحکم نہیں ہے۔

بہ مے عمارت دل کن کہ دریں جہان خراب   دراں سر است کہ از سر ما بسازند خشت

محبت کی شراب سے دلی عمارت بنا، اس میں یہ بعید ہے کہ ہمارے سروں سے اینٹ بنے گی۔

(۱۴) ایک دن حضرت قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کام کیوں کیا اور یہ

کام کیوں نہیں کیا حالاں کہ میں وہی ہوں جو پہلے تھا۔ ان لوگوں کے اعتراضات سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ حضرت قبلہ وکعبہ پر اعتراضات کیا کرتے تھے، وہ اپنا نقصان کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو شرمندہ کرتا تھا اور وہ منفعل ہوا کرتے تھے۔

(۱۵) حضرت قبلہ وکعبہ حضرت سید نور محمد بدایونی کے مزار پُرانوار سے بگھی میں آرہے تھے، ڈپٹی محبوب عالم پنجابی آپ کے سامنے بیٹھے تھے، آپ نے ڈپٹی محبوب عالم سے کہا، مجھ کو اللہ سے قوی امید ہے کہ حضرت سید صاحب کے مزار شریف کے چاروں طرف دیوار بنوادوں گا، محبوب عالم نے آپ سے کہا، مجھ کو قوی امید ہے کہ یہ کام ہو جائے گا میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ حکومت سے اجازت نامہ حاصل کرلوں اور اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی، تو ہم چاروں طرف کی دیوار بنادینگے۔ اس بات سے حضرت قبلہ وکعبہ خوش ہوئے اور آپ نے یہ شعر پڑھا

جہاں میں تو کارِ نکُوئی رہے گا   نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

(۱۶) رمضان مبارک کی ایک رات تھی، قاری نیاز احمد تراویح پڑھا رہے تھے، بارہ رکعت کے بعد حسب معمول تمام افراد کو چائے دی جارہی تھی کہ حضرت قبلہ وکعبہ رُوحی فداہ (میری جان ان پر فدا) نے فرمایا، افسوس ہے اُن نہ دیکھنے والوں پر جن کا شغلہ کھانے پینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، کیا تم لوگوں میں کوئی شخص ہے جو آج رات کی نماز میں آنے والی مبارک نسبت کا بیان کرے کہ وہ کہاں سے آرہی تھی، نماز میں مُلّا عبدالحلیم آخوندزادہ فرزند مُلّا عبداللہ آخوندزادہ قوم کاکڑ ساکن پُوہی (یہ گاؤں شہر کوئٹہ سے پانچ میل پر شمال مغرب کی طرف ہے) شریک تھے، انھوں نے کہا، حضور انور ٹھیک فرمارہے ہیں کہ کوئی نہیں ہے جو اس مبارک نسبت کا بیان کرے کہ کہاں سے آرہی تھی، یہ سُن کر قبلہ وکعبہ نے فرمایا، عبدالحلیم تم بیان کرو، مُلّا عبدالحلیم آخوندزادہ نے کہا، مدینہ منورہ سے ایک خاص مبارک نسبت آرہی تھی، یہ ظاہر ہوا کہ سردار عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور حضور انور کے دائیں ہاتھ کی طرف جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ آپ کے ساتھ چاروں خلفا اور اکابر صحابہ اور ائمۂ دین بھی آئے ہیں اور یہ سب حضرات حضور انور کے دائیں ہاتھ کی طرف جلوہ افروز ہوئے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مکان کا صحن ملائکہ سے بھرا ہوا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے واسطے آسمان سے آئے ہیں۔

مُلّا عبدالحلیم کا یہ بیان سن کر حضرت قبلہ وکعبہ نے فرمایا۔ عبدالحلیم کیا تم سچ کہتے ہو۔ عبدالحلیم نے کہا واللہ باللہ۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اُسی کا بیان کیا ہے، میرے بیان میں بال برابر فرق نہیں ہے۔ مُلّا عبدالحلیم

کے اس بیان سے حاضرین میں وجد وجذبہ کی کیفیت پیدا ہوئی پھر حضرت قبلہ و کعبہ نے چند شعر قصیدۂ ہمزیہ کے اور چند شعر فارسی کے پڑھے، اور ارشاد کیا، اس نعمت عظمیٰ کے شکرانہ میں ہم ان تمام افراد کو جو نماز میں شریک ہیں کل گوشت اور روٹی کھلائینگے اور اس کا ثواب سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائینگے چنانچہ دوسرے دن آپ نے ان سب افراد کو جو کہ تقریباً ایک سو افراد تھے عمدہ کھانا کھلایا۔

واضح رہے حضرت برادر کلاں رحمہ اللہ کے جمع کردہ ملفوظات تمام ہوئے۔ اب چند ملفوظ جو دوسروں سے سنے ہیں یہ عاجز لکھتا ہے۔

(۱۷) مقامات خیر کے معمولات کے بیان میں "پنجاب کے حافظ" کا واقعہ تحریر ہے۔ اس حافظ کو دیکھ کر حضرت سیدی الوالد نے فرمایا تھا "تم نے ہماری نماز رات کیوں خراب کی تھی"۔ آپ کے اس کشف پر سب لوگ حیران رہ گئے۔ اس موقع میں غلام احرار صاحبزادہ غزنوی حلقہ میں حضرت سیدی الوالد کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان پر جذبہ طاری ہوا اور بلند آواز سے لفظ مبارک اللہ کا نعرہ لگایا اس وقت حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے سر مبارک اٹھا کر غلام احرار صاحبزادہ اور دیگر افراد کو مخاطب کر کے فرمایا "بفضل خدا کسے کہ پیش من می آید او را می شناسم و اگر او دست خود بر دست من دہد آباء و اجدادش را می شناسم"۔ اللہ کے فضل و کرم سے جو شخص میرے سامنے آتا ہے میں اس کو پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے میں اس کے باپ داداؤں کو پہچان لیتا ہوں۔

اس واقعہ کو غلام احرار صاحبزادہ نے اپنے بڑے بیٹے مُلّا غلام احمد صاحبزادہ سے بیان کیا، ان کے یہ بیٹے بھی حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ رحمۃ اللہ علی الوالد والولد۔

(۱۸) یہ عاجز کہتا ہے کہ غلام احرار صاحبزادہ کی اس روایت نے ہمارے استاد مُلّا امان اللہ کی روایت یاد دلادی۔ اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت سیدی الوالد کوئٹہ میں آخری دو سال ٹُولا کے باغ عصر کو جایا کرتے تھے، وہاں مغرب تک ذکر شریف میں مصروف رہتے اور مغرب کے بعد مختصر اور خصوصی حلقہ ہوا کرتا تھا اس حلقہ میں ہمارے استاد محترم مُلّا امان اللہ رحمہ اللہ بھی آیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے داماد مُلّا عمر نے ان سے کہا کہ آپ مجھ کو بھی ساتھ لیجائیں۔ مُلّا صاحب نے اُن سے کہا میں کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ چنانچہ مُلّا صاحب اپنے وقت پر آئے اور کچھ دیر بعد ان کے داماد آئے۔ افغان مخلص نے انکے آنے کی اطلاع آپ کو دی آپ نے سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا "ایں کیست" "یہ کون ہے"۔ آپ کا رُخ مُلّا امان اللہ کی طرف تھا۔ مُلّا صاحب نے کہا۔ یہ مُلّا عمر ہے حضرت سیدی الوالد نے فرمایا "چرا نمی گوئی کہ داماد من است" "کیوں نہیں کہتے کہ یہ میرا داماد ہے"۔ مُلّا صاحب حیرت میں پڑ گئے آپ نے فرمایا "بفضل پروردگار چوں

کسے پیش من می آید او را می شناسم واگر دست او را در دست بگیرم آباء و اجدادش را می شناسم" اللہ کے فضل سے جب کوئی میرے سامنے آتا ہے میں اس کو پہچان لیتا ہوں اور اگر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لوں تو اس کے آباؤ اجداد کو پہچان لیتا ہوں۔

مُلّا صاحب بہت تعجب سے اس واقعہ کا ذکر کیا کرتے تھے اور اس وقت ان پر کچھ بیخودی طاری ہو جاتی تھی۔ رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ۔

(۱۹) حافظ غلام محمد باغ والے نے بیان کیا جو کہ حضرت سیدی الوالد کے خصوصی افراد میں سے تھے، کہ حضرت اقدس کا پرانا مرید بشیر کی عادت تھی کہ خانقاہ شریف آکر مسجد شریف کے دالان میں بیٹھ کر وظیفہ شریفہ کی تعداد چوبیس ہزار پوری کرتے تھے اور پھر حلقہ شریفہ میں شریک ہوتے تھے، ایک دن حضرت شرف الدین قلندر کی زیارت کے لئے پانی پت گئے، فاتحہ پڑھ کر چوک میں ایک پنواڑی سے پان لیا اور روانہ ہو گئے، پان کھانے سے اُن پر زنانہ پن کا اثر ہوا خواہش ہوئی کہ ڈاڑھی منڈوا کر ہیجڑوں میں شامل ہو جائے ان خیالات کو لئے دہلی پہنچے اور خانقاہ شریف جا کر مسجد شریف میں مصروف ذکر شریف ہوئے۔ وہ ذکر کر رہے تھے حضرت سیدی الوالد نے بلند آواز سے فرمایا "بشیر زنانہ کہاں ہے" یہ آواز بشیر نے سنی اور دوسرے دن وہ پھر پانی پت گئے فاتحہ پڑھ کر جب چوک میں آئے، پنواڑی نے دیکھ کر کہا میں نے تیرا کام کر دیا تھا لیکن تیرا لنگوٹا بہت مضبوط ہے، یعنی تیرا مرشد قوت والا ہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ عَلَی البَشِیر۔

(۲۰) چھوٹے بھائی رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ کہ ہمایوں کے مقبرہ کے پاس سے حضرت سیدی الوالد کا گزر ہوا آپ راستہ کے کنارے پر مقبرہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے آپ نے جوتیوں سے اپنے پیر نکالے اور جوتیوں کے اوپر رکھ کر فاتحہ پڑھی اور یہ دعا کی۔ یا اللہ یہ ہمارے بادشاہ کی قبر ہے تو ان پر رحم فرما اور ان کی خطائیں معاف کر۔

(۲۱) استاذی مولانا مولوی حافظ محمد عمر گھوسوی رحمہ اللہ نے کوئٹہ بلوچستان میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہ سے سنا "زید جائے گیر ما باشد" زید ہماری جگہ لینے والا ہو گا۔

عاجز کہتا ہے اس مکاشفہ کا ظہور ستائیس اٹھائیس سال بعد عیاناً ہوا، جمعہ ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے دہلی اور پنجاب میں قیامت صغریٰ برپا تھی۔ خانقاہ ارشاد پناہ میں صرف یہ عاجز مع اہل و عیال مقیم رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خانقاہ کو اور دائرہ حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کو محفوظ رکھا اور اس عاجز سے دونوں جگہ کی خدمت کرائی، یہی خانقاہ آپ کی جگہ تھی اور یہی دائرہ حضرت سید نور محمد بدایونی آپکے لئے جنت کا ٹکڑا تھا آپ نے فرمایا ہے ہم جس وقت یہاں آتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔

اِنْتَهَتِ الْمَلْفُوظَات وَرَحِمَ اللّٰهُ صَاحِبَهَا وَجَامِعَهَا بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ۔

تحریرات

حضرت سیدی الوالد قدس سرہ نے بعض کتابوں پر اپنی رائے لکھی ہے یا کسی کو کوئی عبارت لکھ کر دی ہے یہ عاجز پہلے ان کو بلفظہا نقل کرتا ہے۔ چاہے وہ عربی میں ہوں، چاہے فارسی میں اور چاہے اُردو میں۔ اور اسی وجہ سے تحریرات مبارکہ کو مکتوبات شریفہ سے الگ کر کے بیان کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ مکتوبات میں سے جو مکاتیب اُردو میں نہیں ہیں یہ عاجز ان کا ترجمہ بیان کرنے پر اکتفا کرے گا۔ آپ کی تحریرات کے بعد سَلاسِلِ سبعہ کے شجرات مبارکہ نقل کرے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

مولدِ سعیدیہ

جناب مولوی ظہور علی ظہورؔ نے حضرت جدِّ اعلیٰ شاہ احمد سعید قدس سرہ کو محفل مبارک میلاد میں "سعید البیان فی مولدِ سید الانس والجان" پڑھتے سنا۔ اُن کو یہ کتاب بہت پسند آئی۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبد المغنیؒ سے اس کا نسخہ حاصل کیا۔ اور تین ہفتے کی مدت میں اس کو ۱۲۶۴ھ میں نظم کیا۔ ناظم کے بڑے صاحبزادے مولوی ذوالفقار حسین غنیؔ نے سر ورق پر لکھا ہے "مولانا شاہ محمد عمر صاحب کے ارشاد کے بموجب مولوی محمد ظہور علی صاحب دہلوی نے اس کو نظم کیا تھا۔ ناظم نے اس کا نام "مولد سعیدیہ" رکھا اور ان کے صاحبزادے نے اس کو ۱۳۰۲ھ میں مطبع چشمۂ فیض دہلی میں چھپوایا۔ اُن دنوں حضرت سید الوالد قدس سرہ دلی میں تھے۔ آپ نے غنیؔ صاحب کو ایک تحریر لکھ کر دی جو کتاب کے صفحہ ۶۸ پر درج ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ، اما بعد عرض دارد خادم درویشاں بلکہ خاک قدم ایشان فقیر ابوالخیر محی الدین عبد اللہ مجددی ابن غوث حرم محترم، صاحب بقائے اکمل و فنائے اتم، مسیحائے زماں، قبلۂ اہلِ عرفان، نائب سید البشر، مرشدنا و مولانا حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ فرزند خاص، و جانشین با اختصاصِ قطب وحید، غوث فرید حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی رَوَّحَ اللہُ سُبْحَانَہٗ رُوْحَہُمَا وَاَوْصَلَ اِلَیْنَا فُتُوْحَہُمَا کہ رسالۂ "سعید البیان فی سیرۃ سید الانس والجان" از تصنیفات بابرکات حضرت جدِّ امجدم را جناب مولوی ظہور علی صاحب مرحوم و مغفور در سلک نظم کشیدند و بہ کمال فصاحت و بلاغت دُرر و غُرر منثورہ را عقد منظوم ساختند جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔ فقیر ایں رسالہ را باتمام مطالعہ نمود و صحت بعض غلطہائے ضروریہ بہ ذاتِ خود نمود۔ ایں رسالۂ متبرکہ مستغنی عن التوصیف است کہ ذکر محبوب خدا است صلی اللہ علیہ وسلم، بہ وجہ صحتِ نقل از اکثر مولد ہا بہتر است و ہم مؤلفش قطب زماں ولی کامل است و ہم ناظمش محبِ نبی و محبِّ اولیا است رحمۃ اللہ علیہ۔

مُہر | ابوالخیر احمدی

الدُّرُّ المُنظّم | حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکہ وشیخ الدلائل نے "الدُّرُّ المُنظّم فِی بَیَان حُکم مولد النّبِیّ الاعظم ﷺ" اپنے پیر ومرشد محدث دارالہجرہ حضرت شاہ عبدالغنی قدس اللہ اسرارہما کے اشارے بلکہ امر پر لکھی ہے۔ صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ ۱۲۸۲ھ میں مسجد نبوی میں بارہ ربیع الاول روز یکشنبہ کو یہ مبارک محفل منعقد ہوئی اور آپ اس میں شریک ہوئے اور پھر آپ نے قیام کیا۔ اور صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے کہ بہ تصریح تمام فرمودہ بودند وبرائے ابلاغ این امر تاکید تمام فرمودہ بودند چنانچہ این امر را حسب فرمودہ حضرت ایشان بنابر خیرخواہی برادران مسلمین بحیلۂ تقریر وتحریر آوردہ باللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ اس مبارک کتاب پر آٹھ حضرات نے تقریظیں لکھی ہیں۔ جناب مؤلف رحمہ اللہ نے جس ترتیب اور جن القاب سے مقرظین کے نام اور ان کی عبارات کو لکھا ہے یہ عاجز اس کو نقل کرتا ہے۔

(۱) تقریظ عمدۃ العلماء زبدۃ العرفاء حضرت مرشدنا مولانا شاہ ابوالخیر فاروقی نقشبندی مجددی نفعنا اللہ بطول بقائہ۔

(۲) تقریظ عمدۃ الواصلین زبدۃ المقربین حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی چشتی مہاجر مکہ معظمہ

(۳) تقریظ جناب مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ۔

(۴) تقریظ جناب مولوی سید حمزہ صاحب شاگرد جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی دام الطافہ

(۵) تقریظ جناب مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ

(۶) تقریظ جناب مولانا قسیم الدین احمد صاحب رضوی عظیم آبادی

(۷) تقریظ جناب مولانا مولوی عبداللہ صاحب دام فیضہ داماد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم

(۸) تقریظ جناب مولوی محمد جمیل الرحمن خاں صاحب خلف الصدق مولوی عبدالرحیم خاں صاحب مرحوم۔

اور آخر میں "فارسی قصیدہ عرض حال" اشرف کا ہے۔ حضرت سیدی الوالد کی تقریظ صفحہ ۱۳۶ پر ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ عبداللہ ابوالخیر احمدی بمطالعۂ ایں رسالۂ شریفہ مشرف شد۔ جزی اللہ مؤلفہ خیرا واسبغ علیہ نعمہ فی الدنیا والاخری۔ بسیار خوب وزیبا نوشتہ اند وہر چہ نوشتہ اند صحیح است ومعمول صلحائے مومنین است وجناب مؤلف عمدۂ اتقیائے زمانہ اند در صلاح وتقویٰ واستقامت وعلم وعمل چہ جائے ہندوستان کی در حرمین محترمین نظیر خود نداند مجددی مشرب حنفی مذہب صدیقی نسب اند بقیۂ سلف اند وامید از حق تعالیٰ دارم کہ حجۃ خلف گردند۔ بارک اللہ فی عمرہ وعلمہ وارشادہ۔ آمین۔

مہر: ابوالخیر عبداللہ بن عمر الفاروقی النقشبندی

حمائل اعجاز صنعت

مولوی حکیم غلام محی الدین زینت رقم نے ۱۳۲۶ھ میں حمائل شریف اعجاز صنعت لکھ کر طبع کی۔ اس کے ۶۷۷ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں۔ حکیم صاحب نے کتابت میں یہ صنعت دکھائی ہے۔ کہ جس حرف سے پہلی سطر شروع ہوئی اسی حرف سے گیارہویں سطر شروع ہوگی اور جس حرف سے دوسری سطر اُسی سے دسویں سطر، اور جس حرف سے تیسری سطر اُسی سے نویں سطر۔ اور جس حرف سے چوتھی سطر اُسی سے آٹھویں سطر۔ اور جس حرف سے پانچویں سطر اُسی سے ساتویں سطر، اور جس حرف سے وسط کی چھٹی سطر اُسی سے اس کے مقابل صفحہ کے وسط کی چھٹی سطر۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ یوم دوشنبہ کو حکیم صاحب نے اس مبارک حمائل کا ایک نسخہ آپ کو دیا۔ آپ اس زمانہ میں کلام الٰہی کے اوقاف لکھ رہے تھے۔ حکیم صاحب نے کلام پاک کی کتابت میں جو صنعت پیدا کی ہے اس سے آپ بہت خوش ہوئے اور ایک مصحف شریف کا نسخہ ان کو دیا۔ اس میں لال روشنائی سے اوقاف کا بیان کیا تھا۔ اوقاف کے سلسلہ میں ایک تحریر بھی حکیم صاحب کو دی جو معمولات میں "آپ کی تحریر" کے عنوان سے گزر چکی ہے۔ اور حمائل اعجاز صنعت" کے متعلق درج ذیل تحریر لکھ کر اُن کو عنایت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ سبحان اللہ۔ کلام الٰہی وہ بحرِ ذخّار ہے کہ جس کے صنائع وبدائع کی نہ انتہا ہے نہ شمار ہے۔ غوّاصانِ بحر لطائف ونکات نے بہت کچھ غوطے لگائے۔ مگر ہر غوطے میں ایک نیا اور انمول موتی لائے۔ ہر صنعت اس کی انوکھی اور دُرِ یکتا ہے کہ جس کی چمک دمک سے چشم بصیرت خیرہ ہے۔ ہر صنعت اس کی معجز ہونے کی برہان ہے لاریب کہ یہ قرآن ہی کی شان ہے۔

حال ہی میں جو صنعت "حمائل اعجاز صنعت" میں دیکھی واقعی اعجاز قرآنی کی موجودہ دلیل ہے۔ اور حمائل شریف بے شک لاثانی اور بے عدیل ہے۔ حکیم صاحب نے اپنے اشتہار میں جو کچھ ثنا وصفت حمائل شریف کی بیان کی ہے وہ سب بجا اور درست بیان کی ہے کہ نہ دیکھی نہ سنی بلکہ عدیم المثیل ہے۔

سب سے زیادہ خوشی کی یہ بات ہے کہ اس زمانۂ ادبار میں بھی ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن کو کلام الٰہی کے ساتھ ایسی دل سوزی اور محبت ہو کر سالہا سال تک محنت کرکے ایک عجیب وغریب صنعت کلام الٰہی میں نکالیں۔ لوگوں کو اس تحفۂ نایاب کی قدر کرنی چاہیئے۔ والسلام۔

مخفی بیاض

چھوٹی تقطیع پر سولہ صفحے کا مختصر رسالہ دربیان استقامت وآداب پیر ومرید ہے۔ عبدالحق دفتری حضرت مولوی رحیم بخش سے بیعت تھے حضرت سید الوالد کے پاس اکثر آتے تھے۔ آپ نے ان کے اس رسالہ پر درج ذیل عبارت لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی نے یہ رسالہ "مخفی بیاض علی ریاض" خود مؤلف رسالہ برادر

طریقت عبدالحق ولد حبیب بخش دفتری سے سنا ایسی باتیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر اور ہم سب کو توفیقِ اعمالِ صالحہ عنایت فرمائے۔ آمین۔ یکشنبہ ہفتم صفر ۱۳۲۸ھ ہجری

اجازت نامۂ طریقت

مولوی عبداللہ علی زئی قندہاری کو آپ نے درج ذیل اجازت نامہ لکھ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ وبعد۔ فیقول ابو الخیر عبد اللہ محی الدین العمری الاحمدی ان الأخ الأعز الکامل العالم العارف الفاضل صاحب الاسرار العلیة والأنوار البھیة الشیخ عبد اللہ القندھاری سلمہ اللہ تعالیٰ قد اشتغل عندی باشغال الطریقة الاحمدیة وتأدب لدی بآداب تلک السادة السنیة ودخل بواسطتی فی اھل السلسلة البھیة وتوجھت بالتوجھات الخاصة فی مدة یسیرة الی نھایة الطریقة الاحمدیة فصار اھلاً للإرشاد فاجزتہ باجازة مطلقة ویدہ کیدی فھو خلیفتی بارک اللہ فیما اعطاہ وجعلہ للمتقین اماماً اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً وکن لہ حافظاً وناصراً ومعیناً وکفیلاً برحمتک یا ارحم الراحمین وبحبیبک سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم واوصیہ باتباع السنة السنیة والاجتناب عن البدعة غیر المرضیة ومحبة مشائخنا الکرام والأقتداء بھم ظاھراً و باطناً ودوام الاشتغال مع اللہ سبحانہ۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

رقمہ بیدہ ابو الخیر الاحمدی حرر باُم القری سادس عشر من ذی الحجة المحرم یوم الجمعة ۱۳۰۲ھ

مہر: ابو الخیر احمدی — کان اللہ لہ عوضاً من کل شیٔ

اجازت نامۂ دلائل الخیرات

الحمد للہ والصلاة والسلام علی رسول اللہ محمد۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی اجازت دلائل الخیرات از حضرت قبلہ گاہی ارشاد و ہدایت پناہی حضرت شاہ محمد عمر۔ ذکرہ اللہ بالخیر ورحمہ ورضی عنہ دارد عن والدہ القطب الربانی الشیخ احمد سعید عن الشیخ عبد العزیز عن والدہ الشیخ ولی اللہ عن الشیخ ابی الطاھر عن الشیخ احمد النخلی عن السید عبد الرحمٰن الادریسی الشھیر بالمحجوب عن ابیہ السید احمد عن جدہ السید محمد عن ابی جدہ السید احمد عن مؤلف السید محمد بن سلیمان الجزولی زاد اللہ فی درجاتھم وافاض علینا من برکاتھم۔ جان محمد حریانی را اجازت خواندن دلائل الخیرات دادم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ والحمد للہ رب العالمین۔

چہار شنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ۔ دہلی۔ خانقاہ شریف مجددیہ

اجازت نامۂ الحصن الحصین

یہ عاجز ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبداللہ ابوالخیر سے وہ اپنے والد حضرت شاہ محمد عمر سے وہ اپنے والد حضرت شاہ احمد سعید سے وہ اپنے استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ سے وہ اپنے استاد شیخ ابوطاہر سے وہ اپنے والد ابراہیم کردی مدنی سے وہ شیخ قشاشی سے وہ شیخ شناوی سے وہ شیخ رَملی سے وہ شیخ الزین زکریا سے وہ حافظ تقی الدین محمد بن محمد بن فہد ہاشمی مکی سے وہ جناب مؤلف ابوالخیر محمد بن محمد جزری شافعی سے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ روایت کرتا ہے۔

اجازت نامہ الحزب الاعظم

عاجز ابوالحسن زید فاروقی اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبداللہ ابوالخیر سے وہ اپنے والد صاحب حضرت شاہ محمد عمر سے وہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ احمد سعید سے وہ حضرت شاہ عبدالعزیز سے وہ حضرت شاہ ولی اللہ سے وہ شیخ صالح الفلانی عمری سے وہ شیخ محمد بن سُنّہ سے وہ شریف محمد بن عبداللہ سے وہ شیخ عبدالقادر سے وہ جناب مؤلف ملّا علی القاری سے رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتا ہے۔

اجازت نامہ حزب البحر

حزب البحر کی اجازت حضرت سیدی الوالد شاہ عبداللہ ابوالخیر قدس سرہ بہت کم افراد کو دیا کرتے تھے اور جن کو آپ اجازت دیتے تھے فرمادیا کرتے تھے، اللہ کی رضامندی کے واسطے پڑھو، جو فائدہ حاصل ہو وہ اللہ کی رضامندی کے ضمن میں حاصل ہو، اسی شرط کے ساتھ عاجز ابوالحسن زید کو اجازت عنایت کی ہے، آپ اپنے حضرت والد شاہ محمد عمر سے اور وہ اپنے حضرت والد شاہ احمد سعید سے وہ حضرت شاہ عبدالعزیز اور حضرت شاہ غلام علی سے اور یہ دونوں حضرات حضرت شاہ ولی اللہ سے وہ شیخ ابوالطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی سے وہ شیخ احمد نخلی سے، وہ شیخ عیسیٰ مغربی سے وہ ابوالصلاح علی بن عبدالواحد انصاری سے وہ ابوالیاس احمد مقری سے وہ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالجلیل تیسی سے وہ اپنے والد عبدالجلیل تیسی سے وہ ابوالفضل محمد بن احمد سے وہ ابوالطیب غلوان تیسی سے وہ ابوالحسن محمد بن احمد بطرنی سے وہ اپنے والد احمد بطرنی سے وہ ابوالعزائم قاضی سے وہ حضرت مصنف شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ شاذلی سے روایت کرتے ہیں قدّس اللہ اَسرارہم وزاد اللہ فی دَرجاتہم وَاَفاض عَلینا من برکاتہم۔

سلاسلِ مبارکہ سبعہ

۱۔ سلسلۂ نقشبندیہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم
۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ۔
۳۔ حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہٗ۔
۴۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۵۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۶۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۷۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۸۔ حضرت ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۹۔ حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۰۔ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۱۔ حضرت عارف ریوگری۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۲۔ حضرت محمود انجیر فغنوی۔ رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۳۔ حضرت عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۴۔ حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۵۔ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۶۔ حضرت سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۷۔ حضرت علاء الدین عطار رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۸۔ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۱۹۔ حضرت عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۲۰۔ حضرت محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۲۱۔ حضرت درویش محمد رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔
۲۲۔ حضرت خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ ورضی عنہٗ۔

ف حضرت بایزید بسطامی مرید تھے حضرت جعفر کے اور حضرت جعفر مرید تھے امام موسیٰ کاظم کے اور حضرت جعفر صادق کے
چونکہ آپ کا تعلق امام جعفر صادق سے تھا اس لئے آپ کو حضرت جعفر بن حضرت بایزید کا بابا لکھا ہے
جو کہ آپ کے دادا تھے۔ (دیکھو فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۰)

۲۳۔ حضرت رضی الدین باقی باللہ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۴۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۵۔ حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۶۔ حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۷۔ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۸۔ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۹۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۰۔ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۱۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۲۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۳۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۔ سلسلۂ قادریہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

۳۔ حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ۔

۴۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔

۵۔ حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۶۔ حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۷۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۸۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۹۔ حضرت علی رضا رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۱۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۲۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۳۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۴۔ حضرت عبدالواحد یمنی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۵۔ حضرت ابوالفرح یوسف طرطوسی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۶۔ حضرت ابوالحسن الہنکاری رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۷۔ حضرت ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۸۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۹۔ حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۰۔ حضرت سید شرف الدین قتال رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۱۔ حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۲۔ حضرت سید بہاء الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۳۔ حضرت سید عقیل رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۴۔ حضرت سید شمس الدین صحرائی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۵۔ حضرت سید گدا رحمن اول رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۶۔ حضرت سید شمس الدین عارف رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۷۔ حضرت سید گدا رحمان ثانی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۸۔ حضرت سید شاہ فضیل رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۹۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۰۔ حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۲۔ حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۳۔ حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۴۔ حضرت محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۵۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۶۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۷۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۸۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۹۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۰۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۔ سلسلۂ چشتیہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

۳۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۴۔ حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۶۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۷۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۸۔ حضرت ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۹۔ حضرت اسحاق علو دینوری رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ حضرت ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۱۔ حضرت ابواحمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۲۔ حضرت ابومحمد چشتی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۳۔ حضرت ابویوسف چشتی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۴۔ حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ ورضی عنہ

۱۵۔ حضرت حاجی شریف زندانی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۶۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۷۔ حضرت معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۸۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۹۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

صابریہ

۲۰۔ حضرت مخدوم علی صابر رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۱۔ حضرت شمس الدین ترک رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۲۔ حضرت جلال الدین پانی پتی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۳۔ حضرت عبدالحق ردولوی رحمہ اللہ ورضی عنہ

نظامیہ

۲۰۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۱۔ حضرت نصیر الدین روشن چراغ رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۲۔ حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۳۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ

ف حضرت شیخ علامہ محمد حبیب اللہ شنقیطی مالکی مؤلف کتاب زاد المسلم فیما اتفق البخاری ومسلم نے مسجد القاہرہ میں ۱۳۵۱ھ میں اجازت عامہ جو کہ دینے کے بعد فرمایا: حسن بصری کو اجازت حضرت حسن مجتبیٰ سے ہے ان کو اپنے والد حضرت علی رضی سے رضی اللہ عنہم اور انھوں نے اسی کا اظہار فتح الباری کے صفحہ ۳۲ پر اور الفاظ زرکے بیان میں کر دیا۔

۲۴۔حضرت احمد عارف رحمہ اللہ ورضی عنہ
۲۵۔حضرت محمد عارف رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۴۔حضرت سید ابوالحسن بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ
۲۵۔حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ ورضی عنہ

۲۶۔حضرت عبدالقدوس گنگوہی رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۲۷۔حضرت رکن الدین رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۲۸۔حضرت مخدوم عبدالاحد رَحِمَہُ اللہ عَنہُ۔
۲۹۔حضرت شیخ احمد سرہندی رَحِمَہُ اللہ عَنہُ۔
۳۰۔حضرت محمد سعید رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۱۔حضرت عبدالاحد وحدت رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۲۔حضرت محمد عابد سنامی رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۳۔حضرت مرزا جان جاناں مظہر رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۴۔حضرت شاہ غلام علی رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۵۔حضرت شاہ ابوسعید رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۶۔حضرت شاہ احمد سعید رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۷۔حضرت شاہ محمد عمر رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔
۳۸۔حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رَحِمَہُ اللہُ وَرَضِیَ عَنہُ۔

۴۔سلسلۂ سہروردیہ

۱۔حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّمَ
۲۔حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ وَجہہٗ۔
۳۔حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۴۔حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ ورضی عنہ
۵۔حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۶۔حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۷۔حضرت سری سقطی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۸۔حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۹۔حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۰۔حضرت احمد اسود دینوری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

ملاحظہ کریں ص۱۵ کے حاشیہ کو۔

۱۱۔ حضرت محمد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۲۔ حضرت یار محمد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۳۔ حضرت عبداللہ حَمُّوَیہ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۴۔ حضرت عبدالقاہر سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۵۔ حضرت ابونجیب سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۶۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۷۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۸۔ حضرت صدرالدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۹۔ حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۰۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۱۔ حضرت بُڈھن بہرائچی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۲۔ حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۳۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۴۔ حضرت رکن الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۵۔ حضرت مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۶۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۷۔ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۸۔ حضرت عبدالاحد وحدت رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۹۔ حضرت محمد عابد سُنّامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۰۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۱۔ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۲۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۳۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۴۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۳۵۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ سلسلہ کبرویہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔
۲۔ حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ۔
۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔
۴۔ حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۵۔ حضرت محمد باقر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۶۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۷۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۸۔ حضرت علی رضا رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۹۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۰۔ حضرت سرّی سقطی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۱۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۲۔ حضرت ابو علی رُودباری رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۳۔ حضرت ابو علی کاتب رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۴۔ حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۵۔ حضرت ابو القاسم گُرگانی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۶۔ حضرت ابوبکر نساج رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۷۔ حضرت احمد غزالی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۸۔ حضرت ابو نجیب سہروردی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۱۹۔ حضرت عمّار یاسر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۰۔ حضرت نجم الدین کُبریٰ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۱۔ حضرت بابا کمال رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۲۔ حضرت احمد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۳۔ حضرت عطایا خالدی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۴۔ حضرت شمس الدین فرغانی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔
۲۵۔ حضرت حمید الدین سمرقندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۲۶۔ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۲۷۔ حضرت سید جلال الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۲۸۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۲۹۔ حضرت بڈھن بہرائچی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۰۔ حضرت درویش اودھی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۱۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۲۔ حضرت رکن الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۳۔ حضرت مخدوم عبدالأحد رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۴۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۵۔ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۶۔ حضرت عبدالأحد وحدت رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۷۔ حضرت محمد عابد سُنامی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۸۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۳۹۔ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۴۰۔ حضرت شاہ ابو سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۴۱۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۴۲۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۴۳۔ حضرت شاہ ابو الخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

۶۔ سلسلہ مداریہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔
۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔
۳۔ حضرت عبداللہ علم بردار رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۴۔ حضرت سید یمین الدین شامی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۵۔ حضرت عین الدین شامی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۶۔ حضرت طیفور شامی رحمہ اللہ و رضی عنہ۔
۷۔ حضرت بدر الدین شاہ مدار رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

۸۔ حضرت سید اجمل بہرائچی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۹۔ حضرت بڈھن بہرائچی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ حضرت درویش اودھی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۱۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۲۔ حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۳۔ حضرت مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۴۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۵۔ حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۶۔ حضرت عبدالاحد وحدت رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۷۔ حضرت محمد عابد سُنامی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۸۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۹۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۰۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۱۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۲۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۲۳۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۷۔ سلسلہ قلندریہ

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

۲۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۳۔ حضرت خضر رومی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۴۔ حضرت نجم الدین قلندر رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۵۔ حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۶۔ حضرت محمد شاہ رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۷۔ حضرت عبدالسلام رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۸۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۹۔ حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ ورضی عنہ۔

۱۰۔ حضرت مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۲۔ حضرت محمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۳۔ حضرت عبدالاحد وحدت رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۴۔ حضرت محمد عابد سُنامی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۵۔ حضرت مرزا جان جانان مظہر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۶۔ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۷۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۸۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۱۹۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۲۰۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مناجات جدِ امجد قدس سرہٗ

بڑا میں الٰہی گنہ گار ہوں — نہایت گنہ میں گرفتار ہوں

مرے بخش سارے گنہ اے کریم — کہ ہے وصف تیرا غفور و رحیم

اگرچہ ہوں نالائق بد گہر — مجھے ان کی نسبت سے کر بہرہ ور

تصدق سے اِن مرشدوں کے خدا — مجھے بھی تو اس جگھٹے میں ملا

مرض میرے کھو اور صحت سے رکھ — مجھے دونوں عالم میں عزت سے رکھ

مجھے اور ماں باپ کو میرے نور — دے فردوس اعلیٰ و حور و قصور

مرے دوست احباب کو شاد رکھ — دل اُن کا محبت سے آباد رکھ

پلا جام الفت کا بھر کر مجھے — ہمیشہ تو رکھ اپنے در پر مجھے

ذرا سا تو در کھول عرفان کا — مزا تا کہ پاؤں میں ایمان کا

ابوالخیر میرا جو ہیگا حبیب — وہ فاضل ہو عارف ہو اور خوش نصیب

دعائیں عمر کی تو سب کر قبول — بحقِ رسول وبجاہِ بتول

ارشاد سیدی الوالد قدس سرہٗ

تو عبداللہ ابوالخیر حزیں را — مع الاولاد ملحق کن بہ آبا

قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من برکاتہم

مکتوبات

اس عاجز کے پاس حضرت سیّدی الوالد قدس سرّہٗ کے چار سو سے زائد مکاتیب شریفہ موجود ہیں، ان میں سے ایک مکتوب شریف عربی میں ہے اور سینتیس فارسی میں، باقی اُردو میں ہیں۔ اکثر خطوط میں سلام دُعا اور خیریت سے مکتوب الیہ کو آگاہ فرمایا ہے۔ یہ عاجز صرف اُن مکاتیبِ شریفہ کو کاملاً یا اقتباساً نقل کرتا ہے۔ جن میں پند و نصائح اور وظیفہ شریفہ سے متعلق آپ نے ہدایات فرمائی ہیں یا ایسے اُمور کا ذکر فرمایا ہے جن سے آپ کے احوالِ مبارکہ پر روشنی پڑتی ہے۔ عربی اور فارسی خطوط کا ترجمہ ہوگا اور اس کا بیان کر دیا جائے گا اور اقتباس کی صورت میں اقتباس کا حوالہ ہوگا۔ واللہ الموفق والمعین۔

۱۔ اصل عربی میں ہے۔ مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ عبداللہ ابوالخیر کی طرف سے اس کے برادرِ حبیب صالح و فاضل زاد اللہ تعالیٰ فی فضلہ و صلاحہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور پروردگار وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ثنا اور اس کے رسول سید الاولین والآخرین حضرت محمد پر درود و سلام کے بعد معلوم فرمائیں کہ تمہارا ہدیہ اور خط مُلّا شاہ نے پہنچایا جس سے دل خوش ہوا۔ میں تم کو ہر روز توجہ دیتا ہوں، لیکن بعض اوقات درمیان میں پردے حائل پاتا ہوں جن کی وجہ سے توجہ کا تم تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اکثر اوقات میں یہ صورت نہیں ہوتی ہے اور توجہ بسہولت تم تک پہنچتی ہے۔ یہ خط ملنے کے بعد سے تم "نفی و اثبات" کا شغل شروع کر دو۔ یہ وظیفہ حبس دم کے ساتھ پانسو مرتبہ کرو۔ حبس دم میں طاق عدد کا لحاظ رکھو اور بتدریج اس کی تعداد بڑھاؤ اور مراقبۂ احدیّت بھی شروع کر دو۔ مراقبۂ احدیت کا مطلب یہ ہے کہ ورودِ فیض کا انتظار اس پاک ذات سے کرو جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور تمام صفاتِ کمال سے متصف اور تمام سِمَاتِ نقصان سے منزہ ہے۔ مراقبہ کے وقت ذکر شریف اور رابطہ کا قصد نہ کرو بلکہ انتظارِ مذکور میں مستغرق ہونا چاہیے۔ یہ مراقبہ کامل ایک گھنٹہ کرنا چاہیے۔ اور میں اس وظیفہ میں تم کو بعون اللہ الوہاب توجہ دیتا رہوں گا۔ اور حضرت رسالت میں میرا ایسا سلام عرض کرو جیسا کہ ایک کمینہ غلام اپنے آقائے مہربان کو پیش کرتا ہے اور پھر ان کے دونوں رفیقوں پر۔

ابو مسلم یا کسی دوسرے کے ہاتھ بخاری شریف کا وہ نسخہ جو دس جلد میں ہے (آپ نے تین تین پارے کی جلد بنوائی تھی) بحفاظت ارسال کر دو۔ کیونکہ ہم نے اس کی تدریس شروع کر دی ہے اور ہم کو

اس کی ضرورت ہے۔ ملا سفر اور عبدالستار افندی اس نسخہ کو پہچانتے ہیں۔ ان دونوں اور سب محبین کو میرا سلام پہنچا دو۔ سب کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ تقویٰ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

۲۔ فارسی میں ہے۔ مولوی عبدالعزیز ساکن پٹیالہ کے نام جو کہ شاہ امین الدین نانوتوی کے خلیفہ تھے۔ اور وہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے۔ مولوی عبدالعزیز کا زیادہ قیام سرہند میں رہتا تھا اس لئے سرہندی نسبت ہو گئی تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ الحمد للہ و سلامٌ علیٰ عباده الذین اصطفیٰ۔ حق سبحانہٗ اس دور از کار اور اس عزیز صلاح آثار کو تمام مرادات سے بلکہ وصفِ ارادت سے خالی کرے۔ بندگی ارادت کے وصف کو نہیں چاہتی۔ کیونکہ اپنے مراد کی طلب کرنے میں اللہ کے مراد کو منع کرنا ہے۔ لہٰذا ساحتِ سینہ کو تمام خواہشات و مرادات سے صاف کرنا چاہیئے بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی تمنا اور خواہش باقی نہ رہے۔
ع در تو یک یک آرزو ابلیس تست۔ تیری ہر ایک آرزو تیرا ابلیس ہے۔ اہل اللہ اپنی خواہشات و مرادات کے زائل کرنے کے لئے صفتِ ارادت کے زوال کے لئے پوری کوشش اور اس کے استیصال کے لئے کامل اہتمام کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک بندے میں صفتِ ارادت رہے گی مرادات کا تصور ہوتا رہے گا اور جب اس صفت کی منفی ہو جائے گی تو پھر مرادات کا تصور ہی مفقود ہے۔
ع ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد۔ مقدر میں ہوتی ہے کس کے یہ دولت۔ لطیفۂ ثانیہ (لطیفۂ روح) کے فنا کے بعد اس کلام کا جمال اپنے حسن و جمال کا اثر دکھاتا ہے۔ اور اس بات کو پوری طرح سمجھنا حصولِ مقامِ رضا سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پس ماندہ کو بھی اس کیفیت میں سے ایک جزء عنایت کرے۔ ع با کریماں کارہا دشوار نیست۔ کریموں کے لئے مشکل نہیں کچھ۔ اولیاء اللہ کے راستہ پر چلنا ہر بے سر انجام کا کام نہیں۔ فرمائش ہر شخص اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ پر کر سکتا ہے۔ قیومِ عالم قطبِ اعظم امامِ کبار مجدد ہزار، قدس سرہٗ نے اپنی اولاد و خلفاء کو جبکہ وہ گوالیار کے قلعہ میں محبوس تھے کیسی تاکیدات فرمائی ہیں اور مرادات کی نفی کرنے کے واسطے کتنا زور دیا ہے۔ آپ کے مکتوبات کی تینوں جلدیں اس سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر چاہو تو اُن کی طرف مراجعہ کر لو۔

آں عزیز کا خط پہنچا۔ اللہ تعالیٰ استقامت دے۔ اور تغیرات سے محفوظ رکھے۔ حقیقتِ امر سے تم کو آگاہ کر دیا۔ آخر زمانہ اور آفتوں اور بلاؤں کے ظہور کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو سکے مرادات کی نفی کرنے میں ساعی رہو تاکہ حقیقتِ فنا سے مشرف ہو سکو۔ اس دور اُفتادہ کے واسطے بھی دعا کرتے

رہو۔ دوستانِ طریقہ کو سلام پہنچے۔ والسلام۔

تحریر پنجم صفر ۱۳۰۲ھ۔ از مکہ مکرمہ۔ قریب باب عتیق

اہلِ حلقہ سلام پہنچاتے ہیں۔ پیر جی حسین شاہ، حافظ امیر اللہ، محبوب بخش، حاجی حسینی، حاجی عبداللہ، محمدی شاہ، پیر محمد، امام بخش، عبدالرحمن، قاضی اور تمام برادران کو دعا سلام پہنچے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ میاں توکل شاہ، میاں عبدالخالق، حسن محمد، سوندے شاہ کو سلام پہنچا دو۔ اُن کی صحت اور سلامتی سے خبر دی جائے۔

۳۔ فارسی میں ہے۔ مولوی عبداللہ علیزی قندھاری کو ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں آپ نے خلافت نامہ عنایت کیا اور تیرہ مہینے کے بعد یہ خط تحریر فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ برادرِ عزیز مولوی عبداللہ کا ارسال کردہ محبت بھرا خط پہنچا۔ بارک اللہ فی عمرکم وعلمکم وعملکم ورشدکم وارشادکم وجعلکم اماماً للمتقین ھادیاً مھدیاً وکثر امثالکم۔ ہمت بلند رکھیں اور میری طرف متوجہ رہیں۔ ان شاء اللہ ترقیاتِ کثیرہ حاصل ہوں گی۔ کلمۂ طیبہ کی تکرار اور قرآن مجید کی تلاوت اور نماز بہ طولِ قیام کی طرف راغب رہیں۔ دل تمہاری ترقی کا خواہشمند ہے۔ تمہاری طرف توجہ رہتی ہے۔ اطمینان رہے۔ ماہِ رجب میں مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔ بے انتہا عنایات سے مشرف ہو رہا ہوں۔ ہم مشرب اور ہم جنس بہت کم ہیں۔ اس سے زیادہ کی طاقت تحریر نہیں۔ نیک عالم بدگوئی کرتا ہوا اور مجھ کو بُرا کہتا ہوا بمبئی کو چلا گیا۔ حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ دیکھا جائے۔ اور دم نہ مارا جائے۔ ؎ فَلَیۡتَکَ تَحۡلُوۡ وَالۡحَیَاۃُ مَرِیۡرَۃٌ ۔ وَلَیۡتَکَ تَرۡضٰی وَالۡاَنَامُ غِضَابُ (اے کاش تو میرے لئے شیریں ہو جائے۔ زندگی تو تلخ ہے اور اے کاش تو راضی ہو جائے چاہے مخلوق ناراض ہی کیوں نہ ہو)

الحمد للہ بعض برادرانِ طریقت نے ترقیاں کی ہیں۔ شیخ عماد الدین تعلیم کی اجازت پاکر اپنے وطن بلغاریہ چلے گئے ہیں۔ اور مولانا مختار مخدوم سمرقندی اجازت حاصل کرکے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ شیخ محمد حسن اچھی استعداد کا جوان ہے۔ امید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد اجازت حاصل کرے گا۔ تم نے حلقہ و تعلیم باطن وظاہر کی سرگرمی کا حال نہیں لکھا۔ کچھ وقت اس میں بھی صرف کرو۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ تحریر ۵ ارمحرم ۱۳۰۴ھ (از مدینہ منورہ)

ایضاً۔ فارسی میں —— بہ نام مولوی عبداللہ علیزی قندھاری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اخی اعزی معارف آگاہی کو اس فقیر کا سلام اور دعواتِ خیر موصول ہوں۔ ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دو۔ کبھی عالم امر کے گلستان سے پھول چنو اور کبھی محبت کے دریا سے اپنے نفس کو پاک کرو۔

قدمے ز وجودِ خویشِ فانی　　　رفتہ ز حروف در معانی

کبھی اپنے عناصر کو انوارِ باطن کی بہ دولت فرشتوں جیسا کرو اور کبھی مشتِ خاک کو بلادج فلک پہنچاؤ اپنی ہمت بلند اور اپنا سر پست رکھو، نماز بہ طولِ قیام اور قرآن مجید کی تلاوت لازم ہے۔

آں عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ ہاں عروج کے وقت سالک کو وہم ہوتا ہے کہ وہ مشائخ سے اوپر چلا گیا ہے۔ اس کی تحقیق مکتوبات شریف میں موجود ہے۔ فقیر ہر وقت تمہارے کمال کے لئے متوجہ رہتا ہے اور امراض سے شفایابی کے لئے دعائیں کی گئیں۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

تحریر ششم صفر ۱۲۰۲ھ از مکہ مشرفہ قریب باب عتیق

۴۔ فارسی میں۔ جناب سید عبداللہ زَوادی خلیفہ حضرت شاہ محمد مظہر قدس اللہ اسرار ہما ساکن مدینہ منورہ۔ حضرت سیدی الوالد نے یہ خط ان کو رامپور ارسال کیا ہے جبکہ وہ شیخ احمد بہاء الدین کو ہندوستان لائے تھے تاکہ وہ اپنے اجدادِ عالی شان کے مزارات اور اپنے عمّین کریمین کے فرزندانِ گرامی حضرت شاہ محمد معصوم اور حضرت سیدی الوالد سے کچھ استفادہ کریں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حضرت سیدی الوالد کو خط لکھا۔ آپ نے اُن کو درج ذیل خط جواب میں لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ۔ (اور جب اللہ نے کتاب والوں سے عہد لیا کہ اس کو لوگوں سے بیان کروگے اور چھپاؤگے نہیں) عبداللہ ابوالخیر احمدی کی طرف سے سیادت و شرافت دستگاہ سید عبداللہ کو سلام پہنچے۔ الدین النصیحۃ (دین نصیحت ہے) آپ کا خط پہنچا۔ حرمین شریفین سے احمد کا لانا اور رامپور پہنچانا کس لئے ہے۔ اگر علم ظاہر کے لئے ہے تو حرمین میں بھی علم میسر ہے اور اگر اصلاح قلب و تزکیۂ نفس و سلوکِ طریقِ اولیا کے لئے ہے تو اس میں لانے سے کام نہیں بنتا، بلکہ خود طالب کا دل و جان سے آنا شرط ہے۔ اگر احمد میں شوقِ طلب ہے تو بہتر ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر یہ بات مفقود ہے تو صبر کریں اور دعا کرتے رہیں کہ اللہ اُن کو اس راہ کی طلب کا شوق عنایت کرے۔ ولایت کوئی دنیوی کام نہیں ہے کہ عقل اور تدبیر کی بدولت حاصل کی جائے بلکہ ؎

دل اندر زلف لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کُن　　　کہ سالک را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

(دامِ زلفِ لیلیٰ کا اسیر بن اور مجنوں کی عقل سے کام لے، کیونکہ خردمندی کی باتیں سالک کے لئے مضرت رساں ہیں)

یہ بھی کہتا ہوں کہ مولوی ارشاد حسین صاحب نیک اور لائق ہیں لیکن رات دن احمد کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا اور لوگوں کے ساتھ احمد کی مصاحبت ہوگی اور اہلِ رامپور مصاحبت کے لائق نہیں ہیں۔ احمد کے

دل پر حرمین کا چھوٹنا گراں گزرے گا۔ جب دل پر گرانی ہوگی کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ نہ دینی اور نہ دنیوی اور خاص کر طریقت کا شغل کیونکہ گرانیٔ دل اس راہ کے لئے زہر قاتل ہے۔ شیخ غلام نقشبند یا جوکہ با فہم ہو یا سید عماد الدین صاحب فقیر کی اس تحریر کی قدر کریں گے۔ خلوصِ نیت سے اپنی عقل کے مطابق میں نے لکھا ہے۔ والسلام۔ احمد کو دعا پہنچا دیں۔

تحریر ۲۴ ربیع الآخر جمعہ از خانقاہ شریف

اس خط میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنے مشرب کے موافق لکھا ہے۔ زمانہ سازی میرے لائق نہیں۔ اور مجھ کو احمد سے محبت ہے اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ یُحِبُّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (وہی اپنے بھائی کے لئے چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہے) اگر میری تحریر آپ کی سمجھ میں آئے تو بہتر ہے۔ ورنہ مجھ کو معذور سمجھیں۔

۵۔ فارسی میں۔ عبد الرحیم ولد عبد الکریم۔ ساکن قصبہ ڈیبائی۔ ضلع بلند شہر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فقیر ابو الخیر احمدی کان اللہ لہٗ کا سلام برادرِ عزیز منشی عبد الرحیم سلمہ اللہ تعالیٰ کو پہنچے۔ تمہارے سب خطوط پہنچے۔ الحمد للہ کہ توجہات کا اثر تم کو پہنچ رہا ہے۔ یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ اپنے اوقات کو طاعات واذکار و تلاوت و مراقبات میں صرف کرو۔ خالی نہ رہو۔ رابطہ (تصورِ شیخ) بہ کثرت کرو۔ تمہارے وقائع زیادہ تر درست ہیں۔ تم نے فنائے لطائف کا لکھا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ۔ توجہ تم کو دی جاتی ہے اور خاص کر اس وقت جبکہ تمہارا خط آتا ہے فیض کی زیادتی کا سبب ہوتا ہے۔ جواب نہ لکھنے کی وجہ سے افسردہ خاطر نہ ہو کیونکہ ان دنوں خط کا لکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ فقیر کو فرصت کم ہے۔ بہ صورتِ اجمال اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے فیض کا دروازہ تم پر کھل گیا ہے۔ اور یہ اللہ کی نعمت ہے۔ والسلام۔ مولوی عبد الغنی اور یار محمد خاں کا سلام پہنچے۔

تحریر نہم شوال روز شنبہ سال نہم از مائۂ چہاردہم (۱۳۰۹ھ) از خانقاہ شریف دہلی

رمضان المبارک سے اس شہر میں ہیضہ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توبہ اور عبادت کی توفیق دے۔ والسلام

۶۔ فارسی میں۔ سید امجد علی شاہ فرزند سید محمد علی شاہ فرزند جاں نشاں خاں سرحدی کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت آثار سید امجد علی شاہ کا خط پہنچا۔ اس حقیر کو سعادتِ سلوک

حضرت قبلہ گاہی، ارشاد پناہی، نائب خیر البشر حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ سے ہے اور اجازت و خلافت بھی آپ ہی سے حاصل ہوئی ہے۔

گر بر تن من زبان شود ہر موے　　　　یک شکر وے از ہزار نہ توانم کرد

(اگر میرے بدن کا ہر بال زبان بن جائے ہزار میں سے ایک شکریہ بھی ادا نہ کر سکوں گا)

جزاہ اللہ سبحانہ عنی وعن المسلمین خیرا۔ اور شرفِ بیعت حضرت جدامجد شاہ احمد سعید قدس سرہ سے رکھتا ہوں۔ حضرت جدامجد نے اس حقیر کو خلافتِ خاصہ کی بشارت دی ہے جیسا کہ حضرت والد نے اس کا بیان کتاب انساب الطاہرین میں کیا ہے۔ جامع ترمذی اپنے والد کے چچا حضرت مولانا شاہ عبدالغنی سے پڑھی ہے۔ اور آپ نے اجازتِ عامہ بجمیع مایجوز روایتہ۔ اس حقیر کو عنایت کی ہے۔ آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ اجازت نامہ فقیر کے نزدیک موجود ہے۔ غرض میرے اور حضرت شاہ احمد سعید کے مابین حضرت شاہ محمد عمر ہیں۔ ے

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمر سے روشن ہے　　　　نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

تمہارے لئے اسم ذات کا ذکر بہ کثرت کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ تعداد مقرر کرنی مناسب نہیں جتنا بھی کر سکو حضور دل سے اس شغل شریف کو کرو۔ یعنی اسم ذات کا ذکر۔ یوسف بخاری بھی اسم ذات کا شغل کرے۔ والسلام علیکما۔

تحریر ۶ر شوال روز جمعہ ۱۳۱۹ھ　　خانقاہ شریف۔ دہلی

امام غزالی کی تالیفات کا مطالعہ بہت نافع ہے اور قرآن شریف کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ لازم ہے۔ فقط۔

۷۔ فارسی میں۔ ظہور الحسن ساکن کرت پور ضلع بجنور کو ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے میاں ظہور الحسن کو سلام پہنچے۔ تمہارا خط پہنچا۔ ایمان کی سلامتی پر شکر الٰہی ہے۔ کیونکہ نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہی ہے۔ حضرت امام غزالی کی تالیفات کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین کا مطالعہ کرو۔ اور خواجگانِ نقشبندیہ کے مقرر کردہ طریقہ پر ذکر شریف علی الدوام کرو۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تھوڑی دیر صبح کو تھوڑی دیر شام کو کرو۔ اس صورت میں اُمیدیں کی جاسکتی ہیں۔ اور نعمتوں میں سب سے بہتر نعمت ایمان کی سلامتی ہے۔

۱- گہ رشک برد فرشتہ بر پاکیٔ ما　　گہ طعنہ زند دیو بہ ناپاکیٔ ما
۲- ایمان بہ سلامت چو لب گور بریم　　احسنت بریں چستی و چالاکیٔ ما

(۱) کبھی ہماری پاکی پر فرشتہ رشک کرتا ہے۔ کبھی شیطان ہماری ناپاکی کا طعنہ دیتا ہے

(۲) اگر ایمان کو صحیح و سالم قبر کے کنارے تک لے جائیں۔ تو ہماری یہ چستی اور چالاکی کیا ہی خوب ہے

مولوی رشید احمد کی موت ایسا زخم ہے کہ اس کا مرہم نہیں۔ اس وقت میں، عالم، صالح، دیندار، عنقا کے حکم میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دینداروں پر ایک ہزار افراد کے مرنے سے ایسے ایک شخص کا مرنا بھاری ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا۔ والسلام

سرشنبہ ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ۔

۸- فارسی میں ہے۔ حاجی عبداللہ خان مُہرکن ساکن کشمیر کو ارسال فرمایا۔ یہ آپ کے نہایت قدیم مخلصین میں سے ہیں۔ انھوں نے ایک مُہر آپ کے واسطے اور دو دو[۲] ہم تینوں بھائیوں کے واسطے، عقیق پر نہایت خوشخطی اور نفاست سے کندہ کر کے، ڈاک کے ذریعہ کوئٹہ ارسال کیں۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا والحقہ بعبادہ الصالحین المکرمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حاجی عبداللہ کا خط رجسٹری شدہ ملا۔ الحمد للہ رب العالمین اس تحریر کے وقت تک یہاں ہم سب تینوں فرزندان۔ بلال بن عبداللہ بن عمرو زید بن عبداللہ بن عمرو سالم بن عبداللہ بن عمر اور ان کی والدہ اور ہمشیرگان اور جمیع متعلقین خیر و عافیت سے زندہ ہیں۔ شب یکشنبہ پنجم شعبان دہلی سے کوئٹہ کو لاہور کے راستہ سے روانہ ہوئے اور سرشنبہ کے دن ظہر کے بعد، ۷ شعبان کو کوئٹہ بلوچستان اپنے گھر پہنچے۔ امید ہے۔ انگوٹھی اور نگینہ عمدہ تیار کیا ہوگا۔ جتنا بھی کر سکو تعظیم اور ادب کے ساتھ اپنے باطن میں اللہ کی یاد کرتے رہو۔
(آپ کے اشعار ہیں)

یَا غِیَاثِیْ وَخَیْرَ مُلْتَحَدِیْ　　لَیْسَ لِیْ مَنْ یُغِیْثُ مِنْ اَحَدٖ
عَافِنِیْ رَبِّ وَاعْفُ عَنْ فَنَدِیْ　　رَبِّ وَاغْسِلْ خَطَایَ بِالْبَرَدٖ
وَعَنِ الذَّنْبِ لَا تُزِلْ قَدَمِیْ　　وَاَقِلْ عَثْرَتِیْ وَخُذْ بِیَدِیْ
وَارْضَ عَنِّیْ رِضًا بِلَا سَخَطٍ　　وَعَنِ الْوَالِدَیْنِ وَالْوَلَدٖ
وَارْحَمْ اَبْنَائِیَ الثَّلَاثَ بِلَا　　لًا وَ زَیْدًا وَسَالِمًا وَلَدِیْ
اَخَوَاتٌ وَ وَالِدَانِ لَهُمْ　　فَاحْفَظِ الْکُلَّ رَبِّ مِنْ نَکَدٖ

وَالْأُنْيَ اَحْسِنُوْا اِلَيَّ عَلٰى سُوْئِيَ۔ اَحْسِنِ الْهِمُوْا وَجُبْ
خَشْيَتَ اللهِ فِي الْحَيَاةِ وَ فِي سَكَرَاتِ الْمَمَاتِ وَاللَّحَدْ
وَحِسَابِيْ وَ وَزْنِ اَعْمَالِيْ وَقِيَامِيْ لِرَبِّيْ الْاَحَدْ
وَاِذَا مَا صَحِيْفَتِيْ نُشِرَتْ وَاِذَا مَا سُئِلْتُ عَنْ لَدَدِيْ
وَهُوَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ يَكْلَؤُنِيْ فِيْ نَهَارِيْ وَلَيْلَتِيْ وَغَدِيْ

۹۔ فارسی میں۔ مولوی محمد عمر صاحب ساکن محلہ ملاپور۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تَبَارَكَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِيْ عَلَا عَلٰى خَلْقِهٖ يُحْيِيْ وَيُفْنِيْ لَهُ الْعُلَا
عَلَا جَدُّهٗ وَاللهُ اَكْبَرُ وَحْدَهٗ وَسُبْحَانَهٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَامِلَا

لفظ علا مصرع اول کے آخر میں فعل اور مصرع دوم کی ابتدا میں حرف اور آخر میں اسم ہے۔ حقیر وقت تحریر تک عافیت سے ہے۔ لیکن حقیقی عافیت سے جو کہ مالک کی فرماں برداری ہے عاری اور محروم ہے۔ ضعیفی اور بڑھاپے کا زمانہ ہے کسلمندی کا غلبہ ہے۔ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا۔ وَالسَّلَامُ۔

دوشنبہ ۶ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ خانقاہ شریف مجددی۔ محلہ چتلی قبر۔ دہلی

۱۰۔ فارسی میں۔ اقتباساً۔ کوئٹہ کے مخلصین کے نام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت آثار مرزا نیاز محمد و حسن خان و عبدالرشید و عبدالحلیم و ملا عبیداللہ و ایاز و لعل احمد موذن و منو و ملا داد و مارکینی و محبت و ہارون پسر بوستان و احمد جان قندہاری و آغا جان وغیرہم وظائف طاعات و عبادات میں جد و جہد اور سعی کرتے رہیں۔ اور عمر گرانمایہ کو برباد نہ کریں۔

سرمایۂ دولت اے برادر بہ کف آر ویں عمر گرامی بہ خسارت مگزار
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

(۱) اے بھائی دولت کا سرمایہ حاصل کر۔ یہ قیمتی عمر ٹوٹنے میں نہ گذار
(۲) ہمیشہ، سب جگہ سب کے ساتھ سب حالتوں میں مخفی طور پر دل کی آنکھ یار کی طرف رکھ۔

غضب و غصہ سے اپنے کو دور رکھیں، غیبت اور مسلمانوں کی تحقیر اور دروغ گوئی سے اپنے کو بہت بچائیں۔ یہ بری عادتیں تم لوگوں میں بہت ہیں اور جڑ پکڑ چکی ہیں۔ ان اخلاقِ رذیلہ کی وجہ سے ذکر شریف کی تاثیر اور حضورِ دل میں کمی ہے۔ تمہارے احوال پر ہم نے جتنی بھی توجہ اور نصیحت کی اس کا اثر نہ ہوا۔ لہٰذا ان اخلاق رذیلہ کے دور کرنے میں کوشش کریں۔

اگر ہفتہ میں ایک بار مزار شریف پر حاضر ہو کر پچیس ہزار مرتبہ ذکر شریف کریں۔ امید ہے کہ حضور دل میں اضافہ ہوگا۔ والسلام علیکم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی

مرید کو چاہیئے کہ اپنی کیفیت لکھے۔ ۷ر شعبان پنجشنبہ ۱۳۲۱ھ

۱۱۔ فارسی میں۔ مولوی عبدالعزیز۔ ساکن جونا کر کاٹھی۔ ضلع کھلنا۔ شرقی بنگال کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اللّٰھم صلّ وسلم وبارک علی سید الخلق محمد وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین الذین اتبعوھم۔ مولوی عبدالعزیز بنگالی کا خط پہنچا۔ الحمد للہ رب العالمین تحریر کے وقت تک ہم سب زندہ ہیں۔ تم کو اجازت ہے کہ ہماری طرف سے طالبانِ حق کو ذکر قلبی کی تعلیم اور ان کو بیعت کرو۔ مریدوں سے کہو کہ ایک گھنٹہ صبح ایک گھنٹہ شام بلا ناغہ ذکر قلبی کریں اور شریعت کے پابند رہیں۔ ہمارا سلام سب مخلصین سے کہدو

روز پنجشنبہ ۲۱ر شوال ۱۳۳۴ھ

۱۲۔ فارسی میں۔ حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم قوم دقانی۔ ساکن شلگر۔ افغانستان کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے عبدالحکیم دقانی کو سلام پہنچے۔ تمہارا محبت بھرا خط پہنچا۔ کثرتِ ذکر کا مذکور ہے۔ الحمد للہ۔

ذکر کن ذکر تا ترا جان است   پاکی دل ز ذکر رحمان است

(جب تک تجھ میں جان ہے ذکر کر۔ دل کی پاکی اللہ کے ذکر سے ہے)

۶ر رمضان دوشنبہ ۱۳۴۲ھ خانقاہ شریف

۱۳۔ فارسی میں۔ اسماعیل بن عبدالرحمن کو بمبئی ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ محبت آثار۔ سعادت اطوار۔ اخلاص اشعار اسماعیل بن عبدالرحمن کو اس حقیر کی اچھی دعائیں پہنچیں۔ تمہارا خط ملا اور اس کے پڑھنے کے وقت محبت بلکہ خلوص مودت کے آثار مفہوم ہوئے۔ حمد ہے اللہ سبحانہ کے لئے۔ یہ اس کا احسان عظیم ہے اور بہت بڑی نعمت ہے بلکہ اساسِ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس پر استقامت عنایت کرے۔ بُشریٰ لکُم۔ کتاب مستطاب پہنچی سبحان اللہ عجب کتاب ہے۔ سالہا سال سے یہ حقیر اس کی زیارت کا مشتاق تھا۔ تمہارے سبب سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ اس حقیر کو جو غلامی کی نسبت قرآن مجید سے ہے۔ وہ مہلت نہیں دیتی کہ کسی کے کلام سے ذوق حاصل کرے۔

آں راکہ در سرائے نگارے است فارغ است   از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

(جو شخص محبوب کے گھر میں ہے وہ بے نیاز ہے باغ اور چمن اور لالہ زار کی سیر سے)

پھر بھی اتنا کہتا ہوں کہ تصوف قدیم میں اس کتاب کے متعلق یہ کہنا جائز ہے۔ کہ اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ شکر[1] کے چار ڈبے پہنچے چوں کہ اس کی نفاست "ابوطفتین"[2] سے بہت کم ہے۔ اس لئے میرے استعمال میں نہ آئے، کسی دوسرے کام میں آجائیں گے۔ حاجی ایوب سے کہو کہ نا امید اور متحیر نہ ہوں۔ میں کیا کروں۔ ان کو چاہیئے کہ ظاہر و باطن کو یکساں کریں، اخلاص و محبت کی زیادتی کے طالب بہ طریق استقامت ہوں۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ تقویٰ کو گفتار و کردار میں اپنا شعار بنائیں۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ ایوب ثانی کیوں اپنے کو سست بنا رہے ہیں۔ راہِ حق پر جا کر قدم کیوں نہیں رکھتے۔ طیب اور یعقوب کو بھی یاد دہانی کرا دو۔ اگر کچھ اور نہیں کر سکتے ہیں تو رشتہ محبت کو قوی کریں اے عزیزو۔ فرصت غنیمت ہے۔ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ (ٹال مٹول کرنے والے ہلاک ہوئے) باقی احوال مستوجب حمدِ کثیر ہے۔ والسلام علیکم اجمعین۔ روز جمعہ ششم جمادی الاخری سال یازدہم

ایک سال سے زیادہ ہونے کو آیا کہ خانقاہ شریف سے باہر میں نے قدم نہیں رکھا ہے۔ لوگوں پر ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے۔ دو تین ولایتی اور ایک آدھ ہندی بہ مشقت تمام آتے ہیں۔ خدا کا طالب نہیں ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ لوگوں کے آنے سے بدمزگی ہوتی ہے۔ دعا میں یاد رکھو والسلام۔

اے عزیز نہ عالم میں کوئی شخص ہے نہ کوئی چیز ہے کہ میرے ذوق میں اضافہ کرے۔ بجز میری خلوت کے۔ سالکوں کا سلوک اور مجذوبوں کا جذبہ میرے حرمِ دل پر بار نہیں ہے۔ جو عنایتیں مجھ پر ہو رہی ہیں ان کے سمجھنے سے میں خود قاصر ہوں، دوسروں کا کیا کہنا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (اللہ جس کو چاہے اپنی رحمتوں سے نوازے اللہ نہایت فضل کرنے والا ہے) اللہ کی نعمت کو بیان کرتے ہوئے میں نے تم کو لکھ دیا تا کہ دوست رہو اور فہم کرو۔

من اگر رندم وگر شیخ چہ کارم باکس — حافظِ رازِ خودم عارفِ وقتِ خویشم

(میں خواہ رند ہوں خواہ شیخ مجھے کسی سے کیا واسطہ اپنے راز کا میں نگہبان ہوں اپنے وقت کا عارف ہوں)

۱۴۔ فارسی میں۔ سردار محمد علی خان پسر سردار شیر علی خان محمد زئی کو ان کی اہلیہ کی وفات پر تحریر کیا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سردار محمد علی خان کو سلام دعا کے بعد معلوم ہو، ہم سب خیریت سے ہیں، تمہاری خیریت اللہ تعالیٰ سے نیک مطلوب ہے۔ خط پہنچا۔ تمہاری اہلیہ کی خبر معلوم ہوئی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

---

[1] شکر بمعنی شکر اور چینی کے ہے۔ [2] یورپ کے کسی کارخانہ کی چینی ڈبوں میں آتی تھی۔ اس کو اہل حجاز ابوطفتین کہتے تھے۔

امروز گراز رفتہ عزیزاں خبرے نیست — فردا ست دریں بزم زما ہم اثرے نیست

(آج اگر گذرے ہوئے عزیزوں کی کوئی خبر نہیں ہے۔کل کو اس بزم میں ہمارا بھی نشان نہ ہوگا)

اللہ تعالیٰ تم کو صبر اور کثیر اجر عنایت کرے۔ہم سب کو ان کی وفات کا رنج ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغفر لہا وارحمہا واعف عنہا وتجاوز عن سیئاتہا۔ آمین۔

یکشنبہ ۲۲ر صفر ۱۳۲۳ھ

ایضاً۔فارسی میں۔سردار محمد علی خان کو تحریر فرمایا:۔

یا اللہ، اے خدائے مہربان، میں تجھ سے خیر و خوبی چاہتا ہوں جس میں بھلا ہو وہ میرے لئے مقدر کر اور آسان کر اور مجھ تک اس کو پہنچا۔اور میرے لئے جس میں شر ہو اس کو مقدر نہ کر اور اس کو مجھ پر دشوار کر اور مجھ سے دُور کر۔اے میرے پروردگار، میری دعا قبول کر۔میں نادان ہوں اور تو دانا ہے۔میں عاجز ہوں اور تو توانا ہے۔میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا مولیٰ ہے۔

تین تین بار ہر نماز کے بعد حضورِ دل سے پڑھنی چاہیے۔ والسلام

جہاں میں تو نام نکوئی رہے گا — نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

(اے فلاں اچھائی کر اور عمر کو غنیمت سمجھ۔اس سے پہلے کہ آواز بلند ہو کہ فلاں نہ رہا)

۱۵۔بابو محمد ہاشم حصاری کے فرزند کی وفات ہوئی۔آپ نے ان کو تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اما بعد۔فَاَعْظَمَ اللّٰہُ لَکَ الْاَجْرَ وَاَلْہَمَکَ الصَّبْرَ ورزقنا وایاک الشکر، فان انفسنا واموالنا واھلینا واولادنا من مواھب اللہ عزوجل الھنیئۃ وعواریہ المستودعۃ نمتع بھا الی اجل معدود ویقبضھا بوقت معلوم، ثم افترض علینا الشکر اذا اعطی، والصبر اذا ابتلی، فکان ابنک من مواھب اللہ الھنیئۃ وعواریہ المستودعۃ، متعک بہ فی غبطۃ وسرور وقبضہ منک باجر کبیر الصلاۃ والرحمۃ والھدیٰ ان احتسبتہ فاصبر ولا یحبط جزعک اجرک فتندم، واعلم ان الجزع لا یرد شیئاً ولا یدفع حزناً، وما ھو نازل فکان قد۔ والسلام۔

روایت کی اس حدیث کی حاکم نے مستدرک میں اور ابن مردویہ نے۔

اب آپ کے اُردو میں تحریر کردہ خطوط لکھے جاتے ہیں۔

۱۶۔آپ نے اپنے نانا صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کو جو کہ آپ سے بیعت تھیں تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔عبداللہ ابوالخیر کی طرف سے نانی انجم النساء بیگم صاحبہ کی خدمت میں سلام

باآداب مسنونۂ کرام قبول ہو۔ اوّلاً مزاج شریف کا حال، ذکرالٰہی کا اشتغال قرآن شریف کے منزل تصورِ شیخ اور حضورِ دل، اسم ذات ہر لطیفہ سے جداجدا، لطائفِ خمسہ عالمِ امر بہ اسم پاک گویا، اور سب امور کو پوچھتا ہوں۔ دیکھو نانی خبردار، اپنے کام میں اور اعتقاد میں خوب مضبوط رہنا۔ یہ دولت جو تم کو خدا نے دی ہے۔ اس کو کم تصور نہ کرنا۔ بزرگان دین اس کی قدر جانتے ہیں، اگر زندگی میں پھر ملنا ہوا تو اور سبق تم کو تعلیم کروں گا نہیں تو اسی پر قانع رہو۔

۱۷۔ عبدالرحیم ولد عبدالکریم متوطن ڈیبائی ضلع بلند شہر کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ از ابوالخیر احمدی برادرِ طریقہ میاں عبدالرحیم منصرم محکمۂ پیمائش، سلمہ اللہ تعالیٰ۔ کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ دونوں خط آپ کے پہنچے سب حال معلوم ہوا، الحمد للہ سبحانہ۔ اخیر کی کیفیت جو لکھی تھی کہ فیضِ معیّت کا سارے بدن کو محیط ہو جاتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہے اور شاہ بہرام صاحب اگر حضرت خواجۂ احرار قدس سرہ کے خادم ہیں تو اپنے ہی سلسلہ کے ہیں۔ اُن کے پاس حاضر ہو کر مراقبہ کرنے میں کچھ حرج نہیں، باقی خیریت ہے۔ منشی تین مہینہ سے چلا گیا ہے اس واسطے تحریر جواب میں تاخیر ہوتی ہے۔ مغرب کے بعد متوجہ ہو کر بیٹھا کرو۔ اِن شاء اللہ فیض کی ترقی ہوگی اور دعائے خیر میں مجھ کو بھی یاد رکھو۔ والسلام

تحریر ۱۸ ذی القعدہ روز جمعہ ۱۳۰۸ھ   از خانقاہ شریف دہلی

انہی کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ از عبداللہ ابوالخیر احمدی محبت آثار میاں عبدالرحیم بہ عافیت و استقامت باشند۔ مکتوب مرغوب رسید۔ مضامین مندرجۂ آں باعثِ خوشنودیِ وقت ماشدند۔ جب معیّت سے ترقی ہوتی ہے تو واقعی لطیفۂ نفس کی تربیت کرتے ہیں مگر بعد پختہ ہونے معیّت کے، اور تمہارا کشف صحیح ہے مگر ابھی چند روز شغلِ معیّت کرو کہ معیّت مقام ولایتِ صغریٰ ہے، ظلال اسماء و صفاتِ الٰہی سے یہاں فیضیابی ہوتی ہے۔ جس قدر مقامِ معیّت میں قوت اور پختگی ہوگی اسی قدر سلوک مضبوط ہوگا اور معیّت میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اجازتِ مفیدہ بھی عنایت ہوتی ہے۔ بعد مغرب کے ہماری طرف متوجہ رہا کرو۔ اثر توجہ کا پہنچے گا۔ دعا میں یاد رکھو۔ والسلام۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

۱۸۔ حافظ امیر اللہ قصبہ بسی متصل سرہند شریف کے رہنے والے اور ہندوستان کے مخلصین اولین میں سے تھے۔ حجاز مقدس جانے سے پہلے آپ نے ان کو چار خط لکھے تھے۔ ۱۳۵۶ھ میں حافظ صاحب شملہ سرہل

میں آپ کے خطوط لائے اور عاجز نے بیاض پر نقل کیا۔ آپ نے لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ ابوالخیر عبداللہ کی طرف سے برادران طریقہ حافظ امیر اللہ اور عمر بخش کو سلام اور دعا پہنچے۔ دو خط تمہارے پہنچے، حال معلوم ہوا، اسم ذات ہر لطیفے سے ساتھ حضور دل کے کیا کرو۔ غفلت سے ذکر نہ کرو۔ تسبیحیں تمام کرنی غرض نہیں ہے۔ رابطہ ہر وقت کیا کرو۔ تھوڑی دیر مراقبہ احدیت بغیر ذکر کے ہر روز چاہیئے۔ نفی و اثبات دم کو روک کر جس طرح تم کو سکھایا تھا ضرور کیا کرو۔ دم اتنا نہ روکو کہ تکلیف ہو۔ بازگشت یعنی یا اللہ مقصود میرا تو ہے۔ اپنی محبت عنایت کر، ہر ذکر میں اسم ذات خواہ نفی و اثبات، ضرور ہے۔ اور ذکر ایسا پورا کرو کہ اثر پیدا کرے، رونا اور شوق اور محبت خدا کی حاصل ہو۔ آدمیوں سے نفرت ہو، اور میری طرف سے حضرت امام صاحب اور حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم) اور حضرت سلطان الاولیا شیخ سیف الدین کے حضور میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ کی توجہ اور دعا کا امیدوار ہوں اور سب محبوں کو دعا و سلام۔ والسلام۔ عمر بخش ختم مجددی پڑھتے ہیں، اچھا ہے جو کچھ پڑھو حضور سے، خیال سے پڑھو۔ امام بخش، خدا بخش، محبوب بخش، عبدالکریم، عید، محمد بخش، عبدالرحیم، محمدی شاہ وغیرہ کو سلام دعا۔ مضمون خط واحد ہے۔ محررہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ رامپور

باقی خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

تم نے اپنے بھائیوں کا حال کیوں نہ لکھا اور اپنا حال بھی اچھی طرح نہیں لکھا کہ ذکر کتنا کرتے ہو، مراقبہ کس قدر کرتے ہو، خیالات اور خطرات کم ہوتے ہیں یا زیادہ ہوتے ہیں، یہ سب حال لکھو۔

مولوی عبدالعزیز کیسے ہیں پھر سرہند شریف آئے تھے کہ نہیں آئے۔

کئی مہینے سے میں بیمار تھا۔ اب بھی کچھ خارش ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے ہم کو ایک لڑکی دی تھی۔ پانچ مہینے کے بعد وہ بھی انتقال کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تحریر ۱۲ ذیقعدہ، منگل کا دن ۱۲۹۹ھ۔ رام پور متصل قلعہ نواب صاحب۔

عرس شریف کے دنوں میں میں بیمار تھا اس واسطے سرہند شریف کو نہ آیا۔ اب الحمد للہ اچھا ہوں۔ میرا ارادہ تو اب بھی سرہند شریف کا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا حاضر ہوں گا۔

ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات اور مراقبہ جس طرح سے تم کو سکھایا تھا کرتے رہو اور شجرہ شریف پڑھتے رہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ملاقات بھی ہو جائے گی۔ ۱۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۰ھ۔ رامپور

میں تیرہ دن سے دہلی خانقاہ شریف میں آیا ہوا ہوں۔ ابھی چند روز یہیں رہوں گا۔ ان شاء اللہ پھر ارادہ سرہند شریف آنے کا ہے۔ گناہوں سے بچتے رہو۔ اگر کوئی قصور ہو جائے تو جلدی توبہ کرو اور خدائے کریم

کے سامنے عاجزی کرو اور بہت روؤ۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اپنے مرنے کو یاد کرو۔ یہ خط سب کو سُنا دینا۔ اگر بھلائی کروگے اپنے واسطے ہے۔ اگر بُرائی کروگے اپنے واسطے۔ والسلام حُسن ختام۔ تحریر ۲۰ محرم۔ از دہلی خانقاہ شریف

۱۹۔ حفیظ الرحیم کے نام۔ لکھنؤ چھاؤنی دلکشا ارسال فرمایا۔ اقتباس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حفیظ الرحیم کا خط پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ ہماری محبت کا اثر یہ ہے کہ سب مکروہات ولغویات سے خادم کے دل کو نفرت اور پرہیزگاری ودینداری کی طرف رغبت ہونے لگے۔ اگر یہ بات تم میں پیدا ہوگئی ہے تو واقعی تم ہمارے خادم دلی ہو فرائض پر پابندی اور ناجائز باتوں سے دُوری ہمارے خادم پر فرض ہے۔ اپنی والدہ کو بھی یہ مضامین پہنچا دینا۔ وسوسے دل سے دُور کرکے صبح وشام ذکر شریف کی تاکید کردینا۔ والسلام علیکما۔

تحریر ۱۹ ربیع الآخر روز جمعہ ۱۳۴۰ھ۔ کوئٹہ بلوچستان۔ قریب تیل گودام مکان عبدالعزیز بابی۔

۲۰۔ ظہور الحسن کو نگینہ ضلع بجنور ۱۹ خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ جو کہ ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۲۵ھ تک کے عرصہ میں تحریر فرمائے گئے ہیں۔ اقتباسات درج ذیل ہیں:

محبت اور شوق کا ہونا عمدہ بات ہے۔ مَالَا بُدَّ مِنْہُ[1] پر عمل رکھو کہ بہت اچھا رسالہ ہے۔ ذکرِ قلبی اسم ذات کا شغل کیا کرو۔ ہماری طرف سے تم کو اجازت ہے اس شغل کی، خدا چاہے تو برکت ہوگی۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب پڑھا کرو تاکہ مضامین کلام مقدس سے کچھ آگاہی حاصل ہو اور جہالت رسوم وبدعات کی دل سے دور ہو۔ اس زمانہ کے بزرگوں سے ملنا نہ چاہیئے۔ والسلام علیکم اولاً وآخراً کام کا بُرا نام کا اچھا۔ ابوالخیر

خط بروقت پہنچنے سے تمہارا خیال آتا ہے اور طبیعت کو گونہ توجہ تمہاری جانب ہوتی ہے اور دل سے تمہارے واسطے اکثر دعائے نیک نکلتی ہے بشرطیکہ خط میں باتیں موافق مزاج ہوں۔ اتنی بات اور اتنی برکت کیا کم ہے۔ گھر میں آرام سے پڑے، نہ راہِ دین میں محنت نہ طریقِ سلوک میں ریاضت، میاں اس قدر نعمت بھی غنیمت سمجھو اور ناشکری کرکر ہاتھ سے نہ کھو۔ یہ نوکری ہم سے کہاں ہوسکتی ہے کہ جو شخص خط لکھے ہم اس کا ضرور جواب لکھیں۔ یہ بیکار لوگوں کا کام ہے۔ عقلمندی اور تمیز آدمی کو سیکھنی چاہیئے۔

تمہارا خط پہنچا۔ تم خود خیال کرو کہ تم نے یہ کیا باتیں تحریر کی ہیں۔ دنیا کمانے کی ترکیب کہاں اور میں بے چارا غریب کہاں۔ اگرچہ تم میرے مزاج سے کم واقف ہو۔ کیونکہ حکیم مجید خاں کے پاس جب تم پڑھتے تھے ان دنوں میں دس پانچ بار ہم سے ملنے آئے تھے۔ مگر اتنی عقل تو رکھتے تھے کہ ہمارا کیا قاعدہ ہے اور کیا طریقہ ہے اور ہم سے کیا چیز مانگنی چاہیئے اور ہمارے سامنے کس چیز کا نام نہ لینا چاہیئے۔ بہ غرض تحصیل مطالب

---

[1] حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ کے رسالہ کا نام ہے پورا نام مَالَا بُدَّ مِنْہُ ہے۔

دنیویہ ہم سے ملنا یا خط لکھنا سخت بے وقوفی اور حماقت ہے۔ پروردگار نے کتاب پاک نازل کی اور پیغمبر بھیجے۔ اس واسطے نہیں کہ لوگوں کو دنیا کمانے کی ترکیب سکھائے بلکہ اس واسطے کہ لوگوں کو دین کمانے کی ترکیب سکھائے۔ کیونکہ دنیا کمانے کے واسطے کتاب اُتارنے اور پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے کتاب اور بے پیغمبر بھی لوگ دنیا کماتے تھے اور کماتے ہیں۔ بزرگ کو بہت بڑا کمال حاصل ہوتا ہے تو وہ نائب پیغمبر ہو جاتا ہے۔ جب پیغمبر کو دنیا کمانے کی ترکیب سکھانی منظور نہیں تو اس کے نائب کو کیوں ضرور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیرِ کامل کی دعا سے مدعائے دنیا حاصل کرنا بیجا بات ہے۔ اور وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَوْضِعِہٖ ہے اور وہ ظلم ہے۔ اہلِ بدعت اور غفلت ان لغویات میں مبتلا ہیں۔ بلکہ عمدہ اصل بات تو یہ ہے کہ نماز، روزہ، وظیفۂ قرآن، ذکر اگر بندہ کرتا ہے۔ اور مقصود اس کو ان اعمالِ خیر سے فتوح دنیا ہوتا ہے تو وہ شخص آخرت کی خوبیوں سے بے نصیب ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۔ اس بلا میں آج کل کے نیک لوگ بھی مبتلا ہیں۔ اَعَاذَنَا اللهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِكَ۔ سورہ ہود صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے رکوع میں یہ آیتِ مقدسہ موجود ہے۔

تم کو آئندہ ہم سے خط و کتابت رکھنی ہو تو اس قسم کی بات پھر نہ لکھنا، کیونکہ لکھنے سے غرض رنج دینا تو نہیں۔

کوئی شخص تمہارے شہر میں حافظ نور الحسن خلف مولوی ظہور الحسن مرحوم ہیں۔ انھوں نے ایک خط متضمن استفتا مجھ کو لکھا تھا، چونکہ جواب و سوال مجھ کو ان باتوں میں پسند نہیں میں نے جواب نہیں لکھا۔ ٹکٹ ان کا واپس بھیجتا ہوں ان کو پہنچا دو اور عذر کر دو کہ میں ضروریات میں بھی مقصر ہوں تمہارے شہر میں محمد حسن خاں مرید ہمارے خاندان کے ہیں ان کا خط مدت سے نہیں آیا۔ اُن کی خیر و عافیت لکھو۔ للہ والے مولوی غلام نبی کے مرید۔ ۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ۔

نماز، روزہ، احکام شرع کی پابندی ضرور ہے۔ قلبِ سلیم ہونے کے واسطے دل سے وسوسے دور کرنے لازم ہیں۔ ولے کہ گرفتار غیر است از وچہ توقع خیر است۔ مقولہ ہمارے بزرگوں کا ہے۔ اور بہت اچھا مقولہ ہے۔ والسلام۔

دنیا چند روزہ ہے۔ مسلمان کی آرام گاہ آخرت ہے۔ دنیا مقام محنت ہے۔ آخرت جائے راحت ہے۔ الدنیا سجن المومن وجنة الکافر۔ قول مشہور تم نے سُنا ہوگا۔ طولِ امل اور آرزوہائے دراز میں وقتِ عزیز کو ضائع نہ کرو۔ والسلام۔

پروردگار ہم کو تم کو توفیق عملِ صالح عنایت فرمائے۔

۱۔ بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بہ درگاہِ خدا آورد

۲۔ ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

۱۔ وہی بندہ بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا خدا کے دربار میں عذر پیش کردے۔

۲۔ ورنہ اس کی خدائی کے مناسب کوئی بھی تعریف نہیں کرسکتا ہے۔

مناسب ہے کہ اوقاتِ عزیز نیک کاموں میں خرچ کرو۔ نوکری وتجارت وغیرہ داخل نیک کاموں میں ہیں۔ یادِ الٰہی خلوصِ دل سے عمدہ نعمت ہے کہ سبب ترقی یقین ہے۔

چہار شنبہ ۲۰ شعبان ۱۳۲۱ھ

میاں بھلے آدمی، یوں ہو جائے یوں ہو جائے۔ صرف آرزو کرلینے سے نہ دنیا ملے نہ دین محنت کرنے سے کچھ ملتا ہے اگر تقدیر میں ہے۔ ورنہ محنت سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ ہم کو روپیہ مل جائے ہم کو باغ مل جائے ہم کو حکومت مل جائے۔ سارے دن یہ خیالِ خام کرتے رہو۔ دیکھو خاک بھی نہیں ملتی خبط الحواس تم کیوں ہو گئے ہو۔ جو کروگے اسی کا پھل پاؤ گے۔ رات دن دنیا کی طلب میں سرگرداں رہو اور آرزو یہ رکھتے ہو کہ مراتب اہلِ دین ومعرفت تم کو ملیں۔ ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ۔ فلاحِ عاقبت نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر' بلکہ عمل پر موقوف ہے۔ جو شخص بُرا کام کرے گا اس کی سزا پائے گا اور خدا کے سوا اس کو نہ تو کوئی حمایتی ہی ملے گا اور نہ مددگار' اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا' مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا، تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ اور تِل برابر بھی ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔ آیتِ شریف کا یہ ترجمہ ہم نے تمہاری ہدایت کو لکھا۔

والسلام ۱۳۲۱ھ

شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی تالیف میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ کسی اور بزرگ نے اُن بزرگ سے کہا کہ اچھا خیر اور نہیں تو یہ شعر ہماری طرف سے یاد رکھو۔

کارے نہ ساختیم ودمیدن گرفت صبح — حرفے چراغِ خانہ بہ افسانہ سوختیم

(ہم نے کوئی کام نہ بنایا اور صبح ہونے لگی۔ افسوس کہ گھر کا چراغ ہم نے افسانوں میں جلا کر ختم کردیا)

غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کیا تو رنج تو اس کا ہونا چاہیئے۔

ہم نے اس محفل میں آکر کیا کیا — مفت اپنے آپ کو رُسوا کیا

عمر بھر بازیچۂ اطفال میں — سانگ رنگا رنگ کے دیکھا کیا

ہو چکی مے نوشی ہمدم چل دیئے — تو تو غافل رات بھر سویا کیا

ہم پیالہ ہم نوالہ ہیں کہاں — ساتھ جن کے مدتوں کھایا کیا

قَدْ كَفٰى بِالْمَوْتِ وَعْظًا يَاعُمَرُ   فَاعْتَبِرُوْا مَادُمْتَ حَيًّا بَاكِيَا

وَهُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَلِيُّكَ لِمَا يُحِبُّهٗ وَيَرْضَاهُ۔

روزۂ دوشنبہ وپنجشنبہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ۔ نصِ قطعی ہے میرے نزدیک اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ ان اعمالِ صالحہ پر اگر تم ثابت قدم رہو گے تو عنقریب اہلِ فلاح میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور سب نحوستیں تم سے دفع ہو جائیں گی۔ نیتِ قیامِ شب کر کے سویا کرو۔ جب آنکھ کھلے اُٹھ کر دو چار رکعتیں پڑھ لیا کرو۔ آنکھ نہ کھلے تو صبح کو کلمۂ استرجاع پڑھ لیا کرو۔ فقط

افسوس کہ عمرِ گراں مایہ بطالت وغفلت میں بسر ہوئی۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

جہاں اے برادر نہ ماند بہ کس   دل اندر جہان آفریں بند وبس

(اے بھائی دنیا کسی کے پاس نہیں رہتی ہے بس جہاں کے پیدا کرنے والے سے دل لگا)

کوئی کتاب امام غزالی کی تصنیف میں سے مطالعہ کیا کرو۔

۲۱۔ مولوی برکت اللہ فاروقی متوطن ہانسی ضلع حصار آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ سالہا سال حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو صاحبِ نسبت اور صاحبِ ارشاد کیا۔ اُن کے نام کے ۲۶ خط عاجز کے پاس ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برادر طریقہ برکت اللہ حفظنا اللہ وایاہ من الفتن کو بعد سلام ودعا کے معلوم ہو کہ میں مہینہ بھر سے بیمار تھا۔ اب الحمد للہ تخفیف ہے۔ تمہارا حال مدت سے معلوم نہیں۔ کتنے مہینے سے تمہارا خط نہیں آیا۔ یہ بے خیالی اچھی نہیں، اپنا طریقہ اور قاعدہ نہ بدلو۔

جس روز تم رخصت ہوئے اس دن عصر کو تم سے دل کو بے مزگی حاصل ہوئی، تم کو ہم نے تلاش کروایا معلوم ہوا تم چلے گئے۔ نذرانہ تمہارا ہم واپس کرتے ہیں۔ کیونکہ تمہاری حالت مشکوک ہو گئی۔ اگر تم صاف ہوتے تو عصر کو تم سے کیوں ہمارے دل کو بے مزگی حاصل ہوتی۔ ہر شخص کا نذرانہ ہم نہیں لے سکتے۔ نہ ہم سے ہر شخص بہرہ مند ہو سکے۔ دیکھو بہتر تمہارے حق میں یہی ہے کہ دل کی بے ایمانی سے توبہ کرو۔

۲۷ رجب الحرام شبِ معراج ۱۳۱۲ھ

دین وآئین میں تہاون اور بے باکی علامتِ شقاوت ہے۔ عمر جس قدر زیادہ ہوتی جائے اُسی قدر عقلِ سلیم کی بھی ترقی ہونی چاہیئے۔ الخ

دُور دُور سے یہ باتیں بنانی مفید نہیں۔ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ۔ اگر ہمارے پاس آؤ تو ہم کو معلوم ہو کہ تمہارے وظیفہ کا کیا حال ہے، تمہارے وسوسے کس قدر کم ہوئے۔ ہمارے گمان

میں، خاص ہمارے طریقۂ شریفہ کی بنا پاس رہنے پر منحصر ہے۔ خادم سال میں کم ازکم چالیس روز ہمارے پاس حاضر رہے تو اس کی کچھ ترقی وغیرہ معلوم ہوتی رہے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ الخ

واقعی خوش قسمتی تمہاری ہے۔ بہ شرطِ استقامت۔ خوش گفت۔

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(مسکین چیونٹی کی تمنا تھی کہ کعبہ پہنچے۔ کبوتر کا پاؤں پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی)

بہ وقت پہنچنے اس رقیمہ محررہ ۲۱ صفر کے گونہ مناسبت تم کو وظیفہ سے ہم کو بھی خیال میں آئی۔ مگر کچھ بے مزگی بھی ہنوز نسبت میں ہے۔ اِس بے مزگی کو غور کرو کس بات سے ہے۔ کچھ بقیہ اثر صحبتِ ناقص تمہارے بھائی کا ہے یا کچھ اور۔ بہر حال توبہ و ندامت دل سے کرو تاکہ یہ بے مزگی رفع ہوے

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند تا دامن قیامت ایں غم بہ ما بماند الخ

(مجھے ڈر ہے کہ یار مجھ سے نا آشنا رہا۔ قیامت تک یہ غم ہمیں رہا)

تمہارے دونوں خط پہنچے اور بر وقت پہنچے۔ حال تمہارا اچھا معلوم ہوا۔ کدورت محسوس نہیں کی۔ الحمد للہ سبحانہٗ یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ برسوں میں جا کر یہ بات تم کو نصیب ہوئی ہے۔ الخ

پیر کو یا پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھنا' خواب دیکھنے والے کے حال کے موافق ہوتا ہے۔ اگر خواب دیکھنے والے کے عقیدہ میں کچھ ضعف ہوتا ہے تو پیر یا پیغمبرؐ کو بڈھے کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اور اگر خواب دیکھنے والے کے عقیدہ اور جوش میں تازگی اور قوت ہوتی ہے تو پیر یا پیغمبرؐ کو جوان کی صورت میں دیکھتا ہے۔ الخ

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے بیٹے آدم کے خالی ہو جا میری عبادت کے لئے بھر دوں گا تیرے سینے کو بے پروائی سے' بند کر دوں گا تیری محتاجی کو اور اگر نہ کرے گا تو ایسا تو بھر دوں گا تیرے سینہ کو بے کار باتوں سے اور بند نہ کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابنِ ماجہ نے۔ نصیحت لینے اور اپنا دستور العمل بنانے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔ آواز کا مسموع ہونا بڑے کاملوں کا کام ہے۔ ہم تم لوگوں کے لئے یہی بات چاہیئے کہ نہ آواز مسموع ہو نہ کچھ ہو۔ صرف سیدھا سادھا خیال دل کی طرف رہنا چاہیئے۔ الخ

شداد بن اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ دنیا میں عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہشِ دنیوی سے روکے اور دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے جو عاقبت میں اُس

کے کام آئیں اور بے وقوف وہ شخص ہے جو دنیا میں عقبیٰ سے بے خبر اور غافل رہے اور پھر عاقبت میں بھلائی کی توقع رکھے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نصیحت لینے کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔ والسلام الخ

سلیم القلب کر دے صدق مجھ کو ‌ ‌ ‌ بہ صدیق رضؓ و بہ سلمان رضؓ محمد
مرے مدفن کو کر جنت کا ٹکڑا ‌ ‌ ‌ طفیل ہر دو ریحانِ محمد
مجھے ثابت قدم رکھ راستی پر ‌ ‌ ‌ بہ آں سروِ خرامانِ محمد
عطا کر میرے دل کو چشمِ بینا ‌ ‌ ‌ طفیلِ چشمِ گریانِ محمد
مری آنکھوں کو حق بینی عطا کر ‌ ‌ ‌ طفیلِ چشمِ گریانِ محمد الخ

جو خواب تم نے لکھا ہے اس سے طبیعت خوش ہوئی۔ اپنے وظیفہ شریفہ میں بھی ترقی کرو اور اپنے گھر والوں کو اور بچوں اور شاگردوں اور دوستوں کو جو شوق کرے اس کو وظیفہ شریفہ ہماری طرف سے بتاؤ۔ الخ

کچھ اشعار جو تم نے حمدِ الٰہی میں لکھے ہیں وہ بھی دیکھے۔ بعضے شعروں میں ایطا ہے۔ اگر فرصت ہوگی تو کسی وقت ان میں صلاح دی جائے گی اور بڑے حضرت کی زیارت سے خواب میں تم مشرف ہوئے یہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔ اس کا شکر یہی ہے کہ ان کے طریقہ پر قائم رہو اور دینداری اور پرہیزگاری کا شوق کرو۔ جو باتیں اُن کے مخالف ہیں اُن سے دُور رہو۔ معاملات میں شریعت کا لحاظ رکھو۔ والسلام

۲۲۔ حافظ محمد وزیر حصاری کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ وزیر کا کارڈ بعد مدت کے پہنچا خط لکھنے سے غرض مکتوب الیہ کا خوش ہونا ہے۔ القاب و آداب باقاعدہ ہونے سے مکتوب الیہ خوش ہوتا ہے۔ تمسخر آمیز الفاظ جو کوئی لکھتا ہے اس سے دل خفا ہوتا ہے۔ مثلاً مولانا، مولوی، حاجی، صوفی صاحب ایسے القاب سے دل کو نفرت ہوتی ہے، پرہیز کرنا چاہیئے۔ مثلاً مسجد حضرت بلالؓ[1] رضؓ کے بدلے مسجد بلال لکھنا حضرت بلال رضؓ کی تحقیر ہے۔ اگرچہ عوام کی وقعت کچھ نہیں ہے۔ تم جیسوں کا کیا لکھنا کیا نہ لکھنا۔ کیا مذمت کیا تعریف، مگر قاعدہ شرفا سے تم کو مطلع کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ایسے الفاظ آئندہ نہ لکھنا، بلکہ خط کتابت بھی کم

---

[1] آپ نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مبارک نام پر مسجد شریف کا نام مسجد حضرت بلالؓ رکھا تھا۔ حافظ محمد وزیر رحمہ اللہ نے مسجد بلال لکھ دیا تھا۔ آپ کو یہ بات پسند نہ آئی اور یہ خط ان کو تحریر فرمایا۔

ہونی بہتر ہے تم جیسے اشخاص سے۔ والسلام۔

۲۳۔ سید امجد علی شاہ سردھنوی کو تحریر فرمایا:۔

تمہارا خط پہنچا۔ اس میں دو سوال ہیں۔ اول یہ کہ جس سالک کا لطیفۂ اخفی فنا ہوجاتا ہے اس کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ آیا یہ سبق جو میں نے کتاب میں پڑھا ہے صحیح ہے یا غلط۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سبق تمہارا صحیح ہے۔ جس سالک کے لطیفۂ اخفی پر فیض خاص آتا ہے اور سب لطیفوں سے زیادہ آتا ہے اس سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں اور یہ جو تم نے آرزو کی ہے کہ دس لطیفوں کا خدا مجھ کو حافظ بنادے۔ یہ کچھ لغو سی بات ہے۔ لطیفوں کا کوئی حافظ و قاری نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اندر طبیعت کے جب تجلی فعلی جائے گیر ہوتی ہے یعنی جہاں میں جو سب کام ہورہے ہیں جانتا ہے کہ سب خدا ہی کر رہا ہے فاعلِ حقیقی ایک ہے۔ تقلیدًا نہیں بلکہ ذوق سے سمجھتا ہے۔ اس سالک کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ یہ پہلے لطیفہ کی بات ہے۔ نہ سوتے نہ جاگتے دل کو کسی وقت خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ خیال کرو کہ یہ پہلا سبق حاصل ہونا کس قدر دشوار ہے۔ دوسرا سوال بھی تمہارا کچھ ایسا ہی سا ہے۔ جب پہلے سبق تک ہم لوگوں کی رسائی نہیں پاتے تو کتاب چھپوانے کی تجویز ہم کیا بتائیں اور کس کے واسطے کتاب چھپوائیں۔ طریقت کو اب بالائے طاق رکھو۔ یہ کہو کہ ہزار مسلمانوں میں ایک مسلمان بھی ایسا ہے کہ بحکم شریعت فاسق نہ ہو اور ہزار مسلمانوں میں بھی ایک مسلمان ایسا ہے کہ چاروں مذہب والے اس کو مسلمان کہیں۔ والسلام۔ تحریر ۱۰ ؍محرم ۱۳۲۵ھ

۲۴۔ مولوی کاظم حسین صاحب کو آپ نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی کاظم حسین صاحب کو بعد سلام علیک معلوم ہو کہ آپ کا خط بہت مدت کے بعد پہنچا۔ خود مجھ کو خیال تھا کہ کوئی خط آپ کو بھیجوں۔ اگرچہ غفلت اور حدیثِ نفس سے نجات نہ ہو تاہم وظیفۂ شریف کرتے رہنا عمدہ نعمت ہے اور حدیثِ نفس اور غفلت کے دفع کرنے میں جس قدر محنت اور کوشش کی جائے گی وہ سب داخل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حضورؐ مقدس نے فرمایا ہے جو قرآن شریف آسانی سے پڑھتا ہے وہ عالی مرتبہ ہے۔ فرشتوں کے ساتھ ہے اور جو مشقت سے پڑھتا ہے اور یاد کرتا ہے پھر بھول جاتا ہے پھر یاد کرتا ہے، اس کو بھی دوہرا ثواب ہے۔ فرشتوں میں شامل ہونا تو کجا اگر ہم اور آپ دوہرے ثواب پانے والوں میں بھی ہوجائیں تو زہے قسمت۔ اور غفلت اور حدیثِ نفس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری اور آپ کی طبیعت کو تبتّل اور منقطع ہونا طرف خدا کے نہیں ہے۔ دنیوی افکار کا ضمیمہ بھی ذکر شریف میں ساتھ لگا رہتا ہے۔ افسوس پروردگار فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً۔ اور امام ربانی فرماتے ہیں کہ فائدہ ذکر کا بعد از اخلاص نیت وتخلیص اُمنیت حاصل ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ گرسنگی باید تا ذکر شریف اثر خود نماید۔ سیر آمدن و سیر رفتن فائدہ نہ دارد۔ اور حضور سرورِ عالم فرماتے ہیں کہ پروردگار فرماتا ہے۔ اے بیٹے آدم کے خالی ہو جا میری عبادت کے لئے۔ بھر دونگا تیرے سینہ کو بے پروائی سے اور بند کر دوں گا تیری محتاجی کو اور اگر نہ کرے گا تو ایسا تو بھر دوں گا تیرے سینہ کو بے کاریوں سے اور بند نہ کروں گا تیری محتاجی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ مولوی کرامت حسین صاحب کو بھی ہماری طرف سے سلام علیک کہہ دیں۔ آپ نے اُن کے صفاتِ حمیدہ ہم سے بیان کئے تھے۔ مثلاً نگاہ بد سے کسی کو نہ دیکھنا۔ یا بندگانِ خدا پر مہربانی کرنا اور نماز روزہ پر قائم رہنا۔ ان وجوہ سے ہم بھی خدائے تعالیٰ سے اُن کے واسطے بھلائی چاہتے ہیں۔ بے دینوں سے اکثر وہ ہم صحبت رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُن کو دینداری پر قائم رکھے۔ پروردگار حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے فرماتا ہے۔ فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْہَا مَنْ لَا یُؤْمِنُ بِہَا وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ فَتَرْدٰی۔ (ترجمہ) پس باید کہ باز نہ دارد ترا از باز داشتن آں کسے کہ ایمان نہ دارد براں و پیروی کرد خواہش خود را آں گاہ ہلاک شوی (کہیں وہ شخص جو اُس کا یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے تجھ کو نہ روک دے اس سے، پھر تو بھی بھٹکا جائے۔ پناہ بخدا) اگر ان کو ناگوار نہ ہو تو ہمارا یہ خط ان کو دکھا دیں۔

آپ کے ایک فرزند اور ایک سید دہلی میں ہم سے ملنے آئے تھے اور کہتے تھے کہ نواب صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ملنے سے ہماری طبیعت خوش نہ ہوئی بلکہ ہمارے مزاج میں بے حلاوتی آگئی وہ دونوں صاحب معمولی باتیں کرتے تھے جیسے خوشامد کرنے والے لوگ کرتے ہیں، امیروں کے پاس۔ اور یہ بات ہمارے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کی خاطر سے ہم ان دونوں سے مل تو لئے مگر خوش نہ ہوئے اور نواب صاحب سے ملنے کے لئے بھی ہم نے ان سے عذر کر دیا۔ والسلام

۲۵۔ سید امیر نواب صاحب بہار کے رہنے والے تھے اور حضرت شاہ عبدالرشید قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے ملنے دہلی تشریف لائے تھے۔ انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ کو خط لکھا۔ آپ نے ان کو ہجرت کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔ جیسا کہ آپ کے خط سے ظاہر ہے لیکن وہ اپنے شوق سے مجبور ہوئے اور حجازِ مقدس تشریف لے گئے اور پھر وہی پیش آیا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے اور وہ واپس بہار آئے۔ آپ کا خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مہربان سید امیر نواب صاحب کو بعد سلام علیک کے واضح ہو آپ کا خط

پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ پہلے خط کا جواب آپ کو لکھوا چکے ہیں یقین ہے آپ کے پاس پہنچا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شداد بن اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا دنیا میں عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہش دنیوی سے روکے اور دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے جو عاقبت میں اس کے کام آئیں اور بے وقوف وہ شخص ہے جو دنیا میں عقبیٰ سے بے خبر اور غافل رہے اور پھر عاقبت میں بھلائی کی توقع رکھے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ہمارے بزرگوں کے تبرکات میں بعض اوراق ہم کو ملے۔ ہم نے ان کی زیارت کی۔ ان میں بہت عمدہ عمدہ پند و نصائح تھے۔ من جملہ ان کے یہ بات بھی لکھی تھی کہ ایک حضرت نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آرام میں کون شخص ہے۔ کسی نے عرض کیا، فلاں شخص کہ ایماندار بھی ہے اور آسودہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں سب سے آرام میں وہ بدن ہے جو قبر میں رکھا ہوا ہو اور عذابِ خدا سے امن و امان میں ہو گیا ہو۔

نصیحت لینے کے لئے یہی دو باتیں کافی ہیں۔ خصوصاً برخوردار نصیر الحق اور انوار الحق کو اس خط کی زیارت کرنی بہت ضرور ہے۔ بلکہ اس خط کی نقل لے کر رکھ لیں۔ شاید کسی وقت میں پروردگار ان لوگوں کو توفیق دے تو اس تحریر کے ذریعہ سے اپنے دین کے سیدھے رستے سے واقف ہو جائیں۔

اور حرمین شریفین جانے کے لئے پھر آپ لکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہاں جا کر موت نصیب ہونی نہایت عمدہ اور سعادتمندی کی بات ہے۔ مگر اس میں ایک خاص بات ہے جو ہم آپ کو لکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ مرنے سے پہلے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک انسان بیمار رہتا ہے اور جب آدمی کو بیماری کی تکلیف ہوتی ہے تو اس کی طبیعت بے قرار ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ کہیں حکیم پیدا ہو کہیں سے دوا ملے۔ اور ان بلادِ متبرکہ میں نہ حکیم ہے نہ دوائیں ہیں اور بیمار کو دوا اور حکیم کے نہ ملنے سے گھبراہٹ اور خیالاتِ بد پیدا ہوتے ہیں کہ ہائے اب کیا کروں، ہائے کہاں سے دوا لاؤں، ہائے کہاں سے حکیم آئے، ہائے یہاں کوئی اپنا غمگسار بھی نہیں، ہائے افسوس ایسی جگہ میں کیوں آیا جہاں دوا بھی نہیں ملتی، جہاں حکیم بھی نہیں ملتا۔ ہائے آئے تھے پیغمبر صاحبؐ کی زیارت کو، پیغمبرؐ صاحب سے ہی کوئی جا کر عرض کرے، غرض کہ بیماری کی سختی اور کرب میں ایسے خیالات بیمار کو ضرور پیدا ہوتے ہیں خصوصاً ان کو جو ہمیشہ دوا علاج کرانے کے عادی ہیں اور یہ خیال بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ ہائے ہم تو حرمین کی زیارت کو آئے تھے، پیغمبر کی آستانہ بوسی کو آئے تھے۔ یہاں آکر کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ اول تو ہم کو معلوم نہیں کہ ان خیالات کی خبر جناب پیغمبرؐ کو ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوتی ہے تو ان خیالات سے پیغمبر صاحب

خوش ہوں گے یا ناخوش ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ناخوش ہوں گے۔ اور جب ناخوش ہوں گے تو دعائے بد کریں گے یا دعائے نیک کریں گے۔ اور دل میں جو بے حلاوتی اور ہائے ہائے پیدا ہوئی تو اس سے تعلق دل کا جو خدا کے ساتھ ہے اس میں بے حلاوتی اور نقصان ہو جاتا ہے اور جان کے اندر جو ایک قوت ایمان کی ہے وہ کم ہونی شروع ہوتی ہے اور جس قدر دل میں بے ادبی اور خیالاتِ بد پیدا ہوں گے اُسی قدر ایمان میں بے حلاوتی اور نقصان پیدا ہوگا۔ ان وجوہ سے ہم آپ کو اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ ہاں اگر کوئی خدا کا بندہ اس مرتبہ والا ہو کہ اس پر کیسی ہی مصیبت اور تکلیف بیماری وغیرہ کی گزر جائے مگر اس کا تعلق جو خدا کے ساتھ ہے وہ کم نہ ہو تو البتہ ایسے شخص کو وہاں جا کر رہنا اور مرنا نہایت سعادت مندی اور موجب نجات کا ہے۔ مگر ایسے لوگ اب کہاں ہیں۔ اس خط کو مکرر سہ کرر آپ سنئے اور برخورداران کو بھی کہدیجئے کہ اس کی نقل لے لیں والسلام۔ تحریر دوم ربیع الاول روز شنبہ ۱۳۲۶ھ از دہلی بمحلہ چتلی قبر خانقاہ شریف مجددی

۲۶۔ مولوی عبدالرحمٰن پسر مولوی امام الدین ساکن نکودر ضلع جالندھر پنجاب، مدرسہ دیوبند میں پڑھتے تھے۔ ان کے والد حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے نہایت مخلص بلکہ عاشق صادق تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن کی طبیعت سادہ تھی۔ جو بات دل میں آتی تھی حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان کی نیکی اور صلاح پسند تھی اور ان کو جواب لکھا کرتے تھے۔ جب دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ان سے بہ محبت ملے۔ حضرت برادرِ کلاں اس زمانے میں شرح جامی پڑھ رہے تھے۔ آپ نے حضرت برادرِ کلاں کو بُلایا تاکہ مولوی عبدالرحمٰن سے ملاقات کریں۔ وہاں کچھ باتیں ہوئیں اور حضرت برادرِ کلاں نے ان سے کہا: "اَبَاحَ بِیْ فَتَیً شَطْرَنْجَ الشَّافِعِیْ" کی ترکیب کرو اور ترجمہ بیان کرو۔ انھوں نے اَبَاحَ بِیْ فَتَیً کو ملا کر پڑھا جو کہ ابا حنیفۃ مسموع ہوا۔ مولوی عبدالرحمٰن خاموش ہوئے اور حضرت والد ماجد تبسم فرماتے رہے۔ مولوی عبدالرحمٰن آخری مرتبہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ میں ملاقات کے واسطے آئے تھے اور حضرت سیدی الوالد کے پانچ خطوط لائے تھے۔ اس عاجز نے ان کو نقل کر لیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق اور چندہ کے متعلق آپ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے یہ جواب ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبدالرحمٰن کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط پہنچا حال معلوم ہوا تم نے لکھا ہے کہ مجھ کو برے خیالات بہت آتے ہیں۔ اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ وہ خیالات کس قسم کے ہیں اپنی خواہشات اور ضروریات کے متعلق ہیں یعنی مثلاً ضرورتِ نکاح یا ضرورتِ روپیہ وغیرہ

کے متعلق خیالات ہوتے ہیں یا کہ کچھ عقائد میں خرابی ہونے کی وجہ سے خیالاتِ بد ہیں۔ غرضیکہ باطنی امراض اور اُن کا علاج ایسی آسان بات نہیں ہے کہ صرف خط و کتابت سے حل ہو جائے۔ خدمت کی ضرورت ہے بیعت کی ضرورت ہے، حاضری کی ضرورت ہے۔ مدتوں میں کہیں جا کر کچھ کچھ علاج ہوتا ہے۔ مفصل جواب تو یہ ہے جو ہم نے لکھ دیا اور مجملاً یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے قرآن مجید میں دل لگاؤ اور اس کا ترجمہ سمجھا کرو۔ اور اگر ہماری طرف دل کو کچھ محبت ہے تو ہمارے پاس اپنا حاضر ہونا خیال کیا کرو اور اپنے دل کو ہماری طرف متوجہ کیا کرو تاکہ اس کی وجہ سے شیطانی خیالات دل سے دُور ہو جائیں۔ اوّل تو تم میں جہل ہے۔ اس کی تدبیر تو یہ ہے کہ علم پڑھو۔ اور دوسری بات تم اب کہتے ہو کہ خیالات بد آتے ہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر رہو۔ اب مختلف امراض کی ایک تدبیر تو نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ ابتداہی سے بُرے خیالات کا دور کرنا مناسب ہے تاکہ عادت نہ ہو جائے۔ مگر اس کا علاج پیر کی خدمت ہے اور ہمارے نزدیک فقط پیر کا کچھ تحریر کر دینا یا کچھ اسم بتلا دینا ان باتوں کے واسطے مفید نہیں ہے اور نہ طریقت کا کوئی مرتبہ اس سے حاصل ہوتا ہے یعنی دُور سے پیر کچھ بتا دیوے اور مرید دور سے بیٹھ کر کچھ کہہ دیوے، اس سے طریقت کا کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ آج کل کے پیروں کا اعتقاد جو ہم کو نہیں ہے۔ مثلاً مولوی اشرف علی تھانہ بھون کے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کی خدمت مدّتِ مدید تک نہیں کی ہے۔ اور مدار دین کے کمالات کا اسی پر ہے کہ مدّت تک اپنے پیر کی خدمت کرے اور بغیر مدّتِ مدید کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی   تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور جب تک یہ مرتبہ اپنے پیرِ کامل کے ساتھ حاصل نہ ہوئے تو شریعت کے ساتھ اور پیغمبر کے

لے یہ مولوی عبدالرحمٰن کے سوال کا جواب ہے جس کو آپ نے مثلاً کر کے بیان کیا ہے۔ اجازت امرِ دیگر ہے اور مدارج تقرب امرِ دیگر۔ حضرات محدثین کے نزدیک ہر وہ شخص صحابی ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ایک نظر دیکھ لیا ہے، یا آپ کی ایک مبارک بات سُن لی ہے' یا ایک لحظہ آپ کی مبارک خدمت میں رہ لیا ہے۔ بیشک ان افراد کو عظیم شرف ملا ہے لیکن مقام ارشاد اُن افراد کو ملا ہے جن کو حضرات اصولیین نے صحابی قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے مدّتِ مدید تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سفر و حضر، عسر و یسر رزم و بزم میں کی ہے وہ صحابی کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ ہر آزمائش میں ثابت قدم رہے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ فرماتا ہے۔ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ۔ جب تک سالک فنانی الشیخ نہیں ہوتا وہ کمال کے مدارج اعلیٰ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اور جو فنانی الشیخ ہوگا وہ اپنے پیر و مرشد کے طریقہ میں بال برابر فرق نہیں کرے گا چہ جائے کہ مدعیٔ اصلاح بنے ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

ساتھ کیسے حاصل ہوگا یعنی فنائی الرسول کیسے ہوسکتا ہے۔ غرض تم نے لکھا تھا کہ کچھ دعا کردیجئے یا کچھ اسم ہم کو بتادیجئے۔ اس کا جواب یہ ہم نے لکھوادیا اور مولوی حافظ احمد صاحب جو ہماری خاطر سے تمہارا خیال رکھتے ہیں اور تمہاری ضروریات پوری کردیتے ہیں۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دے اور نیک کرے اور تم نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام کی خدمت کے واسطے چندہ وغیرہ جمع کرے کیا اس کو گداگروں میں شمار کیا جائے گا۔ یہ باتیں خاص تمہاری ذات سے تو متعلق نہیں ہیں۔ دوسروں کی باتیں ہم سے کیوں دریافت کرتے ہو ہم کو اس قدر فرصت کہاں ہے۔ مگر مختصر یہ ہے کہ ان امور کا مدار زیادہ تر نیت پر ہے۔ اگر نیت بخیر ہے اور مقصود رضائے خدائے تعالیٰ و خدمتِ دین ہے تو ان شاء اللہ مُصیب ہے۔ و الّا فلا۔

اپنے والد کی رضامندی اور ان کی مرضی کے موافق رہنا ہر حالت میں تم کو ضروری اور مقدم ہے۔ والسلام تحریر سوم شعبان روز شنبہ ۱۳۲۸ھ از کوئٹہ (۱۰ اگست ۱۹۱۰ء)

باقی چار مکاتیب کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تم غریب آدمی ہو یہاں تک آنے میں خرچ ہوگا اس لئے آنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ طلبِ علم کے لئے گھر سے نکلے ہو خوب اطمینانِ دل اور شوق سے پڑھو اور محنت کیا کرو خوب مطالعہ کیا کرو۔ وہاں کے لوگوں سے سبق کے سب قاعدے معلوم کرو۔ اسی کے مطابق عمل کرو اور ساری کوشش علم ہی کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ اور سب باتیں ایک ساتھ کہاں ہوسکتی ہیں کہ وظیفہ بھی کرو اور علم بھی پڑھو۔ طَلَبُ الْکُلِّ فَوتُ الْکُلِّ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت نشان عبدالرحمٰن کو بعد سلام علیک واضح ہو کہ شرائطِ جمعہ میں سے کوئی شرط اگر یقیناً مفقود ہو تو جمعہ مُسقِطِ فرضِ ظہر نہیں فرضِ ظہر ادا کرنا ضرور فرض ہے۔ کتبِ معتبرہ مذہب ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری، کنز سے یہ مسئلہ ظاہر ہے۔ مذہب حنفی کو اور شرائطِ مرقومہ کتب کو جو لوگ معتبر جانتے ہیں ان کا یہی مسلک ہے۔ اور جو لوگ اصل سے مذہب کو اور شرائطِ مرقومہ کتب کو حق اور معتبر نہیں جانتے اُن کا مسلک مائل غیر مقلدی کی طرف ہے وہ سیدھی راہ پر نہیں۔ علم ضروری حاصل کرلو اس کے بعد تکمیلِ علم قرارت کے واسطے مصر کو جانا ان شاء اللہ مناسب ہے۔ وہ علم پورا اس ملک میں ہے یہاں نہیں اور خود قرآن مجید سے وہ علم متعلق ہے بلاواسطہ۔ وفقنی اللہ سبحانہ و ایاک لما یحبہ ویرضاہ والسلام۔ شنبہ یکم جمادی الأولیٰ ۱۳۳۰ھ

تم دیوبند میں آرام سے سبق پڑھتے ہو تم کو اس کا شکر کرنا چاہیئے۔ بجائے شکر کے تم کفرانِ نعمت

کرتے ہو۔ افسوس مستحق اس بات کے ہو کہ یہ نعمت تم سے چھین لی جائے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

بعد رمضان اگر آنا چاہو واسطے تحقیقاتِ وقوف کے یا واسطے شاطبیہ پڑھنے کے تو خوب سوچ کر لکھو ان شاء اللہ تعالیٰ خوراک اور کرایہ آمد و رفت اللہ تعالیٰ آسان کرے گا۔ ہمارے پاس آنے والے کو ہمارے مزاج سے بھی واقف ہونا چاہیئے۔ فاسقوں میں رہنے والے ہمارے پاس گھبراتے ہیں، نہیں رہ سکتے ہیں، اعتراض کرتے ہیں اس واسطے دور رہنا اور موافق رہنا بہتر ہے اس سے کہ پاس آکر رہیں اور مخالف و معترض بن جائیں۔ خوب فکر کرو۔ اور جوابِ باصواب لکھو۔ والسلام چہار شنبہ ۸ شعبان ۱۳۳۵ھ ۳ مئی ۱۹۱۷ء

۲۷۔ مولوی حافظ احمد صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے آپ کو دیوبند کے مدرسہ کے جلسہ میں بلایا۔ آپ نے ان کو درج ذیل جواب تحریر کیا۔ غالباً یہ خط و کتابت میرٹھ کی ملاقات ۱۳۲۹ھ کے ایک سال بعد یا اُسی سال جب کہ آپ کا قیام میرٹھ میں تھا ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں حافظ احمد کو بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ تم نے دو پرچے مطبوع لفافہ میں بند کر کے بھیجے تھے وہ ہم کو پہنچے، تمہاری سعادت مندی اور نیکی ہے مگر ہمارے مزاج سے اور حال سے تم واقف نہیں ہو، اگر واقف ہوتے تو شاید ہم کو دعوت نہ دیتے۔ ہم بہ وجہ ضعف کے مجمع میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری عادت ہے ہم کو معذور رکھو۔ علم دین سیکھنا سکھانا ہمارا ایمان ہے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب کا طریقہ ہم کو پسند ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ والسلام

۲۸۔ حافظ محمد وزیر خاں حافظ در یبہ دلی میں رہتے تھے۔ آپ کے مخلصین اوّلین میں سے تھے معمولات کے آخر میں اُن کا قصیدہ عاجز لکھ چکا ہے۔ میلاد شریف کے متعلق انھوں نے کچھ استفسار کیا۔ آپ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ محمد وزیر خان کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ اگست ۱۹۱۰ء پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ دیوانِ اسعد میں اسعد نے مولود شریف کی تردید کی ہے۔ اِن منکرینِ مولد کے جو بڑے تھے مولوی رشید احمد صاحب، خاص اُن کے ہاتھ کی دستخطی اور مُہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں[1] کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں۔ میں مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں

---

[1] مولوی صاحب کی تحریر یہ ہے "ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے۔ اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ وغیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو۔ چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے اور بس، مگر حُسّاد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں۔ اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا عملدرآمد دیکھا ہے۔ جو کچھ اہل عناد نے انکار نفس ذکر مولد شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مہر

اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر ہر گلی کوچہ میں بہ کثرت موجود ہیں۔ اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی انشاء اللہ تعالیٰ مشہور ہے۔ ابھی اسی سال میں ربیع الاول کی بارہویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے۔ مرزا عبدالحکیم بیگ مدرس اور منشی تیغ خاں اور نواب احسان الرحمٰن خان اور صدہا آدمی حاضر تھے۔ مولوی عبدالسبحان جو ہم سے بھی اخلاص رکھتے ہیں اور منکرین مولد سے بھی۔ وہ ہمارا مولد شریف کا پڑھنا جانتے ہیں۔ ہاں رہا یہ مسئلہ کہ پیغمبر کو مولد شریف میں حاضر جاننا اور دوسرا وہ مسئلہ جو تم نے دریافت کیا ہے۔ درود تاج کا پڑھنا۔ یہ مولوی مشتاق احمد صاحب اور دوسرے علمائے شہر سے دریافت کرو۔

غیر مقلدوں کے بڑے پیر حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطی مولد شریف کو اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بدقسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں۔ حافظ جلال الدین کا ایک رسالہ ہے۔ اس کا نام حسن المقصد فی عمل المولد ہے۔ اس میں وہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔ مولد شریف کرنا بدعت حسنہ ہے۔ جیسے مدرسہ بنانا، کتاب تصنیف کرنی۔ اور پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیج دی ہے۔[1]

---

[1] وہ عربی عبارت یہ ہے۔ "وقد سئل شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصہ: اصل عمل المولد بدعۃ لم تنقل عن احد من السلف الصالح من القرون الثلاثۃ ولکنھا مع ذلک قد اشتملت علی محاسن وضدھا فمن تحری فی عملھا المحاسن وتجنب ضدھا کان بدعۃ حسنۃ والا فلا۔ قال وقد ظھر لی تخریجھا علی اصل ثابت وھو ما ثبت فی الصحیحین من أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیھود یصومون یوم عاشوراء فسألھم فقالوا ھو یوم اغرق اللہ فیہ فرعون ونجی موسیٰ فنحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن أحق أولی بموسیٰ منکم فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأمر بصیامہ فیستفاد منہ فعل الشکر للہ علی مامن بہ فی یوم معین من اسداء نعمۃ اودفع نقمۃ ویعاد ذلک فی نظیر ذلک الیوم من کل سنۃ۔ والشکر للہ یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وأی نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی نبی الرحمۃ وذلک الیوم، وعلی ھذا فینبغی ان یتحری الیوم بعینہ حتی یطابق قصۃ موسیٰ فی یوم عاشوراء ومن لم یلاحظ ذلک لایبالی بعمل المولد فی أی یوم من الشھر بل توسع قوم فنقلوہ الی یوم من السنۃ وفیہ مافیہ۔ فھذا ما یتعلق باصل عملہ واما مایعمل فیہ فینبغی أن یقتصر فیہ علی مایفھم الشکر للہ تعالیٰ من نحو ماتقدم ذکرہ من التلاوۃ والاطعام والصدقۃ وانشاد شیٔ من المدائح النبویۃ والزھدیۃ المحرکۃ للقلوب الی فعل الخیر والعمل للآخرۃ وأمّا مایتبع ذلک من السماع واللھو وغیر ذلک فینبغی ان یقال ماکان من ذلک مباحاً بحیث یقتضی السرور بذلک الیوم لاباس بالحاقہ بہ وماکان حراماً أو مکروھا فیمنع وکذا ماکان خلاف الاولیٰ۔ انتہی"

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

اور علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی رسالہ النظم البدیع فی مولد النبی الشفیع میں فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمْ بِاَنَّ مَنْ اَحَبَّ اَحْمَدَا ۔ لَابُدَّ اَنْ يَهْوَى اسْمَهُ مُرَدَّدَا

لِذَاكَ اَهْلُ الْعِلْمِ سَنُّوا الْمَوْلِدَا ۔ مِنْ بَعْدِهِ وَكَانَ اَمْرًا رَشَدَا

اَرْضَى الْوَرٰى اِلَّا غُوَاةً نُجَّدِا

اس کا ترجمہ[1] کسی عالم سے دریافت کرلینا۔ غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاحِ سعادتِ دوجہاں اور مصباحِ ہدایتِ انس وجان ہے۔ باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

"شیخ الاسلام علامہ حافظ ابوالفضل احمد بن حجر سے مولود شریف کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے یہ جواب دیا۔ مولود شریف کی اصل تو بدعت ہے، پہلی تین صدیوں میں سلفِ صالح سے منقول نہیں کہ انھوں نے مولود شریف کی محفل قائم کی ہو باوجود اس کے اس عمل میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی۔ جو شخص خوبیوں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے میلاد شریف کرے تو بدعتِ حسنہ ہے ورنہ نہیں۔ اور میلاد شریف کی محفل قائم کرنے کے لئے ایک اصل میرے ہاتھ لگی ہے جو کہ صحیحین کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، یہود کو عاشورار کے دن روزہ رکھتے دیکھا۔ ان سے سبب دریافت کیا۔ یہود نے کہا۔ اس دن اللہ نے فرعون کو ڈبویا اور موسیٰ کو نجات دی، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ کے زیادہ حقدار اور اولیٰ ہیں اور آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر کسی خاص دن اللہ کوئی نعمت عطا کرے یا کوئی آفت ٹالے تو اس کا شکر کرنا چاہیئے اور ہر سال اس دن شکر کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ اور اللہ کا شکر انواعِ عبادت سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت۔ اور اس نعمت سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے۔ اور اس دن سے بڑھ کر کون سا دن ہے جس میں نبی رحمت کا ظہور ہوا ہے لہٰذا چاہیئے کہ اس تاریخ کی تحری کی جائے تاکہ موسیٰ کے یوم عاشورار کے واقعہ سے مطابقت آجائے۔ اور جس نے اس کا لحاظ نہیں کیا تو وہ اس مہینہ میں کسی دن بھی مولود شریف کرلیتا ہے اور بعض اس میں توسیع کرکے سال بھر میں کسی دن کرلیتے ہیں لیکن ان لوگوں کے عمل میں جو کچھ ہے وہ ہے (یعنی حضرت موسیٰؑ کے قصہ اور آپ کے روزہ رکھنے سے تطابق نہیں آرہا ہے) یہ تو اصل عمل کا بیان ہوا۔ اب ان اعمال کا بیان سنو جو اس موقع پر کرنے چاہئیں۔ مناسب یہ ہے کہ ان اعمال کو کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر مفہوم ہو جس کا بیان ہوچکا ہے اور وہ تلاوت اور کھانا کھلانا، صدقہ اور ایسے مدائح نبویہ زہدیہ کا پڑھنا ہے جن کے سننے سے دلوں میں بھلائی اور عملِ آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ ان کے ضمن میں سماع ولہو وغیرہ بھی آجاتے ہیں۔ البتہ ضمنی امور میں ان چیزوں پر اقتصار کیا جائے جو مباح ہیں اور جن کو اس دن کی خوشی مقتضی ہے۔ ایسے امور کو مولد میں شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ حرام اور مکروہ فعل سے روکا جائے اور اسی طرح خلاف اولیٰ ہے۔ انتہی۔

[1] ترجمہ یہ ہے: "جان لو جو شخص احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھتا ہے وہ یقیناً بار بار آپ کا نام لیتا ہے۔ اہل علم نے اسی لئے آپ کے بعد مولود شریف کے عمل کو رواج دیا ہے جو کہ ایک عمدہ عمل ہے اور جس سے خلقت خوش ہوئی، بجز نجد کے سرپھروں کے۔" اھ

یہ عاجز کہتا ہے حضرت سیدی الوالد نے کیا خوب لکھا ہے کہ "ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاحِ سعادتِ دوجہاں اور مصباحِ ہدایتِ انس وجان ہے۔" اللہ آپ کے درجات بلند کرے۔

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے ۔ نکل جائے دم ذکرِ پاکِ نبیؐ میں

کے مولویوں سے تحقیق کرو۔ اس پرچہ کو احتیاط سے رکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ گیارہ بارہ شوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔ والسلام۔ تحریر ہشتم رمضان المبارک سہ شنبہ ۱۳۲۵ھ ہجری

۲۹۔ حاجی عبداللہ عمر میمن اسٹریٹ بمبئی کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سعادت آثار برخوردار عبداللہ عمر کو پروردگار نیک کرے اور گناہ سے اور بدی سے محفوظ رکھے۔ شوق و محبت تمہارا خط سے تعرب معلوم ہوا۔ تمہارے واسطے توجہ باطنی بھی ہے۔ نماز قضا نہ کرو۔ تھوڑا وظیفہ صبح کو اور تھوڑا شام کو کر لیا کرو اور سات سورتیں اخیر قرآن مجید کی اور سورۂ فاتحہ صحیح طریق سے یاد کر لو۔ ایک بار صبح اور ایک بار شام پڑھ لیا کرو۔ اور شرع شریف کا جو حکم ہو اُسے قبول کرو، اگرچہ اس میں مال یا جان کا نقصان ہو۔ ہمارے حضرت ابوبکرؓ کے ایک غلام تھے ان کا نام بلال تھا، وہ بڑے مرتبے کے تھے۔ ہمارے دادا حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا۔ یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلال کو۔ بہ نیت تحصیلِ برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسولِ مقبول ﷺ کی زبان پر نام بلال جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔ آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ تحریر دوم ماہِ مبارک روز سہ شنبہ ۱۳۱۶ھ

باقی خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں

حاجی ایوب مرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ غفر اللہ لنا و لہ۔ ہم کو رنج ہوا۔ دوستوں کو چاہیے کہ کلمۂ طیبہ ستر ہزار بار اخلاص دل سے پڑھ کر حاجی ایوب کی روح پر اس کا ثواب بھیجیں۔ اور پروردگار سے بہ عجز و نیاز گناہ اُن کے معاف کرائیں۔

جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی اس واسطے کہ چھوٹی بیٹی ہماری جن کا نام عثمانی بیگم تھا بیمار ہوئیں ایک ہفتہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اب اس وقت ہم ان کے مزار شریف پر بیٹھے ہیں اور یہ خط لکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللھم اجعلھا لنا فرطا واجعلھا لنا ذخرا واجعلھا لنا شافعۃ ومشفعۃ۔ آمین۔

آج وظیفۂ شریفہ میں سورۂ قمر ہے اور اس کی برکات کی امیدواری ہے۔ یہ سورۂ مقدسہ ہمارے حضورؐ عیدین کی دوسری رکعت میں تلاوت کرتے تھے۔ عجب نہیں جو اس سورۂ مقدسہ کو ارشاد و ہدایت میں دخل تام ہو۔

وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون۔ (اور ڈر سنا دے ان کو اس پچھتاوے کے دن کا جب فیصل ہو چکے گا کام اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے) تم کو جو نصیحت ہم نے کی ہے اس پر مضبوط رہو۔ دینداری کے کام سیکھو۔ بعد سورت جو بات کام آئے اس بات کو

بہت شوق کے ساتھ حاصل کرو تاکہ آخرت میں حسرت نہ ہو۔ اس دن سے ڈرو جس دن بڑی حسرت اور ندامت غفلت والوں کو حاصل ہوگی۔ اس دن کے واسطے یہاں نیک عمل کرو۔ یادِ خدا اور شریعت کی تابعداری اچھی طرح ضرور ہے۔ معاملۂ دنیا میں شرع کے موافق رہو۔ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے' جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔

۱۔ ہرچہ بر تو آید از اندوہ و غم — آں ز بیباکی و گستاخی است ہم
۲۔ بدر زگستاخی کسوف آفتاب — شد عزازیلے زجرأت ردِ باب
۳۔ بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

۱۔ جو رنج اور غم تجھے پہونچتا ہے ۔ وہ گستاخی اور بے باکی کی وجہ سے ہے
۲۔ چاند گرہن بدی کی وجہ سے ہے۔ شیطان جرأت کی وجہ سے مردودِ بارگاہ ہوا
۳۔ بے ادب نے صرف اپنے آپ کو برا نہیں بنایا۔ بلکہ پوری دنیا میں آگ لگا دی

حاجی ایوب کا بھی خط پہنچا۔ پریشانیاں ہماری اور ان کی پروردگار کم کرے اور عافیت عطا فرمائے۔

۱۔ تو بہ علم ازل مرا دیدی — دیدی آنگہ بہ عیب بخریدی
۲۔ تو بہ علم آن و من بہ عیب ہماں — رد مکن آنچہ خود پسندیدی

۱۔ تُو نے ازلی علم سے مجھے دیکھا۔ تو نے دیکھا پھر عیب کے ساتھ خرید لیا
۲۔ تیرا وہی علم ہے اور میرے وہی عیب ہیں جس کو تُو نے پسند کر لیا اس کو واپس نہ کر

کسی صاحبِ حال کے یہ اشعار ہیں۔ ہم لوگوں کو جو پریشانی اور مصیبت پہنچتی ہے وہ سب ہمارے اعمال کے سبب ہے۔ پروردگار جو نعمت کسی کو عطا فرماتا ہے پھر اس سے نہیں لیتا جب تک بندہ خود اپنی صلاحیت اور نیت میں فرق نہ کرے' جب بندہ فرق لاتا ہے پروردگار وہ نعمت چھین لیتا ہے۔

آج ہمارا دوسرا روزہ ہے۔ سردی کی شدت ہے۔ صبح کی نماز ہم نے مسجد شریف میں ادا کی۔ سکندر خاں اور دلاور خاں دو شخص نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اسی وضو سے ہم بیٹھے ہیں محراب مسجد میں' اور یہ چند شخص وظیفہ کر رہے ہیں ہمارے حضور میں۔ مولوی سید شرف الدین خراسانی' سراج الدین خاں، مرزا خاں، سکندر خان، زمورائے خان، گلزار خان' دلاور خان، عبدالمنان خان، اختر خان۔ امید ہے کہ ان لوگوں کا وظیفہ اچھا ہوگا۔

۳۴۔ غلام محی الدین کو تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ غلام محی الدین کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا کارڈ پہنچا، حال معلوم ہوا۔ صلاۃ التسبیح کا طریقہ تم نے دریافت کیا ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعتوں میں تین سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔ ہر رکعت میں پچھتر بار یہ کلمہ شریف پڑھے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد پندرہ بار۔ سورت ختم کرنے کے بعد دس بار۔ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس بار۔ قیام میں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد دس بار۔ اوّل سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار۔ جلسہ میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کے بعد دس بار۔ دوسرے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار۔ اسی طرح دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں قراءت سے پہلے پندرہ بار اور بعد قراءت کے دس بار، رکوع میں دس بار، قیام میں دس بار، سجدہ اول میں دس بار، جلسہ میں دس بار، دوسرے سجدہ میں دس بار پڑھے التحیات کے بعد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے دریافت کیا کہ اس نماز میں کون کون سی سورت پڑھنی چاہیئے۔ فرمایا اوّل رکعت میں سورۂ تکاثر، دوسری میں سورۂ عصر، تیسری میں سورۂ کافرون، چوتھی میں سورۂ اخلاص۔ شامی جلد اول ص۴۱۰

۳۱۔ مولوی احمد یار خاں عرف مولوی مدن، محلہ بھیر، ریاست ٹونک، راجپوتانہ کے نام آپ نے بائیس خط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ پہلا خط ۱۳۲۶ھ کا ہے۔

سبق وہ معتبر ہے جو استاد کے سامنے شاگرد پڑھے، وظیفہ وہ معتبر ہے کہ حضور پیر میں خادم ادا کرے۔ دور سے سبق پڑھنا اور دور سے وظیفہ کرنا اعتبار نہیں رکھتا۔ تمہارے خواب و خیال معلوم ہوئے اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو توفیق عملِ صالح مقبول عنایت کرے۔

اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے اور دین کے سیدھے رستے پر چلائے۔ گناہوں کا معاف کرنے والا ایک اللہ ہے اُسی کے آگے خلوصِ دل سے عاجزی کرنی ہم کو تم کو اور سب کو ضرور ہے۔

۱۔ اَعُوْذُ بِکَ اللّٰھُمَّ مِمَّا جَنَیْتُہٗ وَمَا عَصَیْتُ الْاَمْرَ قَوْلًا وَمَفْعَلًا

۲۔ وَمِنْ شَرِّ شَیْطَانِیْ وَنَفْسِیْ وَمَکْرِھَا وَاَدْعُوْکَ رِقًّا خَاضِعًا مُتَذَلِّلًا

۱۔ اے اللہ میں اپنی خطاؤں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور اس سے کہ میں نے قول اور فعل کے ذریعہ حکم کی خلاف ورزی کی۔
۲۔ اور اپنے نفس اور شیطان کے شر سے تجھے رقتِ قلب سے ذلت اور عاجزی سے پکارتا ہوں۔

میاں جتنی دیوار بناؤ گے اتنی مزدوری پاؤ گے۔ اور بہت باتیں بنانے سے نہ روپیہ ملے نہ بزرگی ملے۔

تمہارے کارڈ سے خوبی نماز وذوق وظیفہ معلوم ہوا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔ ذکرِ جہر کے عوض قرآن مجید بہ لحاظ معنی پڑھنا مفید ہے۔

ضمانِ کسے مباش، بہ وصایائے مردم درمیا، در قبالہا نام خود منویس، بہ محکمۂ قضا حاضر مشو۔ خواجۂ جہاں عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ ورضی عنہ اپنے فرزند کو وصیت فرماتے ہیں۔ وہ وصیت نامہ حضرت پیر ومرشد نے اِس ناکارہ کو طفلی میں یاد کرایا تھا حفظ۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزاء ورضی عنہ واکرم نزلہ وعفاعنہ ذنوبہ کلہا وغفرلہ ولوالدیہ ولاولادہ۔ آمین۔

بیجا باتوں کو بزرگوں نے منع کیا ہے۔ لغو آدمیوں کا خیال بھی نہیں کرتے ہیں۔ نہ ہمارے خیال سے مقصود کا حصول، نہ ہم کو اتنی فرصت کہ "کاذ آمد وخر رفت" کا سبق یاد کریں۔ موافق بات یا موافق آدمی اگر ہو تو خیر ورنہ "ہمہ داخل دفتر باید کرد"۔ سچی بات یہ ہے جو ہم نے کہی۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ دفع پریشانی کے واسطے استغفار بہت مفید ہے سب ائمۂ دین کا اس پر اتفاق ہے۔

ختمِ خواجگان بہت نافع ہے ایسے وقت میں۔

سیدالاستغفار ہر فرض نماز کے بعد دس بار دفعِ پریشانی کے واسطے بہت نافع ہے۔

تم نے ادائے قرض کے واسطے پڑھنے کو پوچھا ہے۔ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔ حصن حصین میں موجود ہے۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ ہر نماز کے بعد دس بار اوّل وآخر تین بار درود شریف۔ امید ہے کہ ایک ہی اربعین میں ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ آسانی کی صورت کردے۔

وظیفۂ قلبی کرتے ہو۔ اگر سچے ہو تو امیدوار حضورِ دل ہو جاؤ اور حضورِ دل جس کو نصیب ہو گیا وہ صالحین میں داخل ہو گیا۔ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

سب نام انبیاء ومرسلین کے اچھے ہیں۔ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اسی طرح صحابۂ کرام کے نام رضی اللہ عنہم اجمعین سب اچھے ہیں۔ جو چاہو لڑکے کا نام رکھو۔

یہ بزرگ جو ہمارے چچا کی خدمت میں رہے ہیں اور بہت بزرگوں کی خدمت میں رہے ہیں کس کے مُرید ہیں اور کس خاندان سے ہیں۔ ان سے کہو ہمارے واسطے اور ہماری اولاد کے واسطے نیک بختی اور دینداری کی دُعا کریں۔ کیا مُرید بھی کرتے ہیں اور کس بزرگ سے ان کو اجازت ملی ہے یا نہیں۔

تم نے کوئی خواب لکھا ہے اور اس کی تعبیر دریافت کی ہے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(میں چونکہ آفتاب کا غلام ہوں آفتاب کی بات کرتا ہوں میں نہ رات ہوں نہ رات کا پجاری کہ نیند کی بات کروں)

تعبیر یہی ہے کہ نیک کاموں میں رہو۔

تمہارے وظیفہ کی کمی زیادتی جو کچھ ہم کو سمجھ میں آئی دہلی میں وقت تمہارے ملنے کے ہم نے تم سے بیان کردی۔ والسلام

۴۲۔ قاضی وزیر حسین پسر قاضی عظیم الدین۔ساکن سوجت روڈ۔ حال ساکن حیدرآباد سندھ کے نام ۴۳ خطوط تحریر فرمائے ہیں۔ ان کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تمہیں جو خیال لگ رہا ہے ہم اس سے واقف نہیں کہ وہ پسندیدہ خیال ہے کہ اس سے برکت حاصل ہو یا خیال فاسد ہے کہ اس خیال کو دور کرنا چاہیئے تم کہتے ہو کہ وہ خیال حضور سے کیا چھپا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔ایسے غلط عقائد سے مسلمانوں کو توبہ کرنی چاہیئے۔سب باتوں کا جاننے والا ایک اللہ ہے کوئی شخص اس کا شریک نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ ہاں گیارھویں میں شامل ہونے کی اجازت ہے۔ (میلاد شریف میں)

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے ٹھیک اور درست ترجمہ کیا ہے۔تم کو شاید علم نہیں ہے۔ مفعول بہ کو مقدم کرنا یا مؤخر کرنا سب گفتگو میں جائز ہے۔اور دینی بات جو متعلق اپنے عمل کے ہو اُس کو دریافت کرو اور مرغ لڑانے[1] کی باتیں جو آج کل زمانے میں مروج ہیں وہ ہم سے نہ کرو۔ اللہ کے نیک بندے بنو۔گناہوں کو چھوڑ دو۔

خادم ہونے کے وقت تم نے لکھا تھا اور قول محکم کیا تھا کہ دنیوی باتوں سے ہم کو غرض نہیں خالصاً اللہ کے واسطے ہم خادم ہونا چاہتے ہیں۔ہم اور لوگوں کی طرح دنیا کے واسطے خادم نہیں ہوتے اس قول کو اپنے یاد رکھو اور قول کو نہ بدلو۔

کالو خاں کو وظیفہ قلبی ہماری طرف سکھا دو کہ صبح کو ایک گھنٹہ شام کو ایک گھنٹہ اسم ذات کا شغل ہر روز کیا کرے یعنی دل سے اللہ اللہ پڑھا کرے ، خیالات ماسوی اللہ دل سے دُور کرے۔

روز شنبہ یازدہم ربیع الاوّل خوشی میلاد شریف کی محفل ہے اس میں شریک ہونا اچھا ہے۔

---

[1] قاضی وزیر حسین نے حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید پڑھا اور پھر موجودہ دور کے کسی مولوی کا۔شاہ عبدالقادر کے ترجمہ میں مفعولٌ کو پہلے ذکر کیا ہے اور مولوی صاحب نے فاعل کا ذکر پہلے کیا ہے۔اس سلسلہ میں وزیر حسین صاحب نے آپ کو لکھا اور مولوی صاحب کا نام بھی لکھا آپ کو ان کی تحریر پسند نہ آئی اور یہ جواب تحریر فرمایا کہ بلا وجہ مولویوں کے اختلاف کو ذکر کرکے تکدرِ خواطر کا سبب کیوں بنتے ہو؟

۳۳۔ مولوی شمس الدین صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ آپ کے قدیم مخلص ہیں۔ ان کے نام چار خط اس عاجز کو دستیاب ہوئے ہیں۔ پہلا خط ۱۳۲۲ھ کا ہے اور چوتھا ۱۳۲۴ھ کا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ ابوالخیر فاروقی کی طرف سے سعادت آثار شمس الدین کو بعد سلام و دعائے سلامتیِ ایمان و ترقی صلاح معلوم ہو کہ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ وظیفہ شریف کرتے ہو اور وظیفہ میں حلاوت پیدا ہوتی ہے اور کچھ حضورِ دل نماز میں حاصل ہوتا ہے اور محبت میں ترقی ہے۔۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔ ہر ایک اِن باتوں میں سے بڑی بڑی عمدہ نعمت ہے۔ بزرگانِ دین اِن باتوں کی قدر جانتے ہیں۔ پرہیزگاری کا شوق رکھو۔ امام غزالی کی کوئی تالیف مطالعہ کیا کرو۔ جیسے ترجمۂ احیاء العلوم یا ترجمۂ کیمیائے سعادت کہ صفائی دل کے واسطے مفید ہے۔ تھوڑا سا قرآن مجید پڑھنا با فہم معنی بھی ہر روز ضرور ہے، تاکہ یہی باتیں جو تم نے لکھی ہیں پختہ ہو جائیں۔ پرہیزگاری دینداری جس قدر زیادہ ہوتی ہے، وظیفہ میں برکت اسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ والسلام

۱۴ ربیع الآخر چہار شنبہ ۱۳۲۲ھ

باقی خطوط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

تم جانتے ہو رسمی خادموں کی خاطر داری مَیں کم کرتا ہوں۔ جب خادم ذاکر شاغل کچھ ہوتا ہے اس کی تھوڑی بہت کرتا ہوں۔

کسی شخص کی لوگ تعریف بہت کرتے تھے۔ انھوں نے سُن کر کہا۔ من آنم کہ من دانم یعنی تم لوگ میری ظاہر کی نیکی دیکھ کر تعریف کرتے ہو باطن کی تم کو خبر نہیں کہ میرے کیسے بُرے عمل ہیں۔ اگر میرے بُرے اعمال کی تم کو خبر ہوتی تو تم تعریف نہ کرتے۔ پروردگار مجھ کو اور تم کو توفیق دے کہ آخرت کا خیال رہے اور بُرے اعمال کے قریب نہ جائیں۔ بُرے اعمال کا نتیجہ بُرا ہے۔ نیک کاموں کا نتیجہ اچھا ہے۔ والسلام

۳۴۔ منشی احمد حسین ساکن چھتہ لال میاں کے نام چار خطوط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

حضرت بیوی مریم کی زیارت سے دل بہت خوش ہوا۔ قرآن شریف پڑھ کر ان کی رُوح مبارک کو ایصالِ ثواب کرو۔ صبح و شام وظیفہ شریف وسوسوں کو دور کر کے کیا کرو۔ پرہیزگاری دینداری سیکھو، شریعت کے خوب پابند رہو۔

اس کی نعمتوں کی ہم پر کوئی نہایت نہیں اور ہمارے گناہوں کی کوئی غایت نہیں۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور مسلمانوں کو عزت دے۔ یا اللہ مسلمانوں کو

مخالف لوگ بہت برباد اور ذلیل کر رہے ہیں۔ یا اللہ مخالفوں کو تو برباد کر اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ یا اللہ مسلمانوں کی مدد کر یا اللہ ہم کو عافیت دے دونوں جہان میں۔

کام کرنے سے کام ہوتا ہے دل کی آرزو سے کام نہیں ہوتا۔

تم اور بخش اللہ صرف آرزو کرنے سے چاہتے ہو کہ بزرگ بن جاؤ' آرزو کرنے سے کوئی کام نہیں بنتا ہے۔ بہت سارو پیہ بھی ہو، معمار بھی ہو، چونا بھی ہو، اینٹ بھی ہو، بعد ان کے مکان کی اُمید کرنی چاہیئے۔

۳۵۔ اقتباسات خطوط مولوی بخش اللہ ساکن چھتہ لال میاں دلی۔

تم لوگوں کو مناسب ہے کہ ختم شریف باحضورِ دل وصحت' الفاظ و فہم معنی بعد مغرب کے پڑھا کرو کہ بہت مبارک عمل ہے اور بعد ختم شریف کے ہم سب کے واسطے دعاے سلامتی ایمان اور دعائے عافیت در ہر دو جہان اور دعائے امن و امان برائے جملہ مسلمانان اور دعائے مغفرت گناہان کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ بخش اللہ کو عافیت عطا فرمائے۔ اَسْئَالُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَن یَّشْفِیَہٗ۔ مولوی کاظم علی کا حال معلوم ہوا۔ غَفَرَاللّٰہُ لَنَا وَلَہٗ۔

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے	زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر	زاں بیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

قاری نیاز، مرحوم کو وبائی مرض ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ ۸ تاریخ کو ان کو سرکاری آدمی کرانٹین میں لے گئے جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی' بہ سبب احتیاط کے کہ وبائی مرض زیادہ نہ پھیلے۔ ۹ تاریخ کو ان کو ذرا ہوش آیا، مگر پیشاب بند ہوگیا۔ ۱۰ تاریخ عاشورا کے دن بہ وقتِ نیم روز ایک بجے انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

جہاں میں تو کار نکوئی رہے گا	نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

غَفَرَاللّٰہُ لَنَا وَلَہٗ۔ کیا اچھا وقت اور کیا اچھا دن انھوں نے پایا، حقیقت میں وہ لائق اسی کے تھے۔ الخ

۱۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ قَبْرِیْ حُفْرَۃٌ	غَبْرَاءُ یَحْمِلُنِیْ اِلَیْھَا شَرْجَعٗ
۲۔ فَبَکَتْ بَنَاتِیْ شَجْوَھُنَّ وَزَوْجَتِیْ	وَالْاَقْرَبُوْنَ اِلَیَّ ثُمَّ تَصَدَّعُوْا
۳۔ وَتُرِکْتُ فِیْ غَبْرَاءَ یُکْرَہُ وِرْدُھَا	تَسْفِیْ عَلَیَّ الرِّیْحُ حِیْنَ اُوَدَّعُ

۱۔میں جان گیا کہ میرا محل ایک گڑھا ہے۔گرد آلود مجھے اس کی طرف لے جایا جائے گا جنازہ
۲۔میری بیٹیاں اور میری بیوی اور رشتہ دار روئے پھر متفرق ہو گئے۔
۳۔اور میں زمین میں چھوڑ دیا گیا جس میں اُترنا ناپسند ہے۔مجھ پر ہوائیں چلیں گی جب اس میں کو دیا جاؤنگا۔
قصری بفتح قاف ای آخر امری۔یہ اشعار حضرت عبدہؓ کے ہیں حضرت عمرؓ فاروق اُن کے اِن اشعار کو بہت پسند فرماتے تھے۔

وَمَاكَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكُ وَاحِدٍ　　　وَلٰكِنَّهٗ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

(قیس کا مرنا ایک کا مرنا نہ تھا۔ہاں پوری قوم کی بنیاد ڈھے گئی)

عبدہ کا شعر ہے جس شعر کا آج تک جواب کسی سے نہ ہو سکا۔اس شعر کو بے نظیر کہتے ہیں۔مولوی عبدالعلی صاحب کو یہ شعر دکھانا اور سلام ہمارا کہنا۔

۳۶۔ڈاکٹر اشفاق محمد اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شوق محمد ۱۳۲۶ھ میں بیعت ہوئے ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ان کے نام آپ نے خطوط تحریر فرمائے ہیں۔ان کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

خدا کے فرائض پر جان و دل سے پابند ہو جاؤ۔حرام خدا سے قطعی دور رہو، کچھ قرآن شریف ترجمہ کے ساتھ پڑھا کرو، نیکی اور دینداری کا شوق کرو، خدا کے عاجز بندہ بنو، مسلمانوں کے عقائد پر قائم ہو جاؤ نئے نئے عقائد اور رنگ نئی باتیں جو آج کل پیدا ہو رہی ہیں اُن سے اپنے کو بچاؤ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ڈاکٹر اشفاق محمد صاحب و مولوی نور احمد صاحب (مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو عمدہ طبع کرانے والے) کو بعد سلام واضح ہو کہ روز شنبہ یازدہم ربیع الاول حاضر ہونا چاہیئے تاکہ اطمینان سے ذکر شریف سنا جائے اور آنا تم دونوں صاحبان کا بلکہ نظام الدین کا بھی مناسب ہے۔

اَللّٰهُ الشَّافِيْ اَللّٰهُ الْكَافِيْ اَللّٰهُ الْمُعَافِيْ۔اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور عافیتِ ظاہری و باطنی سے ہمیں اور ہماری اولاد کو سرفراز فرمائے۔

ذکر شریف قلبی کی دونوں وقت صبح و شام پابندی رکھنی چاہیئے۔مہینہ میں ایک بار شجرہ شریف پڑھو اور کچھ کھانا پکا کر ایصال ثواب بھی کرو۔

۳۷۔متفرق افراد کو آپ نے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سید عبدالاعظم بنگالی کو۔خط کے ذریعہ جاہل آدمی عالم نہیں ہو سکتا نہ غفلت والا آدمی صاحب حضور و برکت ہو سکتا ہے۔اسی واسطے معذور رہوں۔ہاں مولوی عبد لوی عبدالحق الہ آبادی ہمارے ملاقاتی شخص تھے۔سالہا سال ہماری کتابوں کی انھوں نے اچھی طرح خدمت کی۔جزاہ اللہ خیرا و غفرلی ولہٗ۔

محمد احمد متعلم مصباح العلوم الہ آباد۔ مریض کے واسطے جو نسخہ طبیب نے تجویز کیا۔ باقاعدہ مریض نے اگر اس کا استعمال کیا۔ اب دو حال سے خالی نہیں۔ استعمال نسخہ سے مرض زیادہ ہوا یا کم۔ بس اس قدر حال طبیب سے کہہ سکتے ہو۔ باقی باتیں فضول ہیں۔

محمد حیات کو نور پور ٹوانہ ضلع شاہ پور تحریر فرمایا۔ عَفَا اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْكَ، غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكَ رَحِمَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ۔ تمہاری تحریر سے لیاقت معلوم ہوئی۔ وسوسوں کا کم ہونا علم ظاہری سے زیادہ حقدار و مستحق محنت ہے۔ صرف سوال سے نہ علم حاصل ہو نہ وسوسوں کا کم ہونا۔ اللّٰھم اجعل وساوس قلبی خشیتك وذکرك واجعل ھمتی وھوای فیما تحبّ وترضیٰ۔

سید زاہد حسین امروہوی کو تحریر فرمایا۔ مجھ کو کشف نہیں ہے کہ غائبانہ کسی کا حال معلوم کر سکوں بلکہ ایک مدت کوئی شخص میرے پاس رہے اور اس کی نیکی اور استعداد کچھ مجھ کو معلوم ہو تو شاید میں بتلا سکوں کہ وظیفہ کرنا تجھ کو بہت مناسب ہے۔ اکلِ حلال، صدق مقال پرہیزگاری بنائے طریقہ شریفہ ان تین کام پر ہے۔ جو اس وقت میں مفقود ہو گئی ہیں، شوقِ دنیا زیادہ اور شوقِ آخرت بہت کم ہو گیا ہے۔

عدالت خاں کو ضلع جہلم تحریر فرمایا: "وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ دل کے اندر محبتِ الٰہی کے سوا کچھ نہ ہو۔" اور تحریر فرمایا ہے: "اشفاق الٰہی کو ہم نے ایک سال سورۂ اخلاص وفلق و ناس کا وظیفہ بتایا ہے ؂

نہ سیکھا ہو تو اب تم سیکھ لو بڑی برکت خدا کے نام میں ہے"

اور تحریر فرمایا ہے: "عدالت خاں کے بیٹے کا نام ہدایت خاں اچھا ہے۔"

انعام الٰہی کو صدر بازار میرٹھ لکھا: "اے عزیز وظیفہ شریفہ کے شوق والے جہاں میں بہت کم ہو گئے، یادِ الٰہی کی لذتِ حلاوت جہان سے اٹھ گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔"

حافظ اشفاق الٰہی ولد کرم الٰہی ساکن صدر بازار میرٹھ ۱۳۲۲ھ میں آپ سے بیعت ہوئے نہایت اخلاص اور محبت سے آپ کی خدمت کرتے تھے۔ خدا کا کرم ہے کہ نسبتِ شریفہ سے بھی بہرہ مند ہوئے۔ شنبہ، ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ یکم مارچ ۱۹۴۷ء قبیل الغروب ان کی وفات ہوئی۔ اور یکشنبہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے قبرستان میں حضرت عبدالعدل کے مزار کے قرب میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ان کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اشفاق الٰہی کا خط پہنچا۔ تم نے لکھا ہے کہ وظیفہ کرتے ہو اور قرآن مجید اور مالابد پڑھتے ہو۔ الحمد للہ یہ سب کام بڑی سعادت مندی کے ہیں۔ بندہ اپنے مالک جلّ جلالہٗ کا فرماں بردار رہے اور اس کی رضامندی کا طالب رہے اور اس کی خفگی اور غصہ سے ڈرتا رہے، بیشک وہ بندہ خدا کا نیک بندہ ہے۔ اور ذکر شریف کے وقت وسوسوں کو دفع کرنا اور اس کام میں محنت اور کوشش کرنی بڑی عمدہ بات ہے۔ پروردگار مجھ کو اور تم کو توفیق نیک عنایت کرے۔

دوشنبہ ۸ ا رجب الحرام ۱۳۳۲ھ

امۃ القیوم اچھا نام ہے خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ دوشنبہ ۲۳ محرم ۱۳۳۳ھ از کوئٹہ

امۃ القیوم کی بہن کا نام امۃ الحی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صالحات میں کرے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ چہارشنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ از رامپور

آپ نے مولوی بدرالاسلام کو، کوچہ چیلان دلی، تحریر فرمایا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں اور امام طبرانی وخطیب وابن النجار حضرت عبداللہ بن عباس سے اور وہ حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کو بہت ثواب ملے گا ثواب کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔ میں نے نہیں لکھی۔ لآلی منثورہ کو میں نے عقد منظوم کر دیا۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدًا نَبِيَّ الْهُدٰى عَنَّا بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ

(رب العالمین محمد کو جزا عطا کرے جو کہ نبی ہدایت ہیں ہماری جانب سے جس کے وہ اہل ہیں)

کچھ دنوں کے بعد آپ نے یہ دوسرا شعر کہہ کر اس عقد منظوم کا لاحق کر دیا۔

وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَالنَّبِيُّوْنَ كُلُّهُمْ وَاَتْبَاعُهُمْ صَلّٰى عَلَيْهِمْ وَاَهْلُهٗ

(ان پر درود نازل کرے اور تمام انبیاء پر اور ان کے اتباع پر)

آپ نے ۱۳۴۰ھ میں مولوی صدرالدین کیفی غازی پوری کو خط تحریر فرمایا اور مولوی صدرالدین کے نام کو اس طرح نظم کیا۔

شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلدِّيْنِ وَعَفَا عَنْهُ ذَنْبَهٗ آمِيْن

(اللہ اس کے سینہ کو دین کے لئے کھول دے اور اس سے اس کے گناہ معاف کرے آمین)

مولوی صدرالدین نے آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور لکھا:

حضرت اقدس نے جو سجع اس ناچیز کے نام کا موزوں فرمایا ہے، نہایت خوب ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ خداوند کریم حضور اقدس کی دعا کو میرے حق میں قبول فرمائے

اور اس کو توقیع نجات یالطیف غیبی میرے لئے قرار دے۔ رقیمۂ ادب۔

طالب الخیر شیخ صدر الدین یغفر اللہ ذنبہ آمین

آپ نے خط کا اختتام اِن دو شعروں پر فرمایا۔

نام ابوالخیر کام شرّ و بدی سالک راہ کبر و بیخردی

لَیْسَ لِیْ مَنْ یُغِیْثُ مِنْ اَحَدٍ اَلْغِیَاثَ الْغِیَاثَ یَا اَحَدِیْ

(میرے لئے کوئی نہیں ہے جو مدد کرے۔ اے میرے احد المدد المدد)

احیاناً آپ اپنے خط کا اختتام اس شعر پر فرماتے تھے۔

خَنَایُكَ قُلْ لِیْ عِنْدَ نَزْعِیْ وَ مَقْبَرِیْ لَكَ الْاَمْنُ عَبْدِیْ مِنْ عَذَابِیْ تَفَضُّلًا

(خوش آمدید کہہ دے میرے نزع کے وقت اور دفن کے وقت مہربانی کی وجہ سے لے میرے بندے تجھے عذاب سے امن ہے)

آئے ہوئے لفافوں کی پشت پر، خطوط کے سادے صفحہ پر، پرچوں پر، یا رسالوں کے اوپر آپ احادیث مبارکہ دعائے ماثورہ عرض نیاز بہ درگاہ بے نیاز تحریر فرما دیا کرتے تھے۔ شب و روز اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اپنی عاجزی کا اظہار کرکے اپنا دل خوش فرماتے تھے۔ حدیث قدسی ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔ جو آپ کو اپنے مولائے کریم سے امید لَكَ الْاَمْنُ عَبْدِیْ مِنْ عَذَابِیْ کی ہے۔ اللہ جل شانہٗ وَعَمَّ اِحْسَانُہٗ اپنے فضل و کرم سے آپ کے ظن کو ضرور پورا کرے گا۔ باکریماں کارہا دشوار نیست۔

۱۳۲۵ھ میں طاعون کا زور ہوا۔ میرٹھ کے مخلصین گھبرائے۔ آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ آپ نے جناب مولوی سید عبد الجلیل سے درج ذیل نصیحت نامہ لکھوا کر ان کو ارسال کیا۔

گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جس کی اجل آگئی ہے اس کو اگر ہزاروں پیر جمع ہو کر ایک ساعت کے واسطے روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے۔ اور جس شخص کی اجل نہیں آئی وہ اگر کچھ بھی کرے ایک ساعت پہلے نہیں مر سکتا۔ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ یہ حکم ہر وقت ہر زمانے کے واسطے خدائے پاک نے فرمایا ہے۔ چاہے موت کی کثرت ہو یا قلت۔ کثرت موت میں نعوذ باللہ کچھ خدائے تعالیٰ بھول نہیں جاتا۔ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی۔ تم سب کو لازم ہے کہ استغفار و تلاوت و نماز و خیرات و نیک کام خوب کثرت سے، اطمینان و حضور دل و خشوع و خضوع سے کرو، منہیات سے توبہ کرو۔ اگر زکات وغیرہ میں کسی سے تقصیر ہوئی ہے اس کی تکمیل کی نیت کرے، جو ادا کر سکتا ہے، وہ ادا کرے۔ گھبرا کر ایک دوسرے کی مدد نہ چھوڑو بلکہ ساتھ دیتے رہو اور آپس میں

ہمدردی کرتے رہو۔ جس کسی کا انتقال ہو وہ جو وصیت کرے اس کو سب منظور کریں۔ یہ نہ ہو کہ کوئی کہے۔ بھائی ہم کچھ نہیں جانتے۔ خبر نہیں کون مرے، کون جئے۔ یہ سب واہیات باتیں ہیں اور سب کو چاہیئے کہ خوب جی لگا کر وظیفہ شریف اور دوسری عبادات کریں۔ ہر شخص اپنی صحت اور تندرستی میں ایک وصیت نامہ لکھ لے۔ یہی باتیں مسلمانی کی ہیں۔ ان پر تم سب کاربند رہو۔

ہمارے امیرالمومنین خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ملک شام میں طاعون ہوا تھا۔ کیا یہ ضرور ہے کہ طاعون سب کے حق میں عقوبت ہو، بلکہ جو نیک مرے اس کے حق میں امید ہے موجبِ رحمت و شہادت ہو۔ دین کے اصلِ اصول کی بات یہ ہے کہ خدا کے فعل پر بندہ راضی ہو۔ موت اور زندگی کا دینا بالاتفاق اللہ کا فعل ہے۔ اس میں کسی کی مجال چون و چرا کرنے کی نہیں ہے۔ بندہ پر لازم ہے کہ ہر حال میں اللہ کے حکم پر راضی رہے رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ والسلام۔

حرفِ آخر

عاجز نے اپنے پیر و مرشد استاد و مُربّی، والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ فاروقی مجددی قدس اللہ سرّہٗ و نوّر ضریحہٗ کے مبارک احوال ۱۳۹۲ھ میں لکھے اور سب سے پہلے یہ کتاب حضرت برادرِ کلاں اور برادرِ خورد کو ارسال کی اور دونوں صاحبان کو لکھا کہ عاجز نے حتی الوسع رطب و یابس سے اجتناب کیا ہے اور اُنہی امور کا ذکر کیا ہے جن کو خود عاجز نے دیکھا اور سُنا ہے یا معتبر افراد سے سنا ہے۔ اب آپ دقیق نظر سے اس کا مطالعہ کریں۔ اگر کسی جگہ سقم پائیں مطلع کریں۔ دونوں برادران نے کتاب پڑھی اور لکھا کتاب میں جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بڑے بھائی صاحب کا جواب غالباً چھ مہینے کے بعد آیا۔ کیونکہ آپ کا مطالعہ سرسری طور پر نہیں ہوا کرتا تھا اس لئے یہ مدت کچھ زیادہ نہیں ہے۔

عاجز سے ان کے چھوٹے صاحبزادے عبیداللہ آغا سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ایک دن حضرت والد ماجد "مقامات خیر" کا مطالعہ فرما رہے تھے میں باہر سے آیا مجھ کو دیکھ کر فرمایا "دیکھو تمہارے چچا صاحب نے محنت کر کے یہ کتاب لکھی ہے تم اس کو پڑھو اور اپنے دادا حضرت کے صحیح حالات سے واقف ہو"

حضرت برادرِ کلاں کے اِس ارشاد سے عاجز کا دل خوش ہوا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس کتاب میں کوئی نادرست بات نہیں ہے۔

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ و رضی عنہ ایک کامل و اکمل نقشبندی مجددی بزرگ تھے۔ جس طرح آپ کو علمِ ظاہر میں قدماء کی کتابوں سے رغبت تھی اسی طرح علم باطن میں حضرات خواجگانِ کبارِ نقشبندیہ کے اقوال

اور اُن کے احوال و اصول کے دلدادہ تھے۔ آپ نے اپنے حضرت والد ماجد سے اور اپنے دونوں گرامی قدر چچوں حضرت شاہ عبدالرشید اور حضرت شاہ محمد مظہر سے اور اپنے جدِّ امجد کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبد الغنی محدث مسجد شریف نبوی سے پوری طرح مستفید ہوئے۔ ایسے بلند پایہ عالی درجہ مربّی اور معلّم کس کو ملتے ہیں۔ اللہ نے آپ پر کرم کیا اور آپ اوصافِ الٰہیہ سے محلّی ہوئے۔ مولانا اختر شاہ خاں نے خوب کہا ہے۔

مختصر گویم کہ نتوانم صفاتت حصر کرد   باجمالی باجلالی باکمالی خوش خصال

کہ مختصر طور پر کہتا ہوں کیوں کہ آپ کی صفات کا حصر نہیں کیا جاسکتا۔ (آپ اوصافِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور اس لئے آپ کی صفات بے شمار ہیں) آپ صاحبِ جمال، صاحبِ جلال، صاحبِ کمال اور اچھی خصلتوں والے ہیں۔

اور ایک پاک مشرب، صاحبِ نسبت، میلاد شریف کے موقع پر اپنے اشعار لکھ کر دے گئے۔ انھوں نے نام اور پتہ نہیں لکھا ہے۔ ان کی شکل اور لباس کسی حد تک یاد ہے۔ ان کا رقعہ پیشِ نظر ہے لیکن پتہ نہ اُن کا ہے نہ ان کے نام کا، وہ حضرت پیر و مرشد کے قدیم اصحاب میں سے تھے اور سلسلۂ مبارکہ نقشبندیہ کے اصول و ضوابط اور حضرات خواجگان کے ارشادات سے آگاہ تھے۔ انھوں نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

قہر و عتاب میں بھی تو رحمت ہے مستتر   یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے

حضرات خواجگان نے فرمایا ہے۔ جب سالک کی تربیت اور پرورش صفاتِ جمالیہ سے اور صفاتِ جلالیہ سے ہو جاتی ہے تو اس کے جلال میں جمال کی رحمت اور لذّت اور اس کے جمال میں جلال کی سطوت و عظمت پائی جاتی ہے اور اس نکتۂ صحیحہ و ثابتہ کو ناقص افراد جو صفاتِ الٰہیہ سے متصف نہیں ہوئے ہیں سمجھ نہیں سکتے۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَى الْقَائِلِ وَرَضِيَ عَنْهُ (اللہ کی رحمت اِس بات کے کہنے والے پر ہو اور وہ اُن سے راضی ہو)۔

یار محمد پسر مرزا قوم خروٹی ساکن سَرزَرہ حضرت والد ماجد کے از قدمائے خصوصی مخلص تھے، سن تیرہ سو نو سے سن تیرہ سو تیرہ تک مسلسل چار سال خدمت کی اور نسبتِ شریفہ سے پوری طرح مالا مال ہوئے۔ وہ بالکل اَن پڑھ تھے۔ اگر علم ظاہر سے محلّی ہوتے تو کچھ اور ہی بات ہوتی۔ وہ سالہا سال کے بعد سن تیرہ سو چالیس اور اکتالیس میں آئے۔ اور دونوں مرتبہ چار پانچ مہینے رہے۔ ایک دن اُن سے بے وقوفی سرزد ہوئی اور حضرت والد ماجد نے ان کے دو چانٹے مارے۔ یہ عاجز دیکھ رہا تھا۔ جب وہ ایک

طرف کو ہوئے عاجز نے اُن سے کہا۔ یار محمد تم زیادہ جسارت اور بیوقوفی کیوں کرتے ہو؟ دیکھو تم نے دو چانٹے کھائے۔ یہ سُن کر اُن پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور انھوں نے اپنے چہرے پر زور سے دو چار دو ہتڑ جڑے اور آنسو بہاتے ہوئے کہا "کاش آپ میرے دس پندرہ چانٹے مارتے "

یہ ہے جلال میں جمال کی آمیزش اور جمال میں جلال کی آمیزش کا نمونہ۔

استادی، محدثِ کبیر حضرت مولانا عبد العلی میرٹھی، دہلوی سے حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کو محبت تھی۔ جب حضرت مولانا مدرسہ حسین بخش میں صدر مدرس تھے۔ آپ جمعہ کی نماز پڑھنے کو مدرسہ حسین بخش جاتے تھے اور جب حضرت مولانا نے مدرسہ عبدالرب کو آباد کیا، آپ وہاں تشریف لے جانے لگے۔ نماز کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ وہاں قیام کرتے اور حضرت مولانا سے باتیں کرتے۔ عاجز نے یہ بھی دیکھا کہ اگر حضرت مولانا علیل ہوتے تھے آپ ان کی عیادت کے لئے اُن کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کوئٹہ بلوچستان سے مولوی بخش اللہ مولوی بدر الاسلام کو احیاناً عربی شعر یا عبارت تحریر فرما کے لکھتے تھے " ہمارے مولوی عبد العلی کے پاس لے جاؤ اور ان سے اس کا ترجمہ معلوم کر دو۔ آپ کو جو لگاؤ حضرت مولانا عبد العلی سے تھا اس کی وجہ سے آپ کے بعض مخلصین ابتدائے بخاری یا ختم بخاری کے جلسہ میں شریک ہوا کرتے تھے۔ عاجز سے منشی احمد حسین نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ کے جلسہ میں کوئی مولوی نہیں آیا تھا اور آپ نے منشی احمد حسین سے فرمایا۔ آج کوئی نہیں آیا۔ منشی احمد حسین نے اس کا ذکر حضرت سیدی الوالد سے کیا۔ آپ نے احمد حسین سے فرمایا۔ مولوی صاحب ہم کو خبر کر دیتے۔ ہم شریک ہوتے۔ عاجز کو یاد نہیں کہ اس طرح کی بات آپ نے کسی اور کے واسطے کہی ہو۔ باوجود اس محبت کے جب مدرسہ عبدالرب کے طالبانِ علم نے حضرت مولانا سے خانقاہ شریف کی محفلِ میلاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا۔ "ہم تم کو اجازت اس شرط پر دیتے ہیں کہ تم وہاں ادب سے رہو اور حضرت شاہ صاحب کو ناراض نہ کرو۔ ان کی ناراضگی سے ہم کو ڈر لگتا ہے "

حضرت سیدی الوالد کے خصوصی افراد جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری طرح اصحابِ نسبت تھے اور آپ ان کی قدر کرتے تھے اور محبت سے اپنے پاس بٹھاتے تھے، ان اولیائے پروردگار کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے پاس جاتے تھے، اکثر اوقات اُن پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔

یہ ڈر، یہ خوف و رعشہ جمال میں جلال کی سطوت ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حدیثِ وصال

حدیثِ وصلِ آں مخدومِ عالم — مگر شاید بہ خونِ دل نویسم

جلال الدین سیوطی نے طبرانی کی حدیث شریف لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اے لوگو! میرے بعد جس شخص کو مصیبت پہنچے وہ میری جدائی کو یاد کرکے اپنی مصیبت سے تسلی حاصل کرے۔ کیونکہ میری امت کے لئے میری جدائی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔" صَدَقَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِاَنْفُسِنَا ہُوَ وَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّہَاتِنَا (ہماری جانیں اور ہمارے باپ دادا اور ہماری مائیں ان پر فدا ہوں)۔

ابوالجوزاء ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اہلِ مدینہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کو اگر صدمہ پہنچتا تھا تو تعزیت دینے والے کہتے تھے کہ صبر کرو۔ اور پھر وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ پڑھتے تھے۔ یعنی تمہارے لئے اچھا نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔ جب اللہ کے رسول ہی نہ رہے تو کوئی دوسرا کیا رہے گا۔

۱۔ اِصْبِرْ لِکُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَ تَجَلَّدِ — وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَیْرُ مُخَلَّدِ
۲۔ وَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ الْکِرَامُ فَاِنَّہَا — نُوَبٌ تَنُوْبُ الْیَوْمَ تُکْشَفُ فِیْ غَدِ
۳۔ وَاِذَا اَتَتْکَ مُصِیْبَۃٌ تُشْجٰی بِہَا — فَاذْکُرْ مُصَابَکَ بِالنَّبِیِّ مُحَمَّدِ

۱۔ ہر مصیبت میں صبر کر اور سختی سے صبر کر اور جان لے کہ کوئی شخص ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔
۲۔ اور صبر کر جس طرح بڑے لوگوں نے صبر کیا ہے کیونکہ مصیبت کی باری ہے۔ اگر آج باری ہے کل نہیں ہوگی۔
۳۔ اور اگر تم پر ایسی مصیبت آئے جو غم میں ڈال دے تو تم نبی اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی مصیبت کو یاد کر لو۔

یعنی مصیبت کے پیش آنے پر صبر کرو اور باہمت بنو۔ خوب سمجھ لو کہ دوامی حیات کسی کے لئے مقدر نہیں۔ جیسا کہ اصحاب کرام صبر کرتے چلے آئے ہیں تم بھی صبر کرو۔ مصیبت کا بھی ایک وقت اور باری ہوتی ہے۔ آج آئی۔ کل گئی۔ جب بھی تم کو پریشان کن مصیبت درپیش آئے تم اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی مصیبت کو یاد کرلو۔

علالت حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی علالت کی ابتدا یوم جمعہ ۲۰ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۹ر فروری ۱۹۲۳ء سے ہوئی۔ اس دن صبح کو دس بجے آپ نے مولوی بدرالاسلام کی اہلیہ کی نمازِ جنازہ خانقاہ شریف میں پڑھائی۔ پھر آپ اپنے مکان سے عصر کو باہر تشریف لائے اور ہم تینوں بھائیوں کو ہمراہ لے کر حسبِ معمول تفریح کے لئے تشریف لے گئے۔ جس وقت آپ سواری میں بیٹھے آپ نے فرمایا "اسپتال کو چلو"۔ چنانچہ کشمیری دروازے کے باہر اسپتال گئے۔ وہاں امین الاسلام بنگالی آپ کا انتظار کررہے تھے۔ غالباً وہ اسپتال آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انھوں نے آپ کو اپنا پتہ بتایا تھا۔

تین سال سے امین الاسلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کی قیام گاہ پر نئی دہلی تشریف لے جاتے تھے۔ امین الاسلام طریقۂ نقشبندیہ میں صوفی فتح علی اویسی کے خلیفہ سے بیعت تھے۔ ان کی باطنی کیفیت نہایت اچھی تھی۔ لطائفِ مبارکہ سبعہ ذاکر تھے۔ وہ حضرت سیدی الوالد کے پاس ذکر شریف میں مصروف ہوجاتے تھے۔ دو ڈھائی گھنٹے آپ سے کسبِ فیوضات و برکات کرتے تھے۔ اُن کے احوال سے آپ خوش تھے اور اُن پر شفقت فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا "ہاں، جب ہم کلکتہ (۱۲۹۶ھ میں) پہنچے تھے تو اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔

جب آپ کی سواری امین الاسلام کی جائے قیام پر پہنچی، امین الاسلام آئے اور آپ سے اُترنے کو کہا۔ آپ نے اُن کے کندھے پر مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا "ہمارا ایک کام ہے اگر تم دل سے وعدہ کرتے ہو کہ ہمارا کام کردگے تو ہم اُترتے ہیں ورنہ ہم جاتے ہیں" امین الاسلام نے کہا "میں دل و جان سے کوشش کروں گا۔ آپ نے فرمایا "خانقاہ شریف میں ایک قبر کے واسطے اجازت حاصل کرلو" اس کے بعد آپ سبزہ زار پر بیٹھے اور مغرب کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

آپ نے سواری میں بیٹھ کر فرمایا "یہاں کسی جگہ نواب پہاسو کی کوٹھی ہے، وہاں چلو تاکہ داؤد احمد خاں کی عیادت کرلیں۔ داؤد احمد خاں، نواب مزمل اللہ خاں صاحب کے صاحبزادے تھے اور آپ سے بیعت تھے۔ وزیر خاں کوچوان کو یہ کوٹھی معلوم تھی۔ کوٹھی کے پھاٹک پر سواری رُکی۔ آپ نے حضرت برادرِ کلاں سے فرمایا "جاؤ دیکھو مزمل اللہ خاں ہیں" چنانچہ برادرِ کلاں گئے اور اُن کے ساتھ نواب صاحب چند افراد کے ساتھ لالٹین لئے ہوئے آئے۔ آپ نے اُن سے بھی وہی بات فرمائی جو امین الاسلام سے کہی تھی اور ان کے وعدہ کرنے پر آپ سواری سے اُترے اور داؤد احمد خاں کے پاس تشریف لے گئے اُن پر ادعیۂ ماثورہ پڑھ کر دَم لیا۔ نواب صاحب نے ایک سو روپیہ نذر پیش کیا اور آپ خانقاہ شریف کو روانہ ہوئے۔ یہ آپ کی آخری تفریح تھی اور علالت کا پہلا دن تھا۔

خانقاہ شریف پہنچ کر آپ نے عشاء کی نماز بہ جماعت مسجد شریف میں ادا کی اور سنتیں پڑھ کر حرم سرا میں تشریف لے گئے۔ روٹی کا لقمہ کھایا اور لالٹین لے کر جائے ضرورت تشریف لے گئے۔ جائے ضرورت میں بجلی کی روشنی نہ تھی اسی لیے آپ لالٹین ساتھ لے جاتے تھے۔ جس وقت آپ فارغ ہو کر باہر آئے اتفاق سے یہ عاجز صحن خانہ میں کھڑا تھا۔ آپ سیدھے عاجز کے پاس آئے اور فرمایا: "زید ہم کو حرارت ہے، تم ہمارے بدن پر ہاتھ رکھ کر دیکھو" عاجز نے آپ کی پیٹھ پر کرتے کے اوپر سے ہاتھ رکھا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے کرتے کے اوپر ہاتھ رکھا ہے کرتے کے نیچے سے دیکھو" چنانچہ عاجز نے آپ کے جسدِ مبارک پر ہاتھ رکھا اور کچھ حرارت محسوس کرتے ہوئے آپ سے کہا۔ جی ہاں کچھ حرارت ہے' آپ کے بائیں ہاتھ میں لالٹین تھی۔ دایاں دست مبارک عاجز کے بائیں کندھے پر رکھا اور فرمایا۔ آؤ زید باہر چلیں۔ آپ کے تن پر صرف کرتہ تھا اور آپ مع اس عاجز کے حرم سرا کے دروازے سے باہر آئے اور مجرہ شریف کے سمتِ جنوب سے ہو کر سمتِ غرب کو طے کر کے سرہانے کی محاذات میں کھڑے ہو کر عاجز سے فرمایا: "زید اس حصہ میں کوئی قبر نہیں ہے یہ چھ قبروں کی جگہ ہم نے اپنے اور اپنے بچوں کے واسطے تجویز کی ہے۔ لہٰذا ہماری قبر اس جگہ بنانا"

جس وقت آپ عاجز سے یہ بات فرما رہے تھے مسجد شریف کے دالانوں میں تقریباً چالیس پچاس افراد بیٹھے تھے۔ چونکہ آپ کا یہ حکم تھا کہ آپ کو دیکھ کر کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے اور نہ کوئی تعظیم کے لئے کھڑا ہو۔ اس لئے سب نہایت خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ شیخ غلام احمد ہانسوی آپ کے قدیم مخلص اور طبیعت شناس تھے۔ وہ مسجد شریف کے دالان میں بیٹھے تھے۔ جب انھوں نے آپ کی بات سُنی ہاتھ باندھ کر بہ ادب بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے آہستہ آہستہ آپ کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ آپ کی پشت پر تھے۔ اُن کی آواز کو سن کر آپ نے فرمایا: "ہاں غلام احمد ادھر آؤ دیکھو ہم زید سے یہ کہہ رہے ہیں" اور آپ نے اپنی بات دُہرائی۔ شیخ غلام احمد نے کہا۔ حضور کا ارشاد درست ہے اور اگر حضور مناسب سمجھیں تو مجرہ شریف کے اندر بھی ایک قبر کی جگہ ہے۔ حضور اس کو پسند فرمالیں۔ یہ بات سُن کر آپ کے مبارک چہرے پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا: "کیا مجرہ شریف کے اندر ایک قبر کی جگہ ہے؟ اچھا چلو اور ہم کو دکھاؤ" چنانچہ آپ اور یہ عاجز اور شیخ غلام احمد مجرہ شریف میں داخل ہوئے۔ شیخ غلام احمد نے وہ جگہ آپ کو دکھائی جہاں اب آپ استراحت فرما ہیں۔ آپ نے شیخ غلام احمد سے فرمایا: "اچھا تم اس جگہ پر لیٹ کر ہم کو دکھاؤ" چنانچہ شیخ غلام احمد اس جگہ لیٹے اور آپ نے دیکھ کر فرمایا: "جزاک اللہ یہ جگہ بہت اچھی ہے ہاں زید یہ جگہ ہمارے مناسب ہے [illegible]

بناؤ" یہ فرما کر آپ حرم سرا تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے اپنا مبارک ہاتھ عاجز کے کندھے پر سے اُٹھایا اور انگرکھا زیب تن فرما کر بیٹھک میں تشریف لے گئے اور رات کے دو بجے تک حلقہ فرمایا۔

یہ عاجز کہتا ہے کہ آپ مستقل طور پر ۱۳۰۶ھ میں خانقاہ شریف تشریف لائے اور آپ نے خانقاہ شریف از سر نو تعمیر کرائی اور آپ حجازِ مقدس جانے سے قبل تقریباً دو ڈھائی سال خانقاہ شریف میں مقیم رہے۔ لیکن آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مجد شریف کے اندر بہ پہلوئے حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہٗ جہتِ غرب ایک قبر کی جگہ ہے۔ یہی کیفیت آپ کی اپنے گھر میں تھی کہ بجز نشست گاہ اور اپنے سر یر یا متوضی و مصلّی وغیرہ کے آپ کو کسی جگہ اور کسی شے کی خبر نہ تھی۔ اور نہ آپ کسی شے کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ہمہ وقت و ہمہ جا متوجہ بہ جناب مولیٰ جل شانہٗ رہتے تھے۔ آپ کے پاس جسٹری آتی تھی اس میں نوٹ ہوتے تھے، یا کسی نے لفافہ میں رکھ کر نوٹ پیش کئے ہیں۔ آپ نے وہ رجسٹری یا لفافہ رکھ دیا ہے۔ نہ کبھی آپ کو وہ یاد آیا اور نہ کبھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہمشیرگان صفائی کرتی تھیں تو نوٹ جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اور آپ اس شخص کے حوالہ کر دیتے تھے جس کے پاس آپ کا حساب رہتا تھا۔ آپ کا دنیوی امور سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا۔ اور امورِ دین کا یہ حال تھا کہ چار سال کی عمر سے جو ذکرِ پاک یا جو ہدایت سُنی وہ دن اور تاریخ کے ساتھ یاد تھی۔ مَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَهٗ کی کیفیت آپ کے احوال مبارکہ سے ظاہر تھی۔

حضرت والدہ صاحبہ اسپتال میں بسترِ علالت پر تھیں۔ بڑی ہمشیرہ صاحبہ ان کی تیمارداری کے لئے اُن کے پاس تھیں۔ منجھلی ہمشیرہ صاحبہ پانی پت میں تھیں۔ صرف چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ اور حضرت برادرِ کلاں کی اہلیہ صاحبہ گھر میں تھیں اور چودھری مولا داد خاں خورجوی کی اہلیہ اور دختر اور بہو اور حکیم جی کی بیٹی (سید احمد خاں کی بہو یعنی سید حامد کی بیوہ) میر قادر علی کی بہو اور آپ کی رشتہ کی بھانجی مظہر جہاں اور ایک دو مستورات تھیں۔ آپ کی خبر گیری اور خدمت کرنے کے قابل ان میں سے ایک بھی نہ تھی۔ بنا بریں دورانِ علالت میں آپ کی خدمت حضرت برادرِ کلاں و حاجی ملا احمد خان و مُلا جان محمد حسین خیل نے کی۔ آپ کی علالت سات دن رہی۔ پہلے دن کی علالت کا کسی کو علم نہ تھا۔ جب آپ نے عشار کے بعد عاجز سے کہا تو پتہ چلا کہ آپ علیل ہیں۔ آپ نے حلقہ مبارکہ کو ناغہ کیا۔ چنانچہ جمعہ کا دن تمام کر کے شبِ شنبہ کو دو بجے تک بیٹھک میں حلقہ و توجہ میں مصروف رہے۔ شنبہ ۲۳ جمادی الآخرہ کے دن آپ اپنی قیام گاہ میں رہے۔ تفریح کے واسطے یا عصر و مغرب و عشار کی نماز کے واسطے باہر تشریف نہ لائے۔ دن کو آپ نے ہم تینوں بھائیوں کا مدرسہ سے آنے پر سبق سُنا اور

حسبِ معمول چائے دونوں وقت نوش فرمائی۔ صبح کو چائے کے ساتھ ایک دو پاپے (بسکٹ) استعمال فرمائے تھے۔ رات کو شبِ یکشنبہ ۲۴ر جمادی الآخرہ اپنی قیام گاہ میں رات کے دو بجے تک حلقہ و توجہ میں مصروف رہے۔ آپ شمال رُویہ دالان میں رہتے تھے۔ وہاں اپنی مسند پر رہے اور جنوب رُویہ دالان میں پندرہ بیس مخلصین مصروف ذکر و فکر رہے۔ یہ حلقہ شب دوشنبہ ۲۵ر جمادی الآخرہ اور شبِ سہ شنبہ ۲۶ر جمادی الآخرہ اور شب چارشنبہ ۲۷ر جمادی الآخرہ کو بھی ہوا۔ اگرچہ اپنی اپنی مسند سے لگے رہے البتہ شبِ چارشنبہ کو ضعف و نقاہت کی وجہ سے بارہ بجے حلقہ ختم ہوگیا۔ یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ کو آپ نے صرف چائے استعمال فرمائی۔ آپ عمدہ سبز چائے بغیر شیر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت برادرِ کلاں دوشنبہ سے مدرسہ کو نہیں گئے۔ یہ عاجز اور برادرِ خورد دوشنبہ اور سہ شنبہ کو بھی مدرسہ گئے اور وہاں سے آکر آپ کو سبق سُنایا۔

سہ شنبہ کو شیخ محمد رفیع تاجر ظروف چینی آپ کی جائداد کا کرایہ لے کر آئے لیکن آپ سے ملاقات نہ ہوئی اور کرایہ اُن کے پاس رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حافظ غلام محمد باغ والے رامپور[1] کی مسجد شریف کے کلس لے کر آئے۔ آپ نے ان کو اندر بُلایا اور کلس دیکھے۔ آپ کو کلس پسند آئے اور حافظ غلام محمد کو دُعائیں دیں اور مسجد شریف کی تعمیر کے واسطے مزید ڈھائی ہزار روپیہ دیا۔ حافظ جی کی وفات سہ شنبہ ۱۲ر ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو ہوئی۔ آخیر وقت تک وہ ان دعاؤں کو یاد کرکے نذر گوہرِ غلطاں پیش کرتے رہے۔ رحمہ اللہ۔

دوشنبہ کے دن عصر تک آپ کا مرض کا پوری طرح احساس کسی کو نہ ہوا۔ جب آپ نے یکشنبہ کو بھی کچھ تناول نہ فرمایا اور دوشنبہ کو بھی بجز ہری چائے کے کوئی شے نہ لی تو ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن کو عصر کے بعد بُلایا یہ ڈاکٹر انصاری صاحب کے رفیق تھے اور اُن کا علاج شروع ہوا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر عنایت اللہ کا علاج تھا جو آپ کے قدیم مخلص تھے۔

سہ شنبہ کے دن مزمل اللہ خاں اور امین الاسلام تھوڑی دیر کے واسطے آپ سے ملے۔ آپ نے اس دن تھوڑی دیر "مسندِ شریف" کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ مولوی بخش اللہ عصر کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کچھ باتیں کیں اور فرمایا۔"میاں آثار اچھے نہیں ہیں"۔ بعض افراد کو آپ کے اس

---

[1] ذکرِ خیر کے اخیر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے حضرت شاہ محمد مرشد کی مسجد شریف کو از سرِ نو بنانے کی خدمت حافظ غلام محمد کے سپرد کی تھی۔ دو ہزار روپے آپ نے ڈیڑھ مہینہ پہلے دیئے تھے اور ڈھائی ہزار اب دیئے۔ آپ کے بعد کچھ رقم ہم بھائیوں نے بھی دی تاکہ باقی ماندہ کام کی تکمیل ہو جائے۔

ارشاد پر تعجب بھی ہوا۔ لیکن اُن کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔

آپ کو شنبہ سے اجابت نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر عنایت اللہ نے خیال کیا کہ آپ کا بخار نہیں ٹوٹ رہا ہے اور اس کی بڑی وجہ قبض کا رہنا ہے۔ لہٰذا انھوں نے مغرب سے پہلے دافعِ قبض دوا دی۔ اس دوا سے رات کے بارہ بجے تک آپ کو چار عمل ہو گئے۔ اور آپ کی کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ بیٹھ نہ سکے۔ مخلصین آپ کے ضعف کو دیکھ کر گھبرائے اور رات کے ایک بجے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ ظاہر نہ کیا۔ اتنی بات ضرور کہی۔ مسہل نہ دینا چاہیئے تھا۔

چار شنبہ ۲۷ رجمادی الآخرہ آپ پلنگ پر لیٹے رہے۔ احیاناً چشمانِ مبارک کھول لیا کرتے تھے ورنہ انوارِ الٰہیہ میں محو رہتے تھے۔ دن میں کسی وقت برادرِ خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سفید پگڑی باندھے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور حاجی مُلا احمد جان محمد حسین خیل اور محمد زمان خروٹی سے جو کہ تیس سال پہلے بیعت ہوئے تھے فرمایا۔ دیکھو ہمارے سالم نے کیسی اچھی پگڑی باندھی ہے۔ اور آپ نے برادرِ خورد کو دعائیں۔

آپ سارے دن لیٹے رہے۔ آج آپ نے چائے بھی نہ پی۔ آپ کے سانس میں کوئی خرابی نہ تھی، نہ آپ کے مبارک سینہ پر بلغم کا اثر تھا، البتہ بخار تھا اور کچھ تیز تھا۔ آج جو نئی بات ہوئی وہ آپ کی تشنگی تھی۔ صبح سے رات کے نو دس بجے تک آپ نے پچاس ساٹھ مرتبہ پانی پیا۔ اگرچہ آپ ایک آدھ گھونٹ ہی نوش فرماتے تھے۔ لیکن طلب ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ہوتی تھی۔ کوئی نہ سمجھا کہ کس بنا پر آج آپ کو اتنی پیاس لگی۔ مغرب کے بعد یعنی پنجشنبہ کی شب کو حکیم محمد احمد خاں آپ کے دیکھنے کو آئے۔ اگرچہ انھوں نے کچھ نہیں کہا لیکن آپ پر نظر پڑتے ہی اُن کے چہرے پر نا اُمیدی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور جو شخص اُن کے ساتھ آیا تھا جاتے وقت اس سے کہا۔ حالت خطرناک ہے۔ تقریباً نو ساڑھے نو بجے یہ عاجز اور برادرِ خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جان محمد حسین خیل آپ کے اُوپر کے حصے کو آہستہ آہستہ دبا رہے تھے۔ ہم دونوں پلنگ پر بیٹھ کر آپ کی مبارک پنڈلیوں کو دبانے لگے۔ تقریباً دس سوا دس بجے آپ نے آنکھیں کھولیں۔ حضرت برادرِ کلاں کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ عاجز نے کہا کہ وہ ابھی کہیں گئے ہیں۔ ہم دونوں کو دُعا دے کر فرمایا۔ جاؤ تم دونوں سو جاؤ۔ برادرِ خورد چلے گئے اور یہ عاجز آپ کے پاؤں دباتا رہا۔ تقریباً گیارہ بجے آپ نے پھر آنکھیں کھولیں اور اس عاجز کا نام لے کر فرمایا۔ تم اب تک بیٹھے ہو۔ عاجز نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت کی۔ یہ عاجز عصر کو اسپتال گیا تھا۔ عرض کیا کہ اسپتال میں ہیں اور خیریت

سے ہیں۔ آپ نے دُعائیں دیں اور نہایت محبت سے فرمایا "اب بہت دیر ہوگئی ہے، جاؤ اور سو جاؤ"
عاجز سے یہ آپ کی آخری بات تھی۔ اکیاون سال ہوگئے ہیں اور آپ کی وہ دعا اور وہ محبت بھرے الفاظ
تسکینِ قلب اور راحتِ جان بنے ہوئے ہیں۔ رحمۃ اللہ و رضی عنہ۔

ارتحال پنجشنبہ ۲۸ جمادی الآخرہ، صبح اس عاجز کو معلوم ہوا کہ رات کو تہجد کے وقت آپ اپنے
بستر سے ایک دم کھڑے ہوگئے اور چار پانچ قدم چل کر پھر بستر پر آن کر لیٹ گئے اور پھر
تا آخیر دم نہ آپ نے آنکھ کھولی، نہ کچھ طلب کی، نہ کسی سے بات کی۔ اس دن سب کو یقین ہوگیا
کہ اب آپ اس دارِ احزان سے دارِ جنان کو تشریف لے جانے والے ہیں۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب
مسجد شریف سے مخلصین و مریدین نکلے تو انھوں نے آسمان پر ابر کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ شام تک
آسمان پر ابر چھا گیا اور ترشح شروع ہوگئی۔ اہلِ علم سمجھ گئے کہ آسمان رونے کی تیاری میں مصروف ہے۔
حکیم حافظ محمد اجمل خاں شریفی دلّی سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ظہر کے بعد وہ دلّی پہنچے۔ آپ کی
علالت کا حال سُن کر فوراً آپ کے دیکھنے کو آئے۔ مگر آپ کو دیکھ کر نہایت افسردگی کے ساتھ واپس
ہوئے اور قدرے جواہر مہرہ ارسال کیا تاکہ پانی میں گھول کر آپ کو دیا جائے۔ اور حافظ عبدالحکیم
کو پیغام بھیجا کہ مجھ کو آپ کی حالت سے مطلع کرتے رہو۔

مخلصینِ پاک نہاد مسجد شریف میں مدہوش بنے بیٹھے تھے۔ دس پندرہ افراد آپ کے مکان کے
جنوبی دالان میں مصروفِ آہ و زاری تھے۔ اِس درد و کرب کے عالم میں حاجی مُلّا احمد خان جنوبی دالان
میں گئے اور سورۂ والنازعات تلاوت کی۔ خود رو رہے تھے اور حاضرین اُن کا ساتھ دے رہے تھے
عالمِ درد میں کسی کے مُنہ سے لفظ مبارک اللہ کی صدا نکلتی تھی۔ رات کے بارہ بجے رعد و برق کا شور
شروع ہوا اور مینہ نے شدت اختیار کی۔ بَکَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ کا ظہور ہوا۔

رات کے ایک بجے حافظ عبدالحکیم اور حاجی مُلّا احمد نے آپ کے پلنگ کو ٹھیک کیا اور
پھر ان دونوں نے اور ان کے ساتھ مولوی بخش اللہ اور مولوی بدر الاسلام نے سورۂ یاسین پڑھنی
شروع کی۔ آپ عام طور پر رات کے دو بجے حلقۂ ذکر شریف سے فارغ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ
شبِ جمعہ ۲۹ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۷ دلوسان ۱۳۰۱ شمسی ہجری اور ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء
کو رات کے دو بج کر پانچ منٹ پر یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کی صدا آپ نے سُنی اور لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ کہتی ہوئی آپ کی پاک
رُوح اعلیٰ علیّین کو پرواز کر گئی۔

فَقَدۡ نَاهُ وَالۡآمَالُ تَرۡجُوۡا حَيَاتَهُ ۔۔۔ وَفِي اللَّيۡلَةِ الظَّلۡمَاءِ يُفۡتَقَدُ الۡبَدۡرُ

رَضِيۡنَا بِقَضَاءِ اللهِ وَقَدَرِہٖ، اَللّٰهُمَّ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ کی وفات کے نصف گھنٹہ بعد بارش رُک گئی۔ تین بجے تک تارے چمکنے لگے اور صبح تک سارے شہر میں وفات کی خبر پھیل گئی اور خلقِ خدا جماعات وفرادیٰ خانقاہ شریف آنے لگی۔

غسل اور کفن

مخلصینِ پاک نہاد کو پروردگار کامل اجر دے انھوں نے صبح کے ساڑھے چار پانچ بجے تک آپ کو غسل دے کر کفن پہنا دیا۔ ڈیڑھ سال پہلے کوئٹہ میں حاجی محمد اسلم مارکیٹی بیس گز لٹھا زمزم سے دُھلا ہوا آپ کے واسطے حجازِ مقدس سے لائے تھے۔ آپ بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا اس کو حفاظت سے رکھ لو، یہ ہمارے کام آئے گا۔ وہی کپڑا آپ کے کفن میں صرف ہوا اور حضرت والدہ صاحبہ نے بیت اللہ شریف کے غلاف کا ایک ٹکڑا دیا، جس میں کلمۂ طیبہ بُناوٹ میں لکھا ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ جس وقت یہ مبارک ٹکڑا آیا تھا آپ نے فرمایا تھا۔ اس کو ہمارے سینہ پر رکھوانا۔ وہ مبارک ٹکڑا آپ کے مبارک سینہ پر ایسا درست آیا گویا کہ آپ کے مبارک سینہ کا ناپ لے کر کوئی لایا ہو۔ نہلانے اور کفنانے کے بعد آپ کو تسبیح خانہ شریف میں لاکر رکھ دیا گیا۔ اور لوگ تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو گئے۔

قبر مُبارک

شیخ غلام احمد انسوی، حافظ غلام محمد باغ والے، چودھری مولاداد خاں خورجوی اور منشی حسین علی نے جب عشاء کو آپ کی کیفیت متغیر دیکھی تو فوراً سنگتراشوں کو بُلوالیا تاکہ وہ اس جگہ کا فرش اُکھیڑیں جہاں قبر تیار کرانی ہے۔ چنانچہ بارش کے تھمتے ہی کام شروع ہوا۔ اور عصر تک قبر تیار ہوئی۔

صبح کو نو بجے تک امین الاسلام اور نواب مزمل اللہ خاں آئے۔ یہ دونوں صاحبان قبر کی اجازت حاصل کرنے کے واسطے روانہ ہوئے۔ اُن کے ساتھ حاجی ملا احمد خان بھی گئے۔ افسر ایک انگریز تھا۔ امین الاسلام اس سے ملے۔ اس نے کہا۔ آپ کل کسی دوسرے کے واسطے پھر آئیں گے۔ امین الاسلام نے باہر آکر نواب مزمل اللہ خاں سے یہ بات کہی۔ وہ جب اندر گئے ملا احمد خاں بھی ساتھ گئے اور مُلا صاحب نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر انگریز افسر کے سامنے رکھا۔ وہ اس کاغذ کو پڑھ کر کھڑا ہوا اور مُلا صاحب کو کرسی پر بیٹھنے کو کہا اور فوراً اجازت نامہ لکھ کر دیا۔

وہ کاغذ کیا تھا

ڈیڑھ سال پہلے مُلا صاحب اپنے گھر میں افغانستان کے علاقہ کٹواز میں تھے، اچانک ایک ہوائی جہاز وہاں آکر میدان میں اُترا۔ یہ جہاز انگریزوں کا تھا۔

اس میں سے دو انگریز نکلے۔ لوگوں نے جب جہاز اُترتے دیکھا جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔ ملا صاحب بھی وہاں پہنچے۔ یہ علاقہ نہایت سرکش افراد کا مسکن ہے۔ ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ دونوں انگریزوں کو قتل کر دیں اور اُن کا سامان لوٹ لیں۔ چونکہ ملا صاحب کا اس علاقہ میں اچھا اثر تھا۔ انھوں نے انگریزوں کو اپنی حفاظت میں لیا اور ان کو اور ان کے سامان کو لے کر اپنے گھر آئے۔ پھر آدھی رات کو گھوڑوں کا انتظام کر کے انگریزوں کو کابل کی طرف لے کر چلے۔ انھوں نے انگریزوں کو پٹھانی کپڑے پہنائے اور دوڈھائی سو میل کا علاقہ طے کر کے کابل پہنچے اور وہاں امیر امان اللہ خاں کے سپرد دونوں انگریزوں کو کیا۔ ان دو انگریزوں میں سے ایک ہوائی جہاز کا چلانے والا تھا اور دوسرا بڑا افسر تھا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے ان کو جہاز اُتارنا پڑا تھا۔ انگریز افسر نے اپنے چھپے ہوئے کاغذ پر ایک خط لکھ کر ملا صاحب کو دیا۔ اس عاجز نے وہ خط دیکھا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا: "اس خط کا حامل ملا احمد خان ہے۔ اس نے میری اور میرے ساتھی کی جان بچائی ہے۔ لہٰذا میں ہر برٹش افسر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملا صاحب کی مدد کرے اور ان کا جو کام ہو اُس کو کر دے" ملا صاحب ایک سال پہلے جب حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس خط کا ذکر آپ سے دلی کی پہاڑی پر (باؤنڈ کے مقام پر) کیا تھا۔ یہ عاجز اس وقت موجود تھا۔ آپ نے ملا صاحب سے فرمایا: "تم اس خط کو حفاظت سے رکھو کام دے گا" چنانچہ اس وقت اس تحریر نے یہ کام دیا کہ انگریز افسر نے فوراً اجازت نامہ لکھ کر ملا صاحب کے حوالے کیا۔ یہ خط بچہ سقہ کی شورش تک ملا صاحب کے پاس محفوظ تھا۔ اِس ہنگامۂ طوائف الملکی میں ملا صاحب نے اِس خط کو جلا دیا۔ اس خط نے صرف یہی کام دیا اور اس طرح آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پُورا ہوا کہ تم اِس خط کو حفاظت سے رکھو کام دے گا۔

نمازِ جنازہ

حاجی ملا احمد گیارہ بجے تک اجازت نامہ لے کر آئے۔ منتظمین مخلصین صبح سے خلقِ خدا کے ہجوم کو دیکھ رہے تھے کہ خانقاہ شریف اور تسبیح خانہ بھرا ہوا ہے۔ سڑک پر تِل دھرنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہر ایک کی تمنا ہے کہ آپ کے جنازے کی نماز پڑھے۔ لہٰذا ان افراد نے آپ کے پلنگ سے چار بانس باندھے اور آپ کے جنازے کو پریڈ کے میدان (جامع مسجد کے سامنے) لے چلے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت مخدوم الأنام قیوم جہان کا جنازہ خانقاہ شریف سے چلا اور بہ مشکل ایک بجے میدان میں پہنچا۔ اس وقت یہ میدان کامل اور مسطح تھا۔ خلق خدا کا اندازہ اس میدان میں ہوا۔ تقریباً میدان بھرا ہوا تھا۔ دلی کی حکومت نے تمام مسلمان ملازموں

کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے مخدوم کے جنازے کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ممبران اسمبلی اور وائسرائے کے دفتر میں بھی تمام مسلمانوں کو چھٹی مل گئی تھی۔ میرٹھ، پانی پت، سونی پت، غازی اباد، خورجہ، بلند شہر، فریدآباد، مہرولی سے ہزارہا افراد جنازہ کی نماز پڑھنے آئے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد جناب برادرِ کلاں حضرت ابوالفیض بلال ادام اللہ ارشادہ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ ہزارہا ہندو ایک طرف کھڑے رنج وافسوس کر رہے تھے۔ خانقاہ شریف سے جامع مسجد اور تراہا بہرام خان اور چوڑی والان وغیرہ تک تمام ہندو دوکانداروں نے دوکانیں بند رکھی تھیں۔ تقریباً دو سو پٹھان مخلصین موجود تھے۔ اُن کا کام یہ تھا کہ جنازۂ شریفہ کی حفاظت کریں اور ہم تینوں بھائیوں کو گھیرے میں لے کر بہ حفاظت چلیں۔ نمازِ جنازہ کے بعد خانقاہ شریف کو روانگی ہوئی۔ ازدحام کی وجہ سے آہستہ خرام بلکہ مخرام زیرِ قدمت ہزار جان است کی کیفیت تھی۔ تمام بالاخانے اور چھتیں ذکور واناث سے بھری ہوئی تھیں۔ ہر طرف سے رونے کی صدا اُٹھ رہی تھی۔

ع ۔ تو نیز بر سرِ بام آ عجب تماشائے است

کوئی اُوپر سے پھول برسا رہا تھا۔ کوئی عرق گلاب چھڑک رہا تھا کوئی اپنے آنسو بہا رہا تھا۔ یہ دس منٹ کا راستہ بہ دقت تمام دو گھنٹہ میں طے ہوا۔ چوں کہ قبرِ مطہر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ کے جنازہ کو رکھا گیا۔ اور عاشقوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہیں۔ منتظمین نے اس کا انتظام کیا۔ اور سب نے زیارت کی محسوس ہو رہا تھا کہ نَم کَنَومِ العروس کی کیفیت میں آنکھ بند کئے لیٹے ہیں۔ انوار الٰہیہ جبین مبین سے ظاہر ہو رہے ہیں۔
آپ اکثر اپنا یہ شعر پڑھا کرتے اور مخلصین کے خطوط میں اور اوراق متفرقہ پر لکھا کرتے تھے۔

لکَ الْأَمْنُ عَبْدِیْ مِنْ عَذَابِیْ تَفَضُّلاً   حَنَانَیْکَ قُلْ لِیْ عِنْدَ نَزْعِیْ وَمَقْبَرِیْ

آپ کو اپنے مولائے کریم ورحیم سے اس کی کامل اُمید تھی اور حدیثِ قدسی ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ ۔ لہٰذا مولائے رحیم وکریم نے آپ کے مبارک ظن کو پورا کیا ہوگا۔ اور آپ کو نہ صرف نویدِ مغفرت بلکہ دولتِ رضا سے مالا مال کیا ہوگا۔

محمد زمان خان کا بیان

قاری فیوض الرحمٰن ایم۔ اے نے ماہنامہ رشاد کی جلد اوّل، شمارہ ۸، ۹ میں قاری محمد زمان خان کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"آپ سنہ ۱۸۹۶ء میں تحصیل ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ نسباً ہزارہ قوم سے تعلق رکھتے تھے سنہ ۱۹۲۲ء میں دہلی کے لئے رختِ سفر باندھا وہاں دو سال مدرسہ حسینیہ میں تحصیلِ علم میں مصروف رہے اور ساتھ ہی قطبِ زمانہ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی کی خدمت میں پہنچنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہے، لیکن جب ذریعہ ملا تو وہ نہ ملے۔ ایک روز قبل از نماز جمعہ سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے

مزار پر جبکہ آپ (محمد زمان خان) تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے' وہاں کے مجاوروں کو یہ کہتے سنا کہ آج دہلی کا قطب الاقطاب دنیا سے رخصت ہوگیا۔ آپ کے استفسار پر انھوں نے بتایا کہ شاہ ابوالخیر کا انتقال ہوگیا ہے اور نمازِ جمعہ کے بعد ہی اُن کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ آپ تیزی سے لال قلعہ اور شاہجہانی مسجد کے درمیانی وسیع و عریض میدان میں پہنچ گئے وہاں نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے بہ غرض آخری زیارت اُن کی چارپائی خانقاہِ معلّٰی کی مسجد میں لاکر رکھ دی گئی۔ یہاں آپ نے (محمد زمان خان نے)، دُو مرتبہ ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ ہی کے قول کے مطابق حضرت کے چہرے سے نُور ٹپک رہا تھا اور لبوں پر مسکراہٹیں کھل رہی تھیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم　　　چو مرگ آید تبسم برلب اوست

تدفین

قبرِ مبارک کے تیار ہوتے ہی ان سات خوش نصیب افراد نے آپ کو قبر شریف میں اُتارا۔ (۱) یار محمد خروٹی۔ آپ کے ۳۵ سالہ مرید و عاشق (۲) حاجی مُلّا احمد خان مُتا خیل (۳) مُلّا یاسین بُجُربانی (۴) حافظ اشفاق الٰہی میرٹھی (۵) حافظ حفیظ الدین میرٹھی (۶) امین الاسلام کلکتوی (۷) مرمل اللہ خاں رئیس بھیکن پور۔ ہم تینوں بھائی پاس ہی کھڑے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے ہاتھ بھی لگوا دیئے تاکہ اس سعادت میں شمولی ہو جائے۔ حافظ عبدالحکیم' حافظ غلام محمد' شیخ غلام احمد اور ایک دو پٹھان ہمارے ساتھ کھڑے تھے۔ تدفین سے فارغ ہو کر عصر کی نماز آخر وقت میں پڑھی گئی۔

عاشقِ صادق شیخ غلام احمد ہانسوی

اس وقت مزار شریف کے پاس آپ کے عاشقِ صادق شیخ غلام احمد ہانسوی نے یہ چار شعر فی البدیہہ پڑھے۔

۱۔ شاہ ابوالخیر بہ صد خیر بہ سیرِ جنّت　　　رفتی و دیدۂ پرخوں بہ فراقت کردیم
۲۔ رُوحِ پاکِ تو طلب کرد خدا در قربت　　　خاک بادا بر سرِ ما کہ بہ خاکت کردیم
۳۔ ذاتِ پاکِ تو فنا گشت بہ ذاتِ واحد　　　ما عجب تیرہ دروناں کہ بہ خاکت کردیم
۴۔ لے دعائے تو سپر بود ز آفت مارا　　　زیں جہت قصدِ نہایت بہ بدایت کردیم

۱۔ شاہ ابوالخیر آپ بہ صد خیر جنّت کی سیر کو تشریف لے گئے اور ہم نے آپ کے فراق میں خون سے آنکھیں بھریں۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قربت میں طلب کیا۔ ہمارے سروں پر خاک پڑے کہ ہم نے آپ کو خاک میں کھو
۳۔ آپ کی ذات فنا ہوئی واحد کی ذات میں۔ ہم کیسے بے عقل ہیں کہ ہم نے آپ کو خاک میں کر دیا۔

۴- آپ کی دعا اُفت سے ہمارے سیر ترقی اور اسی وجہ سے ہم نے عالمِ امر کے لطائف سے ابتدا کی ہے جو انتہائی مرحلہ ہے۔

اس سلسلہ میں ذکرِ خیر میں سلوکِ نقشبندیہ کو ملاحظہ کریں۔

شیخ غلام احمد حضرت سیدی الوالد کے ابتدائی دَور کے مخلصین میں سے تھے۔ انھوں نے تیس سال آپ کی خدمت کی تھی۔ وہ حضراتِ نقشبندیہ کی اصطلاحات سے واقف تھے۔ جب اُن کے شعر کو حاضرین نہ سمجھ سکے تو انھوں نے روتے ہوئے کہا۔ اگر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو اس شعر کی داد دیتے۔

حافظ عبدالحکیم دہلوی نے عاجز سے بیان کیا کہ میں نے شیخ غلام احمد ہانسوی کی وہ کیفیت دیکھی ہے کہ جب حضرت صاحب جمعہ کی نماز پڑھ کر جامع مسجد سے خانقاہ شریف تشریف لاتے تھے وہ آپ کے پیچھے آہ وبکا کرتے ہوئے چلتے تھے اور بعض اوقات اُن کی یہ حالت ہوتی تھی کہ جس جگہ حضرت صاحب کا قدم پڑا ہے اس جگہ کو وہ چومتے تھے اور اپنا ماتھا اور مُنہ رگڑتے تھے۔

برزمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

(جس جگہ آپ کا قدم پڑے گا اصحابِ نظر کی سجدہ گاہ سالہا رہے گی)

مغرب کی نماز پڑھ کر جب شیخ غلام احمد مزار پُر انوار کی طرف آئے انھوں نے دیکھا کہ زائرین نے مزار شریف پر پھول چڑھائے ہیں اور موم کی بتیاں روشن کی ہیں۔ وہ بے قراری کے ساتھ پانچ سات منٹ ٹہلتے رہے اور پھر بلند آواز سے پڑھا۔

برمزارِ پیرِ روشن ہم چراغے ہم گلے ہم پرِ پروانہ سوزد ہم صدائے بلبلے

(ہمارے پیرِ روشن کے مزار پر چراغ بھی ہے پھول بھی ہے، پروانہ کا پر بھی جل رہا ہے اور بلبل صدا بھی کر رہی ہے)

اُن کا شعر پڑھنا تھا کہ عاشقانِ پاک نہاد مصروفِ آہ وبکا ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حیرت کا مقام

آپ علیل ہوئے، ڈاکٹر عنایت اللہ، ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن، ڈاکٹر مختار احمد انصاری کا علاج ہوا۔ چارشنبہ کو حکیم محمد احمد خاں نے دیکھا۔ اس وقت تک آپ بات کررہے تھے لیکن مرض کی تشخیص صحیح طور پر نہ ہوئی۔ مولوی بخش اللہ بہت ساعی رہے کہ آپ کے مرض کو معلوم کرسکیں۔ اِس سلسلہ میں وہ ڈاکٹروں سے بھی ملے لیکن کچھ معلوم نہ کرسکے۔ انھوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھا ہے "حضور کا مرض تشخیص نہ ہوسکا، مگر عام خیال یہ ہے کہ نمونیہ تھا۔ ایامِ علالت میں کھانا مطلق نہیں کھایا، نہ کسی نے آہ کی آواز سُنی نہ کوئی دنیوی بات کی اور اپنے مالک کی یاد کے سوا کوئی

خیال نہ تھا" مولوی بخش اللہ نے عام خیال نمونیہ کا لکھا ہے، یہ بات عاجز سے بھی بعض افراد نے کہی تھی اور بعض افراد نے کہا تھا کہ آپ کو سرسام ہو گیا تھا۔ لیکن آپ پر نہ نمونیہ کا اثر ظاہر تھا اور نہ سرسام کا۔ شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ اور سہ شنبہ کو آپ اپنے مکان کے دالان میں دن کو تھوڑی دیر رونق افروز رہے۔ سبز چائے بھی قدرے نوش فرمائی۔ بعض افراد نے ملاقات بھی کی۔ ان سے آپ کی بات ہوئی۔ رامپور میں جو مسجد شریف آپ بنوا رہے تھے اس کے کلس کو بھی دیکھا اور خوش ہوئے اور ہم بچوں سے بھی گفتگو فرمائی۔ آپ کی عادتِ شریفہ تھی کہ اپنی تکلیف کا بیان فرما دیا کرتے تھے لیکن اس موقع پر نہ آپنے سینہ کی تکلیف کا ذکر فرمایا، نہ سانس لینے میں تکلیف محسوس کی، نہ سینہ پر بلغم کا اثر تھا۔ آپنے چہارشنبہ کا دن تمام کر کے رات کے گیارہ بجے آنکھیں کھول کر عاجز کو دیکھا اور گفتگو فرمائی۔ نہ عاجز کے پہچاننے میں آپ کو مغالطہ ہوا۔ نہ ایسی کوئی بات فرمائی جس سے بہکنے کا پتہ چلے۔ اور نہ آپ کی چشمانِ مبارک میں کوئی اثر تھا۔ لہٰذا نمونیہ یا سرسام کی تشخیص سے یہ عاجز متفق نہیں ہے۔ بے شک آپ مریض ہوئے اور آپ نے سہ شنبہ کے دن عصر کے وقت مولوی بخش اللہ سے فرمایا" میاں آثار اچھے نہیں ہیں" لیکن نہ خود آپ نے کسی مرض کا نام لیا اور نہ اطباء نے اس سلسلہ میں کچھ کہا۔ اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ ابتدائے مرض سے تا انتہا اطباء نے دوائیاں دیں لیکن اثر کسی کا ظاہر نہ ہوا۔

ایک خیال عاجز سے بعض مخلصین نے کہا کہ آپ کا اصل مرض وہ صدمہ تھا جو ۱۳ فروری ۱۹۲۲ء کا دن تمام کر کے رات کے نو بجے پیش آیا۔ یعنی ۱۶ رجمادی الآخرہ ۱۳۴۰ھ کی شب کو۔ اس واقعہ کے بعد سے تا وفات آپ نمایاں طور پر گھلنے لگے تھے۔ اور اس واقعہ کے دو مہینے بعد سے حضرت والدہ صاحبہ کی علالت بھی شروع ہوئی جس کا آپ پر بہت اثر ہوا۔ چہارشنبہ کا دن تمام کر کے شب پنجشنبہ کو رات کے گیارہ بجے یعنی رحلت فرمانے سے ستائیس گھنٹے پہلے جب آپ نے آنکھ کھول کر عاجز کو دیکھا تو حضرت والدہ صاحبہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ پھر اُس واقعۂ مؤلمہ کے متعلق ایک بات ارشاد کی اور خاموش گئے۔ گویا کہ آپ ضبط فرما رہے تھے۔ پھر دو تین منٹ کے بعد عاجز کو دُعائیں دے کر رخصت کیا۔ عاجز کا خیال یہ ہے کہ آپ کا اصل مرض وہی صدمہ تھا اور آپ اُس کو ضبط فرما رہے تھے۔

ایک دن کسی نے مسلمانوں کی پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا" یہ سب کچھ ہماری بداعمالی کا نتیجہ ہے اور اس مصیبت کا ہم کو اس قدر صدمہ ہے جو بیان نہیں ہو سکتا۔ ہم کو جزع فزع کی عادت نہیں۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ ان صدمات کے غم سے ہمارے اعضائے رئیسہ پر بڑا اثر پڑتا ہے اور صحت میں فرق آگیا ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ"

مولوی بخش اللہ حقیقی معنوں میں آپ کے مخلص اور مرید تھے۔ اُن کی کوشش رہا کرتی تھی کہ کسی طرح آپ کی طبیعت کو خوش کریں۔ وہ اپنی نیکی اور سیدھے پن کی وجہ سے آپ سے کوئی ایسی بات کہہ جاتے تھے کہ کوئی دوسرا ہرگز نہ کہہ سکتا تھا۔ آپ کبھی ان کو جھڑک دیتے تھے اور کبھی بیوقوف سمجھ کر ٹال جاتے تھے۔ مولوی بخش اللہ کو آپ کے اس صدمہ کا بہت خیال تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اس صدمہ نے آپ کو ایسا گھلا دیا جس طرح پانی بتاشہ کو گھلا دیتا ہے۔ علالت سے کچھ دن پہلے مولوی بخش اللہ نے آپ سے کہا "حضور! اس واقعہ کو آپ بھول جائیں"۔ آپ نے اُن سے فرمایا "تم جیسے بے غیرت اس کو بھول سکتے ہیں، ہم اگر بھلانا بھی چاہیں تو نہیں بھلا سکتے"۔ عاجز کے نزدیک آپ کا حقیقی مرض یہی صدمہ تھا۔

آپ نے جمعہ ۲۲ جمادی الآخرہ کا دن تمام کر کے رات کے نو بجے جو جگہ اپنی قبر کے واسطے پسند کی تھی، ساتویں دن عصر کو آپ اُسی جگہ استراحت فرما ہوئے۔ بے شک "اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ"۔ آپ نے مدارجِ وصال طے فرمائے۔ لیکن پسماندگان کے حسبِ احوال یہ شعر[1] ہے۔

وَمَا كَانَ خَيْرٌ هُلْكُهُ هُلْكُ وَاحِدٍ   وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

(خیر کا مرنا ایک کا مرنا نہ تھا۔ ہاں قوم کی بُنیاد ڈھے گئی)

جس چارپائی پر سالہا سال آپ استراحت فرماتے رہے اور جس پر آپ کے جسدِ مبارک کو رکھ کر نماز جنازہ کے لئے لے گئے، جس وقت تدفین کے لئے اس پر سے آپ کو اُٹھایا گیا، چارپائی پر لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ اس کے چاروں پائے ٹوٹ گئے۔ پھر وہ کسی کے استعمال میں نہ آسکی۔ اللہ کو یہی منظور تھا کہ وہ آپ کے بعد کسی کے استعمال میں نہ آئے۔

آپ کے جنازہ پر عمدہ نارنجی دوشالا اُڑھایا گیا تھا۔ خلقِ خدا نے اسی دوشالے میں آپ کے جنازہ کو دیکھا۔ آپ نے پندرہ بیس سال پہلے نواب زادہ شاکر احمد خاں انصاری پانی پتی اور ان کے رفیق حبیب اللہ سے فرمایا تھا "اگر کسی کا پیر دوشالہ اوڑھے تخت پر بیٹھے اور اپنے کو ہیچ سمجھے تو کچھ ہے"۔ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے آپ کے جثمان مبارک کو بالائے سریر بر رؤس واکناف سب کو دکھایا اور ظاہر کر دیا کہ آپ "کچھ تھے"[2]۔

زد بہ ہمیں دور سمک تا سماک   دمدمۂ فقرِ ابوالخیرِ پاک

---

[1] یہ شعر حضرت عبدہ کا ہے۔ آپ نے قیس کی رثا میں یہ شعر کہا ہے۔ عاجز نے بجائے قیس کے خیر لکھ دیا ہے۔ مکاتیب شریفہ میں مولوی بخش اللہ کے نام خطوط میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

[2] اس سلسلہ میں الکراماتِ الٰہیہ میں شاکر احمد خان کے بیان کو دیکھا جائے۔

(اس دَور میں سَمک (مچھلی) سے لے کر سِماکِ نیّر (ایک روشن ستارہ) تک ابوالخیر پاک کی فقیری کا ڈنکا بجا)

فاتحہ یوں تو یوم الوصال سے ۲۹ رجب تک ہر وارد و زائر اور مقیم کو صبح و شام کھانا کھلایا جا رہا تھا۔ اور پاک باطن افراد شب و روز قرآن مجید کے ختم کر رہے تھے اور ایصالِ ثواب کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ سلسلہ نہ صرف دلّی میں تھا بلکہ مخلصینِ پاک نہاد کے گھروں میں بھی یہی حال تھا۔ خاص کر افغانستان میں۔ وہاں ہزارہا دیہات میں ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اگر کسی گاؤں میں دو چار دُنبے ذبح ہوئے تو کسی میں پچاس بھی ذبح ہوئے اور غریبوں کو کھانا کھلایا گیا۔ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ کی صورت ظاہر تھی۔ اور اُن لوگوں نے ہزارہا ختم کلام پاک کے کئے۔ اور نہایت عاجزی سے بہ صدق دل آپ کے واسطے دعائیں کیں۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ دعوۃُ المسلمِ لأخیہ بظھرِ الغیبِ مستجابۃٌ عند راسہ ملکٌ موکّلٌ کلّما دعا لأخیہ بخیرٍ قال الملکُ الموکّلُ بہ آمین ولک بمثل (المشکات) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی عاجزی اور اُن کی دعائیں اِن شاء اللہ تعالیٰ پورا اثر دکھائیں گی۔

لیکن اجتماعی طور پر ایصالِ ثواب و دعا اور آپ کی جانشینی کے اعلان کے لئے منتظمینِ پاک نہاد کا خیال تھا کہ ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ کی تاریخ مقرر کی جائے، تاکہ دور دراز علاقوں اور خاص کر افغانستان کے مخلصین شریک ہو سکیں۔ حافظ عبدالحکیم نے یہ بات چشم و چراغِ خاندان شریفی حکیم حافظ محمد اجمل خان سے کہی۔ انھوں نے کہا یہ صورت اس پُرآشوب دَور میں غیر مناسب ہے۔ خدانخواستہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے، بہتر یہ ہے۔ تیسرے دن مختصر جلسہ رہے اور پھر ۲۹ رجب کو بڑا جلسہ ہو۔ حکیم صاحب کے اس مشورے کو تمام منتظمین نے پسند کیا اور اسی پر عمل کیا۔

فاتحہ سوم یکشنبہ ۲ ماہ رجب مطابق ۱۸ فروری دن کے دس بجے دستار بندی و جانشینی کا جلسہ منعقد ہوا۔ کابل کے حضرت صاحب غلام قیوم قدس سرّہٗ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت محمد صادق حج سے واپسی پر چہار شنبہ ۲۷ جمادی الآخرہ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ سے ملنے آئے تھے۔ چونکہ آپ علیل تھے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ جمعرات کو سرہند شریف چلے گئے۔ جمعہ کو دوپہر تک آپ کی وفات کی خبر اُن کو ملی اور وہ فوراً دلی کو روانہ ہوئے۔ سوم کی فاتحہ میں شریک ہوئے اور دستار بندی کی رسم ان کے ہاتھوں سرانجام پائی۔ دُعا بھی انھوں نے کی جزاہ اللہ خیرا

خانقاہ ارشاد پناہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ دلّی، میرٹھ، خورجہ وغیرہ کے سب مخلصین تھے۔ اور اُن کے علاوہ خلقِ خدا تھی۔ چند قابلِ ذکر حضرات کے نام اس عاجز کو یاد ہیں وہ لکھتا ہے۔

امیرامان اللہ خان کی ہدایت پر اُن کے قونصل جنرل سردار غلام حیدر خان، وہ افتتاح جلسہ سے اختتام تک شریک رہے۔ نواب صاحب ٹونک، پیرزادہ محمد حسین ریٹائرڈ جج، پیرزادہ ڈپٹی مظفر احمد، نواب سراج الدین خان سائلؔ، سید وحید الدین احمد بیخودؔ، نواب فیض احمد خاں، نواب ابوالحسن خان، حکیم حافظ محمد اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، عبدالعزیز، میر انوار احمد، پیر جی حسین مرزا، حکیم فرید احمد عباسی، سیّد احمد (شمس العلماء امام مسجد جامع)، پیر جی عبدالصمد چشتی (کالے صاحب والے) آخوند جی مختار احمد پیر جی کرار حسین (صابر بخش والے)، پیر جی امیر الملک مرزا بلاقی احقرؔ، پیر جی عبدالرحمٰن مودودی، سیّد طاہر حسن امام عیدگاہ، حضرت قطب الاقطاب، حضرت سلطان جی، حضرت روشن چراغ دلی، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، کے صاحبزادگان، پیر جی مظفر علی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ، پیر جی سعید الزبیر مجددی ساکن مغلپورہ، مولانا رکن الدین الوری، مولانا مفتی مظہر اللہ امام مسجد فتحپوری، مولوی سردار احمد مجددی رامپوری، مولانا محمد یعقوب مجددی پانی پتی، مولوی عبدالعزیز خلیفہ، مولانا کرامت اللہ خاں، مولانا عبدالغفار (قاضی حوض والے)، جناب مصباح الدین (پھاٹک مفتی والان)، مولوی لطف القدیر (سبزی منڈی)، مولوی محمد ابراہیم فانیؔ، شیخ وحید الدین، شیخ بشیر الدین (لال کرتی میرٹھ والے) وغیرہم۔

اس اجتماعِ کثیر میں جب حضرت برادرِ کلاں ادام اللہ ارشادہ کی دستار بندی ہو چکی اور آپ نے ختامیہ دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالعلی صدر مدرس مدرسہ عبدالرب کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ ایک آرام کرسی پر رونق افروز تھے۔ چار آدمی کرسی کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپ کی مبارک آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔ آپ نے نہایت محبت سے پانچ روپئے حضرت برادرِ کلاں کو دیئے۔ اس وقت حضرت برادرِ کلاں نے متنبی کے یہ دو شعر پڑھے۔

فَلَیْتَ طَالِعَةَ الشَّمْسَیْنِ غَائِبَةٌ [1]	وَلَیْتَ غَائِبَةَ الشَّمْسَیْنِ لَمْ تَغِبِ
وَلَیْتَ عَیْنَ الَّتِیْ آبَ النَّهَارُ بِهَا	فِدَاءُ عَیْنِ الَّتِیْ زَالَتْ وَلَمْ تَؤُبِ

جس وقت آپ نے یہ دو شعر پڑھے اور "وَلَیْتَ غَائِبَةَ" اور "فِدَاءُ عَیْنِ" پڑھتے وقت مزارِ پُر انوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا ترجمہ کیا تو خلقِ خدا کی آنکھوں سے آنسو جاری

---

[1] اے کاش یہ طلوع شدہ آفتاب ڈوبا ہوا ہوتا، اور اے کاش یہ ڈوبا ہوا آفتاب نہ غروب ہوتا، اور اے کاش وہ آفتاب جس کو دن نے ظاہر کر دیا ہے۔ اس آفتاب پر جو کہ غروب ہو گیا ہے۔ اور پھر طلوع نہیں ہوگا، فدا ہو جاتا۔

تھے، اس وقت حضرت مولانا کی حالت دگرگوں ہو چلی تھی لہٰذا شیخ غلام احمد صاحب بانسوی نے حضرت مولانا کو بہ صد اکرام و تبجیل رخصت کیا۔

حضرت برادرِ کلاں نے چند روز پیشتر حضرت مولانا سے دیوان متنبی پڑھتے وقت یہ دو شعر پڑھے تھے اور پھر مدرسہ سے آکر حضرت سیّدی الوالد قدس سرّہٗ کو سنائے تھے۔ اور آج کے دن آپ کے جلسۂ تابین میں نہایت برمحل پڑھے۔ خلقِ خدا پر اس وقت جو اثر ہوا اس کے بیان سے عاجز قاصر ہے

مبارک مقام و مبارک جلوس　　　مُبارک تذکّر مُبارک نفوس

فاتحہ چہلم فاتحہ سوم کے اختتام پر منتظمین اخلاص شعار نے اعلان کیا کہ شنبہ ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۲۳ء کو بڑا اجتماع ہوگا جس میں باہر کے مشائخ کرام ان شاء اللہ تعالیٰ شرکت فرمائیں گے۔ اور شیخ غلام احمد نے ایک کاغذ لکھا جس میں ہم تینوں بھائیوں کی جانشینی اور حضرت برادرِ کلاں کی سجادہ نشینی کا بیان تھا۔ اور اس کاغذ پر تمام گرامی قدر افراد کے دستخط لئے۔

مخلصین رحمہم اللہ نے اجتماعِ دوم کے لئے پوری طرح انتظام کیا۔ باہر سے آنے والوں کو ٹھہرانے کے لئے مکانوں کا بندوبست کیا۔ بمبئی، بنگال، حیدرآباد، لاہور، قصور، بلوچستان اور افغانستان کے مخلصین کو اور مشہور مشائخ کو خطوط ارسال کئے۔ فاتحہ سوم میں جن افراد نے شرکت کی تھی وہ سب اس موقع پر آئے اور ان کے علاوہ قابلِ ذکر افراد درج ذیل ہیں۔

پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، پیر سید محمد شاہ قصوری، پیر عبد الخالق ہوشیارپوری، پیر شاہ سلیمان کنگن پوری، پیر ابوالخیر غازی پوری، مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی، مولانا رکن الدین الوری، پیر سید محمد جیلانی بغدادی رفاعی قادری خالدی نقشبندی حیدرآبادی ثم المدنی، مولانا نور احمد پسروری امرتسری، استادی مولانا محمد عمر اعظم گڑھی، مولوی عبد العزیز کھلنوی بنگالی مع مخلصین، مولانا سید عبد الجلیل جرولی۔ کوئٹہ بلوچستان کے مفتی عبید اللہ اور ان کے فرزند مفتی احمد گل، استادی مولانا امان اللہ، ملا مظہر شاہوانی، ملا صاحب خان قمبرانی، ملا ایاز کاکڑی، ملا عبد العزیز کاکڑی، سید عبد الرحمٰن، حاجی محمد اسلم مارکیٹی وغیرہم۔

لوگوں کی اتنی کثرت تھی کہ خانقاہ شریف میں جگہ باقی نہ رہی تھی۔ دروازے کے باہر راستہ پر خلقِ خدا کھڑی تھی۔ شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جس کی آنکھیں آنسو نہ بہا رہی ہوں۔ سب دل و جان سے آپ کے واسطے دعائیں کر رہے تھے۔ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اعترافِ حقیقت: ہم تینوں بھائیوں کو امورِ انتظامیہ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ سارا انتظام درج ذیل پاک نفوس افراد نے کیا۔

دلی کے حافظ عبدالحکیم، حافظ غلام محمد باغ والے، منشی حسین علی، مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام، حاجی شہاب الدین، شیخ عبدالباری جوہری نومسلم، شیخ محمد رفیع گلاس والے، نورالٰہی صندوق والے انیس الرحمٰن، عبدالحق آہنی، حافظ سکندر، حافظ سلطان حافظ میرالدین منیر، منشی احمد حسین، مستری عبدالرحیم مستری محمد شفیع عبدالرحمٰن ٹین والے، حکیم محمد شفیع معالج چشم، شیخ محمد الیاس رانی کھیت والے، شیخ غلام احمد ہانسوی، چودھری مولاداد خاں خورجوی حافظ حفیظ الدین و حافظ اشفاق الٰہی میرٹھی، حاجی ملا احمد خان متاخیل، یار محمد خردئی مخلص قدیم، ملا یاسین جمریانی، ملا ولی محمد نسوخیل، ملا عمر سلطان خیل وغیرہم۔

اِن پاک نہاد افراد نے اور ان کے ساتھ ان کے برادرانِ طریقت نے نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات، ہمہ وقت خدمت میں مصروف رہے۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ ہر کام اعلیٰ طریقہ پر انجام پائے۔ باہر سے صدہا آنے والوں کی پذیرائی، اُن کے قیام وطعام کا انتظام، جلسہ کا بندوبست، تقسیم تبرک وغیرہ انہی افراد نے کیا۔ حکیم محمد اجمل خاں، سیّد احمد (شمس العلماء) امام مسجد شاہجہانی دلی، حکیم فرید احمد عباسی وقتاً فوقتاً اس جماعت کو مشورہ دیتے رہتے تھے۔ انہی کے مشورے پر شیخ غلام احمد ہانسوی نے ایک دستاویز تحریر کی جس میں آپ کی اولاد، آپ کے جانشین اور خانقاہ ارشاد پناہ کا ذکر تھا۔ اس دستاویز پر ان تمام افراد کے دستخط تھے جو اس محفل میں شریک ہوئے۔ صدہا افراد کے از مشائخ و اکابر و عمائدین کے دستخط تھے۔ حکیم صاحب اور امام صاحب اور

شیخ محمد الیاس آپ حافظ محمد اسحاق رانی کھیت والے کے فرزند ارجمند اور خیر خلف تھے۔ حافظ صاحب کا کچھ حال "ذکرِ خیر" میں گزر چکا ہے۔ شیخ صاحب عنفوانِ شباب میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان تمام خدمات کو بہ درجہ احسن بجالاتے رہے جو اُن کے پدر بزرگوار کیا کرتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد کی وفات کے بعد عرس شریف کی خدمت میں بھی شریک ہوئے اور جب تک باحیات رہے بہ صد شوق اپنی خدمات کو پورا کرتے رہے۔ کوئٹہ کے زلزلہ ۱۹۳۵ء میں وہ خود مکان کے گرنے سے دب گئے۔ اور ان کی اہلیہ ثانیہ اور ان کے سب بچے، غالباً چار تھے، شہید ہوگئے۔ پھر تقسیم ہند کے آٹھ دس سال بعد رانی کھیت کی عالی شان عمارت، جس کے ایک حصہ میں دوکان اور مخزن تھا اور ایک حصہ میں رہائش تھی مع کل سامان کے خاکستر ہوگئی۔ شیخ صاحب نے پورے ضبط اور صبر سے ان صدمات کو برداشت کیا۔ اگر کسی نے دریافت کیا تو یہی کہا: "جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ہوا۔ وہ ہم گنہگاروں پر اپنا رحم فرمائے۔" جب تک باحیات رہے خیرات وحسنات کرتے رہے۔ شنبہ ۷ ارمحرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۶۹ء کو صبح کے آٹھ بجے اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو رحلت کرگئے اور بین العشائین شیدی پورہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ عاجز نے "غفر الجلیل" سے سال وفات نکالا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وغفرلہ ورضی عنہ۔

عباسی صاحب کا مشورہ نہایت ہی درست تھا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد بعض افراد نے کرامت النساء کا قضیہ کھڑا کیا۔ جس کا مختصر بیان "ذکر خیر" میں گزر چکا ہے۔ پروردگار ان سب کو اجر کثیر عنایت کرے۔

۱۔ پیر و مرشد شہ ابوالخیر ولی	در ریاضِ قدس باشد باوقار
۲۔ خادماں را دستگیری ہا کند	روزِ محشر آں شہِ والا تبار
۳۔ مخلصانش در بہشت آیند کل	فوج در فوج و قطار اندر قطار
۴۔ از مسلماناں الٰہی ہر یکے	داخلِ جنّت شود بے انتظار
۵۔ یا الٰہی ایں دعائے عاجز است	نالۂ موزوں شدہ بے اختیار
۶۔ فَاسْتَجِبْ مَوْلَایَ مَاقَدْ قَالَہٗ	رحم کن بر حالِ زیدِ دلفگار

۱۔ پیر اور مرشد شاہ ابوالخیر ولی۔ قدس کے باغیچوں میں باوقار ہیں۔
۲۔ خادموں کی دستگیری کریں گے۔ محشر کے دن وہ شاہ بزرگ خاندان والے
۳۔ اُن کے تمام مخلصین جنّت میں جائیں گے فوج در فوج قطار اندر قطار
۴۔ اے خدا ہر مسلمان جنّت میں بے انتظار داخل ہو
۵۔ اے خدا یہ عاجز کی دُعا ہے۔ بے اختیار یہ فریاد موزوں ہوگئی ہے
۶۔ اے میرے مولیٰ جو کچھ کہا اس کو قبول کرلے۔ دلفگار زید پر رحم فرما۔

پیر سید محمد گیلانی بغدادی

آپ سید عبدالرحیم کے اور وہ سید عبدالکریم کے اور وہ سید محمد کے فرزند تھے۔ سید محمد موصل کے شیخ الاسلام تھے۔

سید محمد اور ان کے بھائی بغداد سے حیدرآباد آئے اور وہاں کی سکونت اختیار کی۔ حیدرآباد میں آپ صاحبان کی شہرت پیر بغدادی کے نام سے ہوئی۔ آپ رفاعیہ قادریہ سلسلہ سے وابستہ تھے۔ پھر آپ اپنی پھوپی کے بیٹے مولانا شیخ احمد عراقی سے طریقہ خالدیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے وہ اپنے والد محمد عثمان سراج الدین سے بیعت تھے اور وہ حضرت مولانا خالد کردی شہرزوری سے بیعت تھے اور وہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس اللہ اسرارہم کے خلیفہ تھے۔ اسی مناسبت سے جناب سید محمد بغدادی حیدرآبادی حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ کی فاتحہ کے موقع پر تشریف لائے تھے۔ خانقاہ شریف کے سامنے حافظ سلطان زردوز کا مکان تھا، وہاں پیر صاحب اور دو تین افراد کا قیام تھا۔ پیر سید محمد یہاں کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے حضرت برادرِ کلاں کے پیچھے عشار کی نماز پڑھی۔ ان کے پوتے سید نذیر الدین فرزند سید معین الدین حیدرآبادی عاجز سے بیان کرتے تھے کہ وہ

فرمایا کرتے تھے۔ میں نے صاحبزادہ حضرت بلال کے پیچھے نماز پڑھی۔ انھوں نے سورۂ مریم کے دو رکوع پڑھے، بڑی بابرکت نماز تھی، اس کی یاد اور لذّت دل میں باقی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

عاجز نے اچھی طرح محسوس کیا کہ وہ ہم سے بڑی محبت سے ملتے تھے۔ ان کی محبت اور ان کی دعائیں دینی عاجز کو یاد ہیں۔ وہ حج اور زیارتِ مقدسہ کے لئے حرمین محترمین گئے۔ ان کی تمنا تھی کہ مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہو۔ دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

قصیدہ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبا آورد پیغام بہار از سمتِ سبحانی | کہ ابرِ رحمت آید برافق از فضلِ یزدانی
عنادل نغمہ سنجانند و محوِ تہنیت خوانی | معطّر شد چمن از نگہتِ گلہائے نورانی
ہجومِ رحمتِ پروردگارِ ہر دو عالم میں | کہ اکنوں گشتہ است ایں محفلِ ما رشکِ رضوانی
ملائک پے بہ پے آرند مینا ہا پُراز عرفاں | کہ دورِ بادہ باشد بہ ساغر ہائے رُوحانی
الا اے تشنگانِ بادۂ الفت رواں آئید | بہ سوئے خانقاہِ آں مسیح و خضرِ ربّانی
شہِ مردان و ابنِ شاہِ مرداں مظہرِ جاناں | چو طورِ موسوی بہرِ تجلّیہائے عرفانی
رواں آئید سوئے آستانِ آں شہِ والا | کہ شد اربابِ عرفاں را چو بحرِ آبِ حیوانی
امامِ مقتدایانِ جہاں آں حضرتِ والا | کہ عبداللہ شد نامش پئے تقویمِ ایمانی
اگر خواہید توفیقِ سعادت ہاں رواں آئید | رواں آئید سوئے مرقدِ آں غوثِ یزدانی
بحارِ فضلِ ایزد بوسعیدِ قبلۂ عالم | حبیبِ حضرتِ حق چشمۂ و ینبوعِ فیضانی
رواں آئید سوئے خانقاہِ بقعۂ انوار | کہ ہست او مہبطِ انوارِ سرِّ شیخِ نورانی
امامِ مرشدِ برحق شہِ دنیا و دینِ ما | وسیلہ ساختیم او را پئے درگاہِ رحمانی
شہِ بوالخیر ما قیومِ دوراں قطبِ راہِ ما | ملک نازد چو یابد بر سرش فخرِ مگس رانی
امینِ سوزِ صدیقی مثیلِ شانِ فاروقی | شہابِ ثاقبِ علمِ علیؓ و نورِ عثمانی
چراغِ چشمِ آں آقائے ما آں سیدِ سرہند | شہِ والا نشاں سلطانِ محبوبانِ سبحانی
چہ ساز آسا شود سوزِ نہانِ ما بہ بدمستی | چو باشد ساقیِ ما قبلۂ اربابِ عرفانی
الا اے بادہ نوشانِ محبت با زصف گیرید | بیا پے دور باید کرد با صہبائے رُوحانی
بیا از حجلۂ خود ساقیا وانگہ بکن برپا | فضائے مستی و مدہوشی و صد فتنہ سامانی

---

[1] یہ قصیدہ برادرِ طریقت مولوی علی احمد فرزند حکیم فرید احمد عباسی نے آپ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر پڑھا جو کہ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ کو تھا۔ جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا عجب پُرکیف وقت تھا۔ کیا پڑھنے والے اور کیا سننے والے سبھی چشم پُرنم تھے۔ رحمہم اللہ جمیعاً۔

شہا بہرِ مداوا جمع اند ایں عاجزاں برخیز | بیا کیں دردمندانِ محبت را تو درمانی
نظر واکن ببیں کیں عاشقانِ مست و شیدا را | صدائے ہو و ہا برخیز داز سودائے پنہانی
تو رفتی از میانِ ما چہ دلہا را تبہ کردی | چہ مشکل ساختی منزل ببیں اے قطبِ یزدانی
توئی آرام جانِ ما، توئی درمانِ دردِ ما | توئی خضرِ طریقِ ما توئی چوں آبِ حیوانی
فرامُش کردہ ام از دل بجز رُوئے ملیح تو | بیا و حکمرانی کن کہ بر قلبم تو سلطانی
بکُن ایں سینۂ تاریکم از نورِ رخت روشن | بیا رشکِ ارم کن ایں فضائے سخت ظلمانی
شہا پروانہ ساں رقصد دلم گردِ سویدایت | چو بیند شمعِ رویت در سیاہیہائے عصیانی
مددائے قبلۂ عالم تمنائے دلی دارم | بہ صد ذوق آمدہ ام المددائے غوثِ ربانی
چراغِ[1] مصطفےٰ ہستی خوشا نسبت خوشا نسبت | مرا ہم داد مولایم نوا سنجیِ حسانی
امامی مرشدی قلبم فدائے روئے تو بادا | نظر سوئے مریداں کن بہ حقِ نورِ عرفانی
بہ حقِ قلبِ نورانی، بہ حقِ سرِ یزدانی | بہ حقِ روحِ روحانی، بہ حقِ نورِ پیشانی
بہ حقِ دستِ خود کو را گرفتم دستگیری کُن | بہ حقِ حبِ من کن رحم اے آقائے رُوحانی
بہ آں نسبت کہ من دارم بہ درگاہت ترحم کن | گدا میں در بجوید ایں علامت از تو خودرانی
پئے تسکینِ قلبم دہ جواب اے مرشدِ کامل | مکن پامالِ خاموشی نوائے سوزِ پنہانی
خیالِ تو برافروزد ہوائے آرزوئے من | دلم گوید کہ در مرقد تو دانی حالِ حیرانی

الا اے آنکہ پندارد شدہ شیخم ازیں دنیا
شنو ایں مطلعِ دیگر اگر خاطر نہ رنجانی

مطلع

بہ میر و شیخ نورانی کہ شد در راہِ حق فانی | بقا نازد بہ دربانی پئے عشاقِ یزدانی
ہمیں آید ندا از قبرِ آں سلطانِ محبوباں | کہ من پنہاں ز دنیا گشتہ ام لیکن نیم فانی
پئے دیدارِ من داری اگر ذوقے ہمیں باید | کہ بینی اں بلالِ من کہ دارد خوئے سلمانی
دلا از دستگیراں التماسِ دستگیری کن | رُخِ اشعار گرداں سوئے آں ینبوعِ فیضانی

---

[1] چراغِ مصطفےٰ ہیں "چراغِ نبی" کی طرف اشارہ ہے جو آپ کی ولادتِ مبارکہ کا مادۂ تاریخی ہے۔ قدس سرہٗ۔

شہِ بوالفیض آں محبوبِ پیراں سرّ شیخ ما — امام و رہنمائے ما پئے اسرارِ پنہانی
شہِ بوالخیر ار رفتہ شہِ بوالفیض خیر اوست — ہمیں نورِ مبیں بنیم عیاں برفرق و پیشانی
خداوندا عطا شانِ بلالی کن شہِ ما را — خداوندا شہِ بوالفیض را کن جوئے فیضانی
الٰہی ما گنہگاریم فیضش آبشارے کن — کہ شوید از قلوبِ ما ہمہ ارجاسِ عصیانی
الٰہی طورِ گرداں سینہا را از تجلیہا — الٰہی از قلوبِ ما بکن وسواسِ شیطانی
الٰہی حضرتِ ما را بہ قربِ خود مفتخر کن — الٰہی شاہ را کن مرجعِ عشاقِ یزدانی
الٰہی بہر درگاہِ تو بگرفتم من ایں در را — قبولم کن الٰہی بہرِ نورِ کوہ فارانی

علی ہر دم دعائے ما ہمیں باید کہ ربّ اخلف

اِمامی فِی ابنِہِ الأوّل وفِی الثالث وفی الثانِی

قطعات تاریخ وفات

قصیـــدہ

متضمن سالِ وصال امام العارفین سراج السالکین، جنیدِ زماں، شبلی دوراں،
حضرت مولانا شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین الفاروقی قدس اللہ سرہٗ الاقدس

از

(مولانا) اختر شاہ خاں اخترامروہوی مدرس مدرسۂ امداد الاسلام صدر، میرٹھ

چوں نہ برگردوں رسد آہنگ ہایا ہائے ما — کز سہامِ دردِ غم شد ریش سرتاپائے ما
ایں چہ بارانِ حوادث بارد از گردوں کزو — زعفراں روید بہ جائے لالۂ حمرائے ما
در فراقِ ساقیِ وحدت بہ بزمِ معرفت — خوں چکد ہر دم زچشمِ ساغر و مینائے ما
سینۂ ہر گل اگر چاک ست از خارِ الم — شد سفید از حُزن چشمِ نرگسِ شہلائے ما
روئے غبرا تیرہ و تارست اگر از فرطِ غم — نیلگوں پوشد بہ ماتم قُبّۂ خضرائے ما
ہر زماں نالد بہ باغ از نعرۂ زاغ و زغن — عندلیب خوش نوائی و طوطیِ شیوائے ما
بُلبلِ ما جز نوائے غم نہ دارد در چمن — نیست جُز آثارِ حسرت برگلِ رعنائے ما
یارب ایں سوزِ دلِ ماہست یا سوزِ جحیم — شورِ محشر ہست ایں یا شورِ وایا وائے ما
یاس طبع ماچساں خندد کہ در عالم نہ دید — جُز سمومِ یاس و حرماں گلشنِ اہوائے ما
آفتابِ حشر باشد بر سرِ مردم چرا — شد دریں محشر نہاں مہرِ جہاں آرائے ما
رفت ایامِ وصال و شامِ ہجراں شد پدید — تاچہ راند بر سرِ ما ایں شبِ یلدائے ما
سوزِ عالم چوں نہ گردد آفتابِ روزِ حشر — صورِ محشر چوں نہ گردد آہ جانفرسائے ما
چوں نشیند بلبلِ عرفاں نہ در بیت الحزن — رخت بست از گلشنِ عالم چمن پیرائے ما
اخترِ برجِ کمال و گوھرِ درجِ جمال — نیرِ اوجِ جلال و مرشد و مولائے ما
شبلیِ دَور و جنیدِ وقت سلمانِ زمن — دُرّۃ التاجِ ولایت ملجا و ماوائے ما
قطبِ ارشادِ زماں و غوثِ اوتادِ اَوان — فخرِ زُہّادِ جہان و شیخِ بے ہمتائے ما

حافظِ دینِ مبین و حامیِ شرعِ متیں ‌ ‌ ہادیِ راہِ یقین و سیدِ یکتاے ما

حضرتِ شاہِ ابوالخیر آں کہ از فیضانِ او ‌ ‌ شہرِ دہلی بُود جابُلسا[1] و جابُلقاے ما

کاملے کز تابِ برقِ التفاتش سوختے ‌ ‌ خرمنِ آز و ہواۓ نفسِ ناپرواے ما

از دمِ خود بیخودیِ ما فزودے دمبدم ‌ ‌ بود انفاسِ نفیسش گوئیا صہباۓ ما

گوہرِ او بود دریاۓ معانی در جہاں ‌ ‌ خانقاہش بود در عالم اگر ملجاۓ ما

بود کشتیہاۓ[2] گوہر کے ز شاہانِ زماں ‌ ‌ دلپذیرِ آشناۓ بحرِ استغناۓ ما

داشتے دارا شکوہانِ زماں را بر زرش ‌ ‌ ہمتِ شاہِ سکندر شوکتِ والاۓ ما

صحبتش گر بود نافع ہمچو نافع در جہاں ‌ ‌ لحنِ او چوں آبِ حیواں بود روح افزاۓ ما

نقشبندے حق پسندے کز توجہ می زدود ‌ ‌ نقشِ ہر باطل ز الواحِ سُوَیدا ہاۓ ما

در سلوک ار بُود شمس العارفیں چوں بایزید ‌ ‌ در قرارت بود قالوں سیدالقراۓ ما

چوں یدِ بیضا نمودے از رُخِ پُر نورِ خود ‌ ‌ دستِ موسیٰ ساختے رُو از رُخِ بیضاۓ ما

دست بر ابرو گرفتے مہرِ تابانِ فلک ‌ ‌ جلوہ (آفتاب ۱۲) فرمودے چو مہرِ ملتِ غرّاۓ ما

خواجۂ گردوں زدے دستارِ خود را بر زمیں ‌ ‌ رو بروۓ مرشدِ روشن دلِ داناۓ ما

بسکہ بود از طلعتِ او شانِ فاروقی عیاں ‌ ‌ خاطرش بستے چہ در بیضا و در صفراۓ ما

والدِ او بود اگر فاروقِ اعظم راسمی ‌ ‌ بود پورش راسمی شیخ مَلک (نسیم وزیر ۱۲) سیماۓ ما

داشت فرزندانِ عالی نیک نام و نامدار ‌ ‌ ولدِ عبداللہ (عبداللہ رض) فرزندِ عمر (رض) آقاۓ ما

اولیں حضرت بلالِ ذاکرِ دینِ مبین ‌ ‌ جانشینِ صادقِ مولاۓ بے ہمتاۓ ما

ثانیِ شاں حضرتِ زیدِ سمی زیدؓ کش ‌ ‌ نام باشد در کتابِ منزل مولاۓ ما

اصغرِ شاں حضرتِ سالم کہ سالم آمدہ ‌ ‌ ذاتِ والایش ز عیبِ الفتِ دنیاۓ ما

خوش مَوالیدِ ثلاثہ کز معالی ہر یکے ‌ ‌ ہست فخرِ اُمّہات و نازشِ آباۓ ما

حبّذا خواجہ کہ در میدانِ وصفِ شانِ او ‌ ‌ لنگ باشد توسنِ فکرِ فلک پیماۓ ما

بے نظیر و بے عدیل و بے بدل شیخے کہ بُود ‌ ‌ حلقہ اش حبلِ متین و عُروۂ وُثقاۓ ما

حیف بر پیرِ فلک کافگندہ در چاہِ لحد ‌ ‌ یوسفِ مصرِ جمال و شاہِ فقر آراۓ ما

---

[1] جابلسا نام شہریست وکذا جابلقا نام شہریست و بعضے گویند شہر ہا اند از عالمِ مثال۔ یعنی شہرِ دہلی مامن و ملاذ ما بود۔

[2] اشارہ بہ طرف قبول نہ کردنِ ہدایاۓ نظامِ دکن و امیرِ کابل است۔

نے غلط حاشا و کلّا نیست ایں کارش کہ اُو — خود چو یعقوب ست گریاں بر شہِ والائے ما
ساقیے شد در جوارِ ساقیِ کوثر کہ بُود — ہر دم نوشینِ اُو درمانِ استسقائے ما
بود چوں بست و نہم شہرِ جُمادی الثّانیہ — از قضائے رب وصالِ مرشدِ والائے ما
گشت واقع در شبِ آدینہ از حکمِ خدا — ساعتِ کُبریٰ مثالِ ایں ساعتِ صغرائے ما
چوں بہ سالِ رحلت ایں قطبِ ارشادِ زمن — کرد ایما بحرِ[1] اشفاق د کرم فرمائے ما

اخترا کردیم از القائے ربانی رقم
حیف شد قطبِ عزیزِ ملّتِ زہرائے ما ۱۳۴۱

ولہ

شاہ بوالخیر کہ بودہ فرّخ — سالِ میلاد "چراغِ نبوی" ۱۲۷۲
گفت تاریخ وصالش اختر — آہ جاں داد چراغِ نبوی ۱۳۴۱

از صدر یار جنگ جناب مولانا حبیب الرحمٰن شروانی رحمہ اللہ

جنابِ ابوالخیر خیرِ مجسّم — شریعت مآب و طریقت پناہی
چو لبیک گفتہ لبش اِرجِعی را — بپوشید عالم ردائے سیاہی
ملک گفت از بہرِ سالِ وصالش — چراغِ[2] نبیؐ و حبیبِ الٰہی

از مولوی صدر الدین کیفی غازی پوری رحمہ اللہ

آفتابِ سمائے رشد و ہدا — شاہ ابوالخیر عارفِ باللہ
عالمِ باعمل فقیہِ زماں — حاجی و قاری و خدا آگاہ
زاہدِ پاک باز و پاک نہاد — صوفیِ باصفا و والا جاہ
بست و نہ از جمادی الأخریٰ بود — شبِ آدینہ و قریبِ پگاہ
کہ بہ حق داد جان و واصل گشت — جَعَلَ اللّٰهُ جَنَّةً مَثْوَاہ
جائے باشد کہ دیدہ ریزد خوں — لب شود آشنا بہ نالہ و آہ
کیفیِ بندہ گفت از پے سال — نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ وَ ثَرَاہ
۱ ۳ ۴ ۱

---

[1] حافظ اشفاق الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ [2] یہ مادہ تاریخ جناب حکیم فرید احمد عباسی نے نکالا ہے۔ انھوں نے الٰہی کے دوسرے الف کو بھی شمار کیا ہے اور پھر صدر یار جنگ کو ارسال کیا تاکہ وہ نظم فرما دیں۔ رحمۃ اللہ علیہما۔ [3] مولوی صدر الدین کیفی غازی پوری رحمہ اللہ نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر یہ تاریخ ارسال کی تھی۔ آج یہ عاجز پچاس سال کے بعد ان کی تحریر کو نقل کر رہا ہے۔

لوحِ دائرہ وصال جناب مولانا شاہ ابوالخیر صاحب — ۱۹۲۳

مہرِ مبین، صدرنشین، خانقاہِ مجددیہ دہلی — ۱۹۲۳

۲۰   ۳   ۰   ۴

مشتمل چہل ہزار و سہ صد و بست مطالع طیب حاوی سنہ عیسوی — ۱۹۲۳

از حق جو صدرالدین احمد کیفی غازی پوری — ۱۹۲۳
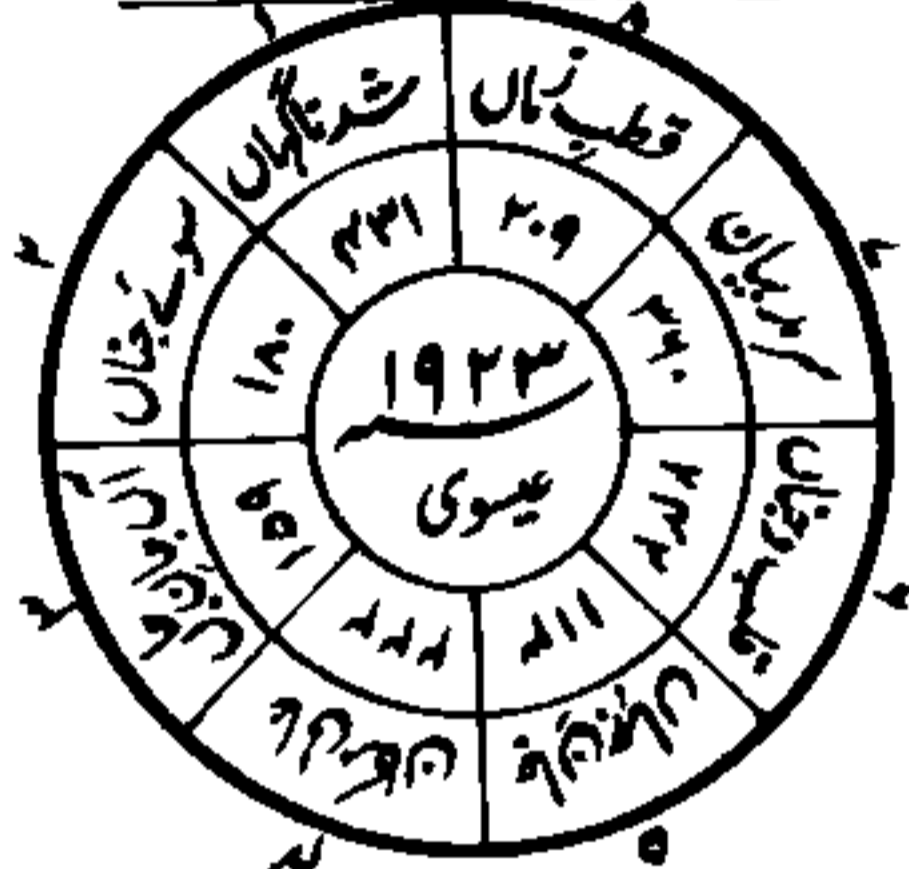
مطلع مندرجۂ دائرۂ ہشت خانہ در بحر رجز مثمن سالم یعنی مستفعلن ہشت بار۔

مطلع

شدناگہاں، سوئے جناں آں جانِ جاں، عالی مکاں	جانِ جہاں، قلبِ جناں، سرمدبیاں، قطبِ زماں
۲۰۹ + ۳۶۷ + ۲۴۲ + ۱۱۳	۲۲۲ + ۱۵۹ + ۱۸۰ + ۴۳۱

۱   ۹   ۶   ۲   ۳

شرح دائرہ ہشت خانہ یعنی طریقۂ استخراج (۴۰۳۲۰) مطالع تاریخی حسب ذیل ہے۔

چونکہ دائرۂ مندرجۂ عنوان میں آٹھ خانے ہیں اور جس خانے سے چاہیں ابتدا کریں۔ ہر حالت میں مطلع مسجع و مقفیٰ موزوں و بامعنیٰ پیدا ہوگا اور اس کے مجموعی اعداد (۱۹۲۳)۔ جو سنہ مطلوب ہے لہٰذا طریقۂ استخراج مطالعِ تاریخی بہ تعداد چالیس ہزار تین سو بیس یہ ہے کہ

بار اوّل:۔ بہ دفعات ہر رُکن سے ابتدائے بیت کریں اور بہ لحاظ ارکان ہشت گانہ آٹھ مطلع حاصل کریں اور ہر مطلع حاصلہ میں رکنِ اوّل کو اپنی جگہ قائم رکھیں اور رُکن دوم کو چھوڑ کے پہلے رُکن سوم سے پھر رکنِ چہارم سے پھر رکن پنجم سے پھر رُکنِ ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکن ہشتم سے بعدہٗ رکن دوم متروکہ سے جس کو ابتدا میں چھوڑ دیا تھا آغاز مطلع کریں اور بعدا تمام ارکان ہفت گانہ

مطلع حاصلۂ ماسبق سے سات مطالع اخذ کر کے ۸ × ۷ = ۵۶ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار دوم :- اب (۵۶) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع کے رکنِ اوّل و دوم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکنِ سوم کو چھوڑ کے پہلے رکنِ چہارم سے پھر رکنِ پنجم سے پھر رکنِ ششم سے پھر رکنِ ہفتم سے پھر رکنِ ہشتم سے، بعدہ رکنِ سوم متروکہ سے آغازِ مطلع کریں اور بعد اتمامِ ارکان شش گانہ ہر مطلع حاصلۂ ماسبق سے چھ مطالع مرتب کر کے ۵۶ × ۶ = ۳۳۶ مطالع یا تاریخیں حاصل کریں۔

بار سوم :- اب (۳۳۶) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع حاصلہ کے رکن اوّل و دوم و سوم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن چہارم کو چھوڑ کے پہلے رکنِ پنجم سے پھر رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکنِ ہشتم سے بعدہ رکنِ چہارم متروکہ سے ابتدائے مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان پنجگانہ ہر مطلع حاصلہ سے پانچ مطالع مرتب کر کے ۳۳۶ × ۵ = ۱۶۸۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔

بار چہارم :- اب (۱۶۸۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکنِ اوّل و دوم و سوم و چہارم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکنِ پنجم کو چھوڑ کے پہلے رکن ششم سے پھر رکن ہفتم سے پھر رکنِ ہشتم سے بعدہٗ رکنِ پنجم متروکہ سے ابتدائے مطلع کریں اور بعد اتمام ارکان چہارگانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے چار مطالع مرتب کر کے ۱۶۸۰ × ۴ = ۶۷۲۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔

بار پنجم :- اب (۶۷۲۰) مطالعہ حاصلہ میں ہر مطلع کے رکن اوّل و دوم و سوم و چہارم و پنجم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکن ششم کو چھوڑ کے پہلے رکن ہفتم سے پھر رکنِ ہشتم سے بعدہٗ رکنِ ششم متروکہ سے آغازِ مطلع کریں اور بعد اتمام ارکانِ سہ گانہ ہر مطلع حاصلہ ماسبق سے تین مطالع مرتب کر کے ۶۷۲۰ × ۳ = ۲۰۱۶۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔

بار ششم :- اب (۲۰۱۶۰) مطالع حاصلہ میں ہر مطلع کے رکنِ اوّل و دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں اور رکنِ ہفتم کو چھوڑ کے پہلے رکنِ ہشتم سے بعدہٗ رکنِ ہفتم متروکہ سے ابتدائے مطالع کریں اور بعد اتمامِ ارکان دوگانہ ہر مطلع حاصلۂ ماسبق سے دو مطالع مرتّب کر کے ۲۰۱۶۰ × ۲ = ۴۰۳۲۰ مطالع تاریخی حاصل کریں۔ فَهٰذَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ وَهُوَ الْمَوْجُوْدُ فَتَدَبَّرْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُعَارِضِيْنَ۔

مولوی صدرالدین کی تحریر تمام ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ۔

جناب حافظ فدا احمد مجدّدی رامپوری کی تاریخ صفحہ ۵۹۷ میں ملاحظہ کریں۔

از جناب مولانا رشید احمد صاحب رشید مجددی رحمہ اللہ

عارفِ کامل اُٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے — طالبانِ دیں کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شق
ہو رہی ہے اہلِ عرفاں میں بہم یہ گفتگو — ہو گیا گم اب کتابِ معرفت کا اک ورق
جس کے اک ادنیٰ اشارے سے ہوا کرتے تھے حل — مسئلے علمِ حقیقت کے ادق سے بھی ادق
اہلِ ظاہر اہلِ باطن رات دن کرتے ہیں یاد — دے گیا اُستادِ کامل کیا انھیں ایسا سبق
فکر ہے تاریخ رحلت کی تو کہدے لے رشید — شبلیِ دوراں امامِ اہلِ عرفاں قطبِ حق ۱۳۴۱

از جناب برادرم سیف الدین ابو الطاہر طاہر مجددی رحمہ اللہ

وہ شیخِ جہاں شاہِ ابوالخیر — جنت کو سدھارے بے تامّل
ہاتف نے کہا کہ لکھ دے طاہر — ہے ہے یہ چراغ ہو گیا گُل ۱۳۴۱

از جناب نور میاں ضیا مجددی

واولٰئک مع الذین انعم اللہ الحنّان ۱۳۴۱

مرقد اطہر قطبِ زمن شاہ ابوالخیر ۱۹۲۳

خوابگاہ شاہ ابوالخیر دین پناہی ۱۹۲۳

آں چراغ بزم ولا ۱۳۴۱

آہ شمع راہ طریقت ۱۳۴۱

چساں بہ قلبِ خلائق غم و الم رو نداد — چو رفت سوئے جناں زیبِ مسندِ ارشاد
بہ علم و ورع و قناعت کہ منتخب بودہ — نہ شد بہ زہد مثیلش بہ عالمِ ایجاد
جنیدِ وقت بگویم کہ بایزید زماں — کہ قطبِ عصر بدانم کہ از اوتاد
سنِ وفات بگفتم ضیا بغیرِ پیام" — ستونِ دینِ پیمبر فتاد از بنیاد ۱۳۴۱

از برادرِ طریقت مولوی محمد ابراہیم فانی رحمہ اللہ

بست چوں رختِ سفر سلطانِ دیں — شاہ عبداللہ عمر خیر الزماں
آمد از بالا ندا در گوشِ دل — چشمۂ رشد و ہدایت بود آں ۱۳۴۱

ولہ

زِ نیر وے دل شہ ابوالخیر کرد — جہاں را مسخر بلا گرز و سیف
بگفتم چو رحلت ز دنیا نمود — بشد واصلِ حق زماں شیخ حیف ۱۳۴۱

ولہ

جب ہوا فانی کے مرشد کا وصال — مؤکن وگریاں تھے سارے شیخ وشاب

غیب سے آئی ندا ہاتف کی یہ — چھپ۔ گیا ہے معرفت کا آفتاب ۱۳۴۱

از برادر طریقت شمس الضحیٰ شمس ذہبی بنارسی حفظہ اللہ

حضرت کے مزار اقدس پر انوار خدا کی شمع جلے — فردوس کے پھولوں کی چادر چو گرد ہوا دپر اور تلے

تھا چشمۂ فیض آب زمزم زخم دل عاصی کا مرہم — اللہ رے جُدائی کا عالم دل کیوں نہ کفِ افسوس ملے

انتیس تھی جمادی الاخریٰ اے شمس سوئے باغ جنت — ممدوح جناب عبداللہ بوالخیر محی الدین چلے ۱۳۴۱

از برادر طریقت محمد عابد عثمانی ڈھابیلی، ساکن لیڈی سمتھ، ناٹال، افریقہ، رحمہ اللہ

حمدِ خالق سے ہر اک مضموں مرا معمور ہے — نعتِ محبوبِ خدا لکھنا مرا دستور ہے

بعد حمد و نعت کے لکھتا ہوں اک ذکر وصال — جس کا جلوہ ظاہری آنکھوں سے اب مستور ہے

میری ہادی میری رہبر جن کی ذات پاک تھی — اب خیال ان کا فقط دل کے لئے اک نور ہے

تھا ابوالخیر اسم اُن کا ذات ان کی خیر تھی — خیر کے جانے سے دل میں درد ہے ناسور ہے

ہائے فخر اولیا کا سر سے سایہ اُٹھ گیا — ذات جس کی آج کل آنکھوں سے میری دُور ہے

عصرِ حاضر میں وہ لاثانی تھے اسمیں شک نہیں — خاندانِ نقشبندی آپ کا مشکور ہے

نقشبندی سلسلہ میں فردِ اکمل آپ تھے — آپ کی تجدید دینِ احمدی مشہور ہے

خوش عقیدہ آپ تھے اللہ والوں کی طرح — نورِ حق وہ دیکھتا ہے جس کے دل میں نور ہے

تھے معارف سے رسول اللہ کے آگاہ وہ — آپ کا درسِ تصوف آج تک مشہور ہے

تھی شریعت اور طریقت آپ کے ارشاد میں — دیکھ لو سب آپ کے ملفوظ میں مذکور ہے

خانقاہِ جانِ جاناں کے تھے سجادہ نشیں — آپ کی حلقہ بہ گوشی سے ہر اک مسرور ہے

ہو کے پوشیدہ مُریدوں پر توجہ ہے وہی — قلب اُن کے فیض سے قالب میں رشکِ طور ہے

صبر کرتا ہوں جگر کو تھام کے کہتا ہوں یہ — بس وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہے

گُم ہوا جب فکرِ تاریخ وصالِ پیر میں — آئی ہاتف سے ندا عابد کو لکھ مغفور ہے ۱۳۴۱

از برادر طریقت رفیق قدیم حاجی حافظ منیر الدین منیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہوئے رخصت حضورِ والا شان — اس جہاں سے بہ سوئے باغ جناں

آپ ابوالخیر تھے حقیقت میں — آپ تھے خاص عارفِ یزداں

آپ تھے طاق علم باطن میں — آپ مانے ہوئے تھے قطبِ زماں
آپ لاثانی تھے تصوف میں — آپ تھے کیا ہی صاحبِ عرفاں
آپ کے دم سے تھی بہارِ زمیں — تھے مکیں آپ یہ جہاں تھا مکاں
میری نظروں میں ہے زمیں سب خاک — میری نظروں میں آسماں بے نُور
ہے اندھیرا تمام عالم میں — روشنی کا کہیں ہے نام و نشاں
اُٹھ گیا سر سے سایۂ مرشد — اب اسے ڈھونڈنے میں جاؤں کہاں
درد دل میں ہے لب پہ آہیں ہیں — اور آنکھوں سے اشکِ خوں ہیں رواں
کیجئے کچھ تو فاتحہ خوانی — اور مناجات بخشش و غفراں
کہو یہ بھی کہ بخش دے یارب — اور جنت میں ہو علوِ شاں
جلوے کرتا ہاں جہاں ہے منیر — مرقدِ فخرِ اولیائے جہاں ۱۳۴۲ء

رِقّت ۶

زخم کیسا لگا ہے یہ کاری — زندگی ہم پہ ہو گئی بھاری
اے فلک تا کجا ستمگاری — تجھ کو زیبا نہیں دل آزاری
اشک ہر دم ہیں آنکھ سے جاری — شغل اپنا ہے گریہ و زاری
ایک اُن کے فقط نہ ہونے سے — خاک دنیا نظر میں ہے ساری
تم کو شادی خوشی مبارک ہو — ہے ہمارے لئے تو غم خواری
آہ کیوں بار بار آتے تھے — تھی الہیٰ یہ کیسی بیماری
تھا تصور کسی کی آمد کا — تھی وہ غفلت بھی عین ہشیاری
سے رہے تھے ادھر سنبھالا وہ — کوچ کی اس طرف تھی تیاری
دمِ آخر بھی تھی وہی حالت — قلب پہ ذکر خدا تھا جاری
واقعی کیا وہ ہو گئے رخصت — یہ کوئی خواب ہے کہ بیداری
[illegible] کر منیر دیکھو گے — بھی حیرت ہوئی ہے یہ [illegible]

[illegible] ۶

[illegible] دکان کو اسے [illegible] — جو [illegible] [illegible]
[illegible] کو بھی [illegible] — [illegible] [illegible]

صاحبِ کشف و کرامت یہ بھی ہوں
مُستند پیرِ طریقت یہ بھی ہوں
ان کا ہر جملہ دلوں کو چیر دے
ان کی باتوں میں وہی تاثیر دے
راز مخفی سارے ہو جائیں عیاں
منکشف ہوں اُن پہ اسرارِ نہاں
روز و شب تیری عبادت میں رہیں
عمر بھر تیری حفاظت میں رہیں
کارگر حملہ نہ ہو شیطان کا
ان پہ کچھ غلبہ نہ ہو شیطان کا
کیدِ نفسانی کو ان سے دُور رکھ
مکرِ نسوانی کو ان سے دُور رکھ
ہر بلا و شر سے یہ محفوظ ہوں
دولتِ دارین سے محظوظ ہوں
وقتِ مُردن خاتمہ بالخیر ہو
بعدِ مُردن خلد جائے سیر ہو
دیکھ کر اس میں تجھے اے ذوالجلال
ہوں تصدق سالم و زید و بلال
اور جو اُن کے سوا ہیں شاد رکھ
ان کو بھی ہمراہ اُن کے یاد رکھ

مستفیض اس در سے ہوں خادم تنیر
یہ بھی ہو جائے کہیں روشن ضمیر

عاجز نے ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ سے پہلے یعنی مصر کے سفر سے قبل آپ کے وصال کی چند تاریخیں کہی تھیں جو درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الحفیظ الباقی ۱۳۴۱ء
نالہائے زید زالم ابوالخیر عبداللہ محی الدین ۱۳۴۱
رَضِیَ اللہُ جَلَّ وَعَلَا عَنۡہُ ۱۳۴۱
عَاشَ حُرًّا مَاتَ شَہِیۡدًا ۱۳۴۱
وَلَھُمۡ مَسَاکِنُ طَیِّبَۃٍ فِیۡ جَنَّاتِ عَدۡنٍ ۱۳۴۱
اِنۡ شَاءَ اللہُ الۡخَالِقُ الۡمُعۡطِیۡ ۱۳۴۱

فارسی میں

قبلۂ ما شہ محی الدین عبداللہ نام
کنیتش بوالخیر و سرتا پا وجودش خیر وجود
در طریقت فردِ کامل در شریعت مقتدا
قطبِ اقطابِ زمان و قدوۂ اہلِ شہود
دیدہا پُر خوں شدند و سینہا بریاں شدند
ذاتِ پاکش داعی حق را اجابت چوں نمود
گفت سالش مظہرِ تاریخ و روز و ماہ زید
یوم جمعہ از جمادی ثانیہ بست و نہ بود ۱۳۴۱ء

ولہ

عالمِ علمِ حقیقت واقفِ سرِّ طریقت — زیں جہاں رفتند مُحیِ دین عبداللہ ابوالخیر

لیلۃ الجمعہ بدو سلخ از جمادی الثانیہ بود — چوں بہ حق گشتند مُحیِ دین عبداللہ ابوالخیر

در سنین یک ہزار و سہ صد و چہل و یکم آہ — رخت بر بستند مُحیِ دین عبداللہ ابوالخیر

شُدندا سالِ وصالش راقم زیدِ حزیں کن — جاں بہ حق دادند مُحیِ دین عبداللہ ابوالخیر

۱ ۳ ۵ ۴ ۱

ولہ

قطبِ ارشادِ خلائق پیشوائے سالکاں — ملجأ و ماوائے عالم رہنمائے کاملاں

تاجدارِ اولیا شیرِ نیستانِ ہُدا — کشتۂ حُبِّ پیمبرؐ مرشدِ اہلِ زماں

روحِ پاکش داعیِ حق را اجابت چوں نمود — نوحہ خواں گشتہ ملائک ہم زمین و آسماں

ہاتفم گفتا نویس اے زید سالِ انتقال — دفنِ عبداللہ شد زیرِ زمیں با عزّ و شاں

۱ ۳ ۵ ۴ ۱

ولہ

شاہ ابوالخیر ولی سوئے جناں تشریف برد — آباد شد خُلدِ بریں ویران شد ایں خاکداں

سالِ وصالش را چنیں زیدِ حزیں تحریر کرد — شد از جہاں با عزّ و شاں مہرِ زماں سوئے جناں

۱ ۳ ۵ ۴ ۱

ولہ

چوں قبلۂ دیں شہ ابوالخیر آں امامِ اصفیا — رحلت سوئے جنات کرد از کلفتِ دنیائے ما

تاریخِ وصلِ شاہ را زیدِ حزیں فی الفور گفت — بحرِ صفا کانِ سخا نجمِ ہُدا ملجائے ما

۱ ۳ ۵ ۴ ۱

اُردو میں

عالم میں کیسا شور ہے ہر گھر میں ہے کیسا یہ غم — ارض و سما روتے ہیں کیوں کس کا ہے یہ درد و الم

یہ ابر کیسا چھا گیا عالم پہ سارے یک بہ یک — کیسی فزوں ہے یہ کڑک لحظہ بہ لحظہ دم بہ دم

آئی صدا یہ غیب سے تجھ کو خبر اب تک نہیں — رحلت جہاں سے کر گئے قطبِ جہاں عالی ہمم

جن کو جہاں کہتا ہے یوں شاہِ ابوالخیر ولی — سرتاج تھے اقطاب کے وہ صاحبِ فیضِ اتم

وہ خاصۂ خاصانِ حق جن پر خدا کا فضل تھا — دنیا سے رخصت ہو گئے اور جا بسے ملکِ عدم

شیدا تھے وہ اسلام کے خادم تھے وہ قرآن کے — صاحب تھے وہ ارشاد کے اُن سا ہوا دنیا میں کم

وہ جامعِ صد خیر تھے اوصاف اچھے اُن میں تھے — تھے جانشینِ مصطفٰےؐ سُنّت پہ تھے ثابت قدم

صدیق سا صدق و صفا فاروق سا عدل و وفا — عثمان سا حلم و حیا حیدر کا سا علم و کرم

وہ نیک بندے حق کے تھے تائید اُن کی حق سے تھی — اُن پر خدا کا فضل ہو جب تک رہے لوح و قلم

کب تک بیاں اُن کا کروں جنت میں ہو اُنکو سکوں
شاہِ زمن کے درد میں بے قلب ہیں یہ سب کے سب

تاریخ اب رحلت کی میں اے زید کرتا ہوں رقم
علم و عمل فیض و ہدا · ورع و سخا · حلم و کرم
۹۰+۱۴۸ + ۹۱ + ۷۶ + ۶ + ۸۸۰+۱۰۰+۱۱۰
۱۳۴۱

ولہ

مرے پیر و مرشد پہ رحمت خدا کی
بتا کر گئے ہم کو وہ رہ ہُدا کی

سفر کر گئے ہائے دنیا سے اک دم
تمنا تھی دل میں وہ دارالبقا کی

ہے قُربِ رفیقِ حقیقی جناں میں
ہوئی پوری اُمید اس با صفا کی

خرد نے کہا زید سے سالِ رحلت
یوں کر دے رقم۔ اُن پہ رحمت خدا کی
۱۳۴۱

ولہ

چل بسے دنیا سے ہائے جانشینِ مصطفےٰ
قدسیوں کے رہنما اور کاملوں کے مقتدا

ہر گھڑی رہتا تھا جن کو نیک باتوں کا خیال
تھے خدا کے نیک بندے تھے ولیِ بے مثال

جن کی ذاتِ پاک سے وابستہ تھیں صد خوبیاں
جن کے فیضِ عام سے سرشار تھا سارا جہاں

تھی ابوالخیر اُن کی کنیت اور محی الدین لقب
نام عبداللہ فرزندِ عمر تھے ذی نسب

حضرتِ فاروق کے نورِ نظر دلبند تھے
جدِ اعلیٰ ہند میں ان کے شہِ سرہند تھے

تھی شرافت ان کے باعث مسندِ ارشاد کی
رونق اُن کے دم سے تھی سارے جہانِ آباد کی

تھے محدث اور مفسر، تھے فقیہِ بے بدل
تھا موافق شرع کے ہر قول، اُن کا ہر عمل

غوثِ دوراں قطبِ عالم صاحبِ ارشاد تھے
قبلۂ پاکاں بھی تھے اور کعبۂ زہاد تھے

آبِ حیواں کی طرح اِک چشمۂ فیضاں بھی تھے
ظلمتوں میں خلق کی نظروں سے وہ پنہاں بھی تھے

اُن کے جانے سے جہاں تاریک اور تیرہ ہوا
چشمِ حق بیں کے لئے سارا جہاں خیرہ ہوا

اہلِ دل ہیں جاں بلب اس صدمۂ جانکاہ سے
آج تک فرصت نہیں ارض و سما کو آہ سے

عیش ہی جاتا رہا خیر جہاں جب سے گئے
میکدہ ویراں ہوا پیرِ مغاں جب چل بسے

بادۂ عرفاں کا دَور اب ذرا چلتا نہیں
ساقیِ جامِ محبت کا پتہ چلتا نہیں

اب نہ وہ شوقِ عبادت، اب وہ ذوقِ نماز
خالی آتا ہے نظر سارا عجم سارا حجاز

دو بجے کا وقت تھا جب پیش آیا سانحہ
تھی شبِ جمعہ مہینہ تھا جمادی الثانیہ

اور مہینے کی سنو تاریخ تھی اُنتیسویں
منتقل جب اس سرا سے وہ ہوئے خلد بریں

آپ کا منظوم کلام گوہر نظام

ذکرِ خیر میں "ذوقِ سخن" کے ذیل میں آپ کی شاعری اور ذوقِ سلیم کا بیان گزر چکا ہے اور یہ بھی عاجز نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنا بیشتر کلام ضائع کر دیا تھا۔ اتفاق سے ایک بیاض مل گئی اس میں ایک غزل فارسی کی اور ۵۸ کامل اور ایک غیر کامل غزل اور دو خمسے اردو کے ملے۔ مؤلف سیر الکاملین نے لکھا ہے۔ "شعر عربی و فارسی و ہندی خوب نظم می کنند" آپ کا شاعرانہ کلام وہی تھا جو بیس پچیس سال کی عمر تک آپ نے کہا اور مذکورہ بیاض میں تحریر ہے۔ لہٰذا یہ عاجز تحتِ عنوان "دورِ اوّل" آپ کا وہ کلام لکھتا ہے جو بیاض میں درج ہے اور پھر تحتِ عنوان "دورِ آخر" آپ کا وہ کلام ذکر کیا جائے گا جو آپ نے عربی، فارسی اور اُردو میں بہ طریقِ مناجات احیاناً فرمایا ہے۔

دورِ اوّل

فارسی غزل

آپ کی درجِ ذیل غزل کو کابل کے چند شعراء نے دیکھا اور اس کی متانت، سلاست اور خوبی کے معترف ہوئے اور یہ کہا کہ اس غزل کی پختگی بتا رہی ہے کہ آپ نے فارسی میں اور کلام بھی کہا ہے۔ (جو کہ ضائع ہو گیا ہے)

حرفے کہ ازاں دہن بر آید — دُرّیست کہ از عدن بر آید
بدست چو آں سمن بر آید — فریاد ز انجمن بر آید
در جلوہ گہِ خرامِ نازت — نسرین دمد و سمن بر آید
دردل نگہِ تومستِ خوابست — وز دیدہ نفس زتن بر آید
خط حلقہ بگوش روے یار است — ایں سبزہ کے از چمن بر آید
گل کرد تعشق خط آخر — از خاکم بوئے عنبر آید
مُردیم و نہ مُرد آتشِ عشق — دودِ دلم از کفن بر آید
در سینہ ہمیں خلد ہمانا — خارے کہ زپائے من بر آید
در ظلِ عمر۔ اگر رود خیر — از پنجہ اھرمن بر آید

اُردو کلام

اختصار کے پیشِ نظر آپ کے اُردو کلام کا انتخاب پیش کیا جارہا ہے۔

اسبابِ عیش مادۂ شور و شر ہوا — منحوس تر زُحل سے بھی دَورِ قمر ہوا

جی بھر گیا زمانے کا نیرنگ دیکھ کر — فی الجملہ اب تو دیدہ حقیقت نگر ہوا

بچ جائے وہ برقِ حوادث سے کیا مجال — جس آدمی کا مزرعِ امکاں میں گھر ہوا

دنیا بھی ہیچ اور غمِ دنیا بھی ہیچ ہے — مطبوعِ دل تو یہ سخنِ مختصر ہوا

ہاں کچھ خیال گور کے ساماں کا چاہیئے — جس کا بہت قریب زمانِ سفر ہوا

ساماں وہاں کا یادِ خداؤ رسول ہے — یہ ذکر مغتنم ہے بہت جس قدر ہوا

حاصل ہے ذکرِ حق سے وہ معراجِ بندگی — جس سے بلند رتبۂ ملک پر بشر ہوا

جس سر میں نعتِ سرورِ عالم کا ہو خیال — ملکِ جہان میں وہی سر تاجور ہوا

دم بند ہوگا مطربۂ چرخ کا ابھی
مدحِ نبی میں خیرؔ اگر نغمہ گر ہوا

جس گھر میں ذکرِ مولدِ خیر البشر ہوا — عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا

کیوں کر نہ ہو کہ اُس شہِ والا کا ذکر ہے — جس کا وزیر روحِ قُدُس چرخ پر ہوا

وہ مہرِ اوجِ قُدس وہ شمعِ جمالِ حق — دو ٹکڑے اک اشارہ سے جس کے قمر ہوا

وہ سرورِ زمین و زماں جانِ دو جہاں — دم بھر میں عرش و فرش سے جس کا گزر ہوا

وہ شاہ جس کے سایۂ احساں کے روبرو — شرمندگی سے غرقِ عرق ابرِ تر ہوا

وہ جس کے آستانۂ عُلیا کے سامنے — افسانۂ بہشتِ بریں مختصر ہوا

ہم لوگ کیوں نہ اُس پہ فدا اپنی جاں کریں — جب سجدہ گاہِ حور و ملائک وہ در ہوا

دیوار و در وہاں کے ہوئے خالِ روئے عرش — اور سایہ نورِ دیدۂ اہلِ نظر ہوا

ہے سلسبیل چشمۂ زرقا سے منفعل — طوبیٰ کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا

ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکاں سے — ق — نورِ خدا ہر ایک مکاں سر بسر ہوا

عشقِ نبیؐ جسے ہوا اُسے عشقِ حق سے ہے — احمد میں صاف نورِ احد جلوہ گر ہوا

کچھ خوف مجھ کو تیرگیِ گور کا نہیں — نورِ محبتِ نبوی ساتھ اگر ہوا

ہاں اک نگاہِ بندہ نواز اِدھر بھی ہو — وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ ور ہوا

پہنچے نہ باغِ طیبہ تک افسوس خیرؔ ہم
آئی خزاں ربیع کا موسم بسر ہوا

ہر گل کو باغِ دہر میں کھٹکا ہے خار کا — اُلجھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا
آنکھیں مری وصال میں بھی سوئے در رہیں — خوگر جو ایک عمر سے تھا انتظار کا
جامِ مئے الست کا اللہ رے اثر — ہر ذرہ آفتاب ہے اپنے مزار کا
مشہور میرا عشق ہے ماہی سے ماہ تک — شہرہ ہے ہر طرف جگرِ داغدار کا
اِک نو بہارِ ناز کا کشتہ ہوں عندلیب — کیوں کر نہ جلوہ ہو سرِ مدفن بہار کا

ہم خیرؔ جستجوئے دہن میں فنا ہوئے
ممکن نہیں پتہ ملے اپنے مزار کا

گر لکھوں کچھ حال جوشِ دیدۂ خونبار کا — ہووے ہر ہر لفظ جوئے خوں مرے اشعار کا
دوستو مرقد پہ میرے پھول نرگس کے رکھو — ہوں جو میں کشتہ نگاہِ نرگسِ بیمار کا
واعظو اُس حورِ پیکر پر مرا دل آگیا — نام ہے فردوس جس کے سایۂ دیوار کا
یاالٰہی زلف کا فرِ رخ سے اُن کے دور ہو — میں تو عاشق ہوں صنم کے مصحفِ رخسار کا
پاکدامن کو ضرر ہمسایۂ بد سے نہیں — باغ میں گل کو نہیں کھٹکا ہے مطلق خار کا

دم بخود ہوں خیرؔ کس کس کا گلہ کرتا پھروں
یار کا، یا بخت کا، یا چرخِ کج رفتار کا

دیکھ کر جوشِ دیدۂ تر کا — شور جاتا رہا سمندر کا
پانی پانی کریں گے ابر کو ہم — جوش ہے آج دیدۂ تر کا
تشنہ کاموں کو کر دیا سیراب — حوصلہ دیکھو آبِ خنجر کا
آبِ حیواں کا تشنہ کام نہیں — ہوں پیاسا میں آبِ خنجر کا
چشمِ فتاں نے کر دیا بے خود — نہیں محتاج اب میں ساغر کا
سیرِ نرگس سے کیا غرض ہے مجھے — ہوں میں بیمارِ چشمِ کافر کا
کیوں ہجومِ بلا نہ ہو اُس پر — جس کو سودا ہو زلفِ کافر کا
ہو گیا پھر مریض کا بھی حال — وہ مسیحا جو پاس سے سر کا

یادِ مژگاں جو یہاں تھی وہی مدفن میں رہی — قبر میں بھی خلشِ خار نے سونے نہ دیا
آ گیا ناک میں صیاد کا دم جب اُس کو — نالۂ مرغ گرفتار نے سونے نہ دیا
واہ رے بخت سیہ روزِ وصالِ مہ رُو
خیرؔ کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا

غیر آتشِ فرقت سے جو جل جائے تو اچھا — حسرت دلِ سوزاں کی نکل جائے تو اچھا
صورت ترے ملنے کی تو ملتی نہیں کوئی — تصویر سے اب دل جو بہل جائے تو اچھا
دم ناک میں ہے میرا کہ تو مجھ سے خفا ہے — جھگڑا چُھٹے دم میرا نکل جائے تو اچھا
کہتا ہے مجھے دیکھ کر اعدا سے پری رُو — محفل سے یہ دیوانہ نکل جائے تو اچھا
عشاق سے نفرت، تجھے اغیار سے اُلفت — یہ طبع جو اے شوخ بدل جائے تو اچھا
مرنا شبِ فرقت میں تو اچھا نہیں اے خیرؔ
گر وصل کی شب جان نکل جائے تو اچھا

مائلِ گیسوئے رسا ہو گیا — میرے لئے دل ہی بلا ہو گیا
سامنے اُس ابروئے خمدار کے — ماہِ نو انگشت نما ہو گیا
زندہ کیا خلق کو رفتار سے — مُردے اُٹھے حشر بپا ہو گیا
کرتے ہو سودا زدہ سے گفتگو — حضرتِ ناصح تمہیں کیا ہو گیا
غیر کا کچھ میں نے کیا تھا گلہ — اِس لئے بے مہر خفا ہو گیا
مثلِ کتاں سینہ ہے جس دن سے خیرؔ
شیفتۂ ماہِ لقا ہو گیا

وہ ماہ لقا خیرؔ کو کیونکر نہ ملے گا — اُس کا نہیں تو غیر کا کیا گھر نہ ملے گا
تیرا سا دلِ سخت ستمگر نہ ملے گا — اے سنگدل ایسا کوئی پتھر نہ ملے گا
اُمیدِ اثر نالۂ و فریاد میں کیسی — جُز رنج تجھے اے دلِ مضطر نہ ملے گا
پامال خرامِ بُتِ بدمست کو اے خیرؔ
آرام تہِ خاک بھی دم بھر نہ ملے گا

پیمانہ مری عمر کا بھر جائے گا ساقی — گر ابر میں مجھ مست کو ساغر نہ ملے گا
کتنا ہی گھٹے یا بڑھے یا ہوئے برابر — اِس قد سے ترے قدِ صنوبر نہ ملے گا

خورشید فلک پر یہی کہتا ہے مکرر
مانندِ عمر، خیر کو رہبر نہ ملے گا

اہلِ دل آئینۂ حسنِ خداداد ہیں سب
محوِ حیرت کدۂ عالمِ ایجاد ہیں سب

چشم، ابرو، مژہ، آمادۂ بیداد ہیں سب
کمریں قتل پہ باندھے ہوئے جلاد ہیں سب

زندگی سے متنفر ترے ناشاد ہیں سب
آرزو مندِ دمِ خنجرِ فولاد ہیں سب

نمل خطِ سیہ و گوشۂ دامانِ رُخ و زلف
سورتیں مصحفِ عارض کی ہیں یاد ہیں سب

شکل محراب ہیں اُس ابروئے خمدار کی ہے
اہلِ دل شاد ہیں سب، مسجدیں آباد ہیں سب

عاشق اس ماہ کے معشوقِ جہاں ہوتے ہیں
میرے یوسف کے طلبگار پریزاد ہیں سب

قیدِ عالم سے ہیں وارستہ ترے دیوانے
صورتِ سروِ چمن دہر میں آزاد ہیں سب

باہمہ[1] بے ہمہ رہتے ہیں گرفتار ترے
صورتِ سروِ چمن دہر میں آزاد ہیں سب

کون سے بلبلِ وارستہ کا ہے قصدِ شکار
کیوں کمیں گاہ میں بیٹھے ہوئے صیاد ہیں سب

داغ ہے تیری غلامی کا جبینِ مہ پر
سرو و شمشاد ترے بندۂ آزاد ہیں سب

اہلِ بینش ہیں فقط تاجورِ ملکِ وجود
غافل اے خیر مقیمِ عدم آباد ہیں سب

وہ آئے گا سرِ مدفن ضرور آپ سے آپ
اثر دکھائے گا تعویذِ گور، آپ سے آپ

مگر عدم میں ملیں گے ضرور، آپ سے آپ
پلِ صراط سے ہوگا عبور، آپ سے آپ

جب آفتابِ قیامت وہ نقشِ پا ٹھہرا
کہیں گے چال کو شورِ نشور، آپ سے آپ

نہیں ہے رنگِ ثبات اے فلک ترے رُخ پر
یہ نقشہ بگڑے گا اک دن ضرور، آپ سے آپ

خطا ہوئی جو دیا میں نے تم کو دل اپنا
ہوں معترف میں سراپا قصور، آپ سے آپ

تلون اُس گلِ رعنا کا آفتِ جاں ہے
کبھی ہے لطف کبھی ہے غرور، آپ سے آپ

جو دل دیا تو لیا ناصحوں کا کیا میں نے
ملول مجھ سے ہیں یہ بے شعور، آپ سے آپ

جنونِ عشق میں سرزد ہوئے ہیں اے واعظ
معاف ہوں گے ہمارے قصور، آپ سے آپ

نہ انتظار، نہ وعدہ، نہ وصل کی اُمید
ہے بے قرار دلِ ناصبور، آپ سے آپ

ہماری مدح کا اے خیر تو نہیں محتاج
تجھے ہے نظم پہ اپنی غرور، آپ سے آپ

---

[1] باہمہ بے ہمہ اشارہ ہے "خلوت در انجمن" کی طرف جو اصولِ ہشتگانہ میں سے ایک اصل ہے۔

جو دل سے پردۂ غفلت ہو دُور آپ سے آپ ہو نقدِ وقت دوامِ حضور، آپ سے آپ
کھلے گا داغِ محبت ضرور، آپ سے آپ اُس آفتاب کا ہوگا ظہور، آپ سے آپ
خدا جو چاہے تو روشن ہو گور، آپ سے آپ مری لحد پہ جلے شمعِ نُور، آپ سے آپ
ہمارا مزرعِ دل تو نہیں ہے لائقِ نذر مگر قبول کرے برقِ طور، آپ سے آپ
ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن ہے تیرے ذکر میں دل کو سرُور، آپ سے آپ
بسانِ سایۂ دیوار تیرے کوچہ میں نہ ہونگے ہم درِ دولت سے دُور، آپ سے آپ
حبیبِ حضرتِ موسیٰؑ، محبِ احمدؐ ہے اُحد کو ڈھونڈتی ہے برقِ طُور، آپ سے آپ
عدم میں کون سے آئینہ رُو کو دیکھا ہے کہ دم بخود ہیں سب اہلِ قبور، آپ سے آپ
محبتِ حرم و دیر میں برہمن و شیخ ہوئے ہیں منزلِ مقصد سے دُور، آپ سے آپ

یہ گھر چراغِ فیوضِ عمرؓ سے روشن ہے
نہیں ہے خیرؔ کے سینہ میں نُور، آپ سے آپ

وہ نرگسِ خونریز سے کرتے تھے اشارات تھا بزم میں دَورِ مئے سرجوشِ فنا رات
تقریر ہے مُغلق تری اے چشمِ سخن گو حل شرحِ مژہ سے ہے مگر متنِ "اشارات"
مقصُود سماع اور مناجات سے ہے ایک ہر چند کہ ہیں مختلف اللفظ عبارات
تھا بندہ نوازی پہ ہمارا شہِ خُوباں تھی بر سرِ تاثیر دُعائے فقرا رات
اُس نرگسِ خونریز کے سب طور تھے مے میں تھا بزم میں دَورِ مئے سرجوشِ فنا رات
بے منتِ سازو مے و ساقی و مغنّی غم خوار عجب لطفِ خدا ساز ہوا رات
لائی تھی مرے گھر اسے میری کشش دل اور شوق نے وا کر دیئے تھے بندِ قبا رات

اے خیرؔ نہیں وعدۂ دیدار بھی اس میں
کیوں حشر کے دن سے نہ ہو فرقت کی سوا رات

فلک کو چرخ آیا بلبلِ جاں کے نشیمن پر مَلک کو رشک آیا آخر اس طائر کے مسکن پر
بہار آئی ہے جوبن ہے گُل و شمشاد و سوسن پر جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر
چمن کے خار و خس بھی مثلِ گُل آئے ہیں جوبن پر جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر
کیا ہے ابرِ غم نے لالہ زارِ سینہ کو گلخن جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر
خدارا اب تو چل کر ساقیا کر شمعِ مے روشن جمایا ہے گھٹا نے خوب اپنا رنگ گلشن پر

گلوں کو بھول جائے دیکھ لے بلبل اگر ان کو — شبِ فرقت وہ ہم نے پھول کاڑھے اپنے دامن پر

وہ ننگِ آفرینش ہوں کہ سب کو عار ہے مجھ سے — گراں ہوں فی الحقیقت خاطرِ شیخ و برہمن پر

غزل اب دوسری اے خیرؔ لکھ کوکب کی خاطر سے

صفائی میں جو رکھتی ہو شرف ہیرے کی معدن پر

سحابِ لطفِ حق ہے سایہ گستر میرے گلشن پہ — یہ برقِ طور ہے گرتی ہے جو میرے نشیمن پر

فروغِ حُسنِ سیرت چاہیے صورت سے کیا حاصل — نظر اہلِ حقیقت کی نہیں آرائشِ تن پر

ترا نقشِ کفِ پا رُو کشِ خورشیدِ تاباں ہے — ترے در کے گدا کو ہے شرف داراب و بہمن پر

ہوا میں زندۂ جاوید اسی کے دم سے اے قاتل — بڑا احساں تری تلوار کا ہے میری گردن پر

خضرؑ کو چشمۂ حیواں ملا، ہالہ میں ماہ آیا — نموئے خط ہوا حرف آگیا رُخسارِ روشن پر

طلبگار اُس کے کیا نظروں میں لائیں دین و دنیا کو — فدا ہے دونوں عالم کا جہاں اُس گل کے جوبن پر

تجھے ناصح غرض کیا ہاتھ میرے پیرہن میرا — کسی کا زور چلتا ہے ہمارے جیب و دامن پر

ادھر ہے تو ادھر آ دیکھ تاثیر فغاں لیلیٰ — جرس بھی وجد کرتا ہے ترے مجنوں کے شیون پر

مشامِ جاں میں بوئے درد و غم لازم ہے اے غافل — قبائے عشق سے زیبا کوئی جامہ نہیں تن پر

جو اہلِ ضبط ہیں کب قیس کی تقلید کرتے ہیں — نہیں دیوانہ پن موقوف چاک جیب و دامن پر

ہوا اللہ اکبر خیرؔ مدفوں کوئے جاناں میں

بجا ہے خضر کو بھی رشک کرنا ایسے مدفن پر

خط کا جواب لایا نہیں نامہ بر ہنوز — پایا نہیں ہے کوچۂ دلبر مگر ہنوز

اللہ رے سادگی تری اے دشمنوں کے دوست — اعدار کی دشمنی سے بھی ہے بے خبر ہنوز

کعبہ میں جا کے شیخ سے بیعت بھی کی دلے — جاتا نہیں خیالِ بُتِ سیم بر ہنوز

اعدار سے پوچھتے ہیں کہ کیا خیرؔ مر گیا

گویا ہیں میرے قتل سے وہ بے خبر ہنوز

جنبشِ تیغ نگہ سے تری حاصل قاتل ؎ — تیغ ابرو ہی نہیں کرگئی بسمل قاتل

؎ حضرت سیدی الوالد نے ایک دن یہ شعر پڑھ کر فرمایا: ہم نے اپنی یہ غزل اپنے حضرت والد صاحب کے سامنے پڑھی اس وقت مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا حاجی امداد اللہ بھی موجود تھے۔ حاجی صاحب کو ہماری غزل بہت پسند آئی [illegible] ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ؎ یہ غزل آپ نے اپنے ماموں صاحب کے کہنے سے کہی ہے [illegible] پر گزر چکا ہے۔ آپ کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔

زُلف چہرے سے اُٹھا اے بہ کمال قاتل — مرتے دم تو ہو نظارا ترا حاصل قاتل
نہیں آتا کبھی بھولے سے بھی اُلفت کا خیال — سخت پتھر سے زیادہ ہے ترا دل قاتل
نہ وہ خوبی ہے نہ مستی ہے نہ وہ عشوہ گری — کیا تری چشم سے نرگس ہو مقابل قاتل
بُوئے گُل بے مزہ و نالۂ بلبل بے جا — تیرا گلشن میں بھلا خاک لگے دل قاتل
دم بہ دم جوشِ جنوں اور ترقی پر ہے — رنگ لائی ہے عجب قیدِ سلاسل قاتل

کیوں نہ ہو گور مری غیرتِ فردوسِ بریں
میرا اے خیؔر ہے اک حُور شمائل قاتل

کیوں نہ سر کاٹ لیں خود خنجرِ خونریز سے ہم — عشق رکھتے ہیں کسی کی مژہ تیز سے ہم
کوئی میخانہ میں ہم سا بھی تنک ظرف نہیں — مست بن جاتے ہیں اک ساغرِ لبریز سے ہم
رسم اس ظلم کی اس عہد میں پھر تازہ ہوئی — ورنہ واقف نہ تھے کچھ فتنۂ چنگیز سے ہم

خیر فرقت میں ہم اب عمر بسر کرتے ہیں
غمِ اُلفت کی دوا کرتے ہیں پرہیز سے ہم

ہمارے گُل میں سوا بُو کے کوئی رنگ نہیں — غزال چین ہے وہ شاہدِ فرنگ نہیں
تمہارے رُوئے منور کے سامنے اے دوست — ذرا بھی چاند کے چہرے پہ آب و رنگ نہیں
ہے عرش و فرش سب آئینہ دارِ پرتوِ یار — فروغِ عکس سے وہ کون ہے جو دنگ نہیں
ہے تیرے جلوے سے آئینہ خانہ کون و مکاں — وہ کون ہے ترا منہ دیکھ کر جو دنگ نہیں
مقابل اس قد و عارض کے ہو نہیں سکتے — ہے سرو لنگ و رُخِ گل پہ آب و رنگ نہیں
عجب نہیں ہے جو بعضے جماد کو ادراک — ہو آدمی کی طرح گو یہ رنگ ڈھنگ نہیں
جو روئے ہجرِ نبی میں نہیں ہے چوب وہ چوب[1] — کرے جو آپ سے باتیں وہ سنگ سنگ نہیں

یہ سب جمال ہے خیر اُس جمیلِ مطلق کا
چمن میں بُو نہیں اور میکدے میں رنگ نہیں

شکستِ رنگ سے اُلفت میں ہم کو ننگ نہیں — ہے بند و بستِ محبت شکستِ رنگ نہیں

---

[1] امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اُستنِ حنّانہ کے واقعہ کو روایت کیا ہے کہ یہ ستون بلند آواز سے رویا اور پھر آپ کے تشریف لے جانے پر خاموش ہوا۔ اور سنگ ریزوں کی تسبیح کرنی اور آپ کی رسالت کی گواہی دینے کے واقعہ کو خصائص کبریٰ میں سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

قتیلِ ابروئے خوش خم نہ کیسے عالم ہو | یہ وہ کماں ہے جو منت کشِ خدنگ نہیں
نئی شفق اُفقِ چرخِ حُسن پر ہے عیاں | کفِ نگار میں ظاہر حنا کا رنگ نہیں
تبسم اس میں کرے فرض "قسمتِ وہمی" | وہ "جزو فرد" تمہارا دہانِ تنگ نہیں
وہ بوالہوس ہے جو دلدادہ بے قرار نہ ہو | پسندِ دل نہیں دلبر جو شوخ و شنگ نہیں
بسانِ قیس ہوں آوارہ ہم، خدا نہ کرے | فضائے کوچۂ دلدار ہم کو تنگ نہیں

وہ رشکِ زہرہ نہیں ہے جو خیر پہلو میں
نشاط بخش صدائے رباب و چنگ نہیں

تصورِ میکشی میں نرگسِ مے گوں کا کرتے ہیں | پیالہ عمر کا ہم اپنی ساقی آپ بھرتے ہیں
کبھی مر مر کے جیتے ہیں کبھی جی جی کے مرتے ہیں | نہ پوچھو کس طرح ایامِ فرقت کے گذرتے ہیں
ہم اپنے غنچہ ہائے زخمِ دل میں مشک بھرتے ہیں | علاجِ عشقِ زلفِ مشک بُو اس طرح کرتے ہیں
کہوں کیا کشورِ الفت کی میں نیرنگیاں ہے ہے | اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ مرتے ہیں
انھیں عادت ہے ناصح کوئے رسوائی میں رہنے کی | ترے حرفِ ملامت سے کوئی عشاق ڈرتے ہیں
قیامت ہیں ادائیں قہر سب انداز ہیں اُن کے | دلِ عشاق کٹتے ہیں حسیں جس دم نکھرتے ہیں
مزا بیماریٔ اُلفت میں صحت سے زیادہ ہے | دوا سے تیری ہم اے چارہ گر پرہیز کرتے ہیں

نشانِ منزلِ مقصود سے واقف وہی ہیں خیر
طوافِ کعبۂ دل روز و شب جو لوگ کرتے ہیں

بسکہ دشوار ہے اے خیر سلوکِ رہِ عشق | پہلی منزل میں یہاں سر کو قلم کرتے ہیں

✣ ✣ ✣

ربط ہم شاہد و ساقی سے سدا رکھتے ہیں | پیر ہو کر بھی جوانی کا نشہ رکھتے ہیں
کعبہ و دَیر سے کیا کام بھلا رکھتے ہیں | اہلِ دل مذہب و آئین جدا رکھتے ہیں
دمِ عیسیٰ جو لب روح فزا رکھتے ہیں | افعی زلف بھی اعجازِ عصا رکھتے ہیں
تیری پیماں شکنی تجھ کو سُنا رکھتے ہیں | "سہو کو تیرے تجھے یاد دلا رکھتے ہیں"
دل کے لینے میں جو کچھ عہد کئے تھے ہم سے | سہو کو تیرے تجھے یاد دلا رکھتے ہیں
دیکھئے عالمِ دیوانگیٔ عشق کی سیر | ہم پری زادوں سے اُمید وفا رکھتے ہیں
قیس و فرہاد کو کہتے ہیں جہاں بازی گر | قدم اُس دشت میں ہم آبلہ پا رکھتے ہیں

زخمیٔ تیرِ مژہ سے کوئی پوچھے ناصح
کس طرح کالبِ سوفار مزار رکھتے ہیں

کشتۂ تیغِ محبت کو ہو صد گونہ نوید
عجب انوار مزارِ شہدا رکھتے ہیں

مئے دیدار نے ساقی ہمیں بے ہوش کیا
جلوۂ طور کا آنکھوں میں نشہ رکھتے ہیں

رُخِ دل قبلۂ ابرو کی طرف رہتا ہے
دل نہیں رکھتے ہیں ہم قبلہ نما رکھتے ہیں

دیکھ کر اے شہِ خوباں یہ نزاکت تیری
گل و نسرین و سمن ذوقِ ثنا رکھتے ہیں

مرحبا دردِ زبانِ دہنِ سوسن ہے
لبِ گل زمزمۂ صلِّ علیٰ رکھتے ہیں

پاسِ ناموسِ محبت ہے فقط خیر ہمیں
ورنہ ہم چشمِ تر و آہ رسا رکھتے ہیں

جب کہتے وہ مجھ سے کہ ہو اضطراب میں
کیا اضطراب ہوتا ہے فکرِ جواب میں

روشن فروغِ جلوے سے دلوں کو کر
ساقی شراب بھر قدحِ آفتاب میں

کہتا ہے روز ابر میں مجھ سے وہ مہروش
بے پردگی سے لُطف فزوں ہو حجاب میں

کس مُنہ سے تیرے مُنہ کے مقابل کہیں اسے
اک ذرہ تیرا حُسن نہیں آفتاب میں

کرتے ہیں یاد ہم تجھے رہ رہ کے ماہرو
اللہ رے اضطراب شبِ ماہتاب میں

ساقی ہے ماہتاب و قدح آفتاب ہے
لو نسترین جمع ہیں بزمِ شراب میں

بُت ہو، خدا نہیں ہو، خدا سے ذرا ڈرو
کیسی جفائیں کرتے ہو ہم پر عتاب میں

اللہ رے بختِ خفتۂ خیر ایک عمر میں
اعدا کے ساتھ رات کو آئے وہ خواب میں

رکھے نہ عمر بھر کبھی اندر چمن کے پاؤں
بُلبل جو دیکھ پائے مرے گلبدن کے پاؤں

ہوتے ہیں لاکھوں فتنۂ محشر نما بپا
آتے ہیں جب خرام میں نازک بدن کے پاؤں

اس پر خیالِ ہمسریٔ "رشکِ سرو" ہو
رُخ ہے، نہ ہاتھ اور نہ سروِ چمن کے پاؤں

رنجِ جہاں سے کر دیا آزاد دے کے دل
کیوں کر پڑوں نہ دلبرِ نازک فگن کے پاؤں

دیکھا ہے کیا ترے قدِ رعنا کو سرو قد
رکھتی نہیں ہے قمری جو اندر چمن کے پاؤں

خوابیدہ بخت کا نہ رہے پھر گلہ مجھے
گر خواب میں بھی چُوم لوں اس سیم تن کے پاؤں

ہاتھ آتے ہیں مجھے جو مضامین بلندیوں
کیا عرش پر ہیں میرے سمندِ سخن کے پاؤں

ہے آرزوئے خیر کہ سر پر رہیں مُدام

شاہ سعید[1] قبلۂ اہلِ زمن کے پاؤں

خوشبو کہیں زیادہ ہے عنبر سے خال میں
کی شاعروں نے کیسی خطا اس مثال میں

رہتا ہے غرق زلفِ سیہ کے خیال میں
میں تیرہ بخت ہائے پڑا کس وبال میں

ہے روز بھی مرا شبِ تاریک سے سیاہ
ہوں جب سے محو زلفِ سیہ کے خیال میں

شبنم نہیں ہے، عارضِ گل رُو کو دیکھ کر
ڈوبے ہوئے ہیں گُل عرقِ انفعال میں

میں اور نقدِ جاں نہ کروں نذر یار کی
پر مجھ کو اتنا ہوش کہاں تھا وصال میں

دل پس گیا کسی کا. کوئی زندہ ہو گیا
برپا ہے شورِ حشر صنم تیری چال میں

اُلفت اگر نہیں کسی مہ کی اُسے تو کیوں
کاہیدگی ہے صاف نمایاں ہلال میں

آخر کسی طرح تو شبِ وصل کچھ بڑھے
ذکرِ شبِ فراق کریں گے وصال میں

دامن نہ چھوڑ خیرؔ عمر[2] کا کبھی کہ وہ
خورشیدِ نیم روز ہے چرخِ کمال میں

خلق پامال صنم کب تری ٹھوکر میں نہیں
یہ قیامت کبھی ہنگامۂ محشر میں نہیں

خونِ دل اپنا شب و روز پیا کرتا ہوں
بادۂ غم کے سوا کچھ مرے ساغر میں نہیں

رونق افروز ہے وہ خانۂ دل میں ہر دم
کونسا وقت ہے جو یار مرے گھر میں نہیں

خضر کی راہنمائی میں نہیں شک لیکن
کیا کریں آبِ بقا بختِ سکندر میں نہیں

بوالہوس وادیٔ اُلفت میں نہ آرام کو ڈھونڈ
لشکرِ غم کے سوا عشق کے کشور میں نہیں

بادۂ غم ہی سے سرشار ہوں بیخود ہوں میں
نہ سہی گرمیٔ عشرت مرے ساغر میں نہیں

صندلی رنگوں سے کیوں گاڑھی چھنا کرتی ہے
دردِ اُلفت اگر اے خیرؔ ترے سر میں نہیں

جب تک تجھے نہ دیکھے سرورِ نظر نہ ہو
اے نورِ چشم آنکھ میں نورِ نظر نہ ہو

جس کو طلسم بند کرے حسنِ رُوئے دوست
کھولے وہ آنکھ بھی تو ظہورِ نظر نہ ہو

ہو چشم کھولتے ہی بصیرت کی آنکھ بند
جب تک حضورِ دل ہو حضورِ نظر نہ ہو

جس پر نگاہ اپنی پڑے، ہے وہ منتخب
اپنی نظر نہ ہو جو غرورِ نظر نہ ہو

---

[1] شاہ سعید سے مراد آپ کے جدِ امجد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ ہیں۔
[2] عمر سے مراد آپ کے والدِ بزرگوار حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہ ہیں۔

سیرِ[1] قدم کا ذکر نہیں کوئے یار میں — یہ وہ گلی ہے جس میں عبورِ نظر نہ ہو
ہیں چشم و دل تصوّرِ جاناں سے بہرہ مند — پیشِ نظر نہیں جو وہ نُورِ نظر نہ ہو

محروم ہم جو دولتِ دیدار سے رہے
اے خیر باعث اس کا قصورِ نظر نہ ہو

گنجینۂ مُراد سے دل بہرہ ور نہ ہو — جب تک نیازِ شام و دُعائے سحر نہ ہو
پیرِ مغاں کی چشمِ عنایت اگر نہ ہو — مقبُول کچھ دعا و نیازِ سحر نہ ہو
جب تک وہ آفتاب یہاں جلوہ گر رہے — روشن ہماری بزم میں شمعِ سحر نہ ہو
دل سے پسند ہے مجھے زُلفِ درازِ یار — وہ شام چاہیئے مجھے جس کی سحر نہ ہو
جب تک نہاں ہے یار نمایاں ہے آفتاب — اُلٹے نقاب وہ تو ظہورِ سحر نہ ہو
بیت الحزن میں آ نہ سکے بوئے پیرہن — ہم پر جو مہربان نسیمِ سحر نہ ہو

پیرِ مغاں کے قول پر اے خیر کر عمل
غافل صبوح[2] سے کبھی وقتِ سحر نہ ہو

چشمِ بیمار کا اے دل کبھی بیمار نہ ہو — حلقۂ چشم میں زنہار گرفتار نہ ہو
دیکھ اے خیر کبھی طالبِ دیدار نہ ہو — مثلِ نرگس کہیں تجھ کو بھی کچھ آزار نہ ہو
اے جنوں دشت نوردی کے نہیں ہم قائل — خوں میں آلودہ اگر دامنِ کہسار نہ ہو

بے طرح دل جو ترا آج ہے بیکل اے خیر
کہیں سینہ میں ترے تیر کا سُوفار نہ ہو

یہاں تک آتشِ غم نے جلایا ہے مرے تن کو — کہ اک عالم گماں کرتا ہے گلخن میرے مدفن کو
صفِ مژگاں نے ایسی زخم کاری کی کہ اے ہمدم — لبِ تر زخم دیتے ہیں دعا اُس ناوک افگن کو
کھلیں باغِ جہاں میں یہ شگوفے ظلم کے ہر دم — خدا سرسبز رکھے اے ستمگر تیرے گلشن کو
یہ قد بوٹا سا اور یہ نیم خواب آنکھیں کہاں اس میں — بہارِ باغ کیا پہنچے گی اے گل تیرے جوبن کو
عبث مصروفِ فکرِ بخیہ سب احباب ہوتے ہیں — بھلا دستِ جنوں کب چھوڑتا ہے میرے دامن کو
قبا ہوگا نہ جامہ پاکدامنوں کی عفت کا — زلیخا چاک کرتی ہے عبث یوسف کے دامن کو

---

[1] سلوک نقشبندیہ مجددیہ میں دائرۂ حقیقتِ صلاۃ کے اخیر تک کے عروج کو سیرِ قدمی اور اس کے بعد کے عروج کو سیرِ نظری کہتے ہیں۔
[2] غافل صبوح سے یعنی عبادتِ نیم شبی و ذکرِ شریف سحر سے

غزل وصف دُرِ دنداں میں اب منظوم کرتا ہوں
ملاتا خاک میں ہوں خیر میں ہیرے کے معدن کو

تعجب کیا جو اس کو کھینچ لائے جذب دل میرا
کہ مقناطیس جذب اپنی طرف کرتا ہے آہن کو

جو روشن طبع ہیں کیا ان کو ڈر ہے تیرہ طبعوں سے
مکدّر کر نہیں سکتی ہے شب خورشید روشن کو

مضامینِ رُخِ پُر نور کا ہر دم تفکّر ہے
منوّر کر رہا ہوں خیر اپنی طبعِ روشن کو

تھیں جو یوں مصروف شغلِ لالہ کاری رات کو
منتظر کس گُل کی تھیں آنکھیں ہماری رات کو

ہوتی ہے دن سے فزوں تر بے قراری رات کو
اِس لئے کرتے ہیں عاشق آہ و زاری رات کو

تیری فرقت میں مرا ہے شغل اے آرام جاں
دم شماری دن کو اور اختر شماری رات کو

اور تاریکیِ شبِ یلدا کی افزوں ہو گئی
یاد آئیں جب مجھے زُلفیں تمہاری رات کو

مرتے مرتے آرزوئے مرگ سے میں بچ گیا
تو خیالِ مرگ نے کی غم گُساری رات کو

جلوہ گر شب کو ہوا کرتا ہے اِک خورشید رُو
روزِ روشن چاہیئے کہنا ہماری رات کو

ایک وہ دن تھے کہ اپنا مشغلہ تھا ہم نفس
دن کو سیرِ باغ و گل اور بادہ خواری رات کو

یا یہ چرخِ دوں نے دن پھیرے کہ اپنا کام اب
ق
اشک باری دن کو ہے اور آہ و زاری رات کو

یار کی صورت سمائی تھی دلِ دیوانہ میں
خیر شیشہ میں پری ہم نے اُتاری رات کو

تُو نے برگشتہ یار جب کی آنکھ
پھر گئی ہائے ہم سے سب کی آنکھ

اِک نظر میں بُھلا دیا سب کو
قہر کی ہے نگہ غضب کی آنکھ

میں کہاں اور خیالِ وصل کہاں
تو نے برگشتہ بے سبب کی آنکھ

دل رُبائی میں دونوں کامل ہیں
چشمِ الطاف اور غضب کی آنکھ

سچ بتا مجھ کو اے مرے طالع
تو نے برگشتہ مجھ سے کب کی آنکھ

خانۂ چشم میں تو آ میرے
اِس تمنا میں وا ہے کب کی آنکھ

او مسیحا نہ لی خبر تُو نے
مُند گئی تیرے جاں بلب کی آنکھ

نورِ حق سے نہ چشمِ روشن کی
بے بصارت تھی بولہب کی آنکھ

کُحلِ مازاغ سے مکحّل تھی
خیر اُس نیّرِ عرب کی آنکھ

ہر کرو مر سے کج ادائی ہے — ختم اِس بت پہ بے وفائی ہے
دانۂ خالِ رُخ ہے مدِّ نظر — طائرِ دل کی شامت آئی ہے
یادِ گُل میں ہے جُوئے خوں جاری — چشم خونبار رنگ لائی ہے
نگِہ مست میں وہ بات نہیں — آنکھ دشمن سے کیا لڑائی ہے
طولِ شب ہائے غم میں ہے راحت — زُلفِ شب رنگ جب بھائی ہے
رونق افزائے باغ ہے گل رُو — گُل و بُلبل کی اب بن آئی ہے
دل لگی کے گذر چکے ایّام — جان پر اب تو نوبت آئی ہے
حُسن نے مُلکِ دل کیا تاراج — حضرتِ عشق کی دُہائی ہے

مدد اے جذبِ عشقِ احمدؐ پاک
خیبر کو شوقِ جبہ سائی ہے

جب وہ آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے — دل کو میرے خفقاں ہوتا ہے
جلوہ گر یار کہاں ہوتا ہے — دل کو لیکن کبھی ہاں ہوتا ہے
پردۂ چشم سے چھپ کے وہ شوخ — دلِ عاشق میں عیاں ہوتا ہے
رُوئے انور پہ نمو ہے خط کا — اَبر میں ماہ نہاں ہوتا ہے
نہ سنوارو نہ سنوارو زُلفیں — مضطرب طائرِ جاں ہوتا ہے
نہ چل اے فتنہ گر اس ٹھاٹھ سے تُو — دیکھ پامال جہاں ہوتا ہے
صرف جاں پر نہیں ظلمِ اُلفت — دل بھی بیتاب و تواں ہوتا ہے
شوقِ دیدار ہے کیا نزع میں بھی؟ — دم جو آنکھوں سے رواں ہوتا ہے
خیبر کا حال تری فرقت میں! — کیا کہوں کیا مری جاں ہوتا ہے
سینہ میں ہوتے ہیں ٹکڑے دل کے — دیدہ خونابہ فشاں ہوتا ہے

خیبر پی لے مئے مرد افگنِ عشق
پیر بھی اِس سے جواں ہوتا ہے

جو عشق ترا اے مہِ کامل نہیں رکھتے — افسوس کسی کام کا وہ دل نہیں رکھتے
تاروں کا تو کیا ذکر مہ و مہر بھی اے دوست — کچھ نُور ترے رُخ کے مقابل نہیں رکھتے
ہو سَر میں ہمارے ترا سودائے محبت — کچھ اس کے سِوا آرزوے دل نہیں رکھتے

کیا منہ ہے جو ہم نعرہ سرائے اَرِنی ہوں — آنکھیں ترے دیدار کے قابل نہیں رکھتے
دیوانے ہیں ہم حُسنِ خداداد کے قائل — پابستگیٔ ناقہ و محمل نہیں رکھتے

اے خیرؔ ہیں ہم کشتۂ شمشیرِ تغافل
دل میں ہوسِ خنجرِ قاتل نہیں رکھتے

لے لیتے ہو دل کو دوست بن کے — اُستاد ہو تم بھی اپنے فن کے
کیا لے کے کریں وہ گُل چمن کے — عاشق ہوں جو بُوئے پیرہن کے
بے وصل و فراق زندگی کیا — یہ ہیں گُل و خار اِس چمن کے
گھبراتے نہیں وہ قیدِ غم سے — قیدی ہیں جو زُلفِ پُرشکن کے
میں ہی نہیں پائمالِ رفتار — ہیں کبک بھی کُشتہ اس چلن کے
یہ کون ہوا ہے جلوہ فرما — ہوش اُڑ گئے شیخ و برہمن کے
کیا عشق میں شکوہ رنج و غم کا — یہ پھول ہیں اے دل اس چمن کے

مدت سے خراب ہو سفر میں
اے خیرؔ چلو طرف وطن کے

کرو آرام کوئی دم ذرا سی رات باقی ہے — بہت تھوڑی سی فرصت قبلۂ حاجات باقی ہے
دہانِ یار ناپیدا ہے لیکن بات باقی ہے — ہنوز اس نفی میں کچھ شستۂ اثبات باقی ہے
نہ دَورِ چرخ دائم ہے نہ دن نے رات باقی ہے — غرض فانی ہے سب کچھ اک خدا کی ذات باقی ہے
گئے وہ دن کہ شوقِ وصل و بیمِ ہجر تھا دل میں — فقط سینہ میں اب تو حسرتِ مافات باقی ہے
کرے گا عشق نذرِ حُسن اجزائے جگر اک دن — جواہر پارۂ دل کی ابھی سوغات باقی ہے

ملے گا درِ طلسمِ حُسنِ رُخ کا ملکِ کاکل میں
ابھی اے خیرؔ سیرِ کشورِ ظلمات باقی ہے

نہ ہو وہ گُل تو اسبابِ طرب بیکار ہوتا ہے — بہار آنکھوں میں ہوتی ہے خزاں گُل خار ہوتا ہے
"فراقِ یار میں دل عیش سے بیزار ہوتا ہے" — خیالِ ساقی و مطرب بھی دل پر بار ہوتا ہے
کلیجہ منہ کو آتا ہے مے و ساقی کی صورت سے — فراقِ یار میں دل عیش سے بیزار ہوتا ہے
یہی اے دشمنِ اہلِ وفا شرطِ محبت تھی — عداوت دوستوں سے دشمنوں سے پیار ہوتا ہے
تری آنکھوں کی اُلفت میں بسانِ آہو و نرگس — کوئی دیوانہ ہوتا ہے، کوئی بیمار ہوتا ہے

کسی کو عشقِ کامل ہے کسی کو الفتِ رُخ ہے　　کوئی ہوتا ہے کافر اور کوئی دیندار ہوتا ہے

یہ سب نیرنگیاں ہیں ایک تارِ موئے کاکل کی
حرم میں خیر سبحہ ' دَیر میں زنّار ہوتا ہے

میرے بھی دردِ دل کی دوا اے خدا ملے　　وہ کوچہ جس کا نام ہے دارالشفا ملے
رستہ میں سنگِ راہ نہیں نقشِ پا نہیں　　کیا کاروانِ عمر کا ہم کو پتا ملے
بُوئے وفا جہان میں کافور ہو گئی　　جتنے ہمیں حسین ملے ' بے وفا ملے
بحرِ محیطِ اشک کا پوچھوں میں جزر و مد　　دریائے عشق کا جو کوئی آشنا ملے
"دَور" شراب میں ہے "تسلسل" مجھے پسند　　پیہم قدح شراب کا اے ساقیا ملے
مجھ رند کو ہو بیعتِ دستِ سبو نصیب　　زنجیرِ موجِ مے سے مرا سلسلا ملے
لازم ہے کعبہ میں حجرالاسود اے صنم　　خالِ سیہ کو چاہیئے چہرے پہ جا ملے
فردوس جلوہ گر ہو اگر بیٹھ جایئے　　چلیئے تو شورِ حشر سے آوازِ پا ملے

ہے خیر فرق ظاہر و باطن میں بدنما
رنگِ بدن سے چاہیئے رنگِ قبا ملے

ہر شخص کی مرادِ دل اے مصطفےٰ ملے　　زاہد کو کعبہ ' ہم کو ترا نقشِ پا ملے
ظلِّ ہمائے اوجِ سعادت میں جا ملے　　گر ہم کو سایۂ درِ دولت سرا ملے
کچھ تاجِ سلطنت کی نہیں آرزو مجھے　　مجھ کو شراک آپ کی نعلین کا ملے
ہیں آپ ماہتاب ' ستارے ہیں انبیاء　　تاروں میں شکلِ ماہ کی کیوں کر بھلا ملے
خورشیدِ حشر سے نہیں جھپکے گی اس کی آنکھ　　محشر میں جس کو دامنِ اہلِ عبا ملے
لوحِ دل اُس کا نقشِ دو عالم سے پاک ہو　　جس کو طریقِ خواجۂ[1] مشکل کشا ملے
جامِ جہاں نما ہوں مرے دیدۂ پُر آب　　گر کچھ غبارِ رہ گزرِ مصطفےٰ ملے
اے بادشاہ لطف و کرم عینِ عدل ہے　　اس بندۂ گریختہ کو جو سزا ملے
وہ ہیں گناہ میرے کہ دوزخ کو عار آئے　　مجھ سے سیاہ کار کو گر اس میں جا ملے
ہاں آپ کی شفاعتِ عظمیٰ سے یا نبی!　　اُمید ہے کہ حکم مجھے خُلد کا ملے
مِل جائے خیر دولتِ دنیا و دیں مجھے　　مدفن کو گر بقیع میں تھوڑی سی جا ملے

---

[1] یعنی خواجۂ نقشبند کا مبارک طریقہ۔

جس کوچہ کا نہ خضر کو بھی راستہ ملے
اے خیرؔ اُس گلی کا تجھے کیا پتا ملے

ہو وصلِ یار، ورنہ بلا سے وصال ہو
ملتا نہیں وہ کوچہ تو راہِ فنا ملے

ملتا ہے کس کو کعبۂ دل کے حرم میں بار
یہ قصر یا غِ خلد نہیں جو کُھلا ملے

روحی فداک ساقیٔ میخانۂ الست
مجھ کو بھی جام بادۂ منصور کا ملے

وہ جام جس کے مست شہِ نقشبند ہیں
وہ جام جس سے راہِ فنا و بقا ملے

وہ جام جس کی بُو سے اُڑیں قدسیوں کے ہوش
وہ جام سلسبیل میں جس کا مزا ملے

وہ جام جس سے لالہ و گُل میں ہے رنگ و بُو
وہ جام نیّرین کو جس سے ضیا ملے

وہ جام جس سے خاتمہ بالخیر ہو نصیب
وہ جام جس کی بادہ کشی سے خدا ملے

ہمت نہ ہار خیرؔ طریق تلاش میں
کوشش ضرور ہے نہ ملے یار یا ملے

نہ سمجھے جو حقیقت کچھ وفا کی
جفا سے اُس کی کوئی کیا ہو شا کی

بڑی اے خیرؔ یہ تم نے خطا کی
متاعِ جاں جو نذرِ بے وفا کی

قدم بوسی کرے اُس گلبدن کی
یہ قسمت دیکھنا برگِ حنا کی

ہزاروں جیتے ہیں، مرتے ہیں لاکھوں
قیامت چال ہے اس دل رُبا کی

گریبانِ سحر ہو چاک جلدی
شبِ غم ہے الٰہی کس بَلا کی

نہ آیا اُس بُتِ بے درد کو رحم
جبیں چوکھٹ پہ اک مدت گھسا کی

نہیں اب نازنیں دنیا میں تجھ سا
قسم ہے مجھ کو نازِ دل رُبا کی

ملی ہے سایۂ دیوار میں جا
تمنا اب نہیں ظلِّ ہُما کی

شگفتہ غنچہ ہائے دل ہوں جس سے
نہیں نکہت مگر زُلفِ دوتا کی

بہ تبدیلِ قوافی لکھ غزل خیرؔ
دکھا جودت ہمیں طبعِ رسا کی

کہاں طاقت ہے مشتاقو! زباں کی
کرے تعریف شاہِ دوجہاں کی

نظر میں گُل مثالِ خار کھٹکا
جو بُلبُل اُس گُل کے سیر گلستاں کی

درِ گلشن نہ کھولے فصلِ گُل میں
یہ بے رحمی بڑی ہے باغباں کی

نگاہِ نرگسِ مخمور بس ہے
نہیں حاجت شرابِ ارغواں کی

لیا غم مول نقد دل کو کھو کر | خبر ہم کو نہیں سُود و زیاں کی
عدو رُک جائیں شاید روکنے سے | کریں گے منتیں اب پاسباں کی
نہیں اب بار اُس محفل میں ہم کو | خرابی ہے یہ چشمِ خونفشاں کی

جبیں سائی کر اے خیبرِ گنہگار
شفیع المذنبیں کے آستاں کی

اُس شعلہ رُو کو سوزِ دروں کی خبر تو ہے | کچھ آہِ آتشیں میں ہماری اثر تو ہے
دیتا نہیں ہے جام جو ساقی تو غم نہ کھا | اے دل شراب گر نہیں خونِ جگر تو ہے
کیوں جوشِ اضطراب ہے، کیوں فرطِ یاس ہے | اے جانِ مضطرب شبِ غم کی سحر تو ہے
آنکھیں بھی تر ہیں، رنگ بھی ہے زرد، لب بھی خشک | چہرے پہ میرے عشق کا ظاہر اثر تو ہے

اتنا بھی جوشش، خیبر جنوں کا ہے مغتنم
طوفانِ گریہ درپئے دیوار و در تو ہے

گھبراتا ہے ظلموں سے مرا دل کئی دن سے | ہوں اک نگہِ لُطف کا سائل کئی دن سے
سیراب اسے کونسا جانباز کرے گا | ہے تشنۂ خوں خنجرِ قاتل کئی دن سے
پھر سلسلۂ زلف نے دیوانہ بنایا | پھر بھانے لگی قیدِ سلاسل کئی دن سے
ہے جَور میں راحت مجھے اب مہر سے زائد | ہوں چشمِ غضب کا متحمل کئی دن سے
کس مہرِ منوّر کا تصوّر ہے شب و روز | ناقص ہے نظر میں مہِ کامل کئی دن سے
پھر بلبلِ بیتاب کی مانند ہوں نالاں | اِک گُل پہ طبیعت ہوئی مائل کئی دن سے

تو بھی تو ذرا باغ میں ہو خیبر غزل خواں
ہیں زمزمہ پرداز عنادل کئی دن سے

روزنِ گور سے اُس بُت کا نظارا ہو جائے | کاش تُربت پہ مری وہ ستم آرا ہو جائے
اے مہِ نَو ابھی بسمل ہو جہاں دم بھر میں | تیغِ ابرو کا اگر تیری اشارا ہو جائے
سیرِ گلشن کو نہ لے جاؤ مجھے ہم نفسو! | خوف ہے پھر کہیں وحشت نہ دوبارا ہو جائے
ہے عبث چشمِ غضب ہم کو دکھانا ظالم | نگہِ لُطف میں جب کام ہمارا ہو جائے
غیرتِ خلد ہو یہ کلبۂ احزاں میرا | میرے گھر میں جو کبھی وہ چمن آرا ہو جائے
وہ مسیحا تو عیادت کو نہیں آتا خیبر | شربتِ مرگ بس اب تم کو گوارا ہو جائے

کیوں کر سمندِ فکرِ رسا میرا واں تھکے
جس جا صفت میں روحِ امیں کی زباں تھکے

راہِ طلب میں تیری وہاں کارواں تھکے
پر تیری جستجو میں نہ ہم خستہ جاں تھکے

کچھ تو کہو، ہے منزلِ مقصود کتنی دُور
اے رہروانِ ملکِ عدم تم کہاں تھکے

کیا عندلیبِ فکر وہاں ہوئے نغمہ سنج
مدحت میں جس کی بُلبلِ باغِ جناں تھکے

یہ آرزو ہے[1] نام خدا ہو زباں پہ خیر
جس وقت میرا توسنِ عمر رواں تھکے

پامال مجھے کر گئی رفتار کسی کی!
دم بند میرا کر گئی گفتار کسی کی

کیوں فتنۂ خوابیدۂ محشر کو جگائیں
کیوں یاد کریں شوخیٔ رفتار کسی کی

کیوں گوشِ گل و دیدۂ نرگس ہیں کشادہ
گر راہ نہیں دیکھتا گلزار کسی کی

تاثیر سبھی بات میں غمخوار کی لیکن
سنتا نہیں ہرگز وہ دل آزار کسی کی

اغیار ہوئے سوختۂ آتشِ فرقت
ہے کچھ تو رسا آہِ شرربار کسی کی

اچھی نہیں گر میری غزل خیر نہ ہوئے
تحسین کا میں طالب نہیں زنہار کسی کی

اب تو اے مرگ آ کسی تدبیر سے
ناک میں دم ہے تری تاخیر سے

لائیں جاناں کو کسی تدبیر سے
چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں دلگیر سے

جانتے ہیں قتل کو ہم زندگی
عشق ہے ہم کو دمِ شمشیر سے

حرفِ قسمت مٹ نہیں سکتا کبھی
فائدہ کیا شکوۂ تقدیر سے

غیر کے جلنے سے وہ محزوں ہوا
منفعل ہوں آہ کی تاثیر سے

ایک عالم کشتۂ انداز ہے
ہو گئے نخچیر سب اس تیر سے

سب کو سودا زُلفِ مشکیں کا ہوا
اِک جہاں ہے قید اس زنجیر سے

تجھ کو اے بُت غنچہ لب حق نے کیا
پھول جھڑتے ہیں تری تقریر سے

عمر بھر میں اک اثر اس نے کیا
جل گیا میں آہِ بے تاثیر سے

کعبۂ مقصود جا پہنچے گا خیر
گر تجھے ہو گی عقیدت پیر سے

---

[1] اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ سات دن علیل رہے۔ دنیوی ذکر کا نام تک نہ تھا اور ہمہ وقت ذکر شریف میں مشغول رہے۔ قدس اللہ سرّہ الاقدس۔

ہے خجل گلشن بہارِ عارضِ شاداب سے | منفعل ہے مہ فروغِ رُوئے عالمتاب سے
چاند سی صورت کسی کی یاد آتی ہے مجھے | اور وحشت بڑھ گئی سیرِ شبِ مہتاب سے
دام ایسا دل رُبا اور مرغِ دل ایسا حریص | چھُٹ چکا اب میں کمندِ گیسوئے پُرتاب سے
ہے بسانِ مرغِ بسمل کنجِ مرقد میں تپاں | آگیا ہوں تنگ میں اپنے دلِ بیتاب سے
دل بے جوشِ اشک گردن تک ہوا ہوں غرقِ آب | طوق گردن میں پڑا ہے حلقۂ گرداب سے

دے مئے عرفاں بحقِ شاہِ کوثر اے خدا
خیر کو سرشار کردے اس شرابِ ناب سے

دل کھول کے کیا کوچۂ محبوب میں رو آئے | ہم آبروئے عشق کو اے خیر ڈبو آئے
کیا کیا تپِ فرقت نے جلایا مرے تن کو | پر تم نے نہ پوچھا نہ کبھی دیکھنے کو آئے
ہوتا نہیں محسوس کبھی نورِ مجرّد | کس طرح نظر مجھ کو ترا حسن نکو آئے
سمجھے چمنِ دھر کو بازیچۂ اطفال | اُس گل کی مشامِ دلِ بلبل میں جو بُو آئے
بے بادہ دل افسردہ ہیں مدت سے مے آشام | کیا دیر ہے ساقی سے کہو جام و سبُو آئے

کیا کر سکے رفتار کی طاقت نہیں ورنہ
ہونے کو تصدق ترے سَر و لب جو آئے

خمسہ بر غزل خواجہ آتش لکھنوی

آیا ہے جب سے باغ میں موسم بہار کا | ہے سَر کو شوق سنگ کا دامن کو خار کا
وحشت میں کیوں نہ قصد کروں کوہسار کا | سودا ہوا ہے مرغِ جنوں کے شکار کا

پھندہ بنا رہا ہوں گریباں کے تار کا

شکرِ خدا کہ عشقِ نبیؐ کا اسیر ہوں | خاکِ رہِ جنابِ بشیر و نذیر ہوں
کیونکر نہ اب میں رشکِ امیر و وزیر ہوں | اُس بادشاہِ حُسن کے در کا فقیر ہوں

ظلِ ہُما سواد ہے جس کے دیار کا

عشاق کو محال ہے اک لحظہ چین ہو | ہوتا نہیں ہے دردِ سر اُس کا کبھی فرو
گر زندگی میں مدِ نظر تھا رُخِ نکو | بعدِ فنا ہے کوچۂ گیسو کی جستجو

سودا تو دیکھیو مری مُشتِ غبار کا

شان و شکوہِ حُسن جہاں میں ہو جلوہ گر　　　اُڑ جائے رنگِ حُور و پری تجھ کو دیکھ کر

دن رات پائمال رہیں عاشقوں کے سر　　　چلتی رہے چھُری تری اے تُرک صید پر

فوّارہ چھوٹتا رہے خونِ شکار کا

کرتا نہیں پسندہ محل صیدِ خوار کو　　　فتراک یار ملتی ہے کب ہر شکار کو

جانباز خاص چاہئیے اُس شہسوار کو　　　مطلب نہیں ہے عاشقِ یوسف سے یار کو

وہ ترک آشنا نہیں زخمی شکار کا

مرتے نہیں ہیں عاشقِ حُسنِ رُخِ نکو　　　ملکِ عدم میں ڈھونڈتے ہیں اپنے یار کو

لے کر چراغ ہاتھ میں پھرتے ہیں کو بکو　　　اُس شمع رُو کی بعدِ فنا بھی ہے جستجو

ہر ذرّہ اک چراغ ہے اپنے غبار کا

کیوں خیرؔ طور بد نہ ہوں مجھ خستہ حال کے　　　فرقت کی راتیں آئیں گئے دن وصال کے

قصّے سُناؤں کیا تجھے رنج و ملال کے　　　آتش نہ پوچھ ہجر میں اِک نونہال کے

سوزِ درون سے حال ہے کہنہ چنار کا

خمسہ برغزل شیفتہ[۱]

اظہارِ رازِ عشق کسی شخص پر نہ ہو　　　سوزِ جگر کی چشم کو بھی کچھ خبر نہ ہو

فریاد و آہ و نالہ نہ ہو، چشمِ تر نہ ہو　　　کچھ پیچ و تابِ دل کا جبیں پر اثر نہ ہو

اتنا تو حوصلہ ہو اگر بیشتر نہ ہو

کیونکر ہمارے لب ہوں شکایت سے آشنا　　　کس طرح ہم ادب نہ کریں رازِ عشق کا

ہے اِس میں فائدہ یہ مسلّم مگر بھلا　　　ناصح جو کام ترکِ وفا سے لیا تو کیا

جو بات عیب کی ہو وہ ہرگز ہنر نہ ہو

---

[۱] نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ دھرتی فرزند نواب مرتضیٰ خاں ابتدا میں شاہ محمد اسحاق سے بیعت ہوئے پھر شاہ ابوسعید وشاہ احمد سعید سے استفادۂ باطنی کیا اور آخر میں شاہ عبدالغنی سے خلافت حاصل کی۔ سنہ ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ "گلِ رعنا" میں ولادت سنہ ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء لکھی ہے۔ "واقعات دارالحکومت دہلی" میں لکھا ہے۔ درگاہ حضرت سلطان المشائخ میں اپنے جدِّ امجد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ ان کی سخن فہمی اور نکتہ شناسی کے متعلق مرزا غالب نے کہا ہے۔ غالب بفن شاعری نازد بہ این ارزش کہ او ؎ ننوشت در دیوان غزل تا مصطفیٰ خاں خوش نہ کرد حضرت سیدی لوالد قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ہم نے جب یہ خمسہ کہا تو لکھ کر نواب محمد اسحاق خاں کو بھیجدیا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

کھینچیں جو کوئی آہِ رسا اضطراب میں | سنبل سے سنبلہ ہو سوا پیچ و تاب میں
رخنہ ہو آسماں میں، شگاف آفتاب میں | ہم وہ نہیں کہ اس کو بھی رکھیں حساب میں
جس آہ کا کہ چرخ نہم تک گذر نہ ہو

دیکھو تو کس بہار سے روتی ہے چشمِ تر | اجزائے دل کے نخلِ مژہ میں لگے ثمر
اشکوں کی جا نکلتے ہیں لختِ دل و جگر | کیا بات ہے کہ تابنِ مژگاں ہو جلوہ گر
جس قطرۂ سرشک میں لختِ جگر نہ ہو

حور و پری کو کرتے ہیں اہلِ جنوں پسند | کرتا ہے مہر و ماہ کو گردونِ دوں پسند
آنکھوں کو میری ہے وہ بُتِ پُرفسوں پسند | کس کو کیا پسند نہ کیوں کر کروں پسند
مجھ کو نظر نہ ہو جو غرورِ نظر نہ ہو

اُس کوچہ میں جو آمد و شد متصل کرے | بدنام پھر نہ کیوں مجھے مشہورِ دل کرے
کس درجہ پاسبان سے ہم کو خجل کرے | یہ شوقِ ہر زہ تاز بہت منفعل کرے
دربانِ دوست، دوست ہمارا اگر نہ ہو

کیوں دوستو بھٹکتے ہو دن رات اِدھر اُدھر | ہیں خانقاہ و صومعہ بے نور سربسر
گر دیکھنا ہے نورِ شب و جلوۂ سحر | مے خانہ میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمر بھر
وہ شام جس میں پرتوِ فیضِ سحر نہ ہو

ہے عشق کی کشش اثرِ حدِ حُسنِ یار | ہے ان کی دل دہی سے مجھے جوشِ اضطرار
اُٹھتا ہے درد سینہ میں آنکھیں ہیں اشکبار | اُن کا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بے قرار
وہاں کچھ نہ ہو تو جوشش یہاں اس قدر نہ ہو

ہرگز ابھی نہ گائے مغنّی غزل کوئی | اور جام مے بھی طاق میں رکھے رہیں سبھی
گو آگئے ہیں شیخ ابوالخیر احمدی | ہیں آنے والے شیفتہ کچھ دوست اور بھی
مُطرب کو حکم ہو کہ ابھی نغمہ گر نہ ہو

دورِ آخر

کلام عربی

تبارك رب العالمين الذي علا — على خلقه يحيي ويفني له العلا

وما من إله في العلاء وفي الملا — سوى الله ربي خالق الخلق والعلا

وما من إله الخلق إلا الذي علا — على خلقه يقضي بما شاء مفصلا

وما من إله قط إلا الذي علا — على الخلق قهارا مهيمنا له العلا

رقاب جميع الخلق ذلت لمن علا — على خلقه يقضي بما شاء ذو العلا

لقد جعل الصغار لمن عصى — ورزقا كريما للمطيع موصلا

وسبحان رب العالمين بحمده — رضا نفسه حمدا كثيرا مكملا

على جده والله أكبر وحده — سما مجده والحمد لله أولا

وسبحانك اللهم رب محمد — وعيسى وموسى والخليل أبي الملا

ستى صلاة الله ثم سلامه — على كلهم والصالحين ومن تلا

كما يرتضيه ربنا ويحبه — بملء السماوات المقدسة العلا

أعوذ بك اللهم مما جنيته — وأدعوك رقا خاضعا متذللا

ومن شر شيطاني ونفسي وخلقي — وأدعوك رقا خاضعا متذللا

حنانيك قل لي عند نزعي ومقبري — لك الأمن عبدي من عذابي تفضلا

أبو الخير عبد الله عبدك وابن عبدك المذنب الراجي مع الحسب العلا

أبو الخير عبد الله والده عمر — هو ابن سعيد نيري فتى العلا

بنوه بلال ثم زيد وسالم — فيا رب بارك فيهموا متفضلا

وفي والديهم ثم في أخواتهم — وعاف جميعا واعف عنهم وفضلا

وبيتي وفيهم وبعلمه والتقى — وأورثهم القرآن والكتب العلا

وعندك رب اجعل لهم مقعدا نزل — وحسن مآب ثم زلفى وجملا

وثبت قلوب المسلمين جميعهم — وصرف عن الدين واصرف عنهم سوء البلا

وقال

يا غيثي وخالق مستحدثي — ليس لي من يغيثك من حد.

عَافِنِیْ رَبِّ وَاعْفُ عَنْ فَنَدِیْ ... وَخَطَایَایَ نَقِّ بِالْبَرَدِ

طَهِّرِ الْعَبْدَ مِنْ خَطَایَاهُ ... وَمَعَاصِیْهِ رَبِّ بِالْبَرَدِ

بِرِضَا اللهِ عُذْتُ مِنْ سَخَطِہٖ ... فَاَعِذْنِیْ بِلُطْفِكَ الْاَبَدِ

وَبِعَفْوِ الْعَفُوِّ عُذْتُ تُقًی ... مِنْ عُقُوْبَاتِہٖ اِلَی الْاَبَدِ

وَبِذَلِّیْ اَعُوْذُ مِنْ سَخَطِہٖ ... بِرِضَاهُ الْمُعِیْذِ لِلْفَنَدِ

وَمِنَ اسْخَاطِہٖ اَعُوْذُ بِہٖ ... وَعُقُوْبَاتِہٖ اِلَی الْاَبَدِ

بِمُعَافَاتِہٖ اَعُوْذُ تُقًی ... مِنْ عُقُوْبَاتِ مَاجَنَتْهُ یَدِیْ

لَیْسَ لِیْ مَنْ یُغِیْثُ مِنْ اَحَدٍ ... اَلْغِیَاثَ الْغِیَاثَ یَا اَحَدُ

هَلْ مُغِیْثٌ سِوَاكَ مِنْ اَحَدٍ ... اَنْتَ غَوْثِیْ وَخَیْرُ مُلْتَحَدِیْ

آمِنْ اِلٰهِیْ رَبِّ رَوْعَتِیْ وَاسْتُرْ ... عَوْرَتِیْ یَا مُؤَمِّنَ الْعَبْدِ

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ ... قَوْلُكَ الْحَقُّ ثَابِتُ السَّنَدِ

حَسْبِیَ اللهُ فِی الْحَیَاتِ وَفِیْ ... سَكَرَاتِ الْمَمَاتِ وَاللَّحَدِ

وَحِسَابِیْ وَ وَزْنِ اَعْمَالِیْ ... وَقِیَامِیْ لِرَبِّیَ الْاَحَدِ

وَاِذَا مَا صَحِیْفَتِیْ نُشِرَتْ ... وَاِذَا مَا سُئِلْتُ عَنْ لَدَدٍ

وَهُوَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ یَكْلَؤُنِیْ ... فِیْ نَهَارِیْ وَلَیْلَتِیْ وَغَدِیْ

وَعَنِ الدِّیْنِ لَا تُزِلْ قَدَمِیْ ... وَاَقِلْ عَاثِرَتِیْ وَخُذْ بِیَدِیْ

وَارْضَ عَنِّیْ رِضًا بِلَا سَخَطٍ ... وَعَنِ الْوَالِدَیْنِ وَالْوَلَدِ

وَارْحَمْ ابْنَایَ الثَّلَاثَ بِلَا ... لَا وَزَیْنًا وَسَالِمًا وَلَدِیْ

اَخَوَاتٌ وَ وَالِدَانِ لَهُمْ ... فَاحْفَظِ الْكُلَّ رَبِّ مِنْ نَكَدٍ

وَالْاُلٰی اَحْسَنُوْا اِلَیَّ عَلٰی ... سُوْئِیْ اَحْسِنْ اِلَیْهِمُوْا وَجُدِ

وَالْاُلٰی اَحْسَنُوْا اِلٰی مَنْ اَسَا ... بَارِكَ اَیْ رَبِّ فِیْهِمُوْا وَزِدِ

وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ لَنَا ... وَاهْدِنَا فِیْ مَنِ اهْتَدٰی وَهُدِ

وَالٰهِیْ بِسَتْرِهٖ سَتَرَهٗ ... وَبِخَیْرٍ وَرَحْمَةٍ ذَكَرَهٗ

هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ مَغْفِرَهْ ... وَقِنَا مِنْ عَذَابِكَ الصَّعَبِ

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُفَرِّجَ اللهُ كُرْبَتَهٗ وَیُعْطِیَهٗ سُؤْلَهٗ فَلْیُنْظِرْ مُعْسِرًا اَوْلِیَذَرْهُ

جَزَى اللهُ رَبُّ الْخَلْقِ عَنَّا مُحَمَّدًا | إِمَامَ هُدَاتِ الْخَلْقِ مَا هُوَ اَهْلُهُ
وَصَلَّى عَلَيْهِ بِالسَّلَامِ مُبَارِكًا | كَذَا الْآلِ وَالْأَصْحَابِ طُرًّا وَاَهْلُهُ
جَزَا اللهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدًا | نَبِيَّ الْهُدَى عَنَّا بِمَا هُوَ اَهْلُهُ
وَكُلَّ النَّبِيِّيْنَ الْكِرَامِ وَرَهْطَهُمْ | وَخَادِمَهُمْ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَاَهْلُهُ
وَصَلَّى عَلَيْهِ وَالنَّبِيُّوْنَ كُلُّهُمْ | وَاَتْبَاعَهُمْ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَاَهْلُهُ
وَآمِنْ رَوْعَاتِ الْأُلَى آمَنُوْا بِهِمْ | وَزِدْنَ عَلَيْهِمْ سَهْلُ رَبِّي وَاَهْلُهُ۔
يَا رَبِّ عَافِيَةً لِأُمِّ بِلَالٍ | بِمُحَمَّدٍ وَبِصَحْبِهِ وَبِالْآلِ
وَبِالْاِسْمِ الْاَعْظَمِ بَلْ بِجُلِّ اِسْمِ آتِيْ | لِلّٰهِ فِيْ تَنْزِيْلِهِ الْمُتَعَالِيْ
طٰهٰ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ خَيْرُ الْوَرٰى | صَلَّى عَلَيْهِ اللهُ مَا سَارٍ سَرٰى
أَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ الْاَرْحَمَا | مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ ضَارِعًا مُسْتَسْلِمَا
حَسْبُهُ اللهُ رَبُّهُ وَكَفٰى | وَمَحَا عَنْهُ ذَنْبَهُ وَعَفٰى
شَرَحَ اللهُ صَدْرَهُ لِلدِّيْنِ | وَعَفَا عَنْهُ ذَنْبَهُ آمِيْن

کلام فارسی

امام اہلِ دینی یا محمد | سراج المرسلینی یا محمد
طوافت می کند اہلِ سماوات | تو بر روئے زمینی یا محمد
بہ درگاہت نیاز اہلِ عالم | تو بر روئے زمینی یا محمد
آنکہ شرش زیادہ از خیر است | خاکپائے عمر ابوالخیر است
نہ جنابم نہ شہ نہ مولانا | بندۂ آستانۂ عمرم
گر کنی نسبتم بہ آں درِ فیض | ہر چہ گفتی ازاں بلند ترم
ور کنی زیں اضافہ فی الجملہ | زشت کردار خیرِ محتقرم
ابوالخیرِ گنہگارِ محتقر | کند عرض اے کریم بندہ پرور
تو عبداللہ ابوالخیرِ حزیں را | مَعَ الْاَوْلَاد مُلحق کن بہ آبا

کلام اُردو

پاک ہے اللہ جس کا ہے زمین و آسماں | ہیں سب اس کے زیرِ فرماں ایک ہے وہ حکمراں
پالتا ہے ماہ سے ماہی تلک ہر چیز کو | پرورش پاتا ہے اس کے فضل سے سارا جہاں
پھول کو دیتا ہے خوشبو، پھل کو دیتا ہے مزا | سیپ کو دیتا ہے موتی، جسم کو دیتا ہے جاں

خاک سر پر مجرموں کے اس کی نافرمانیاں | اس کا کہنا ماننا ہے تاجِ فرقِ قدسیاں
دونوں عالم کی تباہی اس کی نافرمانیاں | حکم اس کا ماننے میں ہر طرح کی خوبیاں
سب گناہوں کی معافی عاجزی اور ڈر کے ساتھ | مانگ رب العالمیں سے خیرؔ چشم تر کے ساتھ
خیرؔ سے ہو دوستی یا دشمنی ہو شر کے ساتھ | ہے غمِ دنیا مقرر آدمی کے سر کے ساتھ
ہے کوئی مردِ خدا ایسا جسے رغبت نہ ہو | اس زمانہ میں زنِ خوب و زمین و زر کے ساتھ
کر دیا مجھ کو گناہوں نے تباہ | بخش دے اللہ میرے سب گناہ
الٰہی معصیت میں مبتلا ہوں | گناہوں کی معافی مانگتا ہوں
دنیائے بد نہاد کا سودا ہے سر کے ساتھ | انجام ہو بہ خیر کہ شر ہے بشر کے ساتھ
اگر نیک ہو تم خدا کے یہاں | تو کچھ میلے کپڑوں سے نقصاں نہیں
دگر اور کچھ ہو تو ہرگز تمہیں | لباسِ بزرگانہ شایاں نہیں
نام ابوالخیر، کام شر و بدی | سالکِ راہِ کبر و بے خردی

لَیْسَ لِیْ مَنْ یُغِیْثُ مِنْ اَحَدٍ
اَلْغِیَاثُ اَلْغِیَاثُ یَا اَحَدُ

قطعہائے تاریخ

تاریخ وفات حضرت شاہ محمد آفاق مجددی قدس سرہٗ

چوں جنابِ شاہِ آفاق از جہاں | کرد رحلت سوئے جناتِ نعیم
گفت سالِ رحلتش خیرِؔ حزیں | خلد را ماوائے اوکن اے کریم
| ۱ ۲ ۳ ۵ ۱

ایضاً

نورِ ملت، نورِ اسلام، آفتابِ اوجِ علم | نور افزائے جناں گردید با صد احترام
گفت رضواں از پئے ضبطِ سنینِ رحلتش | جنت الماویٰ شدہ ماوائے آں عالیمقام
| ۱ ۲

تاریخ وفات قبلہ و کعبہ حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ

جنابِ شاہِ محمد عمر شہِ عرفاں | کہ مرشدِ حرم و ہادیٔ طریقت بود
دوم زماہِ محرم صباح یکشنبہ | وداعِ خلق و لقائے حق اختیار نمود
برائے سالِ وصالش بہ خیرؔ گفت۔ عمر | مکینِ مقعدِ صدق است۔ ہاتفِ مسعود
| ۱ ۲ ۳ ۹

ایضاً

محمد عمرؓ آسماں پائگاہ | منور ز خاکِ درش مہر و ماہ
مؤدب بہ آدابِ ختمِ رسل | مہذب بہ اوصافِ مردانِ راہ
شہِ الف را بود لختِ جگر | ہم احرار را بود نورِ نگاہ
ز فوتش نہ گرید چرا عالمے | کہ غوثِ جہاں بود بے اشتباہ
ز ماہِ شہادت محرم لقب | دوم بود یکشنبہ و صبح گاہ
بکن ماتم اے نسبتِ احمدی | کزیں خاکدان مونست رفت آہ
بیا معرفت گریہ کن بر سرش | کہ فرقِ تو زیں مرگ شد بے کلاہ
کجائی کجا روحِ پاکِ سعید | کہ فرزندِ تو رفت نزدِ الٰہ
مگر کشتہ شد شمعِ دیں کز غمش | ز ماہی است ماتم کناں تا بماہ
گلے بود در گلشنِ نقشبند | کہ پژمردہ از صرصرِ دہر آہ
خدا را کن اے نورِ چشمِ سعید | بحالِ منِ خستہ دل یک نگاہ
کہ مستِ نگاہِ خدا بینِ تو | نہ سنجد نگینِ سلیماں بکاہ
ھَلُمُّوا اَحِبَّایَ نَنْظُر اِلٰی | ضَرِیْحٍ کَرِیْمٍ وَمَا قَدْ حَوَاہ
مِنْ اَنْوَارِ اَحْمَدَ خَیْرِ الْوَرٰی | وَصِدِّیْقِہٖ وَکَذَا مُرْتَضَاہ
وَاَسْرَارِ مَنْ جَدَّ وَالْاَلْفَ اِذْ | بِھِمْ وَبِاَضْحٰی بِھِمْ مُنْتَمَاہ
بنفسی فِدَاکَ مِنْ مَدْفَنٍ | وَمَنْ حَلَّ فِی الْقَبْرِ رُوْحِیْ فِدَاہ

بگو خیر تاریخ ایں صدمہ ہائے
بمردند شاہِ حقیقت پناہ
۱ ۲ ۳ ۹ ۸

ایضاً

نورِ لمعاتِ احمدیاں | شمعِ مشکاتِ نقشبنداں
بودی چو سمیِ شاہِ فاروق | از ظلِّ تو می گریخت شیطاں
اے نورِ مجسمِ الٰہی | مرآتِ جمالِ ذاتِ یزداں
نورِ نبوی صفائے صدیق | عدلِ عمر و حیائے عثماں
پروانہ نمط بہ شمعِ محفل | مردانہ سپردی جاں بہ جاناں

ایضاً

محمدؐ عمرؓ آسماں پائگاہ | منوّر زخاکِ درش مہر وماہ
مؤدّب بہ آدابِ ختمِ رسل | مہذّب بہ اوصافِ مردانِ راہ
شہِ الف را بود لختِ جگر | ہم احرار را بود نورِ نگاہ
زفوتش نہ گرید چرا عالمے | کہ غوثِ جہاں بود بے اشتباہ
زماہِ شہادت محرّم لقب | دوم بود یکشنبہ وصبح گاہ
بکن ماتم اے نسبتِ احمدی | کزین خاکدان مونست رفت آہ
بیا معرفت گریہ کن بر سرش | کہ فرقِ توزیں مرگ شد بے کلاہ
کجائی کجا روحِ پاکِ سعید | کہ فرزندِ تو رفت نزدِ الٰہ
مگر کشتہ شد شمعِ دیں کز غمش | زماہی است ماتم کناں تا بماہ
گلے بود در گلشنِ نقشبند | کہ پژمردہ از صرصرِ دہر آہ
خدا را کن اے نورِ چشمِ سعید | بحالِ منِ خستہ دل یک نگاہ
کہ مستِ نگاہِ خدا بینِ تو | نہ سنجد نگینِ سلیماں بکاہ
ھلمّوا احبائی ننظر الی | ضریحٍ کریمٍ وما قد حواہ
من انوارِ احمد خیرِ الوریٰ | وصدّیقہٖ وکذا مرتضاہ
واسرارِ من جدّ والالف اذ | بھم وباضحیٰ بھم منتماہ
بنفسی فداک من مدفنٍ | ومن حلّ فی القبرِ روحی فداہ

بگو خیر تاریخ ایں صدمہ ہائے

بمرد ند شاہِ حقیقت پناہ

۱۲۳۹۸

ایضاً

نورِ لمعاتِ احمدیاں | شمعِ مشکاتِ نقشبنداں
بودی چو تجلیِ شاہ فاروق | از ظلِّ تو می گریخت شیطاں
اے نورِ مجسم الٰہی | مرآتِ جمالِ ذاتِ یزداں
نورِ نبوی صفائے صدیق | عدلِ عمر و حیائے عثماں
پروانہ نمط بہ شمعِ محفل | مردانہ سپردی جاں بہ جاناں

آئینۂ فکر شد مکدّر | جمعیتِ ذکر شد پریشاں
صد داغ بہ ہر دلیست مضمر | صد زخم بہ ہر سرے نمایاں

تاریخ وصال گفت ہاتف

افسوس نقادِ برجِ عرفاں [1]
۱ ۲ ۳ ۹ ۸

تاریخ ولادت برخوردار محمد یوسف ابن قدرت اللہ

جناب حق پسرے داد قدرت اللہ را | کہ از ریاضِ جبینش عیاں سعادت اوست
چوں جلوہ داد ز کتمِ عدم پس از یعقوب | غلامِ یوسفِ مکّی سنِ ولادت اوست

تاریخ تولّد برخوردار حضرت زید بن عبداللہ مجددی سلمہٗ

حضرتِ زید ابنِ عبداللہ فرزندِ عمرؒ | بوالحسن عبدالغنی تاریخ میلادش بگو
۱ ۳ ۳ ۲ ۲

ایضاً

سالِ میلادِ زید، شیخ جہاں | شد محمد بشارت الرحمٰن

تاریخ بنائے مسجد شریف اندرونِ خانقاہ ارشاد پناہ

تعالی اللہ عجب مسجد بنا شد | کز و شد اہلِ دیں را رونقِ تام
رقم زد خیر تاریخ بنایش | عبادت خانۂ پاکیزۂ اسلام

ن: کز و شد اسلام را رونق تمام

تاریخ طبع کتاب

خمسہ چوں پنجۂ رنگینِ یار | از پئے تائیدِ مذہب طبع شد
خیر سالش بازبانِ لال گفت | خمسۂ مطبوعِ کوکب طبع شد

تاریخ ولادت محمد اسحٰق و محمد یعقوب فرزنداں میاں قدرت اللہ

جو قدرت اللہ نے دونوں بیٹوں کا سالِ مولد خوشی سے پوچھا
ظہیرِ اسحٰق خیر بولے غنیمِ یعقوب والد اُن کے
۱۲۸۸ھ — ۱۳۸۲ھ

---

[1] واضح رہے یہ تاریخی مادّہ حضرت سیدی الوالد کے بڑے چچا کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد معصوم نے نکالا ہے اور حضرت سیدی الوالد نے نظم فرمایا ہے۔ کیا لاجواب مادّہ ہے اور کیا لاجواب نظم۔ قدّس اللہ اسرارھما۔

تاریخ طبع دیوان میرزائے تپاںؔ

نہیں دیوان میرزائے تپاں	واسطے کام جاں کے قند ہے یہ
خیر تاریخ طبع لکھ اُس کی	نظم مطبوع دل پسند ہے یہ

شجرہ شریفہ نقشبندیہ

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے کوئٹہ بلوچستان میں درج ذیل شجرۂ شریفہ نقشبندیہ نظم فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے سب کے پرورش کرنے والے، اور سب کے سچے حاکم، اور اے سب کے معبودِ حق، میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔

اسمِ اعظم کے وسیلہ سے قبول	کر دُعائیں میری اور مجھ کو نہ بھول
دے محمدؐ کے وسیلہ سے اماں	اپنے غصّہ سے مجھے اے رحماں
دے وسیلہ سے ابوبکرؓ کے نور	میرے ایماں میں اور دل میں حضور
اور سلمانؓ کے وسیلہ سے پناہ	شرِّ مخلوق سے دے مجھ کو اِلٰہ
پھر امامِ عُمرفا قاسمؒ کے	اور جعفرؓ کے وسیلہ سے دے
بایزیدؒ اہلِ محبت کے امام	بوالحسنؒ مرشدِ شیخ الاسلام[1]
بوعلیؒ پیرِ غزالی مشہور	خواجہ یوسفؒ ہوئے سرچشمۂ نور
خواجۂ سلسلہ عبدالخالقؒ	ہیں کمالات میں سب پر فائق
عارفؒ و خواجۂ محمودؒ و علیؒ	ہیں مُلقّب بہ عزیزانِ وَلی
خواجہؒ بابائے سماسی و کلالؒ	جن کو کہتے ہیں امیرِ اہلِ کمال
دے وسیلہ سے بہاء الدینؒ کے	آفتابِ فلکِ تمکین کے
نقشبندِ چمنِ قُرب و حضور	آپ کے باغ سے ہے غفلت دُور
نقشبندِ گل و نسرینِ فلاح	یہ طریقہ ہے کہ آئینِ فلاح
آپ کے سلسلۂ مشکیں کا	وصف واللیل میں ہے تا یرضیٰ

---

[1] شیخ الاسلام ہیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہٗ۔

جانشین اُن کے علاءالدین تھے
چرخ میں خواجہ یعقوبؒ ہوئے

خواجہ احرارؒ عُبَیدُ اللّٰہی
نقطۂ دائرۂ آگاہی

خواجۂ زاہد و درویشؒ ولی
حضرتِ خواجگیؒ امکنگی

حضرتِ خواجۂ باقی باللہؒ
اور شیخ احمدؒ ارشاد پناہ

بر سرِ الف مجدّدِ دیں کے
تازگی بخش رہ و آئیں کے

حضرتِ خواجہ محمد معصومؒ
اُن کی اولادِ مبارک قیّوم

حضرتِ خواجۂ دیں سیف الدینؒ
پیشِ[1] رشاہانِ دیانت آئیں

سیّدِ نُور محمّدؒ حق داں
شمسِ دیںؒ مظہرِ جانِ جاناں

شہ غلام علیؒ اللہ نُما
بوسعیدؒ آئینۂ لُطفِ خدا

پھر جب احمد سے بلا لفظِ سعیدؒ
سارے عالم کو ملی خلعتِ عید

ملے جس وقت محمّدؒ سے عمرؒ
ہو گئے کور بھی اَربابِ نَظَر

بنے یاقوت حرم کے کنکر
در و دیوار ہوئے لعل و گہر

رہبرِ راہِ ہُدیٰ شیخ عمرؒ
آفتابِ فلکِ بیتِ عتیق

وہ رہے قاسمِ فیضِ اقدس
حرمِ مکہ میں انیس برس

ابتدا میں جو عنایات ہوئی
انتہا میں بھی وہی بات ہوئی

ابتدا میں جو پدر پر گزری
انتہا میں وہ پسر پر گزری

ہے صحیحین میں یہ قصّہ رقم
واہ سبحان اِلٰہ العالم

⁂

سارے[2] عالم کو ملی پھر یہ نوید
اُن کے نائب ہوئے فرزندِ رشید

شاہ عبداللہ ابوالخیرؒ ولی
محی دین اُن کا لقب خوب جلی

زینتِ انجمنِ اہلِ تُقا
رونقِ محفلِ اربابِ ہُدا

عشق دے مجھ کو الٰہی اپنا
اور دنیا کے جھمیلوں سے بچا

لب پہ ہو نام ترا ہی جاری
دل میں ہو فکر ترا ہی ساری

نیک بندوں کے طریقہ پہ چلوں
اُن کی اُلفت میں جیوں اور مروں

---

[1] اشارہ ہے کہ آپ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے پیر تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
[2] یہ اضافہ عاجز نے کیا ہے۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُ وَاَلْحَقَہٗ بِآبَائِہِ الْکَامِلِیْنَ۔

نیک بندوں کا وسیلہ لے کر
ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوں در پر

تیری ان پر جو عنایات ہوئیں
تیری ان پر جو کرامات ہوئیں

وہ عنایت کی نظر ہو مجھ پر
اُس کرامت کا اثر ہو مجھ پر

اِک سفر سخت کٹھن ہے درپیش
اُس کی وحشت نے کیا ہے دلریش

قطع کرنا ہے بڑا لا رستہ
پاس اپنے نہیں کچھ بھی توشہ

ہاتھ خالی ہے سواری کیسی ؟
بے بسی اِس قدر اللہ غنی !

چشم ہے تیرے کرم پر مولیٰ
تُو ہی بس پار لگا دے بیڑا

زید ہے اپنے عمل سے ناکس
تیری رحمت کا سہارا اور بس

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ، آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

الباقیات الصّالحات

بازخواں از نجد و از یارانِ نجد ، تا در و دیوار را آری بہ وجد

حکماء اور اہلِ علم کا مشہور مقولہ ہے: "اگر کسی شخص کے احوال کو صحیح طور پر معلوم کرنا ہے تو اُن افراد کا حال معلوم کرو جو اس کے رفیق و ہمنشین ہیں۔ کیونکہ انسان اپنے ہم طبع کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔" اس قول کی صحت و متانت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اکابر کا ذکر کر کے ان کے رفقاء، شاگردوں اور مریدوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شاگردوں اور مریدوں کا کمال اُن کے مُربّی کے کمال کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اُنکے احوال سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کا مُربّی کس پایہ اور مرتبہ کا تھا۔

حضرت سیدی الوالد نے خوردی اور دورانِ تحصیلِ علم ظاہری و باطنی میں کن حضرات سے استفادہ کیا۔ اس کا بیان تفصیل کے ساتھ "ذکرِ خیر" میں گزر چکا ہے۔ اور "کراماتِ الٰہیہ" میں اُن حضرات کا ذکر آچکا ہے جن کو آپ سے محبت تھی اور جن سے آپ بہ محبت و شفقت ملتے تھے۔ اب اس فصل میں اُن افراد کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی تربیت آپ نے فرمائی ہے۔ اور اُن میں سے وہ افراد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جن کو آپ نے اجازت و خلافت دیکر نوازا ہے۔ چاہے وہ آپ کی اولادِ صلبی ہوں اور چاہے اولادِ معنوی۔ یہ عاجز پہلے اولادِ معنوی کا ذکر کرتا ہے اور پھر اولادِ صلبی کا ذکر آئے گا۔ واللہ الموفق۔

اولادِ معنوی

اولادِ معنوی میں پہلے اُن پاک نہاد افراد کا ذکر کرتا ہے جن کو آپ نے اجازت و خلافت عنایت کی ہے اور پھر اُن افراد کا ذکر کرے گا جن سے آپ راضی رہے اور جنہوں نے حقیقی معنی میں آپ سے محبت کی۔

جب تک آپ کا قیام حجازِ مقدس میں رہا۔ آپ سے ترکیہ۔ یورپ۔ قفقاز اور بخارا وغیرہ کے بہت سے افراد مستفید ہوئے۔ اور ان لوگوں میں آپ کے مجازین و خلفاء کی تعداد کافی ہے۔ اس عاجز کو صرف چار افراد کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ شیخ عماد الدین: ۔ یہ بلغاریہ کے رہنے والے تھے۔ آپ سے سلوک طے کیا۔ اور اجازت حاصل کر کے اپنے وطن کو مراجعت کی۔ رحمہ اللہ۔

۲۔ مولانا مختار: سمرقند کے رہنے والے تھے۔ اچھی استعداد تھی۔ آپ نے اجازت دے کر اُن کو رخصت فرمایا۔ رحمہ اللہ۔

۳۔ شیخ محمد حسن: ۔ صاحبِ استعداد تھے اور آپ کی نظرِ عنایت اُن پر مبذول تھی۔ اجازت و خلافت سے

مشرف ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۴۔قاری عبدالغنی انطاکی شامی:۔آپ کا مختصر بیان "کراماتِ الہیہ" میں گزر چکا ہے۔کامل چار سال آپ کی خدمت میں رہے۔سلوک مجددیہ حاصل کیا۔اور ۱۳۲۶ھ میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوکر افغانستان چلے گئے۔اور آخر عمر تک وہاں رہے۔رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز پہلے افغانستان کے افراد کا ذکر کرتا ہے کیونکہ اولیت اور اکثریت ان ہی لوگوں کی ہے۔ اور آپ کی خدمت بھی اہل افغانستان ہی نے کی ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

۵۔مولوی عبداللہ ولد مولوی عبدالحق قوم علی زئی دُرّانی قندھاری صاحب علم وفضل اور صاحب افتا تھے۔ اُن کا اصل وطن زمین داور تھا جو از توابع قندھار ہے اُن کے والد ماجد اپنے وقت کے جید علماء اور اصحاب تالیف میں سے تھے وہ قندھار آگئے تھے اور وہاں کی سکونت اختیار کرلی تھی۔انھوں نے بخاری کی شرح نور الساری اور قرآن مجید کی تفسیر عربی میں چودہ ۱۴ پاروں کی خوب شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہے۔ اس کا نام روح القرآن ہے۔طریقہ نقشبندیہ میں مُلا محمد جان صاحب میر بازار قندھار کے خلیفہ تھے اور یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قدس اللہ اسرارہما۔

۱۳۰۲ھ میں مولوی عبداللہ پا پیادہ حجاز مقدس کو روانہ ہوئے۔اور وہاں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے چوں کہ صاحب استعداد تھے اس لئے تھوڑے عرصہ میں ولایت کبریٰ کے منازل طے کرلئے اور حضرت سیدی الوالد نے ۱۶رذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں ان کو خلافت نامہ تحریر فرما کر دیا جس کو یہ عاجز آپ کی "تحریرات" میں نقل کرچکا ہے۔

جو شخص دائرہ ولایت کبریٰ میں داخل ہوجاتا ہے اس کو حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم ارشاد و ہدایت کی اجازت عنایت کرتے ہیں۔ ولایت کبریٰ کو ولایت انبیا علیہم السلام بھی کہتے ہیں۔کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کی نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔

حجاز مقدس سے مراجعت کے دوران چالیس دن غوث اعظم سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مزار پُر انوار کے پاس خلوت نشین ہوئے۔ وہاں کے سجادہ نشین نے جو کہ نقیب الاشراف بھی تھے ان کو طریقہ قادریہ کی اجازت دی۔اپنے وطن پہنچ کر اللہ کی عبادت اور علم ظاہر کی ترویج میں آخر وقت تک معروف رہے۔انھوں نے صرف اپنے فرزند مولوی حافظ عبدالکریم حقانی کو بیعت کیا ہے۔یہ بات عاجز سے خود مولوی عبدالکریم نے بیان کی ہے۔

مولوی حافظ عبدالکریم حقانی کی عمر اس وقت پچھتر سال ہے۔پایۂ علمیت خوب بلند ہے اس وقت تک

ترین کتابیں مختلف علوم وفنون میں لکھ چکے ہیں۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔
۱۔ السیاسۃ الشرعیہ در دو جلد ۲۔ خلاصہ حکمت حقانی ۳۔ الشوریٰ فی الاسلام۔ ۴۔ ہویت دین ۵۔ معاملات ۶۔ مناکحات وطلاق وفلسفۂ آں ۷۔ جنایات ۸۔ زن از نگاہ اسلام ۹۔ احکام منفعت غیر مشروعہ (ربوا) ۱۰۔ اجتہاد وتقلید ۱۱۔ اصول محاکمات قضائی ۱۲۔ امقام شاہ در نظر اسلام ۱۳۔ حکم سماع ۱۴۔ اسلام وابن سینا ۱۵۔ تفسیر منظوم پارہ عم۔ وغیرہا۔
عربی، فارسی اور افغانی میں اشعار کہتے ہیں۔ ۲۳ سال تک جامعہ کابل کے کلیہ میں استاد رہے۔ اور مراتب قضاوت میں۔ ابتدائیہ اور محکمہ مرافعہ (استیناف) اور ریاست عالی واتہائی کے تمیز ارمعین وزارت عدلیہ دو مرتبہ ہوئے جمعیت علماء کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اور اب ریاستِ وکلای مدافع کے عہدہ پر ہیں۔ اس عاجز کو لکھا ہے۔ کہ "تا امروز چہل وہشت سال ملازمت رسمی را بدون کدام وقفہ بسر بردہ ام" (آج تک پورے ۴۸ سال رسمی ملازمت میں بغیر کسی وقفہ کے بسر کیے ہیں) اب سالہا سال سے "کارتہ پروان" کابل میں مقیم ہیں۔ عاجز سے بہ مراسم مودت پیش آتے ہیں۔ ان دنوں اتفاق سے ہفتہ عشرہ کے واسطے دلی آئے تھے۔ اپنا اور اپنے پدر بزرگوار وجدّ امجد کا مختصر حال لکھ کر عاجز کو دیا۔ جو کچھ اس عاجز نے لکھا ہے اُسی مختصر سے لکھا ہے۔ سَلَّمَہُ اللّٰہُ وَ حَفِظَہُ وَوَفَّقَنِیْ وَاِیَّاہُ لِمَا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ۔ اگرچہ امور دنیویہ اور مناصب عالیہ میں مصروف ہیں لیکن بفضل اللہ ذکر ما امور یقینیہ سے بھی غافل نہیں ہیں۔

دل راطواف کن کہ عجب جائے باصفا است　　سعدی مَرو بہ کعبہ کہ دل خانۂ خدا است
(اپنے دل کا طواف کر کہ خوب ہی صاف جگہ ہے اے سعدی کعبہ کو نہ جا کیونکہ دل اللہ کا گھر ہے)

۶۔ ملا حاجی نور احمد ولد میر احمد مہمند معروف بہ حاجی صاحب کلان بنگر میں رہتے تھے ۵ بار حج کئے۔ ایک سو پندرہ سال کی عمر پا کر راہیٔ ملک بقا ہوئے، حضرت سیدی الوالد کے جدّ امجد حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت ہوئے تھے۔ اور حضرت سیدی الوالد کے خصوصی خلفاء میں سے صاحب ارشاد تھے۔ رحمہ اللہ۔
۷۔ مُلّا گل محمد ولد مُلّا مہرداد قوم ادخیل، ساکن کٹواز، نہایت صاحبِ نسبت اور باکمال شخص تھے۔ آپ کو بھی اُن سے محبت تھی۔ ملفوظات کے ملفوظ ۲۳ میں یہ عاجز لکھ چکا ہے کہ ایک دن خانقاہ شریف میں آپ نے مُلّا صاحب سے دریافت کیا۔ ملّا گل کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ خانقاہ شریف میں داخل ہوتے ہی محوِ تجلیات ہو جاتا ہوں اور کسی شے کی خبر نہیں رہتی۔ آپ نے ارشاد کیا۔ اگر خانقاہ شریف میں یہ بات حاصل ہوئی تو کیا بڑی بات ہے۔ ہاں اگر زنانِ فاحشہ کے بازار سے گزرتے وقت یہ کیفیت رہے تو کمال ہے۔ صاحب استعداد مُرید تھے۔ پیرِ کامل کی صحبت میں اللہ تعالیٰ نے اُن

کو درجہ کمال پر پہنچایا۔ ۱۳۲۸ھ میں اُن کی وفات دلّی آتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خاں میں ہوئی۔ آپ کو بہت افسوس ہوا۔ مُلّا حاجی احمد خاں کو تحریر فرمایا "مُلّا گُل کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ ہمارے خادموں میں اور ایسا شخص صاحبِ علم و عمل، ثابت قدم معلوم نہیں ہوتا" اور ایک دن آپ نے فرمایا۔ "مُلّا گُل قطب افغانستان بود" اور ایک دن آپ نے فرمایا "بدقسمتی اہلِ کابل بود کہ گُل از میان ایشان رفتہ" رحمہ اللہ۔ مُلّا گُل افغانستان کے قطب تھے۔ اور اہلِ کابل کی بدقسمتی ہے کہ اُن کے درمیان سے گُل (پھول) جاتا رہا۔

۸۔ مُلّا حاجی گُل ولد ملا شیخ الدین، قبیلہ خداداد خیل وازخواہ سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحبِ نسبت تھے۔ دلّی میں آپ کی حیاتِ طیبہ میں وفات ہوئی اور حضراتِ محدثین کے قبرستان (مہندیوں) میں استراحت فرما ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۹۔ مُلّا جمعہ خاں ولد مُلّا اکبر آخوند زادہ از قبیلہ خداداد خیل ساکن وازخواہ صاحبِ علم، صاحبِ نسبت اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔ اب اُن کے بیٹے مُلّا عبدالقدوس اُن کے قائم مقام ہیں۔ وَفَّقَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ وَرَحِمَ اللّٰهُ اٰبَاهُ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۱۰۔ مُلّا عبداللہ ولد مُلّا زرداد علی زئی خصوصی افراد میں سے تھے۔ سالہا سال آپ کی خدمت کی۔ اور مراتبِ عالیہ حاصل کئے۔ رحمہ اللہ۔

۱۱۔ یار محمد ولد مرزا قوم خروئی ساکن سروزہ۔ آپ کے نہایت قدیم مخلصوں میں سے ہیں۔ کئی سال مسلسل خدمت کی اور اس زمانہ میں خدمت کی جب کہ آپ کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۲۔ غلام اکبر معروف بہ اَکُرو ولد محمد ایاز قوم اتخیل ملیزی ساکن کٹواز۔ آپ سے بیعت ہوئے صاحبِ استعدادِ کامل تھے۔ وظیفہ شریفہ کی حلاوت نے ان کو دنیوی کاروبار سے روک لیا۔ وہ پہلے تجارت کیا کرتے تھے۔ بیعت ہونے کے بعد انھوں نے اپنے دل سے کہا۔

> ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

(خدا کی بھی طلب ہو اور گھٹیا دنیا کی بھی، یہ صرف خیال ہے، محال ہے اور دیوانہ پن ہے)

چونکہ اصحابِ عزیمت میں سے تھے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی یاد میں لگ گئے۔ سلطان الاذکار کا ذکر شریف اُن پر ظاہر و باہر تھا۔ اُن کا ایک ایک رُواں ذکرِ پاک میں مشغول رہا کرتا تھا اور یہ شعر

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال   میدار نہفتہ چشم بہ جانبِ یار

(ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں چھپی نظر رکھ یار (اللہ) کی طرف)

ان کا نقدِ وقت تھا۔ ایک دن حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ حلقہ فرما رہے تھے۔ اہلِ حلقہ میں سے بعض افراد پر کچھ غفلت طاری ہوئی۔ آپ نے غلام اکبر کو بلا کر فرمایا۔ ان لوگوں پر غفلت طاری ہوگئی ہے آؤ اور اس غفلت کو دُور کرو۔ چنانچہ وہ آپ کے سامنے اہلِ حلقہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور ذکر شریف میں ایسے مصروف ہوئے کہ دو چار منٹ میں اربابِ غفلت کی غفلت دُور ہوئی اور نعرۂ آہ و بکا بلند ہوا۔ ایک دن آپ نے صبح کو نو دس بجے اس عاجز سے فرمایا۔ جاؤ اور غلام اکبر سے کہو کہ حضرت سید صاحب (سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ) سے ہمارا سلام عرض کریں اور حضرت سید صاحب جو کچھ ارشاد فرمائیں آکر ہم سے کہیں۔ عاجز نے غلام اکبر سے آپ کی بات کہی۔ وہ اسی وقت حضرت سلطان جی کی بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد آپ نے بگھی منگوائی اور حضرت سید صاحب کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ جس وقت آپ وہاں پہنچے غلام اکبر مراقبہ میں محو تھے۔ آپ اُن کے پاس بیٹھے۔ پہلے آپ نے سورۂ تبارک الّذی بلند آواز سے تلاوت فرمائی اور پھر مراقب ہو گئے۔ جب آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے، غلام اکبر سے فرمایا۔ دیکھو غلام اکبر اس طریقہ سے مراقبہ کیا کرو۔ تم نے دیکھا کہ حضرت نے کتنی مہربانی فرمائی۔ یہ سُن کر غلام اکبر نے کہا جی ہاں حضور میں نے حضرت کی مہربانیاں دیکھیں۔ اور پھر وہ وجد میں آگئے۔

غلام اکبر پر فاقے گزر جاتے تھے لیکن اُن کے ذکر و شغل میں قطعاً بال برابر فرق نہیں آتا تھا۔ ایک دن آپ نے اُن سے فرمایا۔ غلام اکبر تم نے کسی کو بیعت کیا۔ انھوں نے عرض کی حضور میں اپنا بوجھ اُٹھانے کے قابل نہیں ہوں دوسرے کا بوجھ کیا اُٹھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا "اللہ نے تم کو اس قابل کیا ہے کہ تم بیعت کرو۔" آپ کے اس ارشادِ گرامی کو سُن کر انھوں نے صرف ایک شخص کو داخلِ سلسلہ کیا اور اس کو بھی آپ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ رحمہ اللہ۔

۱۳۔ طلا ولد جان گُل مشوڑی ساکن دازخواہ اصحاب نسبت میں سے تھے۔ بعض افراد نے آپ سے شکایت کی کہ وہ نامحرم عورتوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ جب وہ کوئٹہ آئے آپ نے چند روز اُن کو آنے نہیں دیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے تو اُن کو آنے دیا اور اُن کا ہدیہ بھی قبول کر لیا۔ اُن کے علاقہ میں کنوئیں بہت گہرے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ کنوئیں کے پاس بیٹھے تھے۔ وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور کنوئیں میں گر پڑے۔ لوگوں نے نکالا۔ ان کے کوئی چوٹ نہیں لگی۔ رحمہ اللہ۔

۱۴۔ مُلّا ذاکر ولد حسن خان ملا خیل ساکن گو اشتہ۔ نہایت صاحبِ اخلاق و محبت تھے۔ ذکر شریف کی لذت سے پوری طرح آشنا تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۵۔ حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم قوم وزنانی ساکن شلگر۔ اصحاب صفار میں سے تھے اچھی تجارت تھی۔ سالہا سال تجارت بھی کرتے رہے اور ذکر و فکر میں بھی معروف رہے۔ آخر سلطانِ عشق کا غلبہ ہوا اور دنیا کی فکر سے آزاد ہو کر ذکرِ الٰہی میں معروف ہو گئے۔ نہ سردی کی پرواہ تھی نہ گرمی کی۔ حضرت امام غزالی اور مشائخ کرام کی تالیفات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ جس وقت حضرت برادرِ کلاں کی ولادت ہوئی انھوں نے حضرت سیّدی الوالد سے کہا کہ ان کا نام عبدالرحمٰن رکھیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا ہم نے حضرت بلال نام رکھا ہے۔ یہ نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان پر بہت آیا ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۶۔ عبدالقادر ولد غلام رسول خان قوم احمدزی ساکن گردیز زمرہ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ" (وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے) سے تھے اچھی تجارت تھی اچھا پہنتے اور کھاتے تھے۔ مع ہذا ہر وقت یادِ الٰہی میں محو رہتے تھے۔ ان کی مدہوشی و مستی کا پتہ ان کی مخمور آنکھوں سے چلتا تھا۔ ہر وقت اُن کی آنکھیں سرخ رہتی تھیں۔ میرٹھ کے حافظ اشفاق الٰہی وغیرہ احیاناً اُن کو میرٹھ بلاتے تھے اور وہ لاہور جاتے ہوئے میرٹھ اُتر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہاں پہنچے تو بادۂ وحدت سے مخمور تھے۔ چلتے وقت اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ سے یہ شعر سنا تھا ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ   خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

(بہار کے موسم میں پتھر کب سرسبز ہوتا ہے۔ مٹی ہو جاؤ تاکہ رنگ برنگ پھول کھلیں)

ان کی مستی کا اثر میرٹھ کے برادرانِ طریقت پر خوب ہوا۔ خدا کے فضل و کرم سے اُن کے لطائفِ مبارکہ پوری طرح ذاکر و شاغل تھے اور اُن کے زرد، سرخ، سفید، سیاہ، سبز انوار سے ساحتِ سینہ مملو تھا۔ یہ شعر اُن کے حسبِ حال واقع ہوا اور وہ اس کے لطف سے سرشار تھے۔ برادرانِ طریقت اُن سے مستفید ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

۱۷۔ حاجی مُلّا احمد خان ولد عبدالکریم قوم مُتّا خیل ساکن کٹواز نے مسلسل بیس سال تک ساں میں چھ ماہ آپ کی خدمت کی۔ اور زمانہ علالت میں بھی آپ کی خدمت میں رہے۔ قبرِ مبارک کی اجازت [illegible] نے حاصل کی۔ اپنے پیر و مرشد کے سچے عاشق تھے۔ ۱۳۵۵ھ میں دلی آئے۔ مہینہ چالیس دن قیام [illegible] دن اس عاجز سے کہا۔ میرے پاس زادِ راہ نہ تھا۔ مجھ کو اشارۂ غیبی ملا [illegible] حاضری دو [illegible]

سامان فروخت کیا اور دلّی آیا ہوں۔ غالباً میری عمر پوری ہو چکی ہے اور یہ آخری آمد ہے۔ جب سردی کم ہوئی اپنے وطن کو مراجعت کی اور اوائل ۱۳۵۹ھ میں راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وألحقہٗ بمشائخہ الکرام۔

۱۸۔ مُلّا اسلم کبیر ولد مُلّا میر عالم قوم اندڑی ساکن شلگر اصحابِ علم واصحابِ نسبت سے تھے۔ انوارِ الٰہیہ سے سینہ معمور تھا۔ جس وقت انھوں نے اپنے پیر و مرشد کی وفات کی خبر سُنی مسجد شریف میں درس دے رہے تھے۔ درس چھوڑ کر ستون سے پیٹھ لگا کر دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر بیٹھ گئے۔ یہ ستون لکڑی کا تھا۔ اس کا کنارہ تیز تھا۔ وہ گھنٹوں اپنے احوال میں مستغرق رہے۔ ستون کے کنارے نے اُن کی پیٹھ کو زخمی کر دیا۔ خون نکل آیا اور وہ بے خبر رہے۔ ان کا مزار مَوردِ انوارِ الٰہیہ ہے۔ رحمہ اللہ۔

۱۹۔ سید مُلّا محمد سعید اُولان رباط میں رہتے تھے۔ نہایت پاک دل اور پاک مشرب تھے دنیوی امور سے بے نیاز، محوِ انوار و تجلّیاتِ الٰہیہ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۰۔ مُلّا پیر احمد ولد مُلّا جان محمد قوم تُرکی ساکن ناوہ خصوصی افراد میں سے تھے۔ ہر سال کچھ دن کے واسطے کوئٹہ آیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی ان سے محبت تھی اور ان کی آمد سے خوش ہوتے تھے۔ اُن پر آپ کا رعب غالب تھا۔ آپ کے سامنے نہایت ادب اور آہستگی سے بات کرتے تھے۔ اور نظر جھکی رہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے جتنی بصیرت بڑھتی ہے ادب میں اضافہ ہوتا ہے۔ رحمہ اللہ

۲۱۔ ملا سید باز نیازی ساکن ظُلمت کردیز آپ کے صادق عاشق و زندہ دل اور صاحبِ نسبت تھے۔ رحمہ اللہ۔

۲۲۔ مُلّا لعل محمد ولد ابراہیم خلیل قوم جاجی خیل ساکن کٹواز نہایت صاف نفس پاک روش صاحبِ نسبت تھے۔ مدّتوں آپ کی خدمت کی اور گوہرِ مراد سے دامنِ طلب پُر کیا۔ رحمہ اللہ۔

۲۳۔ مُلّا سید رحمت ولد حضرت یوسف قوم نیازی ساکن گیلانِ مَقُر مخلصینِ پاک نہاد اور اصحابِ نسبت سے تھے۔ رحمہ اللہ

۲۴۔ ملا عبد الحق صاحبزادہ ولد ملا محمد حسن جان قوم ابوبکر خیل ساکن گیلانِ مَقُر آپ کے خصوصی اصحاب میں سے تھے۔ ۲۰ رجادی الآخرہ ۱۳۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۲۵۔ ملا احسان اللہ صاحبزادہ ولد ملا محمد صدیق قوم ابوبکر خیل ساکن گیلانِ مَقُر نہایت صاف

نفس پاک روش صاحبِ علم و صاحبِ نسبت و صاحبِ ارشاد تھے۔ شنبہ ۲۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۵ھ کو رحلت کی۔ رحمہ اللہ۔

۲۶۔ غلام احرار صاحبزادہ ولد قلندر شاہ اندڑی ساکن جامراد' صاحبِ علم و فضل و کمال تھے پہلے اپنے والد سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور پھر حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی صحبت فیض اثر میں ان کے ظاہری و باطنی کمالات کی جلا ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ میں کوئٹہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور بعد میں آپ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

رفعۃ الحواشی شرح تتمۃ الحواشی' و حواشی برخیالی' و حواشی بر بیضاوی' وازالۃ الاوہام ـــ الشریعۃ الاظہر شرح الفقہ الاکبر ان کی علمی کتابیں ہیں۔ اب تک ان میں سے ایک کتاب بھی نہیں چھپی ہے۔ فیض قلندری و انوار فتح محمدی چھپ چکی ہیں۔

فارسی اور افغانی میں شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ مثنوی رنگین' تحفۃ الاخیار' گلشنِ اسرار' دیوانِ احرار' بیان العرفان وغیرہ میں سے بیشتر طبع ہو چکی ہیں۔ تحفۃ الاخیار کا قلمی نسخہ اِس عاجز کے پاس ہے۔

ہر سال سردی کے موسم میں لدھیانہ آیا کرتے تھے اور پھر کچھ دن کے واسطے دلی آتے تھے آخری مرتبہ محرم ۱۳۵۵ھ میں دلی آئے۔ جب وطن جانے لگے تو اپنے پیر و مرشد کے مزارِ پُر انوار پر فاتحہ پڑھی اور آنسو بہاتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   رُوئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

(افسوس کہ پلک جھپکنے کی مدت میں یار کی صحبت تمام ہوئی' پھول کا چہرہ سیر ہو کر دیکھا بھی نہ تھا کہ بہار تمام ہوئی)

وطن پہنچ کر شبِ چہار شنبہ ۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۳۱ رجولائی ۱۹۳۸ء رات کے دس بجے وبائی مرض میں ۶۵ سال کی عمر پاکر راہی ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

غالباً ۱۳۳۷ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ حسب معمول کوئٹہ تشریف لے گئے وہاں افغانستان کے مخلصین کا اجتماع تھا۔ تقریباً بیس پچیس علماء تھے۔ ان میں غلام احرار صاحبزادہ بھی تھے۔ ایک دن ظہر کے بعد آپ باہر رونق افروز تھے اور مخلصین کا حلقہ مصروف ذکر و فکر تھا کہ حاجی حافظ ملا بسم اللہ اندڑی خلیفۂ پیر سید حسن قادری جیلانی کابلی حاضر ہوئے اور آپ سے صاحبزادہ غلام احرار کی شکایت کی۔ صاحبزادہ صاحب اس وقت ہم تینوں بھائیوں کے

پاس باغیچہ میں تھے۔آپ نے اُن کو بُلوایا۔ یہ عاجز بھی گیا تاکہ مُلّا بسم اللہ کی بات سُنے۔ مُلّا بسم اللہ نے آپ سے کہا۔ ملا غلام احرار نے مثنوی رنگین طبع کرائی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے یہ مثنوی اپنے مرشد و مولا کو دکھائی اور انھوں نے قبول فرمائی۔ اس مثنوی میں انھوں نے میرے متعلق لکھا ہے: قَدْ كَثُرَ فِي زَمَانِنَا الْمُفْتَرُوْنَ الْكَاذِبُوْنَ الْمُتَعَصِّبُوْنَ وَ لِلْقُرْآنِ هُمْ حَامِلُوْنَ وَ بِمَعْنَاهُ لَا يَعْمَلُوْنَ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا، كَالْحَاجِي الْجَاهِلِ الْعَقْوَرِ، الْمَنْبَعِ لِلشَّرِّ وَ رِدْ وَالشَّمِرِ ذَيْلِ الْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ اَلْمُرَادُ مِنْهُ الشَّمْذَارُ الشَّتِيْرُ الشَّمَخْرُ ابْنُ لِزْرَادِ الشَلْگِرِي الْاَنْدَرِ جَزَاهُ اللّٰهُ جَزَاءَ الْكِلَابِ الْعَاوِيَاتِ فِي الدُّنْيَا وَ الْحَشْرِ وَاللّٰهُ مُجْزِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ اِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔ (ہمارے زمانہ میں بُرے اور جھوٹے اور متعصب افراد کی کثرت ہوگئی ہے انھوں نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس گدھے کی ہے جس کے اوپر کتابوں کا ڈھیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ کہاوت ان کی جن پر لادی تورات، پھر نہ اُٹھائی انھوں نے، جیسے کہاوت گدھے کی، پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں۔ جیساکہ حاجی جاہل، کٹکھنا، فسادات کا منبع اور فسق و فجور کے لئے چوکس رہتا ہے میری مراد وہ جلدی چلنے والا، بداخلاق، متکبر ہے جو زر داد شلگری اندڑی کا لڑکا ہے، اللہ اس کو بھونکنے والے کتوں کی جزا اس دنیا میں اور حشر کے دن دے۔ اللہ بھلائی اور بُرائی کی جزا دیتا ہے، اگر بھلائی ہے تو بھلائی اور اگر بُرائی ہے تو بُرائی۔)

مُلّا بسم اللہ کسی پرچہ پر یہ عبارت نقل کرکے لائے تھے۔ آپ نے غلام احرار سے فرمایا۔ احرار کیا بات ہے۔ انھوں نے کہا۔" میں نے مثنوی لکھی اور دلّی میں آپ کو دکھائی، آپ نے پسند فرمائی۔ پھر میں نے آٹھ صفحے کا دیباچہ عربی میں لکھا اور آپ کی پسند کا ذکر کیا۔ اور اس شخص کے متعلق میں نے یہ عبارت لکھی۔ کیونکہ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ مجھ پر غلط الزامات لگاتا ہے اور مجھ کو وہابی کہتا ہے اور اس سلسلہ میں اس نے حکومت کو بھی لکھا ہے کہ غلام احرار وہابی ہے۔ حالانکہ افغانستان میں کسی کو وہابی کہنا مُرتد اور قادیانی کہنے کے مترادف ہے۔ یہ میرے قتل کرانے کے درپے ہے۔ حضور تو ران علماء سے دریافت فرمالیں جو اس وقت حاضر ہیں" آپ نے علماء سے دریافت فرمایا اور انھوں نے صاحبزادہ کی بات کی تصدیق کی کہ مُلّا بسم اللہ ان کو وہابی کہتے ہیں اور ایک محضر لکھ کر انھوں نے حکومت کو بھی دیا ہے اور وہاں مُلّا غلام احرار سے بازپرس بھی ہوئی۔ یہ سُن کر آپ نے مُلّا بسم اللہ سے کہا۔ تم غلام احرار کو بُرا کہو اور ان کو وہابی قرار دو تاکہ حکومت ان کو قتل کرادے اور وہ تم کو عقور و شمذار[1] و شتیر و شمخر نہ کہیں۔

---

[1] الشَّمْذَارُ جلدی چلنے والا۔ الشَّتِيْرُ بداخلاق۔ الشَّمَخْرُ، متکبر۔

جس وقت ملا بسم اللہ نے جیب سے پرچہ نکالا تھا اور مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر سنانی چاہی تھی۔ وہ شَنَیر و شَنَخر جیسے الفاظ غریبہ کو صحیح طور پر نہ پڑھ سکے۔ غلام احرار نے عرض کی۔ ملّا بسم اللہ ایں قدر جرأت کرد شَنَیر را شَشتری خواند۔

صاحبزادہ صاحب کے دو بیٹے ہیں۔ ملّا غلام احمد۔ حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہیں اور اپنے والد کے خلیفہ ہیں۔ علمیت میں ممتاز ہیں اور صاحبِ اولاد ہیں۔ حفظہ اللہ۔ جس سال غلام احرار صاحبزادہ آپ سے بیعت ہوئے اسی سال ان کی ولادت ہوئی تھی۔

چھوٹے بیٹے فدائے احمد ہیں۔ سنہ ۱۳۳۶ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ علم ظاہر نہیں پڑھ سکے، لیکن علم باطن اپنے والد سے حاصل کیا اور خلافت پائی۔ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

پنجاب میں ان دونوں بھائیوں کے مخلصین ہیں۔ خدا کا فضل ہے نسبتِ شریفہ سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

۲۷۔ حسین اللہ صاحبزادہ برادرِ خورد غلام احرار صاحبزادہ اپنے بھائی سے سولہ سال چھوٹے تھے۔ صاحبِ ذوق و وجد و حال و نسبت تھے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی بھی ان پر نظرِ عنایت تھی۔ اپنے ذوق و شوق کے احوال میں حضرت سیدی الوالد کی قیام گاہ کی طرف رُخ کر کے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

خواجہ نظام است دل نظامی منم مفتخرش بہ غلامی منم

اور اس کے بعد اپنے برادرِ کلاں کے اشعار پڑھتے تھے اور عالم وجد میں لوٹا کرتے تھے۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ میں وفات پائی۔ اپنی وفات سے ایک دو سال پہلے اس عاجز سے لاہور میں کہہ رہے تھے کہ احوالِ وجد میں مجھ کو چوٹیں لگتی تھیں۔ اس وقت کچھ احساس نہ ہوا لیکن اب چوٹ لگی ہوئی جگہ میں درد ہوتا ہے۔ اور بہ مشکل چلتا ہوں۔ اُن کے مخلصین میں بھی سوز و درد کا اثر موجود تھا۔ اولاد کافی ہوئی، لیکن سب داغِ مفارقت دے گئی۔ رحمہ اللہ۔

۲۸۔ خدائے مہر گل صاحبزادہ ولد باز محمد صاحبزادہ قوم کنڈی، ساکن قرہ باغ، مرد پاک طینت پاک مشرب اور صاحبِ نسبت تھے۔ رحمہ اللہ

۲۹۔ ملّا سید احمد جان ولد سید اختر ساکن خیر کوٹ کنڑاز۔ پاک دل صاف خش صاحب نسبت تھے۔ حقیقتِ صلاۃ سے نصیبۂ اوفیٰ حاصل تھا۔ پیر و مرشد کے مخلصِ صادق تھے۔ کئی حج کئے۔ سنہ ۱۳۶۱ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ رحمہ اللہ۔

۳۰۔ مُلّا خیر اللہ ولد مُلّا عبد اللہ قوم جلال زی، اندڑ ساکن شنلگر مخلص صادق تھے۔ پہلے مُلّا نجم الدین آخوندزادہ سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ازاصحابِ ذوق و شوق و نسبت ہوئے۔ افغانی میں بہت اچھے اشعار کہتے تھے، ان کو پڑھ کر خود بھی روتے تھے اور یارانِ طریقت کو بھی رُلاتے تھے۔ سہ شنبہ ۵ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۳۱۔ شرف الدین ولد مُلّا خداداد قوم مہمند ساکن کنواز آپ کے مخلص صادق تھے تجارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب بنگال سے تجارت کر کے آئے تو کچھ ہدیہ پیش کیا۔ غالباً پانچ روپیہ ہدیہ تھا۔ اُن کے ساتھ جو رفقا تھے انھوں نے بھی ہدیہ دیا۔ حاجی ملا احمد خاں نے ایک کاغذ پر ان سب کے نام اور ہدیہ کی مقدار لکھی اور اس عاجز کو دیا۔ یہ عاجز پرچہ کو آپ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے پرچہ دیکھ کر فرمایا۔ شرف الدین سے جا کر کہو کہ تم نے ہدیہ میں کمی کیوں کی ہے۔ عاجز نے اُن سے یہ بات کہی۔ وہ سُن کر مسکرائے اور دو یا تین روپیہ نکال کر اور دیئے۔ جب اس عاجز نے وہ رقم پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔" دیکھو زید، اب ٹھیک ہے۔" جب یہ عاجز باہر آیا تو حاجی مُلّا احمد خان اور دوسر برادرانِ طریقت شرف الدین سے دریافت کر رہے تھے کہ یہ کیا بات تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں جب بنگال جا رہا تھا، یہ نیت کی تھی کہ مجھ کو جتنا فائدہ ہوگا اس میں سے فی صد ایک روپیہ آپ کو دوں گا۔ میں نے دو یا تین روپیہ کم دیئے تھے۔ اس پر آپ نے مجھ سے دریافت کیا۔ میری نیت کی خبر بجز پروردگار کے کسی کو نہ تھی۔ ان کی بات سُن کر عاجز نے ان سے کہا کہ بقیہ رقم لیکر آپ نے فرمایا۔ دیکھو زید اب ٹھیک ہے۔ ۱۳۴۶ھ کا حج عاجز اور برادر کلاں کے ساتھ کیا۔ اور دو چار سال کے بعد وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۳۲۔ حاجی کلا خان ولد محمد امین خرد ئی کوچی۔ پھر شاہ جوے میں آباد ہو گئے تھے۔ مرد مخلص و پاک دل تھے۔ ۱۳۴۶ھ کا حج ساتھ کیا اور پھر چند سال بعد وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۳۳۔ ملا امیر ولد حاجی بازک میچن خیل ساکن جامراد پاک دل صاف منش شخص تھے۔ آپ کی محبت میں فانی تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ اولاد ایک سے بھی نہ تھی۔ ۱۳۴۲ھ میں دونوں بیویوں کو لے کر رام پور پہنچے۔ اپنے مولیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ میں التجا کی۔ میں اپنی دونوں بیویوں کو لیکر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں جا رہا ہوں تو اُن کی برکت سے مجھ کو اولاد عنایت کر۔ اُن کی دعا قبول ہوئی۔ ایک سال بعد ان کی بڑی اہلیہ بی بی لال کو جن کے نکاح کو ۳۰ سال ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ

نے لڑکی عنایت کی۔ اس وقت وہ اور ان کے گھر والے کوئٹہ میں تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے بچی کو نہلایا، کپڑے پہنائے اور اس کا نام صفیہ رکھا۔ خدا کے فضل سے بڑی ہوئی اور صاحبِ اولاد ہوئی پھر ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کی چھوٹی اہلیہ بوبو جان کو سولہ سال کے بعد افغانستان میں پسر عنایت کیا۔ ملّا امیر نے اس کا نام طاہر رکھا۔ جوان ہو کر رحلت کر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ملّا امیر کو مثنوی شریف سے بہت شغف تھا۔ اکثر اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ لوگوں کو ان سے فیض پہنچا۔ اپنے پیر و مرشد کے دس بارہ سال بعد رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ۔

۳۴۔ ملّا حسن قوم بابی قندھار کے رہنے والے تھے۔ سن تیرہ سو بتیس یا تینتیس میں کوئٹہ آئے۔ حاجی اسلم نورزی نے ان کو اپنے گھر میں رکھا۔ آپ کی خدمت میں گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ اور فیوضات و برکات حاصل کرتے تھے۔ حالات بلند وارجمند سے مشرف ہوئے۔ آپ کو بھی ان سے بہت محبت اور لگاؤ تھا۔ ۱۳۳۶ھ میں جب آپ دتی تشریف لے آئے وہ قندھار چلے گئے۔ سن اڑتالیس اور چالیس میں وہ کوئٹہ میں نہیں تھے۔ آپ نے حاجی اسلم نورزی سے کئی مرتبہ فرمایا۔ تم ملّا حسن کو کیوں نہیں بلاتے۔ اگر ان کو تمہارے گھر میں تکلیف ہے ہم اُن کو کمرہ دینگے۔ اِس عاجز کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے مخلصین میں سے کسی کے واسطے اشتیاقِ ملاقات ظاہر فرمائی ہو بجز ملّا حسن کے۔ ملّا حسن از اصحابِ کمال و ارباب صحو تھے۔ ہر وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن قندھار میں شہر سے باہر نکلے۔ ان کے ساتھ ملّا باز محمد ملا جلال الدین، ملّا قاسم اور دو تین افراد تھے۔ یہ سب حضرت سیدی الوالد سے بیعت تھے۔ یہ لوگ باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ اپنے ذکر و فکر میں مصروف تھے۔ انھوں نے ان لوگوں سے کہا۔ افسوس صد افسوس، شترِ بے مہار کی طرح چلے جا رہے ہو۔ یہ دیکھو تمہارے سامنے پہاڑ ہے جو پروردگار کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے۔ تمہارے سر پر آسمان ہے وہ خدا کی قدرت کاملہ کا بیان کر رہا ہے۔ یہ دیکھو زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کی یاد کر رہا ہے اور تم غفلت میں وقت گزار رہے ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔ رحمہ اللہ۔

۳۵۔ ملا محمد آفاق قوم مروت، صوبہ سرحد کے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کمال حاصل کیا اور اپنے وطن میں صاحبِ ارشاد ہوئے۔ ۱۳۴۰ھ میں ان کے تین مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے محمد آفاق کی خیریت دریافت کی اور ان تینوں سے فرمایا۔ تم ہمارے اپنے ہو۔ اس عاجز کو اس دن محمد آفاق کے متعلق علم ہوا۔ رحمہ اللہ۔

اب یہ عاجز بلوچستان کے اربابِ اجازت کا ذکر کرتا ہے۔

۳۶۔ قاضی لعل محمد ولد قاضی سمندر قوم دُرّانی نورزی، قلاتِ نصیر کے رہنے والے تھے۔ کوئٹہ آئے اور آپ سے بیعت ہوئے اور شہر کوئٹہ سے تین میل کے فاصلے پر قریۂ خلیل میں سکونت اختیار کی۔ سنہ ۱۳۲۶ھ میں حضرت سیدی الوالد نے اُن کو بڑا شجرۂ شریفہ عنایت کیا۔ بلوچ اور بروہی جب آپ کے پاس بیعت ہونے کو آتے تھے تو آپ قاضی لعل محمد کے پاس بھیج دیتے تھے تاکہ وہ اُن کو داخلِ سلسلہ کریں اور چند روز اپنی صحبت میں رکھیں۔ قاضی صاحب نہایت ضعیف تھے چندسال حیات رہے اور پھر سفرِ آخرت کر گئے۔ رحمہ اللہ

۳۷۔ ملّا عبدالحلیم آخوندزادہ فرزند ملا عبداللہ ساکن چُوہی، کوئٹہ، قوم کاکڑ، جب سیدی الوالد اوائلِ محرم سنہ ۱۳۱۸ھ مطابق مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو کوئٹہ تشریف لے گئے۔ ملّا عبدالحلیم اور اُن کے بڑے بھائی ملا عبدالرشید آپ سے بیعت ہوئے۔ ملّا عبدالحلیم آپ سے بیعت کیا ہوئے دل وجان سے آپ پر تصدق ہوئے۔ تمام مخلصین میں کیا از افغانستان، کیا از بلوچستان و ہندوستان بلکہ آپ کے ارشادِ مبارک کی رُو سے قاطبۃً تمام مخلصین سے افضل و اکمل تھے۔ اِس عاجز نے "مثنوی ہجراں" میں کہا ہے ؎

آں زچُوہی دو برادر باکمال	در ولار و در محبت بے مثال
مخلصانِ باوفا ہریک سعید	پاک دل عبدالحلیم واں رشید
کاکڑاں رامثلِ تاج وسر بُدند	بہرِ مرشد مثلِ بال و پر بُدند

حضرت سیدی الوالد نے ایک دن فرمایا تھا۔ عبدالحلیم قوت بازوئے من بود۔ اور ایک دن ارشاد کیا۔ عبدالحلیم قطبِ کوئٹہ بود۔ جب مُلّا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے بمبئی حاجی عبداللہ عمر کو لکھا کہ وہ اُن کو آرام پہنچائیں۔ ہمشیرۂ کلاں کے نکاح میں مُلّا صاحب دلّی آئے۔ آپ نے ان کو بزرگانِ دین کے مزاراتِ مقدسہ پر بھیجا۔ جب وہاں سے واپس آئے تو صدہا مخلصین کے سامنے حضرت سیدی الوالد سے کہا۔ ہم کو آپ کی قدر نہ تھی۔ آپ کی عظمت کا اندازہ آج ہوا کہ جہاں بھی حاضر ہوا صاحب مزار نے یہ کہا۔ تم ہمارے ابوالخیر کے مرید ہو لہٰذا تم ہمارے ہو۔ جس وقت حجازِ مقدس سے آئے تو انھوں نے کہا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی کہ میں آپ کے عاشق ابوالخیر کا غلام ہوں۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ الطاف و عنایات اور مہربانیاں کیں جن کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

معمولات کے آخر میں مُلّا عبدالحلیم کی وفات کا واقعہ یہ عاجز لکھ چکا ہے۔ رحمہ اللہ

۳۸۔ مُلّا عبدالرشید آخوند زادہ مُلّا عبدالحلیم کے بڑے بھائی تھے اور تقریباً بیس سال اُن سے بڑے تھے۔ بیعت ہونے سے پہلے انھوں نے عمل کر کے ایک تعویذ حاصل کیا تھا۔ اس عاجز نے صدہا اشخاص کو تعویذ دیتے دیکھا ہے۔ لیکن جو اثر مُلّا عبدالرشید کے تعویذ میں تھا وہ کسی کے تعویذ میں نہ پایا۔ وہ اِدھر تعویذ لکھتے تھے اور اُدھر کوسوں دُور مریض پر اثر ہوتا تھا۔ بیعت ہونے کے بعد مُلّا صاحب نے حضرت پیر و مرشد سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں لوگوں کو تعویذ دیا کروں۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور آخر دم تک وہ تعویذ دیا کرتے تھے۔

مُلّا صاحب کی عادت تھی جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ضرور دست بوسی کرتے اور دُو روپے نذر پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت سیدی الوالد، مفتی عبیداللہ کے پاس جامع مسجد قندھاریان میں بیٹھے تھے۔ مُلّا عبدالرشید خلافِ معمول باہر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ عبدالرشید کجا میروی۔ انھوں نے کہا۔ در جیب چیزے نہ دارم۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد وہ آئے اور آپ کی دست بوسی کی اور بجائے دو روپے کے چار روپے نذر پیش کی اور ہم تینوں کی دست بوسی کی اور ایک ایک روپیہ پیش کیا۔ وہ جہاں بھی بازار میں نکلتے تھے پروانوں کی طرح اُن پر لوگ گرتے تھے اور تعویذ حاصل کرتے تھے۔ انھوں نے تعویذ دینے کی کوئی رقم مقرر نہیں کی تھی۔ جس نے جو بھی دیا لے لیا۔ پچیس تیس روپے روزانہ سے کم آمدنی نہ تھی، باوجود اس کے مقروض رہا کرتے تھے اور اپنی جائداد فروخت کرتے تھے۔ از حد مہمان نواز اور غریب پرور تھے۔ جو کچھ ملتا تھا گھر پہنچتے تک خرچ ہو جاتا تھا۔ اب اگر گھر میں کوئی مہمان آ گیا ہے تو اس کی ضیافت دُنبہ ذبح کر کے کرتے تھے۔ اور قرض پر قرض چڑھتا رہتا تھا۔

اپنے پیر و مرشد کی وفات کے چند سال بعد تقریباً ۸۰ سال کی عمر پا کر رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ

۳۹۔ سید عبدالحق پشین کے رہنے والے تھے۔ آپ کے مُخلص اصحاب میں سے تھے اور آپ کی حیاتِ طیبہ میں چند سال پیشتر رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ

۴۰۔ خدائے رحم کاکڑ پشین کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد اُن کو رحمت اللہ فرمایا کرتے تھے۔ نہایت مخلص اور عاشقِ صادق تھے۔ اجازت کا پروانہ لے کر سپاہی کے ساتھ کوئٹے سے رامپور دہی آئے تھے۔ آپ کی مبارک حیات میں وفات پائی اور آپ کی دعائیں اُن کے لئے شمع راہ بنیں۔ رحمہ اللہ۔

۴۱۔ سید اکرم شاہ پشین کے رہنے والے صاحبِ نسبت اور صاحبِ جذبہ و صاحبِ استغراق تھے۔ نماز میں انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کو دیکھ کر اپنے حال میں نہیں رہتے تھے۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ اور بدن کو زور زور سے مارا کرتے تھے۔ جب تک نماز میں رہتے تھے یہی مستی اور شورش رہتی تھی۔ ان کی حالت حضرت مولائے روم قدس سرہٗ کے اس شعر کے مطابق ہوتی تھی۔

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد   صبح آمد شمع او بے چارہ شد

(عشق آیا اس کی عقل بیگانہ ہوگئی۔ صبح آئی اس کی شمع عاجز آگئی)

ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ سید اکرم شاہ اس قابل ہیں کہ نماز میں ہمارے پاس کھڑے ہوں لیکن اُن میں ضبط نہیں ہے اور ان کی حرکت خلل کا سبب بنتی ہے۔ رحمہ اللہ

۴۲۔ سرمست بادۂ عرفاں دلدادۂ خیر زماں مقبولِ بارگاہِ رحماں مُلّا داد محمد فرزند مُلّا سیف الدین پسر مُلّا جلال الدین پسر دران پسر عبدالرحیم قوم داوی، ساکن شیرہ بولاک، علاقہ ارغسان، قندھار، صاف نفس، پاک روش فرد تھے۔ کسی سے تعرض نہیں کرتے تھے، بیشتر اوقات خاموش رہتے تھے۔ یہ شعر اُن کے حسبِ حال تھا ؎

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال   میدار نہفتہ چشمِ دل جانبِ یار

اُن کی ظاہری کیفیت سے کوئی نہیں سمجھتا تھا کہ وہ مُلّا ہیں۔ ان کی طرف کے دیہاتیوں کا جو لباس تھا وہی اُن کا لباس تھا۔ ذرا ڈھیلا کرتا اور شلوار۔ زیادہ تر کورے لٹھے کے کپڑے ہوتے تھے۔ چھوٹی پگڑی۔ جب کوئٹہ آتے تھے اذان وہی دیتے تھے۔ اُن کی اذان صحیح معنی میں از دل خیزد بر دل ریزد کی مصداق تھے کہ اُن کے پاک دل سے صدا نکلتی تھی اور دلوں پر گرتی تھی ایک دن ایک خدمت سے حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں یہ عاجز گیا۔ اتفاق سے مُلّا داد محمد کی اذان شروع ہوگئی تھی۔ عاجز نے دیکھا کہ حضرت سیدی الوالد کا سارا بدن کان بنا ہوا تھا۔ آپ کی آنکھیں بند، منہ بند، تن کا کوئی حصّہ حرکت نہیں کر رہا تھا اور آپ اذان کی طرف متوجہ تھے۔ جب اذان ختم ہوگئی آپ نے پُر خمار سُرخی لئے ہوئی آنکھوں سے عاجز کی طرف دیکھا۔ شمسی حساب سے پینسٹھ سال ہو چکے ہیں جب بھی ان کی اذان یاد آتی ہے، تن کا رُواں رُواں کھڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے کہا ہے ؎

بازگو از دار داز آذان داد   تا صدائے دَرد خیزد از نہاد

حَبَّذا دادِ محمد حَبَّذا   رحمتِ حق بر روانت دائما

مُلّا داد محمد نے ایک کتابچہ میں اپنی کچھ کیفیات اور واردات کا بیان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علاقہ ارغسان کی خدمت اُن کے سپرد کی تھی۔ اُن کے بڑے بیٹے مُلّا شمس الدین نے عبدالہادی خاں کی طلب پر ان کا کتابچہ اور کاغذات اُن کو دیدیئے۔ ۱۳۵۸ھ میں جب یہ عاجز مصر سے حج کے واسطے گیا تھا عبدالہادی خاں سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ افغانستان کی حکومت میں موظف تھے اور بڑے مراتب پر تھے لیکن اُن سے بوئے یگانگت عاجز کو آئی۔ تعجب ہوا کہ یہ بُو کیسے آئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مُلّا داد محمد سے وابستہ تھے اور یہ اثر اسی وابستگی کا اثر تھا اور معلوم ہوا کہ انھوں نے کتابچہ اور اوراق کو اس واسطے لیا تھا کہ مُلّا صاحب کے احوال کو کتابی شکل دے دیں۔ انھوں نے اس سلسلہ میں کچھ لکھا یا نہیں اس کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔

اب اہلِ ہند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۴۳۔ محمد اصحاب الدین ولد محمد زین الدین چٹگامی کا بیان ذکرِ خیر میں مخلصینِ قدماء کے احوال میں گزر چکا ہے۔ یہ آپ کے اوّل خلیفہ ہیں۔ آپ کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے ان کے خطوط سے ہوا ہے۔ غالباً ان کی وفات بیعت و خلافت کے کچھ عرصہ بعد ہوگئی۔ اصحاب الدین نے خط کا یہ پتہ تحریر کیا ہے۔ شہر چاٹگام، تھانہ ٹیک ناف بازار، ممدوحناب کو مل کر اصحاب الدین کو ملے۔ رحمہ اللہ

۴۴۔ حاجی فیض اللہ ٹھیکیدار سرسہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے قدیم مخلصین میں سے تھے۔ خانقاہ شریف کی تعمیر کی نگرانی اور اہتمام میں وہ بھی شریک رہے۔ نہایت پاک طینت اور صاف منش شخص تھے۔ دنیا کی طرف سے بے فکر تھے اور نسبتِ شریفہ سے بھی پوری طرح مجلّیٰ تھے۔ رحمہ اللہ

۴۵۔ مولوی برکت اللہ فاروقی ہانسوی قدیم مخلصین میں سے تھے۔ سالہا سال حاضر ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح باب کیا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ زندگی کے آخری ایام میں عاجز سے ملے اور سیدی الوالد کے ان تمام خطوط کو حوالہ کیا جو وقتاً فوقتاً اُن کے نام گئے تھے۔ رحمہ اللہ۔

۴۶۔ مولانا مولوی سید عبدالجلیل ولد سید ہدایت علی ڈاسنہ میں رہتے تھے۔ اِس عاجز کی ولادت کے سال ۱۳۲۱ھ میں بیعت ہوئے۔ عودان کا بیان ہے کہ "دو تین مہینے آپ کے حلقہ میں شامل ہوا۔ پھر آپ کوئٹہ تشریف لے گئے اور میں ڈاسنہ چلا گیا۔ وہاں ایک صوفی صاحب رہتے تھے۔ میں ان کے پاس جاکر بیٹھ جاتا تھا اور ذکر شریف کیا کرتا تھا۔ جب آپ کوئٹہ سے تشریف لائے میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ کو حضرت بلال کے پڑھانے کے واسطے مقرر کیا اور میں خانقاہ شریف میں رہنے لگا لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھ پر آپ کی وہ نظرِ التفات نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں اس سلسلہ میں پریشان رہا

کرتا تھا۔ ایک دن آپ عصر کو تفریح سے واپس آئے اور خانقاہ شریف کے دروازے میں مونڈھے پر رونق افروز ہوئے۔ میں قریب ہی کھڑا تھا۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا۔ عبدالجلیل کیا بات ہے سالِ گزشتہ جو حلاوت تم میں تھی اب کے سال نہیں ہے۔ میں نے عرض کی، کوئی خطا تو مجھ سے سرزد نہیں ہوئی ہے، البتہ میں ایک صوفی صاحب کے پاس جایا کرتا تھا اور وہاں بیٹھ کر وظیفہ کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ کثافت اسی کا اثر ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت آپ اس کو سلب فرمالیں۔ آپ نے اچھا فرمایا اور آنکھیں بند کر کے میری طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے محسوس کیا کوئی شے میرے سینہ سے سمٹ رہی ہے اور پھر میں نے ام الدماغ سے کوئی شے نکلتی محسوس کی اور میں نے "چھن" آواز سنی۔ آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر فرمایا۔ عبدالجلیل اب کئی دن ذکر شریف نہ کرو۔ مولوی صاحب نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کہ کوئٹہ میں میرے نام گھر سے لفافہ آیا۔ آپ نے ملا عبدالحلیم کو میرا لفافہ دے کر فرمایا۔ اس میں پریشانی ہے۔ ملا عبدالحلیم نے مجھ کو لفافہ دے کر آپ کی بات کہی میں نے لفافہ کھول کر پڑھا۔ اس میں تحریر تھا کہ میرا لڑکا جس کا نام زید تھا رحلت کر گیا ہے۔

مولوی صاحب چار سال آپ کی خدمت میں رہے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی کا ماحصل یہی چار سال ہیں۔ شبِ جمعہ ۱۴ محرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۷۱ء بعدِ مغرب ایک سو پانچ سال کی عمر پا کر راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ سالہا سال سے جرول ضلع بہرائچ میں قیام تھا۔ جمعہ ۱۲ مارچ کو ہولی کا دن تھا لیکن جرول کے ہندوؤں نے ہولی نہیں کھیلی اور آپ بصد اکرام اپنے مکان کے قریب مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ

۴۷۔ میر واحد خانقاہ شریف کے پاس رہتے تھے۔ اچھی استعداد پیدا کر لی۔ اور آپ کی حیاتِ مبارکہ میں جوانی کی حالت میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۴۸۔ مولوی عبدالعزیز ولد عبداللطیف ساکن گوناکرکاٹی ضلع کھلنا (بنگال) مدرسۂ عبدالرب میں پڑھتے تھے۔ آپ کو مدرسہ میں جمعہ کے دن دیکھا اور فریفتہ ہو گئے۔ بیعت ہوئے۔ سعادت نے ساتھ دیا اور اُن کا دل گرویدۂ ذکر شریف ہو گیا۔ ۱۳۲۳ھ میں بیعت ہوئے۔ ہر سال چالیس دن کے واسطے میلاد شریف کے موقع پر حاضر ہوتے تھے۔ تیرہ سو ستائیس یا اٹھائیس میں آپ نے اُن کو اجازت عنایت کی۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھ چند مخلصین کو لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کے مُریدوں میں سے جو اربابِ تلوب ہوتے تھے وہ ان کے ساتھ چالیس دن رہتے تھے اور باقی افراد میلادِ مبارک میں شریک ہو کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب اور ان کے مُریدوں کے احوال کو دیکھ کر آپ خوش

ہوتے تھے۔ اور آپ نے جو خطوط ان کو لکھے ہیں ان میں بھی اس کا اظہار فرمایا ہے۔

میلاد شریف کے بیان میں اُن کا ذکر آچکا ہے کہ وہ بلند آواز سے اپنے مشاہدات کو باگریہ وزاری بیان کیا کرتے تھے اور آپ اس وقت خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب سے جو کچھ صادر ہوتا تھا بے اختیاری میں ہوتا تھا۔ اس وقت اُن کی آنکھیں قطعی طور پر مخمور اور سُرخ ہوتی تھیں اور جب وہ حال گزر جاتا تھا نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔

اس عاجز نے یہ بات ملاحظہ کی کہ مولوی صاحب کے آنے سے آپ کا دل خوش ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ صبح کو نو دس بجے یہ عاجز آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مولوی صاحب اور اُن کے رفقاء کے نعرہ ہائے وجد آپ نے سُنے۔ خوش ہو کر عاجز سے فرمایا۔ دیکھو ہمارے مولوی عبدالعزیز آگئے۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ جس سے آپ کا دل خوش ہوتا تھا اس کو اپنی طرف نسبت دے کر "ہمارے" فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر فرمایا۔ جاؤ ان سے پوچھو خیریت سے ہیں۔

اس عاجز نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی مولوی صاحب کو جھڑکا ہو۔ اس عاجز کی یاد سے پہلے ایک سال اوائل مریدی میں وہ بارِ دیگر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ دیکھو عبدالعزیز قاعدہ کی پابندی بہتر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد مولوی صاحب سال میں صرف ایک ہی مرتبہ چالیس دن کے واسطے حاضر ہوتے تھے۔ اور جب وہ جاتے تھے آپ ان کو اور ان کے مریدوں کو دُعائیں دیا کرتے تھے۔ آپ دن میں باہر تشریف لا کر بیٹھ جاتے تھے اور اُن کے مریدوں کو خدمت میں مشغول دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ احیاناً کسی سے آپ کچھ بات کر لیا کرتے تھے۔ اور وہ بیحد خوش ہو جاتا تھا، مولوی صاحب بھی خوش ہو کر اس کو آداب کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

۱۳۶۲ھ میں مولوی صاحب کے ہمراہ اُن کے چالیس پچاس مرید آئے۔ اور میلاد شریف کے بعد تقریباً بیس پچیس افراد چلے گئے۔ جب مولوی صاحب کے چالیس دن پورے ہو گئے، بیس ربیع الآخر کو انہوں نے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اُن سے فرمایا۔ تم اپنے خصوصی چار پانچ مریدوں کو رکھ لو اور باقی افراد کو رخصت کر دو۔ چنانچہ مولوی صاحب نے یہی کیا۔ اور مزید چالیس دن رہے پہلی یا دوسری جمادی الآخرہ کو مولوی صاحب نے پھر گھر جانے کا قصد کیا تو آپ نے شیخ عبدالباری، مولوی بخش اللہ اور مولوی بدرالاسلام سے فرمایا جاؤ مولوی صاحب سے پوچھو کہ اُن کو کیا تکلیف ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ ابھی وہ جائیں چونکہ مولوی صاحب کو اپنے گھر پر کچھ کام تھا اس لئے آپ نے ان کو جانے کی اجازت دیدی۔ اس عاجز نے دیکھا کہ آپ خلاف معمول باہر تشریف لائے۔ اور دروازہ میں جو تخت بچھا ہوا رہتا تھا اس پر رونق افروز

ہوئے۔ پہلے مولوی صاحب کے مُریدوں کو بُلایا اور اُن کو رخصت کیا۔ اور پھر مولوی صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ تخت کے پاس زمین پر اکڑوں بیٹھے اور آپ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ آپ نے ان کے دونوں کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور سر مبارک جھکا کر بیٹھ گئے۔ مولوی صاحب بھی اسی حالت میں آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ پندرہ بیس منٹ اس کیفیت میں گزرے۔ مولوی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اُن کے حسبِ حال عاجز نے یہ شعر پایا ؎

نہ دانم چہ گفتی چہ انگیختی کہ از دیدہائیم تو خوں ریختی

(مجھے معلوم نہیں تُو نے کیا بھڑکایا۔ کہ میری آنکھوں سے تو نے خون بہا دیا)

پانچ سات جمادی الآخرہ کو مولوی صاحب آپ سے رخصت لے کر اپنے گھر گئے اور انتیس تاریخ کو آپ جناتِ نعیم تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کو اس بات کا نہایت افسوس رہا کہ آپ کے روکنے پر میں کیوں نہ رُکا۔ ایسا معاملہ مولوی صاحب کے ساتھ اس سے پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا۔ جو دُعائیں اس اخیر وقت میں مولوی صاحب نے حاصل کیں باس عاجز نے سُنیں کیونکہ یہ عاجز از اوّل تا آخر قریب ہی کھڑا سب احوال اور آپ کی دُعائیں سُن رہا تھا۔ اِن دعاؤں کا اثر پوری طرح ظاہر ہوا۔ برما، بہار اور یو۔پی کے بعض اضلاع میں اور سارے بنگال میں مولوی صاحب کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔

اُن کے مرید رحمت اللہ خان جدّت نے کہا ہے اور حسبِ واقعہ کہا ہے ؎

دہلی سے اُٹھا ابر تو بنگال میں برسا سونے پہ سہاگہ کا اثر دیکھ رہا ہوں

مولوی صاحب کو عاجز سے محبت تھی تقسیمِ ہند کے بعد وہ چند سال دلّی نہ آسکے۔ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں عاجز نے اُن کو لکھا کہ اب آنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے کچھ دن کے واسطے آجائیں۔ عاجز کے لکھنے پر وہ دلّی آئے، کچھ دن قیام کیا اور جاتے وقت عاجز سے کہا۔ ان شاء اللہ اب ہر سال حسبِ معمول آیا کروں گا۔ لیکن یہ اُن کی آخری آمد رہی۔ اور سہ شنبہ ۱۱ر ماہ ربیع الاوّل ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو وہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو منتقل ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

اُن کے مُرید خیر البشر بنگالی نے یہ عربی کا شعر کہا ہے اور خوب کہا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا ؎

بِنَفْسِیْ وَ اَوْلَادِیْ وَ اُمِّیْ وَ وَالِدِیْ عَلٰی تُرْبَۃٍ طَابَتْ بِطِیْبِ مُحَمَّدِ

(میری جان اور میری اولاد اور میرے ماں باپ اس قبر پر قربان ہوں جو محمد کی خوشبو سے معطر ہے)

مولوی صاحب اپنے پیر و مرشد کا عرس شمسی تاریخ سے ہر سال کیا کرتے تھے۔ ہزارہا افراد کا

اجتماع ہوا کرتا تھا۔ ضلع کھلنا میں اس دن سرکاری چھٹی رہتی ہے۔

مولوی صاحب کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ عبدالرحیم، محمد یحییٰ، محمد معصوم، محمد سعید، محمد صادق، محمد زبیر۔ اور خیر النساء و اشرف النساء حفظہم اللہ و سلمہم۔ مولوی عبدالرحیم اُن کے جانشین ہیں انہوں نے اپنے والد ماجد کے مزار پر نہایت عمدہ عالی شان گنبد بنوایا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا۔ مولوی عبدالرحیم شنبہ ۱۳ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ جون سنہ ۱۹۸۲ء کو رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ۔ اور ان کی جگہ مولوی صاحب کے تیسرے بیٹے مولوی محمد معصوم جانشین ہوئے ہیں۔ اللہ کے فضل سے مولوی صاحب کی خانقاہ آباد ہے۔ حفظہ اللہ و سلمہ۔

یہ عاجز اپنی تیسری بیٹی عطیہ فاروقیہ کی خواہش پر پہلی مرتبہ چہار شنبہ ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴ جون سنہ ۱۹۷۱ء چاٹگام گیا تھا۔ وہاں مولوی عبدالرحیم، محمد معصوم، محمد سعید اور شفیق احمد پسر مولوی عبدالرحیم پہنچے اور بیان کیا کہ محمد زبیر کا عقد نکاح ۱۸ جون کو ڈھاکہ میں ہے اور پھر ۲۴ جون کو ولیمہ ان کے گاؤں جوناکرانی، ضلع کھلنا میں ہے۔ آپ کی شرکت ضروری ہے۔ عاجز کو مولوی صاحب اور اُن کی محبت یاد آئی اور بہت خوشی سے شریک ہوا۔ محمد زبیر کا عقد نکاح اختری بیگم دختر سید باہر حسین سے ہوا خطبۂ نکاح عاجز نے پڑھا۔ پھر مولوی محمد اسلام چاٹگامی نے عربی مولد پڑھا۔ ۲۳ جون سے ۲ جولائی تک اس عاجز نے جوناکرانی میں قیام کیا۔ مولوی عبدالرحیم، ان کے برادران اور فرزندان نے نہایت آرام سے رکھا۔ اللہ ان کو اجر کثیر دے۔

مولوی صاحب کے جانشین اُن کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحیم ہیں اور خلفاء چھ ہیں۔ مولوی عبدالشکور ضلع اکیاب ملک برما، مولوی نسیم الدین الہ آبادی، مولوی علیم الدین آزاد نگر ضلع مرشدآباد (بنگال)، مولوی محمد اسلام دھرمپوری (چٹگامی)، سید محمود حسن الہ آبادی مقیم اعجاز کالونی لسبیلہ ہاؤس کراچی، مولوی مخلص الرحمٰن ضلع اکیاب (برما) سلمہم اللہ و وفقہم لخدمۃ الاسلام و نشر الطریقۃ۔

مولوی صاحب کے خلفاء کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

مولوی عبدالشکور ولد شیخ احمد ولد فدا حسین ساکن تنگمنڈوا، موضع میورکل، تھانہ پکتو ضلع اکیاب برما متولد سنہ ۱۲۹۰ھ متوفی سنہ ۱۳۰۰ھ نے ایک بیاض اپنے ہاتھ سے لکھ کر چھوڑی ہے یہ بیاض مولوی محمد اسلام چاٹگامی کے پاس ہے۔ عاجز نے اس بیاض میں سے کچھ احوال اپنے سفرنامہ میں لکھے ہیں جس کا نام "السفر الی البنغال" ہے۔ مختصر طور پر یہاں کچھ نقل کرتا ہے۔ کیونکہ ان کے احوال کا تعلق حضرت سیدی الوالد سے ہے۔ ان کا بیان ہے۔

میں میرٹھ میں پڑھتا تھا اور پیر طریقت کی مجھ کو تلاش تھی۔ اتفاق سے میں میرٹھ سے دلی گیا۔ میرے دوست مولوی غلام ربانی وغیرہ مولوی رشید احمد سے بیعت ہونے سہارنپور جا رہے تھے۔ مجھ سے چلنے کو کہا۔ چونکہ بعض مسائل میں مجھ کو اُن سے اختلاف تھا نہ گیا۔ اور میری خواہش طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت ہونے کی تھی۔ اتفاق سے میں جلسہ دستار بندی میں مدرسۂ عبد الرب گیا۔ وہاں تخت پر ایک بزرگ کو دیکھا کہ طالبانِ علم کو انعامات ان کے ہاتھوں سے دلوائے جا رہے تھے۔ اختتامِ جلسہ پر حاضرینِ جلسہ میں سے ہر ایک آپ سے مصافحہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب مجھ کو موقع ملا بسم اللہ پڑھ کر میں نے آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ کی ملائم ہتیلی ریشم سے ملائم اور برف کی طرح سرد تھی۔ مصافحہ کرتے وقت میرے سارے جسم میں ٹھنڈک کی لہر دوڑگئی گویا مجھ کو جھٹکا لگا ہو۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ یہ حضرت شاہ ابوالخیر ہیں اور وہ اپنی خانقاہ شریف واقع چتلی قبر میں رہتے ہیں اور آپ کا طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ہے۔ ایک چاٹگامی میرے دوست تھے۔ وہ خانقاہ شریف کے پاس رہتے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ وہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے جائیں۔ انھوں نے کہا۔ میں تم کو نہیں لے جا سکتا کیونکہ اُن سے ملنے جو بھی جاتا ہے دربان اس کی اطلاع کرتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلے دن اس شخص کی طلبی نہیں ہوتی اور وہ روز آتا رہتا ہے اور پھر کہیں اس کی طلبی ہوتی ہے۔ آپ اس طرح اس شخص کے عزم کی آزمائش کرتے ہیں۔ اور تم کو میرا مشورہ یہ ہے کہ پہلے جاکر فارغ التحصیل ہو جاؤ اور پھر بیعت کے واسطے آؤ۔ کیونکہ جو طالب علم بیعت کے لئے آتا ہے آپ اس سے فرماتے ہیں کہ پہلے علمِ ظاہر پڑھ لو پھر آؤ۔ اور میں تم کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ جب بھی آؤ پختہ عزم کرکے آؤ اور یہ سمجھ کر آؤ کہ اگر وہ ایک مہینہ بھی نہ بلائیں تم روز اُن کے دروازے پر آتے رہو گے اور گھنٹوں انتظار کرتے رہو گے۔

میرے چٹگامی دوست نے سچے دل سے مجھ کو صحیح مشورہ دیا۔ اللہ ان کو اجر دے۔ لہٰذا میں میرٹھ چلا گیا۔ ایک سال میں فارغ التحصیل ہوا اور پھر حاضر ہوا۔ دربان نے اطلاع کی، لیکن طلبی نہ ہوئی۔ میں دروازے پر بیٹھا رہا۔ تین دن کے بعد آپ نے ایک شخص سے فرمایا اور اس نے دروازے کی صحنچی میں بٹھاکر بیعت کیا اور وظیفۂ قلبی کی تعلیم دی اور مجھ سے کہا۔ یہاں بیٹھ کر وظیفہ شریفہ کرو۔ میں پانچ دن تک صحنچی میں وظیفہ شریفہ کرتا رہا اور آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ چھٹے دن تقریباً ایک گھنٹہ ذکر شریف کرنے کے بعد وہ شخص آئے جنھوں نے مجھ کو بیعت کیا تھا اور مجھ سے کہا۔ آؤ حضرت صاحب تم کو بلاتے ہیں۔ مجھ پر آپ کی ہیبت غالب ہوئی اور کانپتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس پہنچ کر میں نے آپ کو سلام کیا اور دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نہایت محبت سے ملے

آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میرے احوال دریافت فرمائے اور پھر آپ نے مجھ کو اسی طرح بیعت فرمایا جیسا کہ پہلے آپ کے خلیفہ بیعت کر چکے تھے اور آپ نے اسی طرح لطیفۂ قلبی کی تعلیم دی جس طرح پر وہ دے چکے تھے۔ اس کے بعد مجھ کو اجازت مل گئی کہ روز آپ کے سامنے بیٹھ کر وظیفہ فریقہ کیا کروں۔

یہ واقعہ ۱۳۲۷ھ کا ہے اور جن صاحب نے مجھ کو پہلے بیعت کیا تھا اُن کا نام (مُلّا) عبداللہ تھا اور وہ پٹھان تھے۔ (علیزئی)

اُس زمانہ میں آپ مغرب کی نماز کے بعد سے حلقہ اور توجہ شروع فرماتے تھے اور رات کے دس گیارہ بجے تک حلقہ ہوتا تھا۔ پھر مؤذن اذان دیتا تھا اور آپ نماز پڑھا کر حرم سرا تشریف لے جاتے تھے اور حاضرین اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

آپ کی طبیعت جلالی تھی۔ آپ پر سوز و گداز و عشق کا غلبہ تھا۔ آپ کبھی مثنوی شریف کا یا کسی دوسرے بزرگ کا کوئی شعر پڑھتے، یا کوئی حدیث شریف پڑھتے اور مجھ سے فرماتے "مولوی... عبدالشکور مطلب اس کا کیا ہے": کبھی میں خاموش رہتا اور کبھی عرض کرتا "حضرت آپ ہی بیان فرمائیں": آپ اس وقت ایسا بیان فرماتے جس پر مثلاً اُذُنٌ سَمِعَتْ صادق آتا تھا اور میں دیکھتا تھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوا کرتے تھے۔

لذتِ بادۂ عشق از منِ مست مپرس ذوقِ این می نشناسی بخدا تا نچشی

(عشق کی شراب کی لذت مجھ مست سے نہ پوچھ، خدا کی قسم تو اس شراب کی لذت نہیں پہچان سکتا جب تک چکھ نہ لے)

کبھی آپ جھک کر گاؤ تکیے سے کمر لگا لیتے، اس وقت میں آپ کے جسم مبارک کو دباتا۔ اس دوران میں آپ ناچیز سے تکلم فرماتے۔ آپ کی شیریں کلامی کا بیان کیا کروں۔ مجھ کو یقین ہے جو بھی آپ کی شیریں کلامی سن لیتا وہ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو جاتا۔ اگرچہ آپ کا قد دراز نہ تھا لیکن آپ کا مبارک سر ہزاروں آدمیوں میں نظر آتا تھا۔ میں آپ کے بدن کی طاقت اور مبارک چہرے کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا گویا ایک شیر سے سامنا ہے۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ آنکھ ملا کر آپ سے بات کرے۔ جو بھی آپ سے بات کرتا تھا اس کی نظریں خود بخود زمین کی طرف جھک جاتی تھیں۔ آپ اُردو فارسی اور عربی کے عالم تھے۔ تینوں زبانوں میں آپ نے اشعار کہے ہیں:

آپ کی طاقت

یہ عاجز کہتا ہے کہ مولوی عبدالشکور نے آپ کی طاقت ذکر کیا ہے اور اس وقت کا ذکر کیا ہے جب کہ آپ کی مبارک عمر قمری حساب سے کامل پچاس سال کی تھی۔

یہ عاجز ۱۳۳۰ھ کا اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے۔ آپ نے کوئٹہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی مفتی عبداللہ

امام جامع مسجد نے آپ کے واسطے چائے کا بندوبست کیا تھا۔ آپ چائے نوش فرما رہے تھے مفتی عبیداللہ آپ کی دائیں جانب دوزانو جھکے بیٹھے تھے۔ دورانِ گفتگو میں آپ نے فارسی میں مفتی صاحب سے فرمایا تم اتنے ضعیف اور کمزور کیوں ہو گئے ہو۔ اور پھر آپ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے اُن کو گرفت میں لے کر اُٹھایا اور بائیں جانب رکھ دیا۔ آپ چار زانو بیٹھے تھے اور آپ نے مفتی صاحب سے فرمایا۔ دیکھو ہم بوڑھے ہو کر تم کو اُٹھا سکتے ہیں۔ مفتی صاحب کا وزن کسی حال میں سوا من سے کم نہ ہوگا ممکن ہے ڈیڑھ من ہو۔ اس کیفیت کو دیکھ کر سب لوگ حیرت میں رہ گئے۔ اور یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت میں آپ کے احوال میں ایک ہی ہے۔ اس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ مولوی عبدالشکور نے کسی واقعہ سے آپ کی قوت کا اندازہ لگایا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے اور ان کا باقی بیان بھی یقیناً صحیح ہے۔ اس کے بعد مولوی عبدالشکور نے لکھا ہے۔

دو ڈھائی مہینے گزرے تھے کہ میرے والد صاحب نے ایک سو روپیہ مجھ کو ارسال کیا اور تاکید سے لکھا کہ تم بھی آ جاؤ اور اپنے چھوٹے بھائی حبیب اللہ کو بھی ساتھ لے آؤ۔ میں نے حضرت صاحب سے یہ بات عرض کی۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا۔ مولوی عبدالشکور اگر تم چھ مہینے ہمارے پاس رہ جاتے تو تمہارے واسطے بہتر ہوتا۔ آپ نے تاسفانہ لہجہ میں یہ بات فرمائی تھی۔

اس وقت تک برما اور بنگال سے آپ کی خدمت میں کوئی نہیں آیا تھا (مولوی عبدالشکور کو معلوم نہیں تھا کہ بنگالیوں میں اولیت کا سہرا احمد اصحاب الدین کے سر تیئیس سال پہلے ۱۲۹۵ھ میں بندھ چکا تھا اور غالباً اصحاب الدین کا انہی دنوں میں انتقال ہو گیا تھا۔ کیونکہ پھر اُن کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی۔

آپ نے رُخصت کرتے وقت فرمایا۔ اپنے حالات سے مطلع کرتے رہنا اور وظیفہ شریف سے صبح اور شام غافل نہ ہونا۔

افسوس صد افسوس میں غفلت میں پڑ گیا اور آپ کی ہدایت پر عمل پیرا نہ رہا۔ چودہ سال کے بعد میں نے تین خواب دیکھے (مولوی عبدالشکور نے تینوں خوابوں کو لکھا ہے) اور میں دلی آیا۔ خانقاہ شریف کے دربان اس وقت عبدالستار تھے۔ میں نے اطلاع کرائی۔ آپ نے عبدالستار کی معرفت میرے احوال معلوم کرائے۔ لیکن مجھ کو خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ میں روزانہ صبح و شام خانقاہ شریف کے دروازہ پر حاضر ہوتا اور میری اطلاع آپ کو دی جاتی۔ لیکن داخلہ کی اجازت نہ ملتی اور میں باہر بیٹھ کر روتا رہتا۔ ایک دن عبدالستار نے مجھ سے کہا۔ مولوی صاحب۔ حضرت صاحب تم کو سونا دینا چاہتے تھے تم

نے اس کو مٹی کیا۔ لہٰذا حضرت صاحب تم سے ناخوش ہیں لیکن تم صبر کرو۔ حضرت صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالعزیز اپنے مُریدوں کے ساتھ میلادِ مبارک کے موقع پر آنے والے ہیں اور ان کی رفاقت میں تم خانقاہ شریف میں داخل ہو جاؤ گے۔ چنانچہ مولوی صاحب بنگال سے آئے۔ وہ اور ان کے مرید بلا کسی اجازت کے جب چاہتے تھے خانقاہ شریف میں آتے جاتے تھے۔ میں نے بھلائی اسی میں دیکھی کہ اُن کے مریدوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے یہی کیا اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کی معیت میں خانقاہ شریف میں داخل ہوا۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ مولوی صاحب کے پاس صف میں بیٹھ گیا۔ جب نماز کے واسطے آپ آئے۔ تو ہر شخص کے پیچھے سے گزرے۔ ہر مقتدی کی کیفیت ملاحظہ کی۔ جب میرے پاس تشریف لائے دریافت فرمایا یہ کون ہے۔ یہ سُن کر میرا بدن شل ہو گیا۔ میں بالکل خاموش رہا۔ پھر آپ نے خود فرمایا کہ یہ بنگالی ہے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر آپ نے نماز پڑھائی۔ آپ نے نماز میں سورۂ فتح پڑھی ہے۔ آپ کس عالم میں تھے، اس کا علم بجز اللہ کے کسی کو نہیں۔ بیچارے مقتدی حقیقتِ صلاۃ کے سمندر میں غوطے لگانے لگے کوئی بیخودی میں جھوم رہا تھا۔ کوئی آہ و بکا میں مصروف تھا۔ میں اپنی حالت بیان کرتا ہوں کہ میرے سینہ پر جو بھاری پتھر رکھا ہوا تھا وہ اُٹھ گیا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میرا سینہ پھٹ جائے گا۔ آپ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے۔ آپ کی قراءت بہت صاف تھی۔ اتنی صاف گویا کہ آپ ترجمہ بیان فرما رہے ہیں۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ حرم سرا تشریف لے گئے۔ تشریف لے جاتے ہوئے آپ نے ملا احمد پٹھان سے فرمایا: احمد نماز میں چودہ آدمیوں نے تنخنخ کیا ہے ان سے چودہ روپیہ جرمانہ لو۔

مولوی عبدالشکور کا بیان اختصار کے ساتھ ان کے الفاظ میں ختم ہوا۔ مولوی عبدالشکور سے ملا عبدالستار مشوزی نے بہت ٹھیک کہا کہ حضرت صاحب تم کو سونا دینا چاہتے تھے تم نے اس کو مٹی کر دیا۔ مولوی عبدالشکور کی قسمت میں یہ تھا کہ وہ مولوی عبدالعزیز صاحب سے مستفید ہوں چنانچہ مستفید ہوئے۔ انھوں نے اجازت دی اور پھر اُن کی حیات میں رحلت کر گئے۔ برما میں ان کی وجہ سے طریقہ شریفہ پھیلا۔ مخلص الرحمٰن کا گھر ان کے گھر کے قریب ہے اور اب وہ مصروفِ کار ہیں۔ وفقہ اللہ المرضاتہ۔

مولوی نعیم الدین الٰہ آبادی رحلت کر چکے ہیں۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مولوی علیم الدین ضلع مرشد آباد میں ہدایتِ خلق کر رہے ہیں۔ وفقہ اللہ المرضاتہ۔ نسیس: وہ بھی رحلت کر گئے ہیں۔ م۔ ش۔

مولوی محمد اسلام میں ذوق جذبہ ہے۔ میلاد شریف خوب پڑھتے تھے۔ محمد زبیر سلمہ اللہ تعالیٰ کے عقدِ نکاح کے بعد مولوی محمد اسلام نے عربی مولد شریف پڑھا اور خوب پڑھا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ اس عاجز کو مدائح نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیہ سُنا کر دل خوش کیا۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے　　　کہ باشد در و قیل وقالِ محمدؐ

وفقہ اللہ لمرضاتہ۔ افسوس چند سال ہوئے رحلت کر چکے ہیں۔ رحمہ اللہ۔

سید محمود حسن الہ آبادی، کراچی میں نسیلہ ہاؤس کے پاس اعجاز کالونی میں مصروفِ عمل ہیں۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اپنے پیر اور دادا پیر سے حاصل کی ہے۔ پسندیدہ نعت کہتے ہیں اور میلاد شریف ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ وفقہ اللہ لمرضاتہ۔

۴۹۔ حضرت استادی مولانا مولوی حافظ محمد عمر فرزند حافظ محمد ایوب ساکن محلہ مداپور گھوسی، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

آپ کی ولادت روز جمعہ یکم رمضان ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۸۳ء میں، اور وفات روز شنبہ ۱۵ محرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ قمری حساب سے آپ کی عمر ۹۰ سال ۴ ماہ ۱۴ دن اور شمسی حساب سے ۸۷ سال ۳ ماہ ۲۵ دن کی ہوئی۔ دس سال کی عمر میں کلام الٰہی حفظ کیا۔ اور پھر مولانا فاروق چریاکوٹی ۲۔ مولانا ظہور الحسن جونپوری ثم رامپوری ۳۔ مولانا سید ہادی حسن جونپوری ۴۔ مولانا ماجد علی مانک پوری ۵۔ مولانا مفتی عبداللطیف بجنوری ثم علی گڑھی سے علوم مروجہ کو خوب تحقیق وتدقیق سے پڑھا اور مولانا قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی سے تجوید کی مشق فرمائی۔

تحصیلِ علم ہی کے زمانہ میں آپ کو علمِ باطن کا شوق پیدا ہوا اور ۱۳۲۲ھ میں حضرت سیدی الوالد سے بیعت ہوئے اور پھر ہم بھائیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کئی سال آپ کی خدمت میں رہے۔ کوئٹہ میں آپ کو قاری نیاز احمد مرحوم کی معیت میں شاطبیہ شریف ـــــــ پڑھنے کا موقع ملا اور اس طرح آپ کو حضرت سیدی الوالد سے شرفِ تلمذ بھی حاصل ہوا۔

حضرت برادرِ کلاں اور برادرِ خورد نے آپ سے بہ نسبت اس عاجز کے بیشتر پڑھا۔ کیونکہ عاجز مدرسہ عبدالرب میں باقاعدہ پڑھنے لگا اور موسم گرما میں دو سال کوئٹہ نہیں گیا۔

۱۳۳۶ھ میں حضرت برادرِ کلاں اور اس عاجز کے ساتھ حجازِ مقدس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حج اور زیارت سے مکرم ومشرف ہوئے۔

آپ کے اساتذۂ کرام کا تعلق ہندوستان کے کسی (ایٹ) سے نہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی عَلَی الحَیاد

تھے۔ اچھی بات میں سب کے ساتھی۔ غیر مستحسن بات میں الگ، چاہے وہ کوئی ہو۔ ذاتی رنجش اور عداوت کسی سے نہیں۔ اور یہی آپ کے پیرو مرشد برحق کا مسلک تھا۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے حافظہ کے بعد اس عاجز نے اتنا قوی حافظہ کسی کا نہیں دیکھا۔ آپ نے کئی مرتبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہما اللہ ورضی عنہما کے نعتیہ اشعار اس عاجز کو سنائے۔ اور پڑھتے وقت آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ صلحاء کا طریقہ ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ عاجز شنبہ کا دن تمام کر کے شب یکشنبہ ۲۰ محرم ۱۳۹۰ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۷۰ء میں اختتامِ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آٹھ شب وہاں قیام رہا۔ آپ نے اس عاجز کی وجہ سے ایک موٹر کار بھیج کر جرول ضلع بہرائچ سے حضرت مولانا سید عبدالجلیل صاحب کو بلوایا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۰۵ سال کی تھی۔ ماشاء اللہ صحت بہت اچھی تھی۔ البتہ نیچے کا حصہ بالکل کام نہیں دیتا تھا۔ نہ وہ کھڑے ہو سکتے تھے نہ چل سکتے تھے۔ تین رات اُن کا قیام رہا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے قدیم اصحاب کی ملاقات نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ وقت گزرا اور کتنی قیمتی معلومات حاصل ہوئیں جو اس کتاب میں اس عاجز نے درج کی ہیں۔

حضرت استادی نے اپنے گھر کے قریب "مدرسہ خیریہ فیضِ عام" تاسیس کیا اور ۱۳۸۱ھ میں اس مدرسہ کی عمارت بنوائی۔ شمس الفضلٰی شمس ذہبی بنارسی نے دو شعر کہے ہیں۔ جن کے ہر مصرعے سے اس مدرسہ کی تاریخ تعمیر ظاہر ہے۔

۱۳۸۱	کیوں چھلکتے ہیں یہاں برکت کے جام	موج دریائے سحابہ فیضِ عام	۱۳۸۱
۱۳۸۱	دارِ علمِ خیریہ ہے یہ مقام	شمس حلقہ میں رہو ما و تمام	۱۳۸۱

پروردگار اس لواۃ الخیر کو بارآور فرمائے۔ عاجز نے بھی اس مدرسہ کی تاریخ تاسیس لواۃ الخیر کی بناء کہی ہے جس سے ۱۳۸۱ھ ظاہر ہے۔

آپ کے تین خلف صالح ہیں۔

(۱) مولوی حافظ محمد منظور احمد۔ آپ کے صاحبزادے ہیں اور یہ اُن کا تاریخی نام ہے

(۲) مولوی حافظ محمد اکرام الحق۔ آپ کے ابن اعم اور مخلص صادق وخلیفہ ہیں۔

(۳) مولوی عبدالحمید عرف مولوی کی بنارسی۔ آپ کے مخلص اور خلیفہ ہیں۔

خدا کے فضل وکرم سے ہر سہ افراد بہ علم ظاہر محلّی اور بہ علم باطن مجلّی ہیں۔ پروردگار ان کی عمروں میں برکت عنایت فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔

۵۰ - مولوی حافظ قاری ولی محمد فرزند شیخ نانو۔ از موضع ابراہیم پور ماجرہ۔ ضلع میرٹھ۔ آپ کا قیام شہر میرٹھ میں تھا۔ حضرت سیدی الوالد کے قدیم مخلص تھے۔ مکہ مکرمہ میں قاری عبداللہ شیخ القراء سے شاطبیہ پڑھی اور فن قرارت میں کمال حاصل کیا۔ شب جمعہ ۱۹ صفر ۱۳۵۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ عاجز مصر میں تھا۔ جب یہ خبر سنی دو قطعہ تاریخی نظم کئے۔ اُردو قطعہ کا آخری شعر یہ ہے۔

سالِ ہجری کا تجسّس کے لئے　　زید کہو۔ حافظ و قاری ولی ۱۳۵۲

اور عربی قطعہ کا آخری شعر یہ ہے۔

قَالَتِ الْاَرْوَاحُ لَمَّا قَابَلَتْهُ　　اُدْخُلُوْا جَنّٰتِ عَدْنٍ بِسَلَامٍ ۱۳۵۲

۵۱ - فتح محمد از اولاد قاضی محمود شاہ دریائی ساکن موضع دیر پور ضلع کھیڑہ گجرات آپ سے استفادہ کیا اور اپنے وطن چلے گئے۔ ایک سال قبل تک باحیات تھے۔ جَعَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ۔

۵۲ - حافظ سکندر ولد ناصر خان صوبہ سرحد کی طرف کے تھے لیکن لاہور اور دلی میں پلے اور بڑھے۔ مدرسہ فتحپوری دلی میں کلام مجید پڑھاتے تھے۔ دلی میں شادی کرلی۔ اللہ نے دو بیٹے عنایت کئے۔ نہایت نیک نفس اور پاک طینت تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے۔ چار پانچ سال بعد ایک خط آیا تھا، پھر کوئی خبر نہ سنی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۳ - مولوی سعید احمد فرزند خلیل احمد فرزند سراج احمد ساکن ہلالی سرائے، سنبھل، آپ سے بیعت ہوئے۔ بہ قدر استعداد نصیبہ حاصل کیا۔ سنبھل میں مدرسہ سراج العلوم کی خدمت اور ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں رحلت فرمائی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

۵۴ - سردار عدالت خاں ولد شرف علی خاں ساکن مقام نتھوالا ضلع جہلم ۱۳۲۵ھ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ یہ میرٹھ کی اس پنجابی سوار رجمنٹ میں کسی عہدہ پر فائز تھے جس نے ۱۳۲۹ھ میں آپ کو گھوڑوں کے کرتب اور شہسواری کے نہایت اعلیٰ کارنامے دکھائے تھے۔ جب پہلی جنگ عظیم ہوئی ان کا رسالہ فرانس بھیجا گیا۔ چونکہ یہ اپنے رسالہ کے افسر تھے ان کا مستقل خیمہ تھا، سردی کا موسم تھا۔ یہ عشار کو اپنے خیمہ میں وضو کر رہے تھے، بایاں پاؤں دھو رہے تھے کہ ایک جوان عورت ان کے خیمہ میں داخل ہوئی اور ہنستی ہوئی ان کے قریب آئی۔ ان کا بیان ہے کہ میں پاؤں دھو کر کھڑا ہوا اور میں نے اپنے پیر و مرشد کا تصور کیا۔ آپ کا مبارک تصور کرتے ہی مجھ پر بیخودی طاری ہوگئی، اور وجد کی کیفیت کا اظہار رہا۔ گویا سردار عدالت خاں رحمہ اللہ پر لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے اسرار کا ظہور ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خلفشار سے نجات دی۔ انھوں نے بیان کیا کہ مجھ پر یہ کیفیت

کتنی دیر طاری رہی اس کا اندازہ مجھ کو نہیں۔ میں نے جب آنکھ کھولی تو وہ فتنۂ جوالہ جا چکی تھی میں نے سجدۂ شکر کیا اور ڈوریوں سے خیمہ کے راستہ کو بند کیا۔ پھر عشاء کی نماز پڑھی ؛ دوسرے دن انھوں نے تین چار عمدہ چوہریاں خرید کر ڈاک کے ذریعہ مع ایک عریضہ کے پیر و مرشد کی خدمت میں ارسال کیں۔ اور جب فرانس سے واپسی ہوئی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کیفیت بیان کی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور اُن کے واسطے دعائیں فرمائیں۔

سردار عدالت خاں کی باطنی کیفیت اللہ کے فضل و کرم سے نہایت اچھی تھی۔ ان کے بشرے پر انوار الٰہیہ کا ظہور رہتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد جمعہ ۱۱ رجب ۱۳۷۰ھ ۲۴ر فروری ۱۹۵۱ء کو وفات ہوئی۔ کچھ دن گزرے تھے کہ ایک ہندو کو اُن کے دو بیٹے خانقاہ شریف لائے۔ دو تین سال سے ان کی بینائی خراب ہوگئی تھی۔ وہ اس عاجز سے ملے اور وہ خط دکھایا جو اُن کے پاس آیا تھا اور اس پر سردار صاحب کی وفات کی خبر درج تھی۔ یہ ہندو بے ساختہ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ایسا مبارک شخص میں نے نہیں دیکھا ہے۔ میں ان کی تعزیت دینے اور ان کے پیر و مرشد کی قبر کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ یہ ہندو اُن کے گاؤں کا تھا۔ سردار عدالت خاں یقیناً اللہ کے ولی تھے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

۵۵۔ محمد ہاشم، دُوتانہ متصل کوسی کلاں کے رہنے والے تھے۔ حضرت سیدی الوالد سے دورِ آخر میں بیعت ہوئے۔ کئی سال تک برابر آپ کے حلقہ میں شریک ہوئے۔ احیاناً حضرت جامی یا دوسرے حضرات کے اشعار آپ کو سنایا کرتے تھے۔ اُردو کی ایک غزل نہایت درد و سوز سے پڑھا کرتے تھے۔ اور اہلِ حلقہ تڑپ جاتے تھے۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

تڑپتا ہے دل، جان کو بے کلی ہے   یہ دولت تمہاری بدولت ملی ہے

اُن سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ یکشنبہ ۱۳ر شعبان ۱۳۸۶ھ، ۲۷ر نومبر ۱۹۶۶ء کو رحلت کر گئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مذکورہ بالا پچپن اشخاص وہ پاکیزہ نفوس ہیں جن کو آپ نے ارشاد و ہدایت کی اجازت دی۔ اور عاجز کو اس کا علم ہوا۔ وہ افراد جن کا علم عاجز کو نہیں ہو سکا ان کے علاوہ ہیں۔

بود ہر یک رحمتِ حق بالیقین   رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

آپ کے مخلصین میں بعض افراد ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جن کو آپ نے اجازت ارشاد نہیں دی ہے لیکن ان کا مرتبہ اجازت یافتہ افراد سے کم نہ تھا۔ چند افراد اس عاجز کو یاد ہیں ان کا ذکر خیر کرتا ہے۔

عبداللہ کاکڑ ژوب (بلوچستان) کے رہنے والے تھے۔ اُن کی کیفیت یہ تھی کہ جب آپ کے سامنے آتے تھے زار و قطار روتے تھے اور جب آپ سے الگ ہوتے تھے آتشِ فراق میں تڑپتے تھے اور رو رو کر یہ مضمون اپنے اشعار میں کہا کرتے تھے "کیسا نورانی چہرہ ہے۔ سر پر سفید ٹوپی ہے۔ میں تم پر قربان ہوں"۔ مشہور مقولہ ہے۔ نہ تابِ دید نہ تابِ فراق۔ عبداللہ پر یہ مقولہ کامل طور پر صادق آتا تھا۔ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ پانچ سات بکریاں تھیں۔ اِن کے دودھ میں سے جو گھی نکلتا تھا اس کو جمع کر کے آپ کے واسطے لے آتے تھے۔ یہ سال بھر میں ڈھائی تین سیر ہوتا تھا۔ ایک دن آپ نے اس عاجز سے فرمایا۔ عبداللہ اس قابل ہیں کہ اُن کو اجازت دی جائے لیکن وہ بالکل اَن پڑھ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

پائندہ کاکڑ یہ بھی ژوب کے رہنے والے اور آپ کے عشاق میں سے تھے۔ رحمہ اللہ۔

سید بدل شاہ اور محمد یعقوب ترین دونوں پشین کے رہنے والے اور سید اکرام شاہ کے گاؤں کے تھے۔ ذکر و شغل میں مست تھے۔ اس عاجز سے مُلا محمد امان قندھاری نے کہا کہ طلبِ علم کے سلسلہ میں میرا پشین جانا ہوا اور میں ایک رات اس گاؤں میں رہا جہاں سید بدل شاہ اور محمد یعقوب رہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ کر لوگ چلے گئے، ایک طرف سید بدل شاہ اور ایک طرف محمد یعقوب وظیفہ شریف میں مصروف ہوئے۔ تھوڑی دیر میں اُن کے سینوں سے صدا بلند ہوئی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ مسجد شریف کا ذرہ ذرہ ذکرِ مولیٰ جل شانہٗ کر رہا ہے۔ رحمہما اللہ۔

گل خان ناصر سالہا سال بادۂ وحدت سے سرشار و بیخود رہے۔ اِس عاجز نے بہ کرات و مرات اُن کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے پیر و مرشد کی قیام گاہ کی طرف رُخ کر کے ایک پاؤں پر آنکھیں بند کر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دو ڈھائی گھنٹے اس کیفیت میں گزر جاتے تھے اور اُن کا ایک بال تک نہیں ہلتا تھا۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ایک مجسّمہ کسی نے کھڑا کر دیا ہے۔ بارہا دیکھنے میں آیا کہ نماز میں آپ کے ساتھ تکبیر افتتاح میں شریک ہوئے۔ آپ نے نماز پڑھا دی مقتدیوں نے سنّت اور وتر پڑھ لئے مسجد شریف لوگوں سے خالی ہو گئی اور وہ اسی قیاماً لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں رہے۔

بعض افراد کو یہ عاجز دیکھتا تھا کہ وہ سجدہ میں گئے ہیں ان پر انوار و برکات کا ظہور ہوا اور وہ اسی

حالتِ سجدہ میں روتے رہے۔ ان کے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی اور آپ نماز پڑھاکر تشریف لے گئے لیکن ان مدہوشانِ بادۂ الست کو کچھ نہیں فرمایا نہ کوئی اور مُلّا یا مولوی نصیحت کے ابواب کھولتا تھا۔ ہر شخص کو اپنے کام سے کام تھا۔

حافظ محمد یوسف مجذوب

اس گلی میں رہتے تھے جو خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے سامنے ہے۔ وہ حافظِ کلام الٰہی اور آنکھوں سے معذور تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے۔ اپنے ظرف سے زیادہ بادۂ وحدت پی گئے اور عقل و خرد سے ہاتھ دھو بیٹھے بجز آخر کے تین سال کے آپ کی نشست خانقاہ شریف کے صدر دروازہ میں ہوا کرتی تھی۔ حافظ محمد یوسف خانقاہ شریف کے سامنے سڑک پر دائیں بائیں چکر لگاتے رہتے تھے اور اپنی لکڑی کو زمین پر مار مار کر کچھ کہا کرتے تھے۔ ایک دن اُن کی شورش زیادہ تھی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا "یوسف کو گرمی زیادہ پہنچ گئی ہے" پھر ایک دن وہ زور زور سے اپنی لکڑی زمین پر مار رہے تھے اور چلا چلا کر کچھ کہہ رہے تھے۔ آپ نے ارشاد کیا "یوسف کو زیادہ چڑھ گئی ہے" اگر آپ کبھی اُن کا نام لیتے تھے تو وہ بے ساختہ جی حضور، جی حضور کہا کرتے تھے۔ یہ عاجز احیاناً اُن کو حافظ یوسف کہہ کر آواز دیتا تھا۔ وہ جی، جی کہتے ہوئے آتے تھے۔ عاجز اُن سے کہتا تھا کچھ قرآن مجید سناؤ۔ وہ اسی وقت ایک دو رکوع سنا دیتے تھے۔ حضرت سیدی الوالد کی حیاتِ مبارکہ کے آخری دو سالوں میں اُن کی مجذوبیت بہت بڑھ گئی۔ لیکن نہ خانقاہ شریف کے دروازے کو چھوڑا اور نہ بالکل عُریاں ہوئے۔ جب حضرت سیدی الوالد کی تدفین ہو گئی تو وہ لباس سے بالکل آزاد ہو گئے اور جامع مسجد کی سیڑھیوں کے پاس چلے گئے۔ جس سال یہ عاجز دورۂ حدیث شریف میں تھا، انھوں نے سید خورشید علی سے کہا کہ میں خانقاہ شریف آکر کتب خانہ کی زیارت کرنی چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے۔ اس وقت انھوں نے تہبند باندھ لیا تھا کتابوں پر ہاتھ پھیرا اور چلے گئے۔ ان کی وفات کامل مجذوبیت و عُریانیت کی حالت میں ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

شیخ عبدالباری فرزند پیارے لال جوہری دہلوی۔ ان کے والد اور برادرِ کلاں ہزاری لال آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور داخلِ سلسلۂ شریفہ ہوئے۔ لیکن ان دونوں نے اپنے اسلام لانے کا اظہار نہ کیا۔ عبدالباری کی عمر دس گیارہ سال کی تھی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، دینِ اسلام قبول کیا اور بیعت ہوئے۔ کئی سال تک اسلام کا اظہار نہیں کیا۔ جب احوال سازگار ہو گئے تو اسلام کا اظہار کر دیا۔ حضرت سیدی الوالد نے حاجی فیض اللہ سے فرمایا کہ کسی نیک لڑکی سے ان کی شادی کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے سرسہ میں ان کی شادی کی۔ اس موقع پر حضرت برادرِ کلاں شیخ دوست محمد صاحب

کے سر سے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زوجۂ صالحہ عنایت کی۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں موتیا بند ھ کی وجہ سے عبدالباری کی بصارت زائل ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعم البدل عنایت کیا اور وہ اصحاب بصیرت سے ہوئے ایک دن حضرت سیدی الوالد نے فرمایا یہ عبدالباری کی بصارت نہیں ہے ورنہ ہم اُن سے اپنی بیٹی کی شادی کرتے۔ ایک دن آپ باہر تشریف لائے۔ مخلصین کی جماعت بیٹھی تھی اُن میں عبدالباری بھی تھے۔ آپ نے مخلصین سے فرمایا: ہم ایسا دل چاہتے ہیں جیسا عبدالباری کا ہے۔ سہ شنبہ ۹ رجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۶۳ء دن کے سوا بجے ستر سال کی عمر پاکر راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ ان کی وفات کے وقت یہ عاجز موجود تھا۔ وہ ذکرِ پاک میں مصروف تھے اور اسی حالت میں اُن کی رحلت ہوئی۔ هَنِيئًا لَهٗ ثُمَّ هَنِيئًا لَهٗ۔ خانقاہ شریف میں اُن کی نمازِ جنازہ ہوئی اور قبلۂ حق پرستان حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں استراحت فرما ہوئے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

کوئٹہ میں مرزا نیاز محمد خان اُن خوش نصیب افراد میں سے تھے جن پر رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ صادق آتا ہے۔ کوئٹہ کے بڑے بازار میں جس کا نام قندھاری بازار تھا ان کی دکان تھی۔ دکان سے متصل کمرے میں اُن کا قیام تھا۔ اہل وعیال کی بندش سے آزاد تھے۔ اُن کی مہمان نوازی مشہور تھی۔ دونوں وقت بیس پچیس اشخاص کو کھانا کھلاتے تھے۔ چائے کا دور سارے دن چلتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو باطنی کمال سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ حضرت سیدی الوالد کو اُن سے محبت تھی اور وہ بھی آپ کے عاشقِ صادق تھے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

ہمارے اُستاد مُلا امان اللہ، مُلا ایاز کاکڑی، مفتی عبیداللہ، مُلا مظہر، مرزا محمد اسلم، حسن خان نذری بہادل، مُلا صاحب خان، مُلا سبزل، مُلا عبدالعزیز، مُلا خان محمد وغیرہم آپ کے خصوصی اصحاب اور پاک دل افراد تھے۔ آپ ان پاکیزہ نفوس سے خوش تھے۔ اور ان لوگوں نے بھی آپ کی خدمت پورے اخلاص سے کی۔ جزاہم اللہ خیرًا ورحمہم ورضی عنہم۔

دلی میں حافظ عبدالحکیم، مولوی بخش اللہ، مولوی بدرالاسلام، منشی حسین علی، حافظ غلام محمد، حافظ منیرالدین، منشی احمد حسین حاجی شہاب الدین، حکیم محمد شفیع، عبدالحق اُپتی، محمد رفیع پٹنہ والے، محمد رفیع گلاس والے، نورالٰہی ٹین والے، حافظ محمد اسحاق اور اُن کے فرزند شیخ محمد الیاس رانی کھیت والے وغیرہم آپ کے خصوصی مرید اور پاک طینت افراد تھے۔ آپ کے امورِ دنیویہ کو یہی افراد انجام دیتے تھے۔ کوئی تقریب ہوتی تو انتظام یہی لوگ کرتے تھے۔ آپ اپنے مشاغل میں مصروف رہا کرتے تھے اور یہ لوگ اعلیٰ پیمانہ پر سب کام انجام دیتے تھے۔ اِن کی مدد شیخ غلام احمد ہانسوی، حاجی فیض اللہ سرسوی، چودھری مولاداد خاں

خورجوی اور میرٹھ کے حافظ حفیظ الدین، مولوی شمس الدین حافظ اشفاق الٰہی سید امجد علی شاہ فرزند محمد علی شاہ فرزند جانفشاں خاں کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک دل و جان سے اپنے پیر و مرشد کا عاشق و فدائی تھا آپ کی وفات کے بعد جب مفسدوں نے کرامت النساء کا قضیہ کھڑا کیا تو انہی لوگوں نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس سلسلہ میں بیسیوں مرتبہ چودھری صاحب خورجہ سے دلی آئے اور دلی کے حافظ سلطان ان کی مدد میں رہتے تھے۔ تا آں کہ اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کو بھی اِن پاکیزہ نفوس سے محبت تھی۔ آپ نے ایک دن ان کو مخاطب کر کے فرمایا "اے عزیزو! ہماری اور تمہاری اطمینان کی ملاقات اِن شاء اللہ جنت میں ہوگی" وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم میں حافظ عبدالحکیم کو کچھ نقصان ہوا اور ان کی حلاوتِ باطنی میں فرق آیا۔ آپ روشن آرا باغ جاتے ہوئے چاندنی چوک میں نزد بلیماران ان کی دوکان کے سامنے رُکے۔ انھوں نے جب آپ کی سواری کو رُکتے دیکھا فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت محبت سے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "عبدالحکیم کیوں پریشان ہوتا ہے۔ اللہ نے بیوی بچے مکان دولت اور عزت دی ہے اگر وہ ان چیزوں کو لے لے تو کیا کرے گا" حافظ عبدالحکیم نے اس عاجز سے بیان کیا کہ آپ کے اس ارشاد سے میرے قلب کو کامل سکون مل گیا اور ساری پریشانی جاتی رہی۔ مخلصین میں سے ہر ایک کے ساتھ آپ کی یہی کیفیت تھی۔ آپ ہر طرح سعی فرماتے تھے کہ اُن کے قلوب اللہ کی یاد میں ہمہ وقت معروف رہیں۔ رحمہم اللہ جمیعاً و رضی عنہم و غفر لہم۔

تتمہ۔ در بیان بعض نساء صالحات:۔ اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کی خدمت کے واسطے ذوی الحجیٰ والعقول کی جماعت فراہم کی تو حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت و معاونت کے لئے نساء صالحات ربات العقول کی ایک جماعت مہیا کر دی جو کہ آپ کے واسطے بمنزلہ مادرِ مہربان و خواہرِ مشفقہ و دخترِ مخلصہ ثابت ہوئیں۔ ان میں سے چند عفیفات کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے۔

سید صاحب کی بیٹی والدہ سید محمد میر وکیل اور ان کی دو صاحبزادیاں نور جہاں بیگم اور دردجو بیگم۔ سید محمد میر حضرت سیدی الوالد سے دو تین سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ اور بہنوں نے والدہ صاحبہ کو دلی کے شریف گھرانوں کے طور طریقوں سے واقف کیا۔ حضرت سیدی الوالد اُن کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔ رحمہا اللہ و رحم اولادھا۔

حضرت خالہ صاحبہ۔ آپ کا نام عاجز کو معلوم نہیں۔ حضرت سیدی الوالد آپ کو خالہ صاحبہ اور ہم بچے دادی اماں کہا کرتے تھے۔ حضرت والد آپ کی مالی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور آپ دنوں تیام

فرماتی تھیں۔ آپ کا گھر پھاٹک مفتی والان، ترا ہا بہرام خاں، دلّی میں تھا۔ غالباً آپ حضرت والد کے نانا صاحب کی بہن انجم النساء صاحبہ کی صاحبزادی اور مولوی مصباح الدین کی خالہ تھیں۔ ذاکرہ شاغلہ اور صالحہ تھیں۔ عمر میں حضرت سیدی الوالد سے بڑی تھیں اور آپ کی وفات کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

روشن آرا بیگم ہمشیرہ منشی ننھے خاں۔ حضرت سیدی الوالد سے دس بارہ سال بڑی تھیں۔ انگریزوں کا ظلم اور ان کی سفاکی ان کو خوب یاد تھی۔ نہایت سمجھدار اور عابدہ وزاہدہ تھیں۔ استاد سید وحید الدین احمد بیخود دہلوی اُن کے بھانجے اور داماد تھے۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حیات النساء والدہ ڈاکٹر عنایت اللہ، حویلی مہابت خان، چتلی قبر میں رہتی تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کی مونس و ہمدرد اور نہایت نیک و صالحہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

احمدی و محمدی دو سیدانیاں محلہ قبرستان میں رہتی تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کو اُن سے بہت اُنس تھا اور وہ دونوں آپ کے پاس رہتی تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

منجھلی سیدانی دختر میر غضنفر علی ساکن کوچہ میر ہاشم نہایت عابدہ وزاہدہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

امۃ الحی بیوہ سید حامد پسر کلاں سید احمد خان۔ ان کی شہرت حکیم جی کی بیٹی کے نام سے تھی۔ ان کی صرف ایک بیٹی تھیں جو سید محمد علی جج کی اہلیہ تھیں۔ غدر میں ان کی عمر دس سال کی تھی۔ سید احمد خاں اگرچہ اپنی ضعیفی میں خانقاہ شریف نہیں آئے لیکن خوردسالی اور جوانی میں آتے رہے۔ آثار الصنادید میں انھوں نے خانقاہ شریف کا اور خانقاہ شریف میں رہنے والے حضرات کا خوب ذکر کیا ہے۔ جب ان کی بہو نے حضرت سیدی الوالد سے بیعت کا ارادہ کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ حضرت الدہ صاحبہ کے پاس دنوں ان کا قیام رہتا تھا۔ نہایت پاک دل و صالحہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

امۃ الوحید معروف بہ میر قادر علی کی بہو۔ نہایت سمجھدار، عابدہ، زاہدہ، پابند اوراد و وظائف تھیں حضرت والدہ صاحبہ کی نہایت مخلص مددگار تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

دُو دختران فضل عمر مرحوم رقیہ و امۃ اللہ نہایت پاک نفس اور اپنے والد مرحوم کی محبت و اخلاص کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ حضرت والدہ صاحبہ کو ہر طرح آرام پہنچانے کی سعی کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

شبّی، ابتدائے دَور میں بیعت ہوئیں۔ سالہا سال گھر کا کام کیا۔ پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات مداومت سے کرتی تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

کالی بیگم۔ شاہزادیوں میں سے تھیں اور نہایت مخلصہ وذاکرہ وشاغلہ تھیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

مبارک بیگم۔ اہلیہ منشی عبدالمجید خاں خواجہ فرزند منشی عبدالرحیم خاں۔ ٹیامحل دلی میں رہتی تھیں گھر میں اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ تھا۔ وہ اپنی آخرت کے واسطے اپنے ہاتھ سے کسب حلال کرتی تھیں۔ اُجرت پر چھالیہ کترتیں اور احتیاط اِس قدر کرتی تھیں کہ چورے کو پُڑیا بنا کر رکھتیں اور چھالیہ کے ساتھ اس کو بھی دیتیں۔ اُجرت کو جوڑ کر رکھتی تھیں اور سردیوں میں غریبوں کو لحاف اور یتیم بچیوں کے نکاح میں وہ پیسے خرچ کیا کرتی تھیں۔ اُن کی کیفیت کو دیکھ کر حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ یاد آجاتے ہیں۔ رحمہا اللہ ورضی عنہا۔

اِن کے علاوہ اور بھی صالحات، قانتات، عابدات تھیں جنھوں نے حضرت والدہ صاحبہ کو آرام پہنچایا۔ یہی حال کوئٹہ میں تھا۔ وہاں مجن پٹھانی والدہ جلال خاں، خواہر خداداد خاں اہلیہ سردار محمد علی خاں اہلیہ سردار محمد اسحاق خاں دختر امیر شیر علی خاں، اہلیہ مرزا محمد اسلم، اہلیہ حسن خان، اہلیہ حسین قندھاری، مرضعہ عاجز زر بی بی، اُن کی دختر سعیدہ، مرضعہ برادر خورد مُرادی، اُن کی دختر زینب، مائی خاتون اور ان کی دختر اسما وغیرہن نے ہر طرح حضرت والدہ صاحبہ کو راحت پہنچائی۔ جزاہن اللہ ورحمہن ورضی عنہن۔

یہ عفیفات صالحات پابندی سے وظیفہ شریفہ کیا کرتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ اُن کو توجہات دیا کرتی تھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ حضرت سیدی الوالد بھی ان کو توجہ دیا کرتے تھے۔ آپ دالان میں ہوتے تھے اور کمرے میں مستورات ہوا کرتی تھیں۔ غالباً ۱۳۳۳ھ سے خورجہ سے چودھری مولاداد خاں مع اہلیہ بی بی حنفیہ اور دختر اور بہو کے تین ماہ کے واسطے خانقاہ شریف میں آکر قیام کیا کرتے تھے۔ ان کے گھر والوں کی وجہ سے حضرت والدہ صاحبہ کو بہت آرام پہنچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر کثیر عنایت کرے۔ جنّات عالیہ میں ان سب کی ملاقات حضرت والدہ صاحبہ سے ہو۔

مخلصانش در بہشت آیند کل   فوج در فوج و قطار اندر قطار

اولادِ صُلبی

ذکرِ خیر میں بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ کے دُو عقد نکاح ہوئے۔ پہلا عقد محترمہ السیدہ عارفہ مجددیہ سے جو کہ آپ کے ابن عم اکبر شاہ محمد معصوم اور بنت عم اصغر السیدہ امتہ الجمیل کی صاحبزادی تھیں' وہ آٹھ سال آپ کے عقدِ نکاح میں رہیں اور پھر اُن سے بہ وجہ احسن جدائی واقع ہوئی۔ اور دوسرا عقد حضرت والدہ ماجدہ السیدہ ہاجرہ دخترِ جناب امجد حسین صدیقی شاہجہاں پوری مہاجر مکہ مکرمہ سے جو آخیر وقت تک آپ کے عقد نکاح میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں سے اولاد عنایت کی۔

ازبطنِ زوجۂ اولیٰ:۔ تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ ۱۔ بی بی عابدہ' ان کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ میں ہوئی' پانچ مہینے زندہ رہ کر شوال ۱۲۹۹ھ میں رحلت کر گئیں اور رامپور میں اپنے جدِ امجد کے جوار میں جہتِ جنوب مدفون ہوئیں۔ ۲۔ بی بی صابرہ ان کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ میں ہوئی چند ماہ زندہ رہ کر دلی کی خانقاہ شریف میں ان کی وفات ہوئی اور خانقاہ شریف کے کسی حصہ میں مدفون ہوئیں۔ ۳۔ بی بی کاملہ۔ ان کی ولادت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ ستر دن زندہ رہ کر رامپور میں اپنی بڑی بہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

ازبطنِ زوجۂ اُخریٰ گیارہ اولادیں ہوئیں' تین صاحبزادے اور آٹھ صاحبزادیاں۔

۱۔ بی بی احمدی کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی اور ۱۳۰۶ھ کے اواخر میں خانقاہ شریف دِلّی میں وفات ہوئی اور خانقاہ شریف کے کسی حصہ میں مدفون ہوئیں۔

۲۔ بی بی محمدی کی ولادت محرم ۱۳۰۷ھ میں خانقاہ شریف واقع دِلّی میں ہوئی۔ دو چار مہینے زندہ رہ کر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے جوار میں آپ کے مزار شریف کے پائنتی مدفون ہوئیں۔

۳۔ بی بی فاطمہ کی ولادت اواخر ۱۳۰۹ھ میں اور وفات اوائل ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ اور حضرت خواجہ کے جوار میں اپنی بہن سے متصل مدفون ہوئیں۔

۴۔ بی بی صدیقی کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی۔ اُن کا ذکر عنقریب آئے گا۔

۵۔ بی بی فاروقی کی ولادت ۱۳۱۵ھ میں خانقاہ شریف میں ہوئی۔ اُن کا ذکر بی بی صدیقی کے ذکر کے بعد آئے گا۔

۶۔ ابوالفیض بلال کی ولادت شب جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۰۰ء میں خانقاہ شریف میں ہوئی آپ کا تفصیلی ذکر بی بی امتہ اللہ کے ذکر کے بعد آئے گا۔

۷۔ بی بی عثمانی کی ولادت خانقاہ شریف میں ۱۳۲۰ھ میں ہوئی اور اوائل جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ میں کوئٹہ

میں وفات ہوئی۔ کوئٹہ شہر سے جہت غرب پانچ میل کے فاصلہ پر چمن روڈ پر نزد قریہ چوہی مدفون ہوئیں۔

۸۔ بی بی حیدری کی ولادت خانقاہ شریف میں شعبان ۱۳۲۱ھ میں اور چند ماہ بعد کوئٹہ میں وفات ہوئی اور اپنی بہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

۹۔ بی بی امۃ اللہ کی ولادت خانقاہ شریف میں دوشنبہ ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ کو ہوئی۔ ان کا ذکر بی بی فاروقی کے بعد آئے گا۔

۱۰۔ ابوالحسن زید کاتب سطور کی ولادت خانقاہ شریف دہلی میں سہ شنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔ سب سے آخر میں عاجز کا ذکر آئے گا۔

۱۱۔ ابوالسعد سالم کی ولادت خانقاہ شریف میں جمعہ ۲ صفر ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ آپ کا ذکر جناب حضرت ابوالفیض بلال کے ذکر کے بعد آئے گا۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی دونوں زوجات مبارکہ سے چودہ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے صاحبزادے تین اور صاحبزادیاں گیارہ ہوئیں۔ صاحبزادیوں میں سے آٹھ خورد سالی میں رحلت کر گئیں۔ آپ کی وفات کے وقت تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ عاجز پہلے حضرت والدہ صاحبہ کا حال اور پھر خواہران کا حال اور پھر ہر دو برادران کا حال لکھتا ہے۔ اور آخر میں عاجز کا ذکر آئے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

حضرت والدہ صاحبہ

آپ امجد حسین صاحب صدیقی کی صاحبزادی تھیں جو کہ شاہجہاں پور کے رہنے والے تھے۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مکہ مکرمہ کو ہجرت فرما گئے تھے۔ یہ دونوں حضرات حضرت جدِ امجد سے بیعت تھے۔ غالباً مکہ مکرمہ میں شال کی تجارت کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی شہرت "شال والا" کے نام سے تھی۔

حضرت والدہ صاحبہ کی ولادت غالباً ۱۲۸۳ھ میں ہوئی تھی کیونکہ وہ حضرت سیدی الوالد سے تیرہ سال چھوٹی تھیں۔ یہ عاجز جب آپ دونوں کے احوال کو دیکھتا ہے تو پروردگار جل شانہٗ کی کارسازی کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ جتنا آپ دنیوی اور خانہ داری کے امور سے لاتعلق اور بے خبر تھے' اتنا ہی حضرت والدہ صاحبہ امورِ خانہ داری میں کمال مہارت رکھتی تھیں۔ کیا صفائی، کیا پکانا، کیا تربیت اولاد، کیا تنظیم خانہ۔ اذان سب امور کے ہوتے ہوئے آپ کا شوق عبادت اور ذکر شریف میں انہماک عجائبات روزگار میں سے تھا۔ ایک پارہ کلام مجید کا۔ دلائل الخیرات، حصن حصین و حزب اعظم کا آنجنو مرواوراد فتحیہ اور دعائے گنج العرش حالت صحت میں در سفر و حضر مداومت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

آپ کی ایک تسبیح سو دانوں کی اور دوسری پانچ سو دانوں کی تھی۔ سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ۔ ایک ایک ہزار مرتبہ پڑھتی تھیں۔ آپ نے سلوک مجددیہ از اول تا آخر حضرت سیدی الوالد سے حاصل کیا۔ اور حضرت والد نے آپ کو اجازت و خلافت عنایت کی تھی۔ مستورات کو آپ بیعت فرماتی تھیں اور توجہ دیا کرتی تھیں۔

۱۳۴۲ھ میں جب آپ نہایت علیل ہوئیں اور کوئٹہ کے زنانہ اسپتال میں داخل تھیں تو آپ نے حضرت سیدی الوالد سے دریافت فرمایا کہ میں نہ ہل سکتی ہوں نہ بیٹھ سکتی ہوں نماز کس طرح پڑھوں۔ آپ نے فرمایا کہ لیٹے لیٹے اشارے سے پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے چکنی مٹی کا ایک ڈھیلا پلنگ پر تکیہ کے پاس رکھا رہتا تھا۔ اس عاجز نے خالی اوقات میں بدون ذکر کبھی ان کو نہ پایا۔ عاجز احیاناً اُن کے وہ مبارک پاؤں جو اس کے واسطے وَیْحَکَ اِلْزَمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةَ۔ تھے، دبایا کرتا تھا، یا کبھی جھاڑیں سے ایڑیوں کو گھسا کرتا تھا۔ ایک دن خوش ہو کر فرمایا۔ میں تم کو وظائف و اذکار و اوراد کی اجازت دیتی ہوں آپ کی اجازت اس عاجز کے واسطے بمنزلہ قندِ مکرر بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے۔

یہ عاجز اور برادرِ خورد آپ کی رضامندی اور اجازت سے مصر پڑھنے کے واسطے گئے۔ جب وہاں سے آنے میں ایک سال سے کم رہ گیا تو کوئٹہ میں زلزلۂ ہائلہ آیا۔ جمعرات کا دن تمام کر کے جمعہ کی شب کو عندالسحر، ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء یہ واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کے متعلق "لمعہ ہجران" میں عاجز نے کہا ہے:-

کوئٹہ بُد گرچہ یکتا در کمال	ہست آخر ہر کمالے را زوال
در شبِ تاریک و وقتِ نیم شب	شد جلالش را ظہورے بس عجب
کہ بدارد تابِ انسانِ مہین	چوں بلرزد کوہ و شق گردد زمیں
طفلہا در مہدِ راحت بے خبر	ہمچناں کاندر صدف ماموں گہر
مرد و زن بودند جملہ محوِ خواب	ناگہاں نازل بر ایشاں شد عذاب
بہرِ مومن گشت رحمت بالیقیں	بہرِ کافر صد عذاب و صد مہین
شد صدائے از زمیں یک دم بلند	خانہا را یک بیک از پا فگند
قصرہا گشتند در آنے خراب	جملہ اسبابِ تعیش شد عذاب
پُر فضا گردید از خاک و غبار	شد فلک از آہ مردم بے قرار
چشمِ گردوں را نہ بُد چوں تابِ دید	زاں ردائے خاک را بر رو کشید

یَا لِهَوْلِ الْاَمْرِ مِنْ ذَاکَ الْعَذَاب | اِنَّہٗ اَمْرٌ عَظِیْمٌ لَا ارْتِیَاب

زیرِ خشت و خاکِ انسانِ ضعیف | زیرِ پائے فیل چوں مورِ نحیف

در دمے گردید ویراں آں بلد | بہرِ میت نے کفن بُد نے لحد

سال بربادی چہ پرسی از دلم | "رستخیز بود آنجا" شد رقم (۱۳۹۰ھ)

بست و ہفتم بود از ماہِ صفر | در شبِ آدینہ نزدیکِ سحر

آں سحر کو باعثِ حزن و ملال | آں سحر کو بہرِ عالم صد وبال

آں سحر کو درد و زحمت را بیاں | آں سحر کو صبحِ محشر را نشاں

نفسی نفسی بود وردِ ہر بشر | ہر کسے از بیمِ محشر در خطر

اندریں محشرستاں افرادِ چند | از عزیزاں نیز رحلت کردہ اند

بر شہادت در نصیبِ والدہ | زاں "مقامِ عالیش جنت شدہ" (۱۳۹۰ھ)

عبدِ رحماں، عائشہ، زینب چناں | جدّہ را گشتند مونس در جناں

ہر سہ اولادِ شقیقِ اکبر اند | ہر سہ در جنت بہ فضلِ داور اند

مخلصاں باہم شدہ جانہا گداز | چوں سلیماں رفت با احمد نواز

از جوانانِ خرد تی بُد یکے | پیر مردے سر بریدہ دیگرے

دادرم ہم زیرِ خاکِ بیکراں | زیرِ چوب و خشت و آہن بُد نہاں

لیک خالق را نگاہے بُد عجب | زاں بہ صحت رست از درد و کرب

ناصر و حافظ خدائے پاک بود | جسم سالم جانہا صد چاک بود

ہست احسانِ خدائے ذوالکرم | ماند سالم آں شفیقِ محترم

چوں ز قبر آمد بروں با صد شتاب | نعشہا را پس برآورد آں جناب

در ریاضِ قدس سرایبِ جمیل | دفنِ شاں را کرد تا وقتِ اصیل

در حظیرہ گر تو بینی شش قبور | بر سرِ شش بینی ردائے ہم ز نور

بس ہماں آرام گاہِ آخریں | ہست بہرِ کشتگانِ پاک دیں

گرچہ اموات اند در زیرِ زمیں | لیک احیا اند در خلدِ بریں

ایستادہ ساعتے آں جا سلام | خواں بہ اخلاصِ دل و صدق تمام

یاد کُن مرگِ خودت غافل مشو | وز امورِ واقعی جاہل مشو

فاتحہ برخواں دُعا کن باحسین   از خدائے پاک رب العالمین
رحم فرما بر شہیداں اے خدا   جائے شاں کن باغِ رضواں اے خدا

جس وقت آپ کے جُثمانِ (جسد) مبارک کو ملبہ سے نکالا گیا تو آپ مُصلّیٰ پر سجدے کی حالت میں تھیں اور پنجصدی تسبیح آپ کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں تھی۔ اس یوم الحشر میں جبکہ تیس ہزار افراد سے زائد کوئٹہ شہر میں مکانوں کے ملبہ کے نیچے مدفون تھے۔ حضرت برادرِ کلاں نے آپ کو اور اپنے فرزند کلاں ابوالمجد عبدالرحمٰن اور اپنی دو صاحبزادیوں عائشہ و زینب اور دو تین مخلصین سلیمان خروٹی اور احمد لواز سریڈ کو نکلوایا اور پھر کوئٹہ سے سمتِ جنوب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر سریاب میں دفن کیا۔ حالانکہ آپ خود بھی ملبہ میں دب گئے تھے۔ جسم منکوبؔ قلب مجروح اور زبان پر رَضِینَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ تھا۔ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

یہ عاجز مصر میں تھا جب یہ خبر پہنچی، دلی آکر معلوم ہوا کہ آپ اکثر اوقات ہم دونوں کو یاد کر کے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے دو یوسف مصر گئے ہوئے ہیں اور آپ ہمارے واسطے دعا کیا کرتی تھیں۔ عاجز نے تاریخِ بے کساں کے نام سے درج ذیل تاریخ وفات کہی ہے۔

تاریخِ بے کساں
۱۳۵۴

کوئٹہ سرداب وحشت شدہ   وائے بر شہرے کہ از رَجفت شدہ
مردماں در ناز و نعمت محوِ خواب   یک بیک نازل چساں آفت شدہ
تیرہ و تاریک شب ویں زلزلہ   آہ ظلمت بر سرِ ظلمت شدہ
گلستاں ویران و عمراں شد خراب   حالِ مردم باعثِ عبرت شدہ
نے کسے غمخوار و نے پُرسانِ حال   زندگانی بر بشر زحمت شدہ
نے کسے راماں نافع نے ولد   ہمچو محشر آں زماں حالت شدہ
دشمناں را دشمنی از یاد رفت   دوستی مفقود از خلقت شدہ
ہر نفس از بیم و ترس رست خیز   رو بہ صحرا مونس وحدت شدہ
وَتَرَی النَّاسَ سُکَارٰی از عذاب   منطبق برحالِ ایں اُمت شدہ
چشم گر بینا بود از بہرِ خلق   بے ثباتیِ جہاں مثبت شدہ
فَاعْتَبِرْ یَا غَافِلًا عَمَّا تَرٰی   اے بسا حسرت کہ از غفلت شدہ

اندریں گردابِ زحمت مادرم | داغِ فرقت ماندہ و رخصت شدہ
تودہائے خاک بر جسمِ نزار | انتقال شاں بہ ایں صورت شدہ
عبدِ رحماں، عائشہ، زینب چساں | در سفر با جدۂ ہم صحبت شدہ
بد نصیبِ شاں شہادت از ازل | بہرِ شاں زیں زلزلہ رحمت شدہ
من بہ ملکِ مصر و آمد ایں خبر | وائے صد کربت کہ در غربت شدہ
رفت ایامِ خوشی و خرمی | حیف در بختم کنوں حسرت شدہ
جنتِ حق زیرِ پائے مادراں | خدمتِ شاں موجبِ عزت شدہ

زیدؔ گر پرسد کسے سالِ وصال
گو "مقامِ عالیش جنت شدہ"

محترمہ صدیقی صاحبہ حضرت سیدی الوالد کی مسلسل چار صاحبزادیاں ہوئیں اور سب خورد سالی میں داغِ مفارقت دے گئیں۔ ان کے بعد ہمشیرہ کلاں صدیقی صاحبہ کی ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی اور آپ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار رہیں۔ اُن کی دوا دارو میں حضرت سیدی الوالد نے بہت مصارف برداشت کئے۔ بیماری کی وجہ سے ان کا مزاج نازک ہو گیا تھا۔ وظائف و عبادت میں بھی ان کی مصروفیت زیادہ رہی۔ اس سے طبیعت میں مزید گرمی پیدا ہو گئی۔ ۱۳۳۳ھ ہجری میں سید رؤف احمد شاہ صاحب فرزند سید احمد شاہ قصوری سے ان کا عقدِ نکاح ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ سید رؤف احمد شاہ کے دماغ میں دو مرتبہ چوٹ لگی اور دماغی توازن درہم برہم ہو گیا۔ ہمشیرہ صاحبہ دو تین مرتبہ قصور گئیں دو صاحبزادیاں بھی ہو گئیں لیکن ان کا قیام میکے ہی میں رہا۔ گوناگوں امراض لاحق ہوئے۔ حضرت والدہ صاحبہ کی حیات میں جمعہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۲ء کو اُن کی رحلت ہوئی اور خانقاہ شریف میں مدفون ہوئیں۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔ یہ عاجز اور برادرِ خورد اس سال مصر سے برائے حج حجازِ مقدس گئے ہوئے تھے۔ وہاں یہ خبر پہنچی اور عاجز نے یہ قطعۂ تاریخ کہا۔

مکہ میں خبر رحلتِ ہمشیر کی آئی | سنتے ہی جسے ہائے مرا دل ہوا شق زیدؔ
تاریخ جو رحلت کی کوئی پوچھے گا مجھ سے | کہہ دوں گا کہ "ہمشیر یہ ہو رحمتِ حق زیدؔ"

آپ کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ محمدی اور امۃ الرحمٰن سلمہا اللہ۔

۱۔ محمدی کی ولادت ۲۳ رمضان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۱۶ء ..... کوئٹہ میں ہوئی۔ ذکرِ خیر میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ حضرت سیدی الوالد کو اُن سے بہت محبت تھی۔ حضرت والدہ صاحبہ نے

ان کو بیٹی بنا کر رکھا اور جہیز میں اپنی بیٹیوں سے کم نہیں دیا۔ سہ شنبہ ۲۹ ر رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۳۴ء کابل میں حضرت برادرِ کلاں نے ان کا عقدِ نکاح حافظ عبداللہ سے کر دیا۔ حافظ عبداللہ چار پانچ سال مصر میں افغانستان کے سفارت خانہ میں میر منشی رہے۔ دینداری کا شوق تھا۔ ہر جمعہ کو قاری رفعت مرحوم کی قرارت جا کر سنتے تھے۔ ایک قاری صاحب کو مقرر کر لیا تھا اُن سے مشق کرتے تھے۔ اور خوب تلاوت کرنے لگے تھے۔ لہٰذا قاری صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی نیکی اور صلاح کو دیکھتے ہوئے ایک دن اُن سے وزیرِ خارجہ نے ہنس کر کہا۔ قاری صاحب تم اللہ کے فضل و کرم سے حافظ قرآن ہو اور تم نے مصر میں تجوید سے قرآن مجید پڑھا ہے تم کو تو کسی مسجد شریف کا امام ہونا چاہیئے تھا۔ اس لائن سے بھلا تم کو کیا مناسبت۔ تقریباً پانچ سال ہوئے قاری صاحب رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

محمدی بیگم کی وفات سہ شنبہ ۲۰ محرم ۱۴۰۸ھ ۱۵ ر ماہ ستمبر ۱۹۸۷ء مطابق ۲۴ ماہ سنبلہ ۱۳۶۶ شمسی ہجری کو کابل میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ کابل میں محرم کی ۲۲ تاریخ تھی۔

ان کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے بیٹے ڈاکٹر عباداللہ تقریباً بتیس سال کی عمر ہے اور چھوٹے بیٹے نجیب اللہ تقریباً بیس سال کے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ اور بڑی بیٹی رضیہ سی و ہشت سالہ صاحبۃ الاولاد ہے۔ دوسری صالحہ بست و نہ سالہ و صاحبۃ الاولاد اور تیسری فریا بشر سال کی ہے۔ حفظہم اللہ و سلمہم۔

(۲) امۃ الرحمٰن۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۰ء میں ولادت خانقاہ شریف میں ہوئی ان کا تاریخی نام "زہرہ جبیں خاتون" ہے۔ دوشنبہ ۲۸ ر شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۴ ر فروری ۱۹۳۵ء ان کی شادی حضرت والدہ صاحبہ نے عبدالوحید فرزند ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری سے کر دی۔

میاں عبدالوحید نے ایک مرتبہ اس عاجز سے کہا تھا کہ ملازمت سے سبکدوش ہو کر آپ سے بیعت ہوں گا۔ چنانچہ ۱۵ ر محرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۶ ر جنوری ۱۹۷۷ء کو وہ لاہور سے مع اہلیہ اور شاہین آئے۔ شاہین ان کی چھوٹی لڑکی ہے۔ اور عاجز سے کہا۔ میں نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے لہٰذا آپ مجھ کو بیعت کر لیں۔ عاجز نے ان کو بیعت کیا۔ انھوں نے صدق دل سے توبہ کیا تھا۔ اس کے آثار ان پر ظاہر تھے۔ کچھ دن رہ کر لاہور گئے۔ وہاں اللہ کی یاد میں مصروف رہے۔ پھر اُن پر ظاہر ہوا کہ وہ جمعہ ۷ ر محرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو نو بجے صبح کے دنیا سے رحلت کر جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اپنا خصوصی سامان، اپنے کپڑے، جوتیاں، پگڑیاں، قلمیں وغیرہ لوگوں کو دے دیا۔ انھوں نے کفن دفن کے لئے کچھ روپے چھوڑے اور ایک خط اپنی اہلیہ کو لکھا کہ اب تین منٹ کے بعد میں دنیا

سے رخصت ہو رہا ہوں۔ چنانچہ یہی ہوا اور وہ اسی وقت' اسی دن اور تاریخ میں رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امۃ الرحمٰن بیگم جمعہ ۱۲ ذی القعدہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۸۴ء کو لاہور سے برخوردار ڈاکٹر محمد ابوالفضل رحمہ اللہ کی تعزیت کے سلسلہ میں... دہلی آئیں' پندرہ سولہ دن کے بعد علیل ہوئیں اور یکشنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ ۲ ستمبر ۱۹۸۴ء کو ساڑھے بارہ بجے دن کے رحلت کر گئیں۔ ان کا ایک بیٹا جس کا نام عبدالصمد ہے اور مشہور ندیم کے نام سے ہے' اپنی والدہ کی علالت کی خبر سُن کر مملکت سعودیہ سے لاہور پہنچا اور اپنی بہن شاہین کو لے کر دہلی آیا۔ افسوس ہے وہ اپنی والدہ کی وفات کے چند گھنٹے بعد پہنچا اور پھر اپنی والدہ کو لے کر لاہور گیا اور وہاں بی بی صاحب کے قبرستان میں عبدالوحید صاحب کے پہلو میں دفن کیا۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

ڈاکٹر اشفاق محمد ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ دوشنبہ ۱۰ شوال ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۸۸۱ء میں ولادت اور جمعہ ۴ شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۶۷ء کو لاہور میں وفات ہوئی۔ سن تیرہ سو ستائیس میں یہ اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر شوق محمد بیعت ہوئے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے عاشق تھے اور صاحبِ نسبت تھے۔ اس عاجز نے ان کو اجازتِ ارشاد دی تھی اور خدا کے فضل و کرم سے اُن سے لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

عبدالوحید ڈاک خانہ میں کام کرتے تھے۔ اب دو تین سال سے پنشن ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو چھ پسر اور چھ دختر عنایت کیں۔

۱۔ عبدالرحیم۔ جمعہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء کو ولادت ہوئی۔ اور عالمِ شباب میں تین بچے چھوڑ کر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق مارچ ۱۹۶۷ء میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

۲۔ بلقیس زماں۔ یکشنبہ ۲۳ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ولادت ہوئی۔

۳۔ خیر النساء۔ سہ شنبہ ۲۳ صفر ۱۳۵۹ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو ولادت ہوئی۔ اور خورد سالی میں فوت ہوئی۔

۴۔ نفیس جہاں۔ سہ شنبہ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۴۲ء کو ولادت ہوئی۔

۵۔ عبدالواحد۔ پنجشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۴۳ء ولادت ہوئی۔

۶۔ عبدالاحد۔ شنبہ ۵ رمضان ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء ولادت ہوئی۔

۷۔ عبدالصمد۔ سہ شنبہ ۱۳ صفر ۱۳۶۶ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۴۷ء ولادت ہوئی۔

۸۔ ناہید بانو۔ سہ شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ولادت ہوئی۔

۹۔ طارق۔ شنبہ ۲۹ شوال ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۵۲ء کو ولادت ہوئی۔

۱۰۔ خالد۔ چہار شنبہ ۱۹ صفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو ولادت ہوئی۔

۱۱۔ یاسمین بانو۔ یکشنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۷۵ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۵۶ء کو ولادت ہوئی۔

۱۲۔ شاہین بانو۔ یکشنبہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۵۹ء کو ولادت ہوئی۔

بجز آخر کے چار بچوں کے سب بچوں کی شادیاں ہوگئی ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے سب صاحبِ اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو بہ عافیت و راحت ہر دو جہاں میں رکھے۔

محترمہ فاروقی صاحبہ آپ کی ولادت ۱۳۱۵ھ میں خانقاہ شریف دلّی میں ہوئی۔ ۱۳۳۹ھ میں ان کا عقدِ نکاح نواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب انصاری ایوبی ولد نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب از اولاد نواب صادق خاں انصاری پانی پتی سے ہوا۔

جناب ہمشیرہ صاحبہ کو اپنے گھر کی جدائی کا بہت رنج تھا جس وقت حضرت سیدی الوالدان سے اجازت لینے کے واسطے تشریف لے گئے، وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے اُن سے دریافت کیا تو اُن کے رونے میں اضافہ ہوا۔ آپ پر اس کا اثر ہوا اور آپ کے بھی آنسو نکل آئے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو بیٹی اگر تم کو یہ جگہ پسند نہیں ہے انکار کردو ہم تمہاری خوشی چاہتے ہیں۔ جب انھوں نے اجازت دے دی آپ وہاں سے چلے آئے۔

نواب زادہ فاخر احمد خاں صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی نواب زادہ شاکر احمد خاں صاحب آپ کے نہایت صادق مریدوں میں سے تھے۔ شاکر احمد خان کا جوانی میں انتقال ہوگیا۔ فاخر احمد خان صاحب کی وفات دوشنبہ ۱۳ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۳۴ء کو ہوئی۔ اس عاجز نے معمے درج ذیل قطعہ لکھ کر جناب لئیق احمد صاحب کو ارسال کیا۔

آج فاخر بھی جہاں سے چل بسے	تھے جو ہر صورت سے ذی عزّ و وقار
زندگی بھر صحبتِ پاکاں رہی	بعدِ مُردن بھی مِلا اُن کا جوار
حضرتِ قاضی ثناء اللہ کے	ہیں قریب ایسے کہ جیسے کوئی یار
ہے سعادت کی نشانی دوستو	رحمتِ حق اُن پہ ہو لیل و نہار
اے خوشا مردے کہ باشد خاکِ او	در حریمِ دوستانِ کردگار
لوحِ مرقد پر لکھو تاریخ زید	ہے عزیزم فاخر احمد کا مزار
	۲ ۵ ۴ ۳ ۱

آپ صرف نام کے بیعت نہ تھے بلکہ راہِ سلوک کی حلاوت سے پوری طرح لذت اندوز تھے۔ اِس عاجز سے انھوں نے بیان کیا کہ کئی مرتبہ اپنے ذوق و شوق میں پانی پت سے دلّی پا پیادہ گیا ہوں ۵۳ میل کا فاصلہ ہے۔ ایک رات نریلہ میں گزارتے تھے دوسری رات خانقاہ ارشاد پناہ میں۔ اُن کے لباس کو دیکھ کر ہرگز کوئی نہ سمجھتا تھا کہ یہ زمیندار اور صاحبِ املاک ہیں بلکہ یہ خیال کرتا کہ کوئی دیہاتی ہیں۔ گاڑھے کے سوا کسی کپڑے کا استعمال نہ کرتے تھے۔ کیا کرتہ کیا پاجامہ کیا پگڑی، کیا میدری، کیا رُوئی کا گھٹنے تک کا کوٹ۔ اپنے پیر و مرشد کے عاشق تھے۔ ضعیفی میں کلامِ پاک حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک حافظ صاحب کو رکھ لیا۔ سارے دن ان کے ساتھ دَور کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و عم احسانہٗ کے فضل و کرم سے کلام پاک کو اپنے مبارک سینہ میں محفوظ کر کے دنیا سے یہ بارگاہِ مولیٰ روانہ ہوئے۔ ذٰلِكَ الفضل من اللہ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

تقسیمِ ہند کے وقت نواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب کو حکومت نے قید خانہ میں نظر بند کر دیا۔ وہ پانی پت کے سب سے بڑے زمیندار تھے۔ اُن کی نظر بندی کی حالت میں پانی پت سے مسلمانوں کا انخلا ہوا۔ ماشاء اللہ دو صاحبزادیاں بڑی تھیں۔ ان کے جہیز کے سلسلہ میں عمدہ کپڑے کے دَو بڑے صندوق بھرے ہوئے تھے۔ ہمشیرہ صاحبہ کا زیور، ان کی مرحومہ ساس کا زیور اور سونا گھر میں موجود تھا۔ یہ سب ڈھائی سیر سے زائد تھا۔ ایک عمدہ دونالی بندوق ڈیڑھ ہزار کی تھی اور ہزاروں روپلے کا سامان و ظروف۔ یہ سب تاراج ہوا۔ ہمشیرہ صاحبہ محترمہ مع بچّوں کے بہ صد زحمت ایک قافلہ کے ساتھ لاہور پہنچیں جب تک پانی پت میں مسلمان رہے نواب زادہ صاحب نظر بند رہے۔ جب شہر مسلمانوں سے خالی ہوگیا اور ان کا سارا گھر لُٹ گیا تب نواب زادہ صاحب کو نظر بندی سے رہائی ملی اور وہ اپنے گھر کی بربادی دیکھ کر لاہور چلے گئے۔ کئی سال ان صاحبان پر نہایت سختی کے گزرے۔ آلام جسمانی اور اشیائے منقولہ کا عوض اِن شاء اللہ عند اللہ ملے گا۔ البتہ املاکِ غیر منقول کا عوض لاہور اور ضلع جھنگ میں بفضل اللہ و احسانہ مل گیا ہے۔ اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کا ظہور ہوا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

ہمشیرہ صاحبہ کی وفات دوشنبہ ۱۶ ربیع الاوّل ۱۳۸۹ھ مطابق ۲ جون ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور لاہور میں بی بی صاحبہ کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ عاجز نے "بروز دوشنبہ شانزدہم ربیع الاول" سے ہجری سن نکالا ہے۔ جناب نور میاں صاحب مجددی رامپوری نے درج ذیل تاریخی قطعہ کہا ہے۔

ایک دن میں نے ہُو کے میدان میں — دیکھے قبروں کے جا بجا انبار
دیکھ کر نوُرا ایک تربت پر — دل سے پوچھا کہ ہے یہ کس کا مزار

بولا دل، میں تجھے بتاتا ہوں — ہے یہ اک خاص بندیِٔ غفار
نام تھا اُن کا بی بی فاروقی — نیک دل، نیک طبع، نیک کردار
اے ضیا دیکھ دل کی آنکھوں سے — ہے جو یہ نُور ساطع الانوار
اس کو تم نُورِ کبریا جانو — سایۂ رحمتِ خدا جانو"
۱۳۸۹

نواب زادہ لئیق احمد خاں

آپ کو آپ کے والد نے عقدِ نکاح سے تقریباً ایک ماہ پہلے حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں بھیجا، دن کے دس بجے کا وقت ہوگا سیدی الوالد اپنے مکان میں تھے۔ یہ عاجز لئیق احمد خاں صاحب کو آپ کے پاس لے گیا۔ انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کو بیعت کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ان کو بیعت کیا اور پھر ہمشیرہ صاحبہ سے ان کا عقدِ نکاح ہوا اور اللہ نے اولاد دی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا اور ان کا قیام لاہور میں ہوا۔ عاجز احیاناً لاہور جاتا تھا اور ہمشیرہ صاحبہ کے پاس ۹ ایبٹ روڈ، لاہور ۲ میں ہفتہ عشرہ قیام کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد عاجز نے ملاحظہ کیا کہ نواب زادہ صاحب کے قلبی معاملہ میں پیش رفت ہوئی ہے۔ عاجز ان کی حیات میں آخری مرتبہ شنبہ ۸ رجادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ (۵ رمئی ۱۹۷۹ء) کو پاکستان گیا۔ جب اُن کی کوٹھی پہنچا وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اگرچہ وہ کچھ علیل اور ضعیف تھے انھوں نے بچیوں کو آواز دی۔ مجھ کو باسکٹ دو، تمہارے ماموں آگئے ہیں، میں کچھ میوے لے آؤں اور پھر وہ باسکٹ لے کر بازار چلے گئے اور میوہ لائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی علالت اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے کچھ میوہ راستہ کی نذر ہوا اور کچھ گھر پہنچا۔ عاجز برادران کی ملاقات کے واسطے کوئٹہ بلوچستان چلا گیا، وہاں سے واپسی پر چند روز لاہور میں قیام رہا۔ اس دوران میں ان کی عجیب کیفیت ملاحظہ کی کہ دوپہر کو عاجز کمرے میں کچھ آرام کرتا تھا۔ عاجز نے دیکھا کہ وہ اس شدید دھوپ میں کمرے کے باہر کھڑکی کے پاس عاجز کی طرف منہ کر کے کھڑے رہتے تھے۔ بدھ ۲۴ ررجب، ۲۰ رجون کا واقعہ ہے کہ عاجز نے عصر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد نواب زادہ صاحب نے بڑھ کر عاجز کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا۔ عاجز نے ان سے کہا۔ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ میں اپنے حضرت صاحب کے ہاتھ کو چوم رہا ہوں۔ عاجز سے پٹھان مخلصوں نے کہا کہ آج نواب زادہ صاحب نے اپنی بیعت کا واقعہ بیان کیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے اپنے مبارک ہاتھ سے مجھ کو بیعت کیا تھا۔ عاجز سمجھ گیا کہ اس دورِ آخر میں پیر و مرشد کی نسبت غالب آگئی ہے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کا ظہور ہو رہا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ جس سے محبت رہتی ہے اسی کا ساتھ رہتا ہے۔ برادر طریقت مولوی عبد العزیز رحمہ اللہ بہت خوش ہو کر کہا کرتے تھے کہ ہمارے حضرات کرام آخر وقت میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتے ہیں۔

افسوس صد افسوس جمعہ ۳ شعبان ۱۳۹۹ھ ۲۹ جون ۱۹۷۹ء کو نواب زادہ صاحب بیہوش ہو گئے۔ اور شنبہ ۱۱ شعبان ۱۳۹۹ھ ۷ جولائی ۱۹۷۹ء کو صبح پونے پانچ بجے میو اسپتال میں رحلت کر گئے۔ عصر کو اُن کا جنازہ اُٹھا اور بی بی صاحبہ کے قبرستان میں اپنی اہلیہ صاحبہ فاروقی بیگم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَغَفَرَلَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ اولادیں عنایت کیں۔

۱ اختری بانو۔ ان کی ولادت ۲۹ رجب ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔

۲ انوری بانو۔ ان کی ولادت ۱۳۴۲ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ اُس وقت یہ عاجز مصر میں تھا، درج ذیل تاریخی قطعہ کہہ کر ہمشیرہ صاحبہ کو پانی پت ارسال کیا۔

کس کی خاکِ لحد ہے یہ جس پر ــــ سایہ گستر سحابِ رحمت ہے
لوحِ مرقد پہ تم لکھو تاریخ ــــ "زیدہ یہ انوری کی تربت ہے" ۱۳۵۰ھ

۳ فاروق احمد خاں۔ ان کی ولادت ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔ اصغر احمد تاریخی نام ہے۔ حضرت برادرِ کلاں کی بڑی صاحبزادی رابعہ بیگم سے عقدِ نکاح ہوا۔ اللہ نے تین اولادیں عنایت کیں ہیں۔ ۲۴ رمضان ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء توام دو بچیاں ہوئیں۔ ایک کا نام نزہت ہے دوسری کا نام نکہت ہے اور پھر توفیق احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ اللہ سلامت رکھے۔

۴ صادقہ بانو کی ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی ہے۔ سلمہا اللہ

۵ انوار احمد خاں کی ولادت ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ "محمد مظہر جانِ جہاں" سے سالِ ولادت ظاہر ہے۔ ان کا عقدِ نکاح طیبہ خاتون سے ہوا۔ اُن کے والدین کراچی میں رہتے ہیں۔ اللہ نے پانچ بیٹیاں دی ہیں۔ ۱ ندیم عرف ناعمہ ۲ زُنیرا ۳ عامرہ ۴ حمیرا ۵ عائزہ سلمہن اللہ

۶ نسیم احمد خاں۔ ان کی ولادت ۱۳۵۳ھ میں ہوئی۔ لندن جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ غزالہ بیگم سے کراچی میں عقدِ نکاح ہوا۔ اللہ نے ایک بیٹی جمالہ بیگم اور دو بیٹے کاشف اور فاخر عنایت کیے ہیں سلمہم اللہ

محترمہ اَمۃ اللہ بیگم صاحبہ آپ کی ولادت ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۰۵ء کو دلّی کی خانقاہ شریف میں ہوئی۔ دوشنبہ ۱۵ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۲۷ء کو جناب پیر جی سید محبوب علی شاہ فرزند سید محبت علی شاہ ساکن موضع قادری باغ ڈاکخانہ

ڈیبائی ضلع بلند شہر سے آپ کا عقدِ زواج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس اولادیں عنایت کیں۔ ۱۔ جمیل فاطمہ ۲۔ عزیز فاطمہ ۳۔ آلِ علی ۴۔ سلیم فاطمہ عرف سلمٰی بیگم ۵۔ عظیم القدر عرف سید میاں ۶۔ عقیل فاطمہ ۷۔ سید حسن ۸۔ سید حسین معروف بہ سید مظہر علی عرف منے میاں ۹۔ سید جنید علی عرف اچھے میاں۔ ۱۰۔ حسین فاطمہ عرف اچھی بیگم۔

۱۔ جمیل فاطمہ کی ولادت ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام غریب فاطمہ ہے۔ ان کا عقدِ نکاح سید اقبال شاہ گیلانی سے ہوا۔ ساڈھورہ میں قیام تھا۔ تقسیم ہند کے وقت جھنگ چلے گئے۔ وہاں صدر سٹیلائٹ ٹاؤن میں ۳۱۔ ایف کوٹھی بنائی۔ اللہ نے تین بچے دیئے ہیں۔ ۱۔ روحی بیگم تاریخی نام حورِ جناں خاتون ہے ڈاکٹری پاس کی اور سید ظہیر احمد پسر سید شبیر احمد گیلانی ساکن سیالکوٹ سے عقدِ زواج ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایک پسر عنایت کیا ہے۔ اس کا نام سید شہیر احمد ہے۔ سلمہ اللہ۔ ۲۔ سید فیروز بخت، یہ تاریخی نام ہے ولادت ۱۳۸۷ھ میں ہوئی ہے۔ ان کا عقدِ زواج شہناز بیگم دختر   سے ہوا۔ ان کا قیام خانیوال میں ہے۔ اللہ نے پسر عنایت کیا اس کا نام سید طٰہٰ ہے۔ ۳۔ نرگس خاتون یہ تاریخی نام ہے۔ ولادت ۱۳۸۷ھ میں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خیریت سے رکھے۔

۲۔ عزیز فاطمہ۔ ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ غرائب فاطمہ تاریخی نام ہے۔ ان کا عقدِ نکاح سید آصف علی ولد اشرف علی سے ہوا۔ یہ ڈیبائی ضلع بلند شہر کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت کراچی چلے گئے۔ اللہ نے چار بچے دیئے ہیں۔ ۱۔ طیبہ خاتون۔ ان کی شادی اختر رشید سے ہوئی جو کراچی میں رہتے ہیں۔ اللہ نے چار بچے دیئے ہیں۔ حارث میاں، حسان میاں، اسما بیگم اور حسن میاں۔ اللہ ان کو خیریت سے رکھے۔ ۲۔ ضیاء الاسلام۔ ان کی شادی عطیہ بیگم سے ہوئی ہے۔ ان کے والد کراچی میں رہتے ہیں۔ اللہ نے ایک بیٹا دیا ہے، نام محمد علی ہے سلمہ اللہ۔ ۳۔ توصیف علی ۴۔ محی الاسلام اللہ سلامت رکھے۔

۳۔ آلِ علی کی ولادت ۱۳۵۱ھ میں اور وفات ۱۳۵۳ھ میں ہوئی۔

۴۔ سلیم فاطمہ عرف سلمٰی بیگم۔ ولادت ۱۳۵۳ھ میں ہوئی۔ ان کا عقدِ زواج سید آصف علی ولد اشرف علی سے ہوا۔ اللہ نے چار بچے عنایت کئے۔ ۱۔ زین العابدین ۲۔ نصرت فاطمہ ۳۔ نور العارفین ۴۔ اکبر میاں عرف شمس العارفین سلمہم اللہ تعالیٰ۔

نصرت فاطمہ کا عقدِ زواج میاں نور الابصار فرزند جناب پیرجی ضامن نظامی صاحب سجادہ نشین حضرت سلطان جی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عنایت کیا اس کا نام سعد ابوالخیر ہے سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۵۔ سید عظیم القدر۔ ولادت پنجشنبہ ۵ر شعبان ۱۳۵۵ھ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ یہ نام تاریخی ہے۔ شہرت سید میاں کے نام سے ہے۔ ان کا عقد زواج بشریٰ بیگم دختر پیر ضامن نظامی صاحب سے ہوا۔ اللہ نے تین بچے عنایت کیے۔ سیدہ بیگم، سعیدہ بیگم، عالی جناب مظفر۔

سیدہ خاتون کا عقد زواج عزیز میاں نظامی فرزند حنیف صاحب نظامی سے ہوا۔ اللہ نے ۱۔ صابرہ بیگم ۲۔ فیضی نظامی ۳۔ اور ثنا بیگم عطا کئے۔ اللہ سب کو سلامت رکھے۔ اور سیدہ خاتون کا عقد نکاح میاں ذی شان سے ہوا۔ وہ سیکری ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ہیں۔ اللہ نے ایک لڑکی عنایت کی ہے اس کا نام سعدیہ ہے۔ اللہ خیریت سے رکھے۔

۶۔ عقیل فاطمہ کی ولادت ۱۳۵۷ھ میں اور ۷۔ سید حسن کی ۱۳۵۹ھ میں ہوئی اور انتقال کر گئے۔

۸۔ مظہر جود سید حسین تاریخی نام ہے۔ ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ (۱۰ر جنوری ۱۹۴۲ء) کو ولادت ہوئی مشہور سید مظہر علی شاہ کے نام سے ہیں عرف متے میاں ہے۔

۹۔ سید جنید علی معروف بہ اچھے میاں ۲۷ر شوال ۱۳۶۴ھ ۵ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ولادت ہوئی۔ تاریخی نام غلام صابر ہے۔

تنبیہ:۔ ان دونوں کے عقد زواج کا بیان اس عاجز کی اولاد کے بیان میں آئے گا۔

۱۰۔ جبین فاطمہ عرف اچھی بیگم کی ولادت ۳ر ربیع الآخر ۱۳۶۸ھ یکم مارچ ۱۹۴۹ء کو قادری باغ میں ہوئی۔ اتفاق سے برادرِ خورد ابوالسعید سالم کوئٹہ سے آئے ہوئے تھے، انھوں نے "گل قادری باغ" سے تاریخ نکالی ہے جو لاجواب ہے۔ ان کا عقدِ نکاح میاں معین نظامی فرزند جناب ضامن نظامی سے ہوا۔ اب میاں معین اور اچھی بیگم کا قیام چک ۳۶ و ۳۷ اوکاڑہ ضلع ساہیوال پاکستان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین اولادیں دی ہیں۔ میاں ندیم، صبا بیگم اور زہرا بیگم۔

سید محبوب علی شاہ

آپ حضرت پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی مبارک اولاد میں سے ہیں اور طریقہ چشتیہ صابریہ اور قادریہ سے وابستہ تھے اوراد و وظائف کے پابند تھے، اجمیر شریف اور پیران کلیر شریف عرس میں ہر سال جاتے تھے اور پیرانِ کلیر میں ڈیرہ لگاتے تھے۔ بلند شہر کے عبدالعلی مختار سے یہ خدمت ان کو ملی تھی۔ عاجز نے دیکھا کہ آپ بیمار ہوتے تھے اور مرض کی حالت میں جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کو شفا دیتا تھا۔ عاجز بیس پچیس جمادی الآخرہ ۱۳۹۷ھ کو چار مہینے کے واسطے حجاز مقدس گیا۔ افسوس صد افسوس کہ دوشنبہ ۳۰ر رجب ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۷۶ء کو رات کے ۱۲ بجنے میں بارہ منٹ پر آپ نے رحلت فرمائے

خُلدِبریں ہوگئے۔ آپ نے اپنے گھر کے باہر لبِ سڑک مسجد بنائی ہے۔ مسجد شریف کے غرب کی طرف آپ مدفون ہیں۔ آپ کی عمر نوّے سال سے دو چار سال اوپر تھی۔ بظاہر کچھ امارت کی شان تھی لیکن راہِ فقیری اختیار کئے ہوئے تھے۔ بندگانِ خدا ان سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ غَفَرَلَہٗ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

ہمشیرہ صاحبہ کی وفات

ہمشیرہ صاحبہ کا عقدِ نکاح اپریل ۱۹۲۷ء کو ہوا اور وہ ۲۵ اپریل ۱۹۸۲ء کو پاکستان چلی گئیں۔ وہ کامل پچپن سال قادری باغ میں رہیں۔ ان کی چار بیٹیاں تھیں اور چاروں پاکستان کی ہوگئی تھیں، ان کی محبت اس ضعیفی اور ناتوانی میں جب کہ ان کو فالج ہوا اور اللہ نے شفا دی اور سینہ میں کینسر ہوگیا پاکستان چلی گئیں اُن کا زیادہ تر قیام جھنگ میں بڑی بیٹی کے پاس رہا۔ ان کی وفات جنوری ۱۹۸۵ء میں ہوئی ہے، لہٰذا پاکستان میں ان کا قیام دو سال دس مہینے رہا ہے۔

عاجز کے پاس برادرِ خورد کے چھوٹے فرزند شیخو بابا آئے ہوئے تھے۔ ان کا قصد جانے کا ہوا۔ عاجز نے ان کے ساتھ سفر کا قصد کیا اور دہلی سے کراچی ۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء کو گیا اور ۱۲ ستمبر کو کوئٹہ پہنچا، وہاں ہمشیرہ صاحبہ کے مرض کی حالت معلوم ہوئی۔ چنانچہ ۸ اکتوبر کو کوئٹہ سے لاہور پہنچا اور دس اکتوبر کو جھنگ گیا۔ موذی مرض نے اُن کو بے چین کر رکھا تھا۔ باوجود سخت تکلیف کے پوری طرح صبر و ضبط سے کام لے رہی تھیں۔ عاجز تین دن رہا۔ ایک مرتبہ بھی ان سے آہ نہیں سُنی۔ تیرہ اکتوبر کو لاہور پہنچا، وہاں حاجی محمد اسلم نقشبندی سے جو چاہ میراں کے پاس محبوب پارک میں رہتے ہیں حضرت مولانا طاہر بندگی قدس سرّہٗ کے احاطہ میں ہمشیرہ صاحبہ کے واسطے قبر کی زمین حاصل کرنے کے لئے کہا اور انھوں نے جگہ حاصل کر کے عاجز سے کہا اور ۱۸ اکتوبر کو عاجز ہمشیرہ صاحبہ سے آخری ملاقات کرنے اور اُن کی دعائیں لینے گیا۔ عاجز نے جمیلہ بیگم کو جائے قبر سے آگاہ کر دیا۔ ہمشیرہ صاحبہ سے آخری ملاقات کر کے شام کو لاہور روانہ ہوا۔ لاہور میں محمد اسلم سے تاکید کی اور کراچی ہوتے ہوئے دہلی آیا۔

افسوس صد افسوس ہمشیرہ محترمہ دوشنبہ کے دن ڈیڑھ بجے، ۶ رجمادی الاُولیٰ ۱۴۰۵ھ ۲۸ جنوری ۱۹۸۵ء کو رحلت کر گئیں۔ سہ شنبہ ۷ رجمادی الاُولیٰ کو سورج نکلنے کے بعد ان کے جنازہ کو لاہور لے چلے۔ بارہ بجے کے قریب منجھلی ہمشیرہ محترمہ کے گھر ۹ ایبٹ روڈ لاہور ۶ پہنچے۔ وہاں سب نے وضو کیا، تیار ہوئے اور ایک بجے برخوردار ابوبکر فرزند اکبر برادرِ خورد نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ڈیڑھ بجے تک حضرت مولانا طاہر بندگی قدس سرّہٗ کے احاطہ میں اُن کے جسدِ مبارک کو مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ رحمۃ اللہ علیہا کلّما ہبّت النسیم وحق الحمام۔ یہ عاجز جب بھی لاہور جاتا ہے فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتا ہے۔ صاحبزادہ جمیل احمد

شرقپوری نے جنازہ میں شریک ہونے والوں کو کھانا کھلایا۔ برخوردار ابوبکر اپنی پھپی جان کی وفات سے بیس دن پہلے مع دو تین نفر کے جھنگ پہنچ گئے تھے اور اپنی پھپی جان کے پاس ختم خواجگان اور شجرۂ شریف اور کلامِ الٰہی کا کچھ حصہ ہر روز پڑھواتے تھے، ہمشیرہ صاحبہ کو سکون ملتا تھا اور اُن کو دعائیں دیتی تھیں۔ کوئٹہ سے میاں ابوبکر کے دو بھائی اور یہاں سے منّے میاں اور اچھے میاں پہنچ گئے تھے۔ اللہ سب کو اجرِ کثیر اور صبرِ جمیل عنایت کرے اور ہمشیرہ محترمہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ہمکنار ہوں۔

آدم کجا حوا کجا آں دانۂ گندم کجا ... آں دم کجا ایں دم کجا آخر فنا آخر فنا

اَلْبَقَاءُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ

برادرِ محترم حضرت ابوالفیض بلال ادام اللہ ارشادہٗ

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ جب دورِ کہولت[1] کے مراحلِ آخرہ پر پہنچ گئے، آٹھ صاحبزادیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرزندِ ارجمند عنایت کیا۔ یہ عاجز "معمولات کے بیان میں" حضرت سلطانجی سے آپ کی گفتگو" میں لکھ چکا ہے کہ آپ نے وہاں برائے فرزند دُعا کی تھی، آپ کی دعا "ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ" مقبول بارگاہِ کبریا ہوئی اور شبِ جمعہ ۲۹ رجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۰۰ء کو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ نے آپ کو فرزندِ ارجمند عنایت کیا۔ اور آپ نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک نام پر آپ کا نام بلال رکھا۔ اتفاق سے ان دنوں آپ کے مخلص صادق صاحبِ نسبت حاجی عبدالحکیم ولد خدائے رحم دقتانی آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ باہر تشریف لائے اور اُن سے حضرت برادرِ کلاں کی ولادت کا ذکر کیا۔ انھوں نے عرض کی کہ آپ ان کا اسم گرامی عبدالرحمٰن تجویز فرمائیں۔ غالباً عبداللہ کی مناسبت سے انھوں نے یہ نام تجویز کیا ہوگا، کیونکہ عبداللہ آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ نے اُن سے فرمایا، ہم نے مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر اپنے بیٹے کا نام بلال رکھا ہے۔

انہی دنوں میں آپ نے بمبئی کے حاجی عبداللہ عمر کو خط تحریر کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے: "ہمارے حضرت ابوبکرؓ کے ایک غلام تھے، ان کا نام بلالؓ وہ بڑے مرتبہ کے تھے، ہمارے دادا حضرت عمرؓ فرماتے

---

[1] دورِ کہولت کے متعلق لسان العرب میں ہے۔ "مَنْ زاد علی ثلاثین سنۃ الی الاربعین وقیل ھو من ثلاث وثلاثین الی تمام الخمسین" یعنی تیس سے متجاوز ہو کر چالیس تک۔ اور کہا گیا ہے تینتیس سے پچاس سال پورے ہونے تک۔ المنجد میں آخری قول کا ذکر ہے۔ لکھا ہے: "من کانت سنو عمرہ بین الثلاثین والخمسین تقریبا" جو کہ مابین تیس اور پچاس کے ہو۔ حضرت سیدی الوالد کی عمر شریف اس وقت چھیالیس سال کی تھی۔ [2] دیکھو صفحہ ۲۲۵۔

ہیں "اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا" یعنی ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور آزاد کیا انھوں نے ہمارے سردار کو یعنی بلالؓ کو، بہ نیتِ تحصیلِ برکات ہم نے اپنے فرزند کا نام بلال رکھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نام بلال رضؓ جس قدر گزرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔

آپ نے ایک پرچہ پر تحریر فرمایا ہے۔

۱۔ بِلَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِیْ مِنْہُ ذِمَّۃٌ	بِاَنِّیْ اُدْعٰی فِی الْوَرٰی بِاسْمِہِ السَّامِیْ
۲۔ بِلَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَاسَیِّدَ الصَّحْبِ	سَمِیُّکَ اَرْجُوْ اَنْ تَفِیْضَ عَلٰی قَلْبِیْ

آپ نے تَفِیْضَ عَلٰی پر "تُنَوِّرَلِیْ" کا نسخہ تحریر فرمایا ہے۔ یعنی ع۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال رضی اللہ عنہ پر میری یہ ضمانت ہے کہ ان کے اسم سامی یعنی بلند نام سے پکارا جاتا ہوں۔ ع۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال رضی اللہ عنہ۔ اے سردار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں آپ کا ہم نام امیدر رکھتا ہوں کہ میرے دل پر آپ فیضان فرمائیں۔ یعنی الطاف و عنایات کریں یا میرے لئے میرے دل کو منوّر فرمادیں۔

آپ اوائل محرم ۱۳۱۸ھ مطابق مئی ۱۹۰۰ء میں کوئٹہ تشریف لے گئے اور وہاں علماء و فضلاء کی ایک جماعت آپ سے بیعت ہوئی تھی۔ وہاں سے دلّی واپس آنے پر آپ کے وارثِ کامل کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اِس مبارک خبر سے وہاں کے لوگوں کو مطلع کیا اور وہاں سے بجلی کی طرح یہ خوش خبر اطرافِ افغانستان میں مشتہر ہوئی۔ جابجا مخلصینِ پاک نہاد نے شکراً للہ دُنبے ذبح کئے اور لوگوں کو کھانا کھلایا اور آپ کی صلاح و درازیٔ عمر کے واسطے دعائیں کیں۔ عاجز سے رفقائے قدیم میں سے چند افراد نے کہا کہ وہاں کے لوگوں کے لئے وہ دن عید کے دن سے بڑھ کر تھا۔ سب کے دل شاد اور زبان پر اللہ تعالیٰ کا حمد جاری تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اِس عاجز نے ملاحظہ کیا کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کو حضرت برادرِ کلاں سے نہایت ارتباطِ قلبی تھا۔ ۱۳۳۴ھ کو جب کہ آپ رامپور میں نظر بند تھے۔ حضرت برادرِ کلاں اور یہ عاجز اسکول میں پڑھتے تھے اور اس سلسلہ میں دلّی میں قیام تھا۔ آپ کا ایک خط اس عاجز کے پاس ہے جو آپ نے مولوی بخش اللہ کے پتہ پر ارسال فرمایا تھا۔ اس میں حضرت برادرِ کلاں کو تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ برخوردار محمود الخصال حضرت بلال، حفظہ اللہ۔

الکبیرُ المتعال عن اتباع النفس والشیطانِ والھوی والضلالِ وعن سوءِ المنقلبِ فی الاھلِ والمالِ وجعلہ رضیَّ الافعال والاقوال۔ ذا اصلاح وفلاح وفضل وکمال۔ الخ

اور ایک خط میں تحریر فرمایا۔ مَدَحَ شَاعِرٌ عَبْدَ اللهِ بن عمرو ابْنَہ بلالًا، فقال وَبِلَالُ عَبْدِ اللہِ خیرُ بلالٍ۔ فغضب عبد اللہ بن عمرو قال۔ کذبت، بل بلال رسول اللہ خیرُ بلال رضی اللہ عنھُم و رحمھم قد عرفوا الحق لاھلہ واذعنوا لہٗ۔ یعنی کسی شاعر نے حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے صاحبزادے حضرت بلال کی مدح کرتے ہوئے کہا" اور عبداللہ کے بلال اچھے بلالی ہیں" یہ سُن کر حضرت عبداللہ کو غصہ آیا۔ اور فرمایا" تم نے غلط کہا۔ بلکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلال (رضی اللہ عنہ) اچھے بلال ہیں" اللہ تعالیٰ ان حضرات سے راضی ہو اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اِن حضرات نے حقداروں کے حق کو پہچانا اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا"

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے آخر کے چند سال حضرت برادرِ کلاں کو رامپور بھیجا۔ مخلصین میں سے چار پانچ افراد کو اُن کے ساتھ کرتے تھے۔ تاکہ آپ خاندانِ مجددیہ کے اُن افراد کو جو مستحقِ اعانت ہوں روپیہ تقسیم فرمائیں۔ چنانچہ ہر سال تقریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ آپ وہاں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک سال کا حساب جو کہ ایک خورد بیاض پر ہے عاجز کے پاس ہے اور غالباً یہ ۱۳۳۹ھ کا حساب ہے۔ اِس میں تفصیل کے ساتھ اُن سب افراد کا ذکر ہے جن کی اعانت کی گئی ہے۔ جو رقم تقسیم کی گئی ہے وہ ایک ہزار چھ سو چھیاسی روپیہ ہے۔

اس سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت برادرِ کلاں کے جانے کے بعد دوسرے دن دستی خط مولوی بخش اللہ کے ہاتھ ارسال فرمایا ہے۔ اِس میں آپ نے لکھا ہے " جس قدر خوبی سے اور محبت سے ہمارے عزیزوں کی خاطر اور ادب کروگے اُسی قدر ہماری خوشی اور تمہاری سعادتمندی ہوگی۔ سات وقت یا آٹھ وقت کھانا کھلاؤ سب اقارب کو اور مبلغ کی ضرورت ہو تو طلب کرو بذریعہ تار ہم روانہ کردیں گے۔ اَنْفِقْ[1] بِلَالًا وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا۔ مغرب و عشاء کی نماز پڑھا یا کرو ؂

بر می عمارتِ دل کن کہ ایں جہانِ خراب   دراں سراست کہ از خاک ما بسازد خشت

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یکشنبہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

آپ کی تعلیم کے واسطے جناب مولانا سید عبدالجلیل صاحب کا تقرر ہوا۔ تقریباً چار سال وہ رہے۔ اسی دوران میں انطاکیہ کے قاری عبدالغنی صاحب کی آمد ہوئی۔ آپ نے ان سے مخارجِ حروف کی اصلاح

---

[1] انفق بلالاً۔ اصلہ انفق یا بلالی۔ بالاضافۃ لیاءِ المتکلم وحُذف حرفُ النداء واُبدل الیاءُ الفاً کیا غلاما۔ یہ ارشادِ نبوی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا" اے میرے بلال رقم خرچ کرو اور جناب خداوندی عرش سے کمی کا اندیشہ نہ کرو" حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے وہی مبارک الفاظ حضرت برادرِ کلاں کو تحریر فرمائے ہیں۔

کی۔جناب امیرالدین خاں معروف بہ امیر خاں حضرت شاہ احمد سعید سے بیعت تھے۔اُن کا پایہ خطاطی میں نہایت بلند تھا۔اُن سے تختی کی اصلاح لیتے تھے۔لہٰذا آپ کی تجوید نہایت عمدہ اور خط نہایت پاکیزہ ہے۔ ابتدا میں کچھ عرصہ جناب مولوی محمد اسحاق میرٹھی نے آپ کو پڑھایا تھا۔

سید امجد علی شاہ سر دھنوی نے حضرت سیدی الوالد سے کہا؟ انگریزی حکومت کی زبان ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ صاحبزادے صاحبان یہ زبان سیکھ لیں۔چنانچہ چار سال آپ نے اسکول میں بھی پڑھا۔ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے آپ کا اور اس عاجز کا قیام دلّی میں تھا۔حضرت سیدی الوالد نے آپ کو امپور سے تحریر فرمایا "حضرت زید بہت بدخط کارڈ لکھتے ہیں۔ان کو لکھنا تعلیم کراؤ۔وضو، نماز کی پابندی تم دونوں کرو۔آدھا گھنٹہ مشق تجوید بھی چاہیئے تم دونوں کو۔سیپارہ شریف تجوید کے ساتھ پڑھو۔گھنٹہ بھر چلنے کی عادت رکھو، ہوا خوری ہر روز کیا کرو۔خان صاحب (منشی ننّے خاں) سے ملا کرو۔عبدالمجید خاں ان کے برادر زادہ سے بات چیت کیا کرو، تاکہ تم کو سلیقہ بات کرنے کا، جواب دینے کا، ہنسنے کا، بولنے کا حاصل ہو۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند　　جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

والسلام علیکما و رحمۃ اللہ و برکاتہ　　سہ شنبہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۳ھ"

۱۳۳۵ھ میں جناب مولوی محمد عمر صاحب کو آپ کی تعلیم کے واسطے مقرر فرمایا۔مولوی صاحب سے آپ نے کافی عرصہ پڑھا۔اس دوران میں آپ کو دردِ شقیقہ اور نکسیر پھوٹنے کی شکایت ہوگئی اور آپ علیل بھی ہوگئے۔حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے حضرت سیدی الوالد سے کہا صاحبزادے صاحب کا دماغ بہت کمزور ہوگیا ہے دو سال تک یہ کچھ نہ پڑھیں۔سیر و تفریح و خوش وقتی میں وقت گزاریں۔ اور روزانہ چار پانچ میل چلنے کی ورزش کیا کریں۔چنانچہ دو تین سال آپ کی تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔اور ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء آپ نے شکار کی بندوق لی اور پھر ہر ہفتہ میں ایک دن شکار کے واسطے جاتے تھے مخلصین میں سے دو افراد آپ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

آپ نے تین چار سال تک موسم سرما میں مدرسہ مولوی عبدالرب واقع گندہ نالہ میں جناب مولوی حکیم محمد منظر اللہ، جناب مولوی محبوب الٰہی، جناب مولانا مولوی محمد شفیع اور جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب سے بھی پڑھا ہے۔اور کوئٹہ میں جناب ملّا امان اللہ نے موسم گرما میں دو سال پڑھایا اور کچھ دن جناب مولوی خیر محمد نے بھی پڑھایا ہے۔

قرأت سبعہ اور شاطبیہ کی تعلیم آپ نے جناب قاری نیاز احمد کے ساتھ حضرت سیدی الوالد سے

حاصل کی ہے۔ آپ امام ابو عمرو بصری کی قرارت بہ روایت دوری میں کلام پاک کی تلاوت فرماتے ہیں۔

آپ بیعت کب ہوئے اس کا علم عاجز کو نہیں ہے۔ رامپور سے حضرت سیدی الوالد نے حضرت برادرِ کلاں اور اس عاجز کے نام ایک خط تحریر فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے "قرآن مجید اور وظیفہ ترک نہ کریں۔ گناہ کی بات سے دُور رہیں۔ باقی سب خیریت ہے۔ والسلام۔

۱۔ بَنُوْهُ بِلَالٌ ثُمَّ زَيْدٌ وَسَالِمٌ ‏ ‏ فَيَارَبِّ بَارِكْ فِيْهِمُوْ مُتَفَضِّلَا

۲۔ وَفِيْ وَالِدَيْهِمْ ثُمَّ فِيْ أَخَوَاتِهِمْ ‏ ‏ وَعَافِ جَمِيْعًا وَاعْفُ عَنْهُمْ وَأَفْضِلَا

۳۔ وَلِلدِّيْنِ وَفِّقْهُمْ وَلِلْعِلْمِ وَالتُّقٰى ‏ ‏ وَأَوْرِثْهُمُ الْقُرْآنَ وَالصُّحُفَ الْعُلَا

۱۔ اس کے بیٹے بلال پھر زید اور پھر سالم ہیں اے خدا کرم فرما کر انھیں برکت عطا کر دے۔

۲۔ پھر اُن کے والدین اور بہنوں کو سب کو عافیت عطا کر اور معاف کر دے اور فضیلت دے۔

۳۔ اور ان کو دین اور علم اور تقوے کی توفیق دے اور انکو قرآن اور بزرگ صحفوں کا وارث بنا دے۔

سہ شنبہ ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

اس مکتوبِ گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ از خورد سالی سلسلۂ شریف سے وابستہ تھے۔ انہی ایام میں ایک دن آپ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت سیدی الوالد باہر خانقاہ شریف میں حلقہ فرما رہے تھے آپ کی نظر حضرت برادر پر پڑی اور آپ نے مخلصین سے فرمایا "تم لوگ اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑتے ہو، یعنی متوجہ کرتے ہو، دیکھو ہمارے بلال کے دل کو کہ وہ خود اللہ کی طرف مڑا ہوا ہے۔ یعنی از خود متوجہ ہے۔" یہ عاجز کہتا ہے کہ مدعا و مقصود از تصوف یہی ہے کہ اللہ جل شانہٗ سے ارتباطِ قلب حاصل ہو۔

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال ‏ ‏ میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

سولہ سترہ سال کی عمر میں آپ کو یہ نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ علیا اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اور آپ کے پیر و مرشد نے اس کا بیان فرمایا۔

اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق اواخر فروری ۱۹۱۷ء میں حضرت برادرِ کلاں اور یہ عاجز اسکول کی تعلیم کے سلسلہ میں کوئٹہ روانہ ہوئے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ برائے تودیع اسٹیشن تشریف لائے اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اُن کے ہاتھوں کو پکڑا۔ یہ عاجز اُن سے متصل کھڑا تھا۔ آپ نے کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ آپ کے ساتھ ہم دونوں نے پڑھا۔ پھر آپ نے فرائض پر ثابت رہنے اور محرمات سے اجتناب کا وعدہ لے کر حضرت برادرِ کلاں سے فرمایا کہ ہم تم کو اجازت دیتے ہیں کہ طالبِ مولیٰ کو سلسلۂ شریف میں داخل کر کے اللہ کا نام بتاؤ۔ پھر آپ نے دعا کے واسطے مبارک ہاتھ اُٹھائے آپ

کے پیچھے مخلصین کی ایک جماعت تھی۔ ان سب نے بھی ہاتھ اُٹھائے اور ریل کے ڈبہ میں ہم دونوں تے اور مُلا خیراللہ اور مُلا ولی محمد نے ہاتھ اُٹھائے۔ حاکم نے مستدرک کی کتاب الدعاء میں سلمان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اَنْ یَّبْسُطَ اِلَیْہِ یَدَیْہِ ثُمَّ یَرُدَّھُمَا خَائِبَیْنِ" اس مبارک اولیائے پروردگار کی جماعت نے جس خلوص سے دُعا فرمائی تھی، ان شاء اللہ مقبول بارگاہِ کبریا ہوئی ہوگی۔

بلوچستان اور افغانستان میں آپ کی خلافت کی خبر بہت سرعت سے پہنچی اور وہاں کے مخلصین کو قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ کوئٹہ میں ملا عبدالحلیم آخوندزادہ نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور از فرطِ مسرت روتے ہوئے کہا۔ پروردگار نے مجھ کو یہ خوشی کا دن دکھایا کہ میرے پیر و مرشد کے صاحبزادہ کو خلافت ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس سلسلۂ ارشاد کو ہمیشہ جاری رکھے۔

رمضان ۱۳۳۵ھ یعنی جون ۱۹۱۷ء میں نماز پڑھانے کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ اور ۱۳۳۱ھ کی محفلِ مبارک میلاد شریف میں کچھ بیان آپ سے پڑھوایا گیا۔ اواخرِ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ میں آپ کا عقدِ نکاح بی بی آمنہ دختر حضرت نور قوم نیازی سے ہوا۔ اگرچہ اس خوشی میں شریک ہونے والے افراد بہت کم تھے۔ لیکن سب کام نہایت خیر و خوبی سے انجام پائے تھے۔ خطبۂ نکاح حضرت سیدی الوالد نے پڑھا۔ میر اعظم خان جو بعد میں خان قلات ہوتے مع فرزندان شریک تھے۔ بہت مبارک محفل تھی۔

۱۳۴۶ھ میں آپ نے مع اپنی اہلیہ محترمہ کے حج کیا۔ اس مبارک سفر کا حال اس عاجز کے احوال میں ان شاء اللہ آئے گا۔ آپ ایک مرتبہ ایامِ غیرحج میں بھی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادۂ کلاں تھے۔ تین دن مدینہ منورہ میں اور تین دن مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور پھر مراجعت فرمائی۔

وَأَوْرَثَهُمُ الْقُرْآنَ وَالْكُتُبَ الْعُلَا	وَلِلدِّيْنِ وَفِقْهِهِمْ وَلِلْعِلْمِ وَالتُّقٰى

اس دعا کا اثر آپ پر ظاہر و باہر ہے۔ نہ آپ کو دنیا سے تعلق نہ اہلِ دنیا سے، بلکہ اہلِ دنیا سے ملاقات کا دروازہ بالکل بند ہے۔ کوئٹہ کے زلزلہ کا حال حضرت محترمہ والدہ صاحبہ کے احوال میں گزر چکا ہے۔ اس زلزلہ میں خود آپ اور آپ کی بیوی بچے دب گئے۔ بعد میں مخلصین نے آپ کو نکالا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ اور دو صاحبزادیوں نے اپنی جدہ محترمہ کا ساتھ دیا۔

جدہ را گشتند مونس در جناں	۱۔ عبدرحماں عائشہ زینب چساں
ہر سہ در جنت بہ فضلِ داورند	۲۔ ہر سہ اولادِ شَفیق اکبر اند

۱۔ عبدالرحمان، عائشہ زینب کس طرح جنت میں دادی کے مونس بنے۔

۲۔تینوں بڑے بھائی کی اولاد ہیں۔خدا کے فضل سے دونوں جنت میں ہیں۔

جس صبر اور ضبط و رضا بہ قضائے الٰہی سے آپ نے اس وقت کام لیا یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے۔اس واقعہ کا اثر آپ کے قلب پر پڑا۔اور اس اثر کو تقسیم ہند کے وقت کے کشت و خون نے مزید بڑھایا۔آپ نے کامل گوشہ نشینی اختیار کرلی۔طریقت کا کام اپنے فرزند اکبر میاں عبدالرحمٰن سلمۂ اللہ تعالیٰ وحفظہٗ کے سپرد کر دیا۔ کوئٹہ شہر سے شمال غربی سمت میں پانچ میل پر آپ کی کچھ زمین ہے وہاں آپ نے پٹھانوں سے ایک کمرہ بنوالیا ہے۔گرمیوں میں وہاں اور سردیوں میں سبی سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر آپ نے کچھ زمین خریدلی ہے اس مقام کا نام بغربلی (ڈنڈ ولی) ہے وہاں بھی آپ نے ایک کمرہ بنوالیا ہے۔دونوں جگہ آبادی سے میلوں دُور مطالعۂ کتاب میں مصروف رہتے ہیں۔آپ کو تفسیر و قرارت و حدیث کا شوق ہے۔آپ نے صدہا کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔جس کتاب کا مطالعہ فرماتے ہیں از اول تا آخر مطالعہ کرتے ہیں اور جہاں کوئی علمی نکتہ نظر آتا ہے اس کو اپنی بیاض پر اُتار لیتے ہیں۔چنانچہ آپ کی کئی بیاضیں پُر ہو چکی ہیں۔ آپ نے طبقات ابن سعد کی نہایت عمدہ فہرست مرتب کی ہے۔اب ڈیڑھ سال سے صحیح بخاری کی فہرست مرتب فرما رہے ہیں۔نصف اول کی فہرست تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔

آپ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے عشق نبوی کی میراث بہ وجہ کامل ملی ہے حضرات اہل بیت اطہار سے قلبی محبت ہے۔میلاد سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات وازکی التسلیمات کی خوشی کا اظہار خاص بارہ ماہِ مبارک ربیع الانور کو نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔اس عاجز کے نزدیک آپ کی اعلیٰ و اولیٰ واکمل وافضل حسنات میں سے افغانستان میں مفتاح سعادت دوجہاں کا مروّج کرنا ہے اور اس کی ابتدا اس طرح پر ہوئی کہ آپ سن تیرہ سو پچاس اور اکیاون میں افغانستان گئے۔میلادِ مبارک کے زمانہ میں آپ نے مبارک محفل کے انعقاد کا ارادہ کیا۔افغانستان کے بادشاہ نادر خاں کو اس کی خبر ہوئی۔انھوں نے آپ سے کہا کہ اس مبارک محفل کا انعقاد ارگ (شاہی محل) میں ہونا چاہیے۔ آپ نے اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کی مبارک کتاب "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فارسی کا جامہ پہنایا اور نہایت شان و شوکت سے اس مبارک محفل کو منعقد کیا۔امیر نادر خاں اور ان کے تین بھائی ہاشم خاں، شاہ ولی خاں، شاہ محمود خاں وزیر خارجہ فیض محمد خاں اور افغانستان کے ہزاروں مخلصین شریک ہوئے۔آپ نے جو مبارک پودا چالیس بیالیس سال پہلے افغانستان میں لگایا تھا اللہ کے فضل و کرم سے خوب برومند ہوا۔اور سالہاسال یہ معمول رہا کہ صدہا افراد افغانستان کے دور دراز علاقوں سے آپ کی خدمت میں حاضر

ہوتے تھے اور مبارک محفل میں شریک ہوکر اپنے گھروں کو لوٹتے۔ لیکن کچھ عرصہ سے آپنے افغانستان
میں جابجا اپنے خلفاء کو مقرر فرمایا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں یہ مبارک محفل منعقد کریں۔ علمائِ کرام پشتو
زبان میں مبارک احوال کا بیان کریں اور قیام کے وقت صلاۃ وسلام پڑھیں۔ میلاد شریف کی
مبارک محفل منعقد کرنے کا طریقہ یہ رکھا ہے کہ اس مبارک محفل میں شریک ہونے والوں کو قورمہ
روٹی پیش کی جاتی ہے، قرآن مجید کے ختم کئے جاتے ہیں۔ کہیں دو تین ختم ہوتے ہیں۔ کہیں
پینتالیس اور پچاس ہوتے ہیں اور بخاری شریف کا ختم بھی ہوتا ہے، کہیں ایک کہیں دو۔ اور
یہ اس جگہ جہاں علماء کی بڑی جماعت ہو اور بین العشائین چار رکعت صلاۃ التسبیح پڑھی جاتی
ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد علماءِ کرام میں سے اصحابِ قلوب نہایت ادب سے سردارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے مبارک احوال بیان کرتے ہیں۔ اور " از دل خیزد بر دل ریزد " کی کیفیت اللہ کے فضل
وکرم سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیا بیان کرنے والے اور کیا سننے والے بارگاہِ رسالت میں بار بار تحفۂ صلاۃ وسلام
کو گوہرِ غلطاں سے مُحاط کر کے پیش کرتے رہتے ہیں۔ جب سے آپ نے یہ مبارک طریقہ وہاں رائج کیا ہے
یہ عاجز خصوصیت کے ساتھ آپ کے واسطے دعائے خیر کرتا رہتا ہے۔ یہ عاجز افغانستان چند سال پیشتر
گیا تھا' وہاں بادۂ عشقِ نبوی سے سرشار افراد کو دیکھ کر قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ مشکات شریف کے
بابُ مَا لَا يُدْعَىٰ عَلَى الْمَحْدُوْدِ کی پہلی حدیث بخاری شریف کی ہے: " عن عمر بن الخطاب اِنَّ رَجُلًا
اِسْمُهٗ عبدُ اللہ يُلَقَّبُ حِمَارًا كَانَ يُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهٗ فِي الشَّرَابِ فَاُوْتِيَ بِهٖ فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا اَكْثَرَ
مَا يُؤْتٰى بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
یعنی ایک شخص جس کا نام عبد اللہ اور مشہور حمار کے نام سے تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا
تھا اور آپ نے شراب نوشی کی وجہ سے اس کو کوڑے لگوا رکھے تھے۔ وہ پھر شراب نوشی کے سلسلہ میں لایا
گیا۔ آپ نے حکم دیا۔ اور اس کے کوڑے لگے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ اللہ کی لعنت اس پر
ہو کتنی کثرت سے شراب نوشی میں .... اس کو گرفتار کر کے لایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "اس پر لعنت نہ
بھیجو قسم ہے اللہ کی جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے" عشق
عشق و محبتِ نبوی وہ نعمت ہے کہ اللہ کی لعنت سے محفوظ رکھتی ہے۔ جو لعنت سے محفوظ ہوا
ان شاء اللہ وہ رحمت سے ہم آغوش ہوا۔ عاجز نے کہا ہے۔

ہوا جو گرفتارِ عشقِ نبی وہ دوزخ سے بے شک ہوا ہے بری

جو نارِ محبت کا ہے سوختہ — نہ ہوگا وہ دوزخ کا اندوختہ
قتیلِ وفا پر ہو رحمت مدام — بہشتِ بریں ہوگا اس کا مقام
نہ اس میں خفا ہے، نہ تنکیر ہے — مَعَ مَنْ اَحَبَّ کی تفسیر ہے[1]

حضرت برادرِ کلاں کے احوال کو یہ عاجز حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے اس بند کے مطابق پاتا ہے

شکرِ خدا کہ عشقِ نبی کا اسیر ہوں — خاکِ رہِ جنابِ بشیر و نذیر ہوں
کیوں کر نہ اب میں رشکِ امیر و وزیر ہوں — اس بادشاہِ حسن کے دَر کا فقیر ہوں
ظلِّ ہُما سواد ہے جس کے دیار کا

آپ کی اہلیہ محترمہ دوشنبہ ۱۲ صفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۶۰ء کو رحلت کر گئیں ۔ عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی۔

عیالِ آں بلالِ پاک مشرب — مبارک آمنہ در خلد آسود
زسالِ رحلتش چوں زید پرسید — ملک "یَاحَیُّ غُفْرَانَکَ" بفرمود ۱۳۸۰ھ

جس وقت ان کی وفات ہو رہی تھی عاجز کی بڑی بیٹی صفیہ سلمہا اللہ اُن کے پاس تھیں ۔ وہ کہتی ہیں ۔ ان کی آنکھیں بند تھیں ۔ اچانک انھوں نے اپنا دایاں ہاتھ اُٹھا کر کہا ۔ اچھا اچھا عبدالرحمٰن میں آرہی ہوں ۔ اور اچھا اچھا کہتے وقت انھوں نے ہاتھ سے ٹھیرنے کا اشارہ کیا ۔ عبدالرحمٰن اُن کے بڑے صاحبزادے کا نام ہے جو کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوئے تھے ۔ رحمۃ اللہ علیہما ۔

سانحۂ وفات

جمعہ ۳ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۰ھ ۶ اکتوبر ۱۹۷۰ء کا دن آرام سے گزرا ۔ رات کو علالت کی ابتدا ہوئی ۔ بار بار آپ کو پیشاب آیا ۔ پیشاب میں خون کی آمیزش زیادہ تھی ۔ جمعرات ۹ ذی القعدہ ۱۲ / بارہ اکتوبر سے نقاہت اور کمزوری بہت بڑھ گئی ۔ ڈاکٹر نے ہسپتال میں داخل کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ رات کے نو بجے آپ کو ہسپتال میں داخل کیا اور فوری طور پر ڈاکٹر نے رات کے بارہ بجے تک آپ کا چھوٹا اپریشن کر دیا ۔ اور پھر بدھ ۲۲ ذی القعدہ ۲۵ اکتوبر کو صبح دس بجے آپ کا بڑا اپریشن کیا، چھ غدود آدھ پاؤ کے، سات پتھریاں چنے کے دانے کے برابر اور چونسٹھ پتھریاں مونگ کے دانے کے برابر نکلیں،

افسوس صد افسوس کہ جمعرات ۲۳ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو دن کے گیارہ بجکر ۲۰ منٹ پر آپ کی وفات ہوئی ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

---

[1] المرء مع من احب صحیحین کی روایت کردہ حدیث ہے کہ جو شخص جس کی محبت رکھتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوگا۔

آپ کا مختصر حال عاجز نے رسالہ "سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال" (۱۳۹۶ھ) میں لکھا ہے "اشک غم چکید، سراج عالم ابوالفیض بلال" ہجری تاریخ نکلتی ہے، ابن العم حضرت حافظ محمد ابو سعید مجددی فاروقی رامپوری نے عربی میں دو مراثی لکھے ہیں، ان میں ایک تاریخی ہے اور ایک مرثیہ فارسی میں لکھا ہے، عاجز کے رسالہ میں ان مراثی اور دیگر شعراء کے کلام کو ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے جنازہ کی نماز آپ کے بڑے صاحبزادے برخوردار عبیدالرحمٰن آقا فاروقی نے قریہ قمبرانی میں پڑھائی اور "حظیرۂ شہداءِ زلزلہ" میں حضرت والدہ صاحبہ کے مزار پر انوار کے پائنتی مدفون ہوئے۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُمَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُمَا۔

عمر شریف قمری حساب سے ۸۰ سال ۳ ماہ ۲۳ دن

شمسی حساب سے ۷۷ سال ۱۱ ماہ ۳ دن

اولاد اللہ نے آپ کو دس اولادیں عنایت کیں۔ چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں۔ (۱) ابوالمجد عبدالرحمٰن (۲) خدیجہ (۳) عائشہ (۴) عبیدالرحمٰن (۵) زینب (۶) عبداللہ (۷) عبیداللہ (۸) رابعہ (۹) ہاجرہ (۱۰) فاطمہ۔ صاحبزادوں کے سلسلہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق جون ۱۹۲۴ء میں ایک ضرورت کی وجہ سے آپ مع برادر خورد کوئٹہ سے دلی آئے۔ اس وقت عاجز سے آپ کی یہ گفتگو ہوئی کہ اگر فرزند کی ولادت ہو تو نام عبدالرحمٰن رکھا جائے۔ اور پھر فرزند ثانی کا عبیدالرحمٰن اور ثالث کا عبداللہ اور رابع کا عبیداللہ اور اگر لڑکی ہو تو خدیجہ نام رکھا جائے۔ اللہ نے آپ کو چار ہی صاحبزادے دیئے اور آپ نے یہی نام رکھے۔

۱۔ ابوالمجد عبدالرحمٰن کی ولادت ۱۳۴۲ھ کے اواخر میں کوئٹہ میں ہوئی۔ ہونہار اور ذی استعداد تھے۔ میرٹھ میں مولوی اختر شاہ خان سے پڑھتے تھے۔ مصر سے واپسی پر عاجز کی ملاقات مولوی صاحب سے ہوئی۔ دوران گفتگو میں برخوردار عبدالرحمٰن کا ذکر آیا۔ بہت تعریف بیان کی۔ شب جمعہ ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوئے۔ سریاب میں نزد جدہ مدفون ہیں۔

۲۔ خدیجہ کی ولادت ۱۳۴۳ھ اور وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی اور کوئٹہ میں اپنی عمات کے پاس نزد جوہری مدفون ہوئیں۔

۳۔ عائشہ کی ولادت ۱۳۴۶ھ میں ہوئی۔ جدہ محترمہ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ کوئٹہ کے زلزلہ میں اس نے بھی اپنی جدہ کا ساتھ دیا اور ان کے پاس سریاب میں مدفون ہوئی۔

۴۔ عزیز گرامی میاں عبیدالرحمان سلمہ اللہ وجعلہ للمتقین اماما کی ولادت چہارشنبہ ۱۸ محرم ۱۳۴۸ھ ۲۶ جون ۱۹۲۹ء کو ہوئی۔ اُن کا تاریخی نام عبدالمختار ہے۔ علوم دین اور اسکول کی تعلیم بہ قدر کفاف حاصل کی۔

حادثۂ زلزلہ میں اپنے برادرِ کلاں کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہے تھے ۔ دونوں کے سر کے نیچے ایک تکیہ تھا۔ تقریباً تین چار اِنچ اِن کا سر اپنے بھائی کے سر سے نیچے تھا۔ زلزلہ سے چوکھٹ کا شرقی بازو کا نصف حصہ میاں عبدالرحمٰن کی اُمّ الدماغ پر لگا۔ میاں عبدالرحمٰن کے سر کے بال اس بازو سے چھو رہے تھے۔ جس وقت مخلصین ملبہ میں سے ان کو نکال رہے تھے تو یہ نیچے سے کہہ رہے تھے کہ بھائی صاحب نہیں بول رہے ہیں۔ سچ ہے۔ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے پنجشنبہ ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ رمئی ۱۹۵۷ء کو ان کا عقدِ نکاح سیدہ ذاکرہ دخترِ سید عبدالحکیم صاحبزادہ پسر میر حسن صاحبزادہ سے کوئٹہ میں ہوا یہ عاجز دلی سے گیا تھا۔ افغانستان سے مخلصین کے کئی قافلے آئے۔ ایک سو سے زائد علماء کرام تھے۔ ان کے ساتھ دفوف ومغنی بھی تھے۔ حکومتِ افغانستان اور حکومتِ پاکستان نے بلاکسی کی تحریک کے از خود یہ خصوصی مراعات کی کہ پاسپورٹ کی شرط ہٹادی افغانستان کی آخری چوکی پر ایک فہرست لکھ کر اس پر مُہر لگا کے ہر میر کارواں کے حوالے کر دی گئی اور اس فہرست کی نقل پاکستان کی چوکی میں رکھ لی گئی۔ اور یہ لوگ کوئٹہ آگئے۔ حضرت برادرِ کلاں نے پانچ دن تک دونوں وقت کھانا اور دونوں وقت چائے سب کو دی۔ پندرہ اور بیس کے مابین دُنبے تین دن اور دس پندرہ کے مابین دو دن ذبح ہوئے۔ کھلانے کا انتظام اتنا اعلیٰ تھا کہ کوئٹہ کے بعض بڑے افسر دیکھ کر متحیر رہ گئے۔ نہ ایک برتن ٹوٹا۔ نہ کوئی چیز غائب ہوئی اور نہ کھانا ضائع ہوا۔ سب کام نہایت خوبی سے بلاکسی شور کے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو سات اولادیں عنایت کی ہیں۔ (۱) آنسہ متولدۂ شنبہ ۹ رشعبان ۱۳۷۷ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۵۸ء (۲) باہرہ متولدۂ پنجشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۰ رستمبر ۱۹۵۹ء (۳) عالیہ متولدۂ شنبہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ مطابق ۳۰ رستمبر ۱۹۶۱ء (۴) ناظمہ متولدۂ شنبہ ۲۸ رصفر ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۱۹۶۳ء (۵) خاتمہ متولدہ درماہ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق جولائی ۱۹۶۵ء (۶) سائرہ متولدہ درماہ صفر ۱۳۸۶ھ مطابق مئی ۱۹۶۶ء (۷) زبیر متولد سہ شنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ رمئی ۱۹۶۹ء۔ پروردگار جل شانہ دعم احسانہ اپنے لطف وکرم سے ان نوبادۂ ہائے گلستانِ خیر کو تر وتازہ رکھے۔ بارک اللہ فی اعمارہم وسلمہم۔

۵۔ زینب کی ولادت ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں اور وفات کوئٹہ کے زلزلے میں ہوئی۔ اپنی جدہ کے پاس مدفون ہیں۔

۶۔ عزیز گرامی عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحبہ ویرضاہ۔ ان کی ولادت روز دوشنبہ ۴ محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۸ راپریل ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔ زلزلہ کے وقت ان کی عمر ۵۳ دن کی تھی جس وقت ملبہ میں سے نکالا ہے منہ میں مٹی بھر گئی تھی سانس رُک گیا تھا۔ اس وقت ایک مخلصہ نے فوراً منہ سے مٹی نکالی اور بہ شدت ان کے منہ میں پھونک ماری اور سانس کی آمد ہوگئی۔

میاں عبداللہ کا عقدِ نکاح جمعہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو اس عاجز

کی بڑی بیٹی صفیہ سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بچیاں عنایت کیں۔ (۱) نجمہ متولدہ ۲۷ر رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۱۹۶۱ء (۲) کوکب متولدہ ۲۵ر رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۲ء۔ چوں کہ زوجین کے طبائع میں اتفاق نہ تھا، باوجود اولاد کے ہونے کے جدائی ہوگئی۔ وَکَانَ ذٰلِكَ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ رَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ وَقَدَرِہٖ۔ یہ دونوں بچیاں مع اپنی والدہ کے اس عاجز کے پاس ہیں۔ اللہ ان بچیوں کو نیک اور خوش نصیب فرمائے اور عمر میں برکت دے۔

۷۔ عزیز گرامی عبید اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وحفظہ کی ولادت شب جمعہ ۲۹ر رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۳۷ء میں ہوئی اور شنبہ ۱۱ر ربیع الآخر ۱۳۸۶ھ مطابق ۳۰ر جولائی ۱۹۶۶ء کو ان کا عقدِ نکاح بی بی حلیمہ دختر احمد حسن صاحبزادہ سے قرہ باغ علاقہ غزنی میں ہوا۔ حضرت برادرِ کلاں نے اپنے بڑے صاحبزادے کے ساتھ میاں عبید اللہ اور گھر کے سب افراد کو دس پندرہ دن پہلے بھیج دیا تاکہ وہ بندوبست کریں۔ آپ تنہا عین وقت پر کوئٹہ سے تین سو میل کی مسافت قطع کرکے پہنچے۔ آپ نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ ایجاب وقبول کرایا اور چونکہ آپ کی آمد کی خبر سن کر ہزارہا افراد کا اجتماع ہوگیا تھا اور وہ سب آپ کو ایک نظر دیکھنے کے متمنی تھے اس لئے ایک بلند مقام پر آپ نے ایک موٹر بس کھڑی کرائی اور بس کی چھت پر بیٹھ کر بلند آواز سے کچھ حصہ کلام پاک رب العالمین کا پڑھا۔ بعض آیاتِ شریفہ کا ترجمہ کیا اور پھر دعا فرمائی۔ اور آپ تنہا فوراً وہاں سے کوئٹہ کو روانہ ہوگئے۔ یہ عاجز دو یا تین دن بعد ہوائی جہاز سے کابل پہنچا اور وہاں معلوم ہوا کہ افغانستان کے دُور دراز علاقوں سے ہزارہا افراد قرہ باغ کے لئے چل پڑے تھے اگر آپ کا ایک دن یا دو دن قیام ہوجاتا یقیناً لاکھوں افراد اکٹھے ہوجاتے۔ جو مقبولیت آپ کو افغانستان میں حاصل ہے وہ کسی دوسرے فرد کو حاصل نہیں۔ اس عاجز کے نزدیک یہ سب کچھ "ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ" کا اثر ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

میاں عبد الرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ایک وقت کے کھانے کے لئے پچاس عمدہ بڑے دنبوں کا سالن پکوایا تھا اور ایک بڑا ٹرک عمدہ تنوری روٹیوں کا غزنی سے بھر کر منگوایا تھا۔ اس کے علاوہ چاول بھی پکوائے تھے۔ سات ہزار سے زائد افراد کو کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ نے میاں عبید اللہ سلمہ اللہ کو پانچ بچے عنایت کئے ہیں۔ (۱) محمد عمر سہ شنبہ ۱۰ر ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۸ر جولائی ۱۹۶۷ء کو ولادت ہوئی۔ تاریخی نام نور المغنی ہے (۲) حفصہ دوشنبہ یکم ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ر جنوری ۱۹۶۹ء کو ولادت ہوئی۔ (۳) سعد شب یکشنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۸ر فروری ۱۹۷۰ء کو ولادت ہوئی۔ (۴) رحیمہ شنبہ ۱۱ر شوال ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۸ر نومبر ۱۹۷۲ء کو ولادت ہوئی۔ (۵) حمزہ

پنجشنبہ ۲۸ رمضان ۱۴۰۱ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۸۱ء کو ولادت ہوئی۔ سلمہم اللہ جمیعا۔

(۸) رابعہ کی ولادت شنبہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ چونکہ صاحبزادیوں میں وہ چوتھی ہیں اس لئے ان کا نام رابعہ رکھا گیا۔ اسکول کی ثانوی تعلیم اعلیٰ نمبروں سے حاصل کی۔ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء کو اُن کا عقدِ نکاح جناب ہمشیرۂ وسطیٰ کے فرزندِ کلاں فاروق احمد خان انصاری سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یکشنبہ ۴ رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۶۵ء کو دو پیاری بچیاں نزہت اور نکہت عنایت کیں۔ سلمہما اللہ وسلم ابویہما۔

۹۔ ہاجرہ کی ولادت یکشنبہ ۱۶ شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ہوئی۔

۱۰۔ فاطمہ کی ولادت پنجشنبہ ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہوئی۔

سَلَّمَ اللهُ الْجَمِيعَ وَحَفِظَهُمْ۔

حضرت برادرِ کلاں نے ابتدا میں چند سال صحیح بخاری یا کسی دوسری کتاب کا درس دیا ہے آپ کے خلفاء کا حال عاجز کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ ایک دو افراد کے نام معلوم ہیں۔ لکھتا ہے۔

مُلّا شیر محمد آخوند علاقہ قندھار کے رہنے والے تھے۔ آپ سے بیعت ہوئے، کسبِ سلوک کیا اور خلافت پائی۔ ہزار ہا افراد اُن سے مستفید ہوئے۔ چند سال ہوئے کہ رحلت کر گئے ہیں۔ یہ عاجز ان کے مزار شریف پر حاضر ہوا ہے۔ بابرکت مقام ہے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ وَقُدِّسَ سِرُّہٗ۔ ان کی وفات کے بعد حضرت برادرِ کلاں نے مُلّا عبدالحکیم کو ان کی جگہ مقرر فرمایا ہے۔ حَفِظَهُ اللهُ وَأَوْصَلَهُ إِلَى غَايَةِ مَا نَتَمَنَّاهُ۔

احمد حسن صاحبزادہ فرزند خدائے مہر گل صاحبزادہ، ساکن قرہ باغ، علاقہ غزنی آپ کے پُرانے مخلص صادق ہیں۔ ان کے والدِ بزرگوار حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ کے خلفاء میں سے تھے۔ جیسے وہ پاک مشرب و نیک طینت تھے، اُن کے پسر بلکہ تینوں پسران احمد حسن، عبدالرحمٰن، عبدالکریم اُن کے خیر خلف ہیں۔ کثر اللہ امثالہم۔ خدا کا فضل و کرم ہے۔ احمد حسن صاحبزادہ سے خلقِ خدا مستفید ہو رہی ہے۔ اور وہ اپنے کام میں مشغول ہیں۔ کوئٹہ کے زلزلہ کے وقت کوئٹہ میں تھے۔ اور اب ان کی دختر میاں عبیداللہ سلمہ اللہ کی اہلیہ ہیں۔

حضرت برادرِ کلاں کے باقی خلفاء کا حال عاجز کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اتنی بات متحقق ہے کہ وہ سب نام و نمود سے دُور مصروفِ کار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دولتِ رضا سے مالا مال فرمائے۔ وحفظہم وسلمہم۔

برادرِ عزیز حضرت ابوالسعد سالم حفظہ اللہ وسلّمہ

آپ حضرت سیدی الوالد کے فرزندِ اصغر واولادِ آخر ہیں۔ جمعہ ۲ صفر ۱۳۲۶ھ

مطابق ۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو خانقاہ شریف دلّی میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اتفاق سے اس وقت حافظ عبدالحکیم سوداگر جُبّت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن سے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہم کو فرزند عنایت کیا ہے ہم نے اس کا نام سالم مُسلِم رکھا۔" حضرت سیدی الوالد نے بارہا مخلصین سے فرمایا "ہمارے حضرت والد کا نام عمر ہے اور ہمارا نام عبداللہ ہے۔ اور یہ نام حضرت عمر کے بڑے صاحبزادے کا ہے رضی اللہ عنہما۔ ہم نے اُن کے صاحبزادوں کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام بلال وزید وسالم رکھے ہیں۔

۱۳۴۴ھ کے اواخر میں جب کہ حضرت سیدی الوالد کا قیام کوئٹہ میں تھا، عاجز کو ایک کاپی ملی تھی اس میں حضرت برادرِ کلاں جناب ہمشیرہ خورد اور اس عاجز اور برادرِ خورد کی ولادت کی تاریخیں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اور اس کے نیچے تین شعر تھے۔ دو شعر عاجز کے سلسلہ میں اور ایک شعر برادرِ خورد کے متعلق۔ ان اشعار میں آپ نے ولادت کی تاریخ نکالی تھی۔ برادرِ خورد کے متعلق یہ شعر تھا۔

شیخ سالم ابن عبداللہ فرزندِ عمر   سالِ میلادش نوشتم "محترم نورِ بصر"

عاجز نے مادّوں کے اعداد نکالے تو "محترم نورِ بصر" کے عدد ۱۳۳۶ نکلے۔ عاجز نے عصر کو جب آپ تول باغ برائے تفریح تشریف لے جارہے تھے، اس کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ نے عدد نکالے اور دس عدد کی کمی ظاہر ہوئی۔ آپ نے فرمایا "تم وہ کاپی ہمارے پاس لانا تاکہ اصلاح کی جائے۔" چنانچہ دوسرے دن یہ عاجز آپ کے پاس کاپی لے گیا۔ پھر عاجز کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اصلاح فرمائی یا نہیں اور نہ پھر وہ کاپی عاجز کو نظر آئی۔

برادرِ عزیز خِلْقَۃً کمزور وضعیف ہیں۔ اور اس کا خیال حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ کو بھی تھا عاجز کو وہ دن یاد ہے جب ہم دونوں مدرسہ عبدالرب سے پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے سبق کا خلاصہ آپ کو سنایا۔ اس وقت برادرِ عزیز نے آپ سے عرض کی کہ مولوی صاحب نے مجھ سے کہا ہے کہ کل نحومیر لے کر آنا۔ یہ سُن کر حضرت سیدی الوالد بہت خوش ہوئے اور آپ نے "واہ واواہ" فرمایا اور پھر برادرِ عزیز سے ارشاد کیا "جس طرح زید نے ہم سے نحومیر پڑھی ہے اگر تم اس طرح پڑھ لو تو ہم خوشی سے ایک دُنبہ ذبح کریں گے۔" باوجود ضعف وکمزوری کے برادرِ عزیز نے تحصیلِ علم میں اپنی مساعی جاری رکھیں۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب جناب ملا امان اللہ صاحب اور بعض اساتذہ مدرسۂ عبدالرب سے پڑھا اور پھر عاجز کے ساتھ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۱ء مصر گئے

اور چار سوا چار سال نہایت محنت سے علم دین حاصل کیا۔ اس وقت جامع ازہر میں پردیسیوں کے واسطے تین سندیں تھیں۔ ابتدائی سند کا نام "شہادۃ" اور ثانوی کا "اہلیۃ" اور عالی کا "عالمیۃ" تھا۔ انھوں نے بالترتیب تینوں سندیں حاصل کیں۔ اور حدیث شریف کی اسنادِ عالیہ کو حاصل کرنے میں شیخ سنوسی اور شیخ بدرالدین دمشقی اور شیخ عبدالحی کتانی فاسی سے اس عاجز کے رفیق تھے۔

حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ بار بار یہ دعا کیا کرتے تھے۔ وَاْوْرِثْهُمُ الْقُرْآنَ وَالصُّحُفَ الْعُلیٰ۔ اِس دعا کا اثر یہ عاجز ظاہر و باہر دیکھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کامل عنایت کیا اور کتبِ عالیہ سے قلبی لگاؤ ہے۔ تفاسیر شریفہ، احادیثِ مبارکہ، فقہ اور تصوف کی نایاب کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ عمدہ کتابوں کا اچھا ذخیرہ جمع کر لیا ہے۔ سنجاوی ضلع لورالائی اور کوئٹہ میں کاشت کی کچھ زمین خریدی ہے۔ بعض اوقات وہاں جاتے ہیں۔ جب بھی ان کے پاس علماء آتے ہیں اُن سے مسائل میں گفتگو ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں کتابوں کی اوراق گردانی ہوتی ہے۔

اُن کے مخلصین کافی ہیں اور اس عاجز کو معلوم ہوا ہے کہ بعض افراد کو خلافت بھی دی ہے حفظہ اللہ تعالیٰ وسلمہٗ۔

زواج چمن کے قریب ارغسان کا علاقہ ہے از توابع افغانستان، وہاں کے عبدالرحمٰن خاں ولد نورالدین خاں حضرت سیدی الوالد کے عشاق میں سے تھے۔ ان کے والد کی عمر تقریباً ستر پچھتر سال کی تھی کہ حضرت سیدی الوالد سے آکر بیعت ہوئے۔ عبدالرحمٰن خاں نے ۱۳۴۳ھ میں حضرت والدہ صاحبہ سے کہا کہ میں اپنی بیٹی حضرت سالم صاحب کے عقدِ نکاح میں دینی چاہتا ہوں۔ برادرِ عزیز اس زمانہ میں تحصیلِ علم میں مصروف تھے اور پھر انھوں نے مصر کا سفر کیا۔ وہاں سے واپسی کے بعد انھوں نے قصدِ زواج کیا حضرت برادرِ کلاں نے قندھار جانے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ وہ اور اُن کی اہلیۂ محترمہ اور برادرِ عزیز اور یہ عاجز دلّی سے کوئٹہ گئے۔ وہاں ایک یا دو شب قیام رہا اور جمعہ ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء کو وہاں سے قندھار کا سفر موٹر کار سے ہوا۔ عصر تک شہر قندھار پہنچ گئے اور وہاں شہر سے باہر سمت شمال سردار عبداللہ خاں کے عالی شان مکان میں قیام کیا۔ پنجشنبہ ۲۷ شوال (۲۸ نومبر) کو برادرِ خورد کا عقدِ نکاح بی بی حوا دختر عبدالرحمٰن خان بارکزی سے ہوا۔ علاقہ غزنی، شلگر، مقر وغیرہ سے علماء و مخلصین کی بڑی جماعت آئی تھی۔ حضرت برادرِ کلاں نے شریک ہونے والوں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا تھا۔ یکشنبہ یکم ذی القعدہ و یکم دسمبر کو قندھار سے روانگی ہوئی۔ ایک رات چمن میں دو راتیں کوئٹہ میں قیام کرتے ہوئے پنجشنبہ پنجم ذی القعدہ کو دلّی پہنچے۔ دلّی میں حضرت برادرِ کلاں نے ولیمہ کی

پُرتکلف دعوت کی۔ مدرسۂ عبدالرب کے حضرات اساتذہ، شہر کے عمائدین اور دلی و بیرونِ دلی کے سب مخلصین شریک ہوئے۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے برادر خورد کو چھ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عنایت کی ہیں۔

(۱) ابوبکر ولادت پنجشنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۴۲ء دلی میں ہوئی۔ "شیخ احمد فاروقی" تاریخی نام ہے۔ ان کا نکاح ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۸۳ء کو صدیقہ دختر حاجی خدائیداد قوم ترین ساکن خوشاب نزد قندھار سے ہوا۔ اللہ نے تین بیٹے عنایت کئے ہیں۔

(۱) ابراہیم، ولادت ۲۹ محرم ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو ہوئی۔

(۲) اسماعیل، ولادت ۱۴ صفر ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔

(۳) اسحاق، ولادت ۲۴ محرم ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان کو عمر دے اور نیک و صالح کرے۔

(۲) سُعاد، ولادت بہ چہار شنبہ ۶ صفر ۱۳۶۲ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۴۳ء دلی میں ہوئی۔

(۳) ابوحفص عمر، ولادت بہ پنجشنبہ ۲۱ محرم ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۴۵ء دلی میں ہوئی "حفظ الالٰہ عُمَر" سے سالِ ولادت ظاہر ہے۔ ان کا نکاح ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۸۳ء کو سادسہ دختر ملا فیض اللہ خان برادر زادۂ ملا شیر محمد آخوند آلکوزی ساکن شوراب، غورک سے ہوا۔ اللہ نے ۳ بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ (۱) سُمَیَّۃ۔ ۱۴ رجب ۱۴۰۵ھ ۵ اپریل ۱۹۸۵ء کو ہوئی ؎

عمر را مبارک ورودِ سُمَیَّۃ ‌ ‌ ‌ ‌ مبارک صَبِیَّۃ مبارک سَمِیَّۃ

(۲) جُوَیریہ ولادت ۲۹ شوال ۱۴۰۶ھ ۷ جولائی ۱۹۸۶ء کو ہوئی۔

(۳) اسماء، ولادت یکشنبہ ۲۳ رمضان ۱۴۰۹ھ ۳۰ اپریل ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔ اللہ ان بچیوں کو عمر دے، خوش نصیب فرمائے۔

(۴) عاصم ولادت بہ سہ شنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء قندھار میں ہوئی۔

(۵) جعفر، ولادت بہ پنجشنبہ ۲ رجب ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۵۰ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۶) عبداللہ، لقب عامر، ولادت بہ چہار شنبہ ۸ محرم ۱۳۷۱ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو کوئٹہ میں ہوئی۔

(۷) عبدالعزیز، تاریخی نام "شیخ دوراں عبدالعزیز" معروف بہ شیخ۔ ولادت بہ یک شنبہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۵۳ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۸) فوزیہ، ولادت بہ جمعہ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۵۶ء کوئٹہ میں ہوئی۔

(۹) فائزہ — ولادت بیکشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء کوئٹہ میں ہوئی۔
یہ گلزار خیر کے شگفتہ پھول ہیں۔ پروردگار جل شانہٗ و عم احسانہٗ ان کو تر و تازہ رکھے۔

حادثۂ وفات

برادرِ عزیز تقریباً بیس سال سے علیل تھے۔ اس عرصہ میں ان کو شدید امراض لاحق ہوئے۔ آفریں صد آفریں اُن پر کہ اس طویل عرصہ میں کبھی صبر و شکر کے علاوہ کوئی حرف شکایت کا زبان پر نہ آیا۔ عاجز اس طویل عرصہ میں کئی بار ان کی عیادت کے واسطے گیا جب بھی اُن سے پوچھا۔ کیسے ہو۔ ان کا یہی جواب ہوتا تھا۔ شکر ہے خیریت سے ہوں۔

عاجز کو روز دوشنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۵ء کو دن کے دو بجے ٹیلیفون کے ذریعہ معلوم ہوا کہ برادرِ عزیز شدید علیل ہیں۔ عاجز نے پاکستان سے ویزہ لیا اور اتفاق سے ایر کلاس کی ایک سیٹ ہوائی جہاز کی مل گئی اور پنجشنبہ ۱۷ دسمبر کو لاہور اور ۱۸ دسمبر کو دن کے ساڑھے دس بجے کوئٹہ پہنچا اور جب یہ عاجز ان کے پاس گیا اور انھوں نے آنکھ کھول کر دیکھا، عاجز نے ان کی خیریت دریافت کی۔ انھوں نے دایاں ہاتھ سینہ پر رکھ کر بہت دھیمی آواز سے کہا۔ شکر ہے خیریت سے ہوں۔ اور پھر بہت ہی آہستہ کہا جو اُن کے فرزند عاصم نے کان لگا کر سُنا کہ "میرا سلام سب کو کہہ دیں" اور پھر ذکر شریف میں آنکھ بند کر کے مصروف ہو گئے۔ عاجز سمجھ گیا کہ ان کا دَورِ دنیوی اختتام پذیر ہے اور دَورِ اُخروی کی شروعات ہے۔ اب ان کے پاس جانا اور اُن سے بات کرنے کی کوشش کرنی ٹھیک نہیں ہے۔ عاجز نے ان کے فرزندوں سے کہا کہ چوبیس گھنٹے ان پر نظر رہے کہ کب اور کس وقت سفر کرتے ہیں۔ اپنے گوناگوں امراض کی وجہ سے برادرِ عزیز کا چہرہ زیادہ تر بائیں جانب رہا کرتا تھا۔ روز سہ شنبہ ۳۰ ربیع الآخر ۲۲ دسمبر کو اُن کا چہرہ دائیں طرف ہو گیا۔ وہ قبلہ رُو ہو گئے اور ذکر شریف میں مشغول ہو گئے۔ آنکھیں بند، منہ بند، چہرہ پُر وقار اور پُر سکون۔ شب چہارشنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ۸ بجے کے قریب سارے شہر کوئٹہ کی بجلی پانچ منٹ کے واسطے گئی اور جب روشنی آئی اس کے دو منٹ بعد برادرِ عزیز کی پاک روح نے جنتین کو پرواز کر لی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ عاجز کی زبان پر بے ساختہ اس وقت یہ "ہم رشتہ عالی ہم کی رحلت" حساب لگایا ۱۴۰۶ھ نکلے۔ دل نے کہا یہ انعام حق کی طرف سے ہے عاجز نے نقل کی۔ کو یک سے بدلا اور اسی وقت کہا ؎

حضرت سالم مبارک نام شاں	رفت از دنیا سوئے دار جناں
سال وصل پاک مشرب شد رقم	"رحلت یک رشتہ عالی ہم"

عاجز کے برادرِ عزیز، رفیق از ہر دو سفرِ حجاز، عاجز کے مونس و ہمدم داغِ مفارقت دے گئے۔

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهُمْ　　وَلِلْعَاجِزِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

(نعمت والوں کو اُن کی نعمتیں مبارک اور اس مسکین عاجز کو اس کے غم کے گھونٹ مبارک)

برادرِ عزیز نے قریۂ قمبرانی واقع "شارع سریاب" میں اپنی تدفین کے واسطے حضرت والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے مزار پُر انوار کے قرب میں ایک قطعہ زمین کا لے لیا تھا۔ وہاں ان کی قبر بنوائی گئی دن کے ڈیڑھ بجے "شارع حضرت شاہ ابوالخیر" سے "قریۂ قمبرانی" کو جو شارع سریاب پر ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے، جنازہ کو ایک بڑے ٹرک پر لے چلے اور تقریباً ایک سو موٹر کاروں اور آٹھ دس ٹرکوں اور بکثرت سکوٹروں پر ساتھ جانے والوں کی جماعت تھی۔ عاجز سے کافی افراد نے کہا کہ اتنی مخلوق کوئٹہ میں کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھی گئی ہے۔ مختلف العقائد سب شریک تھے۔ پورے تین بجے ظہر کے اس عاجز نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ نماز کی جگہ سے تدفین کی جگہ شاید ایک سو گز ہوگی۔ جس وقت سریر المیت کو اٹھایا ہے، اس وقت ہزار ہا افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ چارپائی لوگوں کے ہاتھوں سے اوپر تھی۔ یہ عاجز ان کی چارپائی کے نیچے چل رہا تھا۔ عاجز نے ہاتھ اٹھایا لیکن چارپائی کو نہ چھو سکا۔ ایک دراز قد نے بہ دقت پلنگ کی پٹی تک ہاتھ پہنچایا۔ جو لوگ دور تھے وہ بیان کرتے تھے کہ ایک منوّر چیز لوگوں کے سروں پر چک رہی تھی۔ عاجز کو اپنے آٹھویں دادا حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہٗ کے جنازہ کی کیفیت یاد آئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

اُن کی عمر:- قمری حساب سے　۸۲ سال ۲ ماہ ۲۹ دن

شمسی حساب سے　۷۹ سال ۹ ماہ ۱۶ دن

اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو دونوں جہان میں عافیت سے رکھے۔ وہ آپس میں متحد رہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقۂ عالیہ کو فروغ دیں۔

کار ہمین است عزیزانِ کرام　　وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِهٰذَا وَالسَّلَام

عاجز شنبہ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ ۲ر جنوری ۱۹۸۸ء دن کے ساڑھے تین بجے باچشمِ پُرنم و دلِ پُرغم دہلی خانقاہ شریف پہنچا۔ نہ کوئی بھائی رہا نہ بہن۔ عاجز کے حسبِ حال یہ شعر ہے۔

نہ رفیقے نہ مونسے نہ ہمدمے دارم　　حدیثِ دل بہ کہ گویم عجب غمے دارم

بندۂ عاجز ابوالحسن زید فاروقی مجددی مؤلف کتاب ہٰذا عفی عنہ

اس عاجز کی ولادت سہ شنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو خانقاہ ارشاد پناہ دلی میں ہوئی اور حضرت سیدی الوالد نے اس کا نام زید رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم نے اپنے تینوں بیٹوں کے نام حضرت عبداللہ بن امیر المومنین عمرؓ بن الخطاب کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی پر رکھے ہیں۔ آپ نے ایک کاپی کے پہلے صفحہ پر حضرت برادرِ کلاں جناب ہمشیرۂ خورد، اس عاجز اور برادرِ خورد کے تولد کی تاریخیں تحریر فرمائی تھیں اور اس کے نیچے تین شعر تحریر فرمائے تھے۔ دو میں عاجز کا سال ولادت اور ایک میں برادرِ خورد کا سالِ ولادت نکالا ہے۔ برادرِ خورد کے تاریخی مادہ میں جو سقم تھا اس کا ذکر ان کے بیان میں گزر چکا ہے۔ عاجز کے متعلق درج ذیل دو شعر تحریر فرمائے تھے۔

حضرتِ زید بن عبداللہ فرزندِ عمرؓ "بوالحسن عبدالغنی" تاریخ میلادش بگو

سالِ میلادِ زید شیخ جہاں شد "محمد بشارت الرحمٰن"

ہمشیرۂ محترمہ حیدری مرحومہ کی وفات کے بعد سے حضرت والدہ صاحبہ کے بالکل دودھ نہ تھا اس لئے جناب ہمشیرۂ خورد اور ہم دو بھائیوں نے حضرت والدہ صاحبہ کا دودھ نہیں پیا اتفاق سے جناب ہمشیرہ صاحبہ کے لئے ضلع میرٹھ میں فوری طور پر انا دستیاب ہوگئیں اور آخر تک وہ انا رہیں۔ انہی کا دودھ ہمشیرہ صاحبہ نے پیا۔ لیکن اس عاجز کے لئے چند ماہ تک انا کا بندوبست نہ ہو سکا۔ لہٰذا عاجز پر ع۔ تمتع ز ہر خوشۂ یافتم۔ صادق آیا۔ حضرت والدہ صاحبہ سے عاجز نے سنا ہے کہ پندرہ بیس صالحات کا دودھ عاجز نے پیا ہے۔ وہ فرماتی تھیں کہ "مولوی شمس الدین میرٹھی اور حاجی فضل عمر دہلوی بدرپور کی طرف سے ایک انا لائے۔ لیکن تم اس کی گود میں نہیں گئے اور نہ اس کا دودھ پیا۔ حضرت صاحب کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے مولوی شمس الدین اور فضل عمر سے فرمایا۔ جاؤ اس انا کے متعلق معلوم کرو۔ چنانچہ ان دونوں نے جا کر معلوم کیا کہ اس کا چال چلن اچھا نہیں ہے لہٰذا اس کو رخصت کر دیا گیا۔ اور جب تک والدۂ ملا صاحب خان زری بی کا تقرر نہیں ہوا، یہی ہوتا رہا کہ کچھ دن کسی نے دودھ پلایا۔ اور کچھ دن کسی نے۔"

اپریل ۱۹۰۷ء میں حضرت سیدی الوالد حسب معمول کوئٹہ تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ملا صاحب خان کو بھائی عنایت کیا۔ حضرت سیدی الوالد نے اس کا نام محمد امین رکھا۔ اور اس وقت سے والدۂ ملا صاحب خان اس عاجز کو دودھ پلانے پر مقرر ہوئیں۔ تقریباً دو سال انھوں نے

دودھ پلایا۔ اور کامل چار سال تک اپنی آغوشِ محبت میں پرورش کی۔ ان کی محبت و شفقت حضرت والدہ صاحبہ کی محبت و شفقت سے کسی حال میں کم نہ تھی۔ وہ اور ان کے خاوند بہاول اور اُن کے فرزند ملّا صاحب خاں اور غلام محمد اور اُن کی بیٹی سعیدہ حضرت سیدی الوالد کے سچے خادم اور عاشق تھے۔ جب تک یہ مبارک افرادِ حیات رہے ہر طرح کی خدمت کرتے رہے۔ پروردگار ان کو اجرِ کثیر دے۔ جناب زربی بی صاحبہ جمعہ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۶ر نومبر ۱۹۴۶ء کو دارِ فانی سے دارِ باقی کو سفر کر گئیں۔ رحمہا اللہ ورحم زوجہا و اولادہا و رضی عنہم۔

تربیت ہم بھائیوں کی خدمت اور تربیت افغانستان کے علماء اور صلحاء نے کی ہے۔ ہر ایک کی خدمت کے لئے ایک شخص مقرر ہوتا تھا۔ ہم کو اجازت نہیں تھی کہ کسی سے ملنے جائیں۔ نہ ہم کسی کے گھر جا سکتے تھے۔ بغیر آپ کی اجازت کے کسی کے گھر کا پانی تک نہیں پی سکتے تھے۔ آپ کے صدہا مخلص دلی اور کوئٹہ میں تھے۔ کسی کا گھر ہم کو معلوم نہ تھا۔ البتہ اگر کسی نے آپ کی دعوت کر دی اور آپ کے ساتھ ہمارا جانا ہو گیا اور اس کے گھر کا راستہ معلوم ہو گیا تو یہ دوسری بات ہے۔ ہم کسی کا تحفہ و ہدیہ بھی قبول نہیں کر سکتے تھے۔

افغان مخلصین کے ساتھ ہنسی مذاق، سیر و تفریح، کھیل کود کی اجازت تھی۔ حضرت برادرِ کلاں کو شکار کا شوق ہوا۔ سید امجد علی شاہ، چودھری مولاداد خاں وغیرہما نے آپ سے کہا کہ شکار کی تفریح سے ان کی صحت اچھی ہو جائے گی۔ آپ نے اسی وقت اجازت دے دی کہ جاؤ بندوق خرید لو۔ آپ ہم بھائیوں کی خواہشات کو بہ خوشی پورا کرتے تھے، چاہے جتنا بھی خرچہ ہو جائے۔

یہ عاجز غالباً سات سال کا تھا۔ ایک دن مسجد شریف کے صحن میں کھیل رہا تھا (خانقاہ شریف میں) آپ عصر کی نماز کے واسطے تشریف لائے۔ عاجز کو دیکھ کر فرمایا: "تم ابھی نماز نہیں پڑھتے۔" مُلّا ولی محمد نسوخیل عاجز کے خدمت گار تھے۔ اس دن سے انھوں نے وضو کرنا اور نماز پڑھنی سکھائی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کرم ہے کہ خورد سالی سے نماز کی عادت پڑ گئی اور پھر یہ عاجز آپ کے بائیں جانب نماز میں کھڑا ہونے لگا۔

سید امجد علی شاہ سر دھنوی نے آپ سے کہا کہ اسکول میں داخل کرانا مناسب ہے تاکہ اردو، حساب وغیرہ سے واقفیت ہو جائے۔ چنانچہ پانچ سال تک عاجز نے اسکول میں ساتویں جماعت تک پڑھا۔

یکشنبہ ۹ رجب الحرام ۱۳۳۶ھ (۲۱ر اپریل ۱۹۱۸ء) کو حضرت سیدی الوالد نے حاجی عبدالکریم میرٹھی

والدِ حاجی رشید احمد کو تحریر فرمایا " حضرت بلال کو ساتویں جماعت سے آٹھویں میں ترقی ہوگئی حضرت زید کو چھٹی سے ساتویں میں ترقی ہوگئی " الغرض اس کے بعد چار مہینے ہم نے اسکول میں پڑھا اور پھر اسکول چھوڑ دیا۔

اسکول میں داخلہ کی وجہ سے قرآن مجید کے حفظ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ کیونکہ مولوی صاحب سے دینیات کا سبق، قاری صاحب سے قرآن مجید کا حفظ کرنا، اسکول میں پورے وقت پڑھنا اور پھر تھوڑی دیر ماسٹر سے گھر پر پڑھنا ایک ساتھ رہا۔ لہٰذا کلام پاک کے حفظ کرنے کی سعادت سے محرومی رہی۔ اس سعادت سے محرومی کا جتنا بھی افسوس ہو کم ہے۔ ایک دن آپ نے فرمایا " تمہارے دسویں دادا سے تمہارے باپ تک خدا کے فضل و کرم سے سب حافظ قاری، عالم اور صاحبِ نسبت ہوئے ہیں " اس سلسلۂ ذہبیہ مبارکہ کی خصوصیات میں سے اعلیٰ تر خصوصیت سے یہ عاجز محروم رہا۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔

تعلیم اس عاجز نے جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب اور جناب مُلّا امان اللہ صاحب سے ابتدائی تعلیم کافیہ تک حاصل کی۔ دس پندرہ دن جناب مولوی خیر محمد صاحب سے بھی پڑھا۔ نحو میر اور کافیہ کا اور رقعاتِ عالمگیری کا کچھ حصہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے پڑھا۔ آپ کے پڑھانے کا طریقہ نہایت ہی اعلیٰ تھا۔ ایک فن میں اگر ایک کتاب آپ سے پڑھ لی جاتی یقیناً اس فن کی لذت سے واقفیت ہو جاتی۔ رقعاتِ عالمگیری کا سبق کیفیات کا حامل ہوا کرتا تھا۔ آپ سلطان عالمگیر کا نام حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ لیا کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا معمول تھا کہ سبق پڑھ کر جب آپ کی خدمت میں ہم بھائیوں کی حاضری ہوتی تھی تو ہم سے سبق کا خلاصہ دریافت فرماتے تھے۔ سبق کا ماحصل وہی شخص بیان کر سکتا ہے جو سبق کو پوری طرح سمجھ گیا ہے۔ اس طرح آپ کے استفسار فرمانے کا اثر یہ ہوا کہ پوری توجہ سے سبق پڑھتے تھے بلکہ سبق حقیقی معنوں میں سبق ہوا کرتا تھا۔

اگرچہ علم عروض کے رسائل بعد میں پڑھے لیکن آپ نے خورد سالی سے تمرین کرا کے اس فن کی تعلیم دے دی۔ آپ کوئی شعر پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس تقطیع کرو۔ اور ہم برادران تقطیع کیا کرتے تھے۔ اس طرح عملی طور پر آپ نے یہ فن سکھا دیا۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ آپ نے علم کی لذت سے ہم کو بہرہ ور کیا۔ آپ مبارک ادعیۂ ماثورہ اور عربی اشعار پڑھتے تھے اور ان کا ترجمہ بیان فرماتے تھے۔ بعض اوقات ہم سے ترجمہ کرواتے تھے۔ آپ کے اس عمل سے دل میں رغبت پیدا ہوتی تھی کہ اس مبارک دعا کو یاد کریں اور اس قصیدہ کو سمجھیں۔ آپ نے قصیدۂ منفرجہ، شیخ عبدالرحمٰن سہیلی کے سات مبارک اشعار، قصیدۂ ہمزیہ، و بُردہ

کے بعض مبارک اشعار اور بعض دوسرے اشعار پڑھائے۔ اگرچہ پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن وہ حلاوت اسی طرح تازہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے طلبِ علم کا جذبہ اسی طرح شباب پر ہے۔

ہر چند پیر خستہ دل ناتواں شدم ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

آپ نے ۱۳۲۹ھ میں ہم تینوں بھائیوں کو مدرسہ مولوی عبدالرب (واقع گندہ نالہ اسٹیشن کے عقب میں) داخل کیا۔ ۱۳۳۴ھ میں یہ عاجز کامل طور پر دو سال کے لئے مدرسہ سے وابستہ ہوگیا اس مدرسہ میں جناب مولانا عبدالوہاب، جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ، جناب مولانا محبوب الٰہی صاحبانؒ سے علوم متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی و حضرت مولانا محمد شفیع کے حلقہ میں کیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ حرفاً حرفاً از اول تا آخر مولانا عبدالعلی سے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد و نسائی مولانا محمد شفیع سے پڑھیں۔ دورہ میں پچاس ساٹھ افراد ہوں گے۔

مولانا عبدالعلی غلط پڑھنے والے کو زجر و توبیخ فرماتے تھے۔ بخاری شریف کے چار پانچ سبق عاجز کے داخل ہونے سے پہلے ہو چکے تھے۔ اور اس چار پانچ دن میں جناب مولانا کو دورہ میں پچاس ساٹھ طالبانِ علم کے پڑھنے کا اندازہ ہو گیا تھا۔ لہٰذا جب پہلے دن یہ عاجز آپ کے دورہ میں شریک ہوا تو آپ نے اپنے پلنگ کے جہتِ غرب مونڈھا رکھوایا۔ چونکہ آپ سالہا سال سے مفلوج تھے اور حرکت کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ پلنگ پر گاؤ تکیہ سے سہارا لے کر بیٹھتے تھے۔ آپ کا کمرہ مسجد شریف کے دالان کی سمتِ جنوب میں تھا۔ آپ کا پلنگ دروازہ سے متصل رہتا تھا اور مسجد شریف کے دالان میں طالبانِ علم دائرۂ طویلہ کی شکل میں ہوتے تھے یہ عاجز آپ کے کمرے میں مونڈھے پر بیٹھتا تھا اور صحیح بخاری آپ کے پلنگ پر رہتی تھی۔ آپ نے پہلے ہی دن اس عاجز سے فرمایا "صاحبزادے تم پڑھو" چنانچہ اس کے بعد سے آپ کے سامنے قرارت اس عاجز کے حصہ میں آئی۔ بخاری شریف کے چند اوراق کے سوا، تمام بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ از اول تا آخر عاجز نے پڑھی۔ بخاری شریف کے وہ چند اوراق جو پہلے ہو چکے تھے مولانا محمد شفیع سے خصوصی طور پر پڑھے۔ ایک دن صبح کے درس میں عاجز کو غالباً دس منٹ کی تاخیر ہو گئی۔ جب یہ عاجز پہنچا تو ایک طالب علم پر حضرت مولانا ناراض ہو رہے تھے۔ اور اس عاجز کو بعد میں طالبانِ علم سے معلوم ہوا کہ اس دس منٹ کے عرصہ میں دو طالبانِ علم نے بخاری شریف

پڑھنے کی کوشش کی ایک بنگالی تھے اور دوسرے سرحد کے افغانی، لیکن مُوفّق نہیں ہوتے۔ عاجز کے پہنچنے پر حضرت مولانا نے ذرا بلند آواز سے فرمایا: "صاحبزادہ اتنی دیر کیوں لگادی" عاجز نے عذر بیان کیا اور دریافت کیا۔ کہاں سے پڑھوں۔ آپ نے فرمایا: "اِن کو پڑھنا کب آتا ہے، وہاں سے پڑھیئے جہاں کل چھوڑا ہے۔"

اس عاجز کا قاعدہ تھا کہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کرتا تھا۔ جب بخاری شریف میں حدیث شفاعت کے اس حصہ پر پہنچا۔ فَاَقُولُ یَارَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ لَیْسَ ذٰلِکَ لَکَ وَلٰکِنْ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکِبْرِیَائِیْ وَعَظْمَتِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْھَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو مطالعہ کے وقت شرح وحواشی کا مطالعہ کیا اور جب حضرت مولانا کے سامنے یہ مبارک حدیث پڑھی تو کچھ خاموش ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عاجز نے علماء کرام رحمہم اللہ کا کچھ کلام ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: "میاں صاحبزادہ جب اللہ کی رحمت کا ذکر عام ہے تم کیوں اس کو مقید کرتے ہو" یہ فرما کر آپ کے آنسو جاری ہوگئے۔ اسی مبارک مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عاجز نے لآلی منظومہ میں کہا ہے ؎

موحّد بھی اپنی لگائے کا آس کرا برِ کرم سے بجھالے پیاس

یہ عاجز مولانا محمد شفیع کے درس میں سامع رہتا تھا۔ دس پندرہ دن گزرنے پر حضرت مولانا نے ایک دن فرمایا۔ صاحبزادے آپ کیوں نہیں پڑھتے۔ عاجز نے کہا۔ کہ حضرت مولانا عبدالعلی کے سامنے عاجز ہی قرارت کرتا ہے، کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ اب اگر آپ کے سامنے بھی یہ عاجز پڑھنا شروع کردے تو رفقاء کو عاجز سے شکایت پیدا ہوگی۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ ان کو پڑھنا نہیں آتا سبق بہت تھوڑا ہو رہا ہے اس لئے آپ پڑھا کریں۔ عاجز نے کہا۔ جس دن آپ فرمائیں گے قرارت کروں گا۔ کیونکہ عاجز ہر روز مطالعہ کرکے آتا ہے اور ہر روز قرارت کرسکتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں آپ دوسرے تیسرے دن عاجز سے پڑھنے کو فرماتے تھے اور پھر زیادہ تر قرارت عاجز ہی کرتا تھا۔

جس دن عاجز نے صحیح امام بخاری ختم کی حضرت مولانا عبدالعلی کے شانہ پر ایک بڑا رومال پڑا تھا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے رومال کے کونے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ صاحبزادے یہ گرہ کھولو عاجز نے گرہ کھولی تو ایک اشرفی برآمد ہوئی۔ آپ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ صاحبزادے یہ قبول کرو۔ اس وقت آپ کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہ یاد آگئے اور ان کے واسطے دعا فرمائی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے بخاری، مسلم اور ابن ماجہ پڑھانے کے بعد عاجز سے فرمایا۔ صاحبزادے کچھ اور شروع کرلو۔ پھر فرمایا۔ قصیدۂ بُردہ پڑھو۔ چنانچہ بیس پچیس دن اس مبارک قصیدہ کا سبق ہوا

اور آپ کے عشقِ نبوی کا کچھ اندازہ اس وقت ہوا۔ یہ عاجز قصیدہ کا مبارک شعر پڑھتا تھا اور آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتا تھا۔ آپ اِتنا روتے تھے کہ تکلم نہیں فرما سکتے تھے۔ آپ کی لحیۂ مبارک سے آنسو کے قطرے ٹپکتے تھے۔ آپ کو اپنے استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت سیدی الوالد قدس اللہ اسرارہما سے بھی کامل قلبی تعلق تھا۔ جب بھی ان دو حضرات کا ذکر فرماتے تھے آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ یہ عاجز آپ کے تین فوائد ذکر کرتا ہے۔

۱۔ جب حدیث لاتشد الرحال عاجز نے پڑھی تو آپ نے یہ واقعہ بیان کیا: "حضرت مولانا قاسم کے ایک مخلص تھے۔ وہ ضلع میرٹھ کے تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ وہ حج کو گئے۔ ان کے رفقاء جُلاہے تھے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ میں وہاں بڑوں کو جُلاہا کہتا ہوں۔ جب حج سے یہ لوگ فارغ ہوتے، اور انھوں نے مدینہ منورہ کا قصد کیا تو جلاہوں نے میاں عبداللہ سے کہا۔ میاں صاحب اب مدینہ منورہ کا سفر کرنا ہے، تم کیا نیت کرو گے۔ آیا مسجدِ نبوی کی یا آپؐ کی زیارت کی۔ میاں صاحب نے کہا۔ میں اَن پڑھ ہوں، آپ صاحبان عالم ہیں۔ آپ بتائیں کہ آپ کس کی نیت کریں گے۔ جُلاہوں نے کہا۔ ہم تو مسجدِ نبوی کی نیت کریں گے اور وہاں پہنچ کر زیارت بھی کر لیں گے۔ یہ سُن کر میاں صاحب نے ہاتھ جوڑ کر جُلاہوں سے کہا۔ میں تو اس مبارک ذات کی نیت کروں گا جن کے طفیل سے اس مسجد شریف کو یہ منزلت ملی ہے۔" یہ واقعہ بیان کر کے حضرت مولانا کے آنسو جاری ہو گئے اور دو تین منٹ تک آپ روتے رہے۔

۲۔ عاجز نے جب حدیث شریف لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيثُوا عَهْدٍ بِالاسلام پڑھی تو آپ نے فرمایا۔ حرمین محترمین کے مزاراتِ مبارکہ کے گنبدوں اور عمارتوں کو نجدیوں نے توڑا۔ اور اس حدیث شریف کی رُو سے اُن کا فعل ناجائز ہے۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلم افراد کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی عمارت کو اپنی اصلی حالت پر نہیں کیا تا کہ ان کا دل رنجیدہ نہ ہو حالانکہ وہ قبلہ ہے۔ نجدیوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو اپنے اس شنیع فعل سے آزردہ کیا ہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ خواب دیکھا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور اونٹ کی نکیل مولانا کے مونڈھے پر پڑی ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کیفیت میں ہیں جس کا بیان محدثین نے کیا ہے۔ البتہ آپ کی لحیۂ مبارکہ حلق شدہ ہے اور میں آپ کی اونٹنی کے پیچھے چل رہا ہوں۔ اس خواب کو میں نے حضرت مولانا سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیارت مبارک کی ہے اور آپ کا اظہار حلق لحیہ کی صورت میں یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اب آپ کی یہ مبارک سنت ترک کردی جائے گی۔ مولانا کی وفات ۱۲۹۶ھ میں ہوئی ہے۔ اِن دنوں داڑھی منڈانے کا روز افزوں رواج مولانا کے خواب کی صحیح تعبیر بن کر سامنے آ رہا ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت اور مہربانی کا بیان یہ عاجز کیا کرے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر یہ عاجز کرتا ہے۔

شنبہ ۹ محرم ۱۳۴۶ھ کو نصف شب کے بعد سے مینہ برسنا شروع ہوا اور فجر کو موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ چتلی قبر کے پاس گھٹنوں سے اوپر پانی بہ رہا تھا۔ لہٰذا عاجز مدرسہ نہ جاسکا۔ دس گیارہ بجے جب مینہ تھما عاجز نے دو عدد آم حضرت مولانا کے واسطے اور دو عدد حضرت مولانا محمد شفیع کے واسطے ارسال کیے۔ ان دونوں حضرات نے رقعے تحریر فرمائے۔ حضرت مولانا نے تحریر فرمایا۔

مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دو عدد انبہ بڑے آپ کے بھیجے ہوئے پہنچے۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔ صبح سے ارادہ تھا کہ اگر آپ تشریف لادیں تو چار عدد انبہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مگر آپ بارش کی وجہ سے نہ آسکے۔ باری تعالیٰ کو جب کوئی چیز پہنچانی ہوتی ہے تو وہ اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ آپ کے خادم انبہ لے کر آئے۔ اُن کے ہاتھ میرا ارادہ پورا ہو گیا۔ ان میں دو عدد لنگڑے کے اور دو عدد ثمر بہشت کے ہیں۔ ثمر بہشت اعلیٰ درجہ کا آم ہے۔ ایسا عمدہ آم انبہ میں کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ زیادہ والسلام۔

راقم آپ کا دعا گو عبد العلی عفی عنہ　　　دہلی مورخہ ۹ محرم الحرام

اور حضرت مولانا محمد شفیع نے تحریر فرمایا: "مولانا صاحب السلام علیکم۔ آپ کا ہدیہ انبہ دو عدد بندہ کے پاس پہنچا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اور حضرت مولانا عبد العلی صاحب کے پاس بھی ہدیہ پہنچا۔ آج بوجہ بارش کے طلبہ مدرسہ میں نہیں آئے۔ اس وجہ سے میں نے سبق ترمذی شریف کا نہیں پڑھایا۔"

محمد شفیع عفی عنہ از مدرسۂ عبد الرب

پروردگار جل شانہ ان حضرات کی قبور کو انوار سے معمور فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

مدرسۂ عبد الرب کے پانچ اساتذۂ کرام اس عاجز کے مربی و معلم تھے۔ ان میں سے جناب مولانا مولوی عبد الوہاب تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جانے سے پہلے عاجز کے پاس تشریف لائے۔ وہی آخری ملاقات تھی۔ پھر ان کی کوئی خبر نہ ملی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں قیام فرمایا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ باقی چار حضرات کی وفات کی تاریخیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبد العلی میرٹھی کی وفات یکشنبہ ۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۸ء دلی میں مدرسہ مولوی عبد الرب میں ہوئی اور حضرات محدثین پاک نہاد کے جوار میں مہندیوں کے قبرستان میں "نم کنوم العروس" استراحت فرما رہے ہیں۔

۲۔ جناب مولانا محمد شفیع داماد حضرت مولانا محمود الحسن کی وفات ۹۲ سال کی عمر میں دوشنبہ ۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ مطابق ۷ر نومبر ۱۹۶۰ء کو دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرمارہے ہیں۔

۳۔ جناب مولانا حکیم حاجی محمد مظہر اللہ کی وفات شنبہ ۱۹ر ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۹ر جولائی ۱۹۶۶ء دلی میں ہوئی اور کوٹلہ فیروز شاہ کے پاس قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا محبوب الٰہی فرزند علامہ مولانا عبد المومن کی وفات جمعہ ۲۰ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳ر اگست ۱۹۷۱ء دیوبند میں ہوئی اور وہاں استراحت فرما رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَسَاتِذَتِیْ قَدْ اَحْسَنُوْا اِلَیَّ فَاَحْسِنْ اِلَيْهِمْ وَاِلٰی كُلِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیَّ وَهَدَانِیْ وَعَلَّمَنِیْ وَرَبَّانِیْ۔ اَللّٰهُمَّ اجزهم عنّی خیر الجزاء وارض عنهم وارحمهم یا ارحم الراحمین۔

عاجز نے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کا علمی ذوق دیکھا تھا اور خواہش تھی کہ وہ کیفیت حاصل ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جامع ازہر مصر جانے کا قصد کیا۔ حضرت والدہ صاحبہ قدس سرہا نے بخوشی اس عاجز اور برادر خود کو مصر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مصر کا سفر دلی سے شنبہ ۲۲ر ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۱۱ء بمبئی کو اور بمبئی سے سہ شنبہ ۳ر ذی الحجہ ۱۱ر اپریل کو سمندری جہاز سے فورٹ سعید مصر روانگی ہوئی۔ جمعہ ۱۲ر ذی الحجہ یکم مئی کو مصر پہنچے اور وہاں شارع ازہر جدید پر احمد قبانی کی عمارت میں چوتھی منزل کا ایک حصہ کرایہ پر لے کر قیام کیا۔ برادر عزیز ساتھ تھے۔

علماء مصر کے متعلق بہت کچھ غلط باتیں لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں اور اس کی غالباً بڑی وجہ مسئلہ لحیہ ہے۔ مصر میں حضرت امام مالک کا مذہب تھا اور پھر شوافع تھے۔ احناف بعد میں زیادہ ہوئے ہیں۔ مالکیہ کے مذہب میں اتنی داڑھی ضروری ہے کہ مرد اور عورت میں پہچان ہو جائے اور دیکھنے میں چہرے پر داڑھی نظر آجائے۔ لہٰذا وہاں اکثر علماء کی داڑھی خشخشی ہوتی ہے اور عام طور پر سب مالکیہ کے مسلک پر نظر آتے ہیں۔ چونکہ مصر میں اصولِ فقہ کو پوری تحقیق و تدقیق سے پڑھتے ہیں اس لئے وہاں غیر مقلد کا وجود نہیں ہے۔ وہاں کے علماء کا مسلک عقائد میں علماء اہل سنت کے مسلک پر ہے۔ اور وہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کے مسلک کا رد کرتے ہیں اور اس

سلسلہ میں رسائل لکھتے رہتے ہیں۔ علامہ یوسف دجوی شافعی کی بصارت نہیں تھی۔ ان کی قوتِ بصارت بھی قوتِ بصیرت میں منتقل ہوگئی تھی۔ وہ صبح کی نماز کے بعد بخاری شریف کا درس دیتے تھے، اُن کے درس میں علمار کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ یہ عاجز بھی ان کے درس میں شریک ہوا ہے۔ شیخ صاوی حدیث شریف پڑھتے تھے اور پھر وہ بیان کیا کرتے تھے۔ پہلے اسمار الرجال پر بحث کرتے تھے۔ پھر حدیث شریف کے لطائف و عجائب کا بیان، اس سلسلہ میں معانی بیان بدیع اور نحو کے متعلق بھی بیان ہوا کرتا تھا۔ اور پھر ائمہ کے مذاہب کا ان کی تقریر کیا ہوتی تھی علم کا دریا بہتا تھا۔ ان کی تقریر کے دوران سب طالبانِ علم ہمہ تن گوش ہوتے تھے۔ تقریر تمام ہونے پر قدرے توقف کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لے۔ تقریباً سوا گھنٹے ان کا درس ہوا کرتا تھا۔ سال بھر میں پانچ چھ پارے سے زائد نہیں ہوتے تھے۔

اِس عاجز کے وقت میں ازہر کے تیس مایۂ ناز علمار کی ایک جماعت تھی اور اِس جماعت کو "ہیئتِ کبار علمار" کہتے تھے۔ جو بھی اس ہیئت کا رُکن ہوتا تھا اس کو تیس مصری پونڈ ہر ماہ اس اعزاز کے ملا کرتے تھے۔ اس وقت میں ایک مصری پونڈ ہندوستان کے چودہ روپے کے برابر تھا۔ علمار کی یہ جماعت مختار تھی کہ جس وقت چاہے پڑھائے لیکن ہفتہ میں چار سبق سے کم نہ ہوں، اگر زائد پڑھائیں تو ان کی خوشی۔ شیخ ازہر اور وکیل شیخ ازہر اور کلیاتِ ازہر کے مشائخ اِسی جماعت میں سے ہوا کرتے تھے۔

شیخ یوسف کے علمی مضامین مجلّہ نور الاسلام میں چھپتے تھے۔ ان کے بعض رسائل بھی ہیں۔ ازہر کے اساتذہ میں سے شیخ علی شائب عاجز کے نہایت مشفق اُستاد تھے۔ عاجز نے ابن عقیل اُن سے پڑھی۔ تقریباً ۵۰ سال کی عمر کے تھے۔ ان کا مذہب شافعی تھا لیکن حنفی مذہب کو نہایت دقتِ نظر سے پڑھاتا تھا۔ اُن کے صاحبزادے حنفی تھے اور ازہر کے قسم نظامی کے اساتذہ میں سے تھے۔ شیخ علی شائب کو "حنفشی" کہا کرتے تھے۔ یعنی حنفی شافعی۔ وہ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خالدیہ میں بیعت تھے۔ جب اس عاجز نے ہندوستان آنے کا قصد کیا تو اُن سے ملنے اُن کے گھر گیا۔ اس وقت اُن کے شیخ طریقت ان کو توجہ دے رہے تھے۔ اتفاق سے ایک شخص نے عاجز کا تعارف کرایا کہ یہ حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہے اور حضرت عبداللہ شاہ غلام علی قدس سرہٗ کی خانقاہ شریف واقع دلّی میں رہتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی سن کر وہ اور اُن کے شیخ طریقت فوراً کھڑے ہوگئے اور عاجز سے نہایت محبت

سے ملے۔ اور پھر شیخ علی شاب نے فرمایا۔ یا شیخ زید! تم نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ اتنی مدت تک اپنا تعارف نہ کرایا۔ عاجز نے اُن سے کہا۔ عاجز علم ظاہر کے حاصل کرنے کے واسطے آیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ آپ سے دو سال تک پوری طرح استفادہ کیا۔ پھر انھوں نے اور ان کے شیخ نے ہاتھ اُٹھا کر دیر تک عاجز کے واسطے دعا کی، کچھ نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا۔ دیکھو ابن تیمیہ کے شذوذات سے اور محمد بن عبدالوہاب کے مسلک سے بالکل دُور رہو۔ رحمۃ اللہ علیہما و رضی عنہما۔

ازہر کے علماء اعلام میں سے علامہ شیخ محمد بخیت المطیعی الحنفی نہایت سن رسیدہ تھے۔ اپنے زمانہ میں فقہ حنفی کے ائمہ اعلام میں سے تھے۔ اُن کے صاحبزادہ مملکتِ مصریہ کے قاضی القضاۃ تھے اور "اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ" کے مصداق ہو کر رحلت کر چکے تھے۔ ان کے پاس حدیث شریف اور فقہ حنفی کی اعلیٰ سند تھی۔ عاجز اُن کے گھر گیا اور اُن سے حدیث مسلسل بالاولیۃ سُنی اور اجازت حاصل کی۔ آپ نے اپنا قلمی اجازت نامہ عاجز کو دیا اور فرمایا نقل کر کے لے آؤ۔ چنانچہ جب میں نقل کر کے اس کو آپ کے پاس لے گیا تو آپ نے اس پر دستخط کئے اور مُہر لگائی۔ یہ واقعہ پنجشنبہ ۱۴ / شعبان ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ / نومبر ۱۹۳۴ء کا ہے۔ جمعہ ۲۰ / رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ / اکتوبر ۱۹۳۵ء کو یہ آفتاب علم غروب ہو گیا۔ جامع ازہر شریف میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ ازہر کے تمام علماء موجود تھے۔ اس عاجز نے بھی نماز میں شرکت کی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

حضرت شیخ کے پاس اقطارِ عالم سے مسائل کے متعلق استفتے آیا کرتے تھے۔ اگر آپ کے پاس مشروباتِ جدیدہ یا اشیاءِ حادثہ کے متعلق سوال آتا تھا تو آپ اس مشروب یا اس شے کے متعلق یورپ و امریکہ کے اس کارخانہ سے حقیقت دریافت فرمایا کرتے تھے جہاں وہ بنتا تھا۔ جب وہاں سے جواب آ جاتا تھا اور آپ اس کی حقیقت سے واقف ہو جاتے تھے تو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ نے اصولِ فقہ میں "سُلّم الوصول لشرح نہایۃ السول" چار جلد میں تحریر فرمائی ہے۔ نہایت اعلیٰ کتاب ہے اور اس کے علاوہ آپ کے کثیر رسائل ہیں۔

مصر میں شیخ محمد حبیب اللہ بن شیخ عبد اللہ بن شیخ ما یأبیٰ الجکنی الیوسفی نسباً الشنقیطی اقلیماً المالکی مذہباً کا قیام تھا۔ یہ اپنے وطن سے ہجرت کر کے شریف حسین کے زمانہ میں مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں نجدیوں کا تصرف حرمین شریفین پر ہوا اور انھوں نے وہاں مقاماتِ مقدسہ و مزاراتِ مبارکہ کی بیحرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس وقت حضرت شیخ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے حرم محترم میں نجدیوں کی ہمجیّت پر ردّ و نکیر کی۔ نجد کے علماء سے ان کے مناظرے

ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور وہ غالب رہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ملک عبدالعزیز نے ان کو حجازِ مقدس سے نکال دیا۔ اس کی خبر مصر کے بادشاہ "ملک فؤاد" کو ہوئی۔ انھوں نے حضرت شیخ کو مصر میں ٹھیرایا اور وہ اخیر وقت تک مصر میں درس و تالیف میں مصروف رہے۔ اس عاجز نے اُن سے حدیثِ مسلسل بالاوّلیۃ سنی اور اجازتِ عامّہ حاصل کی۔ یہ واقعہ ۲۰ صفر ۱۳۵۱ھ کا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے دادا کی شہرت نا بینی سے اس لئے ہوئی کہ اُن سے سائل نے جو بھی طلب کیا انھوں نے دیا کبھی انکار نہ کیا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت شیخ کی تالیفات میں سے "زاد المسلم فیما اتفق بخاری و مسلم" مشہور کتاب ہے۔

یہ عاجز مصر میں تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ محدّثِ غرب السید محمد عبدالحی الکتانی المغربی الفاسی حجازِ مقدس کو جاتے ہوئے چند روز کے واسطے مصر میں ٹھیرے ہیں۔ چونکہ اُن کے پاس حدیث شریف کی نہایت اعلیٰ اسناد تھیں، عاجز نے ان کو ایک پرچہ لکھا کہ یہ عاجز اور اس کے برادرِ خورد شیخ سالم آپ سے حدیثِ مسلسل بالاوّلیۃ کو سننا اور اجازتِ عامہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عاجز نے اپنا نام اس طرح لکھا: "ابوالحسن زید بن ابی الخیر عبداللہ بن عمر بن احمد سعید بن ابی سعید المجدّدی الفاروقی" اور یہ پرچہ ایک شخص کے ہاتھ ارسال کیا۔ آپ نے وقت دیا اور اس وقت یہ عاجز مع برادرِ خورد پہنچا آپ دیکھ کر کھڑے ہوئے اور فوراً بیٹھ کر حدیثِ مسلسل مع سند کے روایت کی۔ آپ نے وہ سند بیان کی جو آپ کو اپنے والد سے اور اُن کو حضرت شاہ عبدالغنی مجدّدی سے پہنچی تھی، اور پھر علماء ازہر سے جو آپ سے ملنے گئے ہوئے تھے خطاب کرکے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا" (تم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اصحاب کے سپرد کرو) آپ سب گواہ رہیں کہ میں آج امانت اس کے اصحاب کو دے رہا ہوں۔ میرے والد نے ان کے دادا کے چچا سے اجازت حاصل کی تھی اور میں اُن کے بھائی کی اولاد کو اجازت دے رہا ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے اجازت نامہ عاجز کو دیا۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔ یہ واقعہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ کا ہے۔

اسی سال عاجز نے دمشق الشام کے محدّثِ شہیر شیخ بدر الدین کو خط لکھا کہ عاجز اور اس کے برادرِ خورد آپ سے حدیث شریف کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے دونوں کو اجازت نامے ارسال فرمائے۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

مصر سے ۱۳۵۰ھ کا حج برادرِ خورد اور اس عاجز نے کیا۔ مکہ مکرمہ میں شیخ ابوالفیض ابوالاسعاد عبدالستار صدیقی فرزند مولوی عبدالوہاب دہلوی ثم المکی سے مسلسلات سُنیں۔ انھوں نے اپنا رسالہ

"المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی" دیا اور اس عاجز نے نقل کیا۔ اس رسالہ کا "تتمۃ الخاتمۃ" انھوں نے نہیں لکھا تھا۔ عاجز کے کہنے سے انھوں نے لکھا اور اس کی نقل اپنے ہاتھ سے کر کے مصر میں اس عاجز کو ارسال کی اور اجازت نامہ بھی خود تحریر کر کے دیا۔ اس کا نام "ابو الفیض والاسعاد من رب العباد بذکر الاسناد وسلاسل الامجاد" رکھا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ ۱۳ محرم ۱۳۵۱ھ کا ہے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

مکہ مکرمہ میں عاجز نے برادرِ محترم حضرت ابو الشرف عبد القادر شرق سے کہا کہ مجاہد کبیر السید احمد الشریف السنوسی سے حدیث الرحمہ المسلسل بالأولیۃ اور بقیہ مسلسلات روایت کرنی اور اجازۂ عامہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ اُن سے وقت لے لیں۔ برادرِ مہربان ان کے پاس گئے اور اُن سے وقت لیا۔ چنانچہ پنجشنبہ ۲۷ محرم ۱۳۵۱ھ دن کے ۹ بجے عاجز و برادرِ خورد مع بھائی ابو الشرف صاحب کے اُن کے زاویہ گئے۔ اُن کے خادم نے بیٹھک میں بٹھایا اور کہا کہ حضرت شیخ نہا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بُلانے آیا۔ ہم تینوں پہنچے۔ آپ نے نہایت لطیف کپڑے پہن رکھے تھے۔ عود و بخور جلا رکھا تھا۔ عطر کا استعمال بھی کیا تھا۔ ہم کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور پھر فوراً بغیر کچھ بات کیے دو زانو بیٹھ کر پہلے حدیثِ مسلسل بالاولیہ پڑھی اور پھر اپنے جد امجد السید الامام محمد بن علی السنوسی کی کتاب "التحفۃ الشریفۃ والبغیۃ السریۃ المنیفۃ" کے بارھویں باب سے مسلسلات سنائیں۔ ہر مسلسل کو اسی صفت سے روایت کیا۔ یہ دس مسلسلات ہیں۔ جب آپ مسلسلات سنا چکے اور آپ نے قلمی اجازت نامہ عنایت کیا کہ عاجز اس کی نقل کر لے تو عاجز نے کہا۔ آپ یہ مسلسلات بھی عنایت کر دیں تاکہ ان کو بھی نقل کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے قلمی کتاب کا وہ حصہ بھی دیا۔ دو تین دن میں عاجز نے اُن کو نقل کر لیا اور جناب بھائی ابو الشرف صاحب کے ساتھ اُن کے پاس گیا۔ انھوں نے اجازت نامہ پر دستخط کیے اور اجازت نامہ پر عاجز کا نام لکھا اور مُہر لگائی۔ آپ کی مُدَوَّر مہر اس شکل کی ہے ←
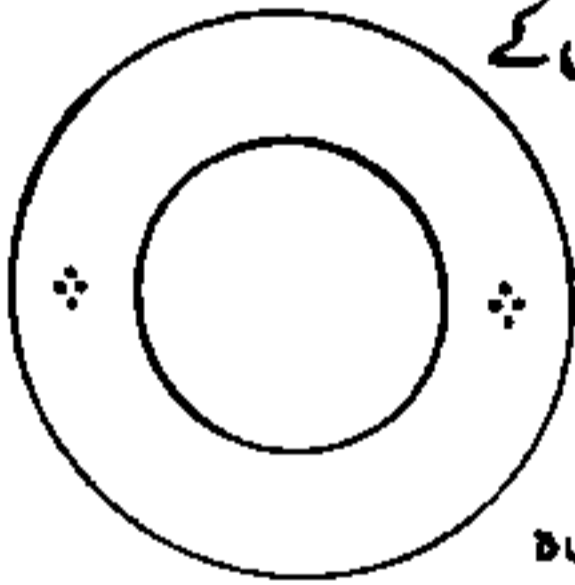
بیچ کے گول دائرے میں " المقتبس نور فیض، الفتح القدوسی والمؤید بنصر اللہ المعید المبدی؛ مملوک ولی نعمتہ وسیدہ الامام المہدی؛ خلیفۃ خادم الاسلام الغازی؛ فی سبیل اللہ احمد الشریف؛ السنوسی" چھ سطروں میں یہ عبارت ہے۔ اور حاشیہ کے دائرے میں یہ شعر ہے۔

فَاِنَّ لِی ذِمَّۃً مِنْہُ بِتَسْمِیَتِی بِاَحْمَدَ وَھُوَ اَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

پہلا مصرع دائرے کے نصف تحتانی میں اور دوسرا مصرع دائرے کے نصف فوقانی میں ہے۔

کل دائرہ کی لمبائی چوڑائی ایک انچ اور ½ انچ ہے۔ اس میں سے اندر کا دائرہ ½ انچ ہے۔ اور ½ انچ کا دوسرا دائرہ ہے جس میں شعر ہے۔

جس وقت حضرت سنوسی عاجز کے اجازت نامہ پر دستخط و مہر لگا رہے تھے۔ ایک الہ آبادی آگئے۔ غالباً یہ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے طریقت کے متعلق کچھ سوال کیا اور جناب بھائی ابوالشرف صاحب نے ترجمانی کی۔ الہ آبادی صاحب کے استفسار سے آپ پر گرانی ہوئی اور آپ نے گھبرا کر فرمایا "میرا طریقہ طریقۂ محمدیّہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جتنا اضافہ کر سکتے ہو کرو اور ان کے دینِ اسلام کی جان و مال سے خدمت کرو۔ میں اور کچھ نہیں جانتا۔"

یہ عاجز مع برادرِ خورد مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً سے مصر روانہ ہوا۔ اور حضرت سید احمد سنوسی مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ عاجز مصر سہ شنبہ ۱۰ ر صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۵ ر جون ۱۹۳۲ء کو پہنچا اور بیس بائیس دن کے بعد سُنا کہ حضرت سید احمد سنوسی مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عاجز نے ان کو حقیقی معنی میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق پایا۔ ان کی تمنا تھی کہ کسی طرح اسلام کی عزت ہو اور نصاریٰ کے تصرف سے ممالکِ عربیہ آزاد ہوں۔ ۱۳۳۳ھ تک اٹلی وغیرہ سے جہاد کرتے رہے اور پھر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور وہاں سے اپنے مخلصین کو ہدایات بھیجتے رہے اور خود حجازِ مقدس میں نظر بند رہے، بالآخر اپنے حضرت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اپنی جان نثار کی۔

مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا اَتَيْنَ بِمِثْلِهٖ　　　وَلَقَدْ اَتٰی فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهٖ

رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ وقدس سرّہ۔

برادرِ عزیز حفظہ اللہ وسلمہٗ نے جامع ازہر میں داخل ہو کر تحصیلِ علم کے سلسلہ میں خوب ہی کوشش کی۔ انھوں نے ۱۳۵۲ھ میں پہلے درجہ کا امتحان دیا (از برائے اغراب) اور اس میں کامیاب ہوئے۔ اس کی سند کو "شہادہ" کہتے ہیں۔ پھر ۱۳۵۳ھ میں دوسرے درجہ کا امتحان دیا۔ اور کامیاب ہوئے اور اس کی سند کو "اَہلیہ" کہتے ہیں۔ اور پھر ۱۳۵۴ھ میں تیسرے درجہ کا جو کہ آخری درجہ ہے امتحان دیا اور اس کی سند حاصل کی جو کہ "عالمیۃ" ہے۔

اِس عاجز کا ارادہ امتحان دینے کا نہ تھا۔ لیکن وہاں کے رفقائے پاک منش شیخ حسین نوائطی، شیخ احمد علی مالاباری، شیخ مختار جبرتی، شیخ مصطفیٰ مغربی وغیرہم نے اصرار کیا اور عالمیت کے امتحان میں تقدیم کی درخواست لکھ دی۔ ان دوستوں کے اصرار پر عاجز نے درخواست پر

پر دستخط کر دیئے۔ چنانچہ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء میں امتحان ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے کامیاب کیا۔

اس زمانہ میں جامع ازہر کی دو قسمیں تھیں۔ ایک نظامی، دوسری مؤقت۔ پہلی قسم کی تعلیم عصرِ جدید کے کالجوں کے طرز پر تھی۔ چار سال کا نصاب ابتدائی کا، پانچ سال کا ثانوی کا اور تین سال کا عالی کا اور پھر تخصّص کے دو سال۔ یہ سب امتحان تحریری ہوتے تھے۔

پردیسیوں کے امتحان کے لئے چار چار علماء کی جماعتیں مقرر ہوتی تھیں۔ ہر جماعت کو لُجنہ کہتے تھے۔ یہ لجان طالب علم کا کتابوں میں زبانی امتحان لیتی تھیں۔ ہر لجنہ میں ایک رئیس ہوتا تھا اور باقی تین اس کے معاون ہوتے تھے۔ ایک بڑی میز کے گرد پانچ کرسیاں ہوتی تھیں۔ چار پر علماء کرام اور ایک پر امتحان دینے والا ہوتا تھا۔ عالمیہ کا امتحان (۱) فقہ (۲) اصول فقہ (۳) تفسیر (۴) حدیث (۵) مصطلح حدیث (۶) توحید (۷) نحو (۸) صرف (۹) معانی (۱۰) بیان (۱۱) بدیع (۱۲) منطق، میں ہوتا تھا۔ حقیقی معنوں میں امتحان اصولِ فقہ میں اور پھر معانی و بیان میں ہوتا تھا۔ یہ عاجز اپنے امتحان کی کیفیت تحریر کرتا ہے۔

صبح آٹھ بجے یہ عاجز حضرات ممتحنین کے پاس پہنچا۔ ان حضرات نے دس پندرہ منٹ عاجز سے باتیں کیں۔ اور یہ ان کا طریقہ تھا تاکہ طالب علم کو سکونِ قلب حاصل ہو۔ گفتگو کے دوران میں انھوں نے محسوس کیا کہ عاجز کو عربیّت سے کچھ مناسبت ہے۔ لہٰذا دریافت کیا کہ تم نے عربیّت کہاں سیکھی۔ عاجز نے کہا کہ خصوصی اساتذہ سے اور کچھ عرصہ مصر کے "دارالعلوم" میں پڑھ کر۔ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اب امتحان شروع ہوا اور سوا تین گھنٹے تک اصولِ فقہ میں استفسارات کرتے رہے۔ پھر معانی و بیان میں تقریباً پون گھنٹہ لگا اور باقی علوم میں تقریباً پون گھنٹہ صرف ہوا۔ پروردگار جل شانہٗ وعم احسانہٗ کا کرم تھا کہ عاجز سوالات کے درست جواب دیتا رہا۔ البتہ علم معانی میں اُن کے ایک سوال کا جواب دینے سے قاصر رہا۔ جناب صدر نے عاجز سے کہا۔ کیا تم سوال سمجھ گئے ہو۔ عاجز نے کہا۔ پوری طرح سوال کو نہیں سمجھ سکا ہوں۔ انھوں نے نہایت محبت سے سوال کا اعادہ کیا اور عاجز سوال کو سمجھ گیا۔ لیکن جواب معلوم نہ تھا لہٰذا خاموش رہا۔ صدر صاحب نے دریافت کیا کہ کیا سوال سمجھ گئے ہو۔ عاجز نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا۔ تم سوال کا اعادہ کرو۔ عاجز نے سوال کو پوری طرح بیان کر دیا۔ فرمایا اس کا جواب کیا ہے۔ عاجز نے کہا۔ یہ سوال نظر سے نہیں گزرا ہے لہٰذا جواب سے قاصر ہے۔ فرمایا اگر تمہاری خواہش ہو تو ہم اس کا جواب تم کو بتائیں۔

عاجز نے کہا۔ استفادہ ہی کے لئے مصر میں آمد ہوئی ہے۔ اگر آپ بتائیں گے تو عاجز کو بڑی مسرت ہو گی۔ چنانچہ انھوں نے جواب بیان کیا اور پھر عاجز سے جواب کا اعادہ کرایا۔ جب امتحان سے فارغ ہو گئے دریافت کیا کہ تمہاری آمد کس مقصد سے ہوئی ہے، کیا کسی ادارہ نے تم کو بھیجا ہے یا تمہارا ارادہ کہیں ملازمت کا ہے۔ عاجز نے کہا کہ نہ کسی ادارہ نے بھیجا ہے اور نہ کہیں ملازمت کرنے کا قصد ہے۔ حلاوتِ علم کھینچ کر لائی ہے اور ان شاء اللہ کتابوں کے مطالعہ میں یہاں سے جا کر عمر گزرے گی۔ اِس جواب کو سن کر چاروں حضرات بہت خوش ہوئے اور انھوں نے دُعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے۔ سورۂ فاتحہ پڑھ کر، جیسا کہ مصر کے علماء و فضلاء کا طریقہ ہے، دعا کی جس محبت سے ان حضرات نے دعا کی اس کی یاد خانۂ قلب میں مکنون ہے۔ اور یہ عاجز اکثر ان کے واسطے دعا کرتا رہتا ہے۔ دعا کے بعد جناب صدر نے فرمایا "یا شیخ زید! عالمیۃ کی سند کے یہ معنی ہیں کہ یہ شخص خانۂ علم کی کنجی کا حامل ہو گیا ہے۔ اب اس کو چاہیئے کہ خانۂ علم کے دروازے کے قفل کو کھولے اور اس گھر کے محتویات پر نظر ڈالے۔ وہاں رطب و یابس، اچھا بُرا ہر قسم کا مال ہے۔ جو اچھی چیز ہو اس کو لے، بُری چیز سے اپنے کو بچائے۔ اُمورِ نافعہ میں معروف رہے اور واہیہ سے اجتناب کرے" یہ نصیحت فرما کر ان حضرات نے عاجز کو رخصت کیا۔ تقریباً ایک بجے وہاں سے اپنی قیام گاہ پر آیا۔ اگرچہ رسمی طور پر نتیجہ کا اعلان ۱۲ رمضان شریف میں ہوا لیکن خصوصی طور پر اسی دن عصر کی نماز کے بعد ازہر شریف میں عاجز کو علم ہو گیا۔ یہ عاجز عصر کی نماز سے فارغ ہوا تھا کہ وہ شیخ کہ جن سے یہ عاجز چند ماہ سے پڑھ رہا تھا نہایت محبت سے تشریف لائے اور فرمایا "یا شیخ زید مبروک" یعنی مبارک ہو۔ تمہارے لجنہ کے صدر ابھی مجھ کو ملے تھے انھوں نے تمہارا ذکر کیا۔ وہ تم سے بہت خوش تھے اور کہا کہ وہ اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے ہیں۔ وَهٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔

مصر سے واپسی مصر میں قیام یکشنبہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء تک رہا۔ اس دن وہاں سے عصر کو بیت المقدس کے لئے روانہ ہوئے۔ اور دوشنبہ ۲۷ رمضان کو بیت المقدس پہنچے۔ زاویۃ الہنود کے ایک کمرے میں سامان رکھا۔ نا ظر حسن اس زاویہ کے شیخ تھے۔ محبت سے ملے۔ وہاں سے حرم شریف کے دروازہ باب فیصل گئے اور اپنے رفیق درس شیخ اسعد الامام الحسینی سے ملے اور ان کے ساتھ صخرۃ اللہ اور جامع عمر گئے۔ عصر کو سیدنا داؤد علیہ السلام کی زیارت کی۔ سہ شنبہ ۲۸ رمضان (۲۴ دسمبر) شیخ اسعد کے ساتھ سیدنا خلیل الرحمن گئے اور وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی۔ وہاں سے حضرت زکریا علیہ السلام کی زیارت کرتے ہوئے

یافا گئے۔ اور پھر یہودیوں کا بسایا ہوا شہر "تل ابیب" دیکھا اور شام تک بیت المقدس پہنچے۔ افطار و طعام کا بندوبست عبدالسلام افغانی نے کیا تھا۔ وہ سوق شماع میں رہتے ہیں۔ چارشنبہ ۲۹ رمضان (۲۵ دسمبر) کو کنیسۂ قیامہ کی سیر کی اور اس کے دروازے کے سامنے وہ چھوٹی مسجد شریف دیکھی جو کہ اس مقام پر بنائی گئی ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تھی۔ اور پھر بیت اللحم جا کر دیکھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مقام ہے۔ اتفاق سے وہ تاریخ نصاریٰ کے نزدیک یوم میلاد تھی اس لئے اس کنیسہ میں نصاریٰ کی کثرت تھی اور ان کی عبادت ہو رہی تھی۔ وہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام، اریحا، اور بحیرۂ لوط و کوہِ طور گئے۔ مغرب تک مسجد اقصیٰ واپسی ہوئی۔ مسجد عمر میں نماز پڑھی۔ اتفاق سے امام صاحب نہیں آئے تھے۔ لوگوں نے عاجز سے کہا کہ نماز پڑھائے چنانچہ اس مبارک مسجد میں مغرب کی نماز عاجز نے پڑھائی۔ بیت المقدس میں مولانا محمد علی جوہر کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

پنجشنبہ ۳۰ رمضان (۲۶ دسمبر) صبح ۷ بجے قدس سے دمشق کے واسطے روانہ ہوئے۔ قدس میں تین رات شیخ اسعد کے مکان میں رہے۔ قدس سے نابلس، جُنَیْنَہ ہوتے ہوئے ناصرہ پہنچے۔ بس بدل کر ظہر کی نماز پڑھ کر طبریہ، قُنَیْطِرَہ ہوتے ہوئے ساڑھے پانچ بجے دمشق پہنچے۔ طبریہ کے بعد نہرِ شریعت ملی جو کہ شام اور فلسطین کی سرحد ہے۔ ساحتِ شہداء میں، بیروت ہوٹل میں قیام کیا۔

جمعہ یکم شوال (۲۷ دسمبر) صبح سوا سات بجے (طلوع آفتاب سے بیس منٹ بعد) جامع اموی میں عید کی نماز پڑھی۔ مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور مسجد کے صحن کے متصل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی قبر بتائی جاتی ہے۔ ظہر کو شیخ اکبر محی الدین بن عربی اور شیخ عبدالغنی نابلسی قدس اللہ اسرارہما کے مزاراتِ مبارکہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالغنی کے پاس اُن کے فرزند اور فرزند کے فرزند اور ان کے فرزند مدفون ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شنبہ ۲ شوال (۲۸ دسمبر) دمشق سے بیروت موٹر میں گئے۔ ایک رات وہاں اہرام ہوٹل میں رہے۔ وہاں کے عجائب خانہ کو دیکھا۔ بازار سے کچھ کتابیں لیں اور یکشنبہ کو دن کے تین بجے روانہ ہو کر ساڑھے پانچ بجے دمشق پہنچے۔

دوشنبہ کا دن دمشق میں رہے اور یہاں سے بھی کچھ کتابیں خریدیں اور سہ شنبہ ۵ شوال (۳۱ دسمبر) کو صبح ۹ بجے بغداد کے لئے روانہ ہوئے۔

ہم نے عربی کمپنی "شرکتِ دلبس مُحکاشی" کی بس کے ٹکٹ لئے۔ شرکت کے مالکان نے ہم سے کہا کہ چار پانچ دن کا کھانا اپنے ساتھ رکھ لو۔ چنانچہ ڈبل روٹیاں، پنیر، مکھن وغیرہ ساتھ رکھ لیا۔ بس ایرکنڈیشن تھی۔ دمشق سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۵ء صبح کے نو بجے بس روانہ ہوئی۔ ظہر کو "اَبُوالشامات" پہنچے۔ یہ ملک شام کی آخری چوکی ہے۔ یہاں آدھ گھنٹہ توقف کر کے سفر شروع کیا۔ رات کے نو بجے ایک نالے کے پاس پہنچے۔ یہ جگہ دمشق سے ۲۶۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ نالے میں برساتی پانی آگیا تھا اِس لئے رُکنا پڑا۔ وہاں ایک بس چار دن سے کھڑی تھی، رات وہاں بسر کی، رات بھر ترشح ہوتی رہی۔ صبح کو جب موٹر سے نکلے تو زمین پر برف کی ہلکی تہہ جمی ہوئی تھی۔ یکم جنوری کو دمشق سے دو بسیں اور آگئیں ڈرائیوروں نے ایک بس کو سامان اور مسافروں سے خالی کیا اور کوشش کر کے اس کو نالے سے پار کیا۔ اور پھر رسّہ سے دوسری بس کو اس سے باندھا اور اس طرح چاروں بسیں پار ہوئیں۔ عصر کو ان چاروں بسوں کا قافلہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ عشار کے قریب بسیں ٹھیر گئیں۔ کیونکہ ڈرائیوروں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اندھیرے میں بس کسی جگہ دھنس نہ جائے۔ پنجشنبہ ۷ر شوال (۲ر جنوری ۱۹۳۶ء) آفتاب نکل آنے پر وہاں سے روانہ ہوئے اور دوپہر کو بارہ بجے "رُتبہ" پہنچے۔ یہ مملکتِ عراق کی پہلی چوکی ہے۔ یہاں ہم سب مسافروں نے ناشتہ کیا۔ دُو دن کے بعد پینے کو چائے ملی۔ وہاں سے روانہ ہو کر رات کے ڈھائی بجے "اَلرَّمادی" پہنچے۔ یہاں پاسپورٹ دیکھے گئے۔ رات کا باقی حصہ یہاں بسر کیا۔ جمعہ ۸ر شوال (۳ر جنوری) دن کے ساڑھے دس بجے روانہ ہو کر ایک بجے ظہر کو بغداد پہنچے۔

مصر سے جب قنطرہ پہنچے تو حکومتِ مصر نے مسافروں کے سامان کی تلاشی لی اور "نہرِ شریعت" کے پاس شام کی حکومت نے اور بغداد میں عراقی حکومت نے تلاشی لی۔ تلاشی نہایت سخت لیتے ہیں۔ خاص کر مصری اور عراقی۔ قنطرہ میں عاجز نے تلاشی لینے والے افسر سے کہا۔ اگر اجازت دو تو ہم جا کر کھانا کھالیں اور سحری کر لیں۔ اس نے اجازت دی اور ہم دونوں نے سحری کر لی۔ واپسی پر وہ افسر ملا۔ اس نے پاسپورٹ دیکھے اور تلاشی لئے بغیر اپنے ایک آدمی سے کہا۔ ان دونوں کو ریل میں آرام سے بٹھا دو۔ نہر شریعت پر ترشح ہو رہی تھی۔ سب مسافروں کا سامان دیکھا گیا لیکن ہمارے پاسپورٹ دیکھ کر کہہ دیا۔ ان کے سامان کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ بغداد میں ہم دونوں بیٹھے رہے۔ جب سب مسافر چلے گئے تو ہم اٹھے تاکہ سامان کھولیں۔ اتنے میں افسر آیا اور اس نے پاسپورٹ دیکھ کر کہا۔ تم یہاں کتنا ٹھیرو گے۔ عاجز نے کہا۔ زیاراتِ مبارکہ کر کے چلے جائیں گے۔ اُس نے تلاشی

نہیں لی۔ بلکہ اپنا آدمی بھیج کر گھی منگوائی، اس پر سامان رکھوایا اور اپنے آدمی کو ساتھ کیا اور اس سے کہا۔ ان کو نعمان ہوٹل لے جاؤ، ہوٹل کے منیجر سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ ان دو مسافروں کو آرام دہ جگہ دیدو۔ ہم دونوں کا سامان جو کہ مصر میں بندھا تھا دلی تک کہیں نہیں کھلا۔ ہر جگہ کے افسران مہربان ہوئے۔ وَذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا فَلَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ۔

ہم کو عراق سے ۴ر جنوری کو کراچی روانہ ہونا تھا۔ لیکن راستہ میں تاخیر کی وجہ سے عراق میں گیارہ جنوری تک رکنا پڑا۔ لہٰذا دلی حضرت برادر کلاں کی خدمت میں تار ارسال کیا کہ ہم گیارہ جنوری کو روانہ ہو کر ۱۶ر جنوری کو کراچی پہنچ رہے ہیں۔

شنبہ ۹ر شوال (۴ر جنوری) بغداد شہر کی سیر کی پھر کرخ گئے۔ مزاراتِ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور دریا کی سیر کرتے ہوئے شام تک ہوٹل آ گئے۔ یکشنبہ کو کربلا اور نجف جانے کا قصد کیا۔ دو ایرانی آقائے پرتوی اور آقائے حُسام رفیقِ سفر ہو گئے۔ لہٰذا ایک موٹر کار کرایہ پر لے کر روانہ ہوئے۔ بغداد سے کربلا ایک سو کلو میٹر اور وہاں سے نجف اسی کلو میٹر ہے۔ اس زمانے میں راستہ نہایت خراب تھا۔ جاتے وقت کربلا نہیں ٹھہرے۔ دو بجے تک نجف پہنچے۔ وہاں سے واپسی میں پانچ بجے کربلا آئے۔ دونوں جگہ اثنا عشریہ کا کامل تصرف ہے۔ مزارات کا طواف کیا جاتا ہے اور طواف کے بعد مزار کو سجدہ کرتے ہیں۔ کربلا میں اتفاق سے ایک جنازہ آ گیا اس کو سات مرتبہ قبر کا طواف کرایا اور پھر قبر کے پاس رکھا۔ ایک مجتہد اس میت کے سر کے پاس بیٹھا اور اس نے صاحب قبر سے اس کا حال بیان کیا کہ یہ آپ کے غلاموں میں سے ہے۔ پھر اس نے میت کے ورثاء کو بشارت دی کہ صاحبِ قبر نے اس کی بخشش کر دی ہے۔ کربلا میں قبر کے پائینتی ایک گڑھا دو گز لمبا ایک گز چوڑا بنا رکھا ہے۔ زائرین سے کہتے ہیں یہاں نفل پڑھو اور اس کے پاس دیوار میں ایک سبز پتھر لگا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو بوسہ دو۔ اثنا عشریہ نے ان مزارات کو بمنزلہ بیت اللہ بنا رکھا ہے۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ هَدَاهُمُ اللّٰهُ۔ دوشنبہ ۱۱ر شوال اَعْظَمِيَّة گئے۔ امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ نعمان کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوئے۔ سبحان اللہ کیا ہی مبارک و پُر انوار و پُر اثر مقام ہے۔ امام موفق نے اپنی کتاب "مناقب الامام ابی حنیفہ" کے جزء دوم صفحہ ۱۹۹ میں حضرت امام شافعی کا یہ قول بہ سندِ متصل نقل کیا ہے: "انی لاتبرك بابی حنیفة واجئ الی قبرہ فی كل یوم یعنی زائرًا فاذا عرضت لی حاجة صلیتُ ركعتین وجئتُ الی قبرہ وسألتُ الله تعالی الحاجة عندہ فما تبعد عنی حتی تقضی" یعنی میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز آپ کی قبر پر حاضر ہوتا

ہوں، یعنی زیارت کے لیے۔ اور جب بھی کوئی حاجت مجھ کو پیش آتی ہے میں دو رکعت پڑھ کر آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں تو کچھ زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ یقیناً آپ کی قبرِ مطہر جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے قبولیتِ دُعا کے لئے مجرب ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہاں قلب کو کامل سکون ملتا ہے۔ اور تعلق الی اللہ نقد وقت ہوتا ہے۔ آپ کے مزار شریف کے چاروں طرف کٹہرا لگا ہوا ہے، اس پر آپ کا نام اور حال اور آپ کی مدح کندہ ہے اور لکھا ہے کہ آپ کے مزار شریف کی اصلاح و مرمت ملک فیصل پسر شریف حسین کے زمانہ میں ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ اعظمیہ سے حضرت پیران پیر غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے مزار شریف کی زیارت کو گئے۔ آپ کا مزارِ مبارک شہر میں ہے بلکہ نعمان ہوٹل کے قریب ہے۔ افسوس صد افسوس وہاں کے مجاوروں اور خادموں نے پانچ منٹ بھی سکون سے نہ بیٹھنے دیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بارِ دیگر آستانۂ مبارک پر حاضر ہونے کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت امام اعظم کا مزار شریف اگرچہ دو میل کے فاصلہ پر تھا مگر جائے سکون اور زائر کے لئے بمنزلہ بہشت کے تھا ۔۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد کسے را با کسے کارے نہ باشد

(بہشت وہ جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ کسی کا کسی سے کوئی واسطہ نہ ہو)

لہٰذا دو تین مرتبہ وہاں حاضری ہوئی۔ سہ شنبہ ۱۲ شوال کو کاظمین گئے۔ چار شنبہ ۱۳ شوال آقائے پرتوی اور آقائے حسام کے ساتھ مدائن گئے۔ طاقِ کسریٰ دیکھا جس کی بلندی ۵۰ میٹر ہے۔ یہ ایک بلند ڈاٹ ہے۔ مدائن میں حضرت سلمان فارسی، حضرت حذیفۃ الیمانی، حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہم کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضر ہوئے۔ پنجشنبہ ۱۴ شوال متحفِ عراقی جا کر دیکھا۔ کسی کے جسم کا اوپری حصہ جو کہ ۲۷۰۰ قبل میلاد المسیح علیہ السلام کا بنا ہوا ہے، دیکھا۔ یہ برونز کا ہے یعنی کانسی کا۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ڈھالا گیا ہے۔ جمعہ ۱۵ شوال (۱۰ جنوری) کو عصر کے ساڑھے چھ بجے ریل سے بصرہ کو روانہ ہوئے۔ شنبہ ۱۶ شوال (۱۱ جنوری) صبح ساڑھے سات بجے بصرہ پہنچے۔ ہم نے یہ سفر ریل کے دوسرے درجہ میں کیا۔ بصرہ کے اسٹیشن ماسٹر ہندوستان کے ایک بوڑھے ہندو تھے وہ پلیٹ فارم پر کھڑے تھے۔ تھوڑے فاصلہ پر سمندر میں وہ جہاز بھی کھڑا تھا جو ہندوستان جارہا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا جہاز دو بجے روانہ ہوگا۔ اگر آپ صاحبان سیر کرنے کو جانا چاہتے ہیں تو سامان یہاں چھوڑ دیں۔ میں سامان جہاز پر پہنچوا دوں گا اور آپ لوگ ایک بجے جہاز پر پہنچ جائیں۔

ہم دونوں بھائیوں نے سامان اُن کے حوالے کیا۔ جو اُجرت انھوں نے طلب کی وہ اُن کو دی اور رسید لے کر اسٹیشن سے باہر آئے۔ ایک موٹر والے سے بات ہوئی کہ وہ ہم کو حضرت حسن بصری اور حضرت ابن سیرین اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کے مزارات پر لے جائے اور پھر جہاز تک پہنچائے۔ جب موٹر روانہ ہوئی، ڈرائیور سے گفتگو کے دوران عاجز نے محسوس کیا کہ وہ عرب نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ وہ پنجاب کا ہندو ہے اور کئی سال سے بصرہ میں رہ رہا ہے، وہیں شادی کر لی ہے اور اب اس کے تین چار بچے ہیں۔ ماں باپ بھی پنجاب میں موجود ہیں۔ اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ہم بھی ہندوستانی ہیں تو بہت محبت سے پیش آیا۔ وہ ہم کو تینوں مبارک مزارات پر لے گیا اور واپسی میں کھجوروں کے کارخانے لے گیا۔ وہاں سے ہم نے دو پیٹیاں عمدہ کھجوروں کی خریدیں اور ایک بجے تک جہاز پر آ گئے۔

پنجشنبہ ۲۱ رشوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶ رجنوری ۱۹۳۶ء صبح کے پانچ بجے جہاز کراچی پہنچا نو بجے ہم جہاز سے اُترے۔ حضرت برادرِ کلاں اور ان کے ساتھ اُن کے سات سالہ فرزند میاں عبید الرحمٰن، منجھلے بہنوئی جناب نواب زادہ لئیق احمد خاں صاحب انصاری پانی پتی، جناب حافظ اشفاق الٰہی صاحب میرٹھی، حضرت عبداللہ جان آغا صاحب فرزندِ کلاں حضرت جناب محمد حسن جان صاحب ساکن ٹنڈہ سائیں داد، حاجی فقیر محمد اور ان کے فرزند عبداللہ جان کوئٹہ والے اور چند افراد کو منتظر پایا۔ اللہ جل شانہ وعم احسانہٗ نے سب سے ملایا۔ فخرِ خاندانِ مجددیہ حضرت محمد حسن صاحب ایک ہفتہ پہلے تشریف لائے تھے اور اب انھوں نے اپنے فرزند کو بھیجا تھا۔ لہٰذا جمعہ ۲۲ رشوال ۱۷ رجنوری کو ہم سب ٹنڈہ سائیں داد گئے جو حیدر آباد سندھ سے بیس بائیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک رات حضرت کے پاس قیام کیا، اُن کی دعائیں حاصل کیں۔ ۱۸ رجنوری کو دلی کے واسطے روانہ ہوئے اور دوشنبہ ۲۵ رشوال (بہ حساب ہند کے ۲۴ رشوال) ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ رجنوری ۱۹۳۶ء صبح آٹھ بجے دلی پہنچے۔

وصول بہ مسقطِ راس

حضرت برادرِ کلاں ادام اللہ ارشادہ نے تمام مخلصین کو اطلاع کر دی تھی اور سب کام منتظمین کے سپرد کر دیا تھا۔ جس وقت دلی کے اسٹیشن پر ریل پہنچی ہزارہا افراد کا اجتماع تھا۔ گھوسی کے حضرت الاستاذ مولانا محمد عمر اور مدرسہ عبد الرب کے حضرات اساتذہ اور میرٹھ، بلند شہر، کوسی، لاہور، امرتسر، پانی پت، ہانسی، سرسہ، ریواڑی اور افغانستان و بلوچستان کے مخلصین اور افغانستان کے قونصل جنرل صلاح الدین خاں سلجوقی موجود

تھے۔ ہم دونوں بھائیوں کو صلاح الدین خاں کی موٹر میں بٹھایا اور حضرت برادرِ کلاں اور تمام مخلصین پاپیادہ روانہ ہوئے۔ موٹر کو مخلصینِ پاک نہاد چلاتے ہوئے خانقاہ شریف تک لائے۔ یہاں سب حضرات کو حضرت برادرِ کلاں نے عمدہ اور مکلف فطور پیش کیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

فائدۂ سفر عاجز مصر گیا۔ وہاں کے علمائے کرام کی صحبت میسر ہوئی، ان سے فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ وہاں کے علماء کو اہلِ ہند اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور اس کی بڑی وجہ مسئلہ لحیہ ہے اور بعض افراد اُن حضرات کا استخفاف بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان میں مدار تقویٰ یک مشت لحیہ پر ہے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے۔

۱۔ مرا پیر دانائے روشن شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
۲۔ یکے آنکہ بر غیر بدبیں مباش	دوم آنکہ بر خویش خود بیں مباش

۱۔ مجھے دانا پیر، روشن شہاب نے دریائی سفر میں دو نصیحتیں کیں۔

۲۔ ایک یہ کہ دوسرے کے عیب نہ دیکھ۔ دوسری یہ کہ اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر۔

عاجز نے وہاں کے علماء کرام کو اخلاقِ فاضلہ سے متصف پایا۔ عقائد میں راسخ القدم ہیں۔ علماء کا احترام کرتے ہیں۔ کسی کی غیبت نہیں کرتے۔ کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ بیشک وہاں کے علماء کا مسلک مسئلہ لحیہ میں مالکیہ کے قول پر ہے۔ علامہ شیخ محمد بخیت المطیعی الحنفی اپنے وقت کے مسلم فقیہ تھے۔ ان کے زمانے میں فقہ حنفی میں ان جیسا متبحر شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ اُن کی داڑھی بشکل ایک انگشت کی ہوگی۔ عاجز نے وہاں کے علماء کو ائمہ اربعہ کا مقلد اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق پایا۔ اگر وہ کسی کو غصہ کی حالت میں دیکھتے تھے تو نہایت محبت سے کہتے تھے: مَا عَلَيْش، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ۔ یعنی کوئی بات نہیں۔ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور پھر نہایت محبت سے تحفۂ درود و سلام بارگاہِ نبوت میں پیش کرتے تھے۔ اُن کے اس طریقہ سے لڑنے والے بھی ٹھنڈے پڑ جاتے تھے۔ اور اگر وہ کوئی بات بھول جاتے تھے تو اس کو یاد کرنے کے لئے درود شریف پڑھتے تھے اور وہ بات اُن کو یاد آجاتی تھی۔

مسائل کے بیان کرنے میں محتاط ہیں۔ مسئلہ میں پوری تحقیق کرتے ہیں۔ پہلے علمائے کرام کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں۔ پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن کسی دوسرے کا استخفاف نہیں کرتے۔ البتہ علمی پیرایہ سے اس کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔

رحمہم اللہ واکرم ونزلہم ورضی عنہم

مولانا عبداللطیف

یہ عاجز ایک دن خانقاہ شریف کی مسجد شریف میں دھوپ میں بیٹھا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ عاجز نے دیکھا ایک صاحب تشریف لائے اُن کے ساتھ دلی کے ایک جوان بھی تھے۔ انھوں نے مسجد شریف میں دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر مجر شریف کے اندر گئے اور فاتحہ پڑھی۔ جب مجر شریف سے باہر آئے عاجز نے ان کی طرف دیکھا۔ انھوں نے سلام کیا۔ عاجز نے دریافت کیا۔ کیا آپ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب تو نہیں ہیں۔ انھوں نے فرمایا۔ جی ہاں میں عبداللطیف ہوں۔ یہ سُن کر عاجز اُٹھا اور اُن سے کہا۔ حضرت آپ تو میرے استاد الاستاد ہیں اور میرا نام زید ہے۔ یہ سن کر آپ نہایت محبت سے ملے۔ عاجز نے کہا کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو تھوڑی دیر تشریف رکھیں تاکہ یہ عاجز کچھ استفادہ کرے آپ نے بخوشی منظور فرمایا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت مبارک مجلس رہی۔ آپ حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب ساکن گھوسی کے محترم استاد ہیں۔ عاجز نے آپ سے مصر و حجاز کے استفادہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہندوستان میں ایک سند عالی حضرت مولانا فضل رحمان کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں ان ہی سے بیعت ہوں اور میں نے آپ سے حدیثِ مسلسل بالاوّلیۃ سُنی ہے اور حدیث کی اجازت حاصل کی ہے۔ پھر آپ نے حدیثِ مسلسل بالاوّلیہ حدیث الرحمۃ عاجز کو سنائی اور اجازت عنایت کی۔ اس عاجز کا سلسلۂ حدیث ان دو حضرات کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تک پہنچتا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ھٰذِہِ النِّعْمَۃِ۔ آپ نے فرمایا میں کوچہ پنڈت ہر سال آکر گیارہویں شریف کے موقع پر بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ رات میں نے بیان کیا تھا۔ پھر یہ عاجز ایک مرتبہ علی گڑھ ان کی قیام گاہ پر گیا۔ نہایت ہی محبت سے ملے۔ اس وقت آپ کچھ اونچا سننے لگے تھے۔ اور ضعیفی بڑھ گئی تھی۔ آپ نے اپنی تالیفِ قیّم شرح ترمذی عاجز کو دکھائی۔ عاجز نے تقریباً آدھ گھنٹہ اس کا مطالعہ کیا اور پھر آپ سے مرخص ہوا۔ دو تین سال کے بعد آپ عازم ملکِ بقا ہو گئے۔ آپ کا وطن افضل گڑھ ضلع بجنور تھا اور مولانا لطف اللہ علی گڑھ کے شاگرد تھے۔ آخر میں آپ نے علی گڑھ میں قیام فرما لیا تھا اور وہیں پیوندِ خاک ہوئے۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

عاجز نے اپنے حضرات اساتذۂ کرام کا ذکر کر دیا ہے۔ جو کچھ بھی اس عاجز کو نصیب ہوا ہے وہ انہی حضراتِ کرام کی تربیت کا اثر ہے۔ پروردگار ان بزرگواران کے مراتب کو بلند کرے اور روضاتِ جنّات میں ان حضرات سے ملائے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

تالیفات

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم احسانہٗ کا فضل وکرم ہے کہ اس عاجز کو کتب بینی کا شوق ہے

قدماء کی تالیفات سے دلچسپی ہے۔ ان حضرات کی تالیفات میں خیر و برکت پاتا ہے اور انہی کی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا ہے۔ اور احیاناً بعض فوائد جمع کر کے کسی نام سے موسوم کر دیتا ہے۔ عاجز نے اب تک جو تالیفات کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ الأسانید العالیۃ مع عُقود الشبابۃ۔ عربی میں ہے۔ چھپی نہیں ہے۔

۲۔ الخیر المزید فی اعراب الآیۃ وکلمۃ التوحید۔ عربی میں سنہ ۱۳۷۰ھ میں لکھی ہے، چھپی نہیں ہے۔

۳۔ القول الشنی فی الذّبّ عن الشیخ عبد الغنی۔ فارسی میں تالیفِ کبیر ہے جو کہ سنہ ۱۳۷۰ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کے رسالۂ شفاء السائل پر ایک شخص نے اعتراضات کئے ہیں۔ عاجز نے ان کا جواب لکھا ہے۔ ایک سو کے قریب مسائل پر تفصیلی بحث ہے۔ چھپی نہیں ہے۔

۴۔ الحجۃ فی مسئلۃ القبضۃ والقیقۃ۔ فارسی میں تالیف کبیر ہے جو کہ سنہ ۱۳۷۲ھ میں لکھی گئی ہے۔ چھپی نہیں ہے۔ تقریباً ساٹھ ستر علماء اس کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ایک صاحب نے اُردو میں اس کا ترجمہ کیا اور ایک صاحب اُن سے برائے مطالعہ لے گئے اور واپس نہ کیا۔ مترجم صاحب آخر تک افسوس ہی کرتے رہے۔ رحمہ اللہ

۵۔ بزمِ خیر المزید در جوابِ بزمِ جمشید۔ اردو میں سنہ ۱۳۷۳ھ میں لکھی گئی ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ پر جو غلط الزامات عائد کئے گئے تھے اور ایک صاحب نے جب وہ رسالہ عاجز کو دکھایا تو یہ رسالہ معرضِ وجود میں آیا اور چھپ کر اہلِ علم کے پاس پہنچا۔ اس رسالہ کا کچھ خلاصہ اس کتاب "مقاماتِ خیر" میں آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ داءِ حسد و عناد سے سب کو محفوظ رکھے۔

۶۔ مجموعۂ خیر البیان مشتمل بر سہ رسائل۔ (۱) خیر البیان فی مولد سید الانس والجان (۲) خیر المورد فی اثبات المولد (۳) نظم شمائل (تاریخی نام) یعنی منظوم مولود شریف۔ یہ تینوں رسائل اُردو میں ہیں اور سنہ ۱۳۷۶ھ میں چھپ گئے ہیں۔

۷۔ مناہج السیر و مدارج الخیر۔ فارسی میں ہے۔ اس میں سلوکِ نقشبندیہ مجددیہ کا بیان ہے سنہ ۱۳۷۶ھ میں یہ کتاب چھپ گئی ہے۔

۸۔ تقویم خیری (تاریخی نام ہے) سنہ ۱۳۷۶ھ میں لکھی گئی ہے۔ چھپی نہیں ہے۔ تقویم قمری ہجری اور تقویم شمسی میلادی کا بیان ہے۔ قمری تاریخ کو شمسی تاریخ میں اور شمسی تاریخ کو قمری تاریخ میں تحویل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ رسالہ خیر المقال فی رویۃ الہلال۔ اُردو میں سنہ ۱۳۷۷ھ میں لکھا اور اسی سال چھپا۔

۱۰۔ ماذا قال الأیمۃ فی ابن تیمیۃ۔ تاریخی نام "ماذا قال الایمۃ یا زید" ہے جس سے ۱۳۸۷ھ نکلتا ہے۔ یہ کتاب اُردو میں ہے چھپی نہیں ہے۔ (۱۳۹۵ھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی طباعت "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء" کے نام سے عمل میں آئی۔

۱۱۔ مسئلۂ ضبطِ ولادت۔ تاریخی نام ہے جو کہ ۱۳۸۹ھ میں تالیف ہوا اور چھپا۔ اُردو میں ہے۔

۱۲۔ منہج الاتبار فی السلام علی الانبیاء والرضاعن الاولیاء۔ ۱۳۹۰ھ میں پہلے اُردو میں لکھا گیا اور چھپا۔ پھر فارسی میں لکھا اور چھپا۔

۱۳۔ رسالہ وحدۃ الوجود۔ ۱۳۹۰ھ میں اُردو میں تالیف ہوا اور چھپا۔ فارسی میں بھی لکھا گیا ہے جو اب تک چھپا نہیں ہے۔ (اللہ کے فضل سے فارسی نسخہ بھی چھپ گیا)

۱۴۔ النَّبِقَاتُ مِنَ الطَّبَقَاتِ۔ ۱۳۹۱ھ میں طبقات ابن سعد کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعض ازہار ورياحین کا ایک گلدستہ بہ نام النَّبِقَات مرتب کیا۔ عربی میں ہے۔ چھپا نہیں ہے۔

۱۵۔ مقاماتِ خیر۔ تاریخی نام ہے اور یہی زیرِ نظر کتاب ہے۔ جو اللہ کے فضل وکرم سے تالیف ہو چکی ہے اور کاتب کتابت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیر سے مِنَصّۂ شہود پر اس کو جلوہ گر فرمائے۔ الحمد للہ پنجاہ سالہ تمنا پوری ہوئی۔ اب وہ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول کرے۔

نیاوردم از خانہ چیزے نخست | تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

(میں گھر سے کوئی چیز نہیں لایا۔ سب کچھ تونے دیا میں تیرا ہوں)

مزید تالیفات ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) میں کتاب مقاماتِ خیر چھپی تھی۔ اس وقت آخرِ کتاب میں عاجز نے لکھا تھا "الحمد للہ پنجاہ سالہ تمنا پوری ہوئی۔ اب وہ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول کرے"

طباعت کے چند سال بعد برادرِ طریقت حافظ جمیل الرحمٰن خاں نے عاجز سے کہا کہ مجلۂ برہان ازماہ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ مطابق اپریل ۱۹۷۵ء کے شمارہ میں جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اس کتاب پر اچھا تبصرہ شائع کیا ہے، جس کو عاجز نے اس نئی طباعت کے شروع میں درج کیا ہے۔

اور اس کے بعد فاضلِ اجل جناب قاضی سجاد حسین کا تبصرہ ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد برادرِ طریقت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں صدر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور اس سلسلہ میں مولانا محمد عثمان نواسۂ حضرت شیخ الہند و مہتمم دارالعلوم دیوبند کا کلام یہ عاجز لکھتا ہے۔ آپ چار شنبہ ۱۱ شوال ۱۴۰۳ھ ۱۱ جولائی ۱۹۸۳ء کو مولانا وحید الدین قاسمی کے ساتھ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔

تقریباً ساٹھ سال پہلے میں نے آپ کو مدرسہ عبدالرب میں دیکھا ہے۔ آپ کے ساتھ ایک پٹھان کتابیں لے کر آتا تھا۔ آپ کتابوں کے مطالعہ اور اساتذہ سے پڑھنے میں معروف رہتے تھے۔ آپ کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ آپ کو دیکھا اور میں نے اپنے خالو صاحب (مولانا محمد شفیع) سے آپ کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ حضرت شاہ ابوالخیر کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے سبق سے کام رکھتے ہیں اور کسی سے نہیں ملتے۔ اور اب کئی سال پہلے میں نے آپ کی کتاب "مقاماتِ خیر" مطالعہ کی۔ یہ معلومات کا خزینہ ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے خواہش پیدا ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں آپ نے خوب تحقیق کے ساتھ یہ کتاب لکھی ہے۔ میں کئی مرتبہ اس کا مطالعہ کر چکا ہوں اور ہر بار نئی لذت حاصل ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کروں اور اب کچھ دن پہلے آپ کی کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان" نظر سے گزری یہ علمی کتاب ہے اور آپ نے خالص علمی پیرایہ پر مولانا اسماعیل پر تنقید کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ اہلِ علم میں سے ہیں اور آپ کو تنقید کا حق پہنچتا ہے۔

جس وقت مولانا محمد عثمان نے یہ بات فرمائی، عاجز نے مولانا وحیدالدین خاں قاسمی سے کہا، کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان" کے متعلق جو کچھ جناب مولانا فرما رہے ہیں آپ خیال سے سُن لیں۔ یہ سُن کر مولانا محمد عثمان نے مولانا وحیدالدین خاں سے فرمایا۔

اللہ کے فضل سے آپ (عاجز کی طرف اشارہ کر کے) ایک عالم ہیں، آپ کو پورا حق پہنچتا ہے کہ کسی عالم پر تنقید کریں، آپ نے مولانا اسماعیل پر تنقید کی ہے اور خوب کی ہے، آپ پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

جاتے وقت آپ نے فرمایا۔ آپ سے مل کر بہت دل خوش ہوا۔ اگر ہوا پھر ملاقات ہو گی۔ افسوس نو مہینے بعد دن کے دس بجے 'روز دوشنبہ ۶ رشعبان ۱۴۰۵ھ ۲۷ راپریل ۱۹۸۵ء کو اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ غفر اللہ لنا ولہ ورحمہ۔

۱۶۔ "مقاماتِ اخیار"۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ افغانستان کے مخلصین کے لئے لکھی گئی۔ ۱۳۹۲ھ میں بہت عمدہ کتابت اور طباعت سے چھپی ہے۔

۱۷۔ "ایک علمی مقالہ" جو شنبہ ۲۴ رصفر ۱۳۹۵ھ ۸ رمارچ ۱۹۷۵ء کو دن کے ساڑھے تین بجے اس عاجز نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں پڑھا۔ اس مقالہ کے سرگرم محرک محترم گرامی قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی استاد عربی و اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ تھے۔ اہلِ علم کی ایک جماعت نے اس مقالہ کو سُنا اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی رحمۃ اللہ نے ماہنامہ برہان دہلی

ازماہ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ اپریل ۱۹۷۵ء (جلد ۷، شمارہ ۴) میں نظرات کے تحت لکھا ہے ۔

"پچھلے دنوں مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی (درگاہ شاہ ابوالخیر صاحب دہلی) نے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور کارناموں پر ایک مبسوط اور فاضلانہ مقالہ پڑھا مولانا حضرت مجدد الفِ ثانی کے ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ کی ایک درگاہ کے سجادہ نشین ہیں اور ورع وتقویٰ کے علاوہ نہایت کثیر المطالعہ اور دقیق النظر عالم ہیں اور حق گوئی میں مصلحت اندیشی سے طبعاً نفور ہیں ۔ اس بنا پر آپ کا مقالہ جہاں محققانہ تھا حضرت مجدد الفِ ثانی کی تعلیمات اور آپ کے افکار وآراء کا بیباک ترجمان بھی تھا ۔ مقالہ کے ختم ہونے کے بعد اسی موضوع پر ایک مختصر مذاکرہ بھی ہوا جس میں جامعہ کے اساتذہ اور بعض بیرونی اصحابِ علم نے حصہ لیا ۔ آخر میں پروفیسر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ نے بحیثیت صدر جلسہ ایک مختصر تقریر کی جس میں انھوں نے مقالہ کی تعریف میں کہا ۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج ایک عرصہ کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کی فضا میں اس درجہ محققانہ اور فاضلانہ مقالہ پڑھا گیا ۔ پھر علامہ اقبال کے حوالہ سے حضرت مجدد کی ذات کے ساتھ اپنی عقیدت و ارادت کا اظہار فرمایا، لیکن آخر میں ہندوستان کے "نیشنلسٹ" مسلمانوں کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھتے ہوئے انھوں نے اپنے انداز میں کہا ۔

لیکن اس موقع پر میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہو رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے بہت سے لوگوں کے دماغ میں بھی یہ سوال پیدا ہوا ہوگا ۔۔ میں یہ سوال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اس کا جواب تلاش کریں اور وہ یہ ہے کہ ہم ہندوستان کے مسلمان آج کل کے حالات میں حضرت مجدد کی تعلیمات اور آپ کے افکار سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور کیونکر؟

حقیقت یہ ہے کہ وائس چانسلر مسعود حسین خاں صاحب نے یہ سوال اٹھا کر آج کل کے قومیت زدہ مسلمانوں کی ذہنیت بے نقاب کر دی اس لئے ہمارے نزدیک یہ سوال بہت اہم تھا اور ہم نے اس وقت تجزیہ کی تھی کہ اس پر سیمینار ہونا چاہیئے بدقسمتی سے ذہنی مرعوبیت یا حقائق و واقعات کو اُن کی اصل شکل وصورت میں نہ دیکھ سکنے کے باعث ہندوستان کے نیشنلسٹ مسلمانوں کے ایک طبقہ کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ اکبر کا نام لینے میں انھیں فخر محسوس ہوتا ہے اور حضرت مجدد کا ذکر کرتے ہوئے اُن پر مجوبیت طاری ہو جاتی ہے جہانگیر کا تذکرہ مسرت سے کرتے ہیں اور اورنگزیب عالمگیر کا نام لینے میں جھجک محسوس ہوتی ہے ذہن و فکر کی یہ تبدیلی تقسیم کا عطیہ ہے ورنہ اس سے پہلے یہ بات نہیں تھی چنانچہ ایک علامہ نے تو مستقل انگریزی میں ایک کتاب ہی لکھ ماری جس میں حضرت مجدد کے افکار و آراء کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے ساتھ تنقیص و توہین کا کوئی دقیقہ نہیں ہے جسے فروگذاشت کر دیا گیا ہو ۔

۱۸ ۔ حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین " دیدہ زیب کتابت و طباعت سے چھپی ہے ۔ سالِ طباعت ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

۱۹ ۔ سوانح حیات شاہ بلال ۔ اردو میں ہے ۔ ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹ء) میں چھپی ۔

۲۰ ۔ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) میں چھپی ۔

عاجز نے خالص علمی پیرایہ پر یہ کتاب لکھی ہے اور اختصار کے پیشِ نظر مولانا اسماعیل کے ذکر کردہ مسائل میں سے سات مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ دہابیہ، اسماعیلیہ کو یہ بات پسند نہ آئی ان لوگوں نے کچھ اظہارِ اختلاف کیا۔ عاجز کا معمول رہا ہے کہ بعض فضلار کو اپنی تالیف پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک صاحب مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب تھے، چنانچہ عاجز نے ان کو کتاب ارسال کی۔ ۸ر جون ۱۹۸۲ء کو جناب مولانا نے اس پتہ پر عاجز کو مکتوب ارسال کیا۔

مخدوم و محترم مولانا شاہ ابوالحسن صاحب زید فاروقی ۔ درگاہ شاہ ابوالخیر

مخدوم و محترم حضرت مولانا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے آپ بہمہ وجوہ بخیریت و عافیت ہوں۔ آپ کی مرسلہ کتاب مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان پہنچی۔ شکریہ، جب اس کو پڑھنا شروع کیا تو جب تک اس کو ختم نہیں کر لیا اسے ہاتھ سے نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے، آپ نے احقاقِ حق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور جو کچھ لکھا ہے نہایت سنجیدگی اور اعتدال و توازن کے ساتھ جو آپ کی سرشت اور خصلت طبیعی ہے، مدلل اور مبرہن لکھا ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اب تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے عربی زبان میں "ردّ الاشراک" کے نام سے بھی ایک رسالہ لکھا تھا اس کے ایک حصہ کا ترجمہ مولانا کی زندگی میں ہو گیا تھا اور اس کا نام تقویۃ الایمان ہے، دوسرے حصہ کا ترجمہ نہیں ہوا تھا کہ شہید ہو گئے۔ لاہور میں اہلِ حدیث کے ایک ادارے نے مولانا کی اصل کتاب عربی میں "ردّ الاشراک" کے نام سے چھاپ دی ہے اور وہ میری نظر سے گزری ہے۔ میں آپ کی کتاب پر برہان میں مفصل تبصرہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں۔ آپ کو اس کتاب کا ایک ایک نسخہ مولانا ابوالحسن علی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو ضرور بھیجنا چاہیے کیونکہ ان دونوں حضرات نے اِس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔

آپ کے ہاں سے تاریخ القرآن از مفتی عبداللطیف شائع ہوئی ہے۔ مجھ کو اس کی ضرورت ہے اگر آپ اس کا ایک نسخہ بطور وی پی مجھ کو یہاں علی گڑھ کے پتہ پر بھجوا دیں تو بڑا شکرگزار ہوں گا۔ میری کتاب عثمان ذوالنورین چھپ گئی ہے معلوم نہیں آپ کی نظر سے گزری یا نہیں؟ اگر نہ گزری ہو تو اس کا ایک نسخہ عبدالرحمٰن سے یہ کہہ کر منگوا لیجیے کہ اسے میرے حساب میں لکھ دیں۔ یہ کتاب میری طرف سے خدمت والا میں ہدیہ ہو گی۔ والسلام مع الاکرام

مخلص سعید احمد اکبرآبادی

مولانا کا یہ خط چہارشنبہ ۱۲ر رمضان ۱۳۹۱ھ ۱۳ر جون ۱۹۸۱ء کو ملا اور ۸ر جون کو تاریخ القرآن کا نسخہ اس پتہ پر ان کو ارسال کیا۔

عاجز نے ان کو لکھا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو کتاب ارسال کر دی گئی ہے۔ کچھ دن بعد عاجز کو معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور آپ پاکستان گئے ہوئے ہیں اور وہاں جمعہ ۳ر رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۴ر مئی ۱۹۸۵ء غروب آفتاب کے وقت وضو سے فارغ ہوئے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عاجز کی ملاقات جناب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے ۱۹۴۸ء میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ رشتۂ اخوت و محبت محکم تر و پائندہ تر ہوتا گیا۔ ایک دن دفتر برہان عاجز کا جانا ہوا۔ مولانا سعید احمد عاجز کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور قریب آکر فرمایا۔ میں ابھی جامعہ ملیہ سے تقریر کر کے آرہا ہوں۔ میں نے آپ کی کتاب "حضرت مجدد اور ان کے ناقدین" میں سے بہت کچھ لے کر بیان کیا ہے۔ آپ نے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔

۲۱۔ مسألۃ المساجد المھجورۃ۔ ایک سوال کا جواب عربی میں لکھا ہے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء میں۔

۲۲۔ صَرِیْرُ الْیَرَاعِ لِارْتِشَافِ حُمَیَّا السَّمَاعِ۔ در مسئلہ سماع و اغانی مسودہ کی صورت میں ہے۔

۲۳۔ مقدمۂ القول الجلی فی ذکر آثار الولی۔ یہ کتاب فارسی میں ہے اور عام طور سے اس کو شاہ محمد عاشق پھلتی کی تالیف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف ہے۔ کتاب کے تینوں حصوں کو آپ نے لکھوایا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور کسی جگہ کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ کی وفات کا حال مولانا محمد عاشق کی تالیف ہے۔ عربی میں ایسی تالیف اَمَالِیْ کہتے ہیں۔ یہ کتاب شاہ ولی اللہ کی امالی اور شاہ محمد عاشق کی تحریر ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ عزیز گرامی مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی کاکوروی نے کیا ہے۔ آپ کے والد ماجد عالی جناب مولانا حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر حفظہ اللہ تعالیٰ وابقاہٗ دہلی تشریف لائے اور خواہش ظاہر کی کہ عاجز اس کا مقدمہ تحریر کرے اور اس سلسلہ میں آپ نے چند ملفوظ عاجز کو دیئے تاکہ ان پر اظہار خیال کیا جائے۔

اگرچہ برخوردار ڈاکٹر ابوالفضل محمد کی رحلت کے بعد سے عاجز کا دل اور دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ عاجز نے جناب مجتبیٰ حیدر صاحب کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی اور جمعہ ۱۴ر ربیع الآخر

سنہ ۱۴۰۷ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کو مقدمہ لکھ کر اُن کے حوالہ کیا۔ اگر دو چار سال پیشتر یہ کام کیا جاتا بہتر ہوتا، ملفوظ ۱۲ اور ۱۳ کی تشریح عاجز لکھتا ہے۔ عاجز حضرت شاہ ولی اللہ کی فارسی عبارت کے ترجمہ پر از وجہ اختصار اکتفا کرتا ہے۔ (مطبوعہ کتاب کے صفحہ چالیس اور اکتالیس کو ملاحظہ کریں)

(از درویشے) اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے واسطے ہے، قبول نہ کیا جائے کیونکہ یہ ہرا باغ نفس و شیطان کا بنایا ہوا ہے۔ اس اُمت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لئے اولیاء اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لئے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے، حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور انتظام امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے، اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے کیوں کہ اس کا یہ فعل از راہِ نفسانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھ لو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخر دَور میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدارِ بحث اور تحقیق ہیں۔ ایک لفظ درویش ہے دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لَو خدا سے لگ گئی ہو۔ اور الہام دل میں اچھے خیال آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہید کے مکتوب ۲۶ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۸ میں ہے۔ اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

"مصلحت وقت کے مدِ نظر یہ تھی کہ اس رکنِ اعظم جہاد کا قائم رہنا، شریعت کی رُو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا، اس لئے ۱۲ رجمادی الثانیہ سنہ ۱۲۴۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام مشائخ عظام اور قابلِ احترام شہزادوں اور صاحبِ حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ اِس خاکسار، ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی۔"

ایسے الہامات و اشارات کو جو مجنونِ سلطانِ خیال ہوں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

مولانا کا یہ خط چہارشنبہ ۱۲ رمضان ۱۴۰۴ھ ۱۳ جون ۱۹۸۴ء کو ملا اور ۱۵ جون کو تاریخ القرآن کا نسخہ اس پتہ پران کو ارسال کیا۔

عاجز نے ان کو لکھا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی اور مولانا محمد منظور نعمانی کو کتاب ارسال کردی گئی ہے۔ کچھ دن بعد عاجز کو معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور آپ پاکستان گئے ہوئے ہیں اور وہاں جمعہ ۳ رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۵ء غروب آفتاب کے وقت وضو سے فارغ ہوئے اور دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عاجز کی ملاقات جناب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی سے ۱۹۴۳ء میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ رشتۂ اخوت و محبت محکم تر و پائندہ تر ہوتا گیا۔ ایک دن دفتر برہان عاجز کا جانا ہوا۔ مولانا سعید احمد عاجز کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور قریب آکر فرمایا۔ میں ابھی جامعہ ملیہ سے تقریر کرکے آرہا ہوں۔ میں نے آپ کی کتاب "حضرت مجدد اور ان کے ناقدین" میں سے بہت کچھ لے کر بیان کیا ہے۔ آپ نے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔

۲۱۔ مسألۃ المساجد المهجورة۔ ایک سوال کا جواب عربی میں لکھا ہے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء میں۔

۲۲۔ ضَرِیْرُ الْیَرَاعِ لِاِرْتِشَافِ حُمَیَّا السَّمَاعِ۔ در مسئلہ سماع و اغانی مسودہ کی صورت میں ہے۔

۲۳۔ مقدمۂ القول الجلی فی ذکر آثار الولی۔ یہ کتاب فارسی میں ہے اور عام طور سے اس کو شاہ محمد عاشق پھلتی کی تالیف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف ہے۔ کتاب کے تینوں حصوں کو آپ نے لکھوایا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور کسی جگہ کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ کی وفات کا حال مولانا محمد عاشق کی تالیف ہے۔ عربی میں ایسی تالیف اَمَالِی کہتے ہیں۔ یہ کتاب شاہ ولی اللہ کی امالی اور شاہ محمد عاشق کی تحریر ہے۔

اس کتاب کا اُردو ترجمہ عزیز گرامی مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی کاکوروی نے کیا ہے۔ آپ کے والد ماجد عالی جناب مولانا حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر حفظہ اللہ تعالیٰ وابقاہٗ دلی تشریف لائے۔ اور خواہش ظاہر کی کہ عاجز اس کا مقدمہ تحریر کرے اور اس سلسلہ میں آپ نے جزوہ ملفوظ عاجز کو دیئے تاکہ ان پر اظہارِ خیال کیا جائے۔

اگرچہ برخوردار ڈاکٹر ابوالفضل محمد کی رحلت کے بعد سے عاجز کا دل اور دماغ بہت کمزور ہوگیا ہے۔ عاجز نے جناب مجتبیٰ حیدر صاحب کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی اور جمعہ ۲۰ ربیع الآخر

سنہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۸۳۰ء کو معزز ملکہ کرائن کے حوالہ کیا۔ اگر دو چار سال پیشتر یہ کام کیا جاتا بہتر ہوتا۔ ملفوظات ۱۲ اور ۱۳ کی تشریح عاجز لکھتا ہے۔ عاجز حضرت شاہ ولی اللہ کی فارسی عبارت کے ترجمہ پر از وجہ اختصار اکتفا کرتا ہے۔ (مطبوعہ کتاب کے صفحہ چالیس اور اکتالیس کو ملاحظہ کریں)

(از درویشے) اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے واسطے ہے، قبول نہ کیا جائے کیونکہ یہ ہر ابلغ نفس و شیطان کا بنایا ہوا ہے۔ اس اُمت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لئے اولیاء اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لئے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے، حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور انتظام امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے کیونکہ اس کا یہ فعل از راہ نفسانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھو لو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدارِ بحث اور تحقیق ہیں۔ ایک لفظ درویش ہے دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لو خدا سے لگ گئی ہو۔ اور الہام دل میں اچھے خیال آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہید کے مکتوب ۲۶ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۲۸ میں ہے۔ اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔

"مصلحت وقت کے مدنظر یہ تھی کہ اس رکنِ اعظم جہاد کا قائم رہنا، شریعت کی رُو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے ۱۲ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۴۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام مشائخ عظام اور قابلِ احترام شہزادوں اور صاحب حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ اس خاکسار، ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی۔"

ایسے الہامات و اشارات کو جو محض سلطانی خیال ہوں۔ حضرت

قدس سرہٗ مکتوب ۲۹۱ از دفتر اول میں معلول قرار دیتے ہیں۔ کاش درویش صاحب (جناب سید احمد) اور ان کے رفقار کار حضرت شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد سراسر رشاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیتے۔ شاہ ولی اللہ کی وفات کے چھیاسٹھ سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا ہے۔ کاش سید صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا بھی ذکر اس دوسرے مکاشفہ کے ساتھ کر دیتے۔ [1]

مولانا عبید اللہ سندھی نے حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کے مقدمہ کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی۔ اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے۔

ملفوظ ۱۳۱۔ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے دروازے کے پٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنھوں نے آپ کی ایذا رسانی میں کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا، تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہم کہتے ہیں۔ اَخٌ کَرِیْمٌ۔ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ شاید تمہارا مقصد یوسف کا قصہ دُہرانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ کچھ الزام نہیں تم پر آج، بخشے اللہ تم کو، اس بات کے سُنتے ہی سارا مکر وحسد ان کے دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرقِ عادت کا تحفہ تھا جو لُطف وصفا کے طریقہ سے بلا شک ظاہر ہوا۔ اس خرق عادت کی اصل زہرہ کی قوت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوش مار کر نکلی اور اس نے زہرہ کی اُن قوتوں کو جو نفوسِ اہلِ مکہ میں کا خزانہ پوشیدہ تھیں ہیجان میں ڈال دیا۔ پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معالجہ کیا اور کیا ہی عمدہ واعلیٰ انجذاب اور خوشی وراحت ومسرت کا ظہور ہوا۔

ایسا ہی معاملہ وہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بعض معینہ امور (خفیہ راز) سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفسِ مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی

---

[1] سید صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب اتحاف النُّبَلَاء مطبوعہ نظامی کانپور در ۱۲۸۸ھ کے صفحہ چار سو تیس، اکتیس میں القول الجلی کی عبارت نقل کرکے لکھا ہے "مصداق ایں آگاہی بظاہر وجود ہر دو نواسۂ شاہ عبدالعزیز دہلوی است مولوی محمد اسحاق ومحمد یعقوب کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند وسالہا بر احیائے روایت حدیث با اہل عرب وعجم پرداختند"۔

طرح وہ سب کے نفس پر گری اور وہ سب کی رعونت اور عیاشت یک سر جل گئی۔

اسی طرح کا قصہ شاہ مرزبانی اور ہند زوجۂ ابوسفیان کا ہے۔ یہ سب قوت زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحب دولت کے نفس سے متعلق ہے اور دوسروں کے چھپے ہوئے تواردکی ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم دکھاتی ہے۔

اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے ڈگنی آفتابی قوت سے گھل مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مارکر نکلی اور غالب کو اپنا مطیع کرلیا اور ایک مہینے کی مسافت تک آپ کا رعب طاری کردیا۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت، زہرہ کی قوت، زحل کی قوت، عطارد کی قوت سے گھل مل گئی۔ گھل کر جیسے تمہیں جزو واحد۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزو یہ سب مل کر ایک شے ہوگئیں اور اس نے تمام عالم میں مسخر کرلئے، مالوف کرنے، حکم نافذ کرنے اور ایک شریعت کا تختہ پھیلا دیا۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی حقیقی وابستگی طریقت میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے، لیکن اجازت دیگر سلاسل سے بھی ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلۂ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان ولایت کبریٰ تک ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایۃ النہایہ تک اس کا بیان کیا۔ اور آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق کے اجزاء شامل ہیں۔ اور فرمایا کہ عالم امر کے اجزاء نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں مکین ہیں۔ یہ نورانی اجزاء ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھے ہیں اور جب خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے یہ اجزاء اپنی نورانیت حاصل کرلیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزاء ساحت سینہ سے پرواز کرکے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو کہ عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزاء کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس نئے سلسلہ کا تفصیلی بیان عاجز کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ آپ کے اس مبارک مکشوف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان پانچ نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسرے نورانی طاقتوں کے اجزاء سے بھی انسان کے سینہ کو صیقل اور مجلیٰ قرار دیتے ہیں۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت ۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ = ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی آیات افقوں میں

اور اُن کے نفسوں میں یہ دلائلِ قدرت میں سے جو کچھ عالمِ کبیر میں ہے اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے۔

نے فلک راست مسلّم نہ ملک را حاصل — آنچہ در سرِّ سویدائے بنی آدم است

کچھ دن پہلے کتاب "القول الجلی" پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کاکوروی کا دہلی کے مجلہ قاری میں چھپا تھا، ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز سے کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیراتِ کواکب کا بیان کیا ہے اور یہ سب کچھ مناسب نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشوف بعض دیگر فضلاء کی نظر سے بھی گزرا اور انھوں نے اس کشوف (نیز بعض دیگر مکشوفات) کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں اس عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا مکتوب آیا اور انھوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے ان کو تحریر کیا کہ کسی کی تالیف میں کمی بیشی کا تصرف ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل کی بُرائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولانا اسماعیل کے پیروان اس کام میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید، اوروں کی کتابیں، حضرت مجدّدالفِ ثانی، ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابر کے احوال میں خوب ہی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسماعیل کا ہم خواب کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب القول الجلی کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنا بریں اس سلسلہ میں عاجز کچھ لکھتا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی دوشنبہ ۹ شوال ۶۷۱ھ نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں "فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا" کے بیان میں لکھا ہے: "قال القشیری أجمعوا علی أنّ المراد الملائكة وقال الماوردی فيه قولان، أحدهما الملائكة قاله الجمهور والقول الثانی هی الكواكب السّبعة حكاه خالد بن معدان عن معاذ بن جبل" قشیری نے کہا ہے کہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ "المدبرات امرًا" کام کی تدبیر کرنے والے فرشتے ہیں۔ اور ماوردی نے کہا ہے کہ "المدبراتِ امرًا" کے بیان میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں وہ فرشتے ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے۔ اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں۔ اس قول کو خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبل سے بیان کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیرِ عالم کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے اگرچہ تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے۔ چونکہ یہ کام نجوم (سیارات) کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لئے نجوم کو مُدبّرات

فرمادیا یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی جلد ۳۰ صفحہ ۲۸ میں وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا سے فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا تک کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان کا تعلق سیاروں سے ہے۔ لکھا ہے کہ حسن، قتادہ، اخفش، ابن کیسان، ابو عبیدہ نے والنازعات غرقا کا حمل نجوم (سیاروں) پر کیا ہے اور ابن عباس، حسن، قتادہ اور اخفش نے والناشطات نشطا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور حسن، قتادہ نے والسابحات سبحا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور المدبرات امرا کا حمل نجوم پر معاذ سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کواکب (سیارات) کی طرف مجازی ہے۔

علامہ محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ "سل الحسام الہندی" میں جو کہ اُن کے مجموعہ رسائل کے دوسرے حصہ میں ہے لکھا ہے۔

قال الامام المرغینانی، صاحب الہدایۃ فی کتابہ مختارات النوازل واما علم النجوم فھو فی نفسہ حسن غیر مذموم۔ یعنی فقہ میں کتاب ہدایہ کے مولف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات نوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک سیارات کی قوتِ فعالہ نورانی طاقت ہے اور ان نورانی طاقتوں سے انسان کا سینہ معمور ہے۔ اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آماجگاہ تجلیات و انوار ہیں، ان طاقتوں سے بحکمِ الٰہی کام لیتے ہیں۔ آپ کے بیان پر کوئی ایراد وارد نہیں ہوتا، اسرار و معارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے نیک بندے کرتے رہیں گے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

۲۴۔ مقدمہ تصوف حصہ اول۔ یہ کتاب محترم گرامی ڈاکٹر سید وحید اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے نو مقالات کا مجموعہ ہے۔ جناب ڈاکٹر کا ذکر جناب ڈاکٹر محمد عبد الستار خاں صاحب صدر شعبۂ عربی عثمانیہ یونیورسٹی سے سنا تھا۔ اتفاق سے آپ کا مکتوب آیا اور آپ نے اپنے مجموعہ مقالات کو کتابی شکل میں طبع کرانے کے ارادے سے آگاہ کیا اور خواہش کی کہ یہ عاجز مقدمہ لکھ دے۔ اس وقت عاجز کو اپنے دسویں دادا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا خیال آیا کہ آپ نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں حضرت اشرف الدولہ سمنانی کے اقوال نقل کئے ہیں

اِس خیال کے آجانے سے الأرواحُ جنوُدٌ مجنّدة فمَا تعَارفَ منها ائتلَفَ کی شکل پیدا کردی اور عاجز نے جناب ڈاکٹر صاحب کی خواہش پوری کرنے کا قصد کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے تینتیس ۳۳ صفحات کا مقدمہ لکھ کر عاجز نے یہ تاریخی قطعہ کہا ؎

وحیدِ اشرفی حیاکَ رَبّی	تصوف را چہ خوش تعبیر کردی
دُرَرہا را بسفتی در کلامت	غُرَربادا۔ بگو سالِ طباعت

۱۴۳۰۸

کتاب کی طباعت کے بعد ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عافیت سے رکھے۔ مَا تعَارَفَ مِنهَا ائتلَفَ کی صورت ظاہر ہوئی۔

۲۵۔ کتاب امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ نعمان کوفی۔ یہ مبارک کتاب چار سال سے زیرِ تالیف ہے۔ دل و دماغ کی کمزوری اور دیگر مشاغل میں مصروفیات کی وجہ سے تاخیر پر تاخیر ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے بخیر و خوبی بہ وجہ احسن اس کام سے فارغ کرے۔

۲۶۔ عاجز نے ۱۴۰۳ھ میں یادکردِ سرگزشت موسوم بہ "ذکریاتِ ایامِ زید" لکھنی شروع کی تھی ادھوری رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اس کتاب کو بھی پورا کرائے۔

ان کے علاوہ دو بیاضیں ہیں۔ ایک عربی فارسی کی اس کا نام نجعۃ الادیب و سفرۃ اللبیب ہے۔ دوسری اُردو کی اور اس کا نام ثمرات ہے جو کہ مختارات و تحریرات کا مجموعہ ہے۔ ثمرات کی ابتدا ۱۳۷۷ھ میں ہوئی اور اس کا تاریخی نام "تحریرات ابوالحسن" ہے۔

ذوقِ سخن

۱۳۷۰ھ میں ایک دن حضرت سیدی الوالد مجی میں تفریح کو جارہے تھے۔ رامپور کے عزیزوں میں سے جناب مولوی سردار احمد وکیل صاحب مجددی اور جناب حافظ محمد یوسف صاحب مجددی ساتھ تھے۔ آپ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا "تم دونوں زید سے کیوں نہیں شعر کہلواتے"۔ یہ دونوں صاحبان خانقاہ شریف میں ٹھیرے ہوئے تھے دوسرے دن انھوں نے عاجز کو بلایا اور پانچ سات شعر کہہ کر ثروت تخلص استعمال کیا۔ پھر عصر کو تفریح کے لئے جاتے ہوئے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا "ثروت کی کیا ضرورت ہے اس کا تو نام ہی تخلص ہوسکتا ہے"۔ اس وقت یہ بات آئی گئی ہوئی۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد دل میں خیال

آنا تھا کہ اخوین کریمین بھی موجود تھے، آپ نے صرف اس عاجز کے متعلق ان دو صاحبان سے کیوں فرمایا اور پھر تخلص بھی تجویز فرما دیا۔ آپ کا یہ ارشاد اِن شاء اللہ اثر دکھا کر رہے گا۔

یہ عاجز تیرہ سو پینتالیس اور چھیالیس میں کوئٹہ نہیں گیا کیونکہ مدرسۂ عبد الرب میں پڑھ رہا تھا ماہ ذی الحجہ میں جب عید آئی تو اچانک چند شعر زبان پر آئے جو کہ برادرِ خورد کے نام منظوم خط کی صورت میں ہیں۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے صبا تُن لے مرا بھی اِک پیام — حضرتِ سالم کو پہنچا دے سلام

اس کے بعد سے یہ عاجز احیاناً کچھ کہہ لیتا ہے۔ اور یہ کہنا اپنے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ آمد پر موقوف ہے۔ ذی القعدہ ۱۳۹۶ھ میں برادرِ محترم حضرت محمد ابو سعید صاحب مجددی کا ایک منظوم خط رانی کھیت سے اس عاجز کے نام آیا۔ اس کے ۲۸۳۔ اشعار ہیں۔ آپ نے اس محبت نامہ کا نام "کوہِ فکر" تجویز کیا ہے۔ عاجز نے جس وقت یہ ملاطفت نامہ پڑھا۔ آمد شروع ہو گئی اور چار دن میں ۲۴۰ شعر فارسی میں نظم ہو گئے اور چونکہ یہی عدد لفظِ قمر کے ہیں اس لئے عاجز نے ان کو تحریر کیا "قمرے بر کوہِ فکر طلوع نمودہ" اس نظم کے ابتدائی چند شعر درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد گویم مر خدائے پاک را — نعت خوانم سید لولاک را

نامۂ رنگیں و فاخر آمدہ — از بیانش وصف قاصر آمدہ

زِ ابتدا تا انتہا نظم است کُل — می نماید دستۂ خوش رنگ گُل

مثلِ مروارید شعرش آبدار — دو صد و ہشتاد و سہ اندر شمار

ہر کہ خواند لطف اندوزد تمام — فجر[1] آمد بس دلیلِ ایں کلام

از عدد تعدادِ آں معلوم شد — وز حروفش سہ لغت مفہوم شد

اکثرش آمد بہ حرف اُردوی — کمترش اندر زبانِ پہلوی

چند شعرش در زبانِ تازی است — توسنِ فکرش خجے در بازی است

در حلاوت ہست اَعلیٰ از نبات — در لطافت خوش تر از آبِ حیات

در روانی خوب تر از آبِ جُو — در معانی بس جمیل و بس نکو

---

[1] فجر کے عدد ۲۸۳ ہیں۔ اس میں اشارہ کوہِ فکر کے اشعار کی طرف ہے کہ وہ ۲۸۳ ہیں اور فجر کے تین حرف ہیں۔ اس میں اشارہ تین لغت کی طرف ہے کہ یہ نامہ تین لغات میں ہے۔ یعنی اردو فارسی اور عربی میں۔

جمعہ ۹ر شعبان ۱۳۵۹ھ کو شملہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ دینِ حنیف کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کا متبع ہو گیا تھا۔ اس واقعہ نے قلب پر اثر کیا اور یہ چند شعر زبان پر آگئے۔

مَا لِهٰذَا تَرَكَ الإِسْلَامَا ۔۔۔ بَعْدَ أَنْ بَانَ لَدَيْهِ فَضْلُهُ

وَهَلِ الدِّينُ الْحَنِيفُ يُتْرَكُ ۔۔۔ إِيْ وَرَبِّيْ إِنَّ هٰذَا جَهْلُهُ

مَا الإِسْلَامُ وَأَدْيَانٌ أُخَر ۔۔۔ هَلْ يُسَاوِيْ رَأْسَ ثَوْبٍ ذَيْلُهُ

رَضِيَ اللّٰهُ بِهِ دِيْنًا كَمَا ۔۔۔ قَالَ فِي الْقُرْآنِ وَهُوَ قَوْلُهُ

وَكَفٰى فَخْرًا بِأَنْ يَخْتَارَهُ ۔۔۔ مَنْ لَهُ الأَمْرُ وَلَا نِدَّ لَهُ

اسی زمانہ میں چند مسلم خواتین کو شملہ میں دیکھا جن کے جسم کا بیشتر حصہ عریاں تھا اور جس حصہ پر کپڑا تھا وہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ افسوس ہوا اور یہ چند شعر زبان پر آگئے۔

هَلْ نِسَاءٌ مُسْلِمَاتٌ ۔۔۔ هٰذِهٖ أَمْ طَالِحَاتٌ

كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ ۔۔۔ بِالْفُسُوقِ جَاهِرَاتٌ

بِنَفِيْسٍ وَبِنَفْسٍ ۔۔۔ لِلْمَلَاهِيْ بَاذِلَاتٌ

أَسَفًا هُنَّ عَنِ الْخَيْـ ۔۔۔ ـرِ تَمَامًا رَاغِبَاتٌ

وَإِلَى الشَّرِّ صَبَاحًا ۔۔۔ وَمَسَاءً مَائِلَاتٌ

قَدْ عَصَيْنَ اللّٰهَ جَهْرًا ۔۔۔ هُنَّ حَقًّا فَاسِقَاتٌ

كَيْفَ يَرْجُنَّ رِضَى اللّٰـ ۔۔۔ ـهِ وَهُنَّ عَاصِيَاتٌ

لَعَنَ اللّٰهُ عَلَيْهِنَّـ ۔۔۔ ـنَ كَمَا يَرْوِيْ ثِقَاتٌ

۱۳۵۷ھ میں عاجز نے محقق فاضل جناب الیاس برنی جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیراً کی کتاب "قادیانی قول و فعل" اور دوسری کتاب "قادیانی مذہب" کا مطالعہ کیا۔ اور جب غلام احمد قادیانی کا یہ قول دیکھا۔

انبیا گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بہ عرفاں نہ کمترم ز کسے

آنچہ داد ست ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بہ تمام

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں ۔۔۔ ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

بے ساختہ زبان پر آیا۔

اے غلامِ قادیاں بشنو زمن ۔۔۔ نیست در دنیا لعینے غیر تو

دشمنِ اسلام گشتی بے خرد　　بہرِ کافرجاں دہی ہم آبرو
کافر و مرتد شدی از بہرِ زر　　در بدر گشتی برایش سو بسو
لَیْسَ بَعْدَ الْکُفْرِ ذَنْبٌ یَا غُلَام　　اِنَّ ھٰذَا الْقَوْلَ حَقٌّ فَاسْمَعُوْا
دعوائے اِلہام کردی اوّلیں　　باز آمد وَحْیِ لندن درجلو
مُلہمت ابلیس و مُوحی شد فرنگ　　پُر ز خمرش جام کردی ہم سُبو
توتیائے چشم کردی خاکِ در　　وز قلامی طوقِ لعنت درگلو
تا نہالِ کافراں درمُلکِ ہند　　بیخ گیرد، نشو یابد ہم نمو
ہر زماں در قالبے کردی ظہور　　گاہ راہب، گاہ پنڈت، گرگرو
مہدی و عیسٰی شدی پسترنبی　　راست گو ابلیس در دنیاست کو
گر نہ دانی با تو گویم راز را　　تا نہ مانی مُدّتے در جستجو
نیست شیطاں اندریں عالم کسے　　غیر شخصت نیک دانم ذاتِ او
ار کسے انکار آرد گویمش　　تا بہ کے چون و چرا دیں گفتگو
قول و فعلِ قادیاں مذہبِ بجوں　　تا بدانی شاہدانِ عدل دو
باز ہم انکار آرد گویمش　　دور شو از من کہ ہستی زشت خو
مرتد و کافر شدی تَبَّتْ یَدَاک　　لعنتِ حق دائما بر فرقِ تو

عربی اور فارسی کلام

عاجز کا میلان ابتدا میں اردو کی طرف تھا۔ اسی دَوران میں عاجز مصر گیا۔ وہاں سے ۲۵ر شوال ۱۳۵۴ھ ۲۰ر جنوری ۱۹۳۶ء کو واپسی ہوئی۔ افغانستان کے رفقائے قدیم کثرت سے آئے۔ ان کی وجہ سے فارسی اور عربی کی طرف میلانِ خاطر ہوا۔ چنانچہ بفضل اللہ اُن ہی دنوں میں ایک قطعہ ایک سو چھیالیس شعر کا موسوم بہ "نغمۂ ہجراں" اور دوسرا قطعہ انیس شعر کا موسوم بہ "تاریخ بیکسیاں" نظم ہوئے اور بعد میں مخلصینِ پاک نہاد کے اصرار پران دو قطعات کو "اشکِ غم" کے نام سے طبع کرایا۔ اس رسالہ کا مقدمہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد از حمد و صلاۃ بندۂ ضعیف زید ابوالحسن فاروقی مجددی در خدمت اہلِ دانش عرض می نماید، در زمانے کہ عاجز در مصر بودہ حادثۂ عظیمہ و واقعۂ الیمۂ کوئٹہ بلوچستان وقوع یافت کہ باعثِ ہلاکت جمعے و فلاکت خلقے گشت، عطوفت پناہ جناب والدۂ ماجدہ مع

سر نواسہائے خود، نورِ چشم ابوالمجد عبدالرحمٰن و عائشہ بیگم و زینب بیگم کہ اولادِ حضرت برادر کلاں اند، حفظہ اللہ وابقاہ، بہ مرتبۂ شہادت رسیدہ پیش حضرت ایزد متعال شتافت، اگرچہ برائے ایشاں ایں انتقال موجب علو درجات و وفور برکات گشت ولے برائے پسماندگان سبب حزنِ عظیم و ابتلائے جسیم بود کہ بہ جز صبر و تسلیم و رضا علاج دیگر نہ داشت۔

هَنِيئاً لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهُمْ　　وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

چوں عاجز از مصر بہ مَسْقَطِ رَأسِ خود باز گشت، برائے دیدِ آں دیارِ مصائب شعار و زیارت ضرائح عزیزاں و ملاقات یاراں عزم نمود، وقتے کہ قدم برآں سرزمیں نہاد، آثارِ بربادی بہ نوعے دید کہ از تصوّرش تن بہ لرزہ آمد، شہرے کہ بہ جمال و رعنائی خود عروس البلاد بودہ، درصورتِ خرابات ظہور کردہ، مَعَالِمش مَجَاہِل و مَحَاسِنش مساوی گشتہ، کسانے کہ از ناز و نعم متحمّلِ بارِ نرگس نہ می شدند، زیرِ تودہائے خاک عظام بالیہ گشتہ اند و بہ لسانِ حال زائرین را می گویند۔

"اے مُنعِم غافل وا اے طالبِ جاہل، دریں دیارِ خموشاں چہ تگ و پُو می کنی و تلاش چہ داری، نہ می دانی کہ زیرِ ہر قدمت عظام آں کسانند کہ بہ صد شان و شکوہ ایّام خود دریں دیار بسر می بردند و ہیچ گرم و سرد زمانہ نہ دیدہ بودند کہ دفعۃً صَرصَرِ حوادث وزید و احوال ایشاں بہ ایں منوال رسید کہ تو بر جماجم ایشاں اقدام می نہی"

وقتے کہ عاجز احوال آں دیار بہ ایں منوال دید، اشعارِ ابوالعلاءِ مَعَرّی بہ یادش آمد و در دلِ خود اندیشید کہ شاید آں شاعرِ مُفلقِ بصیر احوال ایں دیارِ ہلاکت آثار دیدہ، اشعار مندرجہ ذیل گفتہ است۔

خَفِّفِ الْوَطْءَ مَا أَظُنُّ أَدِيمَ الْـ　　أَرْضِ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَجْسَادِ

وَقَبِيحٌ بِنَا وَإِنْ قَدُمَ الْعَهْـ……ـدُ هَوَانُ الْآبَاءِ وَالْأَجْدَادِ

سِرْ إِنِ اسْتَطَعْتَ فِي الْهَوَاءِ رُوَيْداً　　لَا اخْتِيَالاً عَلَى رُفَاتِ الْعِبَادِ

اگرچہ قیام عاجز دراں دیار چند روزہ بود ولے اثرے کہ ازاں ناتج شد در سُویدائے قلب قرار گرفت و بِمَا بَعْدُ درصورتِ "نغمۂ ہجران" و "تاریخ بے کساں" ظہور کرد، ہرچند کہ عاجز از نکاتِ شاعری دور بودہ، و کلامش شایانِ تشہیر و قابلِ تذکیر نہ بود، ولے اصرار احباب مجبور ساخت کہ آں را طبع کردہ سَلْوَۂ مہموم و تحفۂ مغموم سازد، اگرچہ عاجز در اجابتِ طلب ایشاں لیت و لعل کرد و کار بہ تسویف گرفت اما عزم راسخ ایشاں مجبور ساخت کہ آں را

طبع نماید، چوں کہ ایں دو نظم چناں کہ از اسمارِ تاریخیش ظاہر، غیر از داستانِ رنج والم و بیانِ دردو غم چیزے دیگر نہ بودہ، لہٰذا عاجز مجموعۂ آں ہر دو قطعات را موسوم بہ "اشک غم" گردانید تا مظہر حقیقت و معلن سال طباعت باشد و تطییبًا لِخَوَاطِرِ الاَحِبَّۃِ قصدِ طباعتش نمود و گفت۔

بہرِ تذکارِ عزیزاں چند بیت	زید کرد انشاد از درد و الم
نقل کرد احوال پیر و مرشدش	وز مآلِ کوئٹہ کردہ رقم
ذکر کرد آفات زلزالِ عظیم	تاکہ غافل را بود پند و حکم
درخطابے کرد ارسالش بہ شوق	پیش آں حضرت بلالِ محتشم
تاکہ اصلاحش کند عالی جناب	نظم گردد پاک از جملہ سقم
چوں بہ گوشِ دوستاں ذکرش رسید	شوقِ طبعش گشت شاں زا یکقلم
گرچہ وے تسویف کرد اندر عمل	شوق ایشاں گفت کَلَّا لَاجَرَم
زاں فرستادش بہ مطبع قائلاً	لَا اَرَاھُمْ مَا یَسُوْءُ ذُوا النِّعَمْ

ہاتفِ غیبی چو از طبعش شنید
کرد عنوانش مقرر "اشکِ غم" ۱۳۶۱ھ

(ترجمہ) حمد و صلاۃ کے بعد بندۂ ضعیف زید ابوالحسن فاروقی مجددی اہلِ علم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں عاجز مصر میں زیرِ تعلیم تھا، کوئٹہ، بلوچستان میں زلزلہ کا عظیم حادثہ اور تکلیف دہ واقعہ پیش آیا جس سے ہزارہا افراد ہلاک اور تباہ و برباد ہوئے۔ شفقت و مرحمت پناہ والدۂ ماجدہ مع اپنے تین پوتے پوتیوں، ابوالمجد عبدالرحمان، عائشہ بیگم، زینب بیگم جو کہ میرے برادرِ بزرگ کی اولاد تھی درجۂ شہادت کو پہنچ کر دربارِ خداوندی میں حاضر ہوئیں، اگرچہ اُن کا انتقال ان کے لئے درجات کی بلندی اور برکتوں کا باعث بنا، لیکن پسماندگان کے لئے بڑے رنج و اندوہ کا سبب ہوا، مگر بجز تسلیم و رضا کے کوئی چارہ نہ تھا۔

نعمت والوں کے لئے ان کی نعمتیں مبارک اور عاشق مسکین کیلئے وہ غم کے گھونٹ جو پیتا ہے۔

جب یہ عاجز مصر سے وطن لوٹا تو اس دیارِ ہلاکت آثار کے دیکھنے اور عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے اور دوستوں کی ملاقات کرنے کا ارادہ کیا اور جب اس عاجز نے اس سرزمین پر قدم دھرا، اس طرح کی بربادی دیکھی کہ اس کے خیال سے بدن کانپ اٹھا، وہ شہر جو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے شہروں کی دُلہن کہلاتا تھا ملبہ کا ڈھیر تھا۔ اس کے جانے پہچانے مقامات نابود اور اس

کی خوبصورتی ناپید تھی، وہ لوگ جو ناز و نعمت کی وجہ سے اپنے بدن پر مکھی بھی نہ بیٹھنے دیتے تھے وہ آج مٹی کے ڈھیروں کے نیچے پُرانی ہڈیاں بن چکے ہیں اور دیکھنے والوں کو زبانِ حال سے کہتے ہیں۔

اے غفلت میں پڑے ہوئے ناز پروردہ اور اے مبتلائے جہالت تلاش کرنے والے اس شہرِ خاموشاں میں کیا دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور کیا تلاش کر رہا ہے، تُو نہیں جانتا کہ تیرے قدموں کے نیچے اُن لوگوں کی ہڈیاں ہیں جنہوں نے ہزار شان و شوکت اور دبدبہ سے اس شہر میں زندگی بسر کی تھی اور ان کو زمانہ کے گرم و سرد کی کچھ خبر نہ تھی۔ اچانک حوادث کی آندھی آئی اور اُن کے یہ احوال بن گئے کہ تو آج ان کی کھوپڑیوں پر قدم رکھ رہا ہے۔

جب اس عاجز نے یہ احوال دیکھے، ابو العلاء مَعرّی کے یہ اشعار یاد آگئے اور دل میں یہ خیال آیا کہ شاید اس دانائے راز شاعر نے اس وقت کے لئے اور اس شہر کی تباہی پر کہے تھے۔

(۱) آہستہ قدم دھر، میں خیال کرتا ہوں کہ زمین کی اُوپری اُنہی جسموں سے بنی ہے۔

(۲) اگرچہ زمانہ گزر گیا ہے لیکن ہمارے لئے آباؤ اجداد کو روندنا اچھا نہیں ہے۔

(۳) اگر ہو سکے تو فضا میں آہستہ آہستہ چل نہ کہ اکڑتا ہوا انسانوں کی پُرانی ہڈیوں پر۔

اگرچہ اس عاجز کا قیام وہاں چند روزہ تھا لیکن اس کے اثرات ایسے جاگزیں ہوئے کہ بعد میں "نغمۂ ہجراں" اور "تاریخ بے کساں" کی شکل میں نمودار ہوئے۔

عاجز شاعری کے فن سے دُور ہے اور اس کے اشعار اس قابل نہیں ہیں کہ وہ چھاپے جائیں اور اُن کو مشتہر کیا جائے۔ مگر دوستوں کے اصرار نے مجبور کر دیا کہ ان کو چھاپ کر غمگینوں کی تسلّی کا سبب اور رنج رسیدہ لوگوں کے لئے تحفہ بنا دیا جائے۔ اگرچہ عاجز نے ان کی فرمائش پوری کرنے میں ٹال مٹول کی لیکن دوستوں کے پختہ ارادے نے مجبور کر دیا کہ ان کو چھاپ دیا جائے۔ ان دونوں نظموں میں سوائے داستانِ رنج و غم اور بیانِ درد والم کے اور کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ ان کے تاریخی نام سے ظاہر ہے۔ لہٰذا عاجز نے ان دونوں نظموں کے مجموعہ کا نام "اشکِ غم ۱۴۱۳ھ" رکھ دیا ہے، تاکہ حقیقت کا مظہر اور موزوں و منظوم ہونے اور ان کے چھپنے کے سال کا مُعلن رہے اور عاجز نے کہا۔

(۱) عزیزوں کی یادگاری کے لئے زید نے چند اشعار درد و غم کی وجہ سے کہے۔

(۲) اس نے اپنے پیر و مرشد کے احوال اور کوئٹہ کے انجام کا بیان کیا۔

(۳) سخت زلزلے کی مصیبت کا ذکر کیا تاکہ غافل کے لئے نصیحت بنے۔

(۴) خط میں اس کو شوق سے روانہ کردیا حضرت بلال محترم کی جانب۔

(۵) تاکہ وہ عالی جناب اس کی اصلاح کردیں اور تمام عیبوں سے اشعار پاک ہوجائیں۔

(۶) جب دوستوں کے کان میں یہ خبر پڑی اُن کو فوراً چھاپنے کا شوق پیدا ہوگیا۔

(۷) اگرچہ عاجز نے اس کام کو ٹالا، لیکن دوستوں کے شوق نے کہا: "ہرگز نہیں ضرور"

(۸) لہٰذا عاجز نے اس نظم کو یہ کہتے ہوئے مطبع بھیجدیا۔ خدا ان کو وہ چیز نہ دکھائے جو ان کو غمگین بنائے۔

(۹) غیبی فرشتہ نے جب اس کے چھپنے کی بات سنی، تو اس نے "اشکِ غم" (۱۳۶۹) اس کا عنوان مقرر کردیا۔

مَاشَاءَاللّٰہُ کَانَ عاجز نے قطعات حضرت برادر کو ارسال کئے۔ انھوں نے مطالعہ کیا۔ اور عاجز کی تحریر کو حضرت محمد حسن[۱] جان صاحب کے پاس قریۂ شابولے گئے، یہ قریہ شہر کوئٹہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر سمت غرب واقع ہے۔ آپ اپنے وقت میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کی مبارک اولاد میں کہنہ سال عالم و فاضل و صاحبِ تصانیف تھے۔ عاجز نے نغمۂ ہجراں کے آخر میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے

۱۔ ہاں سلام و احترام بیکراں	بر شفیقم محترم از من بخواں
۲۔ اُو کہ ذاتش ہست رحمت بہرِ قوم	ہاں وجودش بس غنیمت بہرِ قوم
۳۔ شیخ سندھ و زبدۂ فاروقیاں	بہرِ اولادِ مجدد سائیاں
۴۔ حضرتِ والا محمد پس حسن	عافیت باشد قرینش ہر زمن

۱۔ ہاں اے صبا میری طرف سے سلام اور بیحد احترام میرے شفیق محترم کو پہنچا۔

۲۔ وہ کہ جن کی ذات قوم کے لئے رحمت اور ان کا وجود قوم کے لئے غنیمت ہے۔

۳۔ وہ سندھ کے مقتدا اور فاروقیوں کا خلاصہ اور اولادِ مجدد کے لئے سایۂ رحمت ہیں۔

۴۔ حضرت والا کا نام محمد حسن ہے، عافیت ہر گھڑی ان کے ساتھ رہے۔

---

[۱] آپ کی ولادت قندھار میں ۲ رشوال ۱۲۷۸ھ (۱۲ راپریل ۱۸۶۲ء) میں ہوئی۔ اپنے حضرت والد اور اہل خانہ کے ساتھ آکر سندھ میں مقیم ہوگئے۔ آپ کا قیام ٹنڈہ سائیں داد نزد ٹنڈہ محمد خاں ضلع حیدرآباد سندھ میں تھا گرمیوں میں تین چار مہینے کے واسطے کوئٹہ تشریف لے آتے تھے۔ آپ کی وفات ۲ رجب ۱۳۵۵ھ (۲ جون ۱۹۳۶ء) میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت والا محمد حسن جان صاحب نے عاجز کی تحریر دیکھ کر حضرت برادر سے فرمایا: میرے چھوٹے بھائی محمد حسین[1] فاضل و کامل ہیں اور اللہ نے اُن کو سخن گوئی میں اچھا ملکہ دیا ہے میں ان کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ انھوں نے عاجز کی تحریر اپنے برادر کو ارسال کر دی۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت برادر کوئٹہ سے سمر ہل شملہ تشریف لے آئے اور ۷ جولائی ۱۹۳۹ء (جمعہ ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۵۸ھ) کو حضرت محمد حسین جان مجددی فاروقی کا منظوم مکتوب اور عاجز کی تحریر ڈاک سے ملی۔ عاجز نے ان کا کلام پڑھا اور بہ وجہ اتم ان کو اس کا مصداق پایا جو اُن کے برادر بزرگ حضرت محمد حسن جان نے "انساب الانجاب" کے صفحہ ۷ میں تحریر فرمایا ہے "بہ کمال فضائل موصوف اند طبع شعری در نہایت عذوبت دارند" آپ فضائل سے پوری طرح متصف ہیں اور آپ کی شعری طبیعت میں شیرینی بہ درجۂ اتم ہے۔"

حضرت سرہندی نے جس محبت سے اس عاجز کو یہ منظوم مکتوب ارسال کیا ہے، اس کے پیشِ نظر یہ عاجز مناسب سمجھتا ہے کہ آپ کے شیریں کلام کو ہدیۂ ناظرین کرے۔ یہ واضح رہے کہ اس وقت حضرت سرہندی کی عمر تہتر سال کی تھی اور یہ عاجز پینتیس سال کا تھا۔ اگرچہ ہندسے دونوں کے تین اور سات ہیں لیکن اولیت و آخریت کے اعتبار سے فرق ہے، ایک سات منازل طے کر چکا ہے اور دوسرے نے تین منازل قطع کئے ہیں۔ اصل دونوں کی ایک ہے، ایک اول، ایک آخر۔ حضرت مجدد ان کے بارھویں دادا اور اس عاجز کے گیارھویں دادا ہیں۔ قَدَّسَ اللّٰہُ أَسْرَارَ الْآبَاءِ الْكِرَامِ وَأَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ۔

یہ واضح رہے کہ عاجز کی اُن سے ملاقات یا خط و کتابت کبھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ "نغمۂ ہجراں" اور "تاریخ بے کساں" بہ ظاہر تعارف کا سبب بنا ہے اور در حقیقت اس کا سبب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ (روحیں فوج در فوج اکٹھی ہیں، جن کا آپس میں تعارف ہوا، ان میں الفت ہوئی اور جن میں ناواقفیت رہی اُن میں اختلاف ہوا۔

اب ناظرین حضرت سرہندی کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب منظوم حضرت سرہندی رحمہ اللہ

۱۔ قَدْ أَتَى مِنْ صَاحِبِ الْمَجْدِ الْأَصِيلِ　　خَيْرُ إِرْشَادٍ إِلَى الْعَبْدِ الضَّئِيلِ

[1] حضرت محمد حسین سرہندی کا قیام مقام نائکہ از توابع باسارہ ضلع شہر پارکر، سندھ میں تھا۔ رحمہ اللہ۔

۲۔ نَامَۂِ سِلْکِ لآلیٔ رَا مِثَال — قِطعۂِ عِقْدِ ثُرَیَّا رَا مَغِیل
۳۔ زَیْنُہٗ العَلّامَۃُ الفَردُ الذی — خَصَّہُ الرَّحْمٰنُ بِالفَضْلِ الجَزِیل
۴۔ تا کنم اصلاح لفظ و مَعنیش — تا شوم حُسنِ بیانش را دلیل
۵۔ خوردہ چوں گیرد شُہا بر آفتاب — شُبہ چوں آید زکف بر رودِ نیل
۶۔ چوں کنم اصلاح لفظ و معنیش — چوں شوم در محوِ اثباتش دخیل
۷۔ عزت و تعلیم قول از قائل است — قدرِ قرآں باشد از ربِ الجلیل
۸۔ درمیانِ شعر و شاعر نسبتے است — ہمچو خرما راست نسبت با نخیل
۹۔ لَا یَعِیبُ النَّاسُ بَدْرًا بِالکَلَف — لَا یُعَابُ الخَالُ لِلوَجہِ الجَمِیل
۱۰۔ از شکنج و عُقدَہا و پیچ و تاب — زُلفِ خوباں را نہ گوید کس فتیل
۱۱۔ عیب خوبانش نیاید در نظر — واں کہ چشمش از محبت شد کحیل
۱۲۔ از نِکویاں ہرچہ آید آں نِکو است — بر چنیں دعوی نمی باید دلیل
۱۳۔ کس کند تعبیر شعرش را شعار؟ — کس شود حسنِ بیانش را مُزِیل؟
۱۴۔ زاں سبب اصلاح با لمدحش کنم — تاکہ بر طبعے کسے نفتد ثقیل
۱۵۔ تا بہ معنای قریب آید کرب — تا ز اوزان صفت باشد فعیل
۱۶۔ تا معطر صحن باغ از بوئے گل — تا مُشَرَّف چاہِ زمزم از خلیل
۱۷۔ در روانی باد طبعت جویبار — در حلاوت باد شعرت سلسبیل
۱۸۔ تا دہد مر تلخ کاماں را شکر — تا دہد مر تشنہ جاناں را سبیل
۱۹۔ از کلامِ حافظِ شیریں مقال — در قلم آرم سہ بیتِ بے عدیل
۲۰۔ حُسن ایں نظم از بیاں مستغنی است — بر فروغِ خور بجوید کس دلیل
۲۱۔ معجز است ایں شعر یا سحرِ حلال — ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل
۲۲۔ کس نہ داند گفت شعرے زیں نمط — کس نیارد سُفت دُرے زیں قبیل

۲۳۔ نظمِ سرہندی بہ وصفِ شعر تو
بادچوں طومار او صافت طویل

ترجمہ

۱۔ بندۂ حقیر کے پاس بہترین رہنمائی اصل بزرگ کی جانب سے آئی۔

۲۔ وہ گرامی نامہ جو موتیوں کی لڑی جیسا ہے۔ وہ خط جو عقدِ ثریا کی طرح ہے۔
۳۔ علامہ زید کی جانب سے جو منفرد شخصیت ہیں جس کو خدا نے گھنے فضل کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔
۴۔ تاکہ میں اس کے الفاظ اور معانی کی اصلاح کروں۔ تاکہ میں اس کے حسنِ بیان کی دلیل بنوں۔
۵۔ سُہا (ستارہ) سورج پر کیسے نکتہ چینی کرے۔ دریائے نیل پر جھاگ سے کیسے شُبہ پیدا ہو۔
۶۔ میں اس کے الفاظ و معانی کی اصلاح کیسے کروں۔ میں اس کے لکھے کے مٹانے میں کیوں دخل دوں۔
۷۔ قول کی عزت اور تعظیم قائل کی وجہ سے ہے۔ قرآن کی عزت ربِ جلیل کی جانب سے ہے۔
۸۔ شعر اور شاعر میں باہمی ایک نسبت ہے۔ جیسے کھجور کو کھجور کے درخت سے نسبت ہے۔
۹۔ جھائیوں کی وجہ سے لوگ چاند پر عیب نہیں لگاتے ہیں۔ تل کو خوبصورت چہرے کے لئے معیوب نہیں کہا جاتا۔
۱۰۔ گرہوں اور شکنوں اور پیچ و تاب کی وجہ سے حسینوں کی زُلف کو کوئی رسّی نہیں کہتا ہے۔
۱۱۔ معشوق میں عیب اس شخص کو نظر نہیں آتا جس کی آنکھ محبت سے سُرمگیں ہو۔
۱۲۔ بھلوں سے جو سرزد ہو وہ بھلا ہے۔ اس دعوے پر دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔
۱۳۔ ان کے اشعار کو کون تغیر کر سکتا ہے۔ اُن کے حُسنِ بیان کو کون زائل کر سکتا ہے۔
۱۴۔ اس لئے میں تعریف کے ذریعہ اس کی اصلاح کرتا ہوں تاکہ کسی کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔
۱۵۔ تا وقتے کہ کَرَب قُرب کے معنیٰ میں آئے۔ جب تک کہ فَعِیل صفت کے اوزان میں سے رہے۔
۱۶۔ جب تک کہ باغ کا صحن پھول کی خوشبو سے معطّر ہے۔ جب تک کہ چاہ زمزم حضرت خلیل اللہ کی وجہ سے مشرف ہے۔
۱۷۔ روانی میں آپ کی طبیعت نہر بنے۔ آپ کے اشعار مٹھاس میں سلسبیل ہوں۔
۱۸۔ تاکہ کڑوے حلق والوں کے لئے شکر بنیں۔ تاکہ پیاسوں کے لئے شربت بنیں۔
۱۹۔ شیریں کلام حافظ (شیراز) کے کلام سے تین بے مثال شعر لکھتا ہوں۔
۲۰۔ اس نظم کی خوبی بیان سے بے نیاز ہے۔ سورج کی روشنی پر کون دلیل تلاش کرتا ہے۔
۲۱۔ یہ شعر معجزہ ہیں یا حلال جادو۔ اس کلام کو غیبی فرشتہ لایا ہے یا جبرئیل۔
۲۲۔ اس طرز پر شعر کہنا کسی نے نہیں سیکھا ہے۔ اس طرح کے موتی کوئی نہیں پرو سکتا۔
۲۳۔ سرہندی کی نظم آپ کے شعروں کی تعریف میں بہت سی خوبیوں کے صحیفہ کی طرح بنے۔

ابوالحسن زید کا منظوم جواب

۱۔ قَدْ أَتَتْ مَا أُلْكَةٌ مَنْظُومَةٌ	مِنْ بَلِيغٍ ذِي صِفَاتٍ بَاهِرَه
۲۔ قِطْعَةٌ مُزْدَانَةٌ فَتَّانَةٌ	لَا تُضَاهِيهَا الْعُيُونُ السَّاحِرَه
۳۔ كُلُّ شِعْرٍ وَرْدَةٌ فِي حُسْنِهِ	كُلُّ لَفْظٍ مِثْلُ دُرٍّ فَاخِرَه
۴۔ بَهْجَةُ الْأُسْلُوبِ مِنْ مِيزَاتِهَا	دِقَّةُ التَّعْبِيرِ فِيهَا ظَاهِرَه
۵ إِنَّهَا مِنْ حُسْنِ سَبْكٍ أَصْبَحَتْ	فِي سَنَاهَا كَالْبُدُورِ السَّافِرَه
۶۔ كَمْ مِنَ الْأَمْثَالِ فِي طَيَّاتِهَا	لَأْلَأَتْ مِثْلَ النُّجُومِ الزَّاهِرَه
۷۔ وَاحْتَوَتْ مِنْ حَافِظٍ أَشْعَارَهُ	نَشْوَةُ الشِّيرَازِ جَاءَتْ آخِرَه
۸۔ يَا لَهَا مِنْ نَبْعَةٍ فَيَّاضَةٍ	ضَارَعَتْ حُسْنَ الْعُيُونِ السَّاهِرَه
۹۔ كَيْفَ لَا تَسْمُو إِلَى الْمَجْدِ وَقَدْ	هَذَّ بَهَا اللَّوْذَعِيُّ النَّادِرَه
۱۰۔ مَنْ حُسَيْنٌ ذُو ذَكَاءٍ نَالَ مِنْ	كُلِّ عِلْمٍ بِسِهَامٍ وَافِرَه
۱۱۔ قَالَهَا فِي مَدْحِ أَشْعَارِ الَّتِي	قُلْتُهَا فِي ذِكْرِ يَوْمِ الدَّائِرَه
۱۲۔ رَفَعَ الْمَدْحُ قَصِيدِي شَانَهُ	فَلَهُ مِنِّي مَدْحٌ عَاطِرَه

۱۳۔ وَلْيُرِ قِلْهُ الْإِلٰهُ دَائِمًا
فِي الْهَنَاءِ وَالنِّعَمِ الْغَامِرَه

ترجمہ

۱۔ روشن خوبیوں والے بلیغ کی جانب سے منظوم خط پہنچا۔
۲۔ حسین قیمتی خوبصورت اشعار ہیں جادوگر آنکھیں بھی اس جیسی نہیں ہیں۔
۳۔ ہر شعر اپنے حسن میں گلاب کا پھول ہے۔ ہر لفظ قیمتی موتی کی طرح ہے۔
۴۔ انداز کی خوبی اُن کا امتیاز ہے۔ تعبیر کی نزاکت اُن میں روشن ہے۔
۵۔ وہ بناوٹ کے حسن کی وجہ سے اپنی چمک میں روشن چاندوں کی طرح ہیں۔
۶۔ اُن کی تہوں میں بہت سی ضرُوبُ الامثال ہیں جو روشن ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔
۷۔ اُن کا منظوم مکتوب مشتمل ہے حافظ کے اشعار پر اور شیراز کی مستی آخر میں آئی ہے۔
۸۔ کیا ہی اچھی بہتی ہوئی اصل ہے جو نیم خواب آنکھوں کے حسن کے مشابہ ہے۔
۹۔ اُن کا یہ منظوم قطعہ بڑائی کی طرف کیوں نہ بلند ہو جبکہ اس کو نادر روزگار ذہین نے مہذب کیا ہے

۱۰۔ وہ کون ہیں؟ حُسَین ہیں جو ذہین ہیں جنھوں نے ہر علم سے مکمل حصہ پایا ہے۔
۱۱۔ انھوں نے میرے اُن اشعار کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں جو میں نے مصیبت کے دن کے بارے میں کہے ہیں۔
۱۲۔ اُن کی تعریف نے میرے قصیدے کی شان بلند کردی تو اُن کے لئے میری جانب سے خوشبو دار تعریفیں ہیں۔
۱۳۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ باقی رکھے خوشی میں اور گھنی نعمتوں میں۔

حضرت سرہندی رحمۃ اللہ کا منظوم قطعہ جمعہ ۱۸ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ موافق ۷؍ جولائی ۱۹۳۹ء کو ڈاک سے ملا۔ عاجز نے منظوم عربی قطعہ یکشنبہ ۵ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۵۸ھ ۲۳ ؍ جولائی ۱۹۳۹ء کو ارسال کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس دوران میں فاضل و ادیب جناب صلاح الدین خان سلجوقی جنرل قونصل مملکتِ خداداد افغانستان عاجز کے پاس آئے اور انھوں نے حضرت سرہندی کا منظومۂ فارسی اور عاجز کا منظومۂ عربی پڑھا اور خوش ہوئے اور دو دن بعد پھر آئے اور اپنا منظومہ ۲۷ شعر کا لائے پہلے عاجز کو سُنایا اور پھر وہ تحریر عاجز کو دی جس کو اب انچاس[۴۹] سال کے بعد یہ عاجز طبع کرا رہا ہے۔

اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جناب سرہندی اواخر ماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اس عاجز سے ملنے دہلی تشریف لائے اور مل کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی شفقت اور محبت یاد آتی رہتی ہے اس کے بعد نہ کبھی ان سے ملاقات ہوئی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ ان کی وفات کب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور آپ کو أُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ کے زُمرے میں شامل کرے۔

قطعہ صلاح الدین خان سلجوقی

رحمہ اللہ

إِذَا السَّاعَةُ اقْتَرَبَتْ يَا لَهَا
وَزُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا
امرؤ القیس

۱۔ شبے بود تاریک چوں چاہ ویل[۱] — فرو ہشتہ ظلمت بہ آفاق ذیل
۲۔ غبارِ سیہ خفتہ بر کوہسار — خزانِ اجل رفتہ بر مرغزار[۲]

منہ [۱] ویل نام وادی است از دوزخ۔ [۲] مرغزار بروزن شہسوار بمعنی جائے سبزہ و ریاحین۔

۳. جبین افق ز ابرها خورده چین　　طبیعت به خشم آمده بر زمین

۴. شده تیغ بهرام[1] آمیخته　　زحل مشئمت بر زماں ریختہ

۵. ستاره به چشمک سخن می کند　　خبر خلق را از شجن می کند

۶. ولے خلق در خواب سنگیں بُدند　　هم آغوش احلام رنگیں بودند

۷. دلِ دهر از کینه ها تنگ بود　　زماں با زمیں در سرِ جنگ بود

۸. دلِ خاک را تنگ شد حوصله　　برانگیخت بر خاکیاں غلغله

۹. بغرّید رعدِ و بلرزید کوه　　که در تید ازاں صدمهٔ پرستوه

۱۰. بجنبید وادی بیفتاد لاخ　　بلمبید شهر و بغلطید کاخ

۱۱. ز دیو اجل پهن شد بال ها　　و زلزلتِ الأرضُ زلزالها

۱۲. بخورشید لاوه بر آمد سعیر[2]　　زگو گرد آتش به صورت زئیر[3]

۱۳. دلِ تیرهٔ خاکداں چاک شد　　لفِ دودِ آهش بر افلاک شد

۱۴. ازاں دودنا راجل بر فروخت　　بسے خلق را رخت هستی بسوخت

۱۵. یکے مغزش از مغز آمد بروں　　یکے را شده سر به سینه دروں

۱۶. یکے می طپید در برِ خون و خاک　　دگر می دمد از درونِ مغاک

۱۷. یکے گردنش خسته دیگر کمر　　رواں بر لب و نیست کس را خبر

۱۸. یکے می بنالد که دریاب زود　　دگر می بموید[4] که بشتاب زود

۱۹. یکے رفته شهتیر بر دوشِ آں　　دگر خفته سکرت در آغوشِ آں

۲۰. یکے خوش خراماں به سوئے نعیم　　دگر لنگ ولنگاں به طوفِ جحیم

۲۱. یکے خاک در حلق و گوید که آب　　دگر در گلو خوں چو تنگ شراب

۲۲. یکے سر بر آورده از خاک گور　　بداں ساں که یبعث ما فی القبور

۲۳. مگر آں زن[5] صابر راستیں　　همی رفت و گفت اے رفیقِ بریں

۲۴. اگر خرقهٔ هستیش چاک شد　　روانِ شریفش بر افلاک شد

۲۵. رواں از ثری بر ثریا رسید　　چو یک قطره در بحرِ وحدت چکید

---

[1] بهرام مریخ را گویند که در ستارهاے نحس شمارنده دانند۔ [2] شعلهٔ آتش [3] زئیر آواز شیر [4] بموید یعنی بنالد۔
[5] ازآں زن اشاره بحضرت والده ماجده است۔

۲۶۔ سہ احقاد با او زد نیا شدند — سہ روح[1] رواں باخرد بر شدند
۲۷۔ خدا ایش رساند بہ اوج قبول — بنوشد مئے مغفرت با بتول

ترجمہ

ہائے قیامت قریب آگئی۔ اور زمین جھٹکا دے گئی زلزلوں سے۔ (امرؤالقیس)

۱۔ رات ویل[2] کے کنویں کی طرح تاریک تھی۔ اندھیرے نے دنیا کے اطراف پر دامن ڈال دئے تھے۔
۲۔ پہاڑ پر کالا غبار سویا پڑا تھا، چمن پر موت کی خزاں چل پڑی تھی۔
۳۔ افق کی بیتابی پر ابروں کے شکن پڑ گئی تھی۔ زمین پر طبیعت غصہ سے بھر گئی تھی۔
۴۔ بہرام[3] نے تلوار سونت لی تھی۔ زحل نے زمانہ پر نحوست بہادی تھی۔
۵۔ ستارہ اشاروں سے بات کرتا ہے۔ لوگوں کو غم کی خبر دیتا ہے۔
۶۔ لیکن لوگ سخت نیند میں تھے۔ رنگین خواب سے ہمکنار تھے۔
۷۔ زمانے کا دل کینہ کی وجہ سے تنگ تھا۔ زمانہ زمین سے برسر پیکار تھا۔
۸۔ زمین کے دل کا حوصلہ تنگ تھا۔ اس نے زمین والوں پر غل مچایا تھا۔
۹۔ بجلی کڑکی، پہاڑ لرزا، چوں کہ اس پُرملال صدمہ سے وہ پھٹ گیا۔
۱۰۔ وادی ہل گئی، زمین دھنس گئی، شہر تباہ ہوا، محل گر گیا۔
۱۱۔ موت کے بھوت سے دل پھیل گئے اور زمین زلزلوں سے لرز گئی۔
۱۲۔ لاوہ پھٹا، شعلے نکلے، آگ کی گندھک سے شیر کی دھاڑنے کی طرح آواز نکلی۔
۱۳۔ اندھیری زمین کا دل پھٹا، اس کی آہ کی سوزش اور دھواں آسمانوں پر پہنچا۔
۱۴۔ اس دھوئیں سے موت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے بہت سی مخلوق کے وجود کو پھونک دیا۔
۱۵۔ کسی کا بھیجا ناک سے نکل پڑا۔ کسی کا سر سینہ میں گھس گیا۔
۱۶۔ کوئی خاک و خون میں بے قرار تھا۔ کوئی گڑھے میں سے پھنکارے مارتا تھا۔
۱۷۔ کسی کی گردن ٹوٹی تھی کسی کی کمر۔ جان ہونٹوں پر آگئی تھی اور کسی کو خبر نہ تھی۔
۱۸۔ کوئی فریاد کرتا تھا جلد مدد کرو۔ کوئی رو رہا تھا کہ جلدی کرو جلدی۔
۱۹۔ کسی کے کاندھے پر شہتیر گرا تھا۔ کوئی اس کی بغل میں سکرات کی نیند سو رہا تھا۔

---

[1] سہ روح یعنی روح طبیعی وحیوانی وانسانی کہ تابع عقل اند۔ ت معرفت
[2] ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام [3] بہرام مریخ کو کہتے ہیں۔

۲۰۔ کوئی جنت کی جانب خوش خرامی کر رہا تھا۔ کوئی جہنم کے چکر میں لنگر ا رہا تھا۔

۲۱۔ کسی کے حلق میں مٹی تھی اور پانی پانی کہتا تھا۔ کسی کے گلے میں خون تھا شراب کی صراحی کی طرح۔

۲۲۔ کسی نے قبر کی مٹی سے سر نکالا ہوا تھا۔ اس طرح کہ قبور سے مُردے نکلتے ہیں۔

۲۳۔ گروہ صابریعنی خاتون[1] جارہی تھی اور رائے رفیق اعلیٰ کہتی تھی۔

۲۴۔ اگر اس کے جسمِ ہستی کا خرقہ چاک ہوگیا ہے۔ اس کی روحِ شریف آسمانوں پر پہنچی ہے۔

۲۵۔ رُوح زمین سے ثریّا پہنچ گئی ہے۔ ایک قطرہ کی طرح وحدت کے سمندر میں ٹپک گئی ہے۔

۲۶۔ اس کے ساتھ تین[2] پوتے پوتیاں روانہ ہوئے، تینوں روحیں عقل سے پُر ہوگئیں۔

۲۷۔ خدا اس کو قبول کے بلندی پر پہنچائے وہ حضرت فاطمہ کے ساتھ معرفت کی شراب پیئے۔

قطعہ تاریخ و تقریظ دیوان حاجی حافظ منیر الدین منیر دہلوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

۱۔ پیامے از منیر الدین رسیدہ ۔۔۔ کہ تاریخے بباید گفت شیوا

۲۔ فرستا دست دیوانِ بلیغش ۔۔۔ بہ مطبع تا شود حُسنش مجلّیٰ

۳۔ بہ اندک مدّتے ایں نظم مطبوع ۔۔۔ زحُسنِ طبع خواہد شد محلّیٰ

۴۔ بہ ایں زودی ز دریائے فصاحت ۔۔۔ کجا آید بہ دستم دُرِ معنیٰ

۵۔ بہ ایں تقریب بودم در تردُّد ۔۔۔ شود از غیب سامانے مہیّا

۶۔ کہ ہاتف سر برآورد و چنیں گفت

کلام دلپذیر و رسم زیبا

برارباب بصیرت مخفی نہ ماند کہ شعر کلامیست موزوں و مقفّیٰ کہ باشعورِ شریف انسان اتصال تام دارد، از ہمیں جا است کہ نفوسِ بشریّہ از سماعش لذتے می یابند، شخصے کہ بایں کمال ممتاز شدہ، نعمتے از نعم کبریٰ بدستش رسیدہ، وے را باید کہ ایں نعمت را بہ کار آرد، پئے اصلاح قوم بکوشد وفائدہ بخلق رساند، بہ جاذبیتِ کلام وحلاوت بیان مرداں را مائل بہ دینِ متیں کند از فسق و فجور متنفر گرداند، در مسائلِ اجتماعیہ واخلاقیہ وعمرانیہ ماشا کلہا اشعار بگوید تا کلامش منتج شود وثمرہ ازاں حاصل آید وشعرش از زمرۂ اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃ گردد، بالخصوص اندریں زمان کہ

[1] خاتون سے مراد حضرت والدہ ماجدہ ہیں۔ رحمہا اللہ۔ [2] تین پوتے پوتیاں ابو المجد عبد الرحمان، عائشہ اور زینت ہیں۔

احوال مسلمانان قابل رحم گشتہ، از دولتِ علم تہی دست، از اخلاقِ فاضلہ بے بہرہ، رسوماتِ قبیحہ در ایشان سرایت کردہ و اخلاقِ رذیلہ در نفوس متمکن گشتہ از سماع وصف گل و بلبل یا قصہائے عشقیہ کہ بیشترش کاذبہ و مہیجہ بہ عطالت ولایعنی اند چہ فائدہ بایشان خواہد رسید۔

شعرائے متقدمین اگر اشعار غرامیہ گفتہ اند یا ذکرے کردہ اند مقصد شریف داشتند، آتشِ عشق قلوب ایشان را در گرفتہ بود، از شرابِ معرفت جامہا نوشیدہ بودند، عشق مجازی برائے ایشان بمنزلہ جسر بود کہ ازاں گزشتہ بہ عشق حقیقی می رسیدند، بخلاف ایں زمان کہ احوال برعکس شدہ پس تقلید ایشاں تاکدام حد درست آید، کسے خوش گفتہ "ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد"۔

حافظ منیر الدین منیر دہلوی در بعض مسائل مہمہ مذکورہ فوق، کوشیدہ و تا حدے موفق شدہ جزاہ اللہ خیر الجزاء و وفقنی وایاہ لما یحبہ و یرضاہ۔ زید ابوالحسن فاروقی عفی عنہ

شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۵۸ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء

ترجمہ

قطعۂ تاریخ و تقریظ دیوان حاجی حافظ منیر الدین منیر دہلوی رحمہ اللہ

خدا کی تعریف ہے اور آں حضور پر اور اُن کی اولاد و صحابہ پر درود ہو

۱۔ منیر الدین کا پیغام پہنچا کہ فصیح تاریخ کہنی چاہیے۔
۲۔ انھوں نے اپنا فصیح و بلیغ دیوان مطبع میں بھیجا ہے تاکہ اُس کا حسن روشن ہو جائے۔
۳۔ یہ پسندیدہ اشعار تھوڑے سے عرصہ میں حسنِ طباعت سے مزین ہو جائیں گے۔
۴۔ اس عجلت میں فصاحت کے دریائے معانی کے موتی میرے ہاتھ کہاں آئیں گے۔
۵۔ میں اس سلسلہ میں منتظر تھا کہ غیب سے سامان مہیا ہو جائے۔
۶۔ کہ فرشتۂ غیبی نمودار ہوا اور اس نے یوں کہا: "دلپسند کلام اور عمدہ نقش ہے"۔

ذہین اشخاص پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ شعر، وہ موزوں و مقفیٰ کلام ہے جو انسان کے عمدہ شعور سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اُس کے سننے سے لذت حاصل کرتا ہے۔ جو شخص اس کمال سے ممتاز بن جاتا ہے تو بڑی نعمت اس کے ہاتھ آجاتی ہے۔ اس کو چاہیے کہ اس نعمت کو کارآمد بنائے، قوم کی اصلاح کی کوشش کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچائے۔ کلام کی جاذبیت اور بیان کی شیرینی سے لوگوں کو دین کی جانب مائل کرے اور فسق و فجور سے متنفر بنائے اجتماعی، اخلاقی اور اچھے مضامین کے اشعار کہے، تاکہ اس کے کلام کا کوئی نتیجہ برآمد ہو اور اس کا

پھل ہاتھ آئے اور اس کے اشعار "بعض اشعار دانائی ہیں" کے زمرے میں داخل ہو جائیں خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کے احوال قابلِ رحم ہیں، علم کی دولت سے خالی ہاتھ ہیں، عمدہ اخلاق سے بے بہرہ ہیں، بری رسمیں اُن میں گھس گئی ہیں اور برے اخلاق ان کی طبیعت میں جڑ پکڑ گئے ہیں، گل و بلبل کے قصوں سے اور اُن عشقیہ داستانوں سے جو زیادہ تر جھوٹے ہیں اُن کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ متقدمین نے اگر عشقیہ اشعار کہے ہیں تو اُن کا اچھا مقصد تھا، عشق کی آگ اُن کے دلوں میں لگی تھی، معرفت کی شراب کے جام پئے تھے۔ عشق مجازی اُن کے لئے بمنزلہ ایک پُل کے تھا جس سے گزر کر وہ حقیقی عشق تک پہنچ گئے تھے، مگر اس زمانے میں تو معاملہ اُلٹ گیا ہے۔ لہٰذا ان کی تقلید اب کہاں تک درست ہو سکتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک وقت ہوتا ہے۔ حافظ منیر الدین منیر نے بعض مذکورہ مہم مسائل میں کوشش کی ہے اور ایک حد تک ان کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے اور انھیں اور ہمیں اپنی مرضات کی توفیق عطا فرمائے۔

شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۵۸ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء زید ابوالحسن فاروقی عفی عنہ

عاجز لغمۂ ہجراں و تاریخ بے کساں و مکتوب حضرت سرہندی میں مصروف تھا کہ برادرِ طریقت حافظ منیر الدین کا خط دلّی سے آیا۔ عاجز کو ان سے خاص تعلق تھا اور وہ اس کے شایاں تھے کہ ان کی طلب پوری کی جائے۔ چنانچہ عاجز نے مندرجہ بالا تحریر ان کو ارسال کی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ

طریقت علم ظاہر میں آپ نے جس طرح تربیت فرمائی اور جس طرح علم دین کی حلاوت سے بہرہ مند کیا، وہی کیفیت اور تربیت علم باطن و معارفِ الہیہ کی تھی۔ آپ احیاناً شیخ الاسلام پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری کا کوئی مبارک ملفوظ پڑھتے تھے۔ مثلاً "اگر بہ ہوا روی مگسے باشی، در بر آب روی خسے باشی، دل بہ دست آر تا کسی باشی"۔ کبھی آپ فرماتے تھے۔ تصوف اس کو کہتے ہیں کہ مکروہاتِ شرعیہ بمنزلہ مکروہاتِ طبعیۃ کے ہو جائیں"۔ اور کبھی فرماتے تھے "کوئی چشتی ہے کوئی قادری کوئی نقشبندی اور کوئی سہروردی۔ اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہو تو تم سب کچھ ہو ورنہ کچھ بھی نہیں"۔ اور فرماتے تھے "وظیفہ کی خوبی یہ ہے کہ آٹھ پہر غیر کا وسوسہ نہ آئے"۔ اللہ جل شانہٗ وعم احسانہٗ نے آپ کے ساحتِ سینۂ مبارکہ کو غفلت سے بہ تمام و کمال پاک کر دیا تھا۔ آپ مخلصین کو اور اپنی اولاد کو اسی دولتِ لازوال کا گرویدہ بنانے کی سعی فرمایا کرتے تھے۔ نہ آپ خود کبھی ہوا پر اُڑے اور نہ کسی کو اُڑانے کی کوشش فرمائی۔ "اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ" کی کیفیت سے متکیف کرنے کی سعی آخر وقت تک فرماتے رہے۔ اس سلسلہ میں کسی کی

بے راہ روی کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چاہے وہ فرزندِ دلبند ہو، چاہے مریدِ ارجمند۔ اگر محبت تھی تو سب کے واسطے تھی، اگر جھڑکی تھی تو سب کے واسطے تھی۔ اگر ضرب تھی تو وہ بھی سب کے لئے تھی۔
اس عاجز کو وہ اوقاتِ مبارکہ خوب یاد ہیں جب آپ نے نفسِ امارہ کی سرکوبی کرتے ہوئے صدہا مخلصین کے سامنے عاجز کو کفشِ پا یا چوبِ دست سے نوازا۔ یہ عاجز وہ دن نہیں بھول سکتا کہ آپ نے کوئٹہ بلوچستان میں عاجز سے فرمایا "زید کیا بات ہے جو تم ضد کرتے ہو" چونکہ اس سال آپ نے اس عاجز کی تربیت میں سعی فرمائی تھی اور کئی مرتبہ زجر و توبیخ کے احوال گزر چکے تھے اس لئے بے ساختہ عاجز کی زبان پر آیا "جی حضرت! آپ مجھ سے ضد فرماتے ہیں" اِس بات کو سُن کر آپ ایک دم چونک گئے اور آپ نے اس عاجز کی طرف دیکھتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے "زید ہم بہ قسم کہتے ہیں کہ ہم کو تم سے ضد نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں تمہاری اصلاح کے واسطے کرتے ہیں" تقریباً چون سال اس بات کو ہوئے اور اس عاجز کو بار بار خیال آتا ہے کہ یہ بات کیوں آپ سے کہی۔ چوں کہ عاجز کے کہنے میں اپنے ارادہ کو دخل نہ تھا اس لئے عاجز کے لئے مُثمِر خیرات و برکات و فتوحات ہوئی۔ یہ بات کَالشَّمْسِ فِی رَابِعَةِ النَّهَار متحقق ہے کہ اگر انسانیت سے کچھ بھی حصّہ مِلا ہے تو وہ آپ ہی کی تربیت کا اثر ہے۔ ورنہ من ہماں خاکم کہ بودم۔

اِس عاجز پر جو احوال گزر چکے ہیں اُن سے متاثر ہو کر "نظمِ شمائل" کے آخر میں کہا ہے۔[1]

سُنو اب کچھ احوال اُس پارسا کے	گیا نفسِ امارہ کو جو سَدھا کے
مئے بیخودی سے خودی جس نے کھوئی	کیا زندہ دل نوشدارو کھلا کے
ابھی تک ہے دل میں مزا اور گئے وہ	نئی چاشنی معرفت کی چٹا کے
کھڑا کر دیا لاکے راہِ ہُدیٰ پر	شریعت رَوِی کی ریاضت کرا کے
محبت سے گرویدہ اپنا بنایا	پڑھا کے لکھا کے سَدھا کے سکھا کے
اثر دل سے زائل کیا ماسویٰ کا	بس اللہ کا اک نقش رکھا لگا کے
کئے چاک غفلت کے پردے ہزاروں	گئے یاد اپنے خدا کی دِلا کے
کیا قلبِ عاجز کو خانہ خدا کا	پھر انوار سے اس کو رکھا سجا کے
ہوا نورِ وحدت سے معمور سینہ	گئے جو سبق معرفت کا پڑھا کے
نرالی الف بَا کی تختی پڑھائی	کرشمے دکھائے نئی کیمیا کے

[1] نظمِ شمائل کے اشعار "یاقدوس" کے عدد پر ۱۸۱ ہیں۔ مکرّر قافیہ بہ یک معنی نہیں ہے۔

توجہ سے روشن کئے سب لطائف میں دل کو کندن بنایا گلا کے
بہت کچھ پڑھایا عنایات کر کے بہت کچھ سکھایا دلوں کو لبھا کے
بہت کچھ ہنسایا مگر ہائے قسمت گئے اپنی فرقت میں آخر رُلا کے ق
تصور میں اُن کے مزاجِ جاں کا طریقوں سے اب کون واقف خفا کے
محبت نے ان کی اثر یہ دکھایا رہی یاد مولیٰ کی دل میں سما کے
عزیزو وہ کیا تھے بیاں کیا کروں میں خدا یاد آتا ہے یاد اُن کی آ کے
یہی اولیا کی نشانی ہے سُن لو گئے ہیں پیمبر جو ہم کو بتا کے
گدائی میں ان کی سعادت تھی مخفی فدا تھے سلاطین ان کے گدا کے
ملی جس کو ان کی غلامی وہ شہ تھا وہ پھر خواب کیوں دیکھے ظلِ ہما کے
درِ فیضِ انور کا وہ خاک ریزہ دیئے کام جس نے ہزاروں دوا کے ق
نہ سمجھو اُسے خاک، اکسیر ہے وہ ہے اکسیر قربان اُس خاکِ پا کے
وہ کیسے سدھارے فدا اُن پہ جاں ہو وہ تڑپا گئے دل کو اہلِ ولا کے
کہاں سے ملے اب وہ صہبائے عرفاں ہوا خاک جب میکدہ جل جلا کے
نہ اب دَورِ مے ہے نہ مینا نہ ساقی نہ اب مست رندوں کے نعرے بکا کے
نہ وہ رقصِ بسمل، نہ شورِ حریفاں نہ شیریں کرشمے وہ ناز و ادا کے
نہ وہ نعرۂ ھُو کہ جس کے اثر سے کھلیں راز سب عرش تحت الثریٰ کے

گزرتا تھا اِک دم وہ عرشِ بریں سے
درِ فیضِ اقدس کی کنڈی ہلا کے

بیعت اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ کو حضرت برادر کلاں اور یہ عاجز کوئٹہ جا رہے تھے حضرت سیدی الوالد اسٹیشن تشریف لائے۔ ہم دونوں ریل کے ڈبہ میں تھے، دروازہ بند تھا، پلیٹ فارم پر دروازے کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے الفاظِ بیعت پڑھے اور حضرت برادر کلاں کو خلافت عطا کی اور عاجز کو داخل سلسلۂ عالیہ کیا۔ کوئٹہ میں آپ نے عاجز سے فرمایا "زید ہم نے دلّی کے اسٹیشن پر تم کو بیعت کر لیا"۔ اس وقت عاجز گیارہویں سال میں تھا۔ اس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

کرم ہے زید کچھ تجھ پر خدا کا لڑکپن میں ملی تجھ کو یہ دولت

ماہِ شوال ۱۳۴۲ھ میں حاجی ملا احمد خاں متاخیل ایک پٹھان کو کوئٹہ میں عاجز کے پاس لائے

کہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے اس کو بیعت کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ عاجز نے اس شخص کو داخل سلسلۂ شریف کیا۔ اتفاق سے اسی سال بعد رمضان ملا عبدالعزیز کاکڑی کی معرفت کچھ کتابیں ابنائے غلام رسول سورتی تاجر کتب بمبئی سے حضرت سیدی الوالد نے طلب کرائیں۔ ہم تینوں بھائیوں نے بھی مجموعۂ دلائل الخیرات کے تین نسخے طلب کئے۔ جب پارسل آیا تو ملا عبدالعزیز نے پارسل آپ کے سامنے کھولا اور مجموعۂ دلائل الخیرات کے تین نسخوں کو نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔ آپ نے ان تین نسخوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا یہ ہمارے بچوں نے طلب کئے ہیں۔ ملا عبدالعزیز نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمایا۔ جاؤ ہمارے بچوں سے کہو کہ ہماری طرف سے تم کو سب چیز کی اجازت ہے۔ چنانچہ ملا عبدالعزیز نے آکر یہ مبارک خبر سنائی۔ فللہ الحمد والشکر۔ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید؛ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

ایک سال حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ ہماری چھٹی کے دن ہر ہفتہ او کھلا تشریف لے جاتے تھے اور عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوا کرتے تھے۔ کسی سایہ دار درخت کے نیچے آپ ذکر و فکر اور یادِ حق میں مصروف رہتے اور ہم برادران سیر و تفریح میں۔ ہم نے وہاں لوگوں کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا خیال ہوا کہ ہم بھی مچھلی کا شکار کھیلیں۔ چنانچہ ہم تینوں نے ڈور کانٹے کا انتظام کیا اور اپنی اپنی ڈور پانی میں ڈال دی۔ اتفاق سے عاجز کی ڈور میں مچھلی پھنس گئی۔ یک لخت کھینچنا چاہا۔ وہاں پر ایک بڑے میاں کھڑے تھے۔ انھوں نے لپک کر عاجز کے ہاتھ سے ڈور لے لی اور ڈھیل دے کر مچھلی کو نکالا۔ پھر اسی طرح حضرت سیدی الوالد کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ عمدہ قسم کی مچھلی ہے اس کا نام رُہو ہے یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ عصر کو جب بگھی کی طرف تشریف لا رہے تھے اور مچھلی ہاشم جمرالی پٹھان کے ہاتھ میں تھی تو آپ نے ہاشم سے فرمایا: "دیکھو ہاشم، زید نے یہ عمدہ مچھلی پکڑی ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اس کو اچھا نصیبہ ملے گا" آپ نے اپنے مولیٰ جل شانہٗ سے ایک امید وابستہ کی اور حدیث شریف "أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي" کی رُو سے یہ عاجز دائماً امیدوارِ الطاف باری رہتا ہے۔

گر میں کند سوئے ہلالی عجبے نیست　　　شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

آپ کی کتابیں آپ نے اپنی مبارک حیات میں حضرت والدہ صاحبہ محترمہ اور بہنوں سے بارہا فرمایا تھا کہ ہماری کتابیں ہمارے تینوں بیٹوں کی ہیں۔ جب آپ کی وفات کے بعد آپ کے متروکات کی تقسیم ہوئی تو حضرت والدہ صاحبہ اور بہنوں نے تقسیم کرنے والوں سے کہہ دیا کہ آپ کی کتابیں تینوں بھائیوں کی ہیں۔ لہٰذا کتابوں کا ذخیرہ ہم تین بھائیوں پر تقسیم ہوا۔ تقسیم ہند تک سب کی کتابیں دلی

میں تھیں اور ہر کتاب سے ہر ایک مستفید ہوا کرتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد دونوں بھائیوں کی کتابیں کوئٹہ چلی گئیں۔ اس وقت عاجز کو بعض کتابوں کی کمی محسوس ہوئی۔ مثلاً شرح معانی الآثار از طحاوی، بدائع الصنائع از کاسانی، تبیین الحقائق از زیلعی، فتح القدیر از ابن ہمام، بحر الرائق اور الاشباہ والنظائر از ابن نجیم، احکام القرآن از جصاص، التفسیرات الاحمدیہ از ملا جیون۔ الجامع لاحکام القرآن از قرطبی، تفسیر کشف الاسرار وعدۃ الابرار طبع ایران از شیخ الاسلام ہرات، تفسیر الجواہر از طنطاوی جوہری، تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری، طبقات ابن سعد، شذرات الذہب از ابن عماد، الدرر الکامنہ از ابن حجر عسقلانی، مرآت الجنان از یافعی، حلیۃ الاولیا از اصفہانی، نزہۃ الخواطر از سید عبدالحی، نفح الطیب از مقری، النجوم الزاہرہ از اتابکی، اخبار مکہ از ازرقی، المنتظم از ابن جوزی، تاریخ الامم والملوک از طبری، البدایہ والنہایہ از ابن کثیر، منہاج السنۃ النبویہ از ابن تیمیہ، مجموعہ رسائل ابن تیمیہ، مرقات المفاتیح از ملا علی القاری وغیر ہذہ من الکتب النفیسۃ۔ پروردگار جل شانہٗ وعم احسانہٗ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ کتابیں مہیا کردیں۔ ان کی بہ دولت خلوت میں جلوت کا لطف حاصل ہے۔ نہ با کسے کارے و نہ از کسے بارے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

خانقاہ ارشاد پناہ حضرت شاہ غلام علی کی وفات شنبہ (ہفتہ) کے دن ۲۲ر صفر ۱۲۴۰ھ ہجری (۱۶ر اکتوبر ۱۸۲۴ء) کو ہوئی ہے۔ آپ نے اپنی وفات سے دس پانچ دن پہلے اس عاجز کے دادا کے دادا حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہٗ کو خانقاہ شریف حوالے کی۔ اس وقت سے یہ خانقاہ آپ کے اولاد کے تصرف میں رہی ہے۔ بیچ میں انگریزوں کی غداری کی وجہ سے آپ کی اولاد کو ہجرت کرنی پڑی اور ان حضرات نے تقریباً اکتیس سال اپنے خلفاء کے ذریعہ خانقاہ کی خدمت کرائی۔ ہجرت کے بعد حضرت سیدی الوالد شاہ عبداللہ ابوالخیر کی حجازِ مقدس سے آمد ماہ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ (دسمبر ۱۸۸۸ء) میں ہوئی اور آپ نے خانقاہ شریف کو ظاہراً و باطناً بہ وجہ احسن رونق بخشی۔ پینتیس ۳۵ سال، خانقاہ شریف آپ کے تصرف میں رہی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت ابوالفیض بلال نے تقریباً پچیس سال خانقاہ شریف کی خدمت بہ وجہ احسن کی اور دہلی کے قیامت خیز ہنگاموں میں پہلی ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء جمعرات کے دن بیوی بچوں کو لے کر کوئٹہ بلوچستان تشریف لے گئے اور اس دن سے خانقاہ شریف کی خدمت اس عاجز کے سپرد ہوئی۔

دلی کی بربادی کا بڑا اثر اس عاجز پر یہ ہوا کہ دونوں بھائی اور منجھلی آپا صاحبہ اور ان کے

بچے چھٹے۔ اور دلی کے مخلصین سوائے چند افراد کے پاکستان چلے گئے اور افغانستان کے مخلصین کے لئے راستہ مسدود ہوا۔ اس دور میں احیاناً یہ شعر عاجز کی زبان پر آتا تھا۔

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان شور افزا سر افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

پروردگار جلت حکمتہٗ جب کسی کے سپرد کوئی کام کرتا ہے، وہ اپنے لطف و کرم سے اس کو استعداد اور صلاحیت بھی عطا کرتا ہے۔ یہی صورت اس عاجز کے ساتھ پیش آئی۔ یہ عاجز یکم ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ ۱۵ / اگست ۱۹۴۷ء سے خانقاہ شریف کی خدمت میں مصروف ہے۔ اس نئی صورتِ حال کے پیشِ نظر سب سے پہلے یہ ضرورت لاحق ہوئی کہ اپنے لکھنے پڑھنے کے لئے حرم سرا سے متصل کوئی جگہ بنوائے چنانچہ حرم سرا کے شمالی حصہ کو عاجز نے ایک منزلہ بنوایا جو کہ ایک دالان، دو کمروں اور ضروریات پر مشتمل ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ جن دنوں اس جگہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضرت سیدی الوالد کے مریدِ خاص حاجی حافظ عبدالحکیم سوداگر جفت کراچی سے آگئے۔ انھوں نے کچھ مشورہ دیا اور بہت خوش ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خانقاہ شریف کے صدر دروازہ اور اس کی صحنچیوں اور بالاخانہ کی چھت کڑیوں کی تھی۔ کڑیوں کو دیمک نے چاٹ لیا تھا لہٰذا گارڈر ڈلوا کر نئی چھت بنوائی۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کی وجہ سے محلوں کے شریف افراد زیادہ تر پاکستان چلے گئے۔ ان کی جگہ غیر مہذب افراد نے لی اور آوارہ منش افراد رات دن میں جس وقت چاہتے تھے خانقاہ شریف میں اُتر آتے تھے۔ لہٰذا چار پانچ سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے چاروں طرف کی دیواروں کو جو کہ پست تھیں خوب بلند کرایا۔

۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء) میں برخوردار ابوالفضل محمد رحمہ اللہ کا نکاح ہوا۔ ان کی رہائش کے واسطے عاجز نے اپنی بیٹھک تجویز کی اور مناسب معلوم ہوا کہ دونوں کمروں کے اوپر بالاخانہ بنوا دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہ خوبی یہ کام ہوا۔

تسبیح خانہ کے صحن کا شمالی حصہ خالی تھا۔ اس کے غرب کی طرف تین چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ اُن کی چھت ناکارہ ہو چکی تھی۔ عاجز نے ان تین کمروں کا ایک کمرہ کیا اور اس حصہ کو بنوا کر اپنے رہنے کی جگہ بنائی۔ برخوردار کی شادی کے بعد سے عاجز کا قیام اسی حصہ میں ہے۔

دو چار سال بعد خیال آیا کہ تسبیح خانہ کے صحن کے شمالی حصہ میں عمدہ آرام دہ دالان بنوا دیا جائے۔ اس کا شرقی حصہ برخوردار ابوالفضل محمد کے دالان سے اور غربی حصہ عاجز کی قیام گاہ سے

متصل ہو۔ چنانچہ یہ ۲۸ فٹ ۵ انچ لمبا اور ۹ فٹ ۲ انچ چوڑا عمدہ دالان اور اس کے سمتِ جنوب میں پست چھت کا دالان پانچ فٹ دو انچ چوڑا بنوا دیا تاکہ برسات اور دھوپ سے بچاؤ رہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ کام برخوردار کے مشورے کے مطابق بہت عمدہ اور آرام دہ رہا۔

مسجد شریف کے دالانوں اور صحن کا فرش جو لال پتھر کا تھا بہت خراب ہوگیا تھا۔ عاجز نے دالانوں کا فرش ماربل کا اور صحن لال پتھر کی ٹکڑیوں سے بنوایا۔

یہ سب کام خیر و خوبی سے ہوا، لیکن روزِ اوّل سے عاجز کی تمنا تھی کہ مجد شریف پر کسی طرح کا سایہ ہو جائے تاکہ دھوپ اور بارش سے زائرین محفوظ رہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے اب وہ وقت آگیا کہ عاجز اپنی تمنا پوری کرے۔

قبۂ زرقا کی تعمیر

اب وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر پنجشنبہ ۴ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ ۲۱ فروری ۱۹۸۰ء کو چاروں پایوں کی بنیاد کی کھدائی کا کام شروع کیا۔ مقصود ٹھیکہ دار سے عاجز نے کہا کہ یہ مجد شریف سنگِ باسی کا حضرت والد ماجد نے بنوایا ہے۔ دیکھو اس پر بال برابر اثر نہ آئے۔ تم عمدہ مضبوط پاڑ بندھوا کر مجد شریف پر دو انچ موٹے تختوں کی چھت بنوا دو تاکہ اوپر سے جو شے بھی گرے اس پر گرے۔ مقصود کو اللہ اجر دے اس نے اسی طرح کیا۔ اور بہت احتیاط سے راج مزدوروں سے کام کرایا۔ مجد شریف اور مزاراتِ مبارکہ پر کوئی شے نہیں گری۔ عاجز نے مجد شریف کے دروازے کے اوپر ایک مڑوا کر لگوایا کہ اس میں پانچ فٹ کا پتھر آجائے اور دوسرا ایک حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے مزار شریف کے محاذ میں لگوایا کیونکہ برادرِ خورد کے بچوں کا خط آیا کہ ہم نے بہت عمدہ پتھر پر تاریخ لکھوائی ہے۔ وہ چار فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا پتھر ہے۔

مقصود نے چار مہینے تیرہ دن میں اللہ کے فضل وکرم سے قبۂ زرقار بنا دیا۔ عاجز نے اس قبۂ زرقار کی درجِ ذیل ہجری سن کی تاریخیں کہی ہیں۔

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيْمِ الْعَظِيْمِ ۱۴۰۰ھ	۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْغَنِيِّ ۱۴۰۰ھ
۳۔ آرامگاہِ مشائخ عالی حسب ۱۴۰۰ھ	۴۔ زیب جہاں کاخ بہشت ۱۴۰۰ھ
۵۔ تعالیٰ اللہ عجب زیب تعمیر داد ۱۴۰۰ھ	۶۔ چتر نورانیست زیبا ۱۴۰۰ھ
۷۔ درگاہ شہ ابوالخیر آباد باد ۱۴۰۰ھ	۸۔ چراغ نبوی کا قبہ ۱۴۰۰ھ

۹۔ درگاہ شاہ ابوالخیر ہے ۱۴۰۰ھ

عاجز نے چھٹے مادۂ تاریخ کو نظم کیا ہے اور کہا ہے۔

وہ چہ عالی شان گنبد شد بنا — بر قبورِ اولیائے محترم
سالِ تعمیرش ز لطفِ کردگار — "چتر نورانیت زیبا" شد رقم

اس تاریخی مادّہ کو نیک اطوار برادر زادوں نے عمدہ پتھر پر اس طرح لکھوایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آرامگاہ مشائخِ عالی حسب

وہ چہ عالی شان گنبد شد بنا — بر قبورِ اولیائے محترم
سال تعمیرش ز لطفِ کردگار — چتر نورانیت زیبا۔ شد رقم ۱۴۰۰ھ

تاریخ تعمیر گنبد ماہ جمادی الآخرہ ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء

مظہر

بر لوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے — کہ ایں مقتول را جُز بے گناہی نیست تقصیرے

عاجز نے اردو کے مشہور شاعر جناب زاہد حسن وسیم بریلوی کو "قُبّۂ زرقار چراغ نبوی کا قبہ" لکھ کر دیا کہ اس پر تین مصرعے لگا دیں۔ اللہ ان کو اجر دے کہ انھوں نے نہ صرف مصرعے لگائے بلکہ وہ مکرانہ گئے وہاں سے پانچ فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا عمدہ سنگِ مرمر کا پتھر خرید کر آگرہ لے گئے اور وہاں اس پر کندہ کرایا۔

رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ

مظہرِ معرفت آگاہ علی کا قبہ — موج در موج سمندر صفتی کا قبہ
محوِ تعمیر ہیں کس حُسن سے الوالسعید — قبۂ زرقار۔ چراغِ[1] نبوی کا قبہ

پیش کردہ زاہد حسین وسیم بریلوی

[1] حضرت شاہ ابوالخیر کا تاریخی نام چراغِ نبوی ہے۔

یہ پتھر مجر شریف کے دروازے پر آویزاں ہے۔ اور دوسرا پتھر حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کے مزار شریف کے محاذات پر آویزاں ہے۔

صاحبزادہ عبدالسلام اثیم کا تاریخی قطعہ

صاحبزادہ عبدالسلام اثیم فرزند صاحبزادہ محمد یوسف فرزند صاحبزادہ عبدالقدیر فرزند صاحبزادہ حضرت عبدالباقی فرزند حضرت صفی اللہ فرزند حضرت غلام محمد معصوم فرزند حضرت محمد اسماعیل فرزند حضرت صبغۃ اللہ فرزند حضرت محمد معصوم فرزند حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم العلیۃ۔

یہ خاندان تین سو سال سے کابل میں آباد ہے۔ جمعرات ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ ۱۵ اپریل ۱۹۷۸ء کو افغانستان کے دہریوں نے روس کے اشارہ پر شاہ داؤد کو قتل کر کے دہریوں کی حکومت قائم کی اور چار سو چالیس صفحات کی کتاب "زندگی نوین" لکھ کر اپنے مذہب اور طریقۂ کار کا اعلان کر دیا کہ اللہ کا وجود نہیں ہے۔ دنیا کے سب مذاہب باطل ہیں۔ مرد و عورت آزاد ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ کتاب بے دین نظر زادہ نے فارسی میں لکھی ہے۔ کوئٹہ بلوچستان میں عاجز کے برادرِ خورد کے بچوں کے پاس ہے۔ عاجز نے اس کتاب کے ۲۶ صفحات کے ابتدا سے اور دو صفحات کے انتہا کے فوٹو اسٹیٹ لئے ہیں۔

اس ملعون جماعت کا پہلا کام یہ ہوا کہ علماء و مشائخ کو قتل کرایا جائے۔ چنانچہ ابتدائی تین چار مہینے میں سینکڑوں علمائے کرام، پیرانِ عظام اور دیندار افراد کو قتل کرا دیا گیا۔ ہمارے عزیز حضرت محمد ابراہیمؒ ان کے چار جوان بیٹے اور تمام افغانستان سے حضرت مجدد الف ثانی کی ایک سو سولہ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ ۱۹ ر صفر ۱۳۹۹ھ ۱۹ ر جنوری ۱۹۷۹ء کو کابل میں حضرت محمد ابراہیم اور ان کے بیٹے گرفتار ہوئے۔ ان ایک سو اکیس افراد کو رائفل کی گولی کا نشانہ بنایا اور پھر اُن کو ایک گڑھے میں ڈلوایا۔ عاجز سے ژلمیؔ امیر یار توم ہتک نے بیان کیا کہ مقتولین میں سے بعض افراد مرے نہیں تھے کہ اُن پر مٹی ڈالی اور پھر اُن پر بُلڈوزر چلوایا گیا۔ دو مہینے کے عرصے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ عاجز کو جب یہ خبر پہنچی بے ساختہ زبان پر آیا۔

۱۔ سَلَامِیْ عَلٰی اِخْوَتِی الْمُکْرَمِیْنَ   سَلَامِیْ عَلٰی سَادَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ

۲۔ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ ھُمْ خَالِدُوْنَ   وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاجِعُوْنَ

۱۔ میرے مکرم بھائیوں پر میرا سلام۔ مسلمانوں کے سرداروں پر میرا سلام۔

۲۔ وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں رہنے والے ہیں اور ہم بیشک اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ان احوالِ جاں فرسا میں صاحبزادہ عبدالسلام اثیم بیوی بچوں کو لے کر لاہور آئے۔ اور وہاں سے عاجز سے ملنے اور نسبتِ شریف حاصل کرنے دہلی آئے۔ پروردگار نے اُن پر کرم کیا وہ نسبتِ شریفہ اور خلافتِ طیبہ سے محلّیٰ ہوئے اور لاہور گئے۔ وہاں دوشنبہ ۱۵ رجمادی الآخرہ ۱۴۰۴ھ ۱۹ مارچ ۱۹۸۴ء کو رحلت کر گئے اور دائرۂ حضرت طاہر بندگی میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

جاتے وقت "قبۂ زرقا" کی تعمیر کی تاریخ لکھ کر عاجز کو دی، جو درج ذیل ہے۔

قطعۂ تاریخ

۱۔ حضرتِ زید از کرم بنیاد ایں گنبد نہاد — آں کہ اندر چرخِ عرفاں ہمچو ماہ و اختراست
۲۔ گنبدِ فیروزہ گوں چرخ رشک آرد برو — زانکہ ایں گنبد بہ جاہ و رتبہ از وے برتر است
۳۔ مظہرِ نازک مزاج اینجا بود پرتو فگن — آنکہ خورشیدِ فلک از ذرہ پیشش کمتر است
۴۔ مرکزِ فیضِ ازل آئینۂ علم و عمل — رُوح بخشِ نقشبنداں قلب را روشنگر است
۵۔ مظہرِ خیر است و نورِ قدس می تابد درو — مہر و مہ فرشِ حریمِ آستانِ ایں در است
۶۔ نور از خاکِ مزارِ اہلِ دل دریوزہ کن — زانکہ در ہر ذرہ اش صد مہرِ تاباں مضمر است

۷۔ سر کشید[1] از جیبِ فکر و گفت تاریخش اثیم
"مظہرِ انوار" بنویس ایں چہ زیبا منظر است

۱۔ از راہِ کرم حضرت زید نے اس گنبد کی بنیاد رکھی ہے جو معرفت کے آسمان کے اندر چاند اور ستارے کی طرح ہے۔
۲۔ یہ نیل گوں گنبد ہے، اس پر آسمان رشک کرتا ہے کیونکہ یہ گنبد رتبہ اور مرتبہ میں اس سے افضل ہے۔
۳۔ نازک مزاج حضرت مظہر اس جگہ سایہ فگن تھے، وہ جن کے سامنے آسمان کا چاند ذرہ سے کمتر ہے۔
۴۔ وہ ازلی فیض کا مرکز، علم و عمل کا آئینہ ہیں، نقشبندیوں کو روح عطا کرنیوالے، دل کو روشن کرنیوالے ہیں۔
۵۔ وہ خیر کا مظہر ہیں، اُن میں خدائی نُور چمکتا ہے، چاند اور سورج اس چوکھٹ کے فرش ہیں۔
۶۔ اہلِ دل کے مزار کی خاک سے نُور کی بھیک مانگ لے اسلئے کہ اس کے ہر ذرہ میں سینکڑوں سورج پوشیدہ ہیں۔
۷۔ جیبِ فکر سے سر نکال اور اثیم نے اس کی تاریخ کہی۔ اس کو مظہرِ انوار لکھو، کس قدر حسین منظر ہے۔

مسجد شریف کے صحن اور ملحقہ اراضی کا فرش قبۂ زرقار کی تعمیر کے ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو توفیق بخشی کہ صحن مسجد اور اس سے متصل زمین کا عمدہ فرش سنگِ مرمر کے چھوٹے ٹکڑوں اور سیمنٹ سے بنوا دے۔ چنانچہ مقصود ٹھیکیدار کی معرفت یہ فرش بنوا دیا گیا۔

عجیب کیفیت کا ظہور مسجد شریف کے صحن اور ملحقہ آراضی کے فرش کی گھسائی ہو رہی تھی یہ عاجز کتب خانہ کی زمین پر جو کہ صحنِ مسجد کے شرق میں ہے کھڑا گھسائی کرنے والوں کا کام دیکھ رہا تھا۔ دن کے دس گیارہ بجے کا وقت ہوگا، عاجز نے اپنی ظاہری آنکھوں سے حضرت

---

[1] تمین عدد کا تخرجہ ہے کہ جیبِ فکر کا سر ج جیم ہے اور اس کے عدد تین ہیں تاریخی مادہ سے جو کہ "مظہرِ انوار" ہے نکال دے۔ نہایت لطیف و مستحسن تخرجہ ہے۔

سیدی الوالد قدس سرہٗ کو اپنے لباس اور دستار و کلاہ میں حجر شریف کے غرب کی طرف سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ آپ عاجز کے قریب سے شرقی طرف سے ہوتے ہوئے اس جگہ تک تشریف لے گئے جہاں کتب خانہ کے واسطے بنوائے ہوئے داسے اور ستون رکھے ہوئے تھے۔ آپ وہاں ایک دو منٹ کھڑے ہوئے اور ان پتھروں کو دیکھا اور جس طرف سے آئے تھے اُس طرف تشریف لے گئے۔ عاجز حیرت میں کھڑا رہ گیا۔ اس کے بعد پانچ چھ دن تک آپ اس عاجز پر متفرق اوقات میں ظاہر ہوتے رہے اور یہ عاجز ظاہری آنکھوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ عاجز کو ایک بار بھی ہمت نہ ہوئی کہ آپ سے کچھ عرض کرتا۔ البتہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ عاجز کی قیام گاہ یا تسبیح خانہ میں آپ کرتا پاجامہ اور عرق چیں ٹوپی میں ظاہر ہوئے اور باہر کے حصہ میں روئی والے انگرکھے اور کلاہ و دستار میں ظاہر ہوئے۔

چہارشنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو دن کے دس گیارہ بجے عاجز کتب خانہ کی زمین پر کھڑا تھا کہ آپ تشریف لائے اور عاجز کے قریب پہنچ کر پتھر کے بنے ہوئے داسوں اور ستونوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ عاجز آپ کے مطلب کو سمجھا کہ آپ کتب خانہ کی تعمیر چاہتے ہیں اور آپ تشریف لے گئے۔ عاجز نے اُسی وقت مقصود کے بُلانے کو آدمی بھیجا کہ وہ فوراً آجائے۔

تعمیر کتب خانہ

۲۳ ربیع الآخر ۲۰ جنوری کو دن کے دو تین بجے عاجز نے مقصود ٹھیکیدار کو داسے اور ستون دکھائے اور ان کے سپرد تعمیر کا کام کیا۔ دو دن کے بعد عاجز نے حضرت سیدی الوالد کو آنکھوں سے تسبیح خانہ میں دیکھا۔ آپ نے عاجز کی طرف دیکھا آپ بہت خوش ہوئے اس کے بعد پھر آپ نظر نہ آئے۔ اس ہفتہ عشرے میں تقریباً دس بار آپ نظر آئے۔ پوری طرح خوشی کے آثار آخری مرتبہ آپ پر پائے گئے لیکن آپ سے بات نہیں ہوئی۔

کتب خانہ کی بنیاد نہایت عمدہ طریقہ سے پختہ اور چوڑی حضرت سیدی الوالد بنوا چکے تھے۔ اب صرف داسوں کا لگوانا ستونوں کا کھڑا کرانا اور دیوار چنوانی تھی۔ اللہ کے فضل و کرم سے شنبہ ۲ شوال ۱۴۰۲ھ ۲۴ جولائی ۱۹۸۲ء کو کتب خانہ اور اس کا شمالی اور جنوب مشرقی حصہ بہت خیر و خوبی سے بن گیا۔ عاجز نے کتابوں کی سولہ الماریوں کو درست کرانے کا کام شروع کرا دیا، الماریوں کی اونچائی ۹۳ انچ چوڑائی ۶۰ انچ اور گہرائی ۱۸ انچ ہے۔ ہر الماری میں پانچ درجے ہیں۔ گرد و غبار سے بچاؤ کے لئے سرکتے ہوئے شیشہ کے دروازے ہیں۔ عاجز نے کتب خانہ کی درج ذیل تاریخ کہی۔

فِیہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ

خدا را منت و مدحت نبی را	کرشد تعمیر بر بنیادِ مسعود
زہاتف زیدچوں پرسید سالش	مبارک ایں کتب خانہ۔ بفرمود

ے واضح رہے کہ لفظ مسعود سے اشارہ ہے کہ یہ بنیاد بہت مبارک ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کی بنوائی ہوئی ہے۔

حضرت ابن العم کی ارسال کردہ تہانی

حضرت حافظ محمد ابو سعید مجددی فاروقی فالج کی وجہ سے صاحب فراش تھے، کتب خانہ کی تعمیر سے بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے ایک قطعہ عربی کا، ایک فارسی کا اور ایک اردو کا لکھ کر ارسال کیا۔ عربی کا قطعہ ایک چوکھٹے میں اور فارسی و اردو کے قطعات ایک چوکھٹے میں۔ اور تحریر فرمایا کہ ان چوکھٹوں کو کتب خانہ میں میری طرف سے نمایاں جگہ لگا دو۔ چنانچہ عاجز نے ان کو نمایاں جگہ رکھا ہے۔ اب اس کتاب میں ان کو محفوظ کر کے ایک طرح کی بقا دیتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

قَصِیْدَۃٌ
بِمُنَاسِبَۃِ تَأْسِیْسِ مَکْتَبَۃٍ جَدِیْدَۃٍ

۱۔ مَکْتَبَۃُ الْخَیْرِ خَیْرُ مَکْتَبَہ	مِنْ نَوَادِرِ الْکُتُبِ الْقَیِّمَہ
۲۔ نَالَ زَیْدٌ ھُنَا کُلَّ تَقْدِیْرٍ	سَیَنَالُ ھُنَاکَ مَنْزِلَۃً وَمَرْتَبَہ
۳۔ شَادَ بِنَاءً شَامِخًا لَھَا	دُوْنَہٗ النَّاطِحَاتُ الْمُرْتَفِعَہ
۴۔ بَیْنَ دَوَالِیْھَا اُلُوْفُ کِتَابٍ	مِنْ شَتّٰی الْفُنُوْنِ مُرَصَّعَہ
۵۔ ھٰذِہٖ نِعْمَۃٌ لِذَوِی الْعِلْمِ	مِنْ کُؤُسِ الْمَعَارِفِ الْمُبَرَّدَہ
۶۔ لِغَلِیْلِ الْعُلُوْمِ مَنْھَلٌ عَذْبٌ	کُلُّ جُرْعَۃٍ مِنْہُ سَائِغَۃٌ مُعَطَّرَہ
۷۔ لَیْتَنِیْ زُرْتُھَا فِیْ حَیَاتِیْ	اَلْمِلُ مِنْ بُغْیَتِیْ الْمُقَدَّسَہ
۸۔ ھٰذِہٖ مَجْمُوْعَۃُ اللَّاٰلِیْ	مِنْ بُحُوْرِ عِلْمِھَا مُسْتَخْرَجَہ
۹۔ جَوْھَرَۃُ الْعِلْمِ تَلْمَعُ عِلْمًا	وَکَاَنَّمَا شَمْسُ الْمَعَارِفِ مُشْرِقَہ

محمد ابو سعید المجددی

یوم الخمیس ۸ من جمادی الآخرۃ سنہ ۱۴۰۳ھ ۲۴ من مارس سنہ ۱۹۸۳م

ترجمہ قصیدہ

نئے کتب خانہ کی تعمیر کی مناسبت سے

۱۔ شاہ ابوالخیر کا کتب خانہ بہترین کتب خانہ ہے۔ قیمتی کتابوں کے نادر نسخوں کی وجہ سے۔

۲۔ زید نے یہاں (دنیا) میں مقدر کا لکھا پا لیا عنقریب وہاں (آخرت میں) رتبہ اور مرتبہ پائے گا۔

۳۔ اس کتب خانہ کے لئے ایک ایسی بلند عمارت بنوائی۔ بلند بادل اس سے ورے ہیں۔

۴۔ اس کی الماریوں میں ہزاروں کتابیں ہیں۔ جو مختلف فنون سے مزین ہیں۔

۵۔ یہ علم والوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ معرفت کے ٹھنڈے پیالوں کی۔

۶۔ علم کے پیاسوں کے لئے شیریں چشمہ ہے۔ اس کا ہر گھونٹ خوشگوار، خوشبودار ہے۔

۷۔ کاش میں اپنی زندگی میں اس کی زیارت کر لیتا۔ اپنی مقدس تمنا کی تکمیل کر لیتا۔

۸۔ یہ موتیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علم کے دریاؤں سے نکالا ہوا۔

۹۔ علم کا موتی علم سے چمکتا ہے۔ اور گویا کہ وہ معارف کا روشن سورج ہے۔

محمد ابوسعید مجددی

۸ رجمادی الثانی ۱۴۰۳ھ روز جمعرات مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۸۳ء

قطعات مداحیہ

فارسی و اردو بمناسبت تاسیس کتب خانہ جدید در دہلی

پنجشنبہ ۸ رجمادی الآخرہ ۱۴۰۳ھ ۲۴ مارچ ۱۹۸۳ء

۱۔ برائے رفع جہالت چہ باب علم کشود	بخواں بہ شوق کہ پیشت کتاب علم کشود
۲۔ چہ نغمہ کہ بگوشم چو آمدہ آواز	کسے بگفت کہ اکنوں رباب علم کشود
۳۔ برائے علم و عمل بہر استفادۂ خلق	ز درس گاہ مبارک نصاب علم کشود
۴۔ زمین علم ز کشت فنون روئیدہ	بہ قلبہ رانی دانش ز آب علم کشود

۵۔ سعید صرف زر و عمر و شوق زید ببیں
دگر مثال نیابی کہ باب علم کشود

۱۔ جہالت کو مٹانے کے لئے علم کا کیسا اچھا دروازہ کھلا۔ شوق سے پڑھ تیرے سامنے علم کی کتاب کھلی۔

۲۔ کیا اچھا نغمہ تھا جب میرے کان میں آواز آئی۔ کسی نے کہا کہ اب علم کا ستار رچھڑا۔

۳۔ علم و عمل کے لئے، مخلوق کے فائدے کے لئے، بابرکت درسگاہ سے علم کا نصاب کھلا۔

۴۔ علم کی زمین فنون کی کھیتی سے اُگی۔ عقل کی جتائی سے علم کے پانی سے کھلی۔
۵۔ سعید، زید کے روپے اور عمر کے خرچ اور شوق کو دیکھ تو دوسری مثال نہ پائے گا، کیوں کہ علم کا دروازہ کھلا۔

اُردو قطعہ

چمن علم میں گلگشت مبارک سب کو ۔۔۔ واہ اس نیست میں یہ ہست مبارک سبکو
زیدؔ کے سر ہے کتب خانے کا علمی سہرا ۔۔۔ سندِ علم ہے درد ست مبارک سب کو
پڑھنے والوں کی سعید ایسی ہی ہمت دیکھی
جہل سے علم کی شوجستِ مبارک سب کو
نتیجۂ فکر:۔ محمد ابو سعید مجددی

تعمیر حرم سرا یہ حرم سرا غالباً سنہ ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء) کا بنا ہوا تھا۔ اس کی دیواریں لکھوری اینٹ اور گارے سے بنی تھیں البتہ دروازوں اور دروں کی کمانیاں لکھوری اینٹ اور مصالحہ سے بنی تھیں۔ دونوں دالانوں کی چھت ۱۹۴۳ء میں گر گئی تھی، عاجز نے عارضی طور پر چھت بنوا دی تھی، کتب خانہ کی تعمیر کے بعد برخوردار ابوالفضل محمد مرحوم نے عاجز سے کہا۔ اب یہ مکان بہت مخدوش حالت میں ہے۔ اور پھر انھوں نے دو دیواروں کی بہت عمدہ بنیاد ماہ شعبان ۱۴۰۴ھ مئی ۱۹۸۴ء میں بنوادی اور انھوں نے عاجز کو مکان کا نقشہ بتایا اور کہا کہ اب یہ مکان اس طرح کا بنے گا۔ عاجز نے کہا برسات گزر جانے کے بعد ان شاء اللہ اسی ڈھب کا مکان بنوایا جائے گا۔ برخوردار تقریباً چالیس بینتالیس دن کے بعد اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے اور مکان ان کے بنائے ہوئے نقشہ کے مطابق چارشنبہ ۲۴ شعبان ۱۴۰۵ھ ۱۵ مئی ۱۹۸۵ء کو تیار ہوا اور رنگ روغن وغیرہ سے ۲۴ رمضان ۱۴ جون تک فراغت ہوئی۔ عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی۔

حمداً لک یا ولیّ کلّ نعمۃ ۔۔۔ بارکت علیٰ بنائے اولیائے حق
از یمن خدائے ذوالجلال زید شد ۔۔۔ تعمیرِ حرم سرائے اولیائے حق

لوہے کی جالی جہاں محلہ کے آوارہ گردوں اور چابک دستوں کی وجہ سے خانقاہ شریف کی دیواروں کو بلند کرانا پڑا وہاں ان بدطینتوں کی وجہ سے مجر شریف کے چاروں طرف لوہے کی جالی لگوانی پڑی تاکہ مجر شریف کی پتھر کی جالیاں محفوظ رہیں۔ اللہ

بڑے ہمسایہ کے شر سے محفوظ رکھے۔

واضح رہے کہ مجمرّ شریف کے شرق کی طرف جناب مولانا رحیم بخش اور برخوردار رحمہ اللہ کی قبریں ہیں لہٰذا جالی کو ان کی قبروں پر محاط کر دیا ہے۔ اس کی تاریخ درج ذیل ہے۔

پئے سال بنایش اے زید حزیں — حریم پیر قرنِ الفردوس۔ بگو

مکاشفہ کا ظہور اس کتاب کے اکراماتِ الٰہیہ کے اواخر میں حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ کا یہ مکاشفہ عاجز لکھ چکا ہے کہ کوئٹہ بلوچستان میں افغانستان کے علماء سے آپ نے فرمایا: "زید جائے گیر ما باشد" زید میری جگہ لینے والا ہوگا۔ عاجز کے خیال میں خانقاہ شریف سے متعلق عاجز کی جملہ خدمات اسی پیش گوئی اور مکاشفہ کا فیضان ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے خانقاہ شریف کی عمارات کو پختہ اور عمدہ بنوایا اور مابقی کی تکمیل پروردگار نے اس عاجز سے کرائی۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ۔

مرخدارا حمد و منّت مرخدا را شکرہا — ہر زماں بر زید عاجز می نماید لطفہا

جب سے عاجز نے قبۂ زرقار کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا اور جب تک تعمیر حرم سرائے اولیائے حق کی تکمیل ہوئی ہے، عاجز کی زبان پر اکثر اوقات حضرت جدّ امجد قدس اللہ سرّہٗ کا یہ شعر آتا تھا۔

گرچہ مورم مگر او رنگِ سلیماں دارم — شاہم امروز کہ سنگِ درِ تو یافتہ ام

بعض فضلاء کا اعتراض قبۂ زرقار کی تعمیر پر بعض فضلاء کو اعتراض ہوا ہے کہ یہ عمل اچھا نہیں ہے۔ اِس سلسلہ میں مختصر طور پر عاجز لکھتا ہے۔

شیخ بدرالدین سرہندی حضرت مجدد رحمہما اللہ کے خلیفہ اور ان کے سوانح نگار ہیں، جو کچھ لکھا ہے دیکھ کر اور دُرست کر کے لکھا ہے۔ ان کی کتاب کا نام حضرات القدس ہے۔ اس کتاب کے گیارہویں حضرت (فصل) میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد صادق کی رحلت ہو گئی۔ حضرت مجدد نے اُن کو اپنی حویلی کے صحن میں دفن کرایا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے فرمایا: "چوں قبر فرزندی درمیانِ عمارات واقع شدہ است، بہتر آن است کہ دریں مقام گنبد ساختہ شود و متابعت بر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیماتُ نمودہ آید"۔ (صفحہ ۲۶۷ قلمی نسخہ ۱۰۹۹ھ میں لکھا گیا ہے اور حضرت شاہ عبدالغنی کے مطالعہ میں رہا ہے) یعنی جبکہ میرے فرزند کی قبر عمارات کے بیچ میں واقع ہے، بہتر یہ ہے کہ اس جگہ گنبد بنوایا جائے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کی جائے۔

آپ کے نزدیک آبادی میں اگر قبر ہو تو اس پر گنبد بنانا بہتر ہے اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) میں عاجز حج کو گیا۔ استاد محترم مولانا مولوی محمد عمر صاحب گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے ساتھ مدینہ منورہ میں علامہ اجل مولانا عبدالباقی لکھنوی شاگرد فخر علماء ہند مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مولانا محمد عمر سے فرمایا۔ مجھ سے نجدیوں نے بحث کی۔ میں نے ان سے کہا۔ مزارات پر تعمیر سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔

علامہ اجل شیخ حبیب اللہ شنقیطی مؤلف زاد المسلم فیما اتفق البخاری و مسلم مالکی مذہب تھے وہ ہجرت کر کے حرمین شریفین چلے گئے تھے۔ نجدیوں کے آنے کے بعد ان سے آپ کے مناظر ہوئے۔ آپ کا جواب نجدی نہیں دے سکے۔ لہٰذا انھوں نے علامہ کو حجاز سے نکال دیا۔ عاجز اُن سے بکثرت مصر میں ملا ہے اور اُن سے حدیث شریف کی اجازت لی ہے۔ سبحان اللہ، کیا صاحبِ فضل و کمال اور صاحبِ لسان تھے، بھلا نجدی ان کا یا مولانا عبدالباقی کا کیا جواب دیتے۔ یہ دونوں باکمال علماء کرام حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کے مؤید ہیں۔

رد المحتار کے باب صلاۃ الجنائز میں لکھا ہے: "(ولا یرفع علیہ) ای یحرم لو للزینۃ و یکرہ للاُحکام بعد الدفن و اما قبلہ فلیس بقبر۔ الامداد۔ وفی الاحکام عن جامع الفتاویٰ وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔ قلت ھذا فی غیر المقابر المسبلۃ کما لا یخفی۔"

یعنی قبر پر تعمیر نہ کی جائے اور یہ تعمیر اگر زینت کے واسطے ہو حرام ہے، اور اگر دفن کرنے کے بعد اس کی مضبوطی کے واسطے ہو تو مکروہ ہے۔ اور اگر تدفین سے پہلے بنائی جائے تو وہ قبر نہیں ہے، اور کتاب "الاحکام" میں "جامع الفتاوی" سے لکھا ہے۔ کہا گیا ہے عمارت کا بنانا مکروہ نہیں ہے۔ اگر میت مشائخ یا علماء یا ساداتِ کرام میں سے ہو۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ عدم کراہت اسی صورت میں ہے کہ قبرستان عام مسلمانوں کا نہ ہو۔

اور مرقات شرح مشکات کی دوسری جلد کے باب دفن المیت میں ہے۔

"وَقَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلٰی قَبْرِ الْمَشَائِخِ وَالْعُلَمَاءِ الْمَشْهُوْرِیْنَ لِیَزُوْرَهُمُ النَّاسُ وَ یَسْتَرِیْحُوْا بِالْجُلُوْسِ فِیْهِ"

سلف نے حضرات مشائخ اور مشہور علماء کی قبر پر عمارت بنانے کو مباح قرار دے دیا ہے تاکہ

لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر راحت پائیں۔

ان جلیل القدر علماء اور اولیاء کے ارشاد پر عمل کرنا جائز ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے "اِنَّ اللهَ لَا یُعَذِّبُ عَلٰی قَوْلٍ اِخْتَلَفَ فِیْهِ الْعُلَمَاءُ" اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا اس قول پر جس میں علماء نے اختلاف کیا ہے" شافعی کچھ کرتے ہیں، مالکی کچھ اور حنفی کچھ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے شامل حال ہے۔

ہم عاجزوں کے لئے اتنی سند کافی اور وافی ہے۔ لہٰذا جلائے نکیر نہیں ہے۔ اپنے مولیٰ جل شانہٗ وعم احسانہٗ سے ہم کو پوری امید مغفرت ہے۔

زید ہے اپنے عمل سے تاکس ۔۔۔ تیری رحمت کا سہارا اور بس

آلۂ مکبر الصوت

آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) اگرچہ نیک مقاصد کے لئے بنایا گیا تھا لیکن "ہر چہ علتی گیر دعلتی گردو" کا مصداق بن گیا ہے۔ اس آلہ سے جو تکلیف بندگانِ خدا کو پہنچ رہی ہے اس کو دیکھتے ہوئے عاجز کو یہ حدیث شریف یاد آتی ہے۔ مشکوٰۃ کے کتاب الفتن میں صحیحین کی حدیث ہے: "عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرٰی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ منورہ کی کسی بلند عمارت پر (پتھر کی بنی ہوئی عمارت) چڑھے اور آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا۔ کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ صحابہ نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں پر مینہ کی طرح فتنے برس رہے ہیں"

اگر فاسقوں نے اس نامسعود آلہ کو فسق وفجور کے نشر کا ذریعہ بنایا ہے تو مسائل سے ناواقف افراد نے بھی ناجائز طریقہ پر اس کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ ہر مسجد شریف میں یہ آلہ نصب کر دیا گیا ہے۔ اذان اسی آلہ کے ذریعے نشر کی جاتی ہے۔ اور اذان کا وقت تمام مساجد کا ایک نہیں ہے اسلامی محلوں میں مساجد شریفہ ایک دوسری سے قریب واقع ہیں۔ لہٰذا یہ صورت پیدا ہوگئی ہے کہ ایک مسجد میں نماز ہو رہی ہے اور دوسری مسجد کا موذن اذان دے رہا ہے۔ جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں ان کی نماز خراب ہو رہی ہے۔ اور یہ موذن اپنی نا سمجھی سے۔ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ کا مرتکب ہو رہا ہے۔

بعض ائمہ مساجد اس آلہ میں نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے کہہ رہا ہے۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ یعنی اپنی نماز نہ زیادہ بلند آواز

سے پڑھو اور نہ زیادہ دھیمی آواز سے اور ان دونوں کے درمیان راہِ وسط اختیار کرو۔" علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مسجد شریف کی حدود میں آواز دائر رہے۔ بعض افراد رمضان شریف میں ساری تراویح اس آلہ میں پڑھتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔ اِذَا وُسِدَ الْأَمْرُ الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ کما رواہ البخاری۔ بعض ائمہ مساجد اذان کے بعد اور نماز سے پہلے وعظ و ارشاد کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ لوگ طریقۂ نبویہ کو چھوڑ کر حجاج کے طریقہ کو لے رہے ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج ۹ صلا میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ فتح کرکے جب حجاج وہاں گیا تو اس نے یہی کیا کہ اذان کے بعد نصیحت کا دفتر کھول کر بیٹھ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں بیٹھے تھے انھوں نے دو تین مرتبہ نماز، نماز کی آواز لگائی۔ حجاج نے کوئی اثر نہ لیا۔ آپ کھڑے ہو کر تکبیر کہنے لگے۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو سب لوگ کھڑے ہو گئے اور مجبوراً حجاج کو نماز پڑھانی پڑی۔ نماز کے بعد حجاج نے آپ سے کہا۔ کس بنا پر تم نے یہ کام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ انما نجئ للصلاۃ فصل الصلاۃ لوقتھا ثم تفتق ماشئت۔ یعنی ہماری آمد نماز کے لئے ہوتی ہے۔ نماز کو اس کے وقت میں پڑھو اور پھر جب تک چاہو باتیں بناتے رہو۔"

واللہ اعلم یہ کیا نصیحتیں ہیں جو تمام ہونے کو نہیں آتیں۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ۔ دین سہولت ہے یعنی اس مبارک دین میں سہولت ہی سہولت ہے۔ حضرت سیدی اولاد نے مخلصین سے فرمایا "یہ انحطاط کا زمانہ ہے فرضِ خدا پر قائم رہنا اور حرامِ خدا سے بچنا اور خلقِ خدا کے ساتھ صحیح معاملہ رکھنا موجبِ نجات ہے۔" آپ نے دو لفظوں میں حقیقت کا اظہار کر دیا۔ اللہ سب کو سمجھ دے۔ اس نامسعود آلہ کی وجہ سے خانقاہ شریف میں بھی نزولِ فتن کو قطع المنظر ہو رہا ہے۔ کبھی فاسقوں کی نشریات اور کبھی واعظوں کا شور۔ یہ عاجز دیکھتا ہے کہ جب یہ تکلیف دہ آوازیں آتی ہیں زائرین لاحول پڑھتے ہوئے واپس جاتے ہیں۔

عاجز کا مسلک

اِس دورِ پُرفتن میں عاجز کا مسلک اس حدیث شریف پر ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کَیْفَ بِکَ اِذَا ابقیت فی حثالۃ من النّاس مرجت عھودھم و اماناتھم واختلفوا فکانوا ھکذا وشبک بَیْنَ اصابعہ قال فَبِمَ تامرنی قال علیک بما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بخاصۃ نفسک وایاک وعوامھم وفی روایۃ الزم بیتک واملک علیک لِسَانَکَ وخذ ما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بخاصۃ نفسک ودع امر العامۃ۔ کما فی کتاب الفتن من المشکات۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا۔ تم کیا کرو گے جب ایسے بے خیر لوگوں میں رہ جاؤ گے کہ ان میں نہ ایفائے وعدہ ہو گا اور نہ امانت۔ ان میں اختلافات ہوں گے

اور وہ اپنے احوال کے اعتبار سے اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائیں۔ عبداللہ نے کہا میرے لئے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم اُن اُمور کے پابند رہو جن کو تم جانتے ہو اور جس کو نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔ تم صرف اپنے نفس کی فکر کرو۔ عوام الناس سے اپنے کو بچاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ تم اپنے گھر کے ہو رہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ جو تم کو معلوم ہے اس کو لو اور جس کو نہیں جانتے اس کو چھوڑ دو۔ تم اپنے نفس کی فکر کرو۔ عوام کو ان کے احوال پر چھوڑ دو" عاجز نے اس حدیث شریف کو اس دور پُر فتن میں اپنے لئے مشعلِ راہ بنا رکھا ہے۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ نے بارہا فرمایا تھا کہ "اپنے بزرگوں کے مسلک سے سرِمُو انحراف نہ کرو، فرائض پر مضبوطی سے قائم رہو، حرام سے اپنے کو بچاؤ، ان شاء اللہ تمہاری نجات ہوگی" آپ کا ارشاد اس مبارک حدیث شریف کا خلاصہ ہے۔ وفقنی اللہ لمرضاتہ۔

عیدگاہ کی امامت دلّی کی شاہی عیدگاہ کی امامت سید طاہر حسن سے اناباً وجداً متعلق تھی۔ تقسیم ہند کے وقت وہ کراچی چلے گئے اور عیدگاہ کی امامت کا تعلق مولانا احمد سعید سے ہوا اور ان کے بعد اُن کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سعید سے ہوا۔ ان کے بعد چند گرامی قدر علماء و عمائدین عاجز کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ وقف بورڈ کی خواہش ہے کہ عیدگاہ کی امامت آپ سے متعلق ہو۔ زمانے کے احوال کو دیکھتے ہوئے عاجز کو کچھ تردد تھا۔ چونکہ ان حضرات کا اصرار تھا اس لئے عاجز نے دوشنبہ ۷ ار رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ ار جنوری ۱۹۶۶ء کو ان حضرات سے کہا کہ عاجز خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو بجا لائے گا۔ نہ یہ عاجز کچھ لے گا اور نہ کوئی شخص اس عاجز کے کام میں مداخلت کرے گا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ہندوستان میں عام طور پر خطبہ کے بعد دُعا کرنے کا طریقہ رائج ہے۔ حالانکہ سنتِ مطہرہ سے اس کا ثبوت نہیں۔ عاجز نے تسکیناً لخواطر العوام وَاتِّبَاعاً للسنۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ یہ صورت نکالی ہے کہ خطبۂ ثانیہ کے آخر میں لفظ "دُعا" کہہ کر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہے۔ یہ عاجز اپنے مولائے کریم و رحیم سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے اس صورتِ جمع کو طریقۂ مسنونہ میں شامل کرلے گا۔ ع باکریماں کارہا دشوار نیست۔ عاجز درج ذیل خطبات پڑھتا ہے۔

عید الفطر کا پہلا خطبہ

اللہ اکبر ۹ مرات۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ العظیم بکرۃ واصیلا، اللہ اکبر ما اشرقت فی صباح ہذا الیوم شمس المسرۃ، وتم شہر الصوم واستعد وفد الحج والعمرۃ، ولبس المؤمنون جدید الثیاب اظہارا لجمیل النعمۃ، سبحان من اوجب الفطر فی ہذا الیوم وحرم الصیام احمدہ واشکرہ علی جمیل الانعام، واتوب الیہ واستغفرہ من الذنوب والآثام، واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ، اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ واصحابہ حملۃ شریعتہ وخزنۃ اسرارہ، اما بعد، فیا عباد اللہ، ان من آداب الاسلام المشہورۃ اخراج زکاۃ الفطر حسب السنۃ الماثورۃ، واوجب ابو حنیفۃ عن نفسہ وولدہ الصغیر وعبد الخدمۃ بشرط ان یملک نصاب الزکاۃ زیادۃ عما اہمہ، واسقط عنہ زوجتہ ووالدیہ الا علی سبیل التبرع، وتجب عند باقی الائمۃ علی المکلف عن نفسہ وعن من یلزمہ الانفاق علیہ وہم اولادہ الصغار والعاجزون عن الکسب ورفیقہ وزوجتہ والفقیر من والدیہ، واشترطوا ان یملک زیادۃ عن لوازم من یومہ وقدرہا نصف صاع من الحنطۃ وصاع من الشعیر ومن غالب قوت اہل البلد، وتکفی القیمۃ عند الامام الاعظم فعجلوا باخراجہا، فہی مطہرۃ لصیامکم، ومن جاء من طریق فلیرجع من اخری لتشہد الکم عند ربکم، واستبشروا بنعمۃ من اللہ ورضوان منہ، ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

عید الاضحی کا پہلا خطبہ

اللہ اکبر۔ ۹ مرات۔ اللہ اکبر کبیرا، والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا، الحمد للہ الذی بسط لنا بساط الانس والمحبۃ، وقبل عمل حجاج بیتہ فعاملہم معاملۃ الاحبۃ، احمدہ جل شانہ واشکرہ عز برہانہ واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ، اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ وصحبہ ما ہلل مسلم وکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اما بعد، فیا عباد اللہ، قد اوحی اللہ فی المنام الی خلیلہ ابراہیم علیہ السلام بذبح ولدہ فہم فی مثل ہذا الیوم بذبحہ، فنزل الفداء واستبشر، اللہ اکبر اللہ اکبر، فصارت الاضاحی من ذلک الوقت مرغوبۃ، وفضیلۃ من فضائل الاسلام مطلوبۃ، فاتبعوا فیہا السنۃ، واستوجبوا فیہا المنۃ، فمن کانت لہ اضحیۃ، فلیبدأ بہا ولیستقبل بہا القبلۃ،

ولیکبروا اللہ ولیھللوا۔ اللھم ھذا منک ولک۔ اللھم تقبل منی کما تقبلت من ابراھیم خلیلک ومحمد
حبیبک۔ واول وقتھا من صلاۃ العید فی حق الامصار ولاھل القری من فجر ھذا النھار وینتھی
وقتھا بغروب شمس الیوم الثالث۔ ولا یبیع لحما من اضحیتہ ولا یعطی الجزار شیئا فی اجرتہ
فعظموا رحمکم اللہ شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب وتقربوا بضحایاکم فانھا علی الصراط
مطایاکم۔ ذلکم ازکی لکم واطھر۔ وکبروا اللہ فی ایام التشریق عقب الصلوۃ۔ ومن جاء من
طریق فلیرجع من اخری لتکثر لکم الحسنات۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ
حسنۃ وقنا عذاب النار۔

عیدین کا دوسرا خطبہ

اللہ اکبر ۷ مرّات۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد
الحمد للہ حمدا کثیرا کما امر واشھد ان لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ ارغاما لمن جحد بہ وکفر۔ واشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ۔ صلی
اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ ما اتصلت عین بنظر واذن بخبر۔ اما بعد فیا ایھا الناس اتقوا
اللہ فی السر والعلن وذروا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن۔ واعلموا ان اللہ امرکم بامر
انالکم بہ شرفا وتکریما بقولہ۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا
صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین
وارض اللھم عن سادتنا خلفائہ الاربعۃ۔ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی وعن البقیۃ من
العشرۃ المبشرۃ وعن الذین بایعوہ تحت الشجرۃ وعن سبطیہ الشھیدین ابی محمد الحسن
وابی عبد اللہ الحسین وعن عمیہ المکرمین بین الناس الحمزۃ والعباس وعن ازواجہ
الطاھرات امھات المؤمنین وعن جمیع الصحابۃ والقرابۃ والتابعین ومن تبعھم باحسان
الی یوم الدین وعنا معھم یا ارحم الراحمین۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی
وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ اذکروا اللہ العظیم یذکرکم وادعوہ
یستجب لکم۔ ولذکر اللہ عز وجل اکبر۔ الدعاء۔ اللھم انصر الاسلام والمسلمین۔ اللھم
انصر جیوش المجاھدین۔ اللھم قاتل الکفرۃ اھل الکتاب والمشرکین الذین یجحدون ایاتک
ویکذبون رسلک۔ ویصدون عن سبیلک ویتعدون حدودک۔ ولا یؤمنون بوعدک۔ اللھم
خالف بین کلمتھم۔ اللھم زلزل اقدامھم۔ اللھم انزل بھم باسک الذی لا تردہ عن
القوم المجرمین۔ اللھم منزل الکتاب۔ ومجری السحاب وھازم الاحزاب اھزمھم ...

الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِمْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ، اَللّٰهُمَّ آمِنَّا فِيْ اَوْطَانِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَخَافُكَ وَلَا يَرْحَمُنَا، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ، اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سعادتِ حج وزیارت

پہلی مرتبہ ۱۳۴۶ھ میں حضرت برادرِ کلاں حفظ اللہ دا البقاہ نے حج کا ارادہ کیا۔ اُن کے ساتھ ان کی اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ عاجز بھی مع اہلیہ ان کے ساتھ ہوا۔ افغانستان اور بلوچستان کے پچیس مخلصین ساتھ تھے اور جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب بھی اس مبارک سفر میں ساتھ رہے۔ بنگال کے مولوی عبدالعزیز صاحب کو خبر ہوئی اور وہ بھی دس پندرہ مخلصین کے ساتھ آئے۔ لیکن اُن کا سفر دوسرے جہاز سے ہوا۔ سفر کی تفصیل اس طرح پر ہے۔

شنبہ ۲۴ر رمضان ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۷ر مارچ ۱۹۲۸ء دلّی سے بمبئی کو روانگی ہوئی۔

یکشنبہ ۲ر شوّال (۲۵ر مارچ) کو خسرو جہاز میں بمبئی سے جدّہ کو روانگی ہوئی۔

شنبہ ۱۵ر شوّال (۷ر اپریل) جدّہ اور پھر مکہ مکرمہ پہنچے۔

شنبہ ۸ر ذی القعدہ (۲۸ر اپریل) مدینہ منورہ کو روانگی ہوئی۔

چارشنبہ ۱۲ر ذی القعدہ (۲ر مئی) مدینہ منورہ پہنچے۔

پنجشنبہ ۲۱ر ذی القعدہ (۱۱ر مئی) مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو واپسی ہوئی۔

یکشنبہ ۸ر ذی الحجہ (۲۸ر مئی) احرام باندھ کر منیٰ کو گئے۔

دوشنبہ ۹ر ذی الحجہ (۲۹ر مئی) منیٰ سے عرفات گئے۔

بعدِ مغرب عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ آئے اور سہ شنبہ ۱۰ر ذی الحجہ (۳۰ر مئی) کو منیٰ پہنچے۔ ظہر کو مکہ مکرمہ گئے۔ طواف وسعی کی اور مغرب تک منیٰ واپسی ہوئی۔

پنجشنبہ ۱۲ر ذی الحجہ (۱ر جون) منیٰ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔

سہ شنبہ ۱۷ر ذی الحجہ (۶ر جون) مکہ مکرمہ سے جدّہ آئے۔

یکشنبہ ۲۲ر ذی الحجہ (۱۱ر جون) جدّہ سے کراچی کے لئے روانہ ہوئے۔

سہ شنبہ ۳۰ر ذی الحجہ (۱۹ر جون) کراچی پہنچے۔

پنجشنبہ ۲ر محرم ۱۳۴۷ھ (۲۱ر جون) کراچی سے کوئٹہ کو روانہ ہوئے۔

جمعہ ۳ محرم ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۲۵ء حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں کوئٹہ پہنچے۔
یہ مبارک حج نہایت گرمی کے زمانہ میں تھا۔ منیٰ میں پانی کی بے حد قلت تھی۔ ہزارہا افراد کی منیٰ میں وفات ہوئی۔ ہمارے رفقاء میں سے دو کی منیٰ میں وفات ہوئی۔ اور تین بیمار رہوئے۔ اور ہندوستان آکر رحلت کر گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

حجازِ مقدس پر ہیچ نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا۔ ان لوگوں میں نہ علم ہے اور نہ تہذیب۔ محمد بن عبدالوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے وہ بمنزلہ منزل من اللہ ہے۔ عاجز نے محمد بن عبدالوہاب کے بعض رسائل کا مطالعہ کیا ہے۔ حفظت شیئاً و غابت عنك أشیاءُ۔ اس پر صادق آتا ہے۔ اس کی علمیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے۔ نجدیوں نے حجازِ مقدس میں مقاماتِ مقدسہ اور مزاراتِ مبارکہ کی جو توہین کی ہے یقیناً وہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیزران والدہ ہارون رشید نے ۱۷۰ھ میں مسجد شریف بنائی تھی، کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔

لِمِثْلِ هٰذَا قَلْبُ یَذُوْبُ الْقَلْبُ مِنْ کَمَدٍ اِنْ کَانَ فِی الْقَلْبِ اِسْلَامٌ وَّ اِیْمَانٌ

(اس جیسی بات پر رنج سے قلب کو پگھل جانا چاہیئے اگر دل میں ایمان اور اسلام ہے)

نجدیوں کے فتنہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث شریف ہے "عن ابن عمر قال قال النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا۔ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا۔ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهٗ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ" صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکہ مکرمہ میں جناب محترم و مشفق شیخ ندیم احمد صاحب مجددی اور ان کے فرزندانِ گرامی شیخ محمد صادق، شیخ محمد حسن، شیخ محمد مدنی کے پاس قیام رہا اور مدینہ منورہ میں ٹونک کی رباط میں۔

مکہ مکرمہ میں بڑے ماموں جناب محمد اسماعیل صاحب محترم اور اُن کی اہلیہ صاحبہ سے ملاقات ہوئی۔ نہایت محبت سے ملے اور انھوں نے نہایت پُرتکلف دعوت کی۔ کافی افراد کو بُلایا تھا۔ باب السلام میں اُن کی دوکان تھی۔ وہ سُرمہ فروخت کرتے تھے۔ حضرت والدہ صاحبہ سے بڑے تھے اُن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ رحمہ اللہ و رضی عنہ۔

دوسری مرتبہ مصر سے حجازِ مقدس کا سفر ہوا۔ عاجز نے قران کی نیت کی۔ سہ شنبہ ۲۹ رذی القعدہ ۱۳۵۰ھ (۵ اراپریل ۱۹۳۲ء) سویس سے جدّہ کو روانہ ہوا۔ جمعہ ۲ رذی الحجہ (۸ راپریل) جدّہ پہنچا۔ جناب شیخ ندیم احمد صاحب اور ان کے فرزندانِ گرامی کے پاس قیام رہا۔ برادرِ خورد حضرت ابوالسعد سالم مع محمود اللہ پسر سربلند جنگ مرحوم کا قیام بھی وہاں تھا۔ پنجشنبہ ۸ رذی الحجہ کو مع برادرِ خورد و محمود اللہ و مُلا عمر ولد رَزَنگ قوم سلطان خیل منیٰ کو روانہ ہوئے۔ رات منیٰ میں رہے۔ جمعہ ۹ رذی الحجہ کا وقوف (عرفات میں) ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جمعہ کا وقوف نصیب کیا اور سردارِ کل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ وقوف سے توافق نصیب ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ لَهٗ ۔ مُلا عمر سے حرم شریف میں ملاقات ہوئی اور وہ ہمارے ساتھ ٹھہرے۔

ملا عمر قدیم مخلص تھے۔ خورد سالی میں عاجز کی اور برادرِ خورد کی خدمت ملا ولی محمد نسو خیل کے ساتھ کی ہے اور ان کا قیام خانقاہ شریف میں آخر تک رہا۔ اپنے پیر و مرشد کے سچے عاشق اور فدائی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورحم وَلِیّ محمدٍ ورضی عنہما۔

اتفاق سے مکہ مکرمہ میں برادرِ طریقت مولانا سیف الرحمٰن سابق صدر مدرس مدرسہ فتحپوری دلّی سے عند المقام ملاقات ہوئی۔ جناب مولانا کی پیرانہ سالی تھی۔ عاجز سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ ان کی محبت اور کیفیت کو دیکھ کر عاجز کو یقین ہوا کہ ان کو حضرت سیدی الوالد قدس سرہٗ سے کمال اخلاص تھا۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ۔

دوشنبہ ۱۲ رذی الحجہ کو بعد زوال رمی جمار کر کے منیٰ سے مکۂ مکرمہ آمد ہوئی اور پنجشنبہ ۵ رصفر ۱۳۵۱ھ (۱۰ رجون ۱۹۳۱ھ) کو مکہ مکرمہ سے جدّہ اور پھر شنبہ ۷ رصفر کو جدّہ سے سویس کو یہ عاجز مع برادرِ عزیز روانہ ہوئے اور سہ شنبہ ۱۷ رصفر کو سویس پہنچے۔

افسوس صد افسوس کہ حضرت خال محترم اور اُن کی اہلیۂ محترمہ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو رحلت فرما چکے تھے۔ رحمہما اللہ ورضی عنہما۔

چونکہ یہ عاجز مصر سے تقریباً بے زاد و راحلہ کے آیا تھا۔ اس لئے مدینہ منورہ کا سفر نہ کر سکا۔ حضراتِ مجددیہ سے طلب و استقراض کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت جدّا مجد قدس سرہٗ کا وہ قول یاد آرہا تھا جو انھوں نے اپنے برادرِ کلاں سے فرمایا تھا: "کہنے کے بعد وہ لذّت و حلاوت کب نصیب ہوتی جو نہ کہنے کی صورت میں ہے۔"

تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۸۶ھ کا حج کرایا۔ عاجز کے رفیقِ سفر شیخ عبدالباقی نومسلم د

صاحبِ نسبت تھے۔ یہ سفرِ مبارک ہوائی جہاز سے ہوا۔ دوشنبہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۶۷ء دلّی سے بمبئی ریل سے روانگی ہوئی اور یکشنبہ یکم ذی الحجہ (۱۲ مارچ) کو علی الطائرالمیمون جدّہ کو۔ صبح کی نماز اوّل وقت میں بمبئی میں پڑھی اور ظہر کی اذان حرم محترم کی سُنی۔ مکۃ مکرمہ میں عاجز کی دخترِ دوم سَنِیّۃ سلمہا اللہ کا قیام ہے۔ اُن کے خسر حافظ نور محمد صاحب اللہ والے جدّہ آگئے تھے اور وہ جدّہ سے اپنے گھر لے گئے۔ لہٰذا قیام دخترِ نیک اختر کے پاس رہا۔ موسم نہایت خوشگوار تھا۔ عاجز نے ایک چھوٹی دری ایک چھوٹا تکیہ، ایک چادر اور چند دراہم لے کر یکشنبہ ۸ ذی الحجہ کو بیت اللہ شریف کے پاس سے حج کی نیت کر کے پا پیادہ منیٰ کو روانہ ہوا۔ عبدالباقی ساتھ تھے۔ منیٰ میں رات کو رہے۔ وہاں سے تین ہندوستانی رفیق ہو گئے اور ۹ ذی الحجہ کو پاپیادہ عرفات کو روانہ ہوئے۔ جبلِ رحمت کے پاس ایک چھپّر میں ٹھیرے۔ اب کی مرتبہ جبلِ رحمت پر چڑھنا نصیب ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کو روانہ ہوئے وہاں سے صبح کو منیٰ پہنچے۔ رمی جمرات کر کے قربانی کی اور پھر مکہ مکرمہ جا کر طواف وسعی کی اور سر کے بال اُتروا کر نہا کر احرام کھولا اور شام تک منیٰ واپسی ہوئی اور پنجشنبہ ۱۲ ذی الحجہ کو بعد ظہر رمی جمرات کر کے مکہ مکرمہ آگئے۔

اب کی مرتبہ حج میں خوب لطف آیا۔ قلب کو سکون ملا۔ نہ کہیں سواری کا انتظار کیا نہ معلّم کی تلاش کی۔ جہاں خالی زمین ملی دری بچھا کر لیٹ گئے۔

چہار شنبہ ۲۴ ذی الحجہ (۵ اپریل) ظہر کی نماز حرم محترم میں پڑھ کر یہ عاجز مع عبدالباقی مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ عصر کی نماز حرم نبوی میں ہوئی۔ عاجز نے قیام رباطِ حضرت محمد مظہر قدس سرّہٗ میں کیا۔ عبدالباقی ساتھ تھے۔ برادرِ محترم شیخ محمد مظہر نہایت محبت سے پیش آئے۔ پندرہ دن وہاں قیام رہا اور دل کو کامل سکون نصیب ہوا۔ پنجشنبہ ۱۰ محرم ۱۳۸۷ھ (۲۰ اپریل) عصر کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر جدّہ کو روانہ ہوئے۔ جمعہ ۱۱ محرم کو اپنے رفیقِ سفر عبدالباقی کو بمبئی روانہ کیا اور یہ عاجز مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ کیونکہ حجاج کی کثرت کی وجہ سے یہ عاجز بیت اللہ شریف کا طواف نہ کر سکا تھا۔ عاجز کو حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرّہٗ کی وہ عبارت یاد آئی جو حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ کو تحریر فرمائی "طُوْبٰی لِمَنْ آثَرَ مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی" لہٰذا عاجز نے ہوائی جہاز کا واپسی کا ٹکٹ ضائع کیا اور سکونِ قلب کے چھبیس ۲۶ دن۔ از ندائے تہجد تا وقت چاشت صباحاً و از عصر شافعی تا صلاۃ العشاء مساءً اپنے مولیٰ جل شانہ وعم احسانہ کے مبارک گھر کے چاروں طرف گھومتا رہتا تھا۔ اس کی عظمت و بے نیازی اور اپنی مسکنت و عاجزی ہر وقت پیشِ نظر رہتی تھی۔ تن کا رُواں رُواں کہتا تھا۔ الٰہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی۔

۱۔ نے از تو حیاتِ جاوداں می خواہم　　نے عیش و تنعمِ جہاں می خواہم
۲۔ نے کامِ دل و راحتِ جاں می خواہم　　ہر چیز رضائے تست آں می خواہم

۱۔ میں تجھ سے ہمیشگی کی زندگی نہیں چاہتا ہوں۔ نہ دنیا کا عیش و عشرت چاہتا ہوں۔

۲۔ نہ دل کا مدعا اور جان کی راحت چاہتا ہوں۔ جس چیز میں تیری رضا ہو وہ چاہتا ہوں۔

عاجز نے ۱۳۷۱ھ میں نظم شائع لکھی تھی جو کہ مجموعۂ خیر البیان کے ساتھ چھپی ہے۔ اس نظم میں عاجز نے اپنے مولیٰ جل شانہ و عم احسانہ سے مناجات کی تھی۔ پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے اسے پورا کر دیا۔ وہ مناجات درج ذیل ہے۔

مناجات

الٰہی کا حرم کا سفر ہو میسّر　　ہوں اسباب خود اس رہِ جانفزا کے
وہاں جا کے ارماں نکالوں میں دل کے　　ترے گھر کے چاروں طرف پھر پھرا کے
کبھی سنگِ اسود کو جا کر میں چوموں　　کھڑا ہوں کبھی رُکن سے دل ملا کے
گھسوں تیری چوکھٹ پہ اپنی جبیں کو　　کروں عرض احوال سب مامضیٰ کے
کھڑا ہو کے میزابِ رحمت کے نیچے　　بہادوں گناہوں کو اپنے نہا کے
کروں آبِ زمزم سے سیراب خود کو　　بنوں مست اِک ڈول اس کا چڑھا کے
محبت میں مروہ کے چکر لگاؤں　　پھروں سر کے بل جا کے سر پر صفا کے
کبھی کوہِ رحمت کی چوٹی پہ جاؤں　　کبھی میں مزے لوٹوں غارِ حرا کے
کبھی شوق میں مشعر و خیف پہنچوں　　کبھی جا کے گلیوں میں لوٹوں منیٰ کے

دیارِ حبیب

چلوں چشم سے جانبِ طیبہ گاہے　　رہِ شوق میں اپنی پلکیں بچھا کے
با اخلاص و شوق و بصد شادمانی　　منازل ہوں طے اس رہِ دلکشا کے
پہنچ کر مدینہ اُحد جا کے دیکھوں　　کبھی دیکھ آؤں مناظر قبا کے
کبھی دُور سے قبۂ نور دیکھوں　　کبھی جا پڑوں در پہ دار الشفا کے
پڑھوں گاہ مسجد میں جا کر دوگانہ　　پھر اُس در پہ مانگوں دُعا گڑگڑا کے
حضوری میں جاؤں پھر اس بادشہ کے　　اُٹھائے ہوئے ہاتھ اپنے رَجا کے
فرشتے زیارت کریں جس کی آ کے　　پھریں گرد اس روضۂ ذوالعُلیٰ کے

کروں نذرِ بے حد درودِ مبارک — بہ صد شوق و اخلاص اُس مجتبیٰ کے
مری جان و اولاد، ماں باپ سب کچھ — فدا ہوں الٰہی اسی پیشوا کے
جبیں جس نے لے زید اس در پہ گھس لی — تماشے وہ پھر دیکھے دل کی جلا کے

یہ عاجز مولیٰ جل شانہٗ کی عنایات کا کیا بیان کرے۔ حضرت سعدی نے کہا ہے اور خوب کہا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں — بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

(نہ اس کے حسن کی انتہا ہے، نہ سعدی کے کلام کا خاتمہ۔ استسقا کا پیاسا مر جاتا ہے اور دریا ویسا ہی باقی رہتا ہے)

اللہ تعالیٰ دار النعیم میں اتمام مقامِ رضا سے مشرف فرمائے۔ جبکہ وہ اپنے بندوں سے فرمائے گا۔
"یَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ هَلْ رَضِيتُمْ فَيَقُولُونَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى يَا رَبِّ قَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ أَلَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا. كَمَا فِي الصَّحِيحَيْنِ۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ۔

زواج عاجز کا عقد نکاح یکشنبہ ۱۴ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۲۷ء صدر بازار میرٹھ میں امۃ القیوم دختر حافظ اشفاق الٰہی صاحب سے ہوا۔ حافظ اشفاق الٰہی اور ان کی اہلیہ زہرہ بی جو کہ اُن کی بنت العم تھیں حضرت سیدی الوالد قدس سرّہٗ سے بیعت تھے۔ اُن کی اولاد نہ تھی۔ حضرت والدہ صاحبہ نے ان کی اہلیہ سے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو بیٹی عنایت کرے تو میں زید کے واسطے اس کو لوں گی۔ انھوں نے کہا۔ بی بی صاحبہ آپ دُعا فرمائیں اللہ مجھ کو بیٹی دے، اگر اللہ نے مجھ کو بیٹی دی، میں ضرور آپ کے حوالہ کردوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سال ماہِ محرم ۱۳۳۲ھ میں اُن کو لڑکی عنایت کی۔ حافظ اشفاق الٰہی نے حضرت سیدی الوالد کو عریضہ ارسال کیا اور نام دریافت کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا: "امۃ القیوم اچھا نام ہے، خدائے تعالیٰ مبارک کرے۔" پھر میلاد شریف کے موقع پر حافظ صاحب مع اہلیہ و دختر آئے۔ حضرت والدہ صاحبہ اُن کی دختر کو لے کر حضرت سیدی الوالد کے پاس گئیں اور اپنا خیال ظاہر کیا۔ آپ نے بچی پر دَم کیا اور کہا۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ چنانچہ والدہ صاحبہ نے حضرت سیدی الوالد کی اجازت سے بچی کے ہاتھ میں سونے کے کڑے ڈال دیئے۔ چند سال کے بعد حافظ صاحب کی اہلیہ رحلت کر گئیں۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

عاجز کا عقد نکاح حافظ قاری حاجی اشفاق الٰہی صاحب کی اس دخترِ نیک اختر سے ہوا۔ حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھے صاحب نسبت تھے۔ ان کی بیٹی حضرت

والدہ ماجدہ کی دُعاؤں کا ثمرہ تھیں اور حضرت سیدی الوالد نے اُن پر دم کیا اور اس رشتہ کو پسند کیا تھا۔ اس کا اثر ان پر ظاہر و باہر تھا۔ وہ اپنے والد صاحب کی خوبیوں کا مجموعہ تھیں۔ تجوید سے کلامِ الٰہی کی تلاوت کرتی تھیں، صبر و شکر سے پوری طرح آراستہ تھیں، بحث و مباحثہ سے متنفر تھیں۔ اگر کسی نے کچھ کہا خاموشی سے برداشت کیا۔ اُردو کا پڑھنا آتا تھا، لکھنا شادی کے بعد اپنے شوق سے کچھ سیکھ لیا، عاجز کے گھر کی رونق تھیں، تین مرتبہ حج کیا، قصص الانبیاء اور بزرگانِ دین کے حالات میں لکھی کتابیں بہت شوق سے پڑھتی تھیں، نفلی روزے بھی رکھتی تھیں، احیانًا صلاۃ التسبیح بھی پڑھتی تھیں۔

یکشنبہ ۲ شوال ۱۳۹۷ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۷ء کو ان کو فالج ہوا، برخوردار نیک اطوار محمد ابوالفضل نے ان کو خدمت پوری طرح کی۔ ایک مہینہ کے واسطے نئی دلی کے ولنگڈن اسپتال لے گئے وہاں خصوصی کمرہ میں ان کو رکھا، ایک نرس خدمت کے واسطے مقرر کی۔ صبح و شام اُن کو دیکھنے کے واسطے ہر روز جاتے تھے۔ اور پھر گھر میں وہ خود علاج کر رہے تھے کہ شبِ جمعہ ۴ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ یکم فروری ۱۹۷۹ء کو رات کے پونے نو بجے اُن پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور آٹھ منٹ میں وہ رحلت کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

برخوردار نے اپنی والدہ صاحبہ کی قبر حضرت سیّد نور محمد بدایونی قدس سرہٗ کے احاطہ میں جو کہ بستی نظام الدین سے ناربار سمتِ جنوب میں ہے اپنے دادا حضرت قدس سرہٗ کی دادی صاحبہ کی قبر کے پہلو میں جانبِ شرق بنوائی۔ ڈھائی بجے جنازہ کی نماز خانقاہ شریف میں ہوئی۔ پھر جنازہ کو حضرت سیّد صاحب کے احاطے لے گئے۔ وہاں قبر میں روضۂ مطہرہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کی کچھ خاکِ پاک ڈال کر اپنی والدہ صاحبہ کے جسد کو بہت آرام سے قبر میں اُتارا۔ برخوردار کی خدمت گزاری اور انہماک کو دیکھ کر محترمانِ گرامی مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور مولانا قاضی سجاد حسین صاحب نے ان کو دُعائیں دیں۔

قمری حساب سے ۵۳ سال ۴ مہینے ۲۰ دن، اور شمسی حساب سے ۵۱ سال ۹ مہینے ۱۴ دن اُن کی اس سرائے فانی میں رفاقت رہی۔ اب اللہ تعالیٰ سرائے باقی میں دائمی رفاقت عنایت کرے۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے عاجز کو تین بیٹے اور چھ بیٹیاں عنایت کیں۔ ۱ ابوالفضل محمد ۲ صفیہ بیگم ۳ ابوتراب حامد ۴ ابوالخیر احمد ۵ سنیّہ بیگم ۶ عطیہ بیگم ۷ نقیہ بیگم ۸ زکیہ بیگم ۹ خیریہ بیگم۔ ان میں سے ابوتراب حامد اور ابوالخیر احمد ذخیرۂ آخرت ہوئے۔ لہٰذا پہلے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر بیٹیوں

کا ذکر آئے گا اور آخر میں برخوردار ابوالفضل محمد کا۔

ابوتراب حامد کی ولادت ۲۳ رمضان ۱۳۵۸ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی اور اسی دن داغِ مفارقت دے کر دلی دروازے کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئے جَعَلَہُ اللہُ ذُخْرًا لِلْأَبَوَیْنِ۔

ابوالخیر احمد کی ولادت دوشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۶۰ھ ۱۰ فروری ۱۹۴۱ء کو ہوئی۔ اُن کی آنکھ میں کینسر ہو گیا تھا۔ دلی اور بمبئی میں علاج کرایا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تین سال حیات رہی اور سہ شنبہ ۲۶ صفر ۱۳۶۳ھ ۲۲ فروری ۱۹۴۴ء کو داغ مفارقت دے گئے اور دلی دروازہ کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئے۔ جَعَلَہُ اللہُ اَجْرًا وَّ ذُخْرًا لِلْأَبَوَیْنِ۔

۱۔ صفیہ بیگم سلمہا اللہ کی ولادت شب جمعہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۳۸ء کو خانقاہ شریف میں ہوئی۔ تاریخی نام "امۃ الخبیر بیگم" ہے۔ جمعہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو ان کا عقدِ نکاح عزیزم عبداللہ فرزند برادر کلاں حضرت بلال سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دو لڑکیاں عنایت کیں۔ ۲۷ رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۶۱ء کو نجمہ بیگم اور ۲۵ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء کو کوکب بیگم سلمہا اللہ۔ باوجود اس کے زوجین میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ ۵ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۶۵ء کو جدائی واقع ہو گئی اور صفیہ بیگم مع نجمہ بیگم و کوکب بیگم پنجشنبہ ۲۴ ماہ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۶۶ء کوئٹہ بلوچستان سے اس عاجز کے پاس دتی آگئیں۔ پروردگار ان کو اور ان کی دونوں بچیوں کو اپنے حفظ و امان میں بہ عافیت رکھے۔

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے نجمہ بیگم کا عقدِ نکاح میاں خواجہ ثاقب الدین فرزند خواجہ غلام محی الدین ناظر خانوی نظامی گوالیاری سے پنجشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۸۲ء کو خانقاہ شریف میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اب تک دو فرزند عنایت کئے ہیں۔

۱۔ محمد حارث۔ ولادت بدھ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔

۲۔ محمد سفیان۔ ولادت دوشنبہ ۱۹ شوال ۱۴۰۵ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۵ء میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ دونوں کی عمر میں برکت عنایت کرے اور نیک و صالح اور خوش نصیب فرمائے۔

کوکب بیگم کا عقدِ نکاح میاں ضیاء الدین فرزند شیخ نواب الدین سے یکشنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۸۶ء کو خانقاہ شریف میں ہوا۔ اب تک اللہ تعالیٰ نے دو اولادیں اپنے لطف و کرم سے عنایت کی ہیں۔ ایک بیٹی جس کا نام سُندس ہے اس کی ولادت جمعرات ۸ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

مطابق ۱۱؍دسمبر ۱۹۸۶ء میں ہوئی اور ایک بیٹا ہے جس کا نام حماد ضیاء ہے۔ اس کی ولادت چہار شنبہ یکم صفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۴؍ستمبر ۱۹۸۸ء میں ہوئی۔ اللہ دونوں کی عمر میں برکت عنایت کرے اور نیک وصالح اور خوش نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر بڑا کرم فرمایا کہ ان دونوں بچیوں کے فرض سے بہ خیر وخوبی سُبک دوش کر دیا۔

۲۔ سَنِیَّہ بیگم سلمہا اللہ کی ولادت ۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۸؍دسمبر ۱۹۴۲ء کو دلّی میں ہوئی، ہائر سیکنڈری میں کامیاب ہوئیں۔ دوشنبہ کا دن تمام کرکے بعدِ مغرب ۲؍شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۱۹۶۶ء کو ان کا عقدِ نکاح ان کی حقیقی خالہ امۃ الحی کے چھوٹے بیٹے محمد عابد ولد حافظ نور محمد اللہ والے سے ہوا۔ حافظ نور محمد تقسیم ہند کے بعد دلّی سے کراچی اور پھر کراچی سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ وہاں عطر کی تجارت کرکے خدا کے فضل وکرم سے آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سنیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ حامد۔ سلمیٰ۔ اسماء۔ عادل۔ سعد۔

حامد کی ولادت ۱۴؍رمضان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۶۶ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی تاریخی نام "مرغِ چمن حامد" ہے اور ان کا عقدِ نکاح ہدیٰ بیگم بنت ڈاکٹر محمد ابوالفضل سے شبِ جمعہ ۲؍شوال ۱۴۰۸ھ مطابق ۷؍اپریل ۱۹۸۸ء کو عشاء کے وقت بہت خیر وخوبی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو باعثِ خیر وبرکت کرے، زوجین میں محبت ہو اور اللہ تعالیٰ اولادِ صالح اور نیک بخت عنایت کرے۔

سلمیٰ بیگم کی ولادت ۱۲؍محرم ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۱۹۶۰ء کو ہوئی اور ان کا عقدِ نکاح زاہد اقبال ولد حبیب احمد وارثی سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عنایت کیا ہے۔ اس کا نام مشعل ہے اور اس وقت وہ دس مہینے کا ہے۔ اللہ عمر دے اور نیک وصالح فرمائے۔

اسماء بیگم کی ولادت ۲۷؍جمادی الآخرہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۰؍ستمبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور ان کا عقدِ نکاح جمعرات ۱۲؍رجب ۱۴۰۵ھ مطابق ۴؍اپریل ۱۹۸۵ء کو احمد سعید ولد محمد یوسف سے ہوا۔ اللہ نے ان کو ایک بیٹا عبدالمحسن عنایت کیا ہے جو کہ اس وقت پونے دو سال کا ہے۔ اللہ عمر دے اور نیک وصالح فرمائے۔

عادل کی ولادت ۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۸؍جولائی ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔

سعد کی ولادت سہ شنبہ ۹ رجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۵ رجون ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان بچوں کو اور ان کے والدین اور جدین کو عافیت اور راحت سے رکھے۔

۳۔عطیہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت سہ شنبہ ۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء کو دلی میں ہوئی۔ ہائر سیکنڈری میں کامیاب ہوئیں۔ شنبہ ۲ ذی القعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۶۵ء کو ان کا عقد نکاح میاں محبوب بیگ فرزند مرزا فاضل بیگ ساکن کلاں محل دلی سے ہوا۔ برادرِ کلاں حضرت شاہ ابوالفیض بلال نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب وقبول کرایا اور دعا کی۔

حضرت برادر کے خطبہ پڑھنے کی لذت کا بیان یہ عاجز کیا کرے۔ دلی کے مشہور واعظ مولانا احمد سعید آپ کی قرات سن کر بہت محظوظ ہوئے اور انھوں نے کہا۔ افسوس ہے کہ پہلے آپ کی قرات سننے کا موقع نہیں ملا۔

میاں محبوب بیگ کا کاروبار چٹاگانگ مشرقی پاکستان میں تھا۔ بنگلہ دیش بننے کے بعد اللہ کے لطف وکرم سے میاں محبوب بیگ اپنی بیوی بچوں کو لے کر کسی طرح کراچی پہنچ گئے اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

عطیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عنایت کی ہیں۔ غوثیہ بیگم، میاں منصور، فوزیہ بیگم، سعدیہ بیگم، میاں ارشد، میاں ہارون۔

غوثیہ بیگم کی ولادت ۷ رمضان ۱۳۸۵ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۶۵ء میں ہوئی قمری سال سے "نور دیدہ ثروت" اور شمسی سال سے "پری پیکر غوثیہ" تاریخی نام ہے۔

غوثیہ بیگم کی شادی میاں عاکف پسر میاں عارف سے مکہ مکرمہ میں ۲۴ شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۸۲ء جمعرات کے دن ہوئی۔ اللہ نے غوثیہ بیگم کو تین بیٹے اور ایک بیٹی عنایت کی۔ پہلے بیٹے کا نام محمد ہے۔ جب عاجز کو اس کی خبر ملی یہ دو شعر کہے۔

عطیہ کو مبارک ہو نواسا	محمد نام رکھا ہے پیارا
حرم میں زید بخشا ہے خدا نے	تجھے اپنے کرم سے یہ نواسا

اب اس وقت اس کی عمر سوا پانچ سال کی ہے اور دوسرے بیٹے کا نام عمر ہے اور اس کی عمر تقریباً سوا چار سال کی ہے اور تیسرے بیٹے کا نام عبداللہ ہے اور اس کی عمر تقریباً پونے تین

سال کی ہے اور بیٹی کا نام منیرہ بیگم ہے اور وہ تقریباً ڈیڑھ سال کی ہے۔

افسوس صد افسوس کہ ۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو پیاری غوثیہ بیگم اچانک ہم سب کو داغِ مفارقت دے گئی۔ جس وقت عاجز نے یہ خبر سنی فی البدیہہ درج ذیل اشعار زبان پر آئے۔

ہائے یہ کیسی خبر میں نے سُنی	دل پہ میرے ایک برچھی آ لگی
غوثیہ میری پیاری غوثیہ	یک بیک دنیا سے رخصت ہوگئی
وہ حرم سے جنّت الماویٰ گئی	زید کہہ دے "غوثیہ اب جنّتی"

میاں منصور کی ولادت ۴ رجب ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو ہوئی۔ تاریخی نام منصور رضا ہے۔ وہ یونیورسٹی جس کا نام جامعۃ ملک عبدالعزیز ہے، پڑھ رہے ہیں۔ تین سال کی پڑھائی باقی ہے۔ اللہ اُن کو اچھے نمبروں سے کامیاب کرے اور خوش نصیب فرمائے۔

فوزیہ بیگم کی ولادت ۲۳ شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۶۹ء کو ہوئی اور پنجشنبہ یکم رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۸۶ء کو اُن کا عقدِ نکاح میاں عبدالقادر ولد محمد قمر سے ہوا اور ماہ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۷ء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پیاری بیٹی عنایت کی۔ اس کا نام عالیہ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور نیک بخت فرمائے۔

سعدیہ بیگم کی ولادت ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ مطابق ۸ جون ۱۹۷۱ء کو ہوئی اور ۱۲ شوال ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو اس کی رخصتی ہوئی۔ اس کا عقدِ نکاح میاں عاکف ولد محمد عارف کے ساتھ کچھ دن پہلے ہوگیا تھا۔ اللہ اُن کو عافیت سے رکھے اور اولادِ صالح عنایت کرے۔

میاں ارشد کی ولادت چہارشنبہ ۱۳ شعبان ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۷۳ء کو صبح پونے پانچ بجے ہوئی۔ اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم دے اور خوش نصیب فرمائے۔

میاں ہارون کی ولادت سہ شنبہ ۲۷ رجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۷۵ء کو ہوئی۔ اسکول میں پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو علم دے اور خوش نصیب فرمائے۔

۴۔ نفیسہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت چہارشنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو دِلّی میں ہوئی۔ انھوں نے ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کرلی اور شنبہ ۹ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۷۶ء کو اُن کا عقدِ نکاح

برخوردار مظہر جو دسید حسین سے ہوا۔ اب سید مظہر علی شاہ سے شہرت ہے اور عرفیت منے میاں ہے۔ وہ پیر جی سید محبوب علی شاہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ قادری باغ ڈاکخانہ ڈیبائی ضلع بلند شہر میں رہتے ہیں۔

نقیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا عنایت کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

نادیہ بیگم کی ولادت شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۷۹ء کو ہوئی۔

صدف بیگم کی ولادت شنبہ ۹ ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو ہوئی۔

سدرہ بیگم کی ولادت دوشنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ہوئی۔

میاں سید حسن کی ولادت سہ شنبہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اِن بچوں کو اور ان کے والدین کو اپنے فضل و کرم سے بہ عافیت و راحت رکھے۔

۵۔ زکیہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، ولادت جمعہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو دِتی میں ہوئی۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے کیا ہے۔ شنبہ ۹ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۷۶ء کو ان کا عقدِ نکاح برخوردار سید جنید علی شاہ معروف بہ اچھے میاں فرزند پیر جی سید محبوب علی شاہ ساکن قادری باغ ڈاکخانہ ڈیبائی (پن کوڈ ۲۰۲۳۹۳) ضلع بلند شہر یو پی سے ہوا۔

زکیہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں عنایت کیں جو درج ذیل ہیں۔

سید محسن گیلانی کی ولادت شب سہ شنبہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۷۷ء کو ہوئی۔

سیدہ حنا بیگم کی ولادت ۱۸ رمضان ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۷۸ء روز پنجشنبہ کو ہوئی۔

سید مونس گیلانی کی ولادت شب یکشنبہ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۸۳ء کو ہوئی۔ مونس کی والدہ نے محبت میں مونس کو خورم کہا۔ عاجز نے یہ شعر کہا۔

دعا اللہ سے یہ زیدؔ کی ہے　　میاں مونس سدا خرّم رہے

سیدہ نغمہ بیگم کی ولادت شب چہارشنبہ ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔ عاجز نے اس وقت یہ دو شعر کہے۔

زکیہ ہو مبارک تم کو دختر　　یہ نعمت ہے خدا کی یاد رکھ لو

اگر پوچھے کوئی سال ولادت   "مبارک نغمہ بیگم ہے" یہ کہدو   ۱۴۰۵ھ

افسوس بیاری نغمہ بیگم شب دوشنبہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۸۶ء کو داغ مفارقت دے گئی اور دلی دروازے کے باہر قبرستان میں مدفون ہوئی۔ عاجز نے کہا۔

سالِ وصلش راچہ پرسی ازدلم   "یادکردِ نغمہ بیگم" شد رقم

اللہ تعالےٰ ان بچوں کو اور ان کے والدین کو اپنے فضل وکرم سے عافیت اور راحت میں رکھے۔

۶۔ خیریہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت چہارشنبہ ۲۹ شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۵۶ء کو دلی میں ہوئی۔ ہایر سیکنڈری پاس کی۔ ۱۴۰۵ھ مطابق اگست ۱۹۸۵ء میں اللہ کے فضل وکرم سے حج وزیارتِ مبارک کی سعادت حاصل کی اور شبِ جمعہ ۲۷ شعبان ۱۴۰۸ھ ہجری مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کو محمد اکرم صدیقی پسر اشرف الدین احمد صدیقی سے (ساکن نوشاہ پور سریاں، ڈاکخانہ بہمن گیارہ شریف، ضلع سیوان، بہار) ان کا عقدِ نکاح عشار کو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس عقدِ نکاح کو مبارک فرمائے۔ اور زوجین کو خیریت سے رکھے اور اولادِ صالح عنایت کرے۔

اللہ نے دوشنبہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۸ء میں خیریہ بیگم کو پسر نیک اختر عنایت کیا۔ اس کا نام محمد فضل اللہ ناصر رکھا۔ اللہ عمر دے اور نیک وصالح فرمائے۔ عاجز نے کہا۔

بہ خیریہ عنایت کرد مولیٰ   چہ فرزندِ مبارک نیک ومسعود
زہاتف زید چوں پرسید سالش   محمد ناصر فضل اللہ۔ فرمود   ۱۴۰۹ھ

خیریہ بیگم کے عقدِ نکاح کے سلسلہ میں قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ عاجز کی دوسری بیٹی سنیہ بیگم اور ان کے خاوند محمد عابد دہلوی تل اپنے بچوں اور ایک بیٹی داماد کے ساتھ مکہ مکرمہ سے آئے انھوں نے اپنے بڑے فرزند برخوردار حامد کا عقدِ نکاح عاجز کی پوتی ہدیٰ بیگم سے جمعرات کا دن تمام کرکے شبِ جمعہ ۲۰ شعبان ۱۴۰۸ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۸۸ء کو عشار کے وقت پونے آٹھ بجے کیا، ان کو عاجز کی چھوٹی بیٹی خیریہ بیگم کے عقدِ نکاح کا خیال تھا۔ چنانچہ ان دونوں نے اور عاجز کی بڑی بیٹی صفیہ بیگم نے محمد اکرم صدیقی سے بات کی اور تاریخ مقرر کرکے عاجز کو خبر کی اور اللہ کے لطف وکرم سے نہایت خیر وخوبی سے یہ کام ہوا۔

ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی

نورِ چشم، راحتِ جانم، لختِ جگرم ابوالفضل محمد کی ولادت جمعہ ۱۳ شعبان ۱۳۵۵ھ ہجری مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو خانقاہ شریف واقع مابین ترکمان دروازہ وچتلی قبر دلی ۶ میں ہوئی۔ عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی۔

۱۔ محمد ابوالفضل جلوہ نمود — منوّر زوے چشم و جانم قوی
۲۔ جگر گوشۂ زید و نورِ بصر — ابوالخیر جدش شہِ دہلوی
۳۔ بہ باغِ عمر[1] میوۂ نورس است — بہ گلزارِ احمد[2] گلِ معنوی
۴۔ الٰہی نگہدار وے را مدام — ز آفات دینی و ہم دنیوی

۵۔ چو تاریخ میلاد جستم ز دل
ملک گفت "خورشیدِ مصطفوی" ۱۳۵۵ھ

۱۔ محمد ابوالفضل کی پیدائش ہوئی۔ اس سے میری آنکھوں میں نور اور جان قوی ہوئی۔
۲۔ وہ زید کا جگر گوشہ ہے اور اپنے دادا شاہِ دہلوی ابوالخیر کا نورِ نظر ہے۔
۳۔ وہ عمر کے باغ کا تازہ پھل ہے۔ احمد کے گلزار کا معنوی پھول ہے۔
۴۔ خدا اس کی ہمیشہ حفاظت فرمائے دینی اور دنیوی آفات سے۔
۵۔ جب میں نے دل سے اس کی ولادت کی تاریخ تلاش کی، فرشتہ نے خورشیدِ مصطفوی کہا۔

اتفاق سے برخوردار کے نانا حافظ اشفاق الٰہی میرٹھ سے آگئے۔ اس تاریخی قطعہ کو نقل کرکے میرٹھ مولانا اختر شاہ خاں صاحب کے پاس لے گئے۔ مولانا نے پڑھ کر کاغذ پر چند الفاظ تحسین کے تحریر فرمائے اور بہت خوش ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ وعلی الحافظ۔

عاجز نے اپنے فرزند کا نام حضرت زید بن حضرت عبداللہ بن حضرت عمر الفاروق کے فرزند حضرت محمد کے نام پر رکھا ہے' مناسبت ظاہر ہے۔ جعلہ اللہ من اھل الفضل والکمال۔

فہم و فراست کے آثار خورد سالی سے ظاہر تھے۔ دہلی سے گیارھویں، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ ایس۔ سی اور سرینگر سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ڈگری سہ شنبہ ۲۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۹۰ھ، ۷ اپریل سنہ ۱۹۷۰ء کو ڈاک کے ذریعہ ان کو ملی اور وہ دوشنبہ ۲۰ صفر سنہ ۱۳۹۰ھ ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۷۰ء کو خیر سے عمرہ اور زیارتِ مبارکہ کے واسطے حجازِ مقدس گئے اور یکشنبہ ۱۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۰ھ ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۷۰ء کو خیر سے آگئے۔

چہارشنبہ ۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۱ھ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۷۱ء کو تین سال کے لئے مملکتِ سعودیہ گئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کی حکومت ان کی کارکردگی کی وجہ سے خوش ہوئی اور ان کو تمام مملکتِ سعودیہ میں آنے جانے کی اجازت دیدی۔ اور حکومت کی خواہش تھی کہ وہ مزید دو چار سال کے لئے

---

[1] عاجز کے جدامجد کا نام [2] حضرت مجدد کا نام۔

قیام کریں لیکن انھوں نے منظور نہ کیا اور اپنے والدین کی ضعیفی اور علالت کا عذر بیان کر کے وہاں سے شنبہ ۱۷ر صفر ۱۳۹۵ھ یکم مارچ ۱۹۷۵ء کو خیر سے دلّی آ گئے۔ حجازِ مقدس میں چار سال ان کا قیام رہا۔

خانقاہ شریف میں عاجز کی بیٹھک ۱۹۴۷ء سے کتب خانہ کی شکل اختیار کر گئی تھی برخوردار نے اس بیٹھک کو اپنے مطب کے واسطے تجویز کیا اور سترہ ہزار روپے صرف کر کے وہاں جمعہ ۵ر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۵ء کو اپنا مطب کھولا۔ جناب سید حمید امام جامع مسجد دہلی، جناب مفتی عتیق الرحمٰن، جناب قاضی سجاد حسین، جناب میر مشتاق احمد، جناب مفتی شوکت علی فہمی، جناب حسن ثانی، جناب حکیم سید حسین، جناب خلیل باغ والے اور دیگر افراد اس موقع پر تھے۔ ان حضرات نے تقریر کی اور دُعا کی کہ اللہ مبارک فرمائے۔

شادی خانہ آبادی برخوردار کا عقدِ نکاح حاجی حافظ محمد اسحاق فرزند حاجی محمد صدیق ساکن صدر بازار کی بیٹی خدیجہ بی بی سے شنبہ ۲۲ر شعبان ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۶۷ء کو دن کے دس بجے مدرسہ امداد الاسلام واقع صدر بازار میرٹھ میں ہوا اور دوسرے دن یکشنبہ کو خانقاہ شریف دہلی میں دعوتِ ولیمہ بہ درجہ احسن ہوئی۔

خدیجہ بی بی کی ولادت جمعہ ۲۱ محرم ۱۳۷۰ھ مطابق ۳ر نومبر ۱۹۵۰ء صدر بازار میرٹھ میں ہوئی۔ ان کی ولادت پر اُن کے والد صاحب نے عاجز سے نام دریافت کیا تھا۔ عاجز نے اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسمِ گرامی تجویز کیا۔ چوں کہ یہ اسمِ مبارک محترم نام ہے لہٰذا عاجز ان کو مسرت کے نام سے یاد کرتا ہے۔

اولاد اللہ تعالیٰ نے برخوردار کو پانچ اولادیں عنایت کی ہیں۔ سَعد، ہُدیٰ، ابوالنصر انس، ہُما اور شنا۔

اسعد کی ولادت جمعہ ۴ر ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۰ر جون ۱۹۶۹ء صبح کے سوا نو بجے ہوئی اور شب یکشنبہ ۶ر ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ ۲۲ر جون ۱۹۶۹ء کو داغ مفارقت دے گئے۔ رات کو اُن کا جنازہ سامنے تھا۔ یہ چند شعر زبان پر آ گئے۔

جانِ من جانانِ من سَعدِ سعید	روحِ من ریحانِ من از من رَمید
روزِ اَوّل کرد شادم از قدوم	روزِ دُوُم طائرِ روحش پرید
حیف آں پاکیزہ جاں نازک بدن	چوں ردائے خاک بر رویش کشید
اِنْتَبِه یَا زَیْدُ عَمَّا اَنْتَ فِیْه	یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ مَا یُرِیْد

ہر کہ جامِ وصل می نوشد دمے	جامِ فرقت سالہا خواہد چشید
رُو بہ درگاہ خدا آر اے حزیں	اِنَّہٗ بَرٌّ رَؤُفٌ بِالْعَبِیْد
ہر کرا خواہد نوازد بے حساب	رحمتش را نے نہایت نے عدید
ہاں دُعائے خیر کن بہرِ پسر	تا نہ بیند مثلِ ایں حزنِ شدید
آں ابوالفضل محمد صاف کیش	بخشدش صبر و دہد اجرِ مزید
ہم عطا فرمایدش نعم البدل	روز ہایش جملہ باشد روزِ عید
سالِ ایں ماسات شد از خود رقم	"وائے زخمِ سعد شیرینِ جدید" ۱۳۸۹ھ

لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَلَہٗ مَا اَخَذَ وَعِنْدَہٗ لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰب۔

۲۔ ہُدیٰ بیگم سلمہا اللہ کی ولادت پیر کا دن تمام کر کے منگل کی رات کو دس بجے ۱۸ ماہ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۲ رجون ۱۹۷۰ء میرٹھ میں ہوئی۔

۱۹۸۷ء کو دسویں جماعت کا امتحان فرسٹ پوزیشن فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔

۱۹۸۸ء کو گیارہویں کا امتحان دیا، چاروں کلاسوں میں فرسٹ پوزیشن آئی اور امتیازی فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہوئیں، مارچ میں یہ امتحان ہوا اور اپریل میں ان کا عقد نکاح ہو گیا اور خیر سے وہ ۲۴ر اپریل کو مکہ مکرمہ چلی گئیں، اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے رکھے، ان کا گھر آباد ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو اولادِ صالح عنایت کرے۔

۳۔ ابوالنصر انس سلمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۲۶ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۸ راگست ۱۹۷۱ء جمعہ کا دن تمام کر کے ہفتہ کی رات کو دو بجے میرٹھ میں ہوئی۔

عاجز نے ان کا نام سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی پر رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کے واسطے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ۔ اے اللہ تو اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں برکت عطا کر۔ آقاؤں کے انعامات اور اکرامات میں اُن کے غلاموں اور اُن سے وابستگان کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ عاجز کو پوری اُمید ہے کہ حضرت انس سے اس لختِ جگر کی وابستگی موجبِ خیرات و برکات ہوگی۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ۔ اصحابِ کرام کے جام میں زمین کا بھی حصہ ہوا کرتا ہے۔ اُن کا جام چھلک جاتا ہے اور اس طرح زمین کو کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

برخوردار ابوالنصر انس فاروقی نے ۱۴۰۷ھ (۱۹۸۶ء) میں نویں جماعت کا امتحان دیا۔ اور

اللہ تعالیٰ نے ان کو فرسٹ ڈویژن سے کامیاب کیا۔ اور وہ اپنی جماعت میں نمبر اوّل رہے تھے۔
دسویں کے امتحان سے ۱۴۰۸ھ (۱۹۸۸ء) کو آٹھ اپریل تک فارغ ہوئے۔ انھوں نے عاجز سے کہا کہ نتیجہ جولائی کے شروع میں ظاہر ہوگا لہٰذا آپ مجھ کو چالیس دن کے واسطے میری بہن اور بہنوئی کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیج دیں۔ چنانچہ عاجز نے ان کو بھیج دیا اور وہ عمرہ اور زیارت مبارکہ سے مشرف ہوکر ۵ ار جون، ۲۹ رشوال کو خیریت سے آگئے۔ ان کا نتیجہ امتحان کا ۱۳ ار جون کو نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرسٹ ڈویژن سے کامیاب کیا ہے۔ اور وہ اپنے اسکول میں سب سے اول نمبر پر ہیں۔
برخوردار نے ایف اے میں داخلہ لے لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کرے۔
۴۔ ہما بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت ہفتہ کے دن صبح کے چھ بجے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۸ ر فروری ۱۹۷۶ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ بیس دن کی تھی کہ ہندوستان آگئی۔ حضرت برادر کلاں ۸ ر جولائی ۱۹۷۶ء کو دہلی تشریف لائے، اس بچی کی عمر پانچ مہینے کی تھی وہ بغیر دودھ کے ہلکی چائے پیا کرتے تھے۔ اس وقت وہ اس بچی کو اپنے پاس بٹھا کر چمچہ سے بچی کو اپنی چائے پلاتے تھے اور خوش ہوکر حافظ شیراز کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ ع ہمائے اوج سعادت بہ دام ما افتد۔
اب کے سال ۱۴۰۸ھ (۱۹۸۸ء) میں اللہ کے فضل وکرم سے چھٹی جماعت پاس کرکے ساتویں جماعت میں چلی گئی ہے۔ اللہ اس کو نیک اور خوش نصیب فرمائے۔
۵۔ ثنا بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت بدھ کا دن تمام کرکے رات کے سوا گیارہ بجے ۸ر شعبان ۱۳۹۶ھ مطابق ۴ر اگست ۱۹۷۶ء میرٹھ میں ہوئی۔ عاجز نے برخوردار سے پوچھا تھا کہ اس بچی کا نام تے سے ہے یا سین سے۔ انھوں نے کہا حضرت قاضی ثناء اللہ کا نام ثے سے ہے میں نے بھی اس کا نام ث سے رکھا ہے۔ عاجز کا دل خوش ہوا کہ ایک جلیل القدر عالم کے نام کی مناسبت سے یہ نام رکھا گیا ہے۔ اللہ اس بچی کو نیک وخوش نصیب فرمائے۔
اب کے سال ۱۴۰۸ھ (۱۹۸۸ء) اللہ کے فضل وکرم سے پانچویں جماعت پاس کرکے چھٹی جماعت میں چلی گئی ہے۔

حادثۂ جانکاہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا "مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کے جیتے۔ نور چشم، راحتِ جانم، قرتِ بازو میم ابوالفضل محمد تھے عاجز کے گھر کی رونق انہی سے تھی۔ اللہ نے اس عاجز کو ایسی نعمت عنایت کی تھی کہ کم افراد کو ملتی ہے طبیعت کے بہت نیک، اخلاق نہایت پاکیزہ، جھوٹ فریب، دغا سے بالکل پاک، سب وشتم سے دور

کبھی کسی کا ایک پیسہ نہیں کھایا، حلال کمائی پر گزر بسر کرنے کے عادی، اُن کی احتیاط کو دیکھتے ہوئے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول یاد آتا ہے جو مشکوٰۃ میں ہے: "اَلْحَلَالُ لَا یَحْتَمِلُ السَّرَفَ" حلال مال اسراف کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

اُن کو جب ڈاکٹری کی ڈگری ملی فوراً عمرہ اور زیارتِ مقدسہ کے لئے حجاز روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ تین مہینے کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔ عاجز نے دیکھا کہ بیعت کا اثر ان پر کافی ہوا ہے۔

اِس نعمتِ کبریٰ اور اس رونق و زینتِ حیات دنیویہ نے عاجز کے قلب کو کامل سکون بخش دیا تھا، عاجز پوری طرح مطالعہ اور تالیف میں مصروف ہو گیا تھا۔

شنبہ ۲ر جون ۱۹۸۴ء کو پہلی رمضان ۱۴۰۴ھ ہوئی۔ برخوردار محمد ابوالفضل نے بہت شوق سے سارے روزے رکھے۔ اس سال یہ بات نئی ہوئی کہ دس گیارہ رمضان سے روٹی نہیں کھاتے تھے۔ دہی پھلکی اُبلے ہوئے آلو، میوہ، خشکہ پر اکتفا کرتے تھے۔ اواخرِ رمضان میں ان کے بائیں بازو میں درد ہوا اور اس درد نے ان کو بے قرار کر دیا۔ انھوں نے عاجز سے کہا۔ میرا خیال ہے اس درد کا تعلق "ہارٹ اٹیک" سے ہے۔ چنانچہ عاجز نے ان کو بیتھا اسپتال بھیجا۔ وہاں کے بڑے ڈاکٹر نے ان کو چیک کیا اور ان سے کہا کہ دل بہت صحیح حالت میں ہے اور برخوردار جو دوا استعمال کر رہے تھے اس کو پسند کیا۔ ایک دوا کے متعلق کہا کہ اس کی مقدار دُگنی کر دو۔ یہ واقعہ تین جولائی کا ہے۔

رمضان شریف میں تہجد پابندی سے پڑھی اور بیس رمضان سے آخر رمضان تک ہر روز تہجد کے وقت صلاۃ تسبیح بھی پڑھی۔

ہفتہ ۲ر شوال اور ۷ر جولائی کو صبح صادق کے وقت دوا کھائی۔ اور پھر پونے سات بجے دوا کھائی اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ پانی پلاؤ۔ چنانچہ انھوں نے پانی کا گلاس لیا۔ ایک گھونٹ لیا تھا کہ گلاس ہاتھ سے گرا اور وہ چت زمین پر بیٹھے سے گرے۔ منہ سے پانی بہہ رہا تھا اور طائرِ جاں پرواز کر رہی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ رَضِیْتُ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدَرِهٖ۔

عاجز نے خانقاہ شریف کے مجرے کے سمتِ شرق میں اپنے لئے ولیِ کامل مولانا رحیم بخش رحمہ اللہ (کہ جن کا سالِ وفات اس آیتِ شریفہ سے بہ حساب ابجد ظاہر ہے: "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" (۱۲۸۳ھ) کے سرہانے مجرے سے متصل دو سال پہلے سردابہ

بنوایا تھا۔ وہ سردابہ اپنے لختِ جگر کو دیا۔ اس سردابہ کا کچھ حصہ حضرت شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں مظہر قدس اللہ سرہٗ و نوّر ضریحہٗ سے متصل ہے۔

اے خوشا مردے کہ باشد خاکِ او　　　در حریم دوستانِ کردگار

برخوردار کو دن کے دس بجے تک غسل دیا گیا اور ان کے پاک سینہ پر بیت اللہ کے غلاف کا ٹکڑا رکھا۔ برخوردار کی وفات کے سلسلہ میں نہ کوئی اعلان کرایا گیا اور نہ کوئی اشتہار دیواروں پر چسپاں کیا گیا۔ باوجود اس کے خلقِ خدا بہ کثرت آئی۔ لہٰذا بعض گرامی قدر افراد کی رائے ہوئی کہ شاہجہانی جامع مسجد میں نماز جنازہ ہو۔ چنانچہ اُن کے جنازہ کو جامع مسجد لے گئے۔ اور عصر کی نماز کے بعد برخوردار کی نماز جنازہ ہوئی اور خلقِ خدا ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر لے چلی۔ تدفین سے پہلے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ و مطہرہ کی خاک پاک برخوردار کی آرام گاہ میں پھیلادی اور پھر برخوردار کے جسدِ خاکی کو اس پر رکھا۔

جس وقت برخوردار کا جنازہ جامع مسجد سے درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر لایا جا رہا تھا ایک شخص نے پیچھے چلنے والوں کی کثرت دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ کسی شخص نے جواب میں کہا یہ اللہ کے نیک بندے کی اولاد میں سے ایک صاحب کا ہے۔ عاجز کا خیال سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ اور خضر کے قصہ میں وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا کی طرف گیا کہ ان کے والد نیک تھے لہٰذا مولائے کریم کی طرف سے مستحقِ کرامت ہوئے۔

دوستوں نے برخوردار کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور تاسف کرتے ہوئے رخصت ہوئے اور عاجز نے دیکھا کہ برخوردار نیک اطوار ابوالنصر انس نے اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے مزار پر پھول رکھا۔ عاجز کی زبان پر آیا۔

می نہد فرزند وے گل بر مزار　　　کاش بودے جانِ من برگل نثار

اور پھر رات کو عاجز نے اپنے دردِ دل کا اظہار اس طرح کیا۔

یادِ جاناں

یاد آتے ہیں مجھے لختِ جگر　　　وہ ابوالفضلِ محمد خوش سیر
اُن کی ذاتِ نیک عاجز کے لئے　　　حضرتِ مولیٰ کی رحمت جانئے
پاک طینت پاک باطن پاک دل　　　پاک از آلائشِ ہر کید و غل
با امانت با دیانت راست باز　　　با حمیت با مروّت با نیاز

سلسلہ میں ہو کے داخل شوق سے — سُوئے بطحٰی یک بیک وہ چل دیئے
حج و عمرہ کی سعادت مِل گئی — پھر مدینہ کی حلاوت مِل گئی

زید کرتا ہے دعا ان کے لئے
اُن کی تربت مورد رحمت بنے

داغِ فرزندِ محبوب

محمد ابوالفضل نورِ مکاں — قرارِ دلم بود و آرامِ جاں
خداوند بخشید آں نورِ عیں — تمتع از و یافتم یک زماں
پسے خدمتِ نیک انجام داد — چو گل ساخت درگاہِ خیرِ جہاں
چو وقتش رسید و شنید ارجعی — ہماں دم ز تن شد روانش رواں
بہ شنبہ کہ ہفتم ز شوال بُد — بہ خُلدِ بریں رفت از ایں خاکداں
رقم "داغِ فرزندِ محبوب" کن — شود تا کہ سالِ وفاتش عیاں
خدایش رساند بہ اوجِ قبول — ملائک صفت بود صالح جواں
خداوندگارا توئی ذوالکرم — لَکَ الْحَمْدُ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ و آں
درِ خُلد در تربتش باز کن — بہ نوعے کہ گفتہ سرِ سروراں
بہ سانِ گلان است اولادِ دے — الٰہی نگہدار ایں گلستاں
اَنس نام فرزند نیکش بود — ہُدیٰ و ہُما و ثنا دختراں
تر و تازہ ماند الٰہی مدام — برومند گردد چہ خورد و کلاں
الٰہی انس را تو توفیق دِہ — کند خدمتِ دین و ملت زجاں
رَدُنی لطیفی تو آباد دار — مقامِ بزرگانِ فرخ نشاں

دعا کرد زید و کند حق قبول
کہ برّ است و رحمان و بس مہرباں

مُشتِ خاکِ پاکبازے

آں ابوالفضلِ محمد گُل بہار — نورِ چشم و روح جسمِ خاک سار
نیک نام و خوش خصال و خوش سیَر — پاک باز و پاک مشرب باوقار
سالہا کسبِ معارفہا نمود — فنِ طب را کرد آخر اختیار

حق عطا فرمود دیرا زیرکی	شد مؤظف در عرب سال چہار
بہرِ حج و بارگاہِ سروری	رفت مکہ ہم مدینہ بار بار
لیک بہرِ خدمتِ مادر پدر	ترک خدمت کرد آمد زاں دیار
بارہا برداشت وشد نعم المعین	کم کسے مثلش بود طاعت شعار
چوں شدم ہشتاد سالہ پیرِ مرد	رفت از من در دمے آں غم گسار
خاکِ پاکش ماند پیشِ ایں فقیر	روحِ پاکش رفت نزدِ کردگار
یا الٰہی رحمتت بارد مدام	روز و شب تا روزِ محشر بر مزار
می سزد اے دوستانِ باوفا	چشم ماند تا دفاتم اشکبار
مونسم، درد و الم شد آہ آہ	خرمی وشادمانی شد فرار

"مشتِ خاکِ پاکبازے" شد رقم ۱۴۰۴ھ

سالِ رحلت اے کئیب و اے نزار

برخوردار کی وفات: روز شنبہ ۷ رشوال ۱۴۰۴ھ ۷ر جولائی ۱۹۸۴ء میلادی

برخوردار کی ولادت: روز جمعہ ۱۲ رشعبان ۱۳۵۵ھ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

برخوردار کی عمر: ۴۹ سال ایک مہینہ ۲۴ دن قمری حساب سے ۴۷ سال ۸ مہینے ۷ دن شمسی حساب سے۔

ازدواجی مدت: ۱۷ سال ایک مہینہ ۱۴ دن قمری حساب سے ۱۶ سال ۷ مہینے ۱۶ دن شمسی حساب سے

برخوردار نے چار سال حجاز میں کام کیا اور تقریباً ۹ سال یہاں مطب چلایا۔ اس عرصہ میں انھوں نے کسی قسم کی کوئی خوشی نہیں کی۔ رہن سہن سادہ، فضول خرچی سے مجتنب، مع ہٰذا ان کی وفات ہوئی تابلِ ذکر کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا، معلوم ہوا کہ ایک باغ ساٹھ ہزار کا تھا، وہ چاہتے تھے کہ اس کو خرید لیں، لیکن لے نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

برادرِ طریقت مولانا محمد نعیم اللہ خان خیالی جَعَلَہُ اللّٰہُ مِنْ خِیَارِ عِبَادِہٖ نے برخوردار کے وفات کی لاجواب تاریخ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکالی ہے "حَبِیْبٌ غَابَ عَنْ عَیْنِیْ وَجِسْمِیْ" ۱۴۰۴ھ۔ میرے جسم سے اور میری آنکھ سے حبیب پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اب میں نہ اس کو چھو سکتا ہوں اور نہ دیکھ سکتا ہوں۔ لوحِ مزار پر یہ تاریخ اور نیچے "داغِ فرزندِ محبوب" کندہ کرائی ہے۔ جب تک یہ عاجز زندہ ہے دُعائے مغفرت کرتا رہے گا۔

سلام از ما رسد ہر دم بجانش الٰہی از تو رحمت بر روانش

ہر گھڑی ہمارا سلام اُن کی جان پر، اے اللہ تیری رحمت اُن کی رُوح پر

اب یہ عاجز برخوردار سعادت اطوار ابوالنصر انس کے متعلق کچھ لکھتا ہے۔ وَفَّقَهُ اللهُ لِلْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ۔

تتمہ دوشنبہ ۹ر شوال ۹ر جولائی کو تعزیت کے سلسلہ میں کثرت سے لوگ آئے۔ اس موقع پر عاجز نے درج ذیل مضمون لکھوا کر پڑھوایا۔ حاضرین نے سُنا اور انھوں نے دستخط کئے۔

مضمون۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَمّا بعد۔ میں نے اب سے تقریباً آٹھ سال قبل اپنے برخوردار ڈاکٹر ابوالفضل محمد فاروقی کو خانقاہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ خانقاہ شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ واقع شاہ ابوالخیر مارگ دہلی کا متولّی اور سجادہ نشین بنایا تھا۔ تقدیرِ الٰہی سے ۷ر جولائی ۱۹۸۳ء مطابق ۷ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ برخوردار اس دارِ فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔

متولی اور سجادہ نشین بننے کے بعد سے خانقاہ شریف کا جملہ انتظام و انصرام برخوردار مرحوم کر رہے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے انس سلمہٗ اللہ تعالیٰ کو میں اِس خانقاہ کا سجادہ نشین اور متولّی مقرر کرتا ہوں۔ اپنی حیات میں ان کی سرپرستی کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد وہ خود جملہ انتظام و انصرام کریں گے۔ آپ صاحبانِ خدا سے دعا کریں کہ حضرتِ حق جل مجدہٗ ان کو اِس کا اہل بنائے اور وہ اپنے بزرگوں کی رسوم کے مطابق خانقاہ شریف کی خدمت انجام دیتے رہیں۔ میں بھی حضرتِ حق جل مجدہٗ سے دعا کرتا ہوں کہ برخوردار کو خدا اپنے بزرگوں کے طرز پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابوالحسن زید فاروقی عفی عنہ

دوشنبہ ۹ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ ۹ر جولائی ۱۹۸۳ء

اس واقعہ کو اب چار سال ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں عاجز نے برخوردار ابوالنصر انس سلمہ اللہ و وَفَّقَهٗ لِمَرْضَاتِهٖ کے احوال کو دیکھ کر حضرت حق جل مجدہ و تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کیا کہ برخوردار کے احوال و اطوار نیکی کی طرف مائل ہیں۔ اپنے والد ماجد کے زمانے میں پڑھائی میں سستی کرتے تھے اور اب اللہ کے فضل و کرم سے بہت اچھے نمبروں سے کامیاب ہو رہے ہیں۔ نماز، روزہ کے پابند ہیں۔ گھر میں ہوتے ہیں تو جماعت سے نماز پڑھتے ہیں۔ بداخلاق اور غلط روش والے افراد سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیکی اور صلاح کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

اے ابوالنصر انس پاکیزہ جاں
حافظت بادا خدائے مہرباں

چوں شدہ احوالِ فرزندم رقیم — آں کہ از ہجرش دلم گشتہ دونیم
نیمہؔ شاغل بہ گلگشتِ جناں — ہمچو بسمل نیمہؔ دیگر تپاں
حق تعالیٰ رحم فرماید بَرُو — وے رحیم و راحم است وہم عَفُوّ
چوں ابوالنصر انس پورش بود — حق پزیری دائماً شُغلَش بود
وے سَمیّ خادمِ پیغمبر است — وے حبیب بن الحبیب احقر است
وارثِ اجدادِ عالی شاں شدہ — جانشینِ پاک درویشاں شدہ
چشم دارد ایں حقیرِ بے نوا — جائے پاکاں پاک ماند دائما
از توھّب دور ماند ایں پسر — نَجِّنَا یَارَبِّ عَنْ زَیْغِ الْبَصَر
ایں فسادِ بس عظیم است و وَخیم — راہِ گمراھیست در دینِ قَوِیم
نعرۂ توحید راایں منظریست — قولِ حق از بہر باطل مزرعیست
هُمْ ذِیَابٌ فِیْ ثِیَابٍ بالیقین — حضرت جامی است را قولِ متیں
اہلِ سنت راست مسلک پاک و صاف — پیروِ شاں از گروہِ لایخاف
سرورِ عالم شفیع المذنبیں — انبیا را بس وجاہت بالیقیں
کرد چوں در نجد ایں نحلہ ظہور — گشت دنیا دار زلزال و شرور
مخبرِ صادق خبر دادہ زحال — رحمتِ حق بر وے و بر جملہ آل
ہر چہ فرمودہ ہماں حق و صواب — غیر آں زور است و باطل بے ارتیاب
رب نگہ دارد ہمہ را از فتن — از بلاءِ رستخیز پر محن
اے انس ایں قول را محکم بگیر — زید بہرت گفتہ ایں درِّ نفیر

شادمانی حق گزینی بر دوام
رب معینت باد و ناصر والسلام

مبارک ثنا

تَمَّ نُوْرُكَ فَهَدَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، عَظُمَ حِلْمُكَ فَعَفَوْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، بَسَطْتَ يَدَكَ فَأَعْطَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ، رَبَّنَا وَجْهُكَ أَكْرَمُ الْوُجُوْهِ وَجَاهُكَ أَعْظَمُ الْجَاهِ وَعَطِيَّتُكَ أَفْضَلُ الْعَطِيَّةِ وَأَهْنَأُهَا، تُطَاعُ رَبَّنَا فَتَشْكُرُ وَتُعْصٰى رَبَّنَا فَتَغْفِرُ وَتُجِيْبُ الْمُضْطَرَّ وَتَكْشِفُ الضُّرَّ وَتَشْفِي السَّقِيْمَ وَتَغْفِرُ الذَّنْبَ وَتَقْبَلُ التَّوْبَةَ وَلَا يَجْزِيْ بِآلَائِكَ أَحَدٌ، وَلَا يَبْلُغُ مِدْحَتَكَ قَوْلُ قَائِلٍ۔

ترجمہ:۔ تیرا نور پورا ہوا تو تو نے ہدایت کی پس تیرے ہی لئے تعریف ہے، تیرا حلم بڑھا تو تو نے بخشش کی، پس تیرے ہی لئے تعریف ہے، تو نے اپنے ہاتھ کشادہ کئے تو عطا کیا، پس تو ہی قابلِ تعریف ہے، اے رب ہمارے، تیری ذات سب سے مقدس ہے اور تیرا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ اور تیری بخشش سب سے بڑھ کر اور خوشگوار ہے، اے رب تیری اطاعت کی جاتی ہے تو تو اس کا ثواب دیتا ہے، اور تیری نافرمانی کی جاتی ہے تو تو بخش دیتا ہے، اور تو بے قرار کی دُعا سنتا ہے اور مصیبت دور کرتا ہے اور بیمار کو شفا دیتا ہے اور گناہ بخشتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے، تیری نعمتوں کا نہ کوئی بدلا دے سکتا ہے اور نہ کوئی ثنا خواں تیری تعریف کر سکتا ہے۔

نعت مبارک

علامہ ابوالطیب احمد بن عبدالعزیز بن محمد مقدسی نے اپنے شعر نمبر چار اور پانچ پر تضمین کی ہے۔ رحمہ اللہ

۱۔ أَقُوْلُ وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيَّ مُنْسَجِمٌ — لَمَّا رَأَيْتُ دَارَ الْقَبْرِ يُسْتَلَمُ

۲۔ وَالنَّاسُ يَغْشَوْنَهُ بَاكٍ وَمُنْقَطِعٌ — مِنَ الْمَهَابَةِ أَوْ دَاعٍ فَمُلْتَزِمُ

۳۔ فَمَا تَمَالَكْتُ أَنْ نَادَيْتُ مِنْ حُرَقٍ — فِي الصَّدْرِ كَادَتْ لَهَا الْأَحْشَاءُ تَنْفَطِرُ

۴۔ يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ أَعْظُمُهُ — فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

۵۔ نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ — فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

۶۔ وَفِيْهِ شَمْسُ التُّقَى وَالدِّيْنِ قَدْ غَرَبَتْ — مِنْ بَعْدِ مَا أَشْرَقَتْ مِنْ نُوْرِهَا الظُّلَمُ

۷۔ حَاشَى لِوَجْهِكَ أَنْ يَبْلٰى وَقَدْ هُدِيَتْ — فِي الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ مِنْ أَنْوَارِهِ الْأُمَمُ

۸۔ وَإِنْ تَمَسَّكَ أَيْدِي التُّرْبِ لَامِسَةً — وَأَنْتَ بَيْنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى عَلَمُ

۹۔ لَقِيْتَ رَبَّكَ وَالْإِسْلَامُ صَارِمُهُ — مَاضٍ قَدْ كَانَ بَحْرُ الْكُفْرِ يَلْتَطِمُ

۱۰۔ فَقُمْتَ فِيْهِ مَقَامَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلٰى — أَنْ عَزَّ فَهُوَ عَلَى الْأَدْيَانِ يَحْتَكِمُ

۱۱۔ لَئِنْ رَأَيْنَاهُ قَبْرًا إِنَّ بَاطِنَهُ	لَرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْخُلْدِ تَبْتَسِمُ
۱۲۔ طَافَتْ بِهِ مِنْ نَوَاحِيهِ مَلَائِكَةٌ	تَغْشَاهُ فِي كُلِّ مَا يَوْمٍ وَتَزْدَحِمُ
۱۳۔ لَوْ كُنْتُ أَبْصَرْتُهُ حَيًّا لَقُلْتُ لَهُ	لَا تَمْشِ إِلَّا عَلَى خَدِّي لَكَ الْقَدَمُ
۱۴۔ هَدَى بِهِ اللّٰهُ قَوْمًا قَالَ قَائِلُهُمْ	بِبَطْنِ يَثْرِبَ لَمَّا ضَمَّهُ الرَّجَمُ
۱۵۔ إِنْ مَاتَ أَحْمَدُ فَالرَّحْمٰنُ خَالِقُهُ	حَيٌّ وَنَعْبُدُهُ مَا أَوْرَقَ السَّلَمُ

ترجمہ

۱۔ میں کہتا ہوں اور آنسو میری دونوں آنکھوں سے جاری ہیں جبکہ میں نے دیکھا قبر کی دیار کو بوسہ دیا جارہا ہے۔
۲۔ لوگ اس کو ڈھانپے ہوئے ہیں کوئی رونے والا ہیبت سے دُور کھڑا ہے یا دعا کرنے والا چمٹنے والا ہے۔
۳۔ میں قابو میں نہ رہا کہ میں نے پکارا سینہ کی ایسی سوزش سے کہ قریب تھا باطن اس سے شعلہ زن ہو جائے۔
۴۔ اے اُن لوگوں میں بہتر کہ جن کی ہڈیاں میدان میں دفن کی گئی ہیں اور اُن کی پاکیزگی کی وجہ سے میدان اور ٹیلے پاکیزہ ہو گئے ہیں۔
۵۔ میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں پاک دامنی ہے اور اس میں سخاوت ہے اور اس میں کرم ہے۔
۶۔ اور اسی میں تقویٰ اور دین کا سورج ہے جو غروب کر گیا اس کے بعد کہ اس کے نور سے تاریکیاں روشن ہو گئیں۔
۷۔ منزّہ ہے آپ کا چہرہ اس سے کہ بوسیدہ ہو جب کہ اس کے نوروں سے مشرق و مغرب میں امتیں ہدایت یافتہ بنی ہیں۔
۸۔ اگرچہ ہاتھ چھوتے وقت مٹی کو چھو رہے ہیں آپ تو بلند آسمانوں میں عظیم شخصیت ہیں۔
۹۔ آپ اپنے رب سے جا ملے اور اسلام کی تلوار چل رہی ہے جب کہ کفر کا سمندر موجزن تھا۔
۱۰۔ آپ اس میں رسولوں کے قائم مقام بنے یہاں تک کہ وہ غالب آگیا اور اب وہ دینوں پر حکمران ہے۔
۱۱۔ اگرچہ ہم نے اس کو قبر سمجھا اس کا باطن جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے جو کھل رہا ہے۔
۱۲۔ ملائکہ نے اس کے اطراف میں طواف کیا وہ اس کو ڈھانپتے ہیں اور جمگھٹا لگاتے ہیں۔
۱۳۔ اگر میں آپ کو زندہ دیکھتا تو آپ سے کہتا کہ نہ چلیں آپ کے قدم مگر میرے چہرے پر۔
۱۴۔ ان کے ذریعہ اللہ نے ایک قوم کی ہدایت کی ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا جب کہ یثرب کی زمین میں ایک قبر نے آپ کو اپنے اندر لے لیا۔

۱۵۔ اگر احمد وفات پاگئے ہیں تو اُن کا خالق اللہ زندہ ہے اور ہم اس کی پرستش کرینگے جب تک کہ سلم سر سبز رہے۔

لآلی منظومہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی کہاں مُشتِ خاکِ ذلیل | کہاں بارگاہِ رفیع وجلیل
تری رحمتوں نے اٹھایا اُسے | اِلَیہِ الوَسِیلَہ سُنایا اسے
وَسِیلہ نے پھر اس کو پرواز دی | کرے عرض تجھ سے وہ آواز دی
وسیلہ نے پہنچایا اس کو وہاں | مَلَک کی رسائی نہیں ہے جہاں
ترے در پہ آیا وہ عَبدِ ذَلُول | توسّل سے اپنے تو کر لے قبول
توسّل بہ اسمارِ حُسنٰی تمام | توسّل بہ اوصاف زیبا تمام

توسّل بہ اسمِ جلیل وعظیم
دُعاوں کو سن لے بہ لُطفِ عمیم

سلسلۂ مبارکہ

توسّل بہ نُورِ مقدّس صفات | جنابِ محمد علیہ الصّلات
توسّل بہ سالارِ کُل اولیا | ابو بکر صدّیق رمزِ وفا
توسّل بہ سلماں رفیقِ رسول | ہوا آلِ اطہر میں جن کا شمول
توسّل بہ قاسم امامِ ھدا | زمانے میں اپنے وہی مقتدا
توسّل بہ جعفر مبارک نسَب | کہ صادق ہوا جن کا روشن لقب
توسّل بہ شہبازِ اوجِ بعید | جنھیں کہتے ہیں حضرتِ بایزید
توسّل بہ اسرارِ شیخِ زمن | اُوَیسی قدم حضرت بوالحسن
توسّل بہ قطبِ جہاں بوعلی | کہ جن کی نظر سے بنے صَد ولی
توسّل بہ یوسف مبارک لقا | خدا نے کیا ان کو غوث الوریٰ
توسّل بہ سر حلقۂ خواجگاں | جنھیں عبدِ خالق ہے کہتا جہاں
توسّل بہ عارف زہے حق مَنِش | کہ پاکیزہ تھی جن کی ہر ہر روش
توسّل بہ محمود شائستہ نام | مے وصل کے جو لُٹاتے تھے جام

توسّل بہ فرخندہ طینت ولی | کہ تھا نام جن کا عزیزاں علی
توسّل بہ سرخیلِ بزمِ طرب | محمد کہ بابا تھا جن کا لقب
توسّل بہ سیّار برجِ کمال | خدا کے مقرب امیرِ کلال
توسّل بہ داروئے ہر دردمند | وہ مشکل کشا حضرتِ نقشبند
توسّل بہ عطّار دیں کے علا | معطّر ہوئی جن سے بزمِ صفا
توسّل بہ یعقوبِ دانائے راز | ہوا جن سے چرخِ صفا سرفراز
توسّل بہ احرارِ عالی مقام | کہ شاہانِ عالم تھے جن کے غلام
توسّل بہ زاہد محمد ولی | جو تھے واقفِ رمزہائے خفی
توسّل بہ درویشِ شب زندہ دار | محمد جو تھے مرشدِ روزگار
توسّل بہ طاعاتِ روشن ضمیر | ہوئے بندگی خواجگی سے شہیر
توسّل بہ سرچشمۂ نورِ حق | منوّر ہیں باقی سے چودہ طبق
توسّل بہ احمد مجدّد خطاب | ہوئے الفِ ثانی کے وہ آفتاب
توسّل بہ معصوم عالی ہمم | وہ قیّومِ دوراں وہ ابرِ کرم
توسّل بہ سیفِ مجلّائے دیں | سلاطیں ہوئے جن کے زیرِ نگیں
توسّل بہ سیّد چہ پاکیزہ جاں | وہ نورِ محمد ہے نورِ جہاں
توسّل بہ مرزائے نازک دماغ | وہ ہیں جانِ جانانِ روشن چراغ
توسّل بہ شاہِ غلامِ علی | خلائق کے ہادی خدا کے ولی
توسّل بہ شیخِ عدیم المثال | شہِ بوسعید آفتابِ کمال
توسّل بہ فیضانِ قطبِ وحید | سعیدِ ازل شاہ احمد سعید
توسّل بہ شاہِ محمد عمر | مسیحا نفس کیمیاوی نظر
توسّل بہ شاہِ ابوالخیرِ من | وہ خیرِ مجسّم وہ قطبِ زمن
توسّل بہ شہ زید پاکیزہ جاں | خدا نے کیا جن کو شیخِ جہاں

مناجات

توسّل سے ان نیک بندوں کے سب | رہی جن کو ہر آن تیری طلب
کیا عشق نے جن کا سینہ فگار | ہوا وجد سے جن کا دل بے قرار

رہا ذکر میں جن کا ہر ہر زُواں ‏ ‏ ہمہ وقت ہر حال رطبُ اللّسان
ہراک ذرّہ کہتا تھا ربّ المَلِیْکْ ‏ ‏ تری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
لگاتے تھے دل پر بہ ضَبْعِ عجیب ‏ ‏ ترے اسمِ عالی کا نقشِ غریب
تلطُّف سے پھر رہ پہ لاتے تھے وہ ‏ ‏ توجہ سے منزل دکھاتے تھے وہ
لطائف میں ہوتا تھا پھر تو اَثَر ‏ ‏ ہراک اپنے موطن کو کرتا سَفَر
جہاں کو سِکھایا یہی نیک کام ‏ ‏ کیا خوب روشن ترا پاک نام
ترے برگزیدہ تھے وہ ، کردگار ‏ ‏ ہے اُن سے ہی وابستہ یہ شرمسار
نہیں گرچہ کوئی بھی حُسنِ عَمَل ‏ ‏ ہے اُن سے تعلّق مَدَارِ اَمَل
انھیں کے توسّل سے یہ بے نوَا ‏ ‏ کریما اُٹھاتا ہے دَستِ دُعا
دعا مانگتا ہے بہ عجز ونیاز ‏ ‏ سبھی پر ترا بابِ رحمت ہے باز
سِوا تیرے در کے نہیں کوئی دَر ‏ ‏ ترا لُطف سب پر ہے شام وسَحَر
تو ہے سب کا مولیٰ تو ہے کارسَاز ‏ ‏ ہراک تیرا بندہ ، تو بندہ نواز
غنی ہے تری ذات سب ہیں فقیر ‏ ‏ ترے در کا سائل صغیر و کبیر
شب و روز کرتا ہے سب پر عطا ‏ ‏ مُراد اپنی پاتا ہے شاہ و گدا
کرم سے ترے پل رہا ہے جہاں ‏ ‏ دُعا میری سُن لے مرے مہرباں

دُعَا

مرے جرم وعصیاں ہوں سارے معاف ‏ ‏ گناہوں کے دھبّوں سے نامہ ہو صاف
جلی اور خفی کا نہ اُٹھے سوال ‏ ‏ خطا اور عمد کا مِٹے ہر وبال
ہو جس دم مری جان تن سے جُدا ‏ ‏ زباں پر رہے نام جاری ترا
ترے ذکر سے قلب معمُور ہو ‏ ‏ ترے نوُر سے چشم مسرُور ہو
مرا جسم جب ہو در آغوشِ خاک ‏ ‏ رہے ساتھ اُس دم ترا نوُرِ پاک
لَحَد میں مجھے پھر نہ تکلیف ہو ‏ ‏ جوابوں میں ہرگز نہ توقیف ہو
قیامت میں سر پر ہو جب آفتاب ‏ ‏ ہو میزان استادہ بہرِ حساب
نہ ہو نامہ یارب بہ دَستِ یسار ‏ ‏ ترے لُطف سے ہو مرا بیڑا پار
رہے ربِّ سلّم ہی وردِ زباں ‏ ‏ ہوں جس دم بہشتِ بریں کو رواں

احوالِ عُظمیٰ

اُٹھاؤں نہ زحمت بہ روزِ وَعید — مصائب ہیں اُس دن کے بیحد شدید
وہ محشر کا میداں وہ گرمی کا زور — ادھر پل صراط اور دوزخ کا شور
اُدھر تیری شانِ جلالی کا جوش — نہ ہوگا کسی کو بھی تن من کا ہوش
نہ ہمدرد کوئی نہ پُرسانِ حال — رسُولوں کو ہوگا بس اپنا خیال

شفاعتِ کبریٰ

اشارے سے نبیوں کے خلقت کا رُد — پھرے گا بالآخر محمد کے سُو
ازل میں تھے منظور ارواح کے — اَبد میں ہیں مشہوُر اشباح کے
ہُوا نور سے ان کے ایجاد کل — ہے اُن سے ہی وابستہ ارشاد کل
زمین و فلک اور عرشِ بریں — یہ نوری یہ ناری یہ اہلِ زمیں
یہ تارے یہ کوکب یہ شمس و قمر — یہ دُنیا یہ عقبیٰ یہ سب کرّ و فر
ہے ان کے ہی دم سے یہ کل کائنات — ہے ان پر ہی سب کا مدارِ نجات
ظہور اس کا ہوگا بہ روزِ حساب — کہ خلقت کی نظروں میں ہوگا عذاب
گھڑی ہوگی یارب وہ کیسی کٹھن — رہے گی نہ جب طاقتِ دم زدن
رسولوں سے ہوگی یہ سب کی طلب — بدل جائے رحمت سے جوشِ غضب
جواب ان کا ہوگا یہی اِک کلام — نہیں بس کا ہرگز ہمارے یہ کام
حبیبِ خدا ہی کی وہ ذات ہے — کہ مقبُول اُن کی ہراک بات ہے
خدا نے کیا ان کا سب کچھ معاف — مقدم مؤخر سبھی اُن کا صاف
سبھی جاؤ اُن سے کرو التجا — وہ دیکھو نمایاں ہے اُن کا لوَا
یہ سُن کر زن و مرد با عاجزی — رواں و دواں ہوگا سُوئے نبی
پہنچ کر حضورِ مقدس تمام — کہیں یا محمد علیکَ السّلام
مرض لا دوا ہوگیا اے طبیب — خدارا بچالے خدا کے حبیبؐ
یہ سُن کر وہ سردار ہر دوسرا — کہیں گے یہ ہے کام بے شک مرا
وہ سجدے میں جاکر زمانے دراز — ستائش کریں گے بہ عجز و نیاز
خدا کی وہ تعریف ایسی کریں — کہ معبود برحق کو راضی کریں

ندا آئے گی پھر زِ رَبِّ وَدُودُ
مُحمّدؐ اُٹھو تا بہ کے در سُجُود

کرو اب طلب جو بھی مطلوب ہو
شفاعت کرو جو بھی مرغوب ہو

بدل جائے گا پھر تو نقشہ ہی اور
چلے گا وہ شانِ جمالی کا دَور

کھلے گا درِ رحمتِ کردگار
رحیمی دکھائے گی اپنی بہار

کریں گے شفاعت کی پھر ابتدا
حبیبِ خدا سیّدِ انبیاء

وہ اپنی شفاعت کے فیضان سے
بچالیں گے خلقت کو بحران سے

انبیاء اور اولیاء کی شفاعت

شفاعت کا پھر ہوگا سب کو خیال
کریں گے نبی اور ولی عرضِ حال

نبی ساری امت کے سردار ہیں
ولی اپنے حلقہ کے غم خوار ہیں

ہراک شیخ کا ہوگا عالی مقام
ابوالخیر ہوں گے ہمارے امام

مشائخ کے صدقے ہزاروں خراب
بہشتِ بریں کی پئیں گے شراب

مشائخ ہیں سارے وہاں کے پیر
مُریدوں کی اُن پر رہے گی نظر

ہراک شیخ ہے سلسلہ کی کڑی
پیمبر سے ملتی ہے جا کر لڑی

مشائخ کریں گے لجاجت ضرور
پیمبر کریں گے شفاعت ضرور

یہ کوشش رہے گی ہراک کی وہاں
کہ پہنچائے اپنوں کو روض الجناں

کسی کو رہائی ملے باعتاب
کسی کو سزا اور کسی کو عذاب

کوئی جا کے جنّت میں شاداں بھی ہو
کوئی گر کے دوزخ میں نالاں بھی ہو

رحمةٌ لِلعالمین

مددگار جن کا نہ کوئی رہا
گرفتارِ آلام جو بھی ہُوا

نہ پائے جو شومی سے اپنی مفر
پیمبر پہ بس ہوگی اس کی نظر

وہی بے کسوں کے مددگار ہیں
وہی بے سہاروں کے غم خوار ہیں

وہی سب کے آقا وہی پیشوا
وہی سب کے ہادی وہی مقتدا

وہی ربِّ عزت کے محبوب ہیں
وہی آفرینش سے مطلوب ہیں

وہی سارے عالم کے ہیں واسطہ
وہی ہیں وسیلہ وہی رابطہ

ازل سے ابد تک وہ سب کے نبی
تمام انبیاء اُن کے ہیں اُمّتی

پڑھو آیتِ تُؤْمِنُنَّ بِہٖ ہے میثاق سب کا خدا سے یہی
سبھی شانِ عالی کے ہیں مُعترف ہراک اُن کی رحمت سے ہے مُغترف
نہیں خلق میں اُن سا کوئی دِگر ہے اَحْمَدْ میں ظاہر اَحَد کا اثر
خدا کی خدائی میں یکتا وہ گُل خدا نے کیا اُن کو سردارِ کُل
وہ سرتاجِ کل انبیاء لاکلام بِلا شک رسولوں کے برحق امام
نبوّت ہے اُن کی ہراک کیلئے شفاعت ہے ان کی ہراک کیلئے
ہراک کام اُن کا سراسر صواب کریں عرض جو بھی وہ سب مستجاب
نبوّت کا بس جس کو اقرار ہے وہ ان کی شفاعت کا حقدار ہے
مُوَحِّد بھی اپنی لگائے گا آس کہ ابرِ کرم سے بجھالے پیاس
شفاعت کا پھران کی ہو کیا بیاں یہ سمجھو کہ اِک بحر ہے بے کراں
سمندر کا ہوتا ہے پھر بھی کنار خدا کے کرم کا نہیں کچھ شمار
مُعِزّ و مُذِل کا یہ دربار ہے نبی کے مدارج کا اظہار ہے
غفوری دکھاتا ہے رَبِّ غفور فترضیٰ کا یوں ہو رہا ہے ظہور
گنہگار ہیں داخلِ اَسْرَفُوْا ہے اُن سے ہی ارشادِ لَاتَقْنَطُوْا
طلب کر رہا ہے رسول رحیم کرم کر رہا ہے خدائے کریم
خطاکار ہراک خراماں خرام بلا خوف جاتا ہے دارالسّلام

التجا

الٰہی بزرگوں سے اُلفت رہے ہراک کو نبیؐ کی محبت رہے
فنا ر الفنا ہو الٰہی نصیب مقامِ رضا ہو الٰہی نصیب
لطائف ہوں جاری ترے نام سے ہراک ذرّہ تن کا لگے کام سے
نہ ہرگز خلل ہو، نہ کوئی قصور کسی حال میں بھی نہ آئے فتور
رہے زندگی بھر یہی مشغلہ اسی پر ہو یارب مرا خاتمہ

قطعہ

گنہ سے ہوا گرچہ میں خستہ حال برابر یہ رہتا ہے دل میں خیال
نہ ڈر زیدؔ مرشد ہے خیرِ جہاں نبی تیرا شافع، خدا مہرباں

قطعاتِ تاریخ

از برادرِ محترم حضرت محمد ابوسعید مجددی دامت مکارمہ

سَعِیْدٌ بِمَاجَدَّ زَیْدٌ بِہٖ — وَخَیْرٌ لِمَا خَطَّ فِیْہِ بَیَانَات

مَقَامَاتُ خَیْرٍ وَ تَارِیْخُہٗ — لَقَدْ قُلْتُ فِیْ ذَاکَ خَیْرُ مَقَامَات

۱۳۹۲ھ

ولہ

یہ ہے تحفۂ خوش مقاماتِ خیر — میاں زید پائیں مکافاتِ خیر

اَبْ وجد وغیرہ کا لکھا ہے حال — ہیں آلِ مجدد سب آیاتِ خیر

حقائق سے لبریز کیا ہے مفید — معارف سے معمور افاداتِ خیر

یہ ہے غنچۂ نخلِ شاہِ مجدد — اسے سمجھو منجملہ جنّاتِ خیر

مؤلف کی تعریف میں ہے یہ کافی — چہ اطوار خیر و چہ عاداتِ خیر

سعید ایسی تالیف کے قدرداں ہیں — یہ ہے سعیِ خیر اور مُہِمّاتِ خیر

یہ اشعار کیوں کر مبارک نہ ہوں — کہ تھے وقتِ تحریر ساعاتِ خیر

یہ دو نکلے دو جملوں میں سالِ طبع — لکھی خوش کتاب۔ مقاماتِ خیر

۱۳۹۲ — ۱۳۹۲

ولہ

بیانِ سعادت مقاماتِ خیر — مقالِ کرامت مقاماتِ خیر

یہ سرچشمہ ہے فیض و ارشاد کا — پئے دل ہے راحت مقاماتِ خیر

لکھی زید نے خوب تاریخ طبع — نسیمِ ہدایت مقاماتِ خیر

۱۳۹۲

از عزیز فاضل حافظ عبدالحمید مجددی حفظہ اللہ

یَا مَقَامَاتِ خَیْرٍ خَیْرُ کِتَابٍ — جَدَّ فِیْہِ بِیَرَاعٍ زَیْدِ الْمُہَابِ

اَیُّ فَرْدٍ مُجَدِّدِیٍّ اَصِیْلٍ — قَالَ عَنْ کُلِّ ذَاکَ بِالْاِنْتِسَابِ

ذَاکَ فِی الْعِلْمِ لَوْ تَخَطّٰی اَمَامًا — ھَاتِکَ الشَّمْسِ دُوْنَہٗ وَالْحِجَابِ

عِنْدَ تَحْقِیْقٍ فِکْرِہٖ لَا یُبَالِیْ — وَلَجَ الْبَحْرَ اَمْ سَرٰی فِی الْقِبَابِ

یَا مَقَامَاتِ خَیْرٍ لَا رَیْبَ فِیْہِ — لَکَ یَا زَیْدُ فِیْہِ فَضْلُ الثَّوَابِ

ھَاکَ تَارِیْخَہٗ وَقَدْ قُلْتُ فَخْرًا — لِلْمَقَامَاتِ دُرَّۃُ الْاِنْتِسَابِ

۱۳۹۲

وله

بڑھی اور گہوارۂ علم میں — مقاماتِ خیر، آج تالیفِ زید
حمید اس کی برجستہ تاریخ تم — کہو۔ حَبّذا ہے یہ تصنیفِ زید

وله

مرحبا، صلِّ علیٰ، یہ تحفۂ تالیفِ زید — ہے "مقامات" اے حمید اک طورِ ارشاداتِ خیر
محفلِ علم و ادب میں پوچھی جب تاریخ طبع — ایک نے اٹھ کر صدا دی "نورِ ارشاداتِ خیر"

از مولوی محمد اکرام الحق منڈاپوری حفظہ اللہ

حضرتِ زیدِ گرامی نورِ چشمِ اولیا — کی یہ تالیفِ مبارک مرحبا صد مرحبا
شاداں ہو کر کہی دل نے یہ تاریخ نکو — بدرِ تابانِ جمالِ گنجِ عرفاں باصفا

از عزیز گرامی نور میاں ضیا مجددی رامپوری حفظہ اللہ

"تصویرِ صحیفۂ کمالات" (و) "مقالاتِ زندگانی خیر"

وله

مرحبا صد مرحبا اے بوالحسن — یہ کتاب ابھی لکھی ہے آپ نے
اس کا ہر ہر لفظ ہے درسِ عمل — اس کے بارے میں ضیا کیا لکھ سکے
مشورہ یہ دے رہی ہے ہر سطر — کوئی مشکل جب کسی کو آ پڑے
بحرِ زخّارِ معانی دیکھنا — ہوں گے حل الجھے ہوئے سب مسئلے
بہرِ اظہارِ عقیدت اے ضیا — تجھ کو بھی تاریخ لکھنا چاہیئے
چوں کہ ہے یہ۔ حاصلِ خیر الکتب — اِس لئے۔ خیر الکتب اب لکھ اسے

وله

بشنو از من ایں قدر حیران و سرگرداں مشو — شمعِ راہِ معرفت ہستند ملفوظاتِ خیر
گر تو ہستی در تلاشِ راہِ حق اے راہ رو — زود بیں۔ ایں جلوۂ باری تجلیاتِ خیر

وله

"مجموعۂ حیات و مماتِ خیر کا ملا"

رفیقِ قدیم جناب مولانا محمد مدنی مکی نے درج ذیل تاریخی لاجواب نام اُس کتاب کا مکہ مکرمہ سے لکھ کر ارسال کیا۔

"سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر"

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی کی مطبوعات

۱ مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر) فارسی - آفسٹ — قیمت ۶۰ روپے

۲ مقاماتِ خیر (سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر) طبع جدید مع اضافہ - اُردو - آفسٹ ۲۰×۲۶/۸ — ۷۵ روپے

۳ مقاماتِ خیر (سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر) طبع قدیم - اُردو — ۳۰ روپے

۴ حضرت مجدّد اور ان کے ناقدین اُردو - آفسٹ — ۲۴ روپے

۵ بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید اُردو - آفسٹ — ۱۵ روپے

۶ علامہ ابنِ تیمیہ اور اُن کے ہمعصر علماء اُردو - آفسٹ — ۱۵ روپے

۷ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان - اُردو - آفسٹ — ۱۵ روپے

۸ مجموعہ خیر البیان فی مولد سید الانس والجان - خیر المورد، نظمِ شمائل - اُردو - آفسٹ — ۲۴ روپے

۹ مدارج الخیر، طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ ما — ۱۵ روپے

۱۰ المجموعۃ السنیۃ (در رد روافض از حضرت مجدّد فارسی، المقدمۃ السنیۃ از شاہ ولی اللہ و مکتوب بہ محمد امین) — ۱۵ روپے

۱۱ تاریخ القرآن از مفتی عبداللطیف رحمانی - اُردو - آفسٹ — ۲۴ روپے

۱۲ معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی اُردو - آفسٹ — ۱۵ روپے

۱۳ مسئلہ ضبطِ ولادت - طبع جدید - اُردو - آفسٹ — ۱۲ روپے

۱۴ فیصلۂ پنج مسئلہ ۶ روپے — خیر المقال — ۲ روپے

۱۵ سوانح حیات سیّد عارفین شاہ بلال - اُردو - آفسٹ — ۳ روپے

۱۶ عرفانیاتِ باقی - حضرت خواجہ باقی باللہ کا فارسی کلام — ۱۰ روپے

۱۷ مونس الارواح - شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم کا رسالہ مشائخ چشت کے حال میں ۶ روپے

۱۸ منہج الأبرار فی السلام علی الانبیاء والرضا عن الاولیاء — ۲ روپے

۱۹ زیارتِ خیر الانام - شفاء السقام کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

۲۰ امام الأئمہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ - زیرِ تالیف

۲۱ القول الجلی فی ذکر آثار الولی - فارسی قلمی نسخہ کا آفسٹ سائز ۲۰×۲۶/۸ — ۳۰ روپے

۲۲ وحدۃ الوجود از بحر العلوم مع بیان وحدۃ الشہود - آفسٹ — ۱۲ روپے

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر - شاہ ابوالخیر مارگ - دہلی - ۶